



اقتادات

۱۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ

۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

قریب

حضرت مولانا محمد عبد القادر قادری

کتابخانہ محمد علی بیگ ملتان

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

تشریحات بخاری (اردو)

جلد اول

افادت

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

۱۰

کتب خانہ مجیدیہ بیرون دیوبند گیت ملتان

عرضِ ناشر

حضرت شیخ العرب العجم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم و منفور اور دیگر اکابر دیوبند کے فیوض کی عام اشاعت کے لئے قبل ازیں کتب خانہ مجید یہ ملتان نے تقریر ترمذی شریف ح شتائل نبویؐ از افادات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ شائع کر چکا ہے، بجز اللہ وہ بہت قلیل عرصہ میں اندرون اور بیرون پاکستان مقبولیت کا شرف حاصل کر کے ختم ہو گئی۔ اب استاذ العلماء حضرت مولانا محمد علی قادریؒ، فاضل دیوبند نے علماء، طلباء اور عامۃ المسلمین کے برابر استفادہ کے لئے تشریحات بخاریؒ مرتب فرمائی ہے اس کی اشاعت کا فخر بھی ہمارے کتب خانہ مجید یہ کو حاصل ہو رہا ہے حضرت مولانا قاسمی مدظلہ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے یہ افادات آج سے پچاس سال قبل ۱۳۶۰ھ میں جبکہ آپ شریک دورۂ حدیث تھے۔ قلمبند کئے تھے۔ اپنے پچاس سالہ تندرستی تجربہ کے بعد ان افادات کا شائع ہونا یہ خالص علمی خدمت ہے جس پر ہم مولانا موصوف کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ان علمی جواہر کو منظر عام پر لا کر ملت اسلامیہ پر ایک احسان کیا ہے جزاء اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تشریحات بخاریؒ کی پہلی جلد جو پہلے دو پاروں پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے انشاء اللہ تعالیٰ باقی چار جلدیں جلد ہی کتابت اور طباعت کے مراحل طے کر کے منصفہ شہودہ پر آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

ناشر
لال احمد شاہ

عرضِ مؤلف

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم و مغفور کے افادات تقریر و ترمیمی کے نام سے کتب خانہ مجیدیہ لٹران کی جانب سے شائع ہو کر قلیل عرصہ میں ختم ہو گئی۔ جس کے علاوہ اور طلبہ کو بہت فائدہ پہنچا۔ جناب ناشر کی استدعا اور علامہ خالد محمود آف انگلینڈ کے مشورہ سے کہ اب ایک ایسی کتاب تب کی جائے جو حامل متن بلیس ترجمہ اور افادات اکابر دیوبند پر مشتمل ہو جس سے علماء اور طلبہ کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین بھی استفادہ کر سکیں چنانچہ اس ترتیب سے تشریحات بخاری کا آغاز ہوا۔

نتیجۃ المسجد تک حضرت مولانا مدنی کے افادات ختم ہوئے اور کتاب الاستفتاء تک افادات مولانا محمد زکریا اختتام پذیر ہوئے، خدا کا کرنا کہ جناب شفیع منیر کراچی نے لامع الدار ہی ہتیا فرمادی تو اب قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے افادات کا اضافہ ہوا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا حاشیہ بدستور جاری رہا۔ حضرت مولانا احمد علی شہارن پوری کے حاشیہ بخاری سے بھی استفادہ ہوا۔

اب تشریحات بخاری اس طرح مرتب ہوتی ہیں (۱) متن، ترجمہ یا مملوہ (۲) تشریح از شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مرحوم (۳) تشریح از قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (۴) تشریح از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۵) تشریح از محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند جو مختلف حواشی کا بخور ٹپ ہے مزید برآں بخاری جلد ثانی میں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر میں پھر حضرت مولانا مدنی مرحوم کے افادات درج کئے گئے اس طرح ان اکلید کے افادات مختلفہ یکجا جمع ہو گئے جس نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے۔ مگر منہ تھا کہ کتابت کے مراحل طے ہو جانے کے بعد طباعت کا کیا انتظام ہوگا، اندرون اور بیرون ملک مساعی برتنے کا رلائی گئیں جو لا حاصل رہیں جناب حافظ بلال احمد شاہد مالک کتب خانہ مجیدیہ کتابت کی طرح طباعت کا بیڑا بھی اٹھالیا جس سے میرے حوصلے اور بلند ہو گئے اب یہ کتاب کتب خانہ مجیدیہ لٹران سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔

فقط والسلام

محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند مکان نمبر ۲۹
محله ٹی سٹیر خان کچہری روڈ لٹران شہر

فہرست مضامین تشریحات بخاری از اکابر علماء دیوبند

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	سند از شاہ دلی اللہ تا امام بخاری	۸	مقدمہ، تعریف علم حدیث، موضوع
۳۵	آغاز پارہ اول بحث وحی	۸	غرض و غایت اور دہرہ تسمیہ
۳۸	حدیث انما الاعمال بالنیات کی بحث	۹	نجر اور حدیث میں فرق
۵۱	وحی کی چھ احادیث کی تشریح	۹	تولف اور موجود فن
۶۲	توجہ کے اقسام اربعہ	۹	علم حدیث کی تاریخی حیثیت
۹۸	حدیث ہرقل کی تشریح از شیخ مدنی	۱۰	انواع کتب احادیث
۱۱۲	مناسبت حدیث ترجمۃ الہدٰیٰ شیخ زکریا	۱۰	مقدمۃ الکتاب
۱۱۳	کتاب الایمان	۱۱	دہرہ تسمیہ کتاب
۱۱۵	شیخ مدنی "دشمن زکریا کی طرف سے ایمان	۱۱	تولف کتاب
"	کی شرعی تحقیق، مذاہب سبعہ اور ان کا رد	۱۲	احوال بخاری
"	حب الرسول من الایمان اور	۱۴	مسند خلق قرآن اور امام بخاری
۱۴۰	اسباب محبت کی تفصیل	۱۵	واقعہ امیر خلد اور حادثہ وفات
۱۴۴	حلاۃ الایمان کی حقیقت	۱۹	تخریج روایات میں محدثین کی شرائط
"	علامۃ الایمان حب لالنصار، انصار کی	۲۰	ثلاثیات بخاری
۱۴۵	محبت ایمان کی نشانی ہے	۲۳	مراتب کتب حدیث
۱۴۶	بلا ترجمہ باب لانے کی توجہات	۲۴	سند قاضی من المدنی و سند مولانا کاندھلوی
۱۵۰	مناظر حدیث میں ائمہ اربعہ کا اختلاف	۲۵	کتاب کیف کان بدآ الوحی
۱۵۳	من الدین الغرار من الفتن، سوال بیان کا بیان	۲۶	تحقیق کیف کان وغیرہ الفاظ حدیث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	استاد کی خدمت سے علم میں برکت اور والدین کی خدمت	۱۶۶	ایمان اسلام اور دین میں تراءت یا تلامز ہے
۲۷۶	سے رزق میں برکت ہوتی ہے	۱۷۱	کفران العیشہ و کفران الاحسان سے کفر میں
۲۸۳	اصاعت نفس کے بارے میں علماء کے اقوال	۱۸۰	تشکیک بیان کر لہے تحقیق انیق قابل دید ہے
۳۲۰	قبض علم کی کیفیت	"	ایمان کی طرح علم کے بھی درجہ متبادلاتہ ہیں
۳۲۲	تلاشیات بخاری اور نہائیات امام ابو حنیفہ	۱۸۲	نفاق کے اقسام
۳۲۴	زیارت نبوی کے بارے میں قول فیصل	"	باب افشاء السلام اور باب یلۃ القدر کے
۳۲۶	حضرت علیؑ کے شخصی علم کے بارے میں	"	در بیان پانچ ابواب کے فصل کی مولانا ذکر کیا
۳۲۹	کتابت میں غلطی ہو جاتے اس کا حکم	۱۸۴	عجیب وجہ بیان فرماتے ہیں
۳۳۲	حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی منقولہ روایات	۱۹۹	حکیت کے بعد کیفیت کے اعتبار سے ایمان
۳۳۴	حدیث قرطاس کی بحث	"	میں کمی و زیادتی کا بیان
۳۵۲	بحث روح کی حقیقت	۲۰۵	اتباع الجنائز من الایمان کی عجیب تشریح
۳۵۷	حضرت امام اعظمؒ کی دو مجلسیں ہوا کرتی تھیں	۲۱۴	دان لم تکن تراء مشاہدہ اور مراقبہ کی تحقیق
۳۶۴	کتاب الوضوء	۲۱۸	علامات قیامت کا بیان
۳۶۶	وضو کی فضیلت کہ میں در زلزلہ آیت میں	۲۳۰	بیعت کے اقسام
۳۶۷	ابواب وضو میں مشہور ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا	۲۳۲	کتاب العلم
۳۷۵	پاؤں پر رش اور نفع کافی نہیں بلکہ غسل ضروری ہے	۲۳۳	علم کی فضیلت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا ارشاد
"	استقبال اور استند بار قبلہ میں آٹھ مذاہب ہیں	"	صلابن رباع کے بارے میں امام اعظمؒ کا ارشاد
۳۸۳	تین مشہور کا بیان ہے -	۲۳۵	امانت کے معنی اور اس کی اصاعت
۳۸۵	مناط حکم میں اختلاف بین الائمہ الاربعہ	۲۳۹	صلوات محمدؐ بن محمدؐ کو بدعت کہنے والوں کا رد
۴۰۱	صغائر اور کبار کے معانی کی بحث	۲۴۱	نحہ کی خوبیاں اطباء کی نظر میں
۴۰۲	حدیث نفس کے بارے میں محاکمہ	۲۵۹	اتما العلم بالتعلم کے تحت علامہ شامی کا فتویٰ اور
			ملاحظہ قاری کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱۸	حائضہ روزہ قضا کرے نماز قضا نہ کرے اس کی حکمت۔	"	حضرت گنگوہی کا ارشاد کہ قرآن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا امام غزالی
۵۸۰	کتاب التیمم۔ تیمم کے معنی اور اس کے شرائط	"	کی ایسا العلوم سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔
۵۸۵	فاقد الطہورین جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی اس کا حکم	۴۰۲	مضمضہ اور استنشاق میں مذاہب کی تفصیل اور وضو کا طریقہ۔
۵۹۸	نبی تعظیم فعلی کے لئے مبعوث ہوئے ایک عجیب بحث	۴۰۳	حضرت ابن عمرؓ پر چار اعتراضات اور ان کے جوابات
۶۰۶	کتاب الصلوٰۃ	"	سوا کھلب میں آئمہ کے چار مذاہب ہیں
۶۰۸	واقعہ معراج کی تفصیل اور تحفہ مطرح صلوٰۃ ہے	۴۱۱	نواقض وضو کی بحث اور اقوال ائمہ
۶۱۶	شرائط صلوٰۃ میں سے دو جو مستتر ہیں۔	۴۱۸	ماستعمل میں مذاہب ائمہ
۶۶۱	کتاب القبلة استقبال قبلہ شرط صلوٰۃ ہے	۴۲۷	نحن لا نعززون فی الدنیا المتقدمون فی الآخرة
۷۱۲	گمروں کو قبریں نہ بناؤ اسکے تین مطالب ہیں	۴۴۲	کی حکمت، ہم دنیا میں آئے آخرت میں پہلے ہوں گے اس کی حکمت۔
۷۱۳	موضع عذاب دوتے دوتے گزر داسکی حکمت۔	"	ہر سبق کے شروع کا خطبہ از شیخ مدنی رو
۷۱۷	آپ کی خصوصیت شفاعت ہے اس کی تشریح	۴۹۱	پارہ دوم۔ کتاب الغسل۔
۷۲۱	نوم المرأة فی المسجد کو نوم الرجال فی المسجد پر مقدم کرے کی توجیہ	۵۰۴	غسل کے وقت حلاہ اور غیث کا استعمال کرنا۔
۷۲۲	مدارس اور خانقاہیں بنانے کی اہل موجود ہے	۵۰۵	یہ معرکہ الاراء باب ہے اس کی توجیہات
۷۲۳	حضرت جابرؓ کے اونٹ کے واقعہ سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔	۵۱۱	غسل کا سنون طریقہ
۷۲۴	تھیجۃ المسجد میں پانچ اہمات ہیں۔	۵۱۷	التقا خاتین کی بحث
۷۲۸	حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسجد کی تبدیلی	۵۳۸	کتاب الحیض دم حیض، استخاضہ اور نفاس کی تعریف اور ان کے احکام۔
"	اور اس کی وجہ۔	۵۴۲	عورت ناقص العقل والدین ہے
۷۳۰	حضرت امیر معاویہؓ صلح حن کے بعد بائیں نہ ہے۔	۵۴۹	
۷۳۱	حضرت علیؓ کے حق پر ہونے کی دلیل		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۵۸	ضرورتِ وقت مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے	۷۳۳	مسجد کی شل جنت میں گھر ہو گا اس کی وجہ
۷۶۰	مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے۔	۷۳۶	مسجد میں اشعار پڑھنا کیسا ہے
۷۶۲	مسجد میں چت لینا منع ہے۔	۷۳۷	مسجد میں آلاتِ حرب کی نمائش
۷۶۶	گھر اور بازار میں مسجد بنانا کیسا ہے۔	۷۳۹	اشترطی ولحم الولا کی مفصل بحث
	مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے آٹھ منازل	۷۴۱	آداب مسجد اور افعال نبوی در مسجد۔
۷۷۱	کی مسجدوں کا بیان۔		جنات پر حکومت کرنا حضرت سیما کی
۷۷۲	مشاہد اکابر سے استنباط جائز ہے	۷۴۵	خصوصیت ہے۔
۷۷۹	سترۃ الامام سترۃ للمقوم ہو لیکن قرآۃ الامام	۷۴۶	قیدی اور مقررہ کو ستون مسجد باندھا جائز ہے
	قرآۃ للمقوم نہ ہو تعجب کی بات ہے۔		اسلام لانے سے پہلے یا بعد غسل کرنے کا حکم
۷۸۵	مکہ منظمہ میں طواف کرنے والوں کے پیچھے بغیر	۷۴۷	اس میں نہ کا اختلاف ہے اس کا بیان۔
	سترہ کے نماز جائز ہے۔		صحابی کے عصا کا روشن ہونا صحابی کی کرامت
۷۹۱	حیوان کا سترہ بنانا کیسا ہے۔	۷۵۰	ادرنی اکرم صلعم کا معجزہ ہے۔
۷۹۵	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ۔	۷۵۱	بلا ترجمہ باب لانے کی وجوہات
۷۹۸	عورت کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔	۷۵۲	صحابہ کرام کی کلمات ذکر نہ کرنے کی وجہ۔
۷۹۹	عورت کا آگے سے گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں۔	۷۵۳	حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت کا ثبوت۔
۸۰۳	اہم بخاری کے نزدیک مسرۃ ناقض وضو نہیں	۷۵۷	مساجد کے دروازے بند کرنا جائز
			مصلحت کی بناء پر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

سَمْعُهُ وَنَصَلَتْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَلِمَیْمِ ۔

مَقْدَمہ

علم حدیث کی تعریف | یہ وہ علم ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال و احوال معلوم ہو جائیں۔

موضوع علم حدیث | علم حدیث کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس حیثیت سے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

غرض و غایت علم حدیث | وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا ہے جو احادیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

دوسری غرض یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دین کا مدار علم حدیث پر ہے۔ کیونکہ اصل دین یعنی قرآن پاک تو مجمل ہے۔ اس کی تبیین و توضیح احادیث سے ثابت ہے۔ تیسری غرض مولانا زکریا کاندھلوی کے نزدیک یہ ہے کہ حدیث جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ ہم محبت رسول ہیں۔ محبوب کے حاکم کو جب پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت و علاوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ غرضیکہ علم حدیث کی تعریف جس کا خلاصہ تدبر ہے۔ علم حدیث کا موضوع جن کا خلاصہ عظمت ہے اور اس کی غرض کا خلاصہ لذت ہے۔

وجہ تسمیہ | اس فن کا نام حدیث ہے۔ حدیث حادث کے معنی میں ہے۔ قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جیسے ذات باری تعالیٰ قدیم ہے۔ تو اس کی صفت بھی قدیم ہوگی۔ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو لامحالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حادث ہوگا۔

ان کے ماسوا کوئی علم ہے ہی نہیں۔ علم فقہ قرآن و حدیث کے معارض و منافعی نہیں بلکہ علم فقہ ان دونوں کا خلاصہ ہے۔ کہ فقہار کرام نے غور و فکر کے قرآن و حدیث کے مسائل کو آسانی کے واسطے ایک جگہ جمع کر دیا۔ جیسے حدیث میں بحالت صیام اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت بھی ہے اور ممانعت بھی۔ عامی کے لئے مشکل پیش آگئی تو مجتہدین نے غور و فکر کے بتلا دیا کہ حدیث ہنی جوان کے لئے ہے۔ اور حدیث اباحت بوڑھے کے لئے۔ کیونکہ جوان بے قابو ہو سکتا ہے مگر بوڑھا نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ بتلائی گئی کہ حدیث کے معنی بات کے ہیں۔ چونکہ علم حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں اس لئے ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیث و خبر میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حدیث تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور خبر کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اخبار ملوک پر بھی ہوتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے۔

مؤلف اور موجد فن | عام طور پر مشہور ہے کہ حدیث کی تدوین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک سو برس بعد ہوئی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص احادیث لکھا کرتے تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کے نام پر لکھا تھا۔ اس مجموعہ کی چھ احادیث امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہیں اور اسی مجموعے کی ستوں کے قریب احادیث مسند بزار میں ہیں۔ لہذا حدیث کی کتابت اور جمع تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ البتہ کتابی شکل میں یہ ذخیرہ بعد میں منتقل کیا گیا۔

علم حدیث تاریخی حیثیت سے | یہ ایک تاریخی اور مسلم مسئلہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جو خلفاء راشدین میں شمار ہوتے ہیں اور پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ انہوں نے امراء اجناد کو لکھا کہ میں علم حدیث کے اندر اس یعنی منہ اور ذباب علم کا خوف کرتا ہوں۔ لہذا اپنے اپنے بلاد کے علماء کو حکم کریں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کریں۔ چنانچہ عام محدثین اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ سب سے پہلے حدیث کے مدون امام ابن شہاب زہری

الموتوفی ۱۲۵ھ میں۔ اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے مدون محمد بن ابی بکر بن حزم ہیں۔ جن کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ وجہ ترجیح یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب کیف یقبض العلم کے ذیل میں جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط نقل کیا ہے۔ ان میں انہی کا نام مذکور ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک امیر نے ابو بکر بن حزم کو اور دوسرے نے ابن شہاب زہری کو حکم دیا ہو۔ زمانہ دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے۔ بعض حضرات نے دیگر اسرار گرامی بھی ذکر کئے ہیں۔

انواع کتب احادیث | حدیث پاک کے آٹھ ابواب ہیں۔ عقائد۔ احکام۔ تفسیر۔ تاریخ۔ رقائق۔ آداب۔ مناقب۔ فتن۔ جو کتاب ان آٹھ ابواب پر مشتمل ہو اس کو جامع کہتے ہیں۔ جیسے جامع بخاری۔ جامع ترمذی۔

سنن اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے ابواب فقہی طریقہ پر ہوں۔ جیسے سنن ابو داؤد و سنن نسائی۔ **مسند** وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی ہر روایت کو ایک جگہ ذکر کیا جائے۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ۔

معجم وہ کتاب جس میں احادیث کی تخریج شیوخ کی ترتیب پر ہو۔ جیسے معجم طبرانی۔ **مستدرک** کسی کتاب کی شرط کے مطابق کسی روایت کو ذکر کیا جائے جس کو مصنف کتاب نے ذکر نہ کیا ہو۔ جیسے مستدرک حاکم۔ **مستخرج** کسی کتاب کی احادیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کرنا بشرطیکہ مصنف اصل حامل نہ ہو۔ جیسے مستخرج ابو عوانہ۔

اعراض مصنفین امام ترمذیؒ کے پیش نظر اختلاف ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام ابو داؤدؒ کا وظیفہ مستدرک ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد استنباط مسائل ہے۔ مسلم شریفؒ کا وظیفہ صحیح احادیث کا جمع کرنا ہے۔ امام نسائیؒ کا مقصد احادیث کی تلیف تھی۔ کا بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ کے اندر تمام احادیث گڈ مڈ ہیں۔

مقدمۃ الکتاب | وجہ تالیف کتاب۔ حضرت امام بخاریؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر کمبلیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں ان کو اڑا رہا ہوں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے استاد اسحق بن راہویہ کو سنایا۔ انہوں نے یہ تعبیر دی کہ انت نذاب الکذب عن

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تم کسی وقت میں انشاء اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرے سے ان حدیثوں کو نکالو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ان کے استاذ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسی کتاب لکھو جس کی سب احادیث صحیحہ ہوں۔ ان کو بھی دلولہ اور شوق ہوا۔ چنانچہ احادیث کے اقسام ثمانیہ کی احادیث صحیحہ اپنی کتاب جامع بخاری میں جمع فرمائیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت جو امام بخاریؒ کی سادہ کھائی قرار دی جاسکتی ہے۔ وہ ان کے تراجم ہیں۔ یعنی احادیث سے مسائل کا استنباط کہنا اسی وجہ سے حضرات علماء کرام نے باقاعدہ اس میں تعنیفات فرمائی ہیں۔ حضرت شاہ دلی اللہؒ نے تراجم بخاری کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ دیے ایک رسالہ اردو میں حضرت شیخ الہندؒ نے الابواب والتراجم کے نام سے لکھا ہے۔ نیز علماء عظام نے بخاری شریف کی بہت سی تفصیلتیں اپنے تجربات کے بعد لکھی ہیں۔ مثلاً جس جہاز میں بخاری شریف کا نسخہ ہوگا۔ وہ جہاز سمندر میں نہیں ڈوبے گا۔ کسی مریض کے لئے اُسے پڑھا جائے تو وہ شفا یاب ہوگا۔ مشکل کام آسان ہوگا۔

وجہ تسمیہ کتاب | اس کتاب کا نام الجامع المند الصمیم من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ و آیامہ۔ جامع تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر آٹھوں ابواب مذکور ہیں۔ مند اس لئے کہ جتنی روایات ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالرفع منقول ہیں۔ اور آثار وغیرہ بالرفع آ گئے ہیں۔ صحیح اس وجہ سے فرمایا کہ اس کے اندر احادیث صحیحہ کا ذخیرہ مذکور ہے۔ کوئی راوی اس کے اندر ضعیف نہیں ہے۔ من حدیث کی قید اس لئے بڑھائی کہ اس کے اندر ساری احادیث ہیں۔ **سننہ** اس لئے زائد کیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریرات بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ اور **ایامہ** سے وہ دقائق اور حالات مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئے۔ بہت سی احادیث امام نے ایسی ذکر فرمائی ہیں جو نہ تو قوی ہیں نہ فعلی ہیں۔ اور نہ تقرری جس کی وجہ سے بہت سے شراح کو اشکال ہو رہا ہے۔ پورے نام پر غور کرنے سے یہ اشکال رفع ہو جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب | اس کتاب کے مؤلف امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردویہ الجعفی البخاری۔ جعفی جعفی کی طرف

نسبت ہے جو عرب کا ایک قبیلہ ہے۔

بر دو یہ بآ مفتوحہ بعدہ راثم دال کسورہ بر دو یہ۔ یہ فارسی کی لغت ہے اور فارسی بھی ملک بخارا کی بر دو یہ فارسی میں کاشتکار کہتے ہیں۔ یہ کھیتی کرتے تھے اور نجوسی تھے۔ حالت کفر میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے مغیرہ ہیں یہ مسلمان ہیں اور ایمان جعفری جو اس وقت کابل و بخارا اور سمرقند کے حاکم اور عرب کے باشندے تھے یہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہ تمام علانیہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک مفتوح ہو چکے تھے۔ عرب کے اندر جس طرح ولأ معاقہ اور ولأ موالات کی نسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح موالات اسلام کی بھی نسبت ہوتی ہے اسی اعتبار سے ان کو مغیرہ جعفری کہتے ہیں۔ اسماعیل امام بخارمی کے والد ماجد ہیں۔ ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ اسماعیل امام مالکؓ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

احوال بخاری امام بخاریؒ تیرہ شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ امام بخاریؒ کی بشارات بچپن میں جاتی رہی تھی۔ ان کی والدہ نے خوب دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بچے کی آنکھیں دست کر دیں بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ امام بخاریؒ بالکل تندرست ہیں۔ امام بخاریؒ بمقام خرمنگ جو سمرقند کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ شنبہ کی رات جو عید الفطر کی بھی شب تھی ۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ تنگ آکر دعا فرمائی تھی۔ رمضان شریف میں ہی دعا قبول ہوئی۔ کل عمر باٹھ سال ہوئی۔ امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات یاد رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ صدق حمید نور۔ ترجمہ۔ پنج کہا حمید نے کہ وہ نور تھے۔ ابجد کے حساب سے صدق کے ایک سو چورانوے نمبر نکلتے ہیں۔ تو وہ سن پیدائش ہے۔ دوسرے لفظ کے جو باٹھ نمبر ہیں وہ ان کی کل عمر ہے۔ اور نور کے کل نمبرات دو سو چھپن ہیں یہ حضرات امام کاسن وفات ہے۔ میلادہ صدق و ماش حمید او ففضلی فی نور بچپن سے ذہین اور زکی تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ان کو احادیث کے یاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب دس برس کی عمر میں مکتب سے تو علماء بخارا کے حلقہ تدریس میں آنے جانے لگے۔ امام بخاریؒ کے والد ماجد (اسماعیل) کا انتقال اسی وقت ہو چکا تھا۔ جبکہ حضرت امام بخاریؒ بالکل بچے تھے۔ والد نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ میرے مال میں ایک پیسہ بھی مشتبہ نہیں ہے۔ اسی مال سے امام بخاریؒ کی پرورش اور تربیت ہوئی

علماء بخارا میں سے ایک محدث امام داخلی ہیں جن کی مجلس تخریث میں شرکت کرنے لگے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے علماء شرکت کرتے تھے۔ یہ بے چارے بھی ایک کو نے میں بیٹھ جاتے تھے۔ جس سے ایک دلولہ اور شوق پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت استاد داخلی نے کسی حدیث کی سند اس طرح پڑھی۔ حدثنا سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم امام بخاری دور ایک کو نے میں بیٹھے ہوئے تھے وہیں سے فرمایا کہ عن ابی الزبیر صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے نہ سنا پھر زور سے کہا۔ کہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے نہیں سنا۔ کیونکہ ان کا تقار ابراہیم سے ثابت نہیں بلکہ یہ زبیر بن عدی ہیں۔ یہ سن کر محدث داخلی مکان میں تشریف لے گئے۔ کتاب کے ایک پرانے نسخہ میں دیکھا۔ تو فی الحقیقت اس میں عن ابی الزبیر کی بجائے عن الزبیر تھا۔ تو استاد نے مجمع میں اعلان کیا کہ واقعی لڑکا صحیح کہتا ہے۔ لوگوں کو ان کی ذہانت پر تعجب ہوا۔ اور اسی دن سے استاد داخلی کی نظر میں مقبول اور دقیق بن گئے۔ گیارہ برس کی عمر میں علماء بخارا کی تمام احادیث یاد کر لیں۔ سولہ برس کی عمر میں اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ باقی سب حضرات واپس آ گئے۔ امام بخاری وہیں رہ گئے۔ جہاں جہاں مشہور علماء تھے ان کے ہاں جا کر احادیث یاد کر لیں۔ روایات کو مع اسانید کے ایک مرتبہ سن کر یاد کر لیتے تھے۔ حامد بن اسماعیل ان کے ہم سبق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب اساتذہ کے پاس جاتے تھے تو ہمارے ساتھ سامان کتابت ہوتا تھا، ہم سن کر لکھ لیتے تھے۔ امام بخاریؒ نہیں کہتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہتے کیوں نہیں۔ سماع کافی نہیں ہے۔ وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔

اول اول تو امام بخاریؒ خاموش رہے لیکن جب لوگوں نے خوب بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور تنگ کر لے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم آٹھ دن سے شیخ کے پاس آرہے ہیں اور شیخ نے پندرہ ہزار حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان پندرہ ہزار احادیث کو مع اسانید سنا دیا۔ اور وہ کہنے والے امام بخاریؒ کے سنانے پر اپنے کھٹے ہوئے کی تصحیح کرتے تھے جس پر سب حضرات نے تعجب کیا۔ الغرض **تقوڑے** ہی عرصہ میں ان کی شہرت ہو گئی۔ تقوڑی عمر میں علم حاصل کیا۔ اور تقوڑی ہی عمر میں پڑھانا شروع کر دیا کہ مافی دہرہ شجرۃ چہرے پر کوئی بال نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک کتاب قضا یا صحابہ و تابعین کے نام سے مدینہ پاک میں لکھی امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت عبد اللہ بن مبارک جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ اور دیکھ کی تمام کتابیں خطیاد

ہو گئی تھیں۔ دوسری تالیف تاریخ کبیر ہے جو آپ نے چاند کی روشنی میں لکھی تھی۔ حضرت امام بخاریؒ کی قوت حفظ ضرب المثل ہے۔ دس سال کی عمر میں اپنے استاد امام داخلی کو لقمہ دیا تھا جب کوئی آدمی کسی خاص چیز میں مشہور ہو جاتا ہے تو پھر اس کا امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ چنانچہ دو واقعے ایک سمرقند کا دوسرا بغداد کا پیش آیا۔ بغداد کا قصہ زیادہ مشہور ہے کہ آپ جب دہلی تشریف لے گئے تو دہلی کے دس علماء نے آپس میں مشورہ کے بعد تنوٰ احادیث تلاش کیں۔ اور ہر ایک نے دس دس احادیث اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیں۔ اور ان کی سند اور متن یعنی مفہوم حدیث کو ایک دوسری کی جگہ رد و بدل کر دیا۔ جب امام بخاریؒ ایک بڑے مجمع میں تشریف لائے تو ہر ایک نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا۔ پھر عرض کیا کہ ہم لوگ کچھ احادیث حضرت کو سنانا چاہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا سنا دو۔ اس پر ہر ایک نے نمبر وار احادیث سنا کر دریافت کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے۔ امام بخاریؒ ہر ایک کے جواب میں لاوری فرماتے رہے یعنی مجھے معلوم نہیں۔ اب لوگوں میں اشارے ہونے لگے۔ کہ بس یہی ہیں جن کا بڑا شہرہ ہے۔ جب سب سا پکے تو امام بخاریؒ نے اول سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جس طرح حدیث پڑھی ہے غلط ہے۔ صحیح یہ ہے۔ پھر ہر ایک کو نمبر وار اس کی غلط حدیث اور اپنی صحیح حدیث سنائی۔ یہاں کمال یہ نہیں کہ پوری تنوٰ احادیث مع سندیں بلکہ اصل کمال یہ ہے کہ ان کی اسانید اور احادیث متعلقہ کو صحیح کر کے نمبر وار سنا دیا۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کے صرف ہم عصر علماء اور تلامذہ ہی آپ کی فضیلت کے معترف نہیں بلکہ ان کے اساتذہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں۔ حضرت علی بن مدینیؒ جو ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ جن کے متعلق خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل نہیں پایا سوائے علی بن مدینی کے جب علی بن مدینیؒ سے یہ کہا گیا تو انہوں نے فرمایا ذرہ فائز لایزلی مثلاً امام احمد بن حنبلؒ بھی ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ کہ سرزمین بخارا نے امام بخاریؒ جیسا کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور بعض میں ہے کہ زمین بخارا نے چار اعلیٰ درجہ کے آدمی نکالے۔ مگر سب سے اقدم امام بخاریؒ ہیں۔

مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاریؒ | جس طرح آج کل علماء کرام میں کسی معاصر کی رفعت نہیں سنی جاتی اس طرح پہلے زمانے میں بھی یہی دستور تھا۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے معاصرین کو بھی امام صاحب سے حسد پیدا ہوا۔ جہاں جہاں ان کا شاندار

استقبال ہوتا۔ وہیں کچھ حاسدین اس کا رد عمل بھی کرتے چنانچہ بہت سی جگہ سے مار پیٹ کر نکلے گئے۔ بہت سے لوگوں نے گالیاں دیں۔ اس زمانہ میں ایک مسئلہ خلقِ قرآن کا بہت زور شور سے چل رہا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ چونکہ ایک مرتبہ کے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کو اس مسئلہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا بہت سی مرتبہ جل بھیجے گئے۔ بہت سے علمائے کوڑے کھائے۔ تکلیفیں اٹھائیں مگر جھے رہے۔ چونکہ امام احمد بن حنبلؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ اس لئے ان کا زمانہ پہلے کا ہے۔ اور امام بخاریؒ کا بعد کا ہے۔ امام احمدؒ کے زمانہ میں معتزلہ کا بہت زور تھا اور سلاطین وقت بھی انہی کے ساتھ تھے۔ معتزلہ کا کہنا تھا کہ یہ قرآن حادث ہے مخلوق ہے لفظ کن سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان پر رد کرنے کے لئے حنابلہ حضرات کو میدان میں آنا پڑا اور معتزلہ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جب کوئی مقتد کسی چیز کے متعلق رد کرتا ہے تو خوب زور شور اور مبالغہ سے تردید کرتا ہے اس کے خدام اور مرید بڑے کی بات کو خوب زور شور سے اچھال کر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قدم اور بڑھایا کہ یہ قرآن مجید قدیم ہے اس کے الفاظ بھی قدیم ہیں اور یہ دختیں یعنی گتہ بھی اور کاغذ بھی قدیم ہے۔ ان مبالغہ آرائیوں کو جب امام بخاریؒ نے دیکھا تو بڑی شدت سے حنابلہ کا رد کیا اور لفظی بالقرآن مخلوق یعنی جو الفاظ قرآن پاک کے ہیں اپنی زبان سے بول رہا ہوں یہ مخلوق اور حادث ہیں۔ اور جو اس سے خلاف کہے وہ کافر ہے۔ اس سلسلہ میں حنابلہ اور امام بخاریؒ کا حنابلہ کے مقابلہ میں اتنا اختلاف ہوا کہ امام احمدؒ نے معتزلہ کے مقابلہ میں سیلاب حنابلہ نے امام بخاریؒ کی خبر لی۔ چنانچہ امام بخاریؒ جہاں جاتے ابتلا میں پھنس جاتے حتیٰ کہ آخر میں سب جگہ سے مایوس ہو کر اپنے وطن مایوف بخارا واپس تشریف لے گئے۔

واقعہ امیر خالہ اور حادثہ فاجعہ | اس وقت بخارا میں امیر خالہ نامی حاکم تھا بخارا پہنچ کر یہ واقعہ پیش آیا کہ لوگوں نے امام بخاریؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اگر بکرمی کا دودھ دو بچے پی لیں تو کیا ان میں رضاعت ثابت ہوگی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہاں رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ بعض حاسدین نے خوب شور مچایا۔ ابو حفص کبیر حنفی کو کہلا بھیجا کہ تم حدیث پر رہو۔ فقہ دانی نہ کرو۔ فقہ وراس کے مسائل ہم لوگوں کے لئے رہنے دو۔ اس کے بعد امیر خالہ نے امام بخاریؒ کو کہلا بھیجا کہ میرے لڑکے آپ سے حدیث پڑھنا چاہتے ہیں آپ کسی وقت آکر ان کو پڑھا دیا کریں۔ امام صاحب

نے جو انا کہلا بھیجا کہ مجھے حدیث پاک کو ذلیل نہیں کرنا ہے پڑھنا جو میرے پاس آکر پڑھے امیر نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ میں اپنے بچوں کے ہمراہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت دوسرے لوگ وہاں تعلیم کے لئے موجود نہ ہوں۔ صرف میرے لڑکے کے تعلیم حاصل کریں گے۔ حضرت امام صاحب نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ سب بچے پڑھنے میں برابر ہیں۔ امیر کو اس بات پر غصہ آگیا۔ اس نے امام صاحب کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ بخارا سے نکل گئے نکلے وقت دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھ کو نکالا، تو بھی اس کو ذلیل کر کے یہاں سے نکال دے۔ ایک ماہ سے پہلے ہی اس امیر سے کوئی حاکم اعلیٰ کسی بات پر ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ اس معزول امیر کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پورے شہر میں پھیر کر اؤ۔ تو امام بخاریؒ نے وہاں سے سمرقند کا قصد فرمایا۔ راستہ میں خرتیگ مقام پر کچھ رشتہ دار تھے۔ رمضان کی آمد کی وجہ سے وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران سمرقند سے اطلاع آئی کہ یہاں فضا متہارے موافق نہیں ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کو اس

خبر سے بہت رنج و غم ہوا۔ اور یہ دعا فرمائی۔ اللہم ضاقت علی الارض فدار جنت فاقبضنی۔
 الیک یہ دعا آپ نے اخیر عشر میں فرمائی جو قبول بھی ہو گئی۔ چنانچہ عید کی رات وفات پائی اور عید الفطر یوم ثنبہ ۲۶۱ھ بعد نماز ظہر اس مجسمہ نور کو مقام خرتیگ میں دفن کر دیا گیا۔ دفن کے بعد سنا ہے کہ مدتوں آپ کی قبر مبارک سے نہایت زوردار خوشبو مہکتی رہی۔

بخاری شریف کے متعلق مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ اس کو سولہ سال کی مدت میں لکھا گیا۔ لیکن کب

کتاب بخاری شریف

تصنیف ہوئی اور کب ختم ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مرحوم کی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو ۲۱۶ھ میں لکھنا شروع کیا۔ جبکہ امام بخاریؒ کی عمر تیس سال تھی اور اور ۲۳۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ جس کی دلیل بھی آپ نے بیان فرمائی ہے۔

سبب تالیف مشہور یہ ہے کہ حضرت محمد بن اسحاق راہویہ استاد امام بخاریؒ کو کسی شخص نے آ کر کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایسی مختصر کتاب لکھی جاتی جس میں سب احادیث صحیحہ جمع ہوں۔ یہ بات امام بخاریؒ کے دل میں گھر گئی۔ دوسری بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر سے کیساں اڑا رہا ہوں۔ ان کے استاد محمد بن اسحاق راہویہ

نے یہ تعبیر دی کہ تم کسی وقت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرہ سے ان حدیثوں کو علیحدہ کر دو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد امام بخاریؒ نے اپنی یہ تالیف شروع کر دی۔ عام طور سے بخاری شریف کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ اول یہ کہ امام بخاریؒ نے یہ کتاب روضۃ من ریاض الجنۃ میں غسل کر کے لکھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حطیم میں لکھی۔ اب اس پر یہ اشکال ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مدت قیام سولہ سال نہیں ہے۔ بلکہ زائد سے زائد تین چار سال ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ سولہ برس تو ساری کتاب کے لکھنے کے ہیں اور تراجم سارے کے سارے ایک ہی مرتبہ روضۃ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر لکھے اس کے بعد جتنی جتنی احادیث ملتی رہیں ان کو چھانٹ چھانٹ کر لکھتے رہے۔ اس کی تائید خود امام بخاریؒ کے اس مقولہ سے ہوتی ہے کہ میں نے ایک حدیث مدینہ میں سنی اس کو بصرہ میں لکھی۔ بصرہ میں سنی تو شام میں لکھی شام میں سنی تو کوفہ میں لکھی۔ رہا یہ سوال کہ حطیم کعبہ اور روضۃ مطہرہ میں تو کافی فاصلہ ہے یہاں پر کس طرح جمع کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری تین بار تصنیف کی ہے۔ اور مصنفین کا قاعدہ ہے کہ ہتم با ثن تصنیف میں بار بار نظر ثانی کی جاتی ہے تب بیض کی تسوید کی جاتی ہے۔ ممکن ہے امام بخاریؒ نے تسوید حطیم میں کی ہو اور تب بیض روضۃ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کی ہو یا اس کے برعکس ہو۔ اس سے جو نسخوں میں اختلاف ملتا ہے کہ کہیں باب ہے اور روایت نہیں۔ اس کا جواب بھی نکل آیا کہ تراجم سارے کے سارے ایک مرتبہ لکھے پھر روایات تلاش کر کے لکھیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد رکھتا ہوں اور ان کو چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نقل فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جس روایت کی تخریج کی ہے وہ صحیح ہے۔ بہت سی صحیح روایات کو چھوڑ دیا ہے طوالت کے خوف سے۔ البتہ جن کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہ سب صحیح ہیں چنانچہ مسند امام احمدؒ کا پڑھنا تو بجائے خود اس کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ لوگوں کی ہمتیں قاصر ہیں تو امام بخاریؒ نے اختصار سے کام لیا۔ اور روایات صحیحہ کو جمع کر دیا۔ اگرچہ امام مسلمؒ اور مسند رک نے بھی احادیث کو جمع کیا ہے۔ ہاں امام مسلمؒ جب تک اپنی کتاب لکھتے رہے امام بخاریؒ سے ملنے کی نوبت نہیں آئی۔ امام مسلمؒ اتصال سند کے متعلق وہ ثبوت لقاہ کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کے

نزدیک امکان بقار بھی ہو تو کافی ہے۔ امام بخاریؒ ثبوت لقار کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ خواہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس پر امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کو سخت الفاظ میں یاد کیا ہے۔ لیکن جب امام بخاریؒ سے ملاقات ہوئی اور آپس میں مذاکرات کی نوبت آئی تو علامہ حافظ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں کہ پھر تو امام مسلمؒ امام بخاریؒ سے اس طرح سوال کرتے تھے جیسے کمزور بچہ اپنے استاد سے پوچھتا ہے۔

الغرض امام بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے بخاری مکملی جن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث مکمرات کو شمار کر کے ساڑھے سات ہزار ہیں اور بغیر مکمرات کے ساڑھے تین ہزار لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث نو ہزار ہیں مکمرات حذف کر کے صرف ڈھائی ہزار باقی رہ جاتی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بخاری کی احادیث کے صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقیہ کتابوں میں جو احادیث ہیں وہ غلط ہیں بلکہ وہ بھی صحیح ہیں۔ فرق صرف شرائط کا ہے۔ اتصال سند کی تین حالتیں ہیں۔ ثبوت لقار۔ عدم ثبوت لقار اور امکان لقار۔ امکان سے ایسی روایات جو عن عن کے ساتھ ہیں اتصال پر محمول ہیں یا نہیں۔ امام بخاریؒ تو اتصال سند کے لئے ایک مرتبہ ثبوت لقار کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جمہور ائمہ ثبوت لقار کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ہاں امکان لقار بھی اتصال کے لئے کافی ہے۔ بشرطیکہ ثبوت عدم لقار نہ ہو۔ جمہور محدثین نے امام مسلمؒ کی شرط سے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلمؒ کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ مزید برآں امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب بھی میں نے کوئی ترجمہ لکھا ہے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کے مراقبہ کرتا تھا۔ مراقبہ کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک پر پہنچ کر پیش کرتا تھا۔ لہذا جو کتاب اس قدر عبادت اور خلوص کے ساتھ لکھی گئی ہو تو وہ یقیناً زیادہ مقبول ہوگی۔ تصنیف کے بعد اپنے اساتذہ کے سامنے پیش کیا اور لوگوں کو پڑھایا۔

فربریؒ مصنف کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ میں سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو نوے ہزار افراد نے جناب مصنفؒ سے سنا۔ اب ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ روایت فربریؒ کی ہے جو نہایت قوی ہے۔ تراجم ابواب میں بہت وقت سے کام لیا ہے۔ شرح لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تمام علوم کو ترجمۃ الباب میں لکھا ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ۔

فربری | ان کا نام محمد بن یوسف بن مطرب صالح فربری ہے۔ فربری بکسر الفار و فتح الراء و سکون الباء

ایک گاؤں ہے جو بخارا سے بیس کچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور
 بیس ۲۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ کل عمر نوے سال ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے انتقال کے وقت
 ان کی عمر چھبیس سال تھی۔ گویا چونتھ سال بعد تک زندہ رہے۔ چونکہ بعد میں اتنی مدت تک پڑھایا اور ہر
 سال شاگردوں نے پڑھا اور لکھا اس لئے یہی نسخہ زیادہ متداول اور متعارف ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی
 ہے کہ فریبیؒ نے امام بخاریؒ سے دوبار بخاری شریف پڑھی ہے۔ اول مرتبہ ۲۳۸ھ میں دوسری
 مرتبہ ۲۵۲ھ میں پھر ۲۵۶ھ میں امام بخاریؒ انتقال ہی فرما گئے اور بعض نے لکھا کہ تین مرتبہ پڑھی فریبی
 سے بخاری شریف کے نقل کرنے والے بارہ شاگرد ہیں۔ ان میں سے نو کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے۔

تخریج روایات میں محدثین کی شرائط | رواۃ پانچ قسم میں ہیں۔ اول۔ کثیر الضبط والافتان وکثیر
 الملازمۃ شیوخہم۔ دوم۔ کثیر الضبط وقلیل الملازمۃ۔ سوم۔ قلیل الضبط وکثیر الملازمۃ۔ چہارم۔ قلیل الضبط
 وقلیل الملازمۃ۔ پنجم۔ قلیل الضبط وقلیل الملازمۃ مع خوائل الجرح سوئی ذلک۔ یہ شرائط خود ائمہ حدیث
 اور مصنفین نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کے بعد علماء نے ان کی کتب کا مطالعہ کرنے
 کے بعد تتبع اور تلاش سے بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ مسلمؒ
 کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ہر روایت کے درمیان دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک راوی کی
 اپنی حیثیت اور اس کا ذاتی جوہر یعنی اس کا عادل ہونا ثقہ ہونا وغیرہ اور دوسری چیز یہ کہ اس کا تعلق اس
 کے استاذ سے ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی ان دونوں شرطوں کا اعتبار کیا۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔
 دوسرے یہ کہ اپنے استاذ کے ساتھ اس کا لقاء (طلاقات) ثابت ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ سفر و حضر میں رہا
 ہو۔ ورنہ حضر میں تو ملازمت رہی ہو کہ کوئٹہ جو آدمی سفر و حضر کا ساتھی ہوگا اس سے غلطی کا امکان کم ہوتا
 ہے۔ امام مسلمؒ پہلی شرط میں تو امام بخاریؒ کے ساتھ ہیں۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔ دوسری شرط یعنی
 لقاء ان کے ہاں ضروری نہیں ہے۔ بلکہ صرف امکان لقاء کافی ہے۔ یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے۔
 یہ جو محدثین فرماتے ہیں کہ فلاں حدیث بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس
 حدیث کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں بلکہ اس حدیث کا علی شرط البخاری ہونا اس وقت ہوگا جبکہ بخاری میں
 بھی کوئی روایت اسی سند کے ساتھ مذکور ہو۔ کیونکہ دونوں رواۃ کے یکجا ہونے سے یہ معلوم ہو گیا کہ
 دونوں راوی ثقہ ہیں اور لقاء بھی ایک دوسرے سے ثابت ہے۔ لیکن اگر دونوں رواۃ بخاری میں ہوں

لیکن ایک کسی سند میں دوسرا کسی اور حدیث کی سند میں ہو تو یہ کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں کا تعلق ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ دونوں کا تعلق ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اب رہے امام ابو داؤد اور نسائی دونوں امام بخاریؒ کی صرف شرط ثانی میں شریک ہیں۔ اور شرط اول یعنی عادل ہونا ان دونوں کے ہاں معتبر نہیں۔ حالانکہ اصلی شرط یہی ہے۔ اسی لئے یہ دونوں مسلم سے نیچے ہیں۔ اور ترمذی شریف میں دونوں شرطیں مفقود ہیں۔ اس لئے وہ ان دونوں سے بھی نیچے ہیں۔ اور ابن ماجہ میں چونکہ خود احادیث ہی گد ملاحظہ ہیں۔ اس لئے وہ بے چاری سب سے آخری درجہ کی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا رواد کے جو پانچ درجے بیان ہوئے۔ ان میں سے امام بخاریؒ اول درجہ کے رواد کی احادیث بالاستیعاب لیتے ہیں اور دوسرے درجہ کی احادیث کا انتخاب کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ اول اور ثانی درجہ کی احادیث بالاستیعاب اور تیسرے درجہ کی انتخاب کرتے ہیں۔ باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھے درجہ سے امام ابو داؤد اور نسائی اخذ کرتے ہیں۔ اور پانچویں سے امام ترمذیؒ استخراج کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاریؒ دوسرے درجہ کے رواد سے نیچے نہیں اترتے۔ امام مسلمؒ تیسرے سے نیچے نہیں اور امام ابو داؤد اور نسائی چوتھے درجہ سے نیچے امام ترمذیؒ پانچویں درجہ کے رواد تک اتر آتے ہیں۔

ثلاثیات بخاری | بخاری شریف میں بائیس ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ایک تبع تابعی دوسرا تابعی اور تیسرا صحابی کا۔ اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام تمام کے تمام عادل ہیں۔ الصحابہ کرام عدول۔ (۱) بعین اور تبع تابعین یہ سب خیر القرون کے حضرات ہیں۔ علماء نے ثلاثیات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ خود بخاری شریف کے حاشیہ پر اول الثلاثیات و ثانی الثلاثیات مولے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ تو جب ثلاثیات واقعی مفہم ہیں تو فقہ حنفی اس سے بھی مہتمم بالشان ہے۔ کیونکہ وہ تو ثنائی ہے۔ یعنی اس میں ایک واسطہ تابعی کا ہے دوسرا صحابی کا۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ احناف کے نزدیک روایت بھی تابعی ہیں اور روایت بھی۔ البتہ غیر حنفیوں کے ہاں اگر روایت تابعی نہیں ہیں تو روایت تابعی ہونا ان کو بھی تسلیم ہے۔ نیز بخاری کی جو ثلاثیات ہیں اس میں بیس کے تو استاذ حنفی ہیں۔ اور دو کے متعلق دثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حنفی ہیں۔ تفصیل سے ان کا حنفی ہونا بھی اشارۃً ثابت ہو جائے گا۔

تنبیہ | معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حدیث پڑھنے والے کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔

کہ وہ یہ معلوم کرے کہ اس حدیث کے متعلق ائمہ حدیث کیا کہتے ہیں اور ان کا مذہب کیا ہے یہ بات ترمذی سے معلوم ہوگی۔ جب مذہب معلوم ہو گیا تو اب اس کی دلیل معلوم ہو یہ وظیفہ ابوداؤد کا ہے۔ اس کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔ کہ یہ مسئلہ کیسے مستنبط ہوا۔ تو استنباط مسائل کا امام بخاری بتلاتے ہیں۔ جب احادیث سے مسائل مستنبط ہو گئے اور دلائل سامنے آ گئے تو ان دلائل کی تقویت کے لئے اسی مضمون کی دوسری حدیث ضروری ہوتی ہے۔ یہ کبھی امام مسلم پوری کرتے ہیں۔ اب آدمی مولوی ہو جاتا ہے۔ اب اس کے بعد تحقق بننے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم کرے کہ یہ حدیث جو متدل بن رہی ہے اس کے اندر کوئی علت تو نہیں اس کا تعلق نسائی سے ہے اس کے بعد آدمی کو ایک مستقل بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ خود احادیث پر غور کرے اور دیکھے کہ اس کے اندر کوئی علت تو نہیں اب تک امام نسائی ساتھ دے رہے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ بغیر کسی کے مطلع کئے ہوئے خود احادیث کو پرکھے اور عقل کو تلاش کرے اس کے اندر ابن ماجہ معین ہے۔ کیونکہ اس میں احادیث گڈ مڈ ہیں۔ کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کا درجہ کیا ہے۔

اب رہ گئی ترتیب فضیلت کے اعتبار سے تو جہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے البتہ مغاربہ اختلاف کرتے ہیں کہ مسلم شریف سب سے افضل اور اصح ہے جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جودۃ ترتیب اور احسن سلیقہ کے لحاظ سے اقدم ہے کیونکہ بخاری کے اندر کسی حدیث کا تلاش کرنا کہ وہ اپنے موقع پر مل جائے مشکل ہے الا قلیلاً بخلاف مسلم کے کہ اس میں ایک مضمون کی احادیث ایک ہی جگہ جمع کر دیں۔ باقی اس کے علاوہ بخاری ہر اعتبار سے مسلم پر فائق ہے۔ بخاری کے بعد عند الجہور مسلم کا درجہ ہے۔ اس کے بعد ابوداؤد کا ہے۔ چوتھا مرتبہ نسائی کا ہے۔ مولانا کاندھلویؒ کے نزدیک طحاوی شریف بھی مرتبہ ثالثہ میں ہے۔ ان چاروں کے بعد ترمذی شریف کا نمبر ہے۔ ان سب کے بعد ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ کیونکہ اس کے اندر احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ بھی آ گئی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ ماتحت ادریم السماء اصح من الموطا۔ یہ امام شافعیؒ کا یہ فرمان بخاری شریف کی تصنیف سے پہلے پہلے کا ہے۔ کیونکہ بخاری کی تصنیف سے قبل اصح موطا امام مالک تھی۔ غرضیکہ بخاری اصح اکتب

بعد کتاب اللہ ہے۔ جس کی فضیلت اور شہرت کی وجہ سے لوگوں کو ان سے حسد پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کے اساتذہ نے بھی ان سے حسد کیا۔ امیر بخارا خالد بن احمد نے جب اپنے محل پر اس نے لڑکوں کو بخاری اور تارخ پڑھانے کے لئے طلب کیا تو امام بخاریؒ نے فرمایا یہ علم حدیث علم شریف ہے۔ اس کے لئے لوگ چل کر آئیں۔ یہ چل کر نہیں جاتا۔ بس العالم علی باب الامیر و نعم الامیر علی باب العالم۔ گو رنر کو بھی امام بخاریؒ سے بغض پیدا ہو گیا۔ تو اس نے آپ کو شہر بدر کو کایہ طریقہ اختیار کیا کہ بخارا کے علماء کو جمع کر کے امام بخاریؒ کے متعلق فتاویٰ شائع کئے گئے کہ یہ اہل سنت والجماعہ نہیں ہے۔ طرح طرح کے مضامین اختراع کئے گئے بالآخر علماء نے فتویٰ دے دیا کہ ایسے آدمی کا بخارا میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے گو رنر سے کہا تھا کہ میں تو لوگوں کو تحصیل علم سے منع نہیں کرتا تو گو رنر ہے میرے حلقہ علم کو بند کر دے۔ تاکہ میرے لئے حجت ہو جائے۔ جس پر اس کو سوائے اس کے جرات نہ ہوئی کہ امام بخاریؒ کو جلا وطن کر دیا۔ بہر حال جلا وطنی کے دوران خرتنگ میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہوئے۔ عرصہ دراز تک قبر سے خوشبو آتی رہی۔ لوگ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ صلیب امت نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ ایک فتنہ ہے اسے اٹھا دے۔ جس روز امام بخاریؒ کی وفات ہوتی ہے۔ بعض ائمہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع چند صحابہ کرام کے کھڑے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی انتظار میں کھڑے ہیں۔ آنکھ کھلنے کے بعد امام بخاریؒ کی وفات کی خبر سنی جو عین خواب کے وقت کے مطابق تھی۔ اس طرح ایک عارف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ تم کب تک مالک کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے ہو گے میری کتاب کو کیوں نہیں پڑھاتے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میری کتاب بخاری شریف ہے۔ اور بعض عارفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں۔ اور امام بخاریؒ آپ کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چل رہے ہیں۔ الغرض **۱** یہ کتاب بخاری صبح الکتب ہے۔ جس میں امام بخاریؒ نے اپنی اجتہادی شان دکھلائی ہے جس کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس کو شرح نے تسلیم کیا ہے۔ اس کتاب میں احادیث کی تشریح و ترجیح۔ مذاہب کی طرف توجہ ہم ہو گئی۔ زیادہ تر توجہ ابواب اور تراجم کی طرف ہو گئی۔ تراجم ابواب کے متعلق بعض حضرات نے مستقل تصانیف

لکھی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ نے تراجم لکھے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کا ارادہ تھا کہ ابواب و تراجم پر مستقل تصنیف لکھی جائے۔ جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مجاز مقدس میں بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھایا کرتے تھے۔ تو انہیں کئی اشکال پیش آئے۔ ۱۳۲۶ھ میں بیوی محترمہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کرنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے تو دوسری مرتبہ بخاری شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کی طبعی رغبت ابتداء میں معقولات کی طرف تھی پھر فلسفہ کی طرف اور بعد میں احادیث کی طرف بڑی رغبت پیدا ہوئی غرضیکہ مولانا مدنیؒ نے ان تراجم کو کھننا شروع کیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے پورے نہ ہو سکے۔ اسارت مالٹا کے بعد بھی اس کی خواہش ظاہر کی۔ مالٹا میں اس کا ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ جس کے چند اصول بھی جمع کر دیئے تھے۔ جزئیات تفصیلیہ کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ زندگی نے وفانہ کی۔ یہ حسرت حضرت شیخ الہندؒ قبر میں ہی ساتھ لے کر گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مراتب کتب حدیث | حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے رسالہ مایجب حفظہ للناظر میں کتب حدیث کے پانچ طبقات بیان فرمائے ہیں۔

پہلا طبقہ وہ ہے جس کے اندر ایسی کتابیں داخل ہیں۔ جن کے متعلق ہم آنکھ بند کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ هذا صحیح۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہے تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی اس کے اندر صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان۔ مسند ابو عوانہ اور مستدرک حاکم داخل ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کتابوں میں جو احادیث مذکور ہیں۔ ان کو ہم صحیح تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صالح الاحتجاج ہیں۔ یعنی ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ احتجاج کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں بلکہ حسانی سے بھی احتجاج ہو سکتا ہے۔ اس طبقہ میں ابوداؤد و شریف نسائی۔ ترمذی وغیرہ داخل ہیں۔ مولانا کاندھلویؒ ترمذی شریف کی بجائے طحاوی شریف کو ذکر کرتے ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کی احادیث کو نہ تو ہم صحیح کہیں گے اور نہ ہی ان کی تفسیل کریں گے۔ بلکہ غور کریں گے کہ کس درجہ کی احادیث ہیں۔ اس طبقہ میں مصنف عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ اور زوائد مسند ہے۔ زوائد مسند سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے

حضرت عبداللہ بن احمد نے مسند امام احمد بن حنبل پر کچھ روایات کو زیادہ فرمایا ہے۔ جن کو زائد مسند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ وہ ہے جو پہلے کے بالکل برعکس ہے۔ کہ اس کے متعلق ہم آنکھ بند کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ سب ضعیف ہیں۔ اس طبقہ میں دیلمی کی مسند فردوسی اور حکیم ترمذی کی نوادر الاصول اور کتب تفسیر کی تمام روایات داخل ہیں۔ یہ دونوں وعظ کی کتابیں ہیں۔ جن میں کثرت سے روایات ضعیفہ شامل ہیں۔

پانچواں طبقہ وہ کتب جن میں احادیث موضوعہ جمع کر دی گئی ہیں۔ ان سب میں سب سے زیادہ مشہور علامہ سیوطیؒ کی اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور دوسری کتاب ذیل اللآلی ہے۔ اور انہی کی تیسری کتاب التتبیات علی الموضوعات ہے۔ ایک دوسرے محدث ابن جوزی ہیں۔ جو مشہور حافظ حدیث ہیں اور بہت متشدد ہیں ان کے تشدد کی یہ حالت ہے کہ بخاری کی ایک روایت پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگا دیا۔ جو درحقیقت موضوع نہیں لیسے ابو داؤد کی نو احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا۔ ملا علی قاری کی موضوعات کبیرہ اور علامہ شوکانی کی الفوائد المجموعہ بھی اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔

سند قاسمی من المدنی

محمد عبد القادر قاسمی عن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی عن رئیس المتکلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی عن شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی عن شاہ محمد اسحق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

سند مولانا کا اندھلوی

مولانا زکریا محدث عن والدہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی عن قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی عن شاہ عبد الغنی مجددی عن شاہ محمد اسحق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں ایک بڑا اشکال یہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کو خطبہ کے ساتھ شروع نہیں فرمایا اور بسمہ کے بعد احادیث شروع کر دیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اِذْ رَدِیْ بِاللَّهِ لَمْ يَبْدُ بِحَمْدِ اللَّهِ فَهَلُوْا اِبْتَدُوْا (الحديث) لہذا اس حدیث کے تحت ان کو حمد لے ذکر کرنا چاہیے تھا۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ جن حدیث کے اندر حمد کا ذکر ہے وہ حدیث چونکہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں اس وجہ سے مصنف نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے چونکہ بخاری شریف کے اندر بارکیاں بے انتہا ہیں۔ یہاں بھی مصنف نے ایک باریکی پیدا کی ہے۔ کہ حمد لے سے مقصود اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمالیہ کا اظہار کرنا ہے اور یہ مقصود خود بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پورا ہو گیا۔ لہذا یہی حمد لے کی جگہ کافی ہے۔ یہ جواب مولانا کاندھلویؒ کے والد ماجد کا ہے۔

تیسرا جواب علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے محض اساتذہ کبار سے سنا ہے کہ اس کے بعض نسخوں میں حمد لے ہے۔ امام بخاریؒ نے ابتداً کتاب میں حمد لے لکھی تھی لیکن اس جواب کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں مؤطا وغیرہ بسمہ سے شروع ہیں ان میں حمد لے نہیں ہے اصل جواب جو مولانا ذکر کیا کاندھلویؒ کو حضرت امام بخاریؒ نے خواب میں بیان فرمایا کہ اس کی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوئی بلکہ الگ الگ اجزاء کتاب العلم۔ کتاب الطہارۃ وغیرہ تالیف ہوتے رہے بعد میں ان کو مرتب کر لیا گیا۔ اس لئے خطبہ کی نوبت نہیں آتی۔

باب اصل میں بوب تھا واو کو الف سے بدل دیا باب ہو گیا اجوف دادی ہے کیونکہ اس کی جمع ابواب ہے۔ لفظ باب میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اضافت کے ساتھ پڑھا جائے دوسرے

یہ کہ تنوین کے ساتھ تیسرے یہ کہ وقف کے ساتھ پڑھا جائے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مصنف نے اس کو باب سے تعبیر فرمایا کتاب سے اس وجہ سے تعبیر نہیں فرمایا تاکہ آئندہ آنے والی کتاب اس کی قسم نہ بنے کیونکہ مقسم ہے۔ اور باقی تمام ابواب آتیہ خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے سب کی سب دجی کی قسمیں ہیں۔ لہذا اگر تمام کو کتاب کے عنوان سے تعبیر فرماتے تو کوئی بھی مقسم نہ رہتا تو فرق پیدا کرنے کے لئے مقسم کو باب سے اور باقی کو کتاب سے تعبیر فرمایا۔ اور حسب قول حافظ ابن حجر بعض نسخوں میں باب کا لفظ نہیں ہے۔

کیف کان | یہاں سے امام بخاریؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ دجی کی ابتدا کیونکہ ہوئی۔ گویا کیفیت کے متعلق ایک سوال ہے۔ حضرت مولانا ذکر فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد بار خود بخاری کے ابواب کو شمار کیا ہے۔ تو پہلی جلد میں جس ابواب اور جلد ثانی میں دس باب ایسے ہیں جن کے اندر اصلاً لفظ کیف کان واقع ہوا ہے اور اصلاً کا مطلب یہ ہے کہ کہیں امام بخاریؒ نے باب و ترجمہ ذکر کرنے کے بعد کیف وغیرہ کہہ دیا۔ مگر وہاں کیفیت وغیرہ کوئی مقصود نہیں بخلاف ان تیس ابواب کے کہ شراح نے ہر جگہ کیفیت بیان کرنے کے واسطے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ مثال کے طور پر اسی باب کے اندر دیکھ لو کہ پہلی حدیث **اَتَمَّ الْأَعْمَالُ بِالْخِيَاتِ** ذکر فرمائی ہے جس کے اندر نہ دجی کا ذکر ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت مذکور ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں کہیں اختلاف روایات ہو۔ یا علما کا اختلاف ہو یا احوال کے اندر اختلاف ہو۔ تو امام بخاریؒ اس اختلاف پر متنبہ کرنے کے لئے کیف کان سے باب باندھتے ہیں۔ مثلاً احوال کے اندر اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ ایک حال دجی کا مثل مصلیٰ الجرس ہے اور ایک حال خواب وغیرہ کا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی رائے جو ان کے تراجم سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ بسا اوقات کوئی ترجمہ الباب باندھتے ہیں۔ مگر اس سے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ کچھ اور مراد ہوا کرتا ہے۔ ایسے یہاں بھی کیف کان سے کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ عظمت دجی کو بتلا رہے ہیں۔ کہ دجی جیسی عظیم الشان چیز کی ابتدا کیسے ہوتی تو آنے والی روایات نے بتلا دیا کہ ان اخلاق عالیہ پر ہوئی۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے یوں ہے کہ بسا اوقات امام بخاریؒ ایک مرکب باب باندھتے ہیں۔ اب یہ ضروری نہیں کہ ترجمہ کا ہر ہر جزو روایت سے ثابت ہو جائے۔ بلکہ اگر

کوئی سا جزی بھی کسی روایت سے ثابت ہو جائے تو یہی کافی ہے چنانچہ یہاں پر وحی کا ثبوت ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ علامہ عینیؒ کے نزدیک تو کسی ترجمہ کے جزو کا ثابت ہو جانا کافی ہے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک ترجمہ کا ثابت ہو جانا کافی ہے خواہ وہ کسی روایت سے ہو۔ حضرت مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ وحی عام ہے متلو ہو یا غیر متلو وحی الی النبی ہو یا الی سائر الانبیاء اور بد بھی عام ہے۔ خواہ زبانی ہو یا مکانی کسفی ہو یا کسی۔ تو ان کے عموم کی بنا پر تو جہات کی گئی ہیں کہ بد بھی عام ہے اور وحی بھی عام ہے۔ تو اس صورت میں روایات کا انطباق باب سے ہو سکے گا۔ مگر اس پر پہلی روایت اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ایسی آکر پڑتی ہے جس کی وجہ سے تطابقی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ وحی کا ذکر ہے اور نہ ہی مبداء کا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے تکلف یہ جواب دیا کہ امام بخاریؒ یہ حدیث ترجمہ کئے لئے لائے نہیں بلکہ قاری۔ استاد۔ کاتب و ناظر حضرات کی تصحیح نیت کے لئے لائے ہیں۔ کہ جس کی نیت خالص اور اعلیٰ ہوگی۔ اس کا ثمرہ عند اللہ عالی ہوگا۔ نیت سافل تو ثمرہ بھی سافل ہوگا۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر تو باب باندھنے سے قبل ذکر کرتے بعد میں لانے کا کیا فائدہ۔ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ناسخین کی غلطی اور سہو ہے۔ مگر ہزارہا بلکہ کروڑہا نسخے لکھے گئے ہیں بلکہ چھاپے گئے سب میں یہی کہہ سکتا ہے۔ تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ یہ بھی ما اوحی الیہ میں سے ہے۔ لہذا یہ بھی وحی ہوگا۔ مگر اس سے بھی مصنفؒ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس نے باب اوحی نہیں فرمایا۔ بلکہ باب کیف کان بدّ اوحی فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث کیفیت بدّ وحی پر دلالت نہیں کرتی۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ نے اس جگہ اضافہ بیان یہ قرار دیا۔ ای کیف کان بدّ الذی هو الوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی مبداء اسلام ہے جس میں نہ عقل کو دخل ہے اور نہ کسی دوسری چیز کو۔ تو جب اس جگہ وحی کی کوئی کیفیت بھی بیان کر دی جائے تو تطابقی کی صورت نکل آئے گی۔ لیکن اس پر بھی یہ اشکال ہے کہ پھر اس ایک حدیث کی کیا خصوصیت ہے بلکہ سب احادیث جو مشکوٰۃ نبوی سے صادر ہوتی ہیں۔ سب کو مبداء اسلام کہنا چاہیے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جو وجہ ذکر فرمائی تھی۔ اس کو عمومات شرع تسلیم کرتے ہیں کہ مصنفؒ الفاظ تو دوسرے ذکر کرتے ہیں جن کے مدلول مطابقی سے ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ جس پر اشکال کا خلیج پیدا ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر مدلول التزامی کو لیا جائے تو تمام روایات میں مطابق ہو جاتا ہے وہ

بدول التزامی غلمت دجی ہے۔ قابل اعتبار ہونا اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہونا۔
 تو جب مصنف "اول دہلے غلمت دجی کو بیان کرے گا۔ اس کی بدولت اس کی کتاب بھی قابل اعتماد
 رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ اس غرض کے مطابق یہ روایت کیوں کہ ہوئی اس کی دو تقریریں کی جاتی ہیں
 ایک استدلال انہی کے طریقہ پر دوسرا استدلال لمٹی کے طریقہ پر۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا
 کہ عیسیٰ نیت ہوگی ویسا ہی عمل ہوگا۔ اگر نیت عالی تو عمل بھی عالی ہوگا۔ اگر نیت دنی ہوگی تو عمل بھی دنی
 ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ درجہ کی تھی جس پر تاریخ شاہد ہے۔ اگر کسی قسم کی
 دنیاوی غرض ہوتی تو آپ مکانات بنواتے۔ اموال جمع کرتے۔ لیکن آپ تیس سال برس تک تبلیغ کرتے
 رہے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار صرف ایک مکان چھوڑا وہ بھی کچھ جس کے متعلق
 حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ میرے سر کو لگتی تھی۔ حضرت حسن بصریؒ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ مدینہ میں رہے پھر بصرہ چلے گئے حضرت
 اتم سلمہؒ کے بیٹے ہیں۔ ان کا علمی خزانہ انہی کی بدولت ہے۔ یہ حضرت علیؒ سے بیعت تھے
 بلکہ ان سے خلافت بھی ملی تھی۔ سوائے نقشبندیہ کے باقی سب سلاسل کا تعلق ان سے ہے۔ ان
 کی شہادت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی جمع نہیں فرمایا۔ تو نیت عالی پر
 شمرہ عالی مرتب ہوا کہ ختم نبوت کا تاج سر پر رکھا گیا۔

بدء | یہ لفظ بخاری کے مشہور نسخوں میں با کے فتح اور دال کے سکون اور ہمزہ کے ساتھ نقل
 کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ابتداء کے ہیں۔ اور علامہ عینیؒ نے بعض شراح سے بدو بضم الدال
 والثانی وتشدید الواو نقل کیا ہے۔ جس کے معنی اظہار اور ظہور کے آتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے
 یہ ہے کہ یہ ہمزہ کے ساتھ بدء ہے۔ کیونکہ بعض نسخوں میں ابتداء کا لفظ وارد ہوا ہے جو اس بات
 کی دلیل ہے کہ یہ بدر بمعنی الابتداء ہے نہ کہ بدو بمعنی الظہور۔ اگر کسی نسخہ میں بدو بمعنی الظہور موجود ہو
 تو اس صورت میں حضرت کشیشؒ کے ارشاد کی اشارہ تائید ہو سکتی ہے کہ ارے دجی کا ظہور کہاں
 سے ہو گیا۔ روایات نے بتلادیا کہ اوصاف حمیدہ پر نزل ہوا۔

الوحی | لغت میں اس کے معنی الاعلام فی خفا کے آتے ہیں اور اصطلاح میں دجی الکلام
 المنزل من اللہ تعالیٰ علی الانبیاء کو کہتے ہیں۔ دجی کی کئی قسمیں ہیں۔ امام حلیمی نے چھالیس قسمیں بیان

فرمائی ہیں۔ پہلی نے وحی کی کل سات قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہی عامۃ الشراح کی رائے ہے۔
 اول خواب یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اسی واسطے
 حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹے کو ذبح کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء
 نے بیان کیا ہے۔ اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سو رہے ہوں۔ تو ان کو جگانا جائز نہیں ممکن ہے
 خواب میں وحی آرہی ہو۔

دوسرا قسم القافی القلب ہے۔ یعنی اگر قلب پر کوئی چیز وارد ہو تو وہ وحی ہوگی اور اگر حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے کسی دلی امتی کے قلب پر کوئی شی وارد ہو۔ تو اہل فن کی اصطلاح کے اندر کشف سے
 تعبیر کرتے ہیں۔ وحی اور کشف میں یہ فرق ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وارد وحی ہوتا ہے اور ہمیشہ
 صواب ہوتا ہے۔ ادلیا کا وارد صواب اور خطا کے درمیان ہوتا ہے۔

تیسرے اللہ تعالیٰ کا مین وَاِذْ اَوْحٰی اِلَیْكَ کَلٰمَ رَبِّکَ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 سے کلام حجاب کی صورت میں ہوا تھا۔

چوتھے یہ کہ نمک اپنی اصلی شکل کے اندر آکر کلام کرے۔ پانچویں انسانی شکل میں آکر کلام
 کرے۔ چھٹے یہ کہ مثل مصلیٰ البحر یعنی گھنٹے جیسی آواز جس کا ذکر روایت میں آ رہا ہے۔ ساتویں
 یہ کہ حضرت جبرائیل کے واسطے سے وحی ہو۔

مولانا زکریا کاندھلوی کے نزدیک صرف چار قسمیں ہیں (۱) من ورا حجاب (۲) تلقی بالقلب
 (۳) خواب (۴) وحی جو بواسطہ فرشتے کے ہو۔

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیامبر اور
 واسطہ ہوتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحب شریعت
 ہوتا ہے۔ رسول اللہ یہ عام لفظ ہے جو اللہ کے ہر رسول کو شامل ہے۔ لیکن یہاں اضافت عہدِ خارجی ہے۔
 اس لئے اسی سے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم | علماء نے لکھا ہے جہاں کسی صحابی کا ذکر آئے تو دلائل رضی اللہ عنہ
 کہنا چاہیے خواہ کتاب کے اندر لکھا ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی
 دلائل صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے چاہے کتاب میں نہ ہو۔ امام کرخی کی رائے یہ ہے۔ ایک بار عمر بھر

میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ بعد ازاں مستحب ہے۔ اور علامہ طحاویؒ کا مذہب یہ ہے کہ۔ جتنی مرتبہ آپ کا نام پاک آئے ہر بار پڑھنا واجب ہے۔ یہ اختلاف ایک اصل پر مبنی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اصول فقہ میں ہے الامر المطلق لا یقتضی التکرار ولا یحتملہ اسی بنا پر امام کوفیؒ کے نزدیک عمر بھر میں ایک بار پڑھنا واجب ہے۔ پھر مستحب ہو جاتا ہے۔ لیکن امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ درود شریف کے پڑھنے کا حکم ایک سبب کی بنا پر ہے وہ ہے آپ کا اسم سامی اور قاعدہ یہ ہے کہ تکرار سبب تکرار سبب کا تعاضل ہے۔ لہذا جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم سامی آئے گا۔ درود کا حکم متوجہ ہوگا۔ اور اس کا پڑھنا واجب ہوگا۔ جیسے اقیمو الصلوٰۃ کا حکم وقت جو سبب صلوٰۃ ہے۔ اس وقت کے تکرار سے نماز کا حکم متوجہ ہوگا۔

قول اللہ عزوجل | یہ لفظ بالرفع اور بالجرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بالرفع کی صورت میں باب پر عطف ہوگا۔ خواہ وہ باتوں ہو یا بالاضافہ ہو۔ اور جر کی صورت میں باب کے تحت میں ہوگا۔ اور باب مضان ہوگا۔ اور کیف کان پر عطف ہوگا۔ امام بخاریؒ یہ جملہ متعدد جگہ ذکر فرمائیں گے۔ وہاں اس میں تین احتمال جاری ہوں گے۔ یا تو یہ جز ترجمہ ہوگا۔ اس صورت میں مثبت بفتح الباء ہوگا۔ یا مثبت بکسر الباء ہوگا یا ادنیٰ ملاستہ۔ کی وجہ سے ذکر فرمادیں گے کہ آیت کریمہ کو ترجمہ الباب سے ادنیٰ ملاستہ مناسبت ہے۔ خواہ کسی قسم کی مناسبت ہو۔ اور بعض جگہ امام بخاریؒ آیت بھی ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے ذکر کرتے ہیں۔ مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مرفوع کی صورت میں ترجمہ الباب کی دلیل ہوگا۔ جبکہ یہ مبتدا مخدوف الخبر ہو اسی فیہ قول اللہ تعالیٰ۔ اگر مجرور ہو تو ترجمہ الباب میں شامل ہوگا۔ اس قول کی تفسیر کرنی ہے۔ دوسرے کلام سابق کا مفہوم ہو۔ بہر حال اس دوسرے ترجمہ کو بھی دلیل قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب ایک باب میں مصنف چند تراجم لاتا ہے تو ان میں مناسبت ہوتی ہے۔ کبھی ترجمہ ثانیہ ادنیٰ کی دلیل ہوتا ہے۔ اور کبھی دو یا تین مدلول ہوتے ہیں کسی اور کے۔ بہر حال ان میں باہمی تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اول تقدیر پر بالبداہتہ دلیل ہے۔ بر تقدیر ثانی مختلف وجوہ سے دلیل ہے۔ کیونکہ وحی کے تین منازل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے ملک تک (۲) ملک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچنا ہے۔

انا وحیدنا ایک | اس آیت میں اگرچہ نفس وحی کا ذکر ہے۔ کیفیت بدو الوحی کا کوئی تذکرہ نہیں۔

مگر اس آیت سے مبداء اول یعنی اللہ تعالیٰ کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ سخن اور اتا جمع کے صیغے عرب میں مفرد معظم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ بھی مفرد اور وحدہ لا شریک لہ ہیں۔ وہ جمع کا صیغہ اپنی عظمت کا لحاظ کہ استعمال فرماتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ جب حکم کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اس حکم میں صفت کو دخل ہوتا ہے۔ علمیتہ کا یا کوئی اور۔ اس جگہ مسند الیہ کو موصوف بال عظمت قرار دیا گیا ہے۔ تو جو وحی اس کی طرف سے نازل ہوگی وہ بھی معظم ہوگی۔ تو اتا اور سلنا سے اس کی عظمت معلوم ہو گئی اور اس کی انتہا بھی معلوم ہو گئی۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر ایک کا لفظ دلالت کرتا ہے تو اس آیت سے مبداء اور منتہا تو معلوم ہو گیا۔ لیکن سفر ثانی میں صراحتہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ وَابْنِیْنِ

فرمایا گیا۔ جہاں سفر ثانی کا مصداق جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ لہذا یہاں بھی وہی مبداء ہوں گے **النبیین** جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے جب جمع محلی باللام ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ تو وہ انبیاء علیہم السلام متعدد ہیں۔ یا تو ان سب کے لئے وحی کا ایک طریقہ ہو تو آپ کے لئے بھی ایک ہی متعین ہو گیا۔ اگر طرق متعدد ہیں۔ تو سب طرق آپ میں جمع ہوں گے۔

آپؐ نے جو باں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اس لئے کہ بعض انبیاء کی طرف وحی ادعیہ کی تھی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اگرچہ ان کو زیور دی گئی مگر اس میں احکام نہیں تھے۔ صرف ادعیہ تھیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں احکام تھے۔ اسی طرح باقی صحائف میں اس اعتبار سے اگر وحی کو کلی مشکک کہا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ کی وحی کوئی زالی نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے جو انبیاء سابقین کو دی گئی تھی۔ جو انبیاء سابقین کی وحی کو ماننے والے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو مانیں اور اس کا اتباع کریں یہ آیت اس کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ سالم دور کو وحی کی مکمل کیفیت پر مشتمل ہیں۔ پہلے رکوع میں فَاسْدَلْ دَمَازْ لُغُوں کَا بِلَانْ هُوَا کہ فَقَدْ سَأَلُوْا اٰلْهٰوْسٰی اَکْبَرٰہِیْنِ

ذٰلِکَ (الآیۃ) دوسرے رکوع میں اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْکَ سے صحیح الدماز لُغُوں کی طرف التفات ہے۔ جس میں سب حضرات کی وحی کا ذکر کیا گیا۔ جو آدمی کے تمام اقسام اور جمیع کیفیات پر مشتمل ہے۔ آیت بالا کی تشریح میں مولانا ذکر کیا کہ نہ ہلویؒ فرماتے ہیں کہ آیت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی دجی کو تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت نوح اور دیگر انبیاء کی دجی کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ ان کی دجی کی ابتدا بھی ہوگی۔ اور اس کی کیفیت یہی ہوگی۔ لہذا اس سے کیفیت ابتدا دجی معلوم ہوگئی۔

۲۔ دجی کے مختلف معانی آتے ہیں۔ اصل معنی تو اس کے کلام غنی کے ہیں۔ اور گاہے دجی کے معنی مطلقاً الہام اور القار کے آتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن کریم میں دجی ربک الی الخضر وار دہوا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس آیت کو ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس دجی کی ابتدا آہوئی ہے۔ وہ دجی رسالت ہے۔ نہ کہ دجی الی المخلوقات ہے جن کا تعلق امور مملوکیہ سے ہے۔ لہذا اس سے خود کیفیت دجی معلوم ہوگئی۔

۳۔ مقصود صرف ابتدا دجی میں تشبیہ دینا نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دجی کو مختلف انبیاء علیہم السلام کی مختلف انواع دجی سے تشبیہ دینی ہے۔ جو ان پر مختلف طور سے بھیجی جاتی ہیں۔ ۴۔ اس آیت سے تشبیہ کرنا ہے کہ دجی کے لئے تین چیزیں لازم ہیں۔ مرسل۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (۲) مرسل الیہ۔ وہ انبیاء ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) واسطہ وہ جبرائیل ہیں مقصود آیت دجی کے جملہ لوازمات کو بیان کرنا ہے۔

والنبیین من بعدہ آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص کی گئی ہے حالانکہ آپ سے پہلے ادبھی انبیاء گزرے ہیں اور ان پر بھی دجی آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی مرسل ہیں۔ اور احکام تکلیفیہ سب سے پہلے خاص طور پر انہی کے زمانہ میں نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث حشر میں اول مرسل حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے بہت ستایا۔ جس پر انہوں نے صبر کیا۔ تو اس سے اشارہ کر دیا کہ تم کو بھی تکلیف ہوگی صبر کرنا دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ان سے پہلے کفر کا شیوع نہیں ہوا تھا۔ آپ کو بھی بتلایا گیا۔ کہ آپ بھی شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ طوفان نوح کی وجہ سے تمام انسان ہلاک ہو گئے تھے۔ سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے۔ تو یہ موجودہ نسل انہی سے چلی ہے۔ اس بنا پر ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے تو آیت کریمہ میں باپ کی دجی کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ

طفولیت کا ہے۔ احکام تکلیفہ ان کے زمانے میں بہت کم تھے۔ معاش وغیرہ کی تعلیم ان کے زمانہ میں زیادہ تھی۔ اور حضرت شیث علیہ السلام کو علم زراعت اور حضرت ادریس علیہ السلام کو علم صناعت عطا فرمایا گیا۔ احکام تکلیفہ کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خاص کہ کے تشبیہ کرنا ہے کہ آپ کی وحی احکام تکلیفہ کی جنس سے ہے۔ چھٹی توجیہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمائی ہے کہ ہر ایک چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے دوسری چیز کی نفی نہیں ہوتی جیسے اگر کسی کو کوٹے سے تشبیہ دی جائے تو اس سے کوئلہ کی سیاہی سے مشابہت کی نفی نہیں ہوتی۔ ساتویں توجیہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوا العزم انبیاء میں سے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص سے اشارہ فرمایا گیا کہ آپ بھی اولوا العزم انبیاء میں سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی جملہ انواع وحی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی گئی ہیں۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ من بعدہ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو وحی آئی ہے۔ آپ اس پر تو عادی ہیں۔ لیکن جو وحی ان سے پہلے آئی ہے۔ اس وحی پر آپ مجتمع نہیں جیسے آدم علیہ السلام و شیث علیہ السلام کی وحی۔ حالانکہ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ یہ عالم ایک شخص واحد اکبر ہے۔ اور مخلوقات شخص اصغر ہے۔ خدا جانے اس شخص جیسے اور کتنے اشخاص ہیں لَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ چنانچہ سائنس والے بتلاتے ہیں۔ کہ مریخ اور قمر میں کچھ آبادی ہے۔ دوسری سے ہم ان کو چلتے پھرتے دیکھتے ہیں۔ گفتگو کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔ وَ مِنْ الْاَنْصِیْطِ چنانچہ ایک بزرگ کو تمام عالم کف دست کے برابر دکھایا گیا۔ مگر یہ مشاہدہ ان کا ہمیشہ نہیں رہتا۔ احوال متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اولیاء کرام کے لئے یہ مشاہدات ہمیشہ رہتے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ مستحق تھے۔

الفروض عالم شخص اکبر ہے۔ اور اس کے اجزائیں سے جزو اشرف انسان ہے۔ اس نوع انسانی کے کئی اجزاء ہیں۔ طفولیت، شباب، شیخوخت کے زمانے۔ حضرت نوح علیہ السلام تک تمام مخلوقات کے لئے زمانہ طفولیت ہے۔ اسی زمانے میں وحی ضروریات زندہ گی بتلانے کے لئے آتی رہی۔ کہیں زراعت کی وحی۔ کہیں صنعت کی وحی۔ کیونکہ بچے کے لئے تو احکام نہیں ہو کہ تے بلکہ ابتدا میں اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بعد ازاں معلم کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور نو عمری کے عالم میں ہٹ دھری

پر مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی۔ لوگ مہٹ و ہرمی کی وجہ سے سزا کے مستوجب ہوئے۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ اس وقت بھی شرارتیں کی گئیں جن پر مواخذہ ہوا۔ غرضیکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے صرف توحید و رسالت پر کفایت کی گئی۔ ذرا اعت خیاطت وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ حکم اور احکام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ جو عالم کی کہولت کا وقت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حکمت کا شروع ہوتا ہے۔ حکماء یونان و حکماء ہند وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ بنا بریں مصلح بعدہ کی قید لگائی گئی تاکہ وحی کی تمیز ہو جائے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کی وحی احکام کے لئے ہے۔ پہلے کی وحی تکمیل خلقت کے لئے تھی۔ احکام بمنزل عدم کے تھے۔

اب تشریح شروع ہوتی ہے۔

تشریح کرنے والے ایک توفیق الہیہ شیخ الاسلام شیخ العرب والعم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم و مغفور ہیں اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مرحوم ہیں

سند

قال انشاء ولی اللہ الدہلوی انجمننا الشیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی قال اخبرنا والہی الشیخ ابراہیم الکردی المدنی قال قرأت، الشیخ احمد القشاشی قال قرأت علی الشیخ المحافظ ابی الفضل شہاب الدین محمد بن احمد بن محمد الرطبی عن الشیخ احمد زکریا بن محمد البوکی الانصاری قال قرأت علی الشیخ المحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر الحسقلانی عن ابراہیم بن احمد التنوخی عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجازی عن السراج الحنین بن المبارک الزبیدی عن الشیخ ابی الوقت عبد اللہ بن عیسیٰ بن شعیب السجری الہریدی عن الشیخ ابی الحق عبد الرحمن بن مظفر الدادوی عن ابی محمد عبد اللہ بن احمد السرخسی عن ابی عبد اللہ محمد بن یوسف بن فطرن صالح الفرزبیری عن مولفہ امیر المؤمنین فی الحدیث الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری رحمۃ اللہ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ترجمہ شروع کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔

پہلا پارہ

باب کیف بدؤ الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ یہ باب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کیسے ہوئی۔

وقول الله عز وجل - إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ

وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ

ترجمہ اور اللہ بلند و برتر کا قول ہے کہ بے شک ہم ہی نے آپ کی طرف ایسے وحی بھیجی جیسے کہ ہم نے نوحؑ ان کے بعد نبیوں کی طرف بھیجی۔

۱ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ إِلَى أَخِي السَّنْدُ أَتَهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بِنَ وَقَاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمُنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا ذَوَىٰ مَرْنُ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَىٰ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

ترجمہ حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ عملوں کے اعتبار نیتوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جسکی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوئی یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوئی تو جس چیز کی طرف اس نے ہجرت کی ہے اسی ہجرت کا اس کو ثواب ملے گا۔

تشریح حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ - حدیثنا یہ محدثین کی ایک اصطلاح ہے۔ اور اس کے ساتھ دو لفظ

اور ہیں۔ ایک اخبرنا دوسرا انبأنا بخاری اور مسلم میں کثرت سے حدیثنا اور نسائی میں بکثرت اخبرنا اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں بکثرت انبأنا ملے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں

ایک ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے۔ علمائے سلف جن میں امام بخاریؒ بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی فرق نہیں سب ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں۔ لیکن متاخرین میں مشارقہ اور امام نسائی داخل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لغت اور معنی کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں لیکن استعمال کے اعتبار سے فرق ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنیں تو اس کو حدیث سے تعبیر کریں گے۔ اگر استاد نے اور شاگرد پڑھیں تو اس کو اخبار سے تعبیر کریں گے اور جہاں نہ استاد قرأت کرے اور نہ شاگرد بلکہ صرف استاد اپنی کتاب شاگرد کو دے کر یا ادانہ پڑھا کر اجازت دے دے تو

اس کو ابنا نا سے تعبیر کیا جائے گا۔ تحدیث کے معنی آتے ہیں حدیث کا بیان کرنا اور اخبار اور انباء دونوں ہم معنی ہیں یعنی خبر دینا۔ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ ابتداء میں تو حدیث کا عملی قلم سے لکھتے ہیں اور اس کے بعد جب دوبارہ لکھتے ہیں تو باریک لکھا کرتے ہیں تاکہ سند حدیث کے اندر ابتداء اور غیر ابتداء کا امتیاز ہو جائے۔ اس طرح ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ دوسری مرتبہ حدیث یا اخبار نا تحریر کرنے سے پہلے قال کو کتابتہ حذف کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ قرأت باقی رہتا ہے۔ گویا تقدیری عبارت قال حدیث نا اخبار نا ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرات محدثین حدیث کی بجائے صرف ثنا اور اخبار نا کی بجائے صرف انا تحریر کرتے ہیں۔ اور ابنا نا کو بنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ متقدمین کی کتابوں میں یہ چیز بکثرت ملتی ہے۔ یہاں پر ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ یا برعکس بہتر ہے۔ حضرات محدثین کے ہاں استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ اور فقہاء مجہم اللہ کے یہاں استاد کا سننا اور شاگرد کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ محدثین اپنی دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب شاگرد پڑھے گا تو بسا اوقات وہ غلط پڑھے گا اور ممکن ہے استاد غافل ہو جائے تو سارے تلامذہ غلط ہی پڑھیں گے اور غلط ہی نقل کریں گے۔ جب استاد پڑھے گا تو صحیح پڑھے گا۔

لہذا اس میں اعتبار اور اعتماد زیادہ ہے۔ قدماء حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ غلطی ہر جگہ تو ہوتی نہیں کہیں کہیں ہوتی ہے۔ لہذا اگر استاد پڑھتا چلا جائے گا تو شاگردوں کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ جگہ مزملۃ الاقدام ہے۔ لہذا جب شاگرد پڑھے گا اور استاد اس کو غلط بتلائے گا تو تمام طلباء اس کو سنیں گے اور مضبوط کر لیں گے۔ لہذا صحت کے اعتبار سے ہی اولیٰ ہے۔ چنانچہ

امام مالکؒ فقہیہ ہونے کی وجہ سے شاگردوں سے پڑھوایا کرتے تھے۔

الحجیدى علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے جہاں بہت باریکیاں اپنی کتاب میں رکھی ہیں ان میں مناسبت کے طور پر ایک باریکی یہ ہے کہ سب سے پہلی حدیث حمیدی اور سفیان کی ذکر فرمائی جو کئی ہیں۔ دوسری حدیث امام مالکؒ کی بیان فرمائی جو مدنی ہیں۔ تو اس سے اشارہ کیا کہ وحی کی ابتداء مکہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ مدینہ پاک میں ہوا۔

قال حدثنا سفیان محدثین کے ہاں جب نام کی طرف نسبت کے آئے تو وہ اعراف پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اس میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں اعراف چلے ہاں غیر اعراف ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ لوگ اپنے وسعت مطالعہ اور علمی معلومات کثیرہ کی بنا پر ان کو پہچانتے ہیں لیکن ہم ان سے کم واقف ہوتے ہیں۔ اب اس حدیث کے اندر سفیان کا ذکر ہے۔ اور سفیان دو ہیں اور دونوں مشہور ہیں۔ ایک سفیان بن عیینہ اور دوسرے سفیان ثوری۔ اب ان کو پہچاننے کی صورت یہ ہے کہ جہاں اوپنچے طبقہ میں نام آتا ہے تو اس سے سفیان ثوری مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اوپنچے طبقہ کے ہیں۔ اگر سند میں نیچے کے درجہ میں سفیان آئیں تو اس سے سفیان بن عیینہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی سفیان بن عیینہ مراد ہیں۔ اس مقام پر شراح یہ تحریر کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے چاروں متداول طریقے درج کر دیئے ہیں یعنی تحدیث۔ اخبار سماع اور عنعنہ مگر شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ مجھے اس سند میں عنعنہ نہیں ملا۔ تو میں یوں کہا کرتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے جو اکثری صیغے ہیں ان کو جمع فرمادیا۔ چونکہ عنعنہ تینوں کو عام اور شامل ہے۔ اس لئے وہ بھی اس میں آگیا۔ ہاں البتہ شراح کی یہ رائے حافظ ابن حجرؒ کے نسخے پر صادق آسکتی ہے۔ ان کے نسخے میں عن بنی ابن سعید الانصاری درج ہے۔

الانصارى محدثین کے ہاں ایک اصطلاح ہے جو خود ان کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ وہ یہ کہ چند ناموں کے بعد جو کوئی صفت واقع ہو تو وہ نحو کے قاعدہ کے مطابق اقرب نام کی صفت ہوتی ہے اور محدثین حضرات کے ہاں وہ اول نام کی صفت ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے یہاں استاد مقصود ہوتا ہے اور اسی کے لئے وہ باقی سند کی کڑی ذکر کرتے ہیں تو اس سند کے بعد جو صفت آئے گی تو اس کا موصوف وہی ہوگا جو متکلم کا مقصود ہے۔ درمیان کے اسماء تو تالیف ہیں اور خود ان کی

ہاں اعراب مقصود ہوتا ہے۔ اور قاعدہ ہے جب بخوار اور حدیث کے قاعدہ میں تعارض ہو جائے تو حدیث کی کتب میں حدیث کے قاعدہ کو ترجیح ہوگی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ روایت عزیز ہو یعنی اس کے ہر طبقے کے اندر کم از کم دو راوی ضرور موجود ہوں۔ لیکن بخاری کی یہ پہلی روایت ہی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یحییٰ بن سعید کے نیچے نیچے تو یہ روایت مشہور کیا بلکہ متواتر ہے کیونکہ یحییٰ سے نقل کرنے والوں کی تعداد میں مختلف قول ہیں۔ بعض نے دو سو بعض نے ڈھائی سو^{۲۵} اور بعض نے سات سو تک شمار کرائے ہیں۔ لیکن ان سے اوپر محمد بن ابیہامیم تہمی اور علقمہ اور حضرت عمرؓ یہ سب چونکہ تنہا ہیں اس لئے اس اعتبار سے غریب ہے۔ بہر حال یحییٰ بن سعید الانصاری تک تو یہ روایت غریب ہے۔ ہر ایک راوی ایک دوسرے سے متفرق ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے حضرت عمرؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے میں متفرق ہیں۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات قابل غور ہے کہ تین چیزیں ہیں صلوٰۃ و سلام دوسرے ترمذی رضی اللہ عنہ کہنا تیسرے رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ہر ایک پر ان جملوں کو استعمال کہہ سکتے ہیں۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے ہاں صلوٰۃ و سلام کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اور رضی اللہ عنہ کا کہنا حضرات صحابہ کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ غیر صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ صحابہ کرام پر استعمال بے ادبی میں شمار ہوگا۔

علی المنابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں منبر نہیں تھا بلکہ شہداء یا سہابہ میں بنا ہے اور حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو جو منبر پر پڑھا ہے وہ اس کی اہمیت کی وجہ سے بڑھا۔ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر کسی کے یہاں بھی نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ اعمال کا وجود نیت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ چھٹ پر سے گرنے والا گرنے کی نیت سے نہیں آتا ایسے ٹھوکر کھانے والا۔ لہذا تقدیر عبارت ضروری ہے۔ امام شافعیؒ صحتہ الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اور حضرات اخلاف ثواب الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اس قسم کی تقدیریں اجتہاد سے نکالی جاتی ہیں۔ بنا بریں حنفیہؒ یہ فرماتے ہیں کہ طہارت من الاجناس میں نیت شرط نہیں۔ اگر کپڑے پر پیشاب لگ جائے اور سمندر میں پڑ جائے اور بغیر نیت طہارت کے نکال لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ شافعیہؒ نے الزام دیا کہ پھر تم تیمم میں نیت شرط کیوں قرار دیتے ہو۔ حنفیہؒ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ لفظ

۱۰۔ نیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہم کے معنی لغت میں قصد کرنا ہے۔ نیز! تیمم طہارت کے اندر اصل نہیں ہے بلکہ خلیفہ اور تابع ہے اس لئے نیت کرنی پڑے گی۔ اور سبب ورود حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے جو حنفیہ کہتے ہیں کہ ثواب عمل نیت پر موقوف ہے۔ یہ کہ یہاں حدیث میں ثواب مراد ہے۔ کیونکہ مصنف کا مقصود اس جگہ اس حدیث کو بیان کرنے سے نیک نیتی پر متنبہ کرتا ہے۔ دوسرا کلام اس حدیث پر یہ ہے کہ انما الاعمال بالنیات فرمایا۔ نیت اور عمل دونوں کو جمع لائے گویا مقابله الجمع بالجمع ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مقابله الجمع بالجمع انقسام الاحاد علی الاحاد کو متقاضی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر ہر عمل کے واسطے الگ الگ ایک نیت ہو۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے جاتا ہے۔ اگر کسی صالح شخص سے ملنے کی نیت کرے اور کسی کی مدد کرنے کی نیت کرے تو ہر ایک نیت کا الگ الگ ثواب ملے گا۔ تیسرا کلام انما لكل امرئ ما نوى پر ہے۔ یہ جملہ اولیٰ کی تاکید ہے یا تاسیس ہے۔ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ جملہ اول ہی کی تاکید ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تاکید پر کلام کو اس وقت حمل کرتے ہیں جب کہ تاسیس ممکن نہ ہو۔ لیکن یہاں تاسیس پر محمول کرنا ممکن ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جملہ اولیٰ انما الاعمال بالنیات کے اندر تو شارع علیہ السلام نے یہ بتلادیا کہ عمل کا وجود شرعی نیت پر موقوف ہے اور اس ثانی جملہ سے یہ بتلارہا ہے۔ کہ جو کام کرے گا اس پر وہی ملے گا۔ جس کی اس نے نیت کی ہو۔ مگر یہ معنی تو پہلے جملہ سے سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ زکریا کی رائے یہ ہے کہ جملہ ثانیہ سے تعدد منویٰ کی طرف اشارہ فرما دیا کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہو سکتی ہیں۔ صاحب مظاہر حق نے اس کی ایک لمبی چوڑی مثال دی ہے کہ اگر کوئی مسجد جارہا ہو۔ راستہ میں کسی بزرگ کے پاس بیٹھنے کی نیت کرے۔ کسی کی مدد کی نیت کرے۔ کسی مریض کی عیادت کی نیت کرے تو ان سب پر الگ الگ ثواب ملے گا۔ اس جملہ پر فقہاء کی جانب سے ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کوئی رمضان میں نفلی روزے کی نیت کرے تو نفل نہیں واقع ہو گا بلکہ فرض واقع ہو گا۔ تو یہاں پر مانوی مرتب نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رمضان نفل کا محل نہیں ہے۔ لہذا اس کی نیت نفل لغو ہو جائے گی۔ اور یہ بھی

کہا جاسکتا ہے کہ فرض کے اندر نفل خود داخل ہے۔ گویا کہ فرض عبادت نافلہ مع شئی زائد ہے تو مانوی مرتب ہوا ہے۔ شئی زائد یہ روایت بخاری شریف میں سات جگہ مذکور ہے۔ ایک جگہ نيات جمع کا صیغہ مذکور ہے۔ باقی چھ مقامات پر مفرد کا صیغہ ہے جہاں پر جمع کا صیغہ ہے وہاں پر تو تعدد منوی کا لحاظ فرمادیا گیا۔ اور جہاں مفرد کا صیغہ لائے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ نیت فعل قلب ہے اور قلب ایک ہی ہے۔ اس لئے وہاں مفرد کا صیغہ ذکر کر دیا۔

حضرت کشیخ مدنیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اعمال دو قسم کے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری جن میں ارادہ اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا ان پر ترتب مدح و ذم طاعت دنیا میں اور عتاب و سزا آخرت میں مرتب نہ ہوگی بلکہ اعمال اختیاریہ پر ان کا ترتب ہوگا۔ کیونکہ بعض اعمال انسان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جن کی نیت نہیں تھی۔ مثلاً منڈیر پر سونے والا اگر پڑے اس کی وجہ سے کوئی دوسرا آدمی مر جائے یا کسی مال کا نقصان ہو جائے۔ ایسے جب کوئی شکاری ہرن کو تیر مار رہا ہے۔ اچانک ایک آدمی کو لگ گیا تو ان اعمال میں نیت کو دخل نہیں لیکن قتل عمد اور قتل خطا کی تقسیم کی جاتی ہے۔ قتل خطا میں دیت دلائی جاتی ہے تو انما الاعمال بالنیات میں حصر صحیح نہ ہوا تو علماء نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ انما الاعمال معتبرۃ اور مشابہۃ بالنیات افعال عامہ کی تقدیر نہ ہوگی۔ کہ اعمال بغیر نیت کے موجود تو ہو جاتے ہیں۔ مگر ثمرات کا ترتب نیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قتل عمد کی سزا جہنم ہے اور قتل خطا کی سزا دیت ہے تو تقدیر عبارت ہوگی الاعمال معتبرۃ بالنیات اجماعی بحسب النیات قتل خطا میں نفس زید کے قتل کرنے کی نیت نہیں مگر نفس قتل کی نیت ہے۔ اس لئے کہ افعال اختیاریہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) جوارح کی حرکات (۲) قلب کا ارادہ۔ ہر ایک کے ثمرات الگ الگ ہیں۔ جوارح کی حرکات سے مادی اثر پیدا ہوگا۔ قلب کی حرکت سے اور اثر ہوگا۔ تو دو شانیں الگ الگ ہوں گی۔ عند اللہ کس چیز کا اعتبار ہے۔ ظاہر ہے کہ جوارح پر مؤاخذہ نہیں۔ ورنہ قتل خطا میں یہ چیز موجود ہے۔ بلکہ قلب کا اعتبار ہے۔ دوسرا بعض حضرات عمل اور فعل میں فرق کرتے ہیں۔ عمل کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا جو اختیار اور ارادہ سے سرزد ہوں۔ لفظ فعل اختیاری غیر اختیاری دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور امور اختیاریہ کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے تو انما الاعمال بالنیات بالکسر کہنا صحیح ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہم عمل اختیار ہی اور غیر اختیار ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر الاعمال میں الف لام عہد خارجی کہے۔ اس سے وہ اعمال مراد ہیں جو اختیار ہی ہوں۔ ان میں ارتقا۔ تنزل۔ پرج اور ذم کا ترتیب ہوگا۔ اعمال اضطرابیہ میں ترتیب نہ ہوگا۔ توجیہ ثانی اور ثالث میں یہ فرق ہوگا کہ توجیہ ثانی میں عمل صرف فعل اختیار ہی کے لئے لغتاً ثابت کیا گیا تھا۔ اور ثالث توجیہ میں عموم تسلیم کرتے ہوئے تخصیص کی گئی۔ کیف ماکان سب حضرات اس پر متفق ہیں کہ اعمال کے درجات کا نیت پر دار و مدار ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں فرمایا انما لامر ما خوی یہ جملہ ماقبل کے لئے موضوعہ ہے۔ لامر میں لام انتفاع کا ہے۔ کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ کس حیثیت سے بیان کیا گیا کہ انتفاع مانوی کے موافق ہوگا۔ تو پہلے جملہ میں ابہام تھا اس کی توضیح کی گئی۔ اس جگہ قلب کی جانب کو بیان کرنا منظور ہے۔ جو ارح کی جانب کو بیان نہیں کرنا۔ کیونکہ شہنشاہ بدن قلب ہے۔ تمام حکومت کا دار و مدار شہنشاہ پر ہوتا ہے۔ اگر لڑائی میں بادشاہ ثابت قدم ہو کر ڈٹا رہے تو شکست نہیں مانی جاتی۔ چنانچہ غزوہ خنین میں آپ ثابت قدم رہے۔ شکست تسلیم نہیں کی گئی۔ اس لئے کہ قلب کا اعتبار کیا گیا۔ نیت الفاظ کو نہیں کہتے بلکہ ارادہ قلبیہ کو نیت کہتے ہیں۔ الحاصل اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت اعمال کے درجات کا مبدئ ہے۔ اگر نیت اعلیٰ درجہ کی ہے تو عموماً اللہ اعلیٰ قسم کا درجہ ہوگا۔ اگر نیت ذلیل اور دنی درجہ کی ہے تو اس کا ثمرہ بھی ویسے ہی ہوگا۔ چنانچہ کوئی شخص درزش کی غرض سے نماز پڑھتا ہے کوئی جہنم کے عذاب سے نجات پانے کے لئے کوئی دھمال باری تعالیٰ کے لئے کوئی رخصتا مولا کے لئے اور کوئی حقوق عبدیت ادا کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ اس سے کہا جاتا تھا کہ تو جس قدر عبادت کرے پھر بھی اہل جہنم سے رہے گا۔ کسی آدمی نے یہ سن کر ان سے کہا۔ کہ تعجب ہے پھر بھی عبادت کئے جا رہے ہو۔ اب چھوڑ دو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جس پر اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ تو ایک دفعہ یہ آواز سن کر تحمل نہیں کر سکا۔ میں چالیس برس سے اس آواز کو سن رہا ہوں۔ پھر بھی باقاعدگی سے عبادت اس لئے کرتا ہوں۔ کہ حقوق عبدیت ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ اب وہ باری تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے یا جہنم میں ڈالے یہ اس کی مرضی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ما عبدناك حق عبادتك وما عرفناك حق معرفتك۔ تو حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال کے ارتفاع کا مبدئ نیت ہے اب اس استدلال انی ولمی دونوں طرح

ہو سکتا ہے اگر معلول سے علت پر استدلال ہو تو دلیل رافی ہے۔ اگر علت سے معلول پر استدلال ہو تو دلیل رافی ہے۔ عالم سے خالق پر استدلال رافی کہلاتا ہے۔ اور نار سے وجود حمارت پر استدلال رافی کہلاتا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت مبدہ ہے۔ اس کے مطابق ثمرات کا ترتیب ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ ہونے پر آپ کے افعال حسنہ شاہد ہیں کیونکہ نیت فعل قلبی ہے جس پر اطلاع طاقت بشری سے خارج ہے بلکہ آثار سے اطلاع ہوگی۔ جیسے جو دو کم۔ داد و دہش وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کے متعلق آپ کے افعال اور اخلاق حمیدہ سے فیصلہ کیا جائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسوں کو جنہوں نے بیس برس تک ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور ہجرت کرنے پر قریش نے انصار کو دھمکیاں دیں۔ تسلیم کرنے پر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ ہیں کہ بیس برس کے بعد مکہ پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ قریش کے تین بڑے جاسوسی کی حالت میں پکڑے گئے تھے۔ ان کو بھی قتل نہیں کیا۔ دوسرے روز یہ اعلان کر دیا جبکہ ابوسفیان کے قلب میں رعب پڑ چکا تھا۔ کہ من دخل دار ابی سفیان فہو امن من دخل فی المسجد

الحرام فہو امن اسی پر یہ بھی فرما دیا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی سب مامون ہیں۔ اس اعلان کے بعد کفار مکہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ہمارا معاملہ بیس برس کا ہے۔ اب بتلاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ عرب کا دستور تھا کہ جب دشمن پکڑا جاتا تو اس کو قتل کر دیتے تھے اس پر کفار مکہ نے کہا کہ ہم خافین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فوقیت دی ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ جاؤ ہم نے تم سب کو چھوڑ دیا۔ ایسے سلوک کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علونیت کی خبر ملتی ہے کہ اس میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں۔ بلکہ یہ تعلقات خواہ خالق سے یا مخلوق سے ان سے خلوص اور للہیت ٹپکتی

ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو قدموں میں دم آجاتا ہے نصیحت کرنے پر فرماتے ہیں اخلا اکون عبداً اشکوداً آپ نہ اپنی راحت کو چاہتے ہیں نہ اپنے اہل بیت اور خاندان کی راحت کا خیال کرتے ہیں۔ وفات پاتے ہیں تو یہودی کے مقروض ہیں۔ اس معلول سے اس بات کا پتہ چلا کہ خاتم النبیین کی نیت خاتم النبیات ہے۔ تو جب مبدہ کی شان انتہائی ہے تو اس کے ثمرہ عند اللہ کی شان بھی انتہائی ہوگی اور عند اللہ ثمرات میں سے انتہائی ثمرہ کسی پر وحی کا نازل کرنا ہے اور اپنی کلام کا آپ کی زبان پر جاری کرنا ہے جس کا وعدہ

تورات میں کیا گیا تھا۔ کہ ہم اپنا کلام خاتم النبیین کی زبان پر جاری کریں گے۔ تو مؤلفؒ اس حدیث کو اس لئے لائے ہیں کہ مبدہ تمام اعمال کا نیت ہے اور وہ انتہائی ہے۔ اور ثمرہ انتہائی وحی ہے۔ جس پر اس کا ترتیب ہوا۔ نیت کے علو سے ثمرہ کے علو کو ثابت کیا گیا یہ دلیل ملتی ہے۔ اور دلیل اتنی اس طرح ہے کہ بڑا احسان باری تعالیٰ کا کسی پر وحی نازل کرنا ہے۔ وہ انتہائی درجہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی نیت عالی ہے تو ترجمہ سے نیت کا عالی ہونا سمجھا جاتا تھا۔ اس کو روایت سے ثابت کر دیا تو کیف کان بہ اوحی ترجمہ ثابت ہو گیا۔

فن کانت ہجرة الى دنيا يصيبها^۱ امام بخاریؒ نے یہاں پوری حدیث ذکر نہیں فرمائی اب سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مخفّر کس نے کی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خود امام بخاریؒ نے کی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کے اساتذہ نے کی ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے فن کانت ہجرة الى الله و رسولہ فہجرتہ الى الله و رسولہ کو چھوڑ دیا۔ شرح حضرات نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن حضرت مولانا کشیخؒ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت مولانا بدر عالم مرحوم نے جب اس ترک کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ وجہ بتلائی کہ جلب منفعت سے دفع مفرت ادلی ہے تو جملہ فن کانت ہجرتہ الى دنيا کے اندر دفع مفرت کی جارہی ہے اور مصنفؒ کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اندر نیک نیتی چاہیے۔ یہ نہ سوچے کہ پڑھ کر دنیا کھاؤں گا۔ اگر تم نے دنیا سے منہ موڑا تو یہ خود تمہارے قدموں میں آپڑے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لہاں اخلاص کی قدر ہے۔ اس پر ایک قصہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مسافر کئی دن کا بھوکا جھگ کی کسی مسجد میں جا پہنچا دیکھا کہ مسجد کے تین کونوں میں ایک ایک آدمی گر دن جھکائے بیٹھ ہے۔ اس کو ڈھاس جوتی یہ بھی ایک کونے میں جا بیٹھا۔ اتنے میں ایک نوجوان خوب صورت لڑکی خوان لے کر آگئی۔ یہ اس کو دیکھنے لگا۔ اولادہ ان تینوں میں سے ایک کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت کھانا حاضر ہے۔ کئی دفعہ کہنے کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اس نے فوراً ایک خوانچی میں سے ایک خالی طشتری اور تھوڑا سا پانی نکال کر ان کے ہاتھ دھلائے اور دسترخوان بچھا کر عمدہ بریانی کی ایک بڑی پلیٹ رکھ دی۔ انہوں نے اس میں سے کچھ کھا کر باقی چھوڑ دیا۔ کھانے کے درمیان جب کوئی ہڈی نکلتی تو وہ آدمی اس کے منہ پر مارتے۔ یہی قصہ دوسرے اور تیسرے آدمی کے سامنے پیش آیا۔ اور یہی صورت دہاں بھی ہوئی۔ اس کے بعد اس لڑکی نے تینوں رکابیوں کے پچھے ہوئے

کھانے کو ایک جگہ کیا۔ اور اس چوتھے کے پاس لائی۔ یہ تو منتظر ہی تھا۔ کھانا شروع کر دیا۔ تو جب اس کے ہاں بھی ہڈی نکلی تو یہ سوچ کر کہ شاید یہاں کا یہی دستور ہو کہ ہڈی منہ پر مارتے ہوں اس نے بھی مار دی۔ اس عورت نے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اگر کھانا ہے تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔ اس آدمی نے کہا کہ ابھی تو ان لوگوں نے یوں ہی ہڈی ماری تھی میں یہ سمجھا کہ یہاں کا یہی دستور ہے۔ اس عورت نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میں دنیا ہوں اور یہ لوگ مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو منا رہی ہوں۔ اور تو میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔

الغرض اگر دنیا کو چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہو۔ یہ نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر تو کل ہو۔

اولیٰ امرأۃ نکحھا یہاں پر امرأۃ یککھا تخصیص بعد التعمیم ہے۔ کیونکہ عورت زیادہ محل نقہ ہے۔ اس لئے اس کی تخصیص فرمادی۔ کیونکہ انسان زنا وغیرہ کے اندر اسی کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ جانا چاہیئے کہ جیسے آیات کا شان نزول ہوتا ہے اسی طرح احادیث کا بھی شانِ ورود ہوتا ہے۔ اس حدیث کا شانِ ورود صحاح کی کتابوں میں تو نہیں ملتا البتہ طبرانی وغیرہ میں ملتا ہے۔ کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت سے نکاح کا پیغام بھیجا اس نے شرط لگائی کہ تم ہجرت کر لو۔ چنانچہ اس نے اسی بنا پر ہجرت کی۔ اسی وجہ سے اس کو مہاجر ام قیس کہنے لگے۔ اس صحابی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ صحابی کی تنقیص نہ ہو۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ نفس اور مال دونوں قسم کی ہجرت کو بیان کر دیا گیا۔

فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ ہجرت جس طرح یہ کہ وطن کو چھوڑ کر دوسرا وطن اختیار کیا جائے۔ اس طرح ہجرت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معافی سے اجتناب کیا جائے۔ اسی کو حدیث پاک میں المہاجر من ہجر ماہنی اللہ عنہ در سولہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث امام ابو داؤد کے مختارات اربعہ میں سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سے اپنی کتاب منتخب کی ہے۔ پھر ان میں سے چار احادیث انتخاب کی ہیں۔ ایک انما الاعمال بالنیات۔ دوسری لایومن احدکم حتی یحجب لانیۃ ما یحجب لنفسہ۔ تیسری من حق اسلام المرء تہ کہ لا یعینہ اور چوتھی الحلال بین الحرمین۔ یہ چاروں اصول دین میں سے ہیں اور بعینہ ہی چار احادیث امام ابو حنیفہؒ کی وصایا

میں ان کے مختارات سے لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ امام صاحب نے ایک اور حدیث اختیار کی ہے

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده آج کل جو عالم کے اندر آئے دن لڑائیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہیں رکھتا۔ اگر ہم لوگ تعرض کرنا ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی پیش نہ آئے۔ ان چاروں احادیث کے اصول دین ہونے کی وجہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ انما الاعمال بالنيات میں تہصح عبادات اور اعمال آگئے۔ حدیث لایؤمن احدکم الا میں حقوق العباد آگئے۔ حدیث ثالث من حسن اسلام امر میں اوقات کا تحفظ آگیا۔ اور چوتھی حدیث الحلال بینہم تقویٰ آگیا کہ جہاں کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف آگیا تو جانب احوط اختیار کرے یہی سارے اصول دین ہیں۔ حدیث بالا کو ترجمہ الباب سے مناسبت کے بارے میں یہ جواب بھی علماء کرام ذکر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاریؒ نے بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمائی ہے۔ چونکہ یہ حدیث جامع احادیث میں سے ہے اس لئے اس کو بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمایا اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے منبر پر خطبہ میں ذکر فرمایا تھا۔ اور بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے اپنے حسن نیت کی طرف بطور سند باتعمتہ کے اشارہ فرمادیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اخلاص سے لکھا ہے اور کتاب پڑھنے والوں کو بھی رغبت دلائی ہے۔ کہ وہ بھی اپنی نیات کو درست کر لیں۔ لیکن تینوں جوابات پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر تو اس حدیث کو باب سے پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ہنورا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سب سے پہلے بیان کر دی تھی۔ اور باب بدالوحی ہے۔ لہذا مدینہ کی وحی کی ابتدا ہوگی۔ نیز حمید ہی مکی ہیں اور مالک مدنی دونوں روایتیں ذکر کر کے بتلادیا کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ میں ہوا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدو کی اضافت وحی کی طرف بیانی ہے اور مقصود ابتدا امر جو کہ وحی ہے یعنی ابتدا دین کو بیان کرنا ہے۔

حدیث ۲۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِيَنِي هَمْزٌ مِثْلُ صَلَاحٍ الْجَزَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَى فَيْفِصْمٍ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَمْثِلُ لِي الْمَلَكُ

رَجُلًا فِيكُمْ مَنِّي فَأَعْنِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ دَأْبَتْهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبُرْدِ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنْ جَبِينُهُ لَيَتَخَفَضُ عَرَقًا (الحديث)

[ترجمہ]

تمام مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راضی ہو سے روایت ہے کہ بے شک حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو وحی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ حالت مجھ پر سخت گراں ہوتی ہے پس جب وہ مجھ سے جدا ہوتی ہے تو جو کچھ اس فرشتے نے کہا وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اور کبھی وہ فرشتہ میرے پاس کسی آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ پس وہ میرے سے کلام کرتا ہے تو اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے وہ میں سب یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت نبی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ واقعی میں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا جب کہ سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی اترتی ہے۔ پھر وہ آپ سے جدا ہوتی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے خوب پسینہ بہ رہا ہوتا ہے۔

[تشریح] عن عائشۃ ام المؤمنین اس روایت میں ام المؤمنین کا لفظ زاد کیا گیا

ہے۔ ازدواج مطہرات کی کیفیت نص قطعی سے ثابت ہے ابھی اولیٰ بالمؤمنین ازدواجہ امہاتہم۔ جب یہ مائیں ہیں تو جتنے تعلقات ماں اور بیٹے کے درمیان ہوتے ہیں وہ سب ثابت ہوں۔ میراث بھی جاری ہو۔ پردہ بھی نہ ہو۔ وغیرہ۔ مگر۔ یدنین علیہن من جلا بیہن کا حکم ہے واسلوھن من وراء حجاب بھی نازل ہوا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جس طرح کی ابوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اسی طرح کی امیت ازدواج مطہرات کے لئے ہے۔ جیسے یہ ابوت اور امیت روحانی ہے پردہ اور میراث جسمانی احکام ہیں۔ پردہ کا حکم تو واسلوھن من وراء حجاب کی آیت سے ہے۔ اور نکاح نہ کرنے کا حکم ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا سے ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر کے اندر زندہ ہیں۔ جب زندہ ہیں تو نکاح باقی ہے کسی کی منکوحہ سے کسی دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ حارث بن ہشام جو کہ معظمہ میں ایمان لائے تھے۔

کیف یأتیک الوحی وحی کے معنی آواز الفاعلی کے ہے۔ اگر مصدر ہے تو معنی صحیح ہیں اگر صفت ہو تو وہ چیز مراد ہوگی جو الفاعل کی جاتی ہے۔ مگر اتیان خاصہ ذات کا ہے۔ صفات کا اتیان نہیں

ہوتا۔ لہذا مجاز بالحدف کے طور پر حامل الوحی کہا جائے گا یا مجاز عقلی ہوگا کہ نہ ہر جابہ کی طرح ادنیٰ طلبہ کی وجہ سے اضافت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز وحی ہو رہی ہے یعنی یا وحی اسی کا انتقال ہو رہا ہے۔ تو پھر مجاز بالحدف کا قول نہیں کہا جاسکتا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وحی کے ساتھ طریقے ہیں مگر اس جگہ صرف دو ہی ذکر کئے گئے۔ کیونکہ یہی دو طریقے کثیر الوقوع ہیں۔ وہی اعم اور اغلب ہیں۔ تو لاتیان وحی بذالوحی سے اعم ہونے کی بنا پر بدر کو بھی شامل ہوگا۔

احیاناً فعل مقدر کی صفت ہے بطور ظرف کے۔ اسی یا قی ایتاناً ایتاناً۔

مثلاً صلیبہ الجرس مصلصلہ کہتے ہیں زنجیر کا لوہے پر کھینچنا اور جس جس ڈھول کو کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ شدت اور سختی کے اعتبار سے ایسی آواز ہوتی تھی جیسے ڈھول پر زنجیر کھینچی جائے۔ ایک دوسری روایت میں سلسلہ سین کے ساتھ بھی واقع ہوا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے۔ اب یہ آواز کیسی ہے اور کیا چیز ہے اس کے اندر چھ قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ باری تھلے کے کلام نفسی کی اپنی اصلی آواز ہوتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تھلے کی طرف سے موحی بہ یعنی وحی میں تخلیق صوت ہوتی تھی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی آواز ہوتی تھی۔ اور جب شکل انسانی میں آتے تھے تو وہ انسانی آواز ہوا کرتی تھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شئی کسی دوسرے کا رتی (ہینت) اختیار کرتی ہے۔ تو اس شئی کے اوصاف خود اس میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ اگر جن چاہے تو تم کو اٹھا کر پھینک دے۔ اور وہی جن جب سانپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو ایک ہی لاشی میں مہربان ہے۔ بہر حال جبرائیل علیہ السلام جب اپنی اصل شکل میں ہوتے ہیں۔ تو ان کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ وعدہ کے متعلق سناتے ہیں کہ وہ ایک فرشتے کی آواز ہے۔ شیخ زکریا فرماتے ہیں۔ کہ اگر بجلی کرٹ کے اور کوئی شخص آیت کریمہ یشیتہم الزعد جہنم والاملائکہ من حیثہ پڑھے تو وہ آدمی نہ صرف بجلی سے محفوظ رہتا ہے بلکہ جس مکان وغیرہ میں کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے گا تو وہ بھی بجلی کی زد سے محفوظ رہے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی یہ آواز ہوتی ہے۔ جیسے یل کے آنے کی آواز دور سے ہی معلوم ہو جاتی ہے

پانچواں قول یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے پردوں کی یہ آواز ہوا کرتی تھی علماء کرام اسی کو

اصح الاقوال بتلاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ایک یہ روایت ہے کہ اذا قضی اللہ فی سماء امرًا ضربت الملائکۃ باجنحتہا خضعًا لِقَوْلہ کا نہا مصلصۃ علی صفوان کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پردوں کو ایسے ہلاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔

چھٹا قول شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ کا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس مبارکہ وحی کے وقت اس عالم کی اشیاء سے معطل ہو کر دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس تعطل کے بعد حواس میں جو کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ یہ اس کی تعبیر ہے جیسے کانوں کو خوب بند کر لینے سے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ کیونکہ باہر کی آواز سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ جب انقطاع ختم ہو جائے گا یعنی انگلی ہٹائی جائے۔ تو پھر وہ آواز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اقل قول صحیح ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کا صوت سے تکلم کرنا روایات سے ثابت ہے۔ کتاب التوحید میں امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مصلصہ اس آواز کو کہتے ہیں جس میں تمیز نہ ہو سکے جیسے گونج ہوتی ہے اور جس یعنی گھنٹی کی آواز متدارک اور مسلسل ہوتی ہے۔ اس میں حروف اور الفاظ کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اب یہ آواز کا ہے کی ہے اگر سوال حامل وحی سے ہے تو ملک کے اڑنے کی آواز ہے۔ جو اس کے اجنبی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ آواز کے سماع کی رفتار دیکھنے سے بہت کم ہے۔ اس لئے کہ نظر کی رفتار تیز ہے اور آواز کی رفتار کُست ہے۔ حامل وحی کو دیکھنے سے پہلے یہ آواز سنائی دی۔ تاکہ آپ متوجہ ہو جائیں۔ پھر دیکھنے کی نوبت آتی تھی۔ اور جو چیز تیزی سے چلتی ہے اسی سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

وہو اشدہ علی شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اشد شدید سے ماخوذ ہے شدید کے معنی قوی اور گراں کے آتے ہیں۔ شاق ہونے کی مشہور وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ آواز متدارک ہے اس کا سمجھنا بہت مشکل ہوتا تھا اس لئے آپ کو بہت متوجہ ہونا پڑتا تھا یا شدید ہونا اس بنا پر ہے کہ کلام نفی کے الفاظ کی وجہ سے آپ کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوتی

تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی کو ذکر اللہ سے کچھ مناسبت ہو جاتی ہے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ جسم مادی ہے۔ اور ذکر کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ روح کو عالم تجربہ کی طرف کھینچے تو ان دونوں میں تنازع ہوتا ہے۔ چنانچہ فلاسفہ لکھتے ہیں کہ کلوڈی کے جلنے کی وجہ سے اس میں اجزاء دغانیہ پیدا ہوتے ہیں۔ آگ ان کو لے کر اپنے مرکز اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ راستہ میں پانی سے تنازع ہو جاتا ہے تو اس میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ روح عالم تجربہ کی طرف کھینچتی ہے۔ اور جسم عالم اسفل کی طرف۔ اس تنازع کی وجہ سے ذاکر میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے تو یہاں دو حالتیں ہیں۔ جب آپ کو عالم علوی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو آواز سنائی دیتی ہے اور مشقت ہوتی ہے۔ اور جب ادھر سے ٹک آتا ہے تو مشقت نہیں ہوتی۔

کس نہ اند کہ منزل آں یارب است
غیر ازین نیست کہ با بگِ جر سے میآید

ادریہ قاعدہ ہے کہ چیزیں جس قدر تجربہ ہوگا اس میں لطافت ہوگی۔ اور جس قدر مادیت ہوگی اتنی کثافت ہوگی۔ چنانچہ ہمارے اندر جو قوت خیالیہ رکھی گئی ہے وہ مجرب ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی قوت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کو مجتمع کیا جائے تو خوب قوت پیدا ہوتی ہے مسمریم والے اسی خیال کو جملتے ہیں۔ مگر یہ لوگ مادیات کی طرف قوت خیال کو بڑھاتے ہیں۔ صوفیاء کرام روحانیات کی طرف بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ دو شیخ نقشبندی پتھر کی چٹان درمیان میں رکھ کر کھینچنے لگے تھوڑی دیر بعد پتھر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ادھر ہو گیا دوسرا ادھر ہو گیا۔ غرضیکہ چیزیں جس قدر تجربہ ہوگا اسی قدر اس میں قوت ہوگی۔ بنابرین آپ کو عالم علوی کی طرف توجہ کرنی پڑتی تو اس وقت سخت مشقت اٹھانی پڑتی تھی۔ ٹک نازل ہونے کی صورت میں کوئی مشقت نہیں ہوتی تھی۔ تو پانچ صورتیں ہوئیں ۱۔ ٹک کے اجنبہ کی آواز (۲) ٹک کے آنے کی آواز (۳) ٹک کے بولنے کی آواز اگر بواسطہ ملک کلام سنائی گئی (۴) خود کلام نفسی کو سنایا گیا۔ جس پر اشعرہ اور ماتر یہ یہ دونوں کا اتفاق ہے کہ کلام نفسی قابلِ سماع ہے۔ (۵) کلام لفظی کو باری تعالیٰ بغیر واسطہ کے سنا لے ہیں۔ ادریہ الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن مابعد کے قرآن سے پہلی تین تو جہات کی تائید ہوتی ہے۔ جو حضرات بقیہ دو تو جہات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ یہ تمثیل

یہ یاقینی کے مقابل ہے۔ پہلے کلام نفسی سنائی گئی پھر ملک آیا۔ اور پھر تمثیل ہوا۔ اور شدت کی ایک توجیہ شیخ ذکر کیا مرحوم نے بھی تحریر فرمائی ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آکر کلام سناتے تو اس آواز سے وحی قرآن کا اخذ کرنا بڑا مشکل ہوتا تھا گویا یہ جھٹی توجیہ ہوتی۔

فیفصم عنی یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ باب افعال سے علی بنار الفاعل دوسرے مجرور سے بھی علی بنار الفاعل تیسرے علی بنار المفعول از باب ضرب یضرب یہاں اس سے مراد ہٹانا اور ازالہ کرنا ہے اسی یقطع الوحی ادا الملک۔

وقد و عیدت یہ جملہ حالیہ ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے لَا تُحَرِّکْ لَهُ شَیْءٌ لِّسَانُکَ لَتَعْلَمَ جَلَّ بِہِ (الآیتہ) کے ذریعہ اس کا مکمل فرمایا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ یاد ہو جاتا تھا اور تمام کیفیت راسخ ہو جاتی تھی۔ اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اس وقت آپ کو عالم لاہوت میں لایا جاتا تھا۔ سمآذ نیل سے مرکز عالم تک عالم ناسوت ہے۔ سمآذ نیل سے فلک الافلاک تک عالم ملکوت ہے اور فلک الافلاک سے اوپر عرش و کرسی تک عالم جبروت کہلاتا ہے۔ جس میں معجزات ہوتے ہیں۔ اور اس سے اوپر عالم لاہوت ہے چونکہ ہمارے ارواح بوجہ کثافت کے ان عوالم کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ جن حضرات کے ارواح لطیفہ ہیں ان کو عالم امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ وہ عالم ہے جس کو لفظ کن سے پیدا کیا گیا۔ اسے صوفیاء کرام عالم جبروت کہتے ہیں۔ اور عالم لاہوت کسی کے امر اور خلق سے پیدا شدہ نہیں۔ اس لئے ان جمیع عوالم کی سیر کرانے کے بعد آپ پر وحی نازل کی گئی۔

واجباً یتمثل لی الملک رجلاً یہ رجلاً روایات کے اندر نصب ہی ساتھ آتا ہے مگر وجہ نصب کیا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ مفعول مطلق ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ یتمثل لی الملک یتمثل رجل مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا اعراب دے کر مضاف کے قائم مقام بنا دیا۔ اور بعض اسے منصوب بنزع الخافض فرماتے ہیں یعنی یتمثل لی الملک برجل بعض اسے حال قرار دیتے ہیں اور تقدیر عبارت یوں بیان فرماتے ہیں۔ یتمثل لی الملک حال کو نہ رجلاً۔ علماء نے لکھا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اکثر حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ حسن ظاہری کی بنا پر کیونکہ حضرت وحیہ بہت حسین و جمیل تھے۔

قالت عائشة رضي الله تعالى عنها - یہاں سے حضرت عائشہ رضہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وہو اشد علی کی توفیح اور تبیین فرما رہی ہیں کہ وہ نوع اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سخت گزرتی تھی کہ سخت سردی کے زمانہ میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے تھے - تیغ قصہ عرفا کی پیل عرفا یہ مبالغہ کے لئے ہے - اس حدیث میں وحی کی اقسام میں سے صرف دو کا بیان ہوا - ایک نوع اعلیٰ اللہ ہے اس کو مثل صلصلة الجرس سے بیان فرمایا دوسری نوع بکثرت واقع ہوتی تھی اس کو تمثیل سے بیان فرمایا - اس حدیث کو ترجمہ الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ مبادی وحی کی کیفیات میں سے یہ بھی ہے کہ سخت سردی کے اندر آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے - یہ معنی مطابقتی کے طور پر ہے - اور اصل یہ ہے کہ جو چیز انسان خود اختیار کر لے اس میں مشقت اور یہ کیفیات نہیں ہوا کرتیں - اگر وحی کے آنے میں آپ کا کسی قسم کا تصنع ہوتا تو یہ کیفیات ظاہری نہ ہوتیں - معلوم ہوا کہ اس میں آپ کا کوئی تصرف نہیں کفار کا کہنا غلط ہے کہ غیر اللہ کی جانب سے ہے - اگر غیر اللہ کا دخل ہوتا تو یہ صداقت اور عالمی ہمدردیاں نہ ہوتیں واضح ہوا کہ وحی ایک ذی عظمت چیز ہے جس کی معصومیت اور جس کا قابل اعتماد ہونا یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے - علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ اس روایت میں وحی کا ذکر ہے -

۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْهُ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْرِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدَ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَقَالَ فَآخِذْنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَآخِذْنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَآخِذْنِي فَغَطَّنِي الثَّلَاثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ يَا سَمِيرَ بْنَ الْكَذِّبِ خَلَقَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ أَوْ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ فَارْجِعْ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجِفُ

فَوَادُهُ فَذَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بَنَتْ حُوَيْلِدَ فَقَالَ زَمِلُونِي فَرَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ
عَنْهُ الرُّوعُ فَقَالَ لِحَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبْرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ
خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَجْلُ الْكَلَّ
وَتَكْسِبُ الْمُدَّ وَمَ وَتَمْرِي الضِّيفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَاِنْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ
حَتَّى آتَتْ بِهِمْ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَ
كَانَ امْرَأً أَتَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ
بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ هَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ
يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِّي ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّاسُ مُوسَى
الَّذِي نَزَلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَدُّ عَائِشَةَ لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذَا يُخْرِجُكَ هُوَ مُلْكُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُخْرِجِي هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمَّا يَأْتِ رَجُلٌ
قَطْعًا بِمِثْلِ مَا جِئْتُ بِهِ الْآعُودِي وَإِنْ يَدْرِكُنِي يَوْمُكَ أَنْصُرَكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ
لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوْفِّي وَفَتَرَ الْوَحْيَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يَحْدِثُ عَنْ
فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَنَا أَنَا أَمَشْنِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ
بَصَرِي فَإِذَا الْمَلِكُ الَّذِي جَاءَ فِي بَحْرَاءِ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
فَرَعَيْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِلُونِي زَمِلُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَأْتِيهَا الْمَدَنُورُ
وَتَمَّ فَإِنَّ ذُرَّ وَرَبَّكَ فَكَتَبُوا وَشَيَابِكُ فَطَهَرُوا وَالتَّجْزَفَ فَاهْجُرُوا فَجِي الْوَحْيُ
وَتَتَابَعَتْ تَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَوَادٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرُ يَوَادِرُهُ

[ترجمہ] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے پہل جو آنحضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی ابتداء ہوئی۔ وہ نیند میں سچے خواب تھے تو جب بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کوئی خواب دیکھتے تھے وہ صبح بچھٹنے کی طرح روشن آتا تھا۔ پھر اور آپ کو غلوت مرغوب ہوئی۔
چنانچہ آپ غار حرا میں غلوت گزین ہو کر عبادت کرتے تھے تمنث کے معنی عبادت کرنے کے ہیں۔

اپنے اہل و عیال کے ہاں لوٹنے سے پہلے کئی کئی ایسی مسلسل عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور ان دنوں کے لئے آپ اپنا سرچہ خوراک (توشہ) ہمراہ لے جاتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آکر لے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسی غار میں ہی وحی آئی۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ پڑھئے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو اس نے مجھے پکڑ کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ پڑھو میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے پکڑ کر دوسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ مجھے مشقت تکلیف پہنچی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے اسی طرح کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو پھر اس نے مجھے تیسری دفعہ پکڑ کر بھینچا پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا (ترجمہ) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو لوہڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو تمہارا رب بڑا عزت والا ہے۔ آپ ان آیات کو لے کر اس حال میں گھر واپس آئے کہ آپ کا دل کانپتا تھا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو۔ مجھے چادر اڑھا دو انہوں نے چادر اڑھا دی۔ یہاں تک کہ آپ سے وہ خوف جاتا رہا۔ جس کی وجہ سے دل کانپ رہا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سارے واقعہ کی خبر دی اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس پر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کہ (جن بھوت کے سپرد کر دے) کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے قرضے کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ معدوم المال مفلس و قلاش کو کمائی والا بنا دیتے ہیں یا مفلسوں کے لئے کھائی کرتے ہیں۔ اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق کے مصائب میں آپ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اس تسلی دینے کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو زمانہ جاہلیت میں نہرانی ہو گیا تھا۔ اور عبرانی کتاب لکھتا تھا چنانچہ انجیل مقدس میں عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ جو چاہتا وہ لکھتا تھا۔ اور اب وہ بہت بوڑھا ہو کر نابینا ہو گیا تھا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے اور اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو انہوں نے کیا دیکھا تو ورقہ نے کہا بھتیجے بتاؤ تم نے کیا دیکھا آپ نے جو کچھ دیکھا تھا ورقہ کو سب کچھ سے خبردار کر دیا۔ جس پر ورقہ نے کہا یہ تو

وہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ وحی دے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش میں آپ کی اعلان نبوت کے دور میں نوجوان ہوتا کاش میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ مجھے نکلنے والے ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں! کیوں کہ جو شریعت آپ لے کر آتے ہیں جو نبی بھی ایسی وحی لے کر آیا ہے اس کی قوم نے اس سے دشمنی کی ہے۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کے ظہور کا زمانہ مل گیا۔ تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ لیکن ورقہ زیادہ عرصہ نہ رہ سکا کہ اس کی وفات ہو گئی اور آپ کی وحی بھی منقطع ہو گئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فرقة وحی کے بارے میں بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چل رہا تھا کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار خرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان کہ سی پر بیٹھا ہے جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا اور گھر واپس آ گیا گھر والوں سے کہا مجھ پر چادر ڈالو جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الْمَدْيَنَةُ اذکلی اوڑھنے والے اٹھو اور قوم کو ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو اور بتوں کو چھوڑ دو پھر وحی کثرت سے اور مسلسل آنے لگی اس روایت کی موافقت عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح اور بلال بن رزاد نے زہری سے روایت کی اور یونس اور معمر نے فوادہ کی بجائے بوادہ کہا یعنی آپ کے گوشت کا وہ ٹکڑا کا اپنے لگا جو کندھے اور گردن کے درمیان ہوتا ہے۔

[تشریح] اس روایت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور قول کے مطابق چھ سال کی عمر میں ہوئی۔ خواہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہو یا ہجرت والے سال بہر حال اس وقت حضرت عائشہ بچیدہ کہاں ہوئی تھیں۔ جو یہ حدیث بیان کر رہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعد براہ راست تھوڑا کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو گایا حضرات صحابہ کرام سے سن کر یہ فرما رہی ہیں۔ پہلی صورت میں حدیث متصل ہوگی اور دوسری صورت میں اسے مراسلات صحابہ کرام میں سے شمار کیا جائے گا۔ اور مراسلات صحابہ ہمارے نزدیک حجت ہیں۔

الروایا الصالحة ای الصادقة معلوم ہو چکا ہے کہ وحی کی چھالیس قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک روایا صالحہ بھی ہے۔ چونکہ نصوص سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے خواب وحی میں داخل ہیں لہذا کہا جائے گا کہ یہ نوع اول ہے جو پہلے سے شروع ہو گئی تھی اور دوسری نوع وحی کی غار حرا سے شروع ہوئی یا یوں کہا جائے کہ روایا صالحہ کی حیثیت مقدمہ کی سی ہے اور حقیقی وحی وہ ہے جو غار حرا سے شروع ہوئی۔

الاجزاء مثل فلق الصائم یعنی وحی میں ایسی جزئیات معلوم ہوں جیسے کہ زمانہ سابقہ میں اس طرح واقع ہوئی ہوں۔ یا آئندہ اس کے مطابق واقع ہوں۔ اس کی تائید فلق صبح کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ جبکہ کمال روشنی ہوتی ہے۔ القیاس کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر اس سچی بات کو جس میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے ضوع صبح۔ فلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں۔ فلق کے معنی چیرنے کے آتے ہیں۔ چونکہ ضو بھی تاریکی کو چیرتی ہے۔ اس لئے روشنی کے ظاہر ہونے کو فلق کہتے ہیں۔ یا اس بنا پر تشبیہ ہے کہ اصل میں تمام عالم مظلم ہے۔ اور آفتاب اس کی ظلمت کو چیرتا ہے۔ جیسے اصل میں تمام عالم بارود ہے۔ آفتاب کے ذریعہ اس میں حرارت پہنچتی ہے۔ تو ضو کو اول معنی میں مجازاً فلق کہا گیا اور دوسرے معنی میں شمس حقیقتہً فلق ہوا۔ اور دوسرے معنی روایا صالحہ کے یہ ہیں کہ وہ خواب جس میں صلاح اور خیریت پائی جاتی ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی خیریت ہو۔ جیسے انبیاء۔ ملائکہ یا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اسی لئے فرمایا گیا۔ روایا صالحہ نبوت کے چھالیسویں اجزائیں سے ہے۔ اس کے اندر معنی عام مراد لئے جاتے ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً روایا صالحہ سے واسطہ پڑا اور بعض شراح تجزیہ نبوت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ نبوت کی مدت تیس سال ہے۔ جس کی چھالیس^{۴۴} ششماہیاں ہوتی ہیں۔ اور روایا صالحہ چھ ماہ آتے رہے۔ مگر محققین فرماتے ہیں کہ تجزیہ نبوت حروف مقطعات کی طرح متشابہ ہے۔ الحاصل^{۴۵} آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا سے ہی آثار نبوت تھے۔ اور خوارق عادت اہرانات صادر ہوتی تھیں مگر وحی قبل از نبوت نہ پہلے کسی نبی پر ہوئی اور نہ آپ پر ہوئی۔ البتہ شق صدر بچپن اور جوانی میں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہر قل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کبھی تم نے آپ کو متہم بالکذب بھی پایا ہے۔ یہ سوال^{۴۶} میں کیا جا رہا ہے۔ اس مدت میں قریش کو کوئی جھوٹ معلوم نہیں ہوا۔ بلکہ کفار مکہ نے صفا پہاڑی والے خطاب میں کہا تھا۔

مَا جَرَّبْنَاكَ كَذِبًا قَطُّ کہ ہم نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ تو اخلاق حسنہ اور اخلاق حمیدہ یہ امور آپ میں ابتدا سے ہی موجود تھے۔ پھر ان میں ترقی ہوتی گئی۔ اس لئے اس جگہ اول مابہ کے ساتھ من الوحی کہا گیا۔ کیونکہ یہ عالم غیب کا تعلق ہے۔ اولاً عالم ظاہر کی چیزیں یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم غیب کی اشیاء کو عادت الہی کے مطابق تدریجی طور پر منکشف کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو رب اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ تدریجاً تربیت کرتے ہیں۔ تو علوم عالیہ اور عالم کلیات سے پہلے جزئیات بتلائے گئے تاکہ مناسبت پیدا ہو۔ فی النوم جاد مجرور رویا کے متعلق ہے۔ قالہ شیخ مدنیؒ حضرت شیخ ذکر یامر موم فرماتے ہیں کہ جیسے خواب دیکھتے تھے ویسے ہی پیش آتا تھا۔ چونکہ ان رویا صالحہ کی وجہ سے ایک جلاوطنی اور ایک نور پیدا ہو گیا تھا اس لئے دنیا کی کدورتوں سے طبیعت متنفر ہو گئی تھی پھر کیا تھا وہ ہوا جو آگے آ رہا ہے کہ خلوت سے محبت ہو گئی۔ ثم جب الیہ انحلاد صوفیاء کا کہنا ہے کہ جب ذکر کے آثار شروع ہوتے ہیں تو آدمی کو خلوت بہت پسند ہوتی ہے۔ اس کا ماخذ حدیث پاک کا یہی جملہ ہے۔

شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کان یخلو یغادر احراً کی وجہ یہ ہے کہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو۔ کہ یہ باتیں جو آپؐ بتلا رہے ہیں کوئی دوسرا آدمی آپؐ کو بتلاتا ہے۔ اس لئے میل جول کو ترک کر دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ عالم غیب کی طرف آپؐ کو متوجہ کرنا ہے۔ اور قاعدہ کہ ان النفس لا متوجه الی شئین فی ان واحد کہ نفس انسانی بیک وقت دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا عاشق جب اپنے معشوق کی توجہ کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تو معشوق حقیقی کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جن امور کو آپؐ پر ظاہر کرنا ہے۔ ان کا القاء تنہائی میں ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے ان کا القاء مناسب نہیں تھا۔ اس لئے وحشت ڈالی گئی۔ بعض حضرات تو خود ہی باری تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے ہیں۔ اور بعض کے لئے ادھر سے منظور دی ہوتی ہے اور ادھر سے جذبیت ہوتی ہے۔ اس لئے علائق متقطع کئے گئے۔

حراً کا لفظ مددہ غیر منصرف ہے بتاویل بقعہ کہ بقعہ کا علم ہے۔ اور منصرف بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ قحنت حنث سے ماخوذ ہے۔ باب تفعیل میں تاکبھی سلب کے لئے ہوتا ہے۔ حنث کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور ازالہ حنث کے لازمی معنی

تجد کے ہیں جیسے تہجد میں تاسلب کے لئے ہے۔ وهو التعبد یہ کلام مدح ہے۔ کہ ایک کلام روایت میں سے تو نہ ہو، مگر راوی روایت کرتے وقت اس کو بیان کر دے۔ الیالی تحتہ کے متعلق ہے۔ تجد کے متعلق نہیں ورنہ معنی فاسد ہو جائیں گے۔

ذوات العدد کبھی تو عدد کا ذکر کرنا کثیر کے لئے ہوتا ہے اور کبھی تفریل کے لئے۔ جیسے دراهم معدودہ ایام معدودات۔ ذوات العدد سے ظاہر یہ ہے۔ کہ وہ راتیں تھوڑی تھیں اکثر آپ دن میں رہتے تھے۔ مگر بعد کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صرف یالی میں عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ایام میں بھی کرتے تھے تو الایام مع یالیہن کے الفاظ مخدوف ماننے پڑیں گے یا یالی سے مجرد وقت مراد لیا جائے اسے زمانا قلیلاً بہر حال ہر دو تقدیر پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ لفظ کیوں حذف کیا گیا۔ یا دوسری تقدیر پر زمانا کیوں نہ لایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ رات کو اپنے گھروں کو واپس آجاتے ہیں۔ دن میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ ایسا شخص تو جنگلات اور اندھیرے میں رہ سکتا ہے۔ جس پر جذبہ اور شوق کا غلبہ ہو۔ عقل کے غلبہ کی صورت میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ تو بتلانا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی وحشت سے نہیں گھبراتے تھے۔ اور دن کو تو وہاں رہتے ہی تھے۔ اور ذوات العدد کا لفظ ممکن ہے کثیر کے لئے ہو۔ اگر بہت آدمی ہوں تو گننے کی نوبت آتی ہے تھوڑے آدمیوں کو گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اس سے اربعینات مراد ہو سکتے ہیں اور اس سے زمانہ بھی۔ چالیس روز تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر رہنا پڑا۔ کتاب اللہ لینی بقی۔ اس کے لئے انقطاع کی ضرورت تھی۔ نیز اکوہ طور پر تین دن رہے۔ مگر اس میں بعض چیزوں پر مواخذہ ہوا یعنی مسواک پر۔ جس کی وجہ سے چالیس دن تک ٹھہرنا پڑا۔ خلاصہ یہ ہے کہ چالیس کے عدد کو اخلاق و اطوار میں خصوصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منی کا قطرہ خون اور مضغہ و علقہ وغیرہ چالیس چالیس دن میں بنتے ہیں۔ صوفیا کرام نے ریاضات کے لئے چلہ کشی کو اسی سے ثابت کیا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قابلیت اس کو تقاضا نہیں کرتی۔ کہ اتنی مدت انتظار کیا جائے۔ مگر ہم کو تعلیم دینے کے لئے ایسے کیا گیا۔

یتحنث اور بعض روایات میں یتحنف کے الفاظ ہیں۔ تحنف کا معنی ہے ملتہ حنفیہ پر عمل کرنا اور ملتہ حنفیہ سے ملتہ ابراہیمیہ مراد ہے۔ جن نسخوں میں یتحنث ہے اس کو یتحنف سے متبدل

کہتے ہیں۔ بہر حال یہ معلوم ہوا کہ آپ غارِ حرا میں کھانے پینے اور کھیل کود میں وقت نہیں گزارتے تھے۔ بلکہ عبادت الہی کرتے تھے اور اس کا طریقہ طریقہ ابراہیمی تھا۔ اگرچہ بالکل ملتہ ابراہیمی نہیں تھی مگر اکثر اس کی چیزیں باقی تھیں۔ مولانا شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں یہ نیچری اور مودودی کے لوگ خائفوں میں بیٹھنے کو شریعت کے خلاف اور چلہ کشی کو لارِ بنیائیت فی الاسلام کے خلاف سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ بھلا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی ضرورت پیش آئی جن کا سینہ اطهر بالکل صاف تھا تو ہم بے چارے کیا ہیں اور ہماری کیا حیثیت ہے۔ اور یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں نبوت کے ملنے سے قبل ہی بیٹھا کرتے تھے بلکہ نبوت ملنے کے بعد آپ کا خلوتوں میں رہنا اور جنگوں میں قیام فرمانا ثابت ہے۔ اور دلیل اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو ابو داؤد کی باب الحجرت میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اوٹنی دی اور فرمایا کہ اس پر سامان وغیرہ باندھ دو۔ اور پھر آپ جنگوں میں دو۔ دو۔ دو۔ تین تین دن کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چونکہ اس سے تبتل (تہائی) حاصل ہوتا ہے۔ اور اختلاط سے جو اثر دل پر پڑتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا تھانویؒ نے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو لکھا تھا کہ جی چاہتا ہے خلوت اختیار کروں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہمارے اکابر کا طریقہ نہیں ہے" اس جواب سے یہ سمجھ لینا کہ بتل اختیار کرنا اکابر کا طریقہ نہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حضرت گنگوہیؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بالکل بتل اختیار کرے ماس اور خوانق کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ ہمارے سلف کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر شریعت پر رہتے ہوئے عوائق دنیا سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کے لئے خلوت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت شاہ دلی اللہ محدثؒ اپنی متعدد تصانیف میں مختلف عبادات کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن پر مجھے مجبور کیا گیا۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی کی تقلید نہ کروں اس پر مجھے مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کمافی پڑے گی۔ چاہے کسی کی کر دو۔ چونکہ شاہ صاحب کو خلاف طبع تقلید پر مجبور کیا گیا۔ اسی وجہ سے کہیں کہیں ان کی زبان سے خلافِ تقلید بات نکل جاتی ہے۔ مگر چونکہ اجبار ہے اس لئے جلدی منہل جاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے کہ ہندوستان میں بلا تقلید خفیہ چارہ نہیں ہے۔ نیز! فرماتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ توکل اختیار کروں ترک اسباب کے ساتھ اسی طرح میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ کی افضلیت کا قائل ہو جاؤں۔ کیونکہ وہ بچپن میں اسلام لائے۔ اور اسلام کے اندر ان کا نشوونما ہوا۔

اس کے علاوہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت میں اتنے قریب ہیں کہ حجاز زاد بھائی ہیں۔ اور صوفیاء کرام کے سارے سلاسل تقریباً انہی سے ملتے ہیں۔ بخلاف حضرات شیخین کے کہ ان کی زندگی ایک ہتھ کفر میں گزرا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں بھی اتنے قریب نہیں۔ لیکن مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ میں حضرات شیخین کی نفی صلیت کا قائل ہوں۔ جب میں نے وجہ دریافت کی تو بتلایا گیا۔ کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ سے میری ظاہری شریعت کا تحفظ ہے۔ اور حضرت علیؓ سے باطنی شریعت کا۔ اور ظاہر باطن پر مقدم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر شریعت کے جو کام ہیں۔ ان کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور یہی مطلب حضرت گلگوئیؒ کے فرمان کا بھی ہے کہ ظاہر شریعت کے پابند بنے رہو۔ یہ نہیں کہ درس و افتاء چھوڑ کر بالکل گوشہ نشین بن جاؤ۔ بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ بزرگوں کا یہ چلہ بھی اسی سے مانوڈ ہے۔ اصل ماخذ تو قرآن شریف کی آیت۔ واذ اعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃً واثمناہا بعشر ہے۔ کیونکہ اس آیت موسیٰ علیہ السلام کو بھی چلہ گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسرا ماخذ کتاب القدر کی وہ روایت ہے جس میں آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن مٹی کا قطرہ لطفہ کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علتہ اور پھر چالیس دن بعد مضغہ بنتا ہے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اربعینہ کو احوال کے تغیر میں بہت دخل ہے۔ اور میرا تو یہ بھی خیال ہے کہ تبلیغ والوں کے یہ تین چلتے اسی حدیث سے مانوڈ ہیں۔ کہ اس میں کچھ تیار ہو جاتا ہے اور علماء کے لئے سات چلتے اس کے نشوونما کی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ملت ابراہیمی کے مطابق ہوتی تھی یا نہ یہ وہاں بطریقہ عبادت تعلیم کیا گیا تھا یا عبادت سے مقصود اللہ کا ذکر اور اس سے تعلق قائم کرنا تھا۔ ہر فطرت سلیمہ اس کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زائد سلیم الفطرت ہیں۔ تو اس کے مقتضیٰ پر کہ اقرار بوجہیت و وحدانیت اقدس ہے عمل کریں گے اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ کسی کے پاس دعوت اسلام نہ پہنچی ہو لیکن پھر بھی اس کے لئے وحدانیت کا اقرار و اعتراف ضروری ہے۔

حتی جاءہ الحق یہ غایت محذوف کی ہے۔ ای لم یزل ہکذا حتی جاءہ

الحق ای الوحی یا مصناف محذوف ہے۔ ای رسول الحق وھو جبرائیل علیہ السلام
یا رجعت الحق وفضل الحق کے معنی ہیں۔ فجاءہ الملک یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ الملک میں الف لام عہد خارجی

کا ہے۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

قبل ان یذرع الی اہلہ بعض روایات میں ہے کہ کبھی کبھی ایک ماہ تک نہیں لوٹتے تھے۔ چنانچہ مسلم میں ہے۔ جاوردت بحراء شہراً۔

فقال اقراء یہاں یہ اشکال ہے کہ جب فرشتے کو معلوم تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاری نہیں ہیں اور پڑھے لکھے نہیں تو فرشتے نے قرأت کا حکم کیسے دے دیا۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ پڑھانے کی ابتداء ہے۔ جیسے کوئی استاد چھوٹے بچے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ منا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے۔ پیارے بسم اللہ کہہ دے۔ تو یہاں بھی جبرائیل علیہ السلام نے قرأت کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ تعلیم قرأت کا حکم دیا ہے۔ لیکن حضورؐ نے ظاہر الفاظ سے یہ سمجھا کہ مجھے قرأت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی لئے جواباً مانا بقاری فرما دیا۔

حتی بلغ منی الجہد جہد بمعنی مشقت اور جہد بضم الجیم طاقت اور وسعت الجہد فاعل اور مفعول دونوں ہو سکتا ہے۔ حتی بلغ منی الجہد مبالغہ یا مفعول ہے یعنی یا تو میں مشقت میں پڑ گیا۔ یا حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی تمام طاقت صرف کر کے مشقت میں پڑ گئے۔ یا بلغ کا فاعل غلط ہے۔ یعنی دبانا نہایت زور کا ہوا۔ تو رفع کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ مجھ کو انتہائی تکلیف ہوئی۔

کیونکہ وہ فرشتے تھے اور حضور بشر تھے۔ اور نصب کی صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ جبرائیل علیہ السلام میری طرف سے تکلیف کو پہنچ گئے۔ یعنی انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ خود پسینہ پسینہ ہو گئے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب ایک آن میں پوری قوم لوط کی بستی کو الٹ دیں تو جب وہ مشقت کو پہنچیں گے اور حضورؐ کو دبا یں گے تو حضورؐ زندہ کیسے رہیں گے۔ جواب

یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اس وقت آدمی کی شکل میں تھے اور قاعدہ ہے کہ آدمی کی ذئی میں ہونے کی وجہ سے ان کے آثار بھی ان میں آجائیں گے۔ تو اب جبرائیل علیہ السلام میں صرف انسانی طاقت

رہ گئی تھی۔ اسی نوع سے حضرت موسیٰؑ کا حضرت عزرائیلؑ کا تھپڑ مار کر آنکھ نکال دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دبانا اور پھر اقرار کہنا اس سے کس چیز کی قرأۃ کا حکم ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں

کہ سیر کی روایات میں ہے جو اگرچہ تو یہ نہیں ہیں مگر ان میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک حریر (ریشم) کا قطعہ لے کر آئے تھے جس میں یہ آیات لکھی ہوئی تھیں اس کو پیش کیا تھا جس پر آپؐ نے فرمایا ومانا بقاری۔

یہ حافظ بن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ مگر دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ اقرار فعل متعدی ہے۔ مگر کبھی اس کو بمنزل لازم کے لیا جاتا ہے۔ اور فعل کا ایجاد مراد ہوتا ہے۔ جیسے ان یسری حبصہ و لیسہم سے تیرے دشمن کا سا سودا تو نہ دیکھا نہ سنا۔ چاہتا ہے کہ کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہو۔ تو اقرار بمعنی ادبہ القرآن کے ہوگا۔ جب کہ محرو کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن دونوں تقدیر پر ایک امی کو تکلیف مالا یطاق دینے کا اشکال باقی ہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام تلقین کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تکلیف مالا یطاق تو وہ ہوتی ہے کہ نفس انسان میں طاقت نہ ہو۔ اور ایک چیز یہ ہے کہ اس طاقت کا اس کو علم نہ ہو۔ ایسے آپ کو اپنی طاقت کا علم نہ تھا۔ جیسے مولانا رومؒ نے ایک شیر کے پتے کا واقعہ لکھا ہے جو بکریوں میں رہ کر اپنی طاقت بھول گیا تھا۔ اس طرح نفوس قدسیہ کی حالت اور ہے۔ ان کے ہاں تو نظریات بھی بیدہات ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے انبیاء علیہم السلام کو ادب ہی دوسری صنف قرار دیا ہے۔

دوسری ناس ناس صفا۔ وان کانت اہم جیب عظام۔

و اما انما منہم بالعیش فیہم۔ و لکن معدن ذہب رغام۔

یعنی جیسے سونا کیچڑ میں پایا جاتا ہے۔ ایسے میں بھی ان میں پایا جاتا ہوں۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کہ ہم میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میں قاری نہیں ہوں اس غلط فہمی کو زائل کرنا ہے۔ اور اس طاقت کو دکھلانا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز ذہن میں راسخ ہو جائے اُسے آہستہ آہستہ زائل کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپؐ نے چالیس برس لوگوں میں پرورش پائی۔ تو ایسے ہی خیالات پیدا ہوئے اس لئے ان کو زائل کیا گیا۔ اور اس کے مانجنے کے لئے بلکہ زنگ دور کرنے کے لئے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لئے تین دفعہ دبایا گیا اور اسی وہم کو زائل کیا گیا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ کاملوں کے نفوس سے ناقصوں کے نفوس پر اثر ڈالا جاتا ہے اہل تصوف اسے توجہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ توجہ کی کئی اقسام ہیں۔ مشائخ نقشبندیہ حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں۔ اور طالب کے قلب کی طرف خیال کرتے ہیں۔ مشائخ قادریہ اور چشتیہ کا اور طریقہ ہے۔ غرضیکہ اس طریقہ کا نام توجہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مریدوں کے قلوب کی نجاسات کو دور کرنے میں مرشد کو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ جس قدر ماں کو بچے کے چیتھڑے دھونے میں تکلیف

ہوتی ہے۔ بہر حال یہ توجہ وہی ہے جیسے "وَيُزَكِّهِمْ" فرمایا گیا۔ یعنی اپنی قوت روحانی سے قلوب حاضرین کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں۔

توجہ کی چار قسمیں ہیں (۱) انکاسی (۲) القائی (۳) اصلاحی (۴) اتحادی۔

۱۔ انکاسی توجہ یہ ہے کہ شیخ کی مجلس میں بیٹھے شیخ کا قلب صاف ہے اور انوار کا مجمع ہے اس کی مجلس میں بیٹھنے سے قلوب الناس پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کی وجہ سے غفلت دور ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اور مؤمنین کی شان میں فرماتے ہیں۔ اِذَا رُؤِیَ اِذَا ذِکَرَ اللّٰہِ۔ یہ کمزور توجہ ہے۔ جیسے کوئی عطر لگا کر بیٹھے۔

۲۔ توجہ القائی کی صورت یہ ہے کہ ریاضات میں مشغول ہو۔ ذکر اللہ کی تیاری کی مرشد نے اس میں ایک دیاسلانی لگا دی۔ جیسے بتی پہلے روشن نہیں تھی دیاسلانی لگانے سے جلتی رہے گی۔ توجہ اپنی طرف سے تیاری ہو۔ فیض باقی رہے گا۔ لیکن اس میں دو نقصان ہیں۔ ایک تو یہ کہ مثلاً کوئی چراغ لئے جا رہا ہو۔ اور سخت آندھنی چل پڑے تو چراغ بجھ جائے گا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک جوگی کو دیکھا کہ اپنے شاگردوں پر توجہ ڈال رہا ہے۔ تو یہ مقابلے کے لئے بیٹھ گیا تو چاروں طرف ظلمت چھا گئی پھر شیخ کے پاس آئے شیخ نے کہا کہ تم گئے کیوں! اب میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور شہر کے ایک شیخ کے متعلق کہا جو رستی بٹ رہے تھے۔ اس بیٹنے سے ان کی ظلمات چلی گئیں۔

۳۔ توجہ اصلاحی یہ ہے کہ جو کدورات ہیں ان کو بھی دور کیا جائے اور مجاری سے کدورات دور کر کے ان سب کے اندر روشنی بھر دی جائے۔ یہی تزکیہ ہے۔ کہ اس میں پوری اصلاح کی گئی۔ مگر فائدہ بمقدار ظرف ہوگا۔ جس قدر قابلیت ظرف میں ہوگی اسی قدر فائدہ بھی ہوگا۔

۴۔ توجہ اتحادی یہ ہے کہ کامل اپنی روح کو ناقص کی روح سے متحد کر دے جیسے دودھ کو پانی سے ملایا جائے توجہ متحد بن جائے گا۔ تو جو کیفیت کامل کی تھی وہی ناقص کی ہو جائے گی۔ یہ سب سے قوی ہے۔ اس کا نہ ہر شخص مالک ہے اور نہ ہر وقت ہوتی ہے۔ ہضرت خواجہ باقی باللہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے گھر مہانوں کے کھلانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ پاس والے نانباتی نے رحم کھایا اور عمدہ کھانا کھلا دیا۔ اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس نے کہا مجھے اپنا سا بنادو۔ آپ نے فرمایا تم سے اس کا تحمل نہیں ہو سکے گا۔ اس نے کہا کہ پھر نہیں دینا چاہتیے۔ آخر حجرہ میں

لے گئے توجہ اتحادی قرائی۔ باہر نکلے تو دونوں ایک جیسے تھے۔ فرق اتنا تھا کہ خواجہ صاحب کی حالت اطمینانی تھی اور ان کی اضطرابی۔ تین دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تفصیل فرماتے ہیں۔ ففطنی الثالثة اس حدیث کے اندر یہ لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ اس سے علما ظاہر نے استدلال کیا کہ اسٹاذ کو تین مرتبہ شاگرد کو متنبہ کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ کیونکہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام معلم تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعلم تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کے اسٹاذ کیسے ہو گئے۔ تو کہا جائے گا کہ ان کا پڑھانا قبل از نبوت تھا۔ اور پڑھتے پڑھتے حضور کا مرتبہ بلند ہو گیا۔ اور بعض مرتبہ شاگرد اسٹاذ سے فوقیت لے جاتے ہیں۔ ان غلطیوں کے متعلق علما باطن یہ فرماتے ہیں کہ غلطی ادنیٰ اس واسطے تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے اقرار فرمایا آپ نے ما انا بقاری فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ عوائق بشریہ مانع ہو رہے ہیں۔ ان سے فارغ کرنے کے لئے ایک مرتبہ بھینچا اور دوبارہ تحصیل ملکیت کے لئے بھینچا تیسری بار اتحاد بالملیکۃ حاصل ہونے کے واسطے بھینچا۔ اتحاد بالملیکۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں کہ مشائخ جو مریدین پر توجہ ڈالتے ہیں وہ چار قسم ہے۔ سب سے پہلی قسم انکاسی ہے جو سب سے ضعیف ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فی نفسہ مرید میں کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ کے پاس بیٹھنے سے شیخ کا عکس اس کے قلب پر پڑتا ہے۔ مجاہدہ اور مشائخ کی صحبت سے قلب کے اندر ایک صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جن سے وہ مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر اشیا منعکس ہونے لگتی ہیں۔ اور اس کے دل کے اندر اثر پڑتا ہے۔ یہ نسبت سب سے ادنیٰ درجہ کی ہے۔ کیونکہ اس کی بقا اس وقت تک ہے جب تک شیخ کی مجلس میں رہے۔ اور جب وہاں سے دور ہو گا وہ نسبت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے آئینہ جب تک سامنے ہے۔ اس کے اندر عکس موجود رہے گا اور جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو عکس بھی ختم ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نسبت پختہ نہیں ہوتی اس نسبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فردش کے پاس رہتا ہو۔ توجہ تک وہ اس کے پاس رہے اس کا دماغ عطر سے معطر ہوتا رہے گا۔ جب وہاں سے اٹھے گا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔

دوسری نسبت جو اس سے اونچی ہے اس کا نام القائی ہے۔ کیونکہ یہاں شیخ اپنی نسبت کو مرید

کی طرف القا کرتا ہے۔ اور اپنے انوارِ باطنہ اور قوتِ روحانیہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اب مرید میں کچھ صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہ درجہ اول سے قوی ہے مگر ہے یہ بھی ضعیف۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے چراغ جب تک اس میں تیل رہے گا اور سخت ہوا سے محفوظ رہے گا جلتا رہے گا ورنہ بجھ جائے گا۔ اسی طرح شیخ اپنے قلب سے انوار کا تیل اس کے چراغ میں ڈالتا ہے۔ اور اپنی قوتِ نورانیہ سے اس کو روشن کر دیتا ہے۔ اب مرید کا کام یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرے۔ اور معاصی کی ہوا سے اس کی حفاظت رکھے بالخصوص نظر بند سے کہ وہ سم قاتل ہے۔

تیسری نسبت اصلاحی ہے۔ یہ اول دوم سے بہت قوی ہے کہ اس کے اندر مرید اپنے قلب کو ریاضات اور مجاہدوں سے بالکل صاف کر لیتا ہے۔ اور شیخ کے توجہ ڈلنے پر اس کے انوارات پوری طرح حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی محنت کے بعد نہر کھودے اور اس کو بالکل صاف کرے اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے جس کی وجہ سے اس کی نہر میں بھی پانی آجائے۔ اب اس نہر میں اگر کوئی خس و غاشاک اور مٹی وغیرہ آئے گی تو پانی کے دباؤ سے خود بخود بہتی چلی جائے گی۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من قال لا اله الا الله دخل الجنة اس پر حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا دان زنی وان

سرق تو آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا وان زنی وان سرق علیٰ ربحم انف ابی ذر (الحديث) چوتھی نسبت نسبت اتحادی ہے کہ شیخ کے ساتھ طبعیت اتنی متحد ہو جائے۔ جو اس کے قلب میں آئے وہی مرید کے قلب میں آئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے جو یہاں تین مرتبہ بھیجا وہ اسی نسبت اتحادی پیدا کرنے کے لئے کیا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت حاصل تھی وہ نسبت اتحادی تھی۔ یہی وجہ ہے جو آپؐ سے صادر ہوا وہی ابوبکرؓ صدیق سے صادر ہوا مثلاً اساری بدر کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ تھا کہ سب کو فدیہ لے کر بھجور ڈیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کہ سب کی گردن اڑا دی جائے اور اسی طرح جب صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ غصے سے بھرے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں کیا یہ دین حق نہیں ہے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ ہاں واقعی میں اللہ کا سچا نبی ہوں اور ہمارا دین برحق ہے اور تم حق پر ہو۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ایسا کیوں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا ہی مناسب ہے۔ حضرت عمرؓ یہاں سے اٹھ کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور وہی بات کہی جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر آئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی لفظ بلفظ وہی جواب دیا۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے۔ اسی اتحاد کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اگرچہ اس وقت خدا نخواستہ حضرت عمرؓ یا اور کوئی خلیفہ بن جاتا تو کہرام مچ جاتا۔ اس لئے کہ ایک طرف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہوتا۔ اور دوسری طرف چونکہ وہ اتحاد حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں تھا تو یقیناً کچھ نہ کچھ کام خلاف بھی صادر ہو جاتے اسی لئے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے جب وفات نبوی کا صدمہ کچھ ٹھکا ہو گیا اور انتظامات درست ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو بنا لیا گیا۔ کیونکہ اب ضرورت انہی کی تھی۔ یہاں فوج بھیج دیاں فوج بھیج یہ انتظام وہ انتظام اس کی سرکوبی اس کی تادیب یہ سب حضرت عمرؓ ہی کر سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل الوحی جو چھ ماہ ریاضت اور مجاہدہ میں گزارے جس کے اندر منامات اور رؤیا صالحہ کا خوب درود ہوا۔ تو اس وقت آپ کا قلب مبارک صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے ملاقات کی تو نسبت انکاسی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد غلط اولیٰ سے نسبت القائی اور غلط ثانیہ سے نسبت اصلاحی اور غلط ثالثہ سے نسبت اتحادی پیدا ہوئی اور پھر اس کے بعد تیرہ سال قبل از ہجرت جو معارج اور منازل طے فرمائے وہ بعد کی ترقیات ہیں۔

اقرا باسم ربك الذی خلق یہاں چند باتوں کا جانا ضروری ہے اول یہ کہ سب سے پہلے قرآن پاک کا کون سا حصہ نازل ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اقرآ کی اولین پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ نازل ہوئی اور تیسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ ان تینوں کے درمیان علمائے جمع کی صورت بیان فرمائی ہے کہ اولیت حقیقیہ ان پانچ آیات اقرآ کو حاصل ہے اور پوری سورۃ جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تو وہ سورۃ فاتحہ ہے۔ اور چونکہ اقرآ کی ان آیات خمسہ کے نزول کے بعد فترۃ الوحی واقع ہو گئی تھی۔ تو تین سال کے بعد سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہاں تینوں کے

اند مختلف ہیں۔

دوسری بات جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علامہ زمخشری نے بسم اللہ کا متعلق اقرآنا ہے جو بسم اللہ سے مؤخر ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہاں اقرآ کو اسم رب سے مقدم لایا گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اقرآ بسم ربک میں جو اقرآ ہے اس کا تعلق اقرآ بسم ربک سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بطور تنبیہ کے ہے۔ جیسے ایک استاد اپنے شاگرد کو تنبیہ کرتا ہے۔ فی الحقیقت اس کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی اقرآ بسم ربک الذی اقرآ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے امر بالقرآۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلسل انکار ہوا تو اس سبب سے اس میں اہمیت پیدا ہو گئی۔ بنا بریں اقرآ کو مقدم کیا گیا۔

اور تیسری بات یہاں یہ ہے کہ آیت کریمہ اقرآ بسم ربک میں ابتداء نہ تو اسم جلالت یعنی لفظ اللہ سے ہو رہی ہے۔ حالانکہ وہ اسم ذات ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اسم اعظم بھی ہے۔ اور نہ ہی اسماء جلالت یعنی الرحمن اور الرحیم سے ہو رہی ہے۔ بلکہ اسم رب سے ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اور تربیت الشیء یہ ہے کہ اس کی ساری چیزوں کی کفالت کی جائے۔ جیسے ماں بچے کی کفالت کرتی ہے۔ کیونکہ بچہ نہ خود اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے۔ اس لئے سب امور کی نگہداشت ماں ہی کرتی ہے۔ اسی لئے رب العالمین سب کی کفالت کرتے ہیں۔ اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مانا بقاری فرما رہے تھے۔ تو اسم رب سے شروع کر کے متوجہ کیا کہ رب کے نام سے پڑھو وہ رب العالمین جو ضروریات قرآۃ وغیرہ کی پیش آئیں گی وہی سب کی کفالت کرنے گا۔ اور پڑھنے کو آسان فرمائے گا۔ اس کے بعد مزید شان ربوبیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا۔ خلق الانسان من علق یعنی جس ذات نے ایک لطفہ ناپاک اور پانی کے قطرے سے افضل المخلوقات اور احسن المخلوقات کو پیدا فرمایا وہی قرأت بھی سکھلا دے گا۔ مزید ترقی کرتے ہوئے فرمایا علم بالقلم کہ جو ذات ایک بے جان شے یعنی قلم کے ذریعہ سے علم سکھاتی ہے۔ اور آدمی علم سیکھ جاتا ہے۔ تو اگر وہ ذات ہی براہ راست علم سکھانے پر اتر آئے تو کیسے علم نہیں سیکھ سکتے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ علم بالقلم سے اشارہ فرمادیا ہو۔ کہ علم کو قلم سے مقید کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ قید العلم بالکتاب

یہ اسی جملہ کی شرح ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ علم قلم سے مدتوں باقی رہتا ہے۔ چنانچہ یہی سجاد بنی شریف جو میری تحقیق کے مطابق ۱۲۳۳ھ میں مکھی گئی آج ایک ہزار برس سے زائد ہو گئے اسی طرح باقی ہے۔ اگر کوئی حفظ یاد کرتا تو کچھ ہی دن باقی رہتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ باسم ربک اسی اقرا کے متعلق ہے مگر اس جگہ عارض کو اہمیت دی گئی ہے۔ اصلی کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ آپ کو ابتداً قرآء کے متعلق کہا جا رہا ہے۔ اگرچہ اہمیت ذاتیہ باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مگر اہمیت عارضہ قرآء کو حاصل ہوگی بنا بریں اس کو مقدم کیا گیا۔ پھر آپ کو قرآء کے متعلق استبعاد تھا ان آیات خمسہ سے اس کو زائل کر دیا گیا۔ کہ انسان ابتدا میں معدوم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے موجود کیا۔ پھر علقہ سے بدل کر اس کی یہ حالت ہے کہ حی و مرید وغیرہ ہے۔ تو جس ذات نے انسان کو ایسا بنا دیا اس ذات سے کیا بعید ہے کہ وہ ایک امی کو عالم بنا دے اسی استبعاد کے رفع کے لئے ایک دوسری چیز بیان کی گئی۔ کہ انسان تو ذی ارادہ ہے۔ مگر قلم غیر ذی روح ہے۔ اس کے باوجود اس کے ذریعہ سے علوم سابقہ پائے جاتے ہیں۔ اگر ایک امی کے ذریعہ علوم الہیہ کا اظہار کیا جائے تو کیوں مستبعد ہے۔ اور دوسری چیز یہ فرمائی کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو کسی چیز کو نہیں جانتا تھا۔ اسے قدرت الہیہ سے علم دیا گیا۔ تو ان تین مشاہدات کے ذریعہ سے اس استبعاد کو رفع کیا گیا۔ کہ یہ سب قدرت خداوندی کے مظاہر ہیں۔ ورنہ ذہن اور قلم کے ذریعہ سے علوم کا جمع ہونا قرین عقل نہیں ہے۔ دماغ ایک چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ الغرض ان مشاہدات سے آپ کا استبعاد رفع ہوا۔ اس کے بعد جو علوم آپ کو دئے جائیں گے تو ان کو باسانی اخذ کر سکیں گے۔ اور جبرائیل علیہ السلام محض سفیر ہیں اس سے ان کی فضیلت لازم نہیں آتی۔ من حیث الکل تو آپ افضل ہیں۔ اگر فضیلت جزئی جبرائیل علیہ السلام کو حاصل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہا ان الفاظ کی وجہ سے قرآن مجید کا حادث ہونا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تکلم بالقرآن الآن تو حادث ہے۔ جیسے شیخ سعدی کی کتاب کے الفاظ جو کہ آج سے پانچ چھ سو سال پہلے کے ہیں اس اعتبار سے کہ ہم اب پڑھ رہے ہیں۔ وہ آج کے الفاظ ہیں اور اس اعتبار سے کہ شیخ سعدی کی زبان سے نکلے ہیں وہ آج سے چھ سو سال پہلے کے ہیں۔ ایسے قرآن مجید کا حکم ہے۔ بنا بریں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ القرآن

کلام اللہ مکتوب فی المصاحف محفوظ فی صدورنا مقرر بالسنن غیر حال فیہا۔ تو لفظی بالقرآن و کتابی بالقرآن و لفظی بالقرآن و حادث و لکن القرآن قدیم۔ کتاب اصل میں مؤلف کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ کتاب اور قاری کی طرف منسوب نہیں ہوتی۔ ایسے ہی قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ازل میں تالیف فرمایا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں خط عثمانی پیدا ہوا۔ اس مسئلہ کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ کی شہادت ہوئی۔ اور خود حنابلہ کو ضبط ہوا۔ کہ جلد اوراق اور نقوش وغیرہ سب کو قدیم کہہ دیا۔ حالانکہ روزمرہ کی چیزوں کو بھول گئے۔ آج بھی انہی ادہام کی وجہ سے قرآن مجید پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

فرجع بہا رسول اللہ۔ بہا کی ضمیر ان آیات کی طرف راجح ہے۔ آپؐ نے ان کو حفظ کر لیا حالانکہ آپؐ اسے مستعد سمجھ رہے تھے۔ اور ممکن ہے کہ بھاکا مرجع وہ کیفیت ہو جو پہلے گزر چکی ہے۔ اور اس میں بآسبیتہ کی ہو۔ بسبب ہذہ اکیفیتہ پہلی صورت میں بآبھنی مع کے تھا۔

یرجع فؤادہ دوسرے معنی کی تائید کرتا ہے۔ قلب پر جب اثر پڑا تو یکپس طاری ہو گئی۔ اور قلب پر صدمہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے تھا اگر شبہ ہوا کہ قلب کو کیوں نہیں دبایا گیا۔ جسم کو کیوں دبایا گیا۔ تاکہ صدمہ جسم کو ہوتا قلب کو کیوں ہوا۔ جواباً تو کہا جائے گا کہ جسم کا صدمہ قلب کو ہوتا ہے اور قلب کا جسم کو۔ ہر ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے رہتے ہیں۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ثقل کی وجہ سے یہ صدمہ ہوا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ سَنُلْقِيْ

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۔ اولاً جب یہ آیات نازل ہوتی تھیں تو قلب متاثر ہوتا تھا اور بالفتح وبالعرض تمام جسم پر اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ عرب جب مالابار میں پہنچے ہیں اور وہ کشتی سے اترتے تو دیکھا کہ ان لوگوں نے ایک لڑکی کو ہانگھا رہنا رکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہاں ایک مکان میں ایک دیورہتا ہے۔ اور ہر سال ایک حسین و جمیل لڑکی مانگتا ہے۔ تو جب ایک صحابیؓ نے قرآن مجید پڑھا تو وہ اس مکان سے نکل بھاگا۔ اگرچہ ہمیں قرآن مجید کا ثقل محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اسے جنات پر پڑھا جائے تو وہ چیخ و پکار کرتے ہیں۔ ہمارے لئے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ فرمایا گیا

ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کے ساتھ متحد کیا۔ تو کیفیات روحانیہ کی وجہ سے اثر پڑا قلب کو کچھ اضطراب لاحق ہوا۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جب انسانی زہک کو آپؐ کے قلب اطہر سے زائل کیا گیا۔ تو یکبارگی مٹانے سے تکلیف

ہوئی تو یکپہی کا طریق ہوا۔

زملونی زملونی ای لقونی جب قلب کے اندر اضطراب ہو تو اس کا اثر تمام بدن پر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ لحاف میں پٹے گئے۔ کیونکہ یکپہی کو لحاف وغیرہ کے ذریعہ سے دفع کیا جاتا ہے۔ اور لفظ جمع کا یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کی بیٹیاں یا خادماں تھیں یا تعظیم کے طور پر بولا گیا۔ البتہ یہ شبہ باقی رہا کہ زملینی کہنا چاہیے تھا جب کہ مخاطبہ ایک تھیں۔ تو کہا جائے گا کہ جس

طرح انہما کانت من القانتین فرمایا گیا من القانتات نہیں بولا گیا جس کے بارے میں جہور فرماتے ہیں کہ قنوت، رجال کی صفت ہے نہ اس کی نہیں ایسے یہاں بھی جو اب حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ وہ بھی رجال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے جمع نہ کہ کا صیغہ لایا گیا قالہ اشخ نہ فی۔ فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد (قولہ اشخ زکریا) حضرت خدیجہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی اور چہیتی بیوی تھیں۔ ان کی عمر چالیس برس کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی اب یہیں سے ان آریوں کا اشکال ختم ہو گیا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام شادیاں اپنی گیارہ عورتوں سے نکاح شہوت پرستی کی بنا پر کئے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک بھلا جب حضور پرانی بھری ہوئی بیوی تھے اور خوب شباب کا زمانہ تھا اس وقت آپ نے ایک پر قناعت کی جو کہ بیوہ بھی تھی اور جب آپ خود بوڑھے ہو گئے تو پچاس سال کی عمر میں ان کی وفات پر دوسری عورتوں سے نکاح شروع کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تعداد ازدواج میں یقیناً کوئی مصلحت تھی وہ یہ کہ ان کے ذریعہ دین کو فروغ ہو۔ ورنہ آپ اپنی جوانی میں ضرور کسی جوان عورت سے نکاح فرماتے۔ نیز! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہوت کی ہی غرض سے نکاح کرنا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کیوں الحاکم کرتے جب کہ ابتدا دعوت اسلام کے وقت قریش نے آپ کے سامنے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ کو نکاح کی غرض ہے تو آپ جس لڑکی سے چاہیں نکاح کر لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے چل کر سیدھے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کا گھر تھا اور مصیبت کے وقت آدمی اپنے گھر کی طرف واپس آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہؓ ابکبرؓ آپ کی بیوی تھیں۔ اور جب پریشانی کی بات ہوتی ہے تو آدمی بیوی سے کہتا ہے۔ فقال زملونی زملونی پہلے بات یہاں پر وہی ہے کہ تیفصد عرقا پر زملونی زملونی سے اشکال ہوتا ہے۔ کیونکہ تیفصد عرق کا تقاضا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اور زملونی کا تقاضا یہ ہے کہ سردی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ جب کسی کو سردی لگتی ہے تو اس کو لحاف وغیرہ اٹھاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی عین نزول وحی کے وقت محسوس ہوتی تھی۔ جب کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکتا تھا۔ اس کے بعد جب آثار ختم ہو گئے۔ پسینہ صاف کیا۔ اس کے بعد جو سردی لگتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ پسینہ آنے کے بعد جب ہوا لگتی ہے تو سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو روایات وحی کے ذکر میں آتی ہیں۔ ان میں پسینہ اور گرمی کا ذکر ہے۔ چادر اور کپل اوڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف بھی ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سردی کے اثرات زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ پھر جب طبیعت مبارکہ کو خورگ ہو گئی تو چادر اوڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ دوسرا جواب اصل اشکال کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ آدمی کو جب خوف لاحق ہوتا ہے تو وہ چادر اوڑھتا ہی ہے۔ خواہ اس کے ساتھ حواریت ہو یا نہ ہو۔ زمین کی بجائے زلوفی فرمانا اس لئے تھا کہ ایسے مواقع خدمت پر محاورات میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتے چنانچہ گھر جا کر عام طور سے بیوی سے کہا جاتا ہے کہ کھانا لاؤ۔ یہی جواب رائج معلوم ہوتا ہے۔

لقد خشيت على نفسي میں لام مؤنثه للقسم ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے بارہ تیرہ اقوال نقل کئے ہیں۔ لقد خشيت على نفسي ان اکون مجنوناً اور بعض نے کہا کہ ان الاآتی رجل من جان او شيطان لیکن یہ جواب بالکل غلط ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ حالانکہ ہر نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے کہ امت کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۳۔ حضرت منگو ہی فرماتے ہیں کہ آپ کو خوف اس وجہ سے پیش آیا۔ کہ نہ معلوم عبائت کا تحمل ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

۴۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت خدیجہؓ کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے فرمایا کیونکہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی میں یہ فرمادیتے کہ میرے اوپر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ان کو یقین نہ آتا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی بڑائی کی بات کرتا ہے۔ تو دوسرے کو ناگوار ہی ہوتی ہے۔ اگر تواضع اور عاجزی کے ساتھ بات کرے تو طبیعت خود بخود پسچ جاتی ہے۔ تو اولا حضرت خدیجہؓ کو مانوس کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔ کہ اپنے ہی

ترجمہ کہ آنے والا آدمی نبی تھا یا شيطان تھا۔

خوف کا اقرار کر لیا۔ اور حضرت خدیجہؓ نے جب آپؐ کا یہ نکسر دیکھا تو آپؐ کے اوصاف جمیلہ شمار فرما کر آپؐ کی ڈھارس بندھا دی۔

۵۔ حضرت شیخ زکریا مرموم فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خوب دبوچا تھا۔ اس لئے آپؐ کو اپنی موت کا خوف ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دوبارہ دبوچا تو کہیں موت واقع نہ ہو جائے۔

۶۔ حضرت مدنیؒ ابن حجر کے اس قول کو نقل فرماتے ہیں۔ لقد خشيت على نفسي من الموت او المرض او دوام المرض ان تينون معاني كوراج قرار دیتے ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو درجہ شک میں متصور کرتے ہوئے اس آنے والے شخص کو جن یا شیطان یا اپنے آپ کو مجنون اس لئے ظاہر کیا کہ یہ سیاست تھی۔ ورنہ آپؐ کو تو یقین تھا اگر اولاً اس کا ذکر کر دیتے تو پھر تبلیغ مشکل ہو جاتی۔ گھر میں جھگڑا ہو جاتا۔ جب اپنی اضطرابی حالت ظاہر کی۔ بصورت مخالف اپنے آپ کو پیش کیا۔ تو اس پر حضرت خدیجہؓ کو اپنا ہمدرد بنالیا۔ جس پر انہوں نے آپؐ کو تسلی دی۔ یہ توجیہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جس قدر انکار تھا اسی قدر تاکیدات لائی گئیں۔ کلاً اور قسم وغیرہ کو اسی ازالہ کے واسطے لایا گیا۔ کیونکہ حضرت خدیجہؓ بھی فصیحہ بلیغ تھیں۔ کلاً کی علت و امتزاج نیک سے اور پھر اس کی دلیل انک لتصل الرحم سے بیان کی گئی۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے مکارم اخلاق بیان کر دیئے اور قاعدہ ہے کہ ہر بنائے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے الفت ہوتی ہے۔ اور ہر پالنے والے کو اپنی پروردہ سے محبت ہوتی ہے۔ ایسے باری تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے الفت ہے الخلق عیال اللہ فرمایا گیا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مایخزیک اللہ ابداسے حضرت لنگوہیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپؐ کا یہ سارخوف اسی وجہ سے تھا کہ شاید آپؐ ابدائے نبوت کا تحمل نہ کر سکیں۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ خلق خدا کی خدمت تین طرح سے (۱) اقارب۔ اباعد کی خبر گیری کرنا۔

(۲) اعانتہ بالجسم والمال حالانکہ المال شقیق الروح کہا گیا ہے اور چڑھی جائے و مڑی نہ جائے۔ کہادت مشہور ہے۔ پھر کسی کو دینا بغیر کسی توقع کے اور ایسے لوگوں کی امداد کرنا جو بالکل عاجز ہوں۔ بالکل مشکل کام ہے۔ اسی طرح اپنے قول اور عمل میں صداقت سے کام لینا یہ بھی مکارم اخلاق میں ہے۔ اگرچہ آپؐ ان مکارم اخلاق

کو جانتے تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ بطور دعویٰ مع البیتہ کے مکارم کو پیش کر رہی ہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ محبوب ہیں۔ اور اس کے عیال کے خدمت گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جن بھوت کے سپرد کر کے کیسے تکلیف دے سکتے ہیں۔ یہ جواب حضرت خدیجہؓ کا دانشمندانہ تھا۔ جس کو آپ نے پسند فرمایا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ان سے زیادہ محبت ہو گئی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی محنت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے ازدواجِ مطہرات میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ آتی تھی۔ جس قدر ان پر غیرت آتی۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا لیکن آپ ان کا ذکر کثرت سے کرتے اور ان کی سہیلیوں کو تنھے تحائف بھیجتے تھے رضی اللہ عنہا۔

انک لتصل الرحم صلہ رحمی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ان سے تعلقات بہت ہوتے ہیں۔ عموماً خلافِ طبیعت امور پیش آتے ہیں۔ برابر والے کی رضامندی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ الکل من لا یستقل باہرہ یعنی جو خود اپنی ضروریات کا تکفل نہیں ہو سکتا۔ کل کے معنی ثقل اور بوجھ کے ہوتے ہیں پھر اس ہر شخص کو کہنے لگے جو ثقیل اور بوجھل ہو جائے جس سے کوئی امید نہ ہو۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے تمام اوصاف میں سے سب سے پہلے صلہ رحمی کو ذکر کیا۔ کیونکہ غیر کے ساتھ حسن سلوک کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی کی حالت گری ہوئی دیکھی اس کے ساتھ احسان کر دیا۔ مگر چونکہ قرابت داروں کے ساتھ ہر وقت سابقہ پڑتا ہے۔ اور ان کی نرم و گرم سننی پڑتی ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ اگر احسان کرنا بھی چاہے گا تو وہ سختیاں اور بے عزتیاں یاد آ کر طبیعت رک جائے گی تو حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے اسی کو بتلایا کہ آپؐ تو دوسروں کی غلطیوں کو خیال میں لائے بغیر صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پھر کیسے خدا آپ کو ضائع کر دے گا۔ یاد رہے کہ جو شخص جتنا زیادہ صلہ رحمی کرے گا وہ اتنا ہی غیر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے والا ہوگا۔

وق حمل الكل یعنی آپ بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ کل بمعنی بوجھ جس سے حتیٰ اور معنوی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

ونتکب المعدوم حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسب مجرد ہو تو متعدی الی المفعول الواحد ہوگا۔ اگر مزید سے ہو تو متعدی الی المفعولین ہوگا۔ کسب اکثر متعدی الی مفعول واحد ہوتا ہے یہی مشہور ہے مگر کبھی مجرد بھی متعدی الی المفعولین ہوتا ہے۔ المعدوم روایت مشہور میں ہے اور المعدوم بھی آیا ہے معدوم

بمعنی مفلس اور معدوم ضد موجود کی ہے۔ اس کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ اگر تکسب مزید ہے تو اس کے معنی ہوں گے تکسب المعدوم المال یعنی اسے راس المال دے دیا اور وہ تجارت کرنے لگا۔ مدینہ کے لوگ کھیتی باڑی کرنے والے تھے اور مکہ کے لوگ تاجر تھے۔ ان کی تجارت گرمی میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اس لئے کہ شام سرد ملک ہے اور یمن گرم ملک۔ یا کچھ مال کسی کو ہبہ کیا۔ اور اس سے شرکت کر لی۔ یا اسے کوئی صنعت بتلا دی۔ یعنی کسی شخص کے پاس بٹھلا دیا۔ اور اس کی کفالت کی تو تکسب بمعنی تجلہ ذاکسب اور تکسب مجر وہی مزید کے معنی میں ہوگا۔ اگر المعدوم ہے تو پھر ظاہر ہے۔ اگر معدوم ہو تو فقیر کے معنی میں ہوگا۔ اس لئے کہ فقیر فقر کی حالت میں سب قوامی معدوم کر بیٹھتا ہے۔ تو معدوم سے معدوم ہی مراد ہوگا۔ لان المفلس فی حکم المعدوم اگر تکسب متعدی الی مفعول واحد ہو۔ تو اس وقت المعدوم المال مخدوف کی صفت ہوگی۔ اسی تکسب المال المعدوم او الربح المعدوم یعنی جو مال دوسرے حاصل نہیں کر سکتے۔ آپ اس مال کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اور عرب میں اس پر بھی تمدح ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص ماہر فی التجارۃ ہو۔ اور اس قدر نفع حاصل کرے کہ دوسرے نہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ کا یہی حال ہوتا۔ جس پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کو مضاربت پر مال دیا تھا۔ اور اپنا ایک غلام بھی ساتھ کر دیا تھا۔ اس مال سے آپ زیادہ نفع لائے۔ جس کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کو فریفتگی ہوئی۔ غلام نے راستہ میں آپ کے اخلاق اور احاسات سب کو دیکھا۔ احاسات قبل از نبوت کے خوارق کو کہتے ہیں۔ غلام نے دیکھا کہ بادل سایہ کئے ہوئے ہے اور درخت آپ کو سلام کرتے ہیں۔ اور اخلاق کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ خود لکڑیاں چھننے چلے جاتے تھے۔ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رفقاً سفر کے حالات کھلتے اور ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نیک آدمی کی تین صفات ذکر فرمائیں کہ سفر میں پڑوس میں اور شرکت میں رفقاً کے اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔

الحاصل جب حضرت خدیجہؓ نے مال کا نفع بھی زیادہ دیکھا۔ غلام سے آپ کے اخلاق اور احاسات بھی سنے تو اس کو آپ سے زیادہ محبت پیدا ہو گئی۔ اور یہ حضرت خدیجہؓ عرب کی متمولین عورتوں میں سے تھی۔ عقلمند اور جمیلہ بھی تھی۔ کسی عرب سے اب شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر ان واقعات کی بنا پر اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ آپ نے بوجہ فقر کے انکار فرمایا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے خود ایک طریقہ بتلایا۔ کہ حضرت ابوطالب پیام نکاح لے کر خویلد کی مجلس شراب میں

جائیں۔ چونکہ نسبی حیثیت سے آپ کا نسب عرب میں سب سے اچھا اور اونچا تھا۔ نوید نے کہا کہ خدیجہ ایسا فعل ہے کہ جس کے ناک پر ڈنڈا نہیں مارا جاسکتا۔ لیکن باپ نے جب بیٹی سے اس کا اظہار کیا تو خدیجہ نے رضا مندی ظاہر کی جس پر عقد نکاح ہوا۔ اور حضرت خدیجہ کے مال کا ہر طرح کا تصرف آپ کو عطا کیا گیا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ اسی بمال خدیجہؓ۔

اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ تکسب الرجل المعدوم یعنی جو شخص مرچکے ہے اس کی اولاد عاجز و در ماندہ ہے۔ آپ ان پر احسان کر کے اپنا بنالیتے ہیں۔ الانسان عبید الا احسان تو اب المعدوم الرجل کی صفت ہوگی۔

شیخ زکریا کا ارشاد ہے کہ اگر متعدی ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ آپ فقیر کو کمواتے ہیں یعنی دوسرے سے کہہ کر اس کی مدد کرتے ہیں۔ اگر لازم ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ فقیر کو کماتے ہیں۔ یعنی آپ اس کو مال عطا کرتے ہیں۔

تقری الضیف (قالہ المدنی) قری بمعنی مہانی کرنا۔ عموماً مہانی اس کی ہوتی ہے جو شہر کا رہنے والا نہ ہو۔ مہانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جو کہ عرب میں برابر چلی آ رہی ہے۔ اور آج بھی مہانی کا یہی عالم ہے۔ کہ بدوی اعرابی اگرچہ گھریں کچھ نہ رکھتا ہو۔ قرض لے کر مہان کے لئے پورا دنبہ ذبح کرے گا۔ اور عرب میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم مہان نوازی میں خصوصی شہرت کے مالک تھے۔ اور بنو ہاشم میں سے بھی آپ زیادہ مہان نواز تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے واردین کی روزانہ خبر گیری کرتے تھے۔ جو بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر حاتم طائی آج موجود ہوتا تو آج سخاوت پر اس کو اتنی شہرت حاصل نہ ہوتی۔ غرضیکہ تحمل الکل تکسب المعدوم اور تقری الضیف ان سب میں احسان بالا جانب پایا جاتا ہے۔

وتقین علی ذنائب الحق ذنائب جمع نائبہ کی بمعنی مصیبت کیونکہ وہ نوبت نوبت آتی رہتی ہے۔ ذنائب دو قسم کے ہیں۔ ذنائب باطلہ جو فعل شنیع کی وجہ سے وارد ہوں۔ اور ذنائب حقہ جو فعل حسن کی وجہ سے پیش آئیں تو ذنائب الحق میں اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہوگی۔ یا اضافۃ حقیقہ ہے اسی ذنائب اللہ یعنی ذنائب آسمانی۔ ان میں انسان مداخلت کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اور ایسی مصیبت میں اعانتہ بالمال والنجم و دوطرح سے ہوتی ہے۔ تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفات سماویہ غیر اختیاریہ میں

بھی مدد کرتے ہیں۔ تو آفات ارضی میں تو ضرور مدد کریں گے۔ اس روایت میں راوی نے دو چیزوں کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ ایک تصدیق الحدیث اور دوسرے ادا الالمانت یا روایت بالمعنی کر کے بعض کو بھول گیا۔ تو یہ سب چیزیں حضرت خدیجہؓ نے استدلال میں پیش کیں۔ یہ تین طریقے تسلی کے اختیار فرمائے۔

ایک شروع سے (کلا ۲) واللہ یا بخیر یک اللہ۔ اور تیسرا انک لتصل الرحمۃ اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ایک پیر مرد کے پاس لے جاتی ہیں جو کہ کامل عالم ہے۔ درقبن نوفل اور دوسرا زید بن نفیل۔ یہ دونوں شخص مکہ معظمہ کے جوانب سے نکلے ہیں۔ بت پرستی کے طریقہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ دین حق کی تلاش میں نکلے اور یہودی جبر (عالم) سے ملے۔ اس نے ان کی سمیت افزائی نہ کی تو ایک نصرانی عالم کے پاس گئے۔ اس نے بھی کہا کہ کن تدخل فی دیننا حتی تاخذ نصیباً من الضلال۔ آخر دونوں نے آپس میں کہا کہ دین ضعیف پر عامل رہو۔ وہ دین خلیلی تھا۔ درقبن نوفل تو نصرانی بن گیا۔ اور عبرانی زبان سیکھی۔ اور عبرانی کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے لگا۔ اور جب حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر گئی ہیں تو درقبن نوفل بہت سن رسیدہ ہو چکا تھا۔ اور آنکھیں بھی کھو بیٹھا تھا۔ ایسے بزرگ کی بات کا آخر اعتبار ہوتا ہی ہے۔ اس لئے آپ کو لے کر گئیں۔

قالہ شیخ زکریا۔ یہ درقبن نوفل اور زید بن نفیل ابتداءً مشرک تھے۔ فطرت سلیمہ کی وجہ سے شرک سے تائب ہو کر وحدانیت باری تعالیٰ کے قائل ہوئے۔ حتیٰ کہ زید بن نفیل تو بتوں کی مذمت میں بہت آگے تھے کہا کرتے تھے کہ ان کی پرستش کرتے ہو۔ جن کو اپنے ماتھے سے بناتے ہو۔ اور جو ہتھاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ یہ زید جب شرک سے بیزار ہوئے تو علماء یہود کے پاس گئے اور ان سے یہودی ہونے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے کہا شوق سے ہو جاؤ۔ لیکن اس مذہب سے کچھ حصہ غضب الہی کا بھی ملے گا پھر نصاریٰ کے پاس جا کر نصرانیت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان لوگوں نے کہا ہو جاؤ۔ مگر کسی قدر حقہ ضلالت کا بھی ملے گا۔ ان کے پوچھنے پر نصاریٰ نے دین ابراہیمی کے قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ جس پر انہوں نے ملت ابراہیمی کو اختیار کیا۔ اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ دوسرے ساتھی درقبن نوفل نے نصرانیت اختیار کی اور بعد میں نصرانیت کے بہت بڑے عالم ہوئے۔ کہ انجیل کو عبرانی زبان سے عربی میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اور عربی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔

فیكتب من الانجيل بالعبرانية توراة عبرانی زبان میں تھی۔ اور انجیل سریانی زبان میں۔ ورقہ بن نوفل چونکہ نصرانی تھے۔ اس لئے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عبرانی میں کر کے اپنے یہاں کے لوگوں کو دیتے تھے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عبرانیہ کی بجائے عربیہ ہے۔ کیونکہ خود ورقہ کی زبان عربی تھی جب کہ حاشیہ کے اندر العربیہ ہی واقع ہوا ہے۔ اور یہی کتاب التفسیر میں بھی آ رہا ہے۔ لیکن علمائے دونوں میں اس طرح جمع کیا ہے کہ ورقہ دونوں زبانوں میں ماہر تھے۔ عربی کے بھی کہ ان کی مادری زبان تھی۔ اور عبرانی کے بھی۔ لہذا انجیل کو سریانی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ عرب میں یہود بھی رہتے تھے۔ اور توراة بھی اسی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ تو بعض کو عبرانی زبان میں اور بعض کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے دیتے تھے۔

اسمع عن ابن اخي ورقہ بن نوفل حضورؐ کے چچا نہیں تھے۔ مگر چونکہ اہل عرب ہر بڑے کو چچا اور ہر چھوٹے کو بطور تعظیم اور شفقت کے بھتیجا کہتے ہیں۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے بھی بطور مہربان کرنے کے ابن اخ کہہ دیا۔ اور واقعہ بھی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا عبد مناف ہیں۔ جو کہ عبد العزیٰ کے بھائی ہیں۔ تو بھی ابن اخ کہنا صحیح ہوگا۔

هذا الناموس۔ ناموس کے معنی صاحب الستر کے ہیں۔ ناموس اور جاسوس ان لوگوں کو کہتے ہیں جو خبر لائیں۔ ناموس تو اس ندیم کو کہا جاتا ہے جو خیر کی خبر لائے۔ اور جاسوس وہ ندیم جو شر کی خبر پہنچائے۔ یہاں ناموس سے مراد فرشتہ ہے۔ چونکہ جبرائیل علیہ السلام حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاس خیر کی خبر لاتے تھے اس لئے ان کو الناموس کہا گیا۔

نزل الله على موسى۔ یہاں شبہ ہے کہ ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کیوں نہیں لیا۔ جب کہ ورقہ نصرانی تھے۔ علمائے اس کے کئی جواب دیتے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ چونکہ نصرانیوں کی بنسبت عرب میں یہودی زیادہ تھے ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہرت تھی اس لئے ان کا نام لیا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کی طرف سے شدت اور سختی میں مبتلا کیا گیا تھا وہ اس بات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ اس وجہ سے ان کا ذکر فرما دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت بین الیہود والنصارى مسلم تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کو صرف نصاریٰ مانتے تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی اتوری تھی۔ وہ امثال۔ عبر۔ رافہ۔ اور رحمت پر مشتمل ہوتی تھی۔ بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کے کہ اس میں ادا امر و نواہی تھے۔ جہاد اور قتال کا حکم تھا۔ تو درقہ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی آئے گی وہ ادا امر و نواہی پر مشتمل ہوگی۔ یہ علم ان کو کتب سماویہ سے حاصل ہوا کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور تھے۔

یا لیتنی فیہا جذعاً ای قویاً شدیداً۔ ہزعمہ اصل میں قوی اونٹ کو کہتے ہیں اور فیہا کی ضمیر مجرور اس ایام نبوت کی طرف راجع ہے۔ جو ماقبل سے مفہوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کاش میں ایام دعوت اسلام میں قوی ہوتا تاکہ ان کا مقابلہ کرتا جس وقت کہ وہ لوگ آپ کو شہر سے نکالیں گے۔ تو منازل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طے کرنے پڑیں گے۔ تو معنی ہوں گے جند عا اور قواشیدہ انی مدۃ دعوتک لانی مدۃ نبوتک کیونکہ یہ سب کام مشقت والے جوانی میں کئے جاسکتے ہیں بڑھاپے میں قوی مفعول ہو جاتے ہیں۔ او مخرجی ہم چونکہ اہل عرب میں عصیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے اہل قرابت کی حمایت کرتے ہیں۔ خواہ حق پر ہوں یا ناحق پر۔ دوسرے افلاق حمیدہ کی وجہ سے آپ مقبول عام ہو چکے تھے جو حجر اسود کے رکھنے کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا جس سے سب راضی ہو گئے۔ ایسے ایک پڑوسی کے مظالم بیان کرنے والے کو آپ نے ترکیب بتائی تھی۔ کہ سامان نکالنا شروع کر دو۔ جس پر وہ شرمندہ ہو کہ مظالم سے باز آ گیا۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے انشی یا تنوا کے قریب کتب سابقہ کو دیکھا جن میں مرقوم تھا کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین کی عقل کا تمام دنیا کے عقلمندوں کی عقل سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کی عقل سب سے فائق رہے گی۔ اس لئے آپ کو خبر اخراج پر تعجب ہوا۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی بہت محبوبانہ گزری تھی۔ این اور صادق کے لقب سے آپ مشہور تھے۔ بنا بریں آپ کو نکالنے کی خبر پر تعجب ہوا۔ آپ کے استعجاب پر درقہ بن نوفل نے وجہ بیان فرمائی۔

لعمیأت رجل قط بمثل ما جئت به الا عودی درقہ نے کہا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ آپ جیسی چیز (نبوت) جو کوئی بھی لے کر آیا۔ اس کو ستایا گیا اور اس سے دشمنی

کی گئی۔ ای امعادہی وعجز جی ہم وان یدر کنی دیومک انصرک نصیر اموزرر بمعنی تو یا مبلغا یہاں ورقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ورقہ حضور پر ایمان لائے ہوں گے تبھی تو مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو مسلمان مان لیا جائے۔ تو اب اول المؤمنین ورقہ ہوئے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے مقدم ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں صحابہ کی قسم اول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ قسم اول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے اصابہ کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہر حرف کے چار درجے متعین کئے ہیں مثلاً الف قسم اول الف قسم ثانی الف قسم ثالث الف قسم رابع اور طریقہ حافظؒ کا یہ ہے کہ قسم اول میں کبار صحابہ کے نام ذکر فرماتے ہیں۔ اور قسم ثانی میں صغار صحابہ کے اسماء لکھتے ہیں جن کو رویت حاصل ہے۔ اور قسم ثالث میں مخضربین کا ذکر فرماتے ہیں مخضرم وہ کہلاتا ہے جس کو حضورؐ کا زمانہ ملا ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکا ہو۔ اور قسم رابع میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی صحبت کے وہ خود منکر ہیں اگرچہ کسی اور نے ان کو صحابی کھ دیا ہو۔ ورقہ کی صحبت کا بعض حضرات نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ان کو قسم اول میں شمار کیا ہے۔ اب آیا یہ حضرت صدیق اکبرؓ سے قدیم الاسلام ہوتے یا نہیں اس لئے کہ ابتد آدمی کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ سے ورقہ سے پہلے ہی مل چکے ہوں اور ابو بکرؓ ایمان لائے ہوں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اول من آمن اس وجہ سے ہیں کہ بالتقریح اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے والوں میں سب سے پہلے ہیں۔ اور حضرت ورقہ اگرچہ مقدم ہیں مگر بالتقریح کلمہ گو نہیں کیونکہ ان کا ایمان ان کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثم لم یثب ورقہ ان توفی ورقہ بن نوفل ملک شام چلے گئے تھے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مکہ کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے ہیں۔ تو یہ اعانت کے لئے وہاں سے چل دیئے مگر راہ میں کسی نے قتل کر دیا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکہ میں ہی کچھ دنوں بعد انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ لم یثب بمعنی لم یثبت یعنی فوت ہو گئے۔ کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کریں کہ آپ ورقہ سے اخذ کر کے بیان کر رہے ہیں۔ حضرت ورقہ بن نوفل کو مؤمن کہا جائے گا اس لئے کہ وہ دین عیسوی پر تھے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاحال مأمور بالتبلیغ نہیں ہوئے تھے۔ اور انہوں نے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ کاش آپ مأمور بالتبلیغ ہوتے اور میں زندہ رہا تو آپ کی ضرور مدد کرتا۔ اس سے

وَفَرَّالْوَحَىٰ اس کے بعد تین برس تک وحی نہیں اتھری۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رہتا تھا بلکہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میکائیل اور جبرائیل علیہما السلام ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ فرات اور قطع وحی کا یہ مطلب ہے کہ کوئی فرشتہ وحی لے کر نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے قلب پر اثر پڑتا تھا۔ جیسا کہ اہل سلوک کے ساتھ قبض ہوتا رہتا ہے جس سے تڑپ اور بے قراری ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کو اس بارے میں کسی مکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ دوسرے آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو اسی وقت دوسرے یلیۃ المعراج میں اس کے علاوہ اور شکل میں نمودار ہوتے تھے۔

شیخ زکریا مرحوم لکھتے ہیں کہ یہ فترت وحی مسلسل تین برس تک رہی اس کی کیا حکمت تھی حقیقی حکمت کو اللہ تعالیٰ شانہ ہی جانتے ہیں۔ مگر بعض علما نے لکھا ہے کہ فترت اس لئے واقع ہوئی تاکہ آپ آیات منزلہ میں غور و فکر کریں۔ اور تدبر و تفکر ہو۔ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ وحی ایک وزنی چیز تھی۔ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا میں ارشاد ہے تو کچھ دنوں کے لئے اس کو روک دیا گیا۔ تاکہ طبیعت مبارکہ اس بوجھ کی خوگر ہو جائے۔ اور ثقل برداشت کرنے لگے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب وحی ایک ثقیل چیز ہوتی ہے۔ تو ہم کو اس کا ثقل کیوں نہیں معلوم ہوتا۔ بات یہ ہے کہ ہم غور و فکر ہی نہیں کرتے۔ اور اس کے متعلق نہیں سمجھتے ورنہ اکابر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔

یا پھر اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرما رکھا ہے۔ اور اس کے ثقل کو خفت سے بدل دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے وَلَقَدْ هَمَمْنَا الْفُرَّانَ لِلَّذِي كُفِرَ فَعَلًا مِنْهُ مَدَّ كُرٌّ اور بعض علمائے یہ کہا ہے کہ فرت تحصیل انس کے لئے ہوئی۔ کیونکہ اگر پہلے در پہلے اس امر ثقیل کا نزول ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ طبعیت مبارکہ میں نفرت اور وحشت پیدا ہو جاتی۔ جیسا کہ بار بار کی سختی سے بسا اوقات وحشت ہو۔ نے

لگتی ہے۔ یا اس کو یوں تعبیر کر دیکھ چونکہ جبارِ رسالت سے آپ کو خوف تھا۔ تو اس کے تحمل کے لئے مہلت دے دی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صوفیا کرام کے یہاں معمول ہے کہ جب کسی کو تلقین وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں تو اس کو کچھ دنوں کے لئے اپنے سے دور کر دیتے ہیں تاکہ اس کا علم ہو جائے کہ ہونسبت مرید کو حاصل ہے۔ وہ نسبت انکاسی تو نہیں ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا۔ تاکہ صوفیا کے لئے مشعل راہ ہو۔

قال ابن شہاب یہ تعلق نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو دہم ہو گیا۔ چونکہ ابتدا حدیث سے لے کر یہاں تک کے حالات حضرت عائشہؓ کی روایت سے بواسطہ عروہ نہ کو رہتے۔ مگر قصہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے امام نہرئؒ فرزہ دجی کے واقعہ کو دوسرے واسطے سے بیان فرما رہے ہیں۔ اور وہ واقعہ حضرت جابرؓ کی روایت میں بواسطہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن موجود ہے۔

وہو یحدث۔ لہو کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابرؓ دونوں کی طرف لوٹ سکتی ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجح ہے۔

فَرُئْتُ کہ میں مرعوب ہو گیا کیونکہ جب یہ دیکھا کہ ایک معلق کسی پر فرشتہ بیٹھا ہے تو یہ عجیب بات دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔

وَالرُّجُزُ فَاهُ جُزْ رَجَزُ کے معنی یا تو اور قبیحہ کے ہیں یا عبادۃ اللادنان کے ہیں اشکال یہ ہے۔ کہ آپؐ نے تو کبھی بتوں کی عبادت نہیں فرمائی پھر ترک کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے۔ تو جواباً کہا جائے گا کہ بسا اوقات کسی شے سے رکاوٹ اور ممانعت اس کی غایت قباحت کے پیش نظر ہوتی ہے۔ گو مخاطب نے کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ جیسے لَئِنْ اَنْ اَشْرُکْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ یا جیسے بیعت میں شیخ یُبَایِعُنَّ عَلٰی اَنْ لَا یَشْرِکُنَّ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَلَا یَسْرِقُنَّ وَلَا یُزْنِبُنَّ کے الفاظ کہلاتا ہے۔ حالانکہ ہر آدمی زانی اور چور نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ فاهجہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ الرجز فامر الجبران یعنی لوگوں کو ہجران رجز کی تبلیغ کریں۔ یا رجز کے اندر تاویل کی جائے۔ رجز کے معنی صنم کے نہیں بلکہ ذنب کے معنی ہیں صنم کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذنب کبیر ہے۔ تو آٹام کے ہجران کی تبلیغ ہوگی۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کل ما اشکک عن الحق فهو طاغوتک۔ یعنی جو چیز حق سے روکنے والی ہو وہ طاغوت ہے۔ اگرچہ

وہ علم میں کیوں نہ ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ غیر اللہ کے ساتھ تعلق کو چھوڑ دو۔

فحیٰ الوحی اگر کوئی چیز پرے درپے ہوتی رہے تو اسے محیٰ یعنی گرم ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ روایت ایسی ہے کہ ترجمۃ الباب سے التزاماً اور مطابقت میں کل الوجہ روشنی ڈالتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ منشأ نبوت اخلاق حمیدہ ہیں۔ کیونکہ نبوت عطیہ الہی ہے۔ اور اس کے لئے کچھ اسباب ہیں۔ آپؐ کی نبوت کے بواعث عالم اسباب میں یہ اخلاق حمیدہ ہیں۔ جن کو حضرت خدیجہؓ نے بیان فرمایا جو شخص ایسے اخلاق اور صفات سے متصف ہو۔ وہ مستحق رفعت ہے۔ بلکہ جو ایسے اخلاق کا مالک ہو اسے نبوت ملے گی۔ لیکن بغیر دینے کے وہ نبی نہیں بن سکتا۔ قابلیت کو تو مدار نبوت کہا جاسکتا ہے جیسے کوئی شخص گورنری کی قابلیت رکھتا ہو۔ مگر بغیر اعطائے کہ وہ گورنر نہیں بن سکتا۔ ایسے یہاں بھی نبوت کا مدار اخلاق پر ہے۔ اور اس کی علامات معجزات ہیں۔ جو کہ بطور تائید کے ہوتے ہیں۔ لیکن نبوت کا مدار معجزات پر نہیں معجزات کا مدار نبوت پر ہے۔ فوارق عادت چیزیں قدرت الہیہ میں سے ہوتی ہیں۔ ظاہر کرنے والی کی قدرت میں نہیں ہوتیں۔ ان اخلاق میں سے مہتمم بالشان شفقت علی الخلق ہے۔ اس لئے کہ رسول کے قلب میں مرسل الیہ کی محبت ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے اس کی اصلاح اور پرورش ہو۔ جیسے ماں باپ کے قلب میں شفقت ڈالی جاتی ہے۔ بنی کے قلب میں اس سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اور جس قدر محبت زیادہ ہوگی اس قدر تربیت اچھی ہوگی۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں ایک جگہ پر آپؐ نے مع لشکر پڑاؤ کیا۔ پیلو کے درخت کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کی پیلو چن کر لاؤ۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔ کہ آپؐ کو اس کا کیسے علم ہو گیا۔ کیونکہ ایک مکہ میں پیلو نہیں دوسرے اہل باد یہ کو اس کا زیادہ علم ہوتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں بکریاں چرائی ہیں۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گورا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اور یہ شفقت کی بنا پر تھا۔ کہ بکری شرم جانور ہے جو اس پر شفیق ہو گا وہ انسانوں پر بھی شفقت کرے گا۔ تو مبادی نبوت میں سے ایک شفقت علی الخلق بھی ہے۔ اور ایسے امانت و دیانت ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی نہایت معصوم ہے اور قابل اعتماد ہے۔ کہ اس پر غیر تعلیم یافتہ بھی اعتماد کرتے ہیں۔

تاجہ عبد اللہ بن یوسف متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ متابعت تامہ اور متابعت ناقصہ۔ متابعت تامہ یہ ہے کہ کوئی شخص ابتداء ہی سے اساتذہ میں راوی حدیث کا شریک بن جائے۔ اور متابعت ناقصہ یہ

یہ ہے کہ اوپر سند میں کوئی راوی کسی راوی حدیث کی متابعت کرے۔ متابعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے روایت اور راوی کو تقویت ملتی ہے۔

وقال یونس ومعمربوادرہ یہاں سے امام بخاری اختلاف روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ زہری کے شاگرد عقیل نے تو فوادہ کہا اور یونس اور معمر نے بوادرہ کہا ہے۔ بوادرہ جمع بوادرہ کی ہے بوادرہ گردن اور مونڈھے کے درمیان فی حصہ کو بولتے ہیں۔ خوف کی شدت میں جس طرح دل کانپتا ہے اس طرح یہ حصہ بھی حرکت کرنے لگتا ہے۔ یہ روایت باب بء الوحی کے بالکل مطابق ہے۔ چونکہ حضرت شیخ الہند کے نزدیک ترجمہ کا مقصد عظمت وحی کو بتلانا ہے۔ اس طرح موافقت ہو جائے گی۔ کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان اور فخر المرسل اس وحی کو لے آئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ترجمہ کی غرض ان اوصاف جمیلہ کو بیان کرنا ہے۔ جن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تو یہ بھی اس روایت نے بتلا دیا کہ وہ اوصاف صلہ رحمی وغیرہ کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِسْطَنْبُلِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَإِنَّا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَهْرِكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ لَكَ صَدْرَكَ وَ تَقْرَأَهُ فَأَدَّاهُ قُرْآنَهُ فَاتَّبَعَ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْمَعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاهُ جِبْرَائِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرَائِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (جلدی کرنے کے لئے آپ زبان کو حرکت

نہ دیں) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے آثارے جانے کے وقت سخت تکلیف برداشت کرتے تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات آپ اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرکت دیتے تھے۔ اور ان کے شاگرد حضرت سعید بن مسیبؓ نے فرمایا کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباسؓ کو ہونٹ ہلاتے دیکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَفْجَلَّ بِهِ اتاری کہ بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وحی کا آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور اس کا پڑھنا مراد ہے۔ اور فَإِذَا قَرَأْتَ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ پس جب ہم اس وحی کو پڑھائیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ یعنی کان لگا کے سنیں اور چپ رہیں۔ ثُمَّ إِنْ عَلَيْنَا مَبِیْآنَهُ یعنی پھر ہمارے ذمہ ہے کہ آپ اس کو پڑھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جب بھی جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کان لگا کے ان کی بات سنتے تھے پھر جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ اس طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل علیہ السلام پڑھا کے گئے تھے۔

تشریح لا تحرك به لسانك۔ یاد کرنے کے لئے کسی چیز کا بار بار پڑھنا اس کا مؤید ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی وحی آتی تھی تو آپ اس خوف سے کہ کہیں وحی بھول نہ جائے اپنے کانوں کو وحی کی طرف متوجہ کرتے اور زبان کو ادا الفاظ کی طرف۔ اس سے نفس کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے لا تحرك به لسانك نازل ہوا۔ یعنی مجھے تحمل اٹھانے کے معنی میں ہے۔

مِمَّا يَحِرْكُ میں مما بمعنی رب کے ہے۔ اور من کو زائدہ اور ما کو مصدر یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اکثر آئمہ تحریر یک شفقتین یاد کرنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ علادۃ وحی کی وجہ سے تھا۔ لیکن پہلی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ تَجَلَّ بِهٖ ای لتأخذه علی العجلۃ۔

جمعہ لك صدر لك جمع اگر فعل ماضی ہے تو صدر ك فاعل ہوگا۔ اگر جمعہ مصدر ہو تو پھر صدر ك منصوب ہوگا۔ ای جمع اللہ تک فی صدر ك۔ سمع اور استماع میں فرق ہے۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں۔ آواز آنے یا نہ آنے۔ انصات۔ چپ رہنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بہری نمازیں امام کے پیچھے چپ رہنا چاہیئے۔ سر یہ میں نہیں۔ پھر تو فاسموا کہا جاتا۔ فاسموا نہ فرماتے

کیونکہ سمیع کے معنی سننے کے ہیں جب کہ آواز پہنچے۔ اس آیت کہ میمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کا تکفل ہے۔ (۱) وحی کا ذاب فی جاری کرانا (۲) یاد کرنا دینا (۳) اس کے معانی کا بیان کرنا۔ اس روایت میں مبدّوحی کی طرف اشارہ ہوا کہ آپ مبدّوحی میں ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ بعد میں اسے اٹھا دیا گیا۔ اور کفالت کر لی گئی۔ تو معنی مطابقی ظاہر ہوئے۔ اور معنی التزامی (وحی کا معصوم ہونا) وہ اس سے زیادہ واضح معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ باری تعالیٰ نے وحی کی حفاظت کے لئے خود ان تینوں چیزوں کی کفالت لے لی۔ اور آپ کو اس سے مستغنی کر دیا۔ حیات میں تو کوئی آفت پہنچ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے محسوس قابلِ اعتماد نہیں رہتا۔ اخباریں کبھی غلط عشوائی ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا اعتماد بھی نہیں رہتا۔ تو باری تعالیٰ نے ان سب کا تکفل فرمایا۔ تو اس سے عظمت وحی واضح طور پر معلوم ہوتی۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ سورۃ ممتحنہ میں جو مضمون اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ہے۔ وہ احوال قیامت میں سے ہے۔ ان کے درمیان اس آیت کو رکھا گیا۔ ظاہر کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہ لکھی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ صاف وہ وجہ ہے جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ کہ یہاں جزاء و سزا کی تکالیف کا مدار مالہ التاخیر و مالہ التقدیم کے رکھنے پر ہے۔ یعنی ہر چیز کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے تب نجات ہوگی۔ اگر مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دیا تو عذاب ہوگا۔ جس پر فرمایا گیا کہ بَلْ تُجِئُونَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذُرُونَ الْآخِرَةَ جس سے معلوم ہوا کہ تقدیم و تاخیر کو اپنے مرتبہ پر رکھنے سے جزاء و سزا کا ترتیب ہوگا۔ اور امور شرعیہ اور مفروضات میں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی تو فرمایا گیا کہ اس میں بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ کیونکہ استماع کو قرآنہ پر مقدم کرنا تھا۔ اس کے خلاف پر بھڑک دیا گیا۔ اس طرح اگر کوئی شخص دنیا میں تقدیم و تاخیر کا لحاظ نہ رکھے گا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا ورنہ جزا کا۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا۔ تو باری تعالیٰ نے بھی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ بے ترتیبی کی وجہ سے بہت سی خوابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے

فرمایا گیا۔ يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ بِمَا قَدَّمَ وَ آخَرَ۔ یعنی جس نے آخرت اور ہماری رضا جوئی کو مقدم رکھا اس کے لئے فلاح ہے اور جس نے دنیا کو مقدم کیا یعنی تقدیم ماحقہ التاخیر کیا تو فلاح نہ ہوگی۔ تو فرمایا گیا کہ امور شرعیہ یا دنیاوی و آخرہ ہی سب میں ترتیب ضروری ہے۔ (کمالات شیخ مدنی)

حضرت شیخ زکریاؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کے ذریعہ سے تربیت پیدا کرنی مقصود ہے۔ جیسے مربی درمیان کلام میں کوئی بات غیر متعلق کہہ دیتا ہے۔ جیسے باپ بچے کو کھانا کھلاتے کھلاتے نصیحت بھی کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں بچہ کسی غیر مناسب جگہ میں ہاتھ ڈال دے تو باپ درمیان گفتگو اس کو منہ کر دیتا ہے کہ ایسا مت کر۔ اتنا کہہ کر پھر پہلی بات شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ آیت کریمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سکھا رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے خوف سے اپنی زبان سے اس کو بار بار دہراتے تھے۔ تو درمیان کلام میں تنبیہ کر دی کہ ایسا مت کر۔ پھر سابقہ کلام شروع فرمادیا۔

حدیث نمبر ۳ میں متابعت کے بارے میں حضرت شیخ زکریاؒ نے فرمایا کہ متابعت کسی راوی کا دوسرے کے ساتھ مطابقت کرنا اور مطابقت کی دو صورتیں ہیں تامہ اور ناقصہ۔ تامہ تو یہ ہے کہ سب شیوخ کے اندر مطابقت ہو۔ اگر استاد الاستاد میں یا کسی ادب کے راوی میں ہو تو یہ ناقصہ ہوگی مصنف کسی روایت کو کبھی متابعت تامہ سے اور کبھی متابعت ناقصہ سے روایت کرتے ہیں۔ روایت سابقہ میں مصنف کا استاد یحییٰ بن بکر تھا۔ تو اس کی مطابقت عبد اللہ بن یوسف نے کی مصنف کی متابعت تب ہوتی جب کوئی یحییٰ بن بکر سے روایت کرتا تو مصنف متابعت کہتا اس وقت متابعت تامہ ہوتی۔ اس جگہ متابعت ناقصہ ہے۔ متابعت ناقصہ میں مروی عنہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔ متابعت تامہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کات محاسب حرکت شفقتہ اگر شبہ ہو کہ سارے حروف تو شفوی نہیں ہیں۔ تو تحریر شفقتہ کہنا کیسے صحیح ہوگا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک فرمایا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ زبان کی حرکت ہمارے سامنے نہیں ہے اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا باری تعالیٰ کے سامنے ہے وہاں ذکر ہوا۔ شفقتین ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ جن کی حرکت ہمارے سامنے ہوتی ہے اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔

قال ابن عباس انا احركها هنا حضرت سعید بن مسیبؒ نے کہا روایت ابن عباس یحدر کھما فرمایا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؒ نے کہا روایت رسول اللہؐ انہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے حضرت ابن عباسؒ کو تحریر شفقتین کرتے دیکھا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؒ

نے نہیں دیکھا تھا کیونکہ ابتدا وحی میں تو ابن عباسؓ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو انہوں نے یا تو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریک شفقت کے متعلق سنا یا کسی اور صحابی سے تو پھر یہ روایت مر اسیل صحابہ کے قبیل سے ہوگی۔

إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ عَامَةً مَفْسَرِينَ نے اس جملہ کی تفسیر ان علینا تو ضیح مشکلات و تبیین مہمات سے کی ہے اور ابن عباسؓ نے ان فقرہ کے ساتھ کی ہے۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے ذمہ آئندہ اس کو پڑھوانا ہے۔ آپ اس کو بھول نہیں سکتے۔ یہاں یہ جمہور اور ابن عباس کی تفسیر میں فرق ظاہر ہے۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ آیات قرآنیہ کے اندر ترتیب کا ہونا باعتبار نزول کے اور ہے۔ اور باعتبار قرآء کے اور ہے۔ نزول تو مخلوقات کے مصالح کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اس ترتیب کو سپیکہ گئے۔ تو پھر اس کی ضرورت نہیں جیسے طبیب کے نسخہ میں پہلے پہل ایک ترتیب کی رعایت ہوتی ہے۔ بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ چنانچہ نماز تہجد فرض تھی۔ مدینہ میں آنے کے بعد اعمال کو لایا گیا۔ جب کہ لوگوں کی اعتقادی حالت درست ہو گئی تھی۔ بنا بریں نزول آیات کی ترتیب اور تھی تلاوت کی ترتیب اور ہے۔

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اس آیت کو فلاں جگہ رکھا جائے۔ اور اس آیت کو فلاں جگہ پر۔ تو ترتیب آیات توقیفی ہوتی۔ البتہ ترتیب سور میں اختلاف ہے۔ بعض توقیفی اور بعض اجتہادی کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس ترتیب پر بیان کیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ترتیب دی۔ جس پر اجماع صحابہ منعقد ہوا۔ تو اجماع صحابہ منعقد ہونے کے بعد اس ترتیب کو باقی رکھنا ضروری ہو گا۔ کیونکہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مَعْنٰی یُشَاقِقِ الرَّسُولَ الْفَرْمَانِ رَبَّانِی موجود ہے۔ اور جمع قرآن کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے تثبیت اور مصالح ناس مقصود ہیں۔ آج کسی نے خلاف ترتیب پڑھا تو اسے حرام یا مکروہ تحریمی کہا جائے گا۔ جبکہ عمدہ پڑھے۔

۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرَائِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ

مَنْ الرِّبَاحُ الْمُرْسَلَةُ

[ترجمہ] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپؐ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینہ میں سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی تھی۔ اور جبرائیلؑ کی ملاقات رمضان کی ہر رات کو آپؐ سے ہوتی تھی۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ بنا بریں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم نفع رسانی میں آندھی سے بھی زیادہ ہر قسم کی خیر کے سخاوت کرنے والے ہوتے تھے

[تشریح] شیخ زکریا مہوم۔ یہاں پر سند میں ح واقع ہوئی ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ حاً مہملہ ہے۔ یا خا مجمعہ جو لوگ خا مجمعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کے اندر دو قول بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ مخفف ہے الخ کا یعنی کوئی مضمون طویل ہو۔ یا کوئی آیت یا حدیث ہو۔ لکھنے والا اس کو پورا نہیں لکھتا تو تخفیف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے الخ لکھ دیتا ہے۔ اور معنی اس کے اسی آخر الکلام کے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے اسناد آخر کا۔ لیکن دوسری جماعت کثیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حاً مہملہ ہے۔ اسی جماعت کے اندر چار فریق ہیں۔ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ الحدیث کا مخفف ہے۔ لہذا یہاں پہنچ کر الحدیث پڑھنا چاہیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے صح کا۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جہاں کہیں کسی تحریر میں تردید ہو جاتا ہے۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ اسی تحریر پر پھوڑا سا صح بنا دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ عبارت میں شک و شبہ نہ کر دو۔ یہ عبارت صحیح ہے۔ اس صورت میں اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ صرف تنبیہ کے لئے ہوتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الحائل کا مخفف ہے۔ حائل کے معنی آڈ کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سدا دل اور سند ثانی کے درمیان حائل ہو رہی ہے۔ اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ تحویل کا مخفف ہے۔ اسی تحویل من سند الی سند آخر۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہاں پہنچ کر حاً پڑھا جائے گا۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی حدیث کی دو سندیں ہوں۔ اور اوپر کا حصہ دونوں کا ایک ہو۔ اور نیچے سے دونوں سندیں الگ الگ ہوں تو تطویل سے بچنے کے لئے دونوں مختلف سندوں کو ذکر کر کے جب اتحاد شروع ہوتا ہے تو دہاں ح بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ دمعمر نحوہ اس حدیث کے لئے امام بخاریؒ نے دو سندیں ذکر فرمائیں۔ پہلی سند میں عبدان نقل کرتے ہیں عبد اللہ سے

وہ یونس سے وہ زہری سے گویا عبدان کی سندیں زہری سے نقل کرنے والے صرف یونس ہوئے۔ اور دوسری سند کے اندر بشر بن محمد نقل کرتے ہیں انہی عبد اللہ اور یہ یونس اور معمر سے نقل کرتے ہیں اور یونس اور معمر امام زہری سے نقل کرتے ہیں۔ اور امام بخاری نے معمر کے بعد نحوہ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ زہری سے یونس اور معمر دونوں نقل کرتے ہیں مگر الفاظ حدیث یونس کے ہیں۔ معمر اس کے صرف معنی اور مفہوم کو ذکر کرتے ہیں۔ بعینہ الفاظ بیان نہیں کرتے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجود الناس أجود الناس ابود الناس یہ مطلقاً ہے۔ واقعی آپ کی صفات کا ملہ سب کی سب علی طریق المبالغہ تھیں۔ جو دو سخاوت کا کمال بھی تب ہے۔ جب کہ اپنی حاجت کے ہوتے ہوئے ہو۔ فی رمضان اسی حال کو نہ فی رمضان۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا دیسے بھی ہوتا تھا۔ مگر رمضان کے مہینہ میں روزانہ تشریف لاتے تھے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں۔ کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدتوں آپ کے گھر آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ کچھ نہ ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ گزر جاتے تھے ہمارے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ تو پھر جو دو سخاوت کے کیا معنی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو دو سخاوت آپ کے فقر و فاقہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اسی جو دو کم کی وجہ سے تھا۔ جو کچھ آیا فوراً تقسیم کر دیا۔ گھر پر اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک وہ سارا تقسیم نہیں ہو گیا۔ لہذا جس کا یہ حال ہو گا۔ اس کے پاس کیا رہے گا۔ اور اسی پر بس نہیں اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی دوسرے سے لے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ سے کہہ رکھا تھا۔ کہ وہ قرض لے کر دے دیا کریں پھر بعد میں ہم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اسی طرح قرض لے کر حاجت مندوں کو دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے کہا کہ بلالؓ تم روزانہ قرض مانگتے ہو۔ لوگوں سے لینے کی ضرورت نہیں بس مجھ سے لے لیا کر دو۔ جب تمہارے پاس کہیں سے آجایا کرے تو ادا کر دیا کر دو۔ حضرت بلالؓ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ اور اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ان غنیمت کا فروں کا دستور یہ ہے کہ جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب مقروض کا مکان وغیرہ سب فروخت ہو سکتا ہے تو اگر تفاضا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ یہودی بھی اسی کا منتظر تھا۔ ایک دن حضرت بلالؓ کو آواز دی۔ اوجبٹی اوجبٹی یہاں آ۔ حضرت بلالؓ تشریف لے گئے۔ اس نے کہا کہ اس مہینے کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ فرمایا چار دن۔ کہنے لگا یا تو چار دن کے اندر سارا قرض ادا کر دے ورنہ غلام

بنالوں کا۔ اور پھر اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بڑا غم ہوا۔ دن تو کسی طرح گزر گیا۔ شام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کر کے دو چار دن کے لئے کہیں روپوش ہونے کی اجازت مانگی۔ اور عرض کیا جب آپ کے پاس کچھ آجائے گا تو آپ ادا فرمادیں۔ پھر میں ظاہر ہو جاؤں گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمادی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں روپوش ہو جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی بلانے کے لئے پہنچا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دروازہ پر کچھ سامان دیکھا ہے؟ عرض کیا۔ چار اونٹنیاں مال سے لدی ہوئی کھڑی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ شاہِ فدک نے میرے پاس ہدیہ بھیجی ہے۔ تم اس سے اپنا قرض ادا کر دو۔ چنانچہ صبح ہی صبح حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس یہودی کے پاس لے گئے۔ اور اس کا سارا حساب ادا کر دیا۔ یہودی بھی حیرت میں رہ گیا۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بلال کچھ مال باقی ہے۔ عرض کیا ابھی تو بہت باقی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب کو تقسیم کر دو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا تقسیم کر کے باقی اس خیال سے روک لیا۔ کہ کل کو کوئی مصیبت پیش آئے گی اس میں کام دے گا۔ جب بلال رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ سب تقسیم ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ آدمی کم آئے تھے اس لئے بچ گیا۔ آپ نے فرمایا جب تک وہ سارا مال ختم نہیں ہو گا میں گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ رات آپ نے مسجد میں گزاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے۔ (رواہ ابو داؤد فی باب الامام یقبل مدایا المشرکین) بہر حال اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین جود کا ذکر ہے۔ ایک تو اوجود الناس سے معلوم ہوا۔ دوسرا اوجود مایکون فی رمضان سے معلوم ہوا۔ حتیٰ کہ ماہ رمضان میں قرض لے کر بھی لوگوں کو کھلایا کرتے تھے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب مسرت ہوتی ہے تو آدمی خوب خرچ کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں زیادہ خوشی و مسرت ہوتی تھی۔

حین یلقاہ جبدا میل تیسرا جود اس جملہ سے معلوم ہوا۔ کہ ماہ رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی۔ تو اس وقت کے جود کا حال نہ پوچھو۔ اس وقت صفت جود اور بڑھ جاتی تھی۔ فیدارسہ القرآن یہ اس فعل مضارع ہے باب مفاعلہ سے جس کے معنی دہر کرنے کے ہیں۔ ایک پڑھے اور دوسرا سنے۔ اس سال تک جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا تھا اس کو جبرائیل علیہ السلام سننے تھے۔ باوجودیکہ حفظ قرآن کی کفالت باری تعالیٰ نے لے لی۔ اور آپ ہر رات کو پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہر

رمضان میں جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں سنتے ہیں۔ سناتے ہیں۔ اور آخری سال تو جبرائیلؑ نے دو مرتبہ تدارس کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے وحی کی خوب حفاظت فرمائی۔ یہی ان حفاظ کی دلیل ہے۔ جو رمضان شریف میں دور کرتے ہیں۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ قرآن مجید کو رمضان کے ساتھ خصوصیت ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے رمضان میں اتارا گیا۔ کسی خاص تاریخ یا کسی خاص مہینے میں اتارنا اس کے یہ معنی ہیں کہ ام الکتاب سے اسے اتارا گیا۔ پھر تنجماً فنجماً جبرائیل علیہ السلام لاتے رہے۔ ام الکتاب سے لوح محفوظ میں اتارنا اور وقت ہے اور لوح محفوظ سے آپ کے قلب اطہر پر اتارنا اور وقت ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بار بار سننا اور سنانا اس کو اترنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اَوَّلًا غارِ حرا میں وحی رمضان شریف میں نازل ہوئی تو معنی مطابقی کے طور پر بھی ترجمہ الباب سے مناسبت ہوگی (اقالہ المدنی)

شیخ زکریا مروجہ فرماتے ہیں کہ یہاں القرائن کا لفظ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ ہر رمضان میں پورے قرآن کا دور فرماتے تھے۔ اور یہی ایک جماعت کی رائے ہے کہ رمضان میں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کا دور فرماتے تھے اور رمضان شریف کے علاوہ بقیہ ایام میں آیات و سور علی حسب الفزرة اترتی رہتی تھیں۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ قرآن سے مراد مانزل ہے۔ اس لئے کہ اگر پورے قرآن کا دور فرماتے تو قصہ انکاب میں اتنی پریشانی کیوں برداشت کرنی پڑتی کیونکہ واقعہ انکاب ۳۰ کے اندر ہے تو اگرچہ سال تک دور کیا تھا تو ساری بات گویا پہلے ہی سے معلوم تھی پھر اتنی پریشانی کیوں ہوتی۔ ایسے ہی یَسْأَلُونَكَ عَنِ الزُّفُوحِ مِیْنِ سَكُوتٍ نہ فرماتے۔ یہ دونوں باتیں اس کی دلیل ہیں کہ اسی کا دور ہوتا تھا جس قدر کہ وحی کا نزول ہو چکا ہوتا تھا۔

فلرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الريح المرسلۃ چونکہ ہوا بادل کو لاتتی ہے۔ اور اس سے پانی برستا ہے۔ جو ان کثیر نعمتوں کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے اس کثرت خیر کو ریح مرسلہ سے تشبیہ دے دی یعنی ہوا جو کہ اتنی خیرات کثیرہ کا سبب ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ خیر کے سخاوت کرنے والے تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عدم تمام شہور کا مرکز ہے اور وجود تمام خیر کا۔ باری تعالیٰ کا تمام اشیاء کو وجود عطا کرنا۔ یہ ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ پھر اس کے بعد صفات دے دینا اور وہ بھی

اپنی صفات یہ اس سے بھی عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ شمس کو نور اور وجود دیا گیا اسے ارادہ وغیرہ سے نہیں نوازا گیا۔ البتہ انسان کو اپنی صفات کاملہ میں سے عطا کر کے فرمایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ ان سب انعامات میں سے زیادہ عظیم الشان کلام اللہ ہے۔ جو کہ صفت قدیمہ ہے۔ اس کو مختلف طرق سے اتار کر ہم تک پہنچایا۔ اس کے برابر کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً امت محمدیہ کو اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اس انعام کی قدر و منزلت کو مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آپ کا وجود جو قرآن مجید کے بارے میں ہوتا تھا وہ رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ تو جس طرح باری تعالیٰ نے انسان پر وجود کیا اسے اپنی صفت قدیمہ قرآن مجید اتار کر عطا فرمائی تو انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اس کی قدر و منزلت میں سخاوت سے کام لے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان شریف میں زیادہ ہوتی تھی تخلقاً باخلاق اللہ۔

دلیح مرسلہ سے مراد آدمی کی وہ ہوا ہے جو چاروں طرف جاتی ہے۔ اور سب جگہ پہنچتی ہے۔ اس کو کسی سے ابا نہیں ہوتا۔ تو آپ کی سخاوت بھی رمضان شریف میں ایسے ہوتی تھی کسی سے بخل نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کو معنی مطالعتی کے طور پر تو ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ وحی رمضان شریف میں آتی تھی اور باعتبار معنی التزامی کے وحی کی عظمت اور عصمت پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ کہ باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ تیس سال تک اس کی مدارستہ کرائی گئی۔ اور ہر رات اس کے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بخلاف اور مراکز علم کے کہ ان میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔ لہذا اعتماد اسی وحی پر ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ زکریا مروجہ کا ارشاد ہے کہ فی رمضان میں لفظ رمضان سے ترجمہ ثابت ہے کہ اس سے کیفیت بدوحی کی طرف اشارہ ہوا۔ کہ رمضان میں پورا لوح محفوظ سے سار دینا پر نازل ہوا۔ یہ بد زمان ہوا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ترجمہ یلقاہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ لقا اپنے عموم سے لقا بوقت ابتداء کو بھی شامل ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں تین مراتب وجود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ وہ صفات عالیہ یہ ہیں جن پر نزول وحی مرتب ہوئی۔

۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْإِنْسَانِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُوَيْبٍ بَنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تَجَادِبًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَفِيهَا أَبَا سُوَيْبٍ وَكَفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِأَيْلِيَاءَ فَدَعَا هُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ

ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجَمَانَهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ شَيْبًا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي
يَزْعَمُ أَنَّهُ بَنِي قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ شَيْبًا فَقَالَ أَذْنُوهُ مِثْقَى وَ
قَرَبُوهَا أَصْحَابُهُ فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجَمَانِهِ قُلْ لِمَنْ إِنِّي
سَأَيْلُ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ فَوَاللَّهِ لَوْ لَا الْحَيَاءُ مِنْ
أَنْ يَأْشُرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَّبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فَيَكُنْ قُلْتُ
هُوَ فَيْنَادُ وَنَسَبِي قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ
فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ قُلْتُ بَلْ ضَعَفَاءُ هُمْ قَالَ أَيْزِيدُونَ
أَمْ يُنْقَضُونَ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ فَهَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ مِثْلَهُمْ سُخْطَةً
لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَذَا اسْمُهُ تَتْلُمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ
أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَا تَذُرُنِي
مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا قَالَ وَلَمْ تَمَكِّنِي كَلِمَةً أَذْخُلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرُ هَذِهِ الْكَلِمَةِ
قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سَجَالٌ يُتَالُ مِنْهُ وَنَسَالٌ مِنْهُ قَالَ مَا ذَا أَمْرِكُمْ قُلْتُ يَقُولُ اعْبُدُوا
اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَاشْرِكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَا مُرَدًّا بِالصَّلَاةِ
وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ وَالصَّلَاةِ فَقَالَ لِتَرْجَمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ
أَنَّهُ فِيكُمْ دُؤُسٌ وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ
قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا قُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا
الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَأْتِي يَقُولُ قِيلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ
أَبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ أَبِيهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ
تَتْلُمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ لِيَدْرَأَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ
اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضَعَفَاءَ هُمْ اتَّبَعُوهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَ
سَأَلْتُكَ أَيْزِيدُونَ أَمْ يُنْقَضُونَ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ

أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَكُونَ وَسَأَلْتُكَ أَيَّرْتَدُّ أَحَدٌ سَخَطَةَ لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ
يَدْخُلَ فِيهِ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَاطَبَتْهُ
الْقُلُوبُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَنْقُذُ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ لَا تَنْقُذُ
وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتُ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا وَبَيْنَهُمْ عَنِ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَ
الْعَقَابِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيْ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ
خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَسَّسْتُ لِقَاءَهُ
وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ وَحْيَةِ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيمٍ بِضَرْبِ فَدَعَا عَظِيمٌ
بِضَرْبِ إِلَى هِرْقُلَ فَقَرَأَهُ فَأَذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُسْتَحْدٍ
عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرْقُلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ
فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمَ تَسْلِمَ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ
فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِشْمَ الْيُودِيِّينَ وَيَا هَلْ الْكِتَابُ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا تَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَدْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعُودُوا أَشْهَدُ وَأَبَا تَأْمِنُونَ قَالَ أَبُو
سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَّغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتْ
الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَهْرَأَ هِرَابُنَ ابْنِ
كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مِثْلَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِفًا أَنَّهُ سَيُظْهِرُ حَتَّى أَدْخُلَ
اللَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِيْلِيَاءَ وَهِرْقُلَ سَقْفًا عَلَى
نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرْقُلَ حِينَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِثَتْ النَّفْسُ
فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدْ اسْتَشْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هِرْقُلُ
حَزَنًا يَنْظُرُ فِي الشَّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ تَقَلُّتُ
فِي الشَّجُومِ مِثْلَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا لَيْسَ

يَخْتَنِينَ إِلَّا إِلَهُوهُ فَلَا يَهْمُنَكَ شَأْنُهُمْ وَاکْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوا مِنْ
فِيهِمْ مَنِ الْيَهُودُ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أَقْبَى هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ
بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا
اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ أَذْهَبُوا فَأَنْظُرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَنٍ وَ
سَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَنِتُونَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا أَمْلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ
قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبِ لَهُ بِرُومِيَّةً وَكَانَ نَظِيرُهُ فِي الْعِلْمِ
وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمصَ فَلَمْ يَزِمِ حِمصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُؤَافِقُ
رَأَى هِرَقْلُ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ
لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسَكِرَةٍ لَهُ بِحِمصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَعُلِقَتْ شَعْرًا أَطْلَعَ فَقَالَ
يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتَبَايَعُوا
هَذَا النَّبِيَّ فَحَاصُّوا حَيْصَةَ حُمْرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوا هَا قَدْ
عُلِقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفَرَهُمْ وَأَيْسَ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ دُؤُوه هُمْ عَلَى وَ
قَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُهَا شِدَّتْكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوا
لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ
صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوفُسُ وَمَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ -

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خبر دی کہ انہیں ابوسفیان بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل نے اس کی طرف
آدمی بھیجا جبکہ وہ قریش کے ایک قافلہ میں تھے۔ اور یہ عرب لوگ شام میں تجارت کرنے کے لئے گئے تھے۔
اس مدت میں جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کھار قریش کے ساتھ صلح کر
لی تھی۔ تو یہ عرب لوگ ہرقل بادشاہ روم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ ہرقل اور اس کا عملہ ایلیا یعنی
بیت المقدس میں تھا۔ تو ہرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلوایا جب کہ اس کے ارد گرد روم کے بڑے بڑے
سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ہرقل ان عرب کو اور اپنے ایک ترجمان کو بلوا کر کہنے لگا کہ وہ آدمی جو نبی ہونے
کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو تم میں سے کون نسب کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہے۔ تو ابوسفیان کہتے
ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نسب کے اعتبار سے ان کے زیادہ قریب ہوں تو ہرقل نے کہا اس کو میرے

قریب کرو۔ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پاس بٹھاؤ۔ اس طرح کہ وہ لوگ ابوسفیان کی پٹھ کی طرف بیٹھیں چنانچہ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں تم سے اس نبی کے متعلق کچھ باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تمہارا یہ نمائندہ مجھے جھوٹ بتلائے تو تم لوگ اس کو جھٹلا دینا۔ حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات سے شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ مکہ میں جا کر مجھے جھوٹا مشہور کریں گے۔ تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ نہ کچھ تھوٹ ضرور نقل کرتا۔ بہر حال پہلے پہل جو اس نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا۔ تو کہا کہ آپ نسب کے اعتبار سے تمہارے اندر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ ہمارے اندر بڑی نسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بھی کسی آدمی نے تم میں سے اس قسم کا دعویٰ نبوت کیا ہے۔ میں نے بتلایا کہ نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کے آباء اجداد میں سے کوئی بادشاہ گزرا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا چودہویں لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ۔ میں نے کہا کمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا ان کی فخری بڑھ ہی ہے یا کم ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھ ہی ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا کوئی شخص داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے یعنی مرتد ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ اس دعوت نبوت سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا وہ بدعہد ہی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں حالانکہ ہم صلح کی اس مدت میں تھے جس کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ آپ اس میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں یہی ایک موقع تھا کہ جس میں اپنی طرف سے کچھ گڑبگڑ کر سکتا تھا مگر مجھے کسی کلمے کے داخل کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر اس نے پوچھا کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں بولا۔ ہاں۔ اس نے کہا تو پھر تمہاری لڑائی کیسی رہتی ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ڈول کی طرح رہتی ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آجاتے ہیں (جیسے بدر میں) اور کبھی ہم ان پر غالب آ جاتے ہیں (جیسے کہ اُحد میں) بعد ازاں اس نے پوچھا کہ وہ آپ لوگوں کو کس کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسے خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور وہ بت پرستی جو تمہارے باپ دادا کا دیرہ رہا ہے اس کو چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے۔ پاکدامن رہنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ تو ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پوچھتا ہوں تم نے بتایا کہ آپ ہماری قوم میں اپنے نسب

والے ہیں۔ انبیاء اور رسول علیہم السلام بھی اسی طرح اپنی قوم میں اپنے نسب والے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایسا دعویٰ نبوت کسی اور نے بھی آپ سے پہلے کیا تھا تم نے بتلایا نہیں اب میرا کہنا یہ ہے کہ اگر آپ سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا۔ تو میں کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے سے پہلے ہی ہوئی بات کی تقلید کر رہا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا ان کے آباء اجداد میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہنے میں حق بجانب تھا کہ یہ آدمی اپنے باپ کی بادشاہی کا طلب گار ہے۔ پھر آپ سے پوچھا کہ کیا اس سے قبل آپ لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ تو اس سے میں پہچان گیا کہ جو لوگوں پر جھوٹ گوارا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بول یا باندھ سکتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس کے پیروکار چودہری قسم کے لوگ ہیں یا کمزور پچھلے درجے کے لوگ۔ تم نے بتایا کہ پچھلے درجے کے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ انبیاء اور رسول کے پیروکار ایسے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ وہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تم نے بتلایا کہ ان کی نفی بڑھ رہی ہے۔ تو ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح تمام ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ تو تم نے بتلایا کہ ایسا نہیں ہے۔ تو ایمان کی بھی یہی کیفیت کہ جب اس کی بشارت اور وضاحت دلوں میں پیوست ہوتی ہے تو پھر وہ بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے تم نے بتلایا کہ نہیں تو انبیاء کرام اور رسول عظام کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ پھر میں نے ان کے مامورات پوچھے ہیں تم نے بتلایا کہ وہ توحید کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ وعدہ کی عبادت کرو اس کا کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ۔ اور وہ تمہیں بتوں کی پوجا پاٹ سے منع کرتا ہے۔ نماز۔ سچائی۔ پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر یہ سچ ہے تو عنقریب اس نبی کی حکومت میرے دونوں قدموں تک پہنچ کر رہے گی۔ اور مجھے علم تھا کہ عنقریب ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا۔ کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ بہر حال اب اگر مجھے علم ہو جائے کہ میں کسی طرح ان تک پہنچ سکتا ہوں۔ تو میں ان تک پہنچنے کی زحمت گوارا کر کے ان سے ضرور ملاقات کر دوں گا۔ اور میں ان کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے قدم دھوتا پھر ہر قیل بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط منگوایا جس کو حضرت وحیہ کلبی بصری کے حاکم پاس لے کر آئے تھے تاکہ وہ عظیم بصری

ہرقل بادشاہِ روم تک پہنچائے۔ جب ہرقل نے وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے) اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام۔ ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ گے تو بیچ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دو ہر اثواب عطا فرمائیں گے۔ اگر آپ پھر گئے تو پھر تمام کسانوں۔ مزارعین اور خدام کا گناہ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اے کتاب والو! اس کلام (فارمولہ) کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجی نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب نہیں بنائیں گے۔ پس اگر تم اس متفقہ فارمولہ سے پھر جاؤ تو پھر گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں ہی۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب اپنی بات کہہ چکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہو گیا۔ تو اس کے پاس اس قدر شور و شغب شروع ہو گیا کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں نکال دیا گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو بکشتہ کے بیٹے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو عظیم الشان ہو گیا کہ بنو الاصفہر یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب آکر رہیں گے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ابن ناطور جو ایلیا (بیت المقدس) کا حاکم اور ہرقل کا ساتھی تھا وہ شام کے نصرانیوں کا لاڈ پادری تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا (بیت المقدس) میں حاضر ہوا تو ایک دن صبح کو اٹھا تو بہت ادا اس تھا اس کے بعض خواص نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے۔ ابن ناطور کا کہنا ہے کہ ہرقل بنجوم کے علم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ تو ان خواص کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ آج رات جب میں نے ستاروں میں غور و فکر کیا۔ تو معلوم ہوا کہ غنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آگیا ہے۔ تو بتاؤ کہ اس زمانے میں کون لوگ غنہ کرتے ہیں۔ کہ یہود کے سوا اور کوئی غنہ نہیں کرتا۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ اپنی مملکت کے شہروں کے حاکموں کو لکھیں کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں یہودیوں کو بچُن کر قتل کر دیں۔ وہ لوگ اس یہودیوں کے قتل کی فکر میں تھے کہ ہرقل کے پاس بادشاہ عسٹان کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ جس نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی خبر سنائی۔ جب ہرقل نے اس آنے والے سے آپ کے متعلق خوب پوچھ گچھ کر لی تو حکم دیا کہ جاؤ اس خبر لانے والے کو دیکھو کہ یہ غمخوار

ہے یا نہیں دیکھنے والوں نے آکر بیان کیا کہ وہ واقعی مثنوی ہے۔ پھر اس نے عرب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ بھی فتنہ کرتے ہیں۔ جن پر ہرقل نے کہا کہ بس انہی لوگوں کا بادشاہ غالب آکر رہے گا۔ پھر ہرقل نے رومیہ شہر میں اپنے ایک ساتھی کو اس بارے میں لکھا جو علم نجوم میں اس جیسا تھا اور خود وہ حمص چلا گیا۔ اور اس وقت تک حمص میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کے ساتھی کا اسے خط ملا جس میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوچ اور آپ کے نبی کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کی تھی۔ بنا بریں ہرقل نے حمص کے اندر اپنے خاص محل میں سردارانِ روم کو طلب کیا اور اس محل کے سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا پھر ان کے سامنے ظاہر ہو کر کہا کہ اے روم کے لوگو! اگر تم دینِ دنیا کی کامیابی اور ہدایت چاہتے ہو اور یہ بھی کہ تمہارا ملک و حکومت برقرار رہے تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت کر لو یا اس کی پیروی کر دو۔ تو وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح محل کے دروازوں کی طرف بھاگے۔ جن کو انہوں نے بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی اس نفرت کا مظاہرہ دیکھا اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو حکم دیا کہ ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب واپس آئے تو کہنے لگا کہ یہ بات جو ابھی ابھی میں نے تم سے کہی تھی اس سے میرا مقصد تمہاری دین پر بخشنی کا امتحان کرنا تھا سو میں نے دیکھ لیا کہ تم سخت ہو۔ تو یہ سن کر وہ سب سجدہ میں گر گئے اور اس ہرقل سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو یہ ہرقل کا آخری انجام تھا کہ وہ ایمان سے محروم رہا۔

[تشریح] از شیخ نہ فی غزوہ حدیبیہ سلمہ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لے گئے تھے۔ اس سے پہلے غزوہ خندق۔ اُحد اور بدر واقع ہو چکے تھے۔ خندق میں قریش کی پوری قوت صرف ہو چکی تھی۔ دس ہزار نوجوان جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام تھا کہ اب کسی مسلمان کو نہ چھوڑیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ اور اسی بنا پر بعض لوگوں کو مدینہ کی کھجوریں دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ بہر حال طمع دے کر اتنی بڑی جمعیت ساتھ لے کر جب مدینہ کے قریب پہنچے دیکھا کہ سہل راستہ کے آگے خندق ہے۔ گھوڑوں کو دوڑا کر اور خود بھی دوڑ کر خندق عبور نہیں کر سکتے ادھر دوسری جانب پہاڑیوں کی گھائیوں پر مورچے قائم ہیں۔ پہلے سے ان کو طریقہ معلوم نہ تھا۔ یہ طریقہ تو صرف حضرت سلمان فارسیؓ نے آپ سے ذکر کیا تھا جس پر عمل کیا گیا۔ قریباً اٹھائیس یا تیس دن تک پٹے رہے حملہ کرتے تھے ادھر سے حضرت سلمانؓ فارسیؓ پتھر گراتے تھے۔ غرضیکہ بہت تنگ آگئے تھے ادھر

خدا کی قدرت ایک سخت آندھی چلی جس نے تمام خیموں کو اڑا دیا۔ دیگوں کو ریت سے بھر دیا۔ اونٹوں کو گر ادیا۔ گھوڑے اڑ گئے۔ لیکن اس آندھی سے مسلمانوں کا کچھ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ جبلِ سلع کے دامن میں رہتے۔ ہوا مشرق سے چلی تھی یہ مسلمان لوگ مغربی جانب میں تھے۔ جب قریش کا بہت سا نقصان ہوا تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کے ذریعے جادو کیا ہے۔ مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔ یہی پروا ہوا قومِ عاد پر بھی آئی تھی جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتے تھے۔ کہ خود اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی۔ الحاصل ہے کفار قریش کا مالی نقصان بہت ہو چکا تھا۔ ہتھیاروں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ چنانچہ بعد ازاں ان کو مسلمانوں پر چڑھائی کی ہمت نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اب انشاء اللہ جاری ان پر چڑھائی ہوگی۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن قریش نے روک لیا۔ بالآخر دس برس کے لئے صلح ہو گئی۔ کہ اب لڑائی نہیں کریں گے۔ جب آپ کو قریش سے اطمینان ہو گیا۔ تو یہودِ خیبر پر حملہ کر دیا۔ اور اسے فتح کیا۔ اس وقت آپ نے سلاطینِ ممالک کی طرف خطوط بھیجے ہیں۔ چنانچہ ایک خط ہرقل کو بھی بھیجا۔ جو رومیوں کی بڑی حکومت کا مالک تھا۔ مہرانِ دونوں اس کے ماتحت تھا۔ مہر سے لے کر حدودِ فارس تک رومی ہی حاکم تھے۔ جب ہرقل کو آپ کا خط ملا ہے تو وہ ایلیا یعنی بیت المقدس میں شکر یہ کے طور پر عبادت کے لئے آیا ہوا تھا۔ کیونکہ رومیوں اور فارسیوں میں لڑائی ہوتی تھی۔ پہلی مرتبہ توفارسیوں کو فتح اور رومیوں کو شکست ہوئی تھی۔ لیکن دوسری مرتبہ رومیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ہرقل نے نذرمانی تھی کہ اگر ہمیں فتح ہوئی تو میں پاسبانہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جادوں گا۔ ایسی حالت میں آپ کا قاصد حضرت وحیہ مکی اس کے پاس پہنچا تھا۔ پہلے تو وہ خط بصری کے گورنر کو ملا بعد میں اس نے ہرقل بادشاہِ روم کو پہنچایا۔ ہرقل نے خط پڑھنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر اطلاع حاصل کرنا چاہی چونکہ وہ لوگ عربی پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے اس کا ترجمہ کرایا گیا۔ اور آپ کے حالات معلوم کرنے کے لئے عرب کے لوگ تلاش کئے گئے۔ چنانچہ ایک تجارتی قافلہ جو دمشق آیا ہوا تھا اسے بیت المقدس بلوایا گیا۔ ان کا سردار قافلہ ابوسفیان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قومی اور مذہبی ہر طرح سے مخالف تھا۔ لیکن نبی حیثیت سے آپ سے زیادہ قریب تھا۔ مگر تھا ضدی دشمن غیر قافلہ بھی یہی نکال کر لے گیا تھا۔ غزوہ خندق میں بھی یہی سردار قریش تھا۔ بہر حال اس کو بلایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے گئے جس پر

ابوسفیان نے کہا۔ فی رجب ابوسفیان سے حال ہے۔ مآء فیہا ای اعطی المدة صلحا یعنی جس مدت میں صلح حدیبیہ ہوئی تھی اس مدت کے اندر یہ واقعہ رونما ہوا کہ ایک جماعت ہرقل کے پاس آئی۔ ہم کامرئع بھی یہی جماعت ہے۔ ایلیا بیت المقدس۔ وحوالہ عظماء ہم یعنی کچہری میں بلوایا۔ عند ظہرہ مقصود یہ ہے کہ ابوسفیان کوئی غلطی نہ کرے اور ہرقل کا شک دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ کوئی غلط بات کہے گا۔ تو دوسرے اس کی تکذیب کر دیں گے۔

جب آنکھیں چا رہوتی ہیں تو محبت آہی جاتی ہے۔

ابوسفیان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ غیر کے سامنے بھی میری تکذیب کریں گے اور مکہ میں جا کر بھی اس کا اظہار کریں گے۔ تو ان دو چیزوں نے مجھے جھوٹ بولنے سے روکا۔ تو سب سے پہلے ہرقل نے نسب کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ دہوینا ذو نسب ای ذو نسب عظیم۔ اس کی تصریح طرق بخاری میں موجود ہے۔ کہ اعلیٰ نسب والے بنو ہاشم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب تین قسم ہیں۔

- ۱۔ عرب بادیہ جو کہ ہلاک ہو گئے۔ جو سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ جیسے عاد۔ ثمود۔
- ۲۔ عرب مستعربہ جیسے محمد بن عدنان یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔
- ۳۔ عرب متعربہ و عرب بن قحطان کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ لوگ عرب کے باشندے نہیں۔ بلکہ بابل کے رہنے والے تھے۔ بابل سے ہجرت کر کے فلسطین گئے۔ چونکہ بابل نمرود کا ملک تھا۔ لہذا شام کی طرف ہجرت کی۔ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ عورت و مرد میں جھگڑا کی وجہ سے حضرت بنی جابرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں آکر آباد ہونا پڑا۔ قبیلہ جرہم بھی یہیں آباد ہو گیا۔ کیونکہ یہ پانی کی تلاش میں نکلے تھے۔ حضرت جابرہ کے پاس زم زم کے چشمے پر رہنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے ان سے عربی سیکھی شادی بیاہ ہوا۔ پھر ان کی اولاد پھیلی تو انہوں نے جرہم کو دہاں سے نکال دیا۔ یہ خود عرب مستعربہ دہاں بنے لگے۔ اور ان میں بنو ہاشم زیادہ ذی شرف تھے۔ لیکن ان میں آج تک کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

ہرقل (از شیخ زکریا) بکسر الہاء وفتح الراء سکون القاف وکسر الہاء و سکون الراء وکسر القاف دونوں طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ یہ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔ اور دہاں کے بادشاہوں کا لقب

قیصر ہوا کرتا ہے۔ جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب کسری ہوتا ہے، لہذا ان روایتوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہوگا۔ جن میں بعض کے اندر قیصر کا لفظ ہے اور بعض میں ہرقل کا ہے۔ یہ حدیث اسی مناسبت سے حدیث ہرقل کہلاتی ہے۔ اس کو امام بخاری نے تیرہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ تین جگہ مفصل اور دس جگہ اختصار کے ساتھ کچھ کچھ ٹکڑے۔ تفصیل کے ساتھ تو ایک جگہ یہاں جو ہمارے سامنے موجود ہے، دوسرے مسلمان پر اور تیسرے مسلمان پر آئے گی۔

فاتوہ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی قیصر کے پاس آئے یا قیصر کے فرستادے ابوسفیان کے پاس آئے۔

وہم بایلیاء اس ہم کے اندر بھی دونوں احتمال ہیں۔

و حول عطاء الروم ای من عمائد السلطنة و اراکین الدولة و من الاساقفة و الراهبنة

و عابد ترجمان اس لئے بلایا کہ ابوسفیان وغیرہ کی زبان عربی تھی۔ اور قیصر کی زبان یونانی ازبخی تھی۔

ایکم اقرب نسباً اقرب نسب کو اس لئے پوچھا کہ قریب کا آدمی جن قدر حالات سے مطلع

ہوگا۔ دوسرا اس قدر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قریبی آدمی کا ہر وقت رہنا سہنا معاملہ وغیرہ ہوتا ہے

فقال ابوسفیان قلت انا اقربہم نسباً یہ اس لئے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے دادا پانچویں پشت میں ایک ہو جاتے ہیں۔ گویا پانچویں پشت میں ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہو جاتا ہے۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضور اقدس کا نسب یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف پھر عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے ہاشم مطلب عبد شمس اور نوفل۔ عبد شمس سے ابوسفیان تھا۔ اور بنو ہاشم کی اولاد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

فاجعلوہم عند ظہرہ ابوسفیان کی پشت پر اس لئے کر دیا۔ کہ ممکن ہے ابوسفیان کوئی سچ بات کہنا چاہے تو یہ لوگ سامنے ہونے کی وجہ سے اشارہ وغیرہ سے منع کر دیں۔ اور بعض نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ اگر سامنے ہوتے اور وہ کوئی بات معلوم کرنا چاہتا تو ممکن ہے سامنے ہونے کی وجہ سے حجاب

اظہار حق سے مانع ہو جاتا۔

فواللہ لولا الحیاء من ان یأثروا یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ اگر میں نے جھوٹ بول دیا تو وہ پردہ راز میں نہیں رہے گا۔ بلکہ افشا ہو کر رہے گا۔ اور مجھے اس کا بھی خوف نہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کچھ نہیں بگڑے گا میں ہی رسوا ہو جاؤں گا۔ اور نہ معلوم میرے جھوٹ پر کتنے قصائد کھجے جائیں گے۔ تو میں جھوٹ بول دیتا۔

شم کان اول ما سألتی قیمر نے دس چیزوں کے متعلق سوال کیا۔
ذو حجب وہ تو بڑے شریف نسب والے ہیں۔

هذا القول منکم احد قبلہ قط یہ دوسرا سوال ہے۔ یہاں یہ اشکال ہے کہ لفظ قط کلام منفی کے اندر تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام مثبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے۔

قال فاشراف الناس اتباعہ ام ضعفاء ہم یہ چوتھا سوال ہے۔ اس سے شرافت نبی مراد نہیں بلکہ شرافت فی عین الناس مراد ہے۔ ورنہ تو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ حضرت عثمانؓ وغیرہم سارے کے سارے قریش تھے۔ قلت بل ضعفاء ہم اس پر یہ اشکال ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ جیسے حضرات اکابر موجود تھے ان کو ضعفاء میں کیسے شمار کیا۔ جواب یہ ہے کہ غالب کے اعتبار سے کہہ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ضعفاء ہم کا مقابل ان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن کی ناک بہت اونچی ہوتی ہے۔ اور اپنے آپ کو خود بھی ادب سمجھتے ہیں اور یہ حضرات ان میں سے نہیں تھے۔

ایزیدون ام ینقصون یہ پانچواں سوال ہے۔

قال فهل یرتد احد منہم مسخطة لدینہ الخ یہ چھٹا سوال ہے۔ کہ آیا کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ اور پھر اپنا آبائی دین اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ دین چھوڑنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی مال کی لالچ میں کوئی کسی عورت کے عشق میں یا دین میں کسی غامی کی وجہ سے۔ اگر دین میں کوئی غامی پا کر مرتد ہوا تو یہ اس دین کے نقصان کی دلیل ہوگی۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوتا۔

مسخطہ بمعنی ساخط کے ہے۔ غضب ناک اور مغفول مطلق بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ فعل محذوف ہو۔ یا ہم معنی ہونے کی وجہ سے اسی فعل کو عامل قرار دیا جائے۔

ارتداد کے وجہ میں سے ایک وجہ خطرہ جان بھی ہے۔ مالی طمع یا قبائح بھی دین چھوڑنے کا باعث بنتے ہیں ان سب کی نفی کرنا مقصود تھا۔

فہل تتہمونہ بالکذب یہ ساتواں سوال ہے۔ ایک تو ہوتا ہے کسی کا کاذب ہونا مثلاً کوئی جھوٹ بولنے کے اندر مشہور ہو جیسے جرمنی کا گوگلز۔ دوسرے یہ کہ جھوٹ بولنا تو ثابت نہ ہو مگر اس کو کسی وجہ سے مہتمم بالکذب کہتے ہوں۔ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ادا ہے۔ توجیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہتمم بالکذب نہ تھے۔ تو کاذب تو بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے۔ ابوسفیان نے کہا ہم ان کو مہتمم بالکذب بھی نہیں سمجھتے۔ یعنی واقعی اور غیر واقعی کسی طریقہ سے بھی آپ کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاتی۔ اگرچہ بعد نزول وحی غیر واقعی طور پر آپ کی طرف کذب کی نسبت کی گئی مگر قبل از وحی تو واقعی اور غیر واقعی دونوں طرح سے کذب کی نفی ہے۔

قال فہل یقدر یہ آٹھواں سوال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو عہد معاہدہ ان کے اور تمہارے درمیان ہوتا ہے تو کیا حضور (نعمذ باللہ) بدعہدی کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے اس کی بھی نفی کر دی۔ کیونکہ کسی آدمی کی عادت کو دیکھنے سے انسان بآسانی نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ فلاں آدمی عذر نہیں کرے گا۔ اگرچہ یہاں ان کو کہنے کا موقع تھا۔ کہ اب تک تو ہم سے عذر نہیں کیا لیکن ممکن ہے کہ مستقبل میں ایسا کر دیں۔ اگرچہ یہ غیر واقعی تھا۔ مگر اس کو بھی اس نے کہہ دیا کہ نہیں۔ یہی کلمہ غیر ہذہ الکلمۃ سے مراد ہے اس لئے کہ عادات اور اخلاق سے مستقبل میں عذر کا امکان نہیں تھا۔ جس پر ابوسفیان نے اعتماد کا اظہار کیا۔

قال فہل قاتلتموہ یہ نواں سوال ہے۔

الحرب بیننا و بینہم سجال شرح کی رائے یہ ہے کہ عرب کے اندر بڑے بڑے ڈول ہوتے ہیں۔ ایک ہی آدمی اس کو برابر نہیں پہنچ سکتا اس لئے نوبت بنوبت پہنچتے ہیں۔ ایک نے ایک مرتبہ پہنچا دوسرے نے دوسری مرتبہ اسی طرح باری باری ہوتا ہے۔ عرب میں پہلے یہ دستور تھا کہ کنوئیں کے اوپر ایک چرخہ ہوتا تھا جس میں ایک رسی بندھی ہوتی تھی اور دونوں جانب بڑے بڑے ڈول لگے ہوتے تھے۔ جب ایک طرف سے خالی ڈول کو کنوئیں میں جھکا دیا جاتا تو دوسری طرف سے خود بخود دھرا ہوا اوپر آ جاتا۔

اس میں آسانی ہوتی تھی۔ کیونکہ اوپر کو کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے بنسبت نیچے لٹکانے کے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کبھی وہ اوپر کبھی ہم اوپر کبھی ان کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں مسلمان غالب رہے اور احد میں کفار کا غلبہ رہا۔ اور خندق میں دونوں برابر رہے۔ ینال منا وننال منہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

ماذایا حرمکم یہ دسواں سوال ہے۔ فقال للترجمان اب یہاں ہر قتل ان سوالات کے بارے میں اپنا عندیہ ظاہر کرتا ہے کہ جو سوالات میں نے کئے۔ اور ان کے جو جوابات تم نے دیئے وہ ایک نبی کے اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن عندیہ کے اظہار میں ہر قتل نے ترتیب میں کچھ تغیر کر دیا۔ اور ہر سوال کی وجہ بیان کی۔ ان میں سے نویں سوال کی وجہ اس حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ علمائے بیان کیا ہے۔ کہ یہ کسی راوی کا تصرف ہے۔ یا اس کو نسیان ہو گیا۔ ورنہ ۱۲ پر یہ حدیث دو بارہ آ رہی ہے۔ دہاں نویں سوال کی وجہ مذکور ہے۔

قلت رجل یطلب ملک ۱۲ یہ اس لئے کہ ملک بغیر اعوان اور انصار کے تو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ مددگار پیدا کرنے کے لئے دعوائی نبوت کی صورت اختیار کی ہو۔

وسألتک بل کنتم تتهمونہ بالکذب یہ مضمون سوالات کی ترتیب میں ساتویں نمبر پر تھا یہاں چوتھے نمبر پر آ گیا۔

وسألتک اشراف الناس یہ سوالات کی ترتیب میں چوتھے نمبر پر تھا۔ یہاں پانچویں نمبر پر آ گیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو ترقی ضعیف سے شروع ہو کر اقویا کی طرف جاتی ہے وہ قوی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جو شہرت اغنیاء کی طرف سے ہو وہ کمزور ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ ملحوظ ہے کہ قبول عام کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ قبول جو خواص سے شروع ہو کر عوام تک پہنچے دوسرا وہ کہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا۔ کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو۔ پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی۔ وہ دلیل مقبولیت نہیں ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے۔ تو اہل وہ لوگ معتقد ہوئے جو اس زمانے میں سب سے اچھے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو ان سے کم تھے اور آخر میں اچھے بڑے سب زیر اثر آ گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے ملنے والے

کچھ منافقین بھی تھے۔ اور اسی بنا پر جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد وہ جو بدر سے پہلے مسلمان ہو اس کے بعد جو احد سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو خندق سے پہلے مسلمان ہوئے انہیں بعد صلح حدیبیہ سے پہلے والے اور اس کے بعد جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ کے بعد تو سب ہی مطیع ہو گئے اور آپ کی مقبولیت بہت عام ہو گئی۔ (ماخوذ از اردو حثلاش)

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ علما نصاریٰ میں دو آدمی بہت بڑے ملنے جاتے تھے۔ ایک یہی ہرقل اور دوسرا ضغاطر۔ ہرقل نے کتب سابقہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات معلوم کی تھیں ان کے بارے میں سوال کیا چونکہ بعثت سے مقصد لوگوں کو فلاح کی دعوت دینا اور منکرین پر حجۃ قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے حضرات انبیاء علیہم السلام میں ایسے امراض نہیں پائے جاتے۔ جن سے لوگ نفرت کریں۔ بنجارہ۔ وجہ اس وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن جذام طاعون وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق جو مشہور ہے اس میں محققین علما کو کلام ہے۔ بعض نے تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ قرآن مجید میں مراحۃ اس بیمار کا ذکر نہیں۔ اگر اسرائیلیات کو مان بھی لیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ مامور بالتبلیغ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ اگر بعد کا ثابت بھی ہو جائے تو اسے استثنائاً پر محمول کیا جائے گا۔ ایسے نبی کا عورت ہونا اور دنی النیب ہونا بھی قابل نفرت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے پاس لوگ میل جول کم رکھتے ہیں۔ اور بیٹھتے بھی کم ہیں اگرچہ اصل میں یہ نفرت نہ ہونی چاہیئے کلمۃ الحق ضالۃ المؤمن کے مطابق حق جہاں سے ملے لینا چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک لڑکے نے کہا تھا کہ میرے گرنے سے تو صرف میں اکیلے کا نقصان ہوگا۔ اور تم امام ہو۔ تمہارے پھلنے سے عوام الناس کا نقصان ہے۔ ایسے ہی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ساتھ بھی ایک کتے کے بچے کا واقعہ پیش آیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی تھی۔ الغرض بنو آدم کو حقیر جاننا جائز نہیں بلکہ بزرگوں کا تو کہنا ہے کہ معرفت خداوندی اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے یا جسے ہمہ باری تعلقے حضرات انبیاء علیہم السلام میں نسب کی بلندی کا اس لئے لحاظ فرماتے ہیں تاکہ لوگوں پر حجۃ تام ہو۔ اور کسی کو نفرت کرنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس نسب کا لحاظ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ کیونکہ وہ سد ام کی قوم میں سے نہیں تھے۔ بنا بریں انہوں نے ساوی الی رکن شدید فرمایا تھا۔ لیکن ان کے بعد انبیاء علیہم السلام اعلیٰ نسب کی اقوام میں بھیجے گئے تاکہ لوگ ان سے گھن نہ کریں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بڑے

نسب کے ایک بطن سے دوسرے بطن کی طرف منتقل کیا گیا۔ فقد اعرف انه لم يكن يدنا
الكذب یعنی جب کمزور پر چھوٹ نہیں بولتے تو بارہی تلے جس کا انتقام بڑا سخت ہے ان پر چھوٹ
کیسے بول سکتے ہیں۔

ان ضعفاء ہم تبعوہ اس لئے کہ ذومسکنہ کی طرف رحمت ایزدی جلدی آتی ہے۔ سخت اور
کبر والوں کے پاس اتنا جلدی نہیں آتی۔ چنانچہ قریش نے بہت دیر کے بعد اسلام قبول کیا۔ ذومسکنہ نے
تو قبول نہیں کیا۔ ابوجہل غزوہ کی وجہ سے مارا گیا۔

ہر قل نے جو بات کی وہ واقعی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ تو اشرف سے وہ چیز مراد ہوگی جو ضعیف
کے مقابل میں ہو یعنی ذوقہ اور ذومسکنہ لوگ۔ اگر قبولیت اہل دنیا میں اولاً ہو۔ اور ضعیف میں آخر کے اندر ہو تو
وہ عند اللہ مقبولیت نہیں ہوتی۔ جیسے مرزائی، مشرقی اور سرسید کی مقبولیت ہے۔ کہ عوام سے شروع نہیں
ہوئی۔ کھلتے پیتے لوگوں سے شروع ہوئی۔ بہر حال ہر قل نے قبولیت کا ایک معیار بتایا جو بہت اچھا معیار ہے۔
ولم اکن اقلت انه منکم یعنی مجھ کو یہ تو یقین تھا کہ بنی آخر الزمان پیدا ہوں گے مگر یہ خیال نہیں
تھا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوں گے۔ یہ اس کی غلطی بلکہ دسیسہ کاری ہے۔ کیونکہ بائبل اگرچہ محرف ہو چکی ہے
مگر اس میں بھی یہ موجود ہے کہ خاتم النبیین بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں بنو اسماعیل میں پیدا ہوگا۔
اور فاران پہاڑ کا ذکر ہے جو حجاز میں واقع ہے۔ چونکہ بشارات میں اجمال و ابہام ہوتا ہے اس لئے اسے
اشتباہ ہو گیا۔

انی اخلص الیہ یعنی بآسانی پہنچ سکتا اور کوئی مانع پیش نہ آتا۔ لک جشمت لقاہ تو میں ان کی
ملاقات کے لئے مشقت برداشت کرتا۔ قد میہ ای التواب عن قد میہ او الوسخ
عن قد میہ یعنی آپ کے قدم مبارک دھو کر پتیا۔

شم دعا بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ والا نامہ آخر ذی الحجہ ۱۰ سال میں ارسال فرمایا جو محرم ۱۱ء میں پہنچا۔ کیونکہ اس وقت ہوائی پہاڑ وغیرہ نہیں
تھے اونٹوں پر سفر ہوتا تھا۔ اب تو ظہر کراچی میں اور عصر جدہ میں پڑھ سکتے ہیں۔

فقراء قرأ الترجمان اور ممکن ہے کہ ہر قل نے خود پڑھا ہو۔ اور ترجمان سے ترجمہ کرایا ہو۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بن عبد اللہ ورسولہ۔ یہاں پر بسم کو مقدم کیا گیا۔ اور آپ نے اپنا نام مؤخر کیا۔

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سلیمان علیہ السلام کا نام بسم اللہ سے مقدم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اندر من سلیمان قرآن پاک کے اندر حضرت سلیمان کے خط کا عنوان نہیں۔ بلکہ خط تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ اور جملہ اندر من سلیمان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کی طرف سے خط کا مضمون یہ تھا جب بسم اللہ الرحمن الرحیم تک ہر قل کے ہاں پڑھا جا چکا تو اس کا بھائی بہت غصا ہوا کہ یہ کون بے ادب ہے۔ جس نے اپنا نام بادشاہ کے نام سے پہلے لکھا ہے۔ اسی وجہ سے پردیز شاہ فارس نے آپ کا خط پھاڑ دیا تھا۔ لیکن ہر قل نے بھائی کو خاموش کر دیا کہ چپ رہو۔ اگر یہ وہی شخص ہے اس کو ایسا ہی لکھنا چاہیے۔

الی ہر قل عظیم الروم اس لفظ پر بھی اس کا بھائی بہت غصہ ہوا۔ سلام علی من اتبع الهدی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی کافر سلام کرے تو اس کو اپنی الفاظ کے ساتھ جواب دے اگر کافر کو لکھنا ہو تو یہی الفاظ لکھے جائیں۔

ادعوك بدعايتہ الاسلام دعايتہ اور داعیۃ دونوں ہم معنی ہیں بمعنی بلانا۔ اسلم تسلیم علمانے اس جملہ کو جوامح الکلم میں شمار کیا ہے۔ کہ اس ایک لفظ کے اندر سب کچھ فرمادیا۔ یؤتک اللہ اجرک مرتین بمعنی صنفین کے ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بھی کی۔ فان علیک اشعر الیریسین یہاں دو نسخے ہیں ایک یریسین یا کے ساتھ دوسرے اریسین الف کے ساتھ اقل یریس اور ثانی اریس کی جمع ہے۔ جن کے معنی اکار یعنی کاشتکار کھیتی کرنے والا کیونکہ اکثر اہل روم و شام کاشتکاری کرتے تھے۔ اس لئے صرف انہیں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے رومی ہیں۔ اور ان لوگوں کا گناہ بادشاہ پر اس لئے ہو گا کہ عموماً لوگ اپنے بادشاہوں کی اقتدا کرتے ہیں۔ الناس علی دین حلوکھم اب اگر وہ ایمان لاتا تو تمام لوگ اس کی اقتدا کرتے۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتا تو تمام لوگ اس کی اقتدا میں ایمان نہیں لائیں گے من سنۃ سیتہ۔

فعلیہ وزدھا ووزر من عمل بها۔ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلۃ سواہ النساء بمعنی مستوا اور دونوں بمعنی پہلے کے۔ یعنی ان کو تقرب کا ذریعہ بناؤ۔ اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کے خط تحریر کرنے سے پہلے یہ آیت اتہ چکی تھی یا بعد میں اتہی۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ آیت پہلے اتہ چکی تھی بعد میں آپ نے خط میں تحریر فرمائی۔ جیسے بخاری کتاب الجہاد میں یہ روایت آ رہی ہے۔ اور ایک جماعت

کی رائے یہ ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت فصاحت ہے کہ جو کچھ وہی نازل ہوا ہے حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریر کرانے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو بھی مکہ دو یہ مکہ حضرت عمرؓ کے حق میں تو باعث شکر ہو لیکن عبد اللہ بن سعد بن سرح یہ کہہ کر مرتد ہو گیا کہ بس جی جس کی زبان سے جو اچھا کلمہ نکلا بس کہہ دیا اسی کو مکہ دو۔ اگر یہ اشکال ہو کہ قرآن پاک کی یہ آیت ناپاک اور جہنی کیوں مکہ دی گئی۔ تو کہا جائے گا یہ آیت شریف نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تھا۔ اور توار کے قبیل سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مقدار قلیل ہے۔ اور ایک دو آیت میں گنجائش ہے۔

کثر عندہ الصخب جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہر قتل تو ساری باتوں کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور یہ کہہ رہا ہے کہ سیمک ہو قح قدمی ہاتین۔ تو وہ شور کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا۔ وَاخْرَجْنَا اس خوف سے کہ ہم پر کوئی حملہ نہ کر دے۔

لقد أمر امرأی بکبشہ امر بمعنی عظم یعنی ابن ابی کبشہ کا کام تو بہت بلند ہو گیا کہ روم کا بادشاہ تک خوف کھلنے لگا۔ اس سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی تبلیغ کا کام نہایت تیز اور بلند ہو رہا ہے۔ ابن ابوبکشہ سے آپ کو اس لئے تعبیر کیا کہ ابوبکشہ آپ کے جد فاسد یعنی ماں کی جانب سے دادا (نانا) ہیں ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ ابوبکشہ قریش میں ایک ایسا شخص گزرا ہے جس نے دین قریش میں فساد کیا تھا کہ عبادت اوثان ترک کر کے توحید اختیار کر لی تھی۔ تو اسی توحید کے اختیار کرنے کی وجہ سے آپ کی نسبت اس کی طرف کمر دی گئی۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ ابوبکشہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضہ کے خاندن کی کنیت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضورؐ کے رضاعی والدہ کے دادا کی کنیت ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ آپ کے آباء اجداد میں کسی کی کنیت ابوبکشہ تھی۔ اس غیر معروف کی طرف نسبت کرنے سے آپ کی تہذیب و استہزاء مقصود ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم تو طرح طرح سے آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ یہاں تو ان کی بڑی شان بن گئی۔

انه لي خافه ملك بني الاصفرو الاصفرو رومیوں کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے عیص بن اسحاق ہیں ان کے صاحبزادے روم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عیص کا بیاہ حبشہ کے بادشاہ کی لڑکی سے ہوا تھا جس کی وجہ سے رنگ گورا نہیں رہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کو ان کی دادی سارہ نے سونے

لیکن درحقیقت یہ صلح مسلمانوں کی فتح کا باعث ہوئی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر یہ آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا نازل ہوئی تھی۔ تو صلح حدیبیہ مقدمہ الفتح نبی اور مقدمہ البقیۃ نبی شہداء کے حکم پر ہوا کرتا ہے۔ غسان ایک چشمہ پانی کا نام ہے جو حدودِ شام پر واقع تھا۔ سب کے کچھ لوگ نکل کر یہاں بس گئے تھے انہیں میں سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہوئے جن کو اوس اور خزرج کہا جاتا ہے غسان والے تو عیسائی ہو گئے تھے۔ اوس و خزرج اپنے آبائی دین پر قائم رہے۔ بیس بیعتت الایہود یہاں صرف یہود کا ذکر کر دیا کیونکہ اہل عرب ان کے یہاں کچھ شمار نہیں ہوتے تھے۔ اور جو کچھ ان کو حاصل ہوا وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا۔

فلا یحمنک شأنہو یعنی یہود سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ کون سے شان و شوکت والے ہیں ان کے ختم کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اپنے ملک کے شہروں میں ایک حکم لکھ کر بھیج دو کہ وہ سب کو قتل کر دیں۔ مائن جمع مدینہ کی معنی شہر

شوکت ہرقل الی صاحب لہ ہرمیۃ رومیہ اطالیہ کا پایہ تخت ہے اسے رومنہ اکبری بھی کہا جاتا ہے۔ مشرقی حصہ کا پایہ تخت اطالیہ تھا۔ صاحب اللہ اس کا نام ضفاطیر تھا۔ جب ہرقل کا خط اس کے پاس پہنچا تو یہ خط پڑھ کر شرف ہا سلام ہوا لیکن اس کی قوم نے اس کو دہیں قتل کر دیا یہ واقعہ آپ کے خط پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ مگر یہ الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں کہ ابوسفیان سے گفتگو کرنے کے بعد اس خط بھیجنے کی نوبت آئی۔ ضفاطیر اور ہرقل دونوں نے آنحضرت مسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔ ضفاطیر تو اپنے قول پر برقرار رہا اور قتل ہو گیا۔ ہرقل رغبت الی الدنیا کی وجہ سے اس پر قائم نہ رہا۔

وسکہ وہ محل بڑا جس کے گرد اگر گھر بنائے گئے ہوں غُیْفَتِ الابواب یعنی درمیان والے محل کے دروازے بند کر دیئے گئے تاکہ وہ لوگ اس پر بھوم کھسے نہ آئیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ باہر والے گھروں کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے تاکہ یہ لوگ بھاگ نہ جائیں۔ چنانچہ فوجد وھا قد غلقت اس کی تائید کرتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ محل دروازے بند ہیں اور چابیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور اونچی جگہ پر چڑھ کر کہنے لگا ھلکھوف الضلع یعنی اگر تم دنیا اور آخرت کی فلاح چاہتے ہو تو نبی اگر مسلم کی اقتدار کرو۔ اگر تم نے ان کی اقتدار نہ کی تو تمکاتے ہاتھ سے جاوے گا ہی آخرت کا بھی ناس ہو جائے گا۔

فوج دو ہاقد غلقت اور کنبیاں ملی نہیں اس لئے کہ ہر قتل نے اپنے پاس رکھ لی تھیں اور خود اوپر محفوظ جگہ میں بیٹھ گیا تھا۔ اگر کہیں نیچے ہوتا تو پس ڈالتے فَجَدَ وَاللّٰہ ان لوگوں کی عادت تھی کہ ملوک کو مسجد کیا کرتے تھے۔ اب ہر قتل کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ وہاں سے نکل کر آنحضرت صلیم کے پاس آجائے۔ یا ضفاطیر کی طرح اظہار کرتا۔ مگر اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور اور غزوہ موتہ میں ایک لشکر آنحضرت صلیم کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور کافر ہو کر مرا۔ کیونکہ ہر قتل کے ابتدائی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے اس آخری مقولہ اختب بھاشد تکو مع دینکو نے تمام کلام پر پانی پھیر دیا۔ اب اس کے اندر اختلاف ہو گیا کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں حکات ذالک امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ تم خود فیصلہ کر لو کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ اگر میں پہنچ سکتا تو ضرور جاتا اور قدموں کو دھو کر پیتا اور ان کا غلبہ یہاں تک ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے بالمقابل اس کا یہ کہنا کہ میں تو تمہاری شدت دیکھ رہا تھا اور باوجود اظہار دین پر قادر ہونے کے اس کو ظاہر نہ کیا۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ یہ سب باتیں چاہتی ہیں کہ وہ کافر ہو۔

ما فظ بن عبد البر صاحبے استیعاب میں یہ رائے لکھی ہے کہ وہ مسلمان تھا اختب بھاشد تکو عی دینکو یہ اپنی جان بچانے کے لئے کہا مگر اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا اگرچہ اس نے اسلام کی تناسک۔ مگر محض تناسک سے کام نہیں چلتا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے آنحضرت صلیم کے مقابلہ میں جنگ موتہؓ میں ایک لشکر بھیجا تھا۔ اور بعض ضعیف روایات میں یہ بھی ہے کہ جنگ تبوک میں بھی آنحضرت صلیم کے مقابل میں اس نے ایک لشکر بھیجا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ کافروں کو ناکامی ہو رہی ہے۔ تو اس نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ میں مسلمان ہوں کیا کروں جان کے خوف سے ظاہر نہیں آتا۔ اس پر آنحضرت صلیم نے فرمایا کذب عدو اللہ مگر یہ روایت محدثین کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر مفتح الباری میں لکھا ہے کہ حکات ذالک آنحضرتؐ شان ہر قتل اس سے امام بخاریؒ نے آخر کتاب کی طرف اشارہ کر دیا لیکن حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد کتاب کے ختم کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ تم لوگوں کے اختتام کی طرف متنبہ کرنا مقصود ہے یعنی اکثر

اکثر واذکر ہاذا مللذات الموت تو ایسے یہاں بھی آغوشان ہرقل سے متنبہ کر دیا کہ اس کا انجام تو یہ ہوا کہ یا جنت ہو یا دوزخ تم بھی اپنے انجام کی فکر کرو موت کو یاد کرو۔ گویا کہ وہ آنے والی ہے اب روایت کو ترجمہ باب سے کیا مناسب ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ والا نامہ میں آپ نے ان کو ہدایت کی طرف بلا پایا ہے وہ کلمہ سوا بیننا و بینکم ہے جو ترجمہ الباب میں تھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ وحی جو آپ کی طرف آئی تھی۔ وہ انبیاء سابقین کی وحی کے مطابق ہے۔ مگر یہ تکلف ہے۔ بلکہ اتنی بڑی روایت تو مہادی وحی پر کثرت سے دلالت کرتی ہے۔ ہرقل نے آپ کے نسب اور اخلاق وغیرہ کے متعلق سوالات کئے جو شخص ایسے حسب و نسب والا ہو وہ ضرور قابل و لائق وحی ہے والا فلا تو ان اشیاء سے مہادی وحی کی طرف زیادہ اشارہ ہوتا ہے۔ کتب سابقہ اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعہ بھی مہادی وحی کی طرف زیادہ اشارہ ملا۔ اور یہ وحی عظمت والی ہے اور معصوم ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کیف بدالوحی کا ترجمہ منعقد فرمایا اور روایت میں موخالیہ صلعم کا ذکر نہ ہے لہذا بطور تکملہ کے اس کو ذکر فرمایا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ بھی وحی کے ابتدائی زمانوں میں پیش آیا۔ امام بخاریؒ کا مقصد وحی کے ابتدائی احوال کو بیان کرنا ہے کہ وحی ابتدائی کن کن منازل سے گزری ہے اور کیا کیا حالات پیش آئے۔ تو اس صورت میں حدیث ہرقل احوال ابتدائیہ میں داخل ہو جائے گی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ابتدا سے ابتدا آنی مراد نہیں بلکہ ابتدا زمانی ممتد مراد ہے۔

اور تیسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہرقل کے سوالات کے جوابات میں آیا ہے۔ اور ابتدا وحی اخلاق حمیدہ سے ہوئی تھی۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کر دی گئی اور چونکہ جواب حضرت شیخ الہندؒ کا ہے کہ باب کی غرض عظمت وحی کو بیان کرنا ہے اور حدیث ہرقل میں آنحضرت صلعم کے اخلاق عالیہ کو بیان کیا گیا۔ جس سے آپ کی عظمت معلوم ہوتی ہے موخالیہ کی عظمت سے وحی کی عظمت خود ظاہر ہے۔ حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ یوں منعقد فرمایا۔ کیف کان بدالوحی الخ حدیث ہرقل میں کلمہ سوار کی دعوت ہے۔ تو شیخ مدنیؒ کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی کلمہ توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا کلمہ ہے جس کے سائے داعی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الایمان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی الاسلام علی خمس وهو قول وفعل ویزید ویَنْقُصُ قَالَ اللہ تعالیٰ لیزدادوا ایماناً مع ایمانہم ویزدہم ہدی ویزید اللہ الذین اہتدوا ہدی والذین اہتدوا زادہم ہدی واتممت قلوبہم ویزداد الذین امنوا ایماناً وقولہ عز وجل اَتَّيْتُكُمْ زَادَتْ هَذِهِ اِيْمَانًا فَاَمَّا الذِّينَ اٰمَنُوا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَقَوْلِهِ فَاَنشُرْهُمْ فَرَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَوْلِهِ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ابْنِ عَدِيٍّ اِنَّ لِلْاِيْمَانِ مَوَاضِعًا وَشَوَاطِيعًا وَخُدُودًا وَسُنَنًا فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْاِيْمَانَ فَاِنْ اَعِشْتَ مَسَاطِيئَهَا لَكُمُ حَقٌّ تَعْلَمُوْا اِيْمَانًا وَاِنْ اَمُتَ فَمَا اَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِمَرْغُوبٍ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَكِنْ لَيُطْمَئِنُّ قَلْبِي وَقَالَ مُعَاذُ الْجَلِيسِ بِنَا لَوْ مِنْ سَاعَةٍ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ اَلْبَيِّنَاتُ اَلَا اِيْمَانٌ كُلُّهُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ وَقَالَ لِحَاكِمٍ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا اَوْ صِيْنًا يَا مُحَمَّدٌ وَاِيَّاكَ دِينًا وَاحِدًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُرْعَةٌ وَمِنْهَا جَسَدٌ وَسُنَّةٌ وَدُعَاءُ كُفْرًا اِيْمَانًا كُفْرًا . . . **حَدَّثَنَا** عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِي سَفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلَاةِ وَاِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ .

ترجمہ :- یہ کتاب ہے جس میں ایمان کی بحث ہے۔ باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے تو معلوم ہو کہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے تاکہ ان کا ایمان اپنے ایمان کے ساتھ بڑھتا رہے۔ اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے جو ہدایت پاگئے اور جو ہدایت پاگئے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور ان کو ان کی پرہیزگاری دے دی۔ اور ایمان والوں کا ایمان بڑھتا رہتا ہے اور قول تعالیٰ کا قول ہے کہ ان آیات نے کن کا ایمان بڑھایا پس جو لوگ ایمان لائے ان آیات نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور قول باری تعالیٰ ہے کہ لوگوں نے کہا ان کفار سے ڈرو تو اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور یہ بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں بڑھایا پس بات نے مگر ان کا ایمان اور سپرداری حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ بھی ایمان میں سے ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ بے شک ایمان کے لئے فرائض اور احکام میں حدود اور طریقے ہیں۔ پس جس نے ان کو مکمل کر لیا تو اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اور جس نے ان کو مکمل نہ کیا وہ اپنا ایمان مکمل نہ کر سکا پس اگر نہیں زندہ رہا تو ان احکام و شرائع کو تھکے لئے خوب اچھی طرح واضح کر دوں گا تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ اور اگر کہیں مر گیا تو مجھے تمہاری صحبت کا عرصہ نہیں ہے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اور حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بیٹھو تاکہ مجھ گھڑی ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ یقین سارے کا سارا ایمان ہے۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ مقوی کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ان چیزوں کو نہ چھوڑے جو اس کے سینہ میں شک پیدا کرتی ہیں اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین اختیار فرمایا جس کی حضرت نوح علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ اے محمد مصطفیٰ صلعم ہم نے آپ کو اور ان کو ایک ہی دین کی وصیت فرمائی شریعت و مضاہج کے بارے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ منہاج سے مراد راستہ اور سنت ہے۔ اور لولہ العاکم میں دعا کی تفسیر ابن عباسؓ نے ایمان سے فرمائی ہے۔ اور حدیث ابن عمرؓ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

تشریح :- از شیخ زکریاؒ تمام بخاری شریف میں کئی مرتبہ کتاب سے قبل اور کبھی کتاب کے

بعد بسم اللہ آئے گی جیسا کہ یہاں باب کے بعد ہے اور اس سے قبل باب سے پہلے معنی اور بعض جگہ بے جوڑ بھی بسم اللہ آئے گی۔ اس کے دہرے ہلکے نزدیک اختلاف نسخ ہے کہ کسی نسخہ میں باب سے پہلے ہے اور کسی نسخہ میں باب کے بعد ہے جہاں بے جوڑ آئے گی وہاں اس کی دہرے ذکر کر دی جائے گی۔

جاننا چاہیے کہ اصحاب جوامع یعنی جو محدثین اپنی کتاب کے اندر حدیث کے ایوان ثنائیہ ذکر کرتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جامع کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں جیسے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف وغیرہ اور خود امام بخاریؒ بھی اصحاب جوامع میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بخاری کتاب کو کتاب الایمان سے شروع فرمایا ہے مگر ایک حدیث یہ پیدا فرمائی کہ کتاب الایمان پر وحی کے باب کو مقدم کر دیا۔ یہ ان کی دقت نظر کی دلیل ہے کہ باب وحی کو کتاب الایمان پر اصل چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مقدم فرمادیا کہ ایمانیات کے اندر معتبر وہ ہے، جو بواسطہ وحی کے ہو۔ ایمان باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنی لغت میں تصدیق کے ہیں ممانت بمعنی تھا اور اس کا مادہ امن ہے کہ مؤمن مؤمن بہ کو بتلادیتا ہے کہ تم ہماری طرف سے تکذیب سے مامون ہو۔ تو اب اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کی تصدیق کرے اور اصطلاح شریعت میں ایمان نام ہے تصدیق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بما جاءہ کا۔ اور شریعت کا مدار ایمان پر ہے۔ بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں ومن یعمل من الصالحات من ذکر وانجی وهو مؤمن فرمایا گیا اس لئے مصنف نے ایمان کی بحث شروع کر دی۔

شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ ایمان امن سے ماخوذ ہے۔ باب افعال میں متعدی ہوگا۔ الایمان ای جعل العین فیہا امن چونکہ تصدیق کرنے والا اپنے مخاطب کو مطمئن اور مامون کر دیتا ہے تکذیب کرنے سے۔ اس لئے باعتبار لغت کے یہ مؤمن ہوگا۔ تو حرف مام میں ایمان بمعنی تصدیق کے آتا ہے۔ تصدیق کے لئے کوئی قید نہیں۔ لیکن شریعت میں تخصیص ہے تصدیق بما جاءہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالضرورة تو تصدیق جنس ہوئی۔ اور ما جاءہ النبی فصل اول اور علم مجیہ بالضرورة فصل ثانی ہوئی۔ کیونکہ جمیع اجابہ النبی میں بہت سے مستحبات اور سنن ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ تو اس کا کیا معیار ہوگا۔ توقید بڑھائی گئی۔ علم مجیہ بالضرورة کیونکہ آپ جو احکام لے کر آئے ہیں بعض تو وہ ہیں جن کو سب جانتے ہیں کہ یہ امور مامور بہا ہیں یا منعی عنہا ہیں۔ شراب کی ممانعت

اور نماز کی فرضیت اُن کو ہر صغیر و کبیر جانتا ہے۔ لیکن مسئلہ تھا مگر کیا معاملہ صحیحہ بالضرورت سے نہیں ہے بلکہ اس کی تخریج اور باب اجتہاد اپنے اجتہاد سے کرتے ہیں۔ بالضرورت یعنی بالبدھتہ واللزوم ایمان کی تحقیق کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں کہ مؤمن یہ کیا چیز ہے جس کے بغیر ایمان تحقق نہیں ہو سکتا۔ متکلمین (اشاعرہ اور ماتریدیہ) کا مسلک یہ ہے کہ ایمان نام تصدیق، بیہیج، ماجائہ النبی، یعنی فقط تصدیق قلبی کو ایمان قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعی، امام احمد اور جہور محدثین اور اہل طوائف ہر کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق بالہجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ بروایت المتکلمین امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور دوسرا قول امام صاحب بروایت الاصولیین یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالہجنان والاقرار باللسان ہے۔

چوتھا قول مرحۃ کلہ ہے کہ وہ ایمان صرف اقرار باللسان کو کہتے ہیں یعنی جس لے صرف اقرار کر لیا عمل نہیں کیا وہ مؤمن اور ناجی ہے۔ گویا ان کے نزدیک اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اعمال سیئہ مضر ہیں۔ ان کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وان زنی وان سرق ہے۔ اور پانچواں مذہب خوارج اور بعض معتزلہ کا ہے کہ ایمان مرکب ہے تصدیق قلبی، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح لہذا اگر کوئی شخص اعمال کو چھوڑ دے گا تو وہ کافر ہو گا۔ اسی طرح ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر خارج عن الاسلام ہے۔ ان کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لا ینفی النافی حیث ینفی وهو مؤمن الخ ہے۔ اور چھٹا مسلک اکثر معتزلہ کا ہے کہ ایمان مرکب ہے تصدیق اقرار اور اعمال سے مگر مرتکب کبیرہ حد اسلام سے توافج ہے۔ لیکن کفر کے اندر داخل نہیں ہو گا۔ یہ لوگ اس کو اسلام سے اس لئے خارج قرار دیتے ہیں کہ ان کے ہاں اعمال ایمان کے اجزاء میں سے ہے اور کفر میں اس لئے داخل نہیں کرتے کہ توجید موجب ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ محدثین، متکلمین اور فقہاء میں بالکل تضاد ہے اور معتزلہ اور خوارج محدثین کے ساتھ متفق ہیں۔ کیونکہ محدثین بھی ایمان کو مرکب مانتے ہیں قومن اختلف عن الاعتقاد القلبی فهو کافر ومن اختلف عن الاعمال فهو یس مؤمن اس لئے کہ اذا فالت الجزئات کلک معتزلہ اور خوارج تو اس پر عمل کرتے ہیں۔ البتہ درجہ بین الدرجتین مانتے ہیں۔ لیکن محدثین اور فقہاء شوافع وغیرہ ایمان کو مرکب ماننے کے باوجود مرتکب کبیرہ کو خارج عن الاسلام اور مخلد فی النار نہیں مانتے، وجہ یہ ہے کہ اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اجزاء مکملہ دوسرے اجزاء مقومہ جیسے درخت کے اجزاء

پتے، شاخیں بن وغیرہ ہیں مگر یہ اجزاء مکملہ ہیں۔ ان کے انتقاء سے درخت کا انتقاء نہیں ہوگا۔ اس طرح ناک کان باز و انسان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان کے کٹ جانے کی صورت میں انسان ویسے ہی باقی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ اجزاء مقومہ نہیں بلکہ مکملہ ہیں جن کے انتقاء سے نقص آجائے گا لیکن کل کی نفی نہیں ہوگی تو اشاعرہ مازیدیہ محدثین اور فقہنا شوافع کا اختلاف لفظی ہوا۔ البتہ خوارج اور معتزلہ سے نزاع حقیقی ہے۔ محدثین صورتہ معتزلہ اور خوارج کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ متکلمین کے ساتھ ہیں جو ایمان کو بسیط کہتے ہیں جیسے مناطہ تصدیق کو بسیط کہتے ہیں اور امام رازی تصدیق کو مرکب مانتے ہیں۔ مگر محدثین کا ایمان کو مرکب کہنا متکلمین کے خلاف نہیں اس لئے کہ وہ اعمال کو اجزاء مکملہ مانتے ہیں مقومہ نہیں مانتے۔ معتزلہ اور خوارج ان کے اجزاء مقومہ مانتے ہیں نزاع لفظی ہونے کا معنی یہ ہے کہ احناف یا متکلمین یہ نہیں کہتے کہ تارک اعمال سیدھا جنت میں جائے گا جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کے بعد شفاعت وغیرہ سے اس کو نجات ملے گی۔ اور حضرات محدثین و شافعیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ تارک اعمال جہنم میں جائے گا مگر مخلد فی النار نہیں ہوگا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ قوم متکلم پر اقرار باللسان کو ایمان کے ساتھ کیا نسبت ہوگی اس لئے کہ ان کے یہاں ایمان جزم کا نام ہے تو جمیع متکلمین اور احناف فرماتے ہیں کہ اقرار باللسان اجزاء احکام شرعیہ کے لئے شرط ہے۔ کیونکہ قلبی حالت پر ہم واقف نہیں دنیاوی احکام کے اجراء کے لئے کوئی امارۃ ہونی چاہیے وہ اقرار باللسان ہے جس کی وجہ سے ہم اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کریں گے اور جس شخص نے تصدیق تو کی لیکن اقرار نہ کیا یہ شخص عند اللہ نجات پا جائے گا لیکن اس پر احکام اسلامیہ کا اجراء نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اقرار کا تمکن نہیں تصدیق ہے تو ان دونوں صورتوں میں تمکن ہو یا نہ ہو اس کا ایمان عند اللہ معتبر ہے ہم اسے مقابر مسلمانوں میں دفن نہ کریں گے وغیرہ اور جو لوگ اقرار کو حقیقت ایمان میں داخل کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ مؤمن نہ ہو گا۔ جیسے مرجئہ کا قول ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ کی بھی ہے۔ ایسے معتزلہ اور خوارج کے ہاں بھی مؤمن نہ ہوگا۔

تیسری بحث یہ ہے کہ آیا ایمان زائد اور ناقص ہوتا ہے یا کہ نہیں مشہور یہ ہے کہ متکلمین و اشاعرہ

ماترید یہ ایمان کی زیادتی اور نقصان کا انکار کرتے ہیں۔ اور محدثین معتزلہ وغیرہ اس کو مانتے ہیں، بات یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کو مرکب کہتے ہیں ان کے ہاں زیادتی و نقصان ہوگا۔ جن کے ہاں ایمان بسیط ہے فقط تصدیق کا نام ایمان ہے۔ ان کے ہاں زیادتی و نقصان نہیں ہوگا کیونکہ یقین کے کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اذعان نہ پایا گیا۔ بلکہ ظن اور شک ہے۔ تو ایمان ہی نہ پایا گیا لہذا اس اعتبار سے ایمان زائد اور ناقص نہ ہوگا۔ اعمال کو داخل فی الایمان مننے والے زیادتی اور نقصان کے قائل ہوں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ شکمکین اور محدثین کے درمیان نزاع لفظی ہے۔ وہ اعمال کو ایمان کے اجزاء مکملہ مننے ہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان کامل میں زیادتی نقصان ہوگا۔ نفس ایمان میں زیادتی و نقصان نہ ہوگا۔ چونکہ معتزلہ اور خوارج ان کو اجزاء منقوّمہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی ایمان زائد اور ناقص ہو گا۔ بلکہ اختلاف کی صورت میں ایمان کی نفی ہوگی۔ اس کی تائید میں امام ابوحنیفہؒ کے یہ قول پیش کیا جاتا ہے کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل لاکٹل ایمان جبرائیل تو کہا جائے گا کہ شکمکین اور امام ابوحنیفہؒ ایمان میں باعتبار کیفیت کے تو زیادتی و کمی کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ باعتبار کیفیت کے انکار نہیں کرتے۔ جیسے روشنی کی کیفیت میں تفاوت ہوتا ہے ایسے ایمان کی کیفیت میں بھی تفاوت ہے جبرائیل کا ایمان بالمشاہدہ ہمارا ایمان بالغیب ہے۔ تو ایمان بسیط ہو کر باعتبار انشراح کے اس میں زیادتی نقصان ہو سکتی ہے چنانچہ یقین کے تین قسمیں ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔

علم الیقین جو دلائل اور براہین سے یقین حاصل ہو۔ عین الیقین دلائل اور براہین سے جزم حاصل ہو جانے کے بعد مشاہدہ بھی ہو جائے۔ اس مشاہدہ سے جو نور اور علم حاصل ہوگا وہ یقیناً پہلے علم سے بڑھ کر ہوگا۔ اسے عین الیقین کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر قوم کی گوسالہ پرستی کو سنا تھا علم تو ہو گیا لیکن وہاں غصہ نہیں آیا۔ جب مشاہدہ کیا تو سخت غصہ آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ پہلے سے اقوامی ہے اور جو چیز مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہوا ہے عین الیقین کہتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی انگلی آگ میں ڈالے اور وہ جل جائے یا مٹھائی کو دھکھنے کے بعد اس کو چمکے تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ تینوں اقسام جزم اور تصدیق کے ہیں مگر ان میں باہمی تفاوت ہے۔ تو یہ ایک کسبی چیز ہوتی۔ کیفیت کا اس میں دخل نہیں تو امام صاحب کا یہ فرمانا کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل دلائل و اقوال ایمانی شل ایمان جبرائیل معنی نفس جزم میں تو مساوی ہیں مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایمان بالمشاہدہ

وہ اقوامی ہے اس کی مثل نہیں۔ اور حق یقین ان سب سے یقین کا قوی درجہ ہے اور یہ مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے فلاسفہ کہتے ہیں کہ قوت قدسیہ کے نزدیک نظریات بدیہات بن جلتے ہیں اور حواسے نزدیک بدیہات نظریات بن جاتے ہیں تو ہماری غباوت کی وجہ سے ہوا علم اس نور کا نام ہے۔ حوام الناس کا ایمان ایمان تقلیدی نہیں بلکہ ایمان مع البراہین ہے۔ جیسے ایک خراسانی کا منطقی سے مناظرہ ہوا کہ جیون اور سچون تیرے باپ نے بنایا۔ اور ایک اعرابی نے کہا البعۃ نندل علی البعیر خلاصہ یہ ہے کہ ہم تصدیق اس کو کہتے ہیں کہ جس یقین میں وقائع کا خلاف نہ ہو۔ اس میں تقلید اور براہین وغیرہ سب داخل ہیں

چوتھی بحث ایمان اور اسلام میں فرق۔ جس طرح ایمان کے دو معنی ہیں نفس ایمان تصدیق جمیع ما بآلہ النبی الخ دوسرا ایمان کا بل ہے تشریحات میں دونوں طرح کا اطلاق آتا ہے اس طرح اسلام کے بھی دو معنی ہیں۔ اسلام بمعنی انقیاد وہ دو قسم ہے انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی منافق انقیاد ظاہری رکھتا ہے باطنی نہیں رکھتا۔ مؤمن دونوں قسم کا انقیاد رکھتا ہے۔ ذمی اور صاحب انقیاد باطنی ہوتا ہے ظاہری نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ایمان میں یقین تو ہوتا ہے مگر اطاعت نہیں ہوتی۔

جاننا ہوں ثواب طاعت دزد ، پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اگرچہ مدار اسلام کا انقیاد باطنی پر ہے لیکن اس کا ظہور انقیاد ظاہری کی شکل میں ہوگا اور کبھی ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں متلازمین کی نسبت ہوتی ہے۔ تو گو یا مفہوم کے اعتبار سے متباہ ہیں اور مصداق کے اعتبار سے متلازم ہیں کہ ایمان بغیر اسلام کے مقبول نہیں اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں اور اسلام اور ایمان شرعی مراد ہیں۔ تو ایمان اور اسلام کے مفہوم میں اقرار وغیرہ داخل نہیں۔ البتہ مصداق میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مصنف امام بخاریؒ کا مقصد مرحبہ اور خوارج پر رد کرنا ہے۔ جن سے عالم میں بڑا فساد برپا ہوا۔ یہ مرحبہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط قول لا الہ الا اللہ کا نام ہے۔ اعمال کو نہ مقبولاً دخل ہے اور نہ مکتملاً اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی چیز کا خلل نہ ایمان کو ضرر پہنچتا ہے اور نہ نفع دیتا ہے۔ آجکل لمحہ اور دہری اعتقاد کے لوگ یہی کہتے ہیں، جس سے ان لوگوں نے آپ کے مشن کو سخت کو سخت نقصان پہنچایا لوگ کی طبیعت میں کسل ہے۔ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ

اعمال نہ کرنے پڑیں ان مرحبہ کی دلیل یہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے مطالبہ قول کا ہے تصدیق کا نہیں ہے چونکہ امام بخاریؒ محدثین میں سے ہیں اس لئے ایمان کے ذواجزاء اور زیادت نقصان کے قبول کرنے پر باب باندھتے ہیں۔ قرآنی آیات اور دوسرے دلائل کے ذریعہ مرحبہ پر رد کرتے ہیں اور خوب زور سے تردید کرتے ہیں۔ اور کہیں کہیں معتزلہ پر بھی رد فرمایا ہے۔ اب یہ کہ امام بخاریؒ نے مرحبہ پر اتنا زور کیوں باندھا اور معتزلہ پر کہیں کہیں رد فرمایا۔ حالانکہ دونوں فرق باطلہ میں داخل ہیں تو علماً نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں دنیاوی حیثیت سے کوئی نقصان نہیں۔ آخر میں جو بھی انجام ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک تارک اعمال ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ لہذا معتزلی تو اعمال کو چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اس ڈر سے کہ کہیں ایمان سے نہ نکل جاؤں۔ اور مرحبہ کے ہاں اعمال کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے ان پر شدت سے رد فرمایا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ امام بخاریؒ متکلمین اور امام صاحب پر رد کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ متکلمین اور محدثین کے درمیان تو نزاع لفظی ہے۔ نفس ایمان محدثین کے نزدیک بھی تصدیق ہے۔ تو ان کے یہاں بھی اعمال نہ نفس ایمان جز ہوں گے اور نہ اس میں کمی بیشی ہوگی۔ تو جو کچھ رد ہو گا وہ مرحبہ پر ہو گا۔ اور اس طرح مرحبہ کا ایک گردہ کمرامید بھی ہے جن کے نزدیک ایمان محض کلمتین شہادت کا نام ہے ان پر بھی امام بخاریؒ رد فرماتے ہیں۔

اب یہاں ایک اشکال ہے کہ حدیث جبرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے لیکن مصنف کتاب الایمان کہہ کر بُنی الاسلام علی خمس فرماتے ہیں جس سے تسادی معلوم ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کا اطلاق نفس ایمان پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کامل پر بھی۔ اور ایمان کامل اور اسلام کامل کا تلامز ہے۔ تو ان میں تلامز ہوا۔ البتہ بتائیں یا عموم خصوص وہ نفس ایمان اور نفس اسلام میں ہے۔ احادیث اور امور شرعیہ میں جو ایمان اور اسلام کے الفاظ آتے ہیں۔ ان سے ایمان اور اسلام کامل مراد ہو گا لہذا کتاب الایمان میں جو ایمان ہے اس سے ایمان کامل جو امور شرعیہ پر مشتمل ہے اور وہ اسلام کامل کو لازم ہے لا یفتقران تو بنی الاسلام علی خمس کہنا صحیح ہو گا تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ ذواجزاء ہو گا جہاں اجزاء ہوں گے وہاں ایمان کامل جہاں اجزاء پورے نہ ہوں گے وہاں ناقص لہذا زیادتی اور نقصان بھی

ثابت ہو گئی۔ اس جگہ ایک اشکال ایسا ہے کہ جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو اسلام مبنی اور اشیاٰ
 خمسہ مبنی علیہ ہوں گی اور قاعدہ ہے کہ مبنی مبنی علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ تو ان میں تغایر ثابت ہوا حالانکہ
 ایسا نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ نحو کے قاعدہ کے مطابق جب حروف بارہ ایک دوسرے کے قائم مقام
 ہوا کرتے ہیں تو یہاں علیٰ معنی من کے ہو گا یعنی بنی الاسلام من خمس کہ اسلام پانچ چیزوں سے بنایا
 گیا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب الی النعم کے لئے اسلام کو ایک
 خمیرہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس میں ایک ستون درمیان میں ہو۔ اور چار کناے کناے پر شہادت
 تو بنزلہ عمود کے ہے اور یہ چاروں ستون بنزلہ اطنا ب کے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے گا۔ تو وہ جگہ
 ناقص رہے گی اور اگر عمود گر جائے تو خمیرہ ہی باقی نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر شہادت نہ رہی تو ایمان
 ہی نہ رہے گا۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کو مکان سے تشبیہ دی گئی اور پانچوں چیزیں مانند
 دیواروں اور ستون کے ہیں۔ جن کے بغیر مکان کا بقا نہیں۔ لہذا پانچوں چیزیں اسلام کا موقوف علیہا
 ہوتیں۔ وهو قول وفعل جب ایمان قول اور فعل کے مجموعہ کا نام ہے۔ تو مرکب ہوا اس لئے کہ ایک
 قول ایک جز ہے۔ فعل دوسرا جو ہے۔ ویزید وینقص امام بخاریؒ نے ترجمہ کو تین چیزوں سے مرکب
 فرمایا ہے۔ اول بنی الاسلام علیٰ خمس دوسرے قول وفعل اور تیسرے یزید وینقص سے درحقیقت یہ تینوں
 تراجم ایک دوسرے کی تائید اور تقویت کرتے ہیں جس سے توضیح اور تبیین ہوتی ہے۔ کیونکہ بنیٰ علیٰ خمس
 ترکیب پر دلالت کرتا ہے۔ قول اور فعل کا مجموعہ ہونا بھی ترکیب ہے اور زیادہ و نقصان بھی مرکب ہی
 میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ بنی الاسلام علیٰ خمس دوسرے تراجم کے لئے علت ہے
 یہ خمس اشیاٰ اسلام کے قوام میں داخل ہوتیں۔ گویا موقوف علیہا ہوتیں۔ جب اسلام قول اور فعل ہو
 گا تو بعض موقوف علیہ فعل اور بعض قول ہوں گے۔ افعال اور اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لہذا یزید
 وینقص بھی ہوا تو تینوں تراجم صحیح ہوئے۔ اور ان تراجم متعدد ہیں سے ہر ایک کو دلالت مطابقی سے ثابت
 نہیں کیا بلکہ جز اول کو مطابقت حدیث سے ثابت کیا اور باقی تراجم التزامی طور پر ثابت ہوئے۔

شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس جملہ سے
 حنفیہ پر رد کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایمان کی بساطت کے قائل ہیں اور امام بخاریؒ ایمان کو ذوا جزا ثابت
 فرما رہے ہیں۔ جب ہی تو زیادتی اور نقصان کو قبول کرے گا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ

فرماتے ہیں۔ کہ ایمان کے لئے اذعان قلبی ضروری ہے۔ بغیر اس کے مومن ہو نہیں سکتا۔ اگر کسی کو اذغان نہ ہو۔ بلکہ اس میں نقصان ہے مثلاً شک ہو تو وہ کسی سے باہل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہاں یقین کے درجات مختلف ہیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ مثلاً اس بات کا یقین کہ مکمل ایک شہر ہے اس شخص کو بھی یقین ہے۔ جس نے دیکھا نہیں اور اس کو بھی ہے جس نے دیکھا ہے۔ البتہ دونوں کے یقین کے اندر فرق ہے۔ اس طرح ایمان تو نفس تصدیق کا نام ہے۔ مگر کمالات کے ذریعہ زیادتی ہوتی رہتی ہے بخلاف مرتبہ کے وہ بالکل کسی قسم کی زیادتی کے قائل نہیں۔ لہذا ان پر رد ہوا حنفیہ پر تو کسی حال میں رد ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ بھی ایمان کے لئے اجزاء مکملہ ملتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ یزدا دوا یمانا امام بخاری نے ایمان کے ذواجزاء اور قابل زیادتی اور نقصان ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کس آیات قرآنیہ ذکر فرمائی ہیں۔ آٹھ آیات تو ایک جگہ متصلاً بیان فرمائی ہیں۔ اور دوس کے بعد آ رہی ہیں۔ جب ان آیات سے زیادتی ایمان ثابت ہوگی۔ تو نقصان بھی ثابت ہوگا اس لئے کہ زیادتی نقصان کو مستلزم ہے کیونکہ زیادتی اسی شئی میں ہو سکتی ہے جس میں نقصان بھی ہو سکتا ہو۔ الغرض تراجم کے بعد امام بخاری نے آیات اور تعلیقات کو بیان فرمایا ہے جو تراجم کے لئے دلیل بن جاتے ہیں۔ پہلی آیت لیزدا دوا ایمانا مع ایمانہ۔ چونکہ اس جگہ قول پر زیادتی معلوم ہوتی ہے لہذا قول ہی مراد ہو گا۔ اور زیادتی اور نقصان بھی ثابت ہوا۔ دوسری آیت میں زدنا هو ہدی سے مراد ایمان ہے کیونکہ ایمان کامل بغیر ہدایت کے ہو نہیں سکتا۔ خواہ ہدایت سے وصول الی المطلوب مراد ہو یا ارأۃ الطريق چونکہ ان میں تلازم ہے لہذا ایک کی زیادتی سے دوسرے کی زیادتی ثابت ہوگی۔ اور ہدی بمعنی اہتداء کے ہیں۔ اگر ہدایت کے معنی ارأۃ الطريق کے ہوں تو اس کے بھی بہت سے طرق ہوتے ہیں۔ اگر روشنی دکھانے والے کی زیادہ ہو تو دیکھنے والے میں بھی زیادتی ہوگی۔ جب دکھانے والے باری تعالیٰ ہیں۔ تو اہتداء میں بھی زیادتی ہوگی۔ اور اہتداء عین ایمان ہے ایکو ولدتہ ہذہ ایمانا جب قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی تھیں تو کفار مومنین سے پوچھا کرتے تھے کہ اس آیت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ الغرض ان آٹھ قرآنی آیات سے امام بخاری نے زیادۃ فی الایمان کو ثابت کیا ہے۔ زیادہ اور نقص متضادین ہیں۔ جن کا عمل ایک ہوتا ہے۔ جب زیادہ کو قبول کیا تو نقصان کو بھی قبول کرے گا نیز زیادتی کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ

اس سے قبل اس پر نقصان تھا۔

والحب فی اللہ البغض فی اللہ الحب فی اللہ میں فی تعلیل ہے۔ جیسے مذہب فی صرة میں ہے۔ حب اور بغض کو بھی ایمان میں سے قرار دیا گیا اور جب کسی سے محبت ہوئی ہے تو جو چیز اس کی طرف منسوب ہوگی اس سے بھی محبت ہوگی۔ جب باری تعالیٰ سے محبت ہوئی تو اس کی طرف منسوب اشیاء بھی من حیث الخلق محبوب ہوں گی محبت اور بغض متفادت ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ایمان میں میں بھی نقص اور ازدیاد ہو گا۔ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی روایت اس کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اور اس کا مضمون صحیح ہوتا ہے تو حضرت امام بخاریؒ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ یہ الوداد وکی روایت ہے اس سے امام بخاریؒ نے ایمان کے ذواجزار ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اس لئے کہ جب حب اور بغض کی مشکک ہے اس کے ہزاروں درجے ہیں۔ ایک محبت تو وہ ہے جس کے متعلق یقینی کہتا ہے۔

ھوی الاخبة منه فی سودایہ کہ دوستوں کی محبت دل کے سیاہ حصہ میں ہے۔ اور ایک وہ ہے جو راہ چلتے ہو جائے۔ اور ایک عداوت یہ ہے کہ ہاں سے مانسکے لئے تیار رہے اور ایک یہ ہے کہ وقتی طور پر غصہ آجائے۔ اس طرح جب محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ ایمان میں سے ہیں اور اس کے اندر مراتب ہیں تو ایمان کا قابل زیادت و نقصان ہونا ثابت ہو گیا۔

وکتب عمر بن عبد العزیز امام بخاریؒ ثبوت دعویٰ کے لئے صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں عمر بن عبد العزیز اگرچہ صحابی نہیں ہے۔ بلکہ تابعی ہے۔ مگر ان کا شمار خلفاء راشدین میں ہوتا ہے۔ حالانکہ سنہ ۱۰۰ میں ان کی خلافت کا دور ہے۔ علم اور تقویٰ میں اس قدر فوقیت حاصل کر گئے کہ اسلام میں ان کو محبوب نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ان کی والدہ حضرت عمرؓ کی پوتی ہے حضرت عمرؓ ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچے ہیں کیا سنتے ہیں کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا کہ خلیفہ وقت نے مناعت کر دی ہے۔ اور خلیفہ کی اطاعت علانیہ اور خفیہ فروری ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے سمجھ لیا کہ اس لڑکی کے قلب میں تقویٰ پانے صاحبزادے عہم کا کلام اللہ سے کرا دیا۔ جن سے حضرت عبد العزیز کی بیوی اور حضرت عمرؓ کی ماں پیدا ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اولاً بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔ اس قدر عطر استعمال کرتے تھے کہ لوگ اگر ان کے دھوئی

کو کپڑے اس لئے دیتے تھے کہ وہ معطر ہو جائیں گے خلیفہ سلمان بن عبد الملک نے ان کو خلیفہ بنایا جبکہ حجاج بن ارطاة نے منبر پر کھڑے ہو کر وہ خط پڑھ کر سنایا جو اس کے پاس محفوظ تھا۔ اس حکم کی وجہ سے ان میں اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔ بہت مرعوب ہو گئے۔ سب سے پہلا کام خلیفہ کو دفن کرنے کا انجام دیا۔ جب آرام کے لئے گھر آئے تو بیٹے نے کہا کہ بنو امیہ نے جو لوگوں کی جائیدادیں ضبط کر رکھی ہیں۔ وہ جلد واپس کر دو۔ اس نے کہا کہ میں قبیلہ کرلوں بیٹے نے کہا کہ اگر قبیلہ کی حالت میں جان نکل گئی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ ان کو بھی بات سمجھ آ گئی بنا بریں فوراً بنو امیہ کے مظالم کو رفع کرنا شروع کر دیا اور ان کی بیوی کے پاس جو ایک غصب شدہ ہار تھا وہ بھی واپس کر دیا۔ الغرض انہوں نے بہت اصلاحات کی ہیں اور لوگوں کو بنو امیہ کے مظالم سے نجات دلائی ہے۔ جس پر ان کی پھوپھی نے کہا کہ میں نے کہا نہیں تھا کہ عبد العزیز کی شادی حضرت عمر بن عبد العزیز کے خاندان میں نہ کرو۔ ان کو بعض اہل الشنہ خواب میں دیکھا کہ عمر بن عبد العزیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب بیٹھے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز بیٹھے ہیں پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے زمانہ عدل میں عدل کیا مگر عمر بن عبد العزیز نے زمانہ جور میں عدل کیا ہے چنانچہ ابن جوزی نے انہیں کے زمانہ میں شیر اور بکری کا ساتھ چرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا اثر دنیا اور باغیا پر پڑتا ہے۔ اس لئے سلطان ظل اللہ کہا گیا ہے۔ ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس نے ٹیکس نہیں لگایا تھا تو ایک انار سے ڈیڑھ گلاس رس نکلا تھا جب ٹیکس لگانے کا خیال آیا۔ تو انار بچوڑنے پر آدھا گلاس بھی نہ نکلا۔ جب توبہ کی تو پہلے کی طرح ڈیڑھ گلاس نکلا۔ بادشاہ کی نیت پر برکت اور عدم برکت کا دار و مدار ہوتا ہے۔ آج ہندوستان میں جو برکت نہیں رہی وہ انگریزوں کی نیت کی فراہمی کی وجہ سے ہے چنانچہ سر ولیم جئس ہیکس سیکرٹری انڈیا ۱۹۳۱ء میں کہتا ہے کہ ہم نے ہندوستان کو ہندوستان کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا۔ اس طرح حضرت شیخ الہند سلطان عالمگیر کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان میں بارش نہ ہوئی۔ نماز استسقاء کے لئے علما کو جمع کیا گیا۔ مگر نماز سے پہلے وہ خود سجدے میں گر پڑا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے گنہگار کی وجہ سے ساری مخلوق پر کیوں عذاب نازل فرمایا۔ زار و قطار روتا تھا۔ اس اسی وقت بارش شروع ہو گئی۔ غرضیکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بنو امیہ کی بہت اصلاح فرمائی۔ دو سال اس کا دور خلافت ہے۔ بالآخر بنو امیہ نے زہر دلا کر اس کو مروا ڈالا۔ ان کے زمانہ میں علم دین کی بہت ترویج ہوئی۔ انہوں نے بہت سے احکامات نافذ فرمائے تھے۔ ان میں ایک یہ

بھی تھا جو عدی بن عدی کے پاس لکھا۔ فرائض سے وہ اعمال مراد ہیں جن کے بغیر نجات نہیں ہوتی جیسے صلاۃ، صوم وغیرہ۔ شراخ سے عقائد اسلامیہ مراد ہیں اور حدود سے منہیات اور سنن سے مستحبات مراد ہیں۔ فہم استکملہا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کامل میں یہ سب امور داخل ہیں۔ تو ایمان کا ذواجز ہونا اور قابل زیادت و نقصان ہونا ثابت ہو گیا ان میں سے جتنے اجزاء ہائے جاہل ہیں گے۔ اتنا ایمان کامل ہو گا اور جتنے یہ اجزاء کم ہوں گے۔ اتنا ہی ایمان ناقص ہو گا۔ فہم استکملہا الخ یہ بین دلیل ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد حنفیہ پر رو کرنا نہیں کیونکہ احناف تو اعمال کو کمالات ایمان میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور ان میں مؤکدات۔ غیر مؤکدات۔ فرائض سنن سب داخل ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے یہی امام بخاریؒ کا مقصد ہے۔ اشاعرہ فہم ایمان کو بسیط کہتے ہیں۔ نیز حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ ان کے دور خلافت میں کبھی غسل ان پر واجب نہیں ہوا۔ نہ بیوی سے اور نہ باندی سے جماع کیا بلکہ عشاء کی نماز کے بعد برابر دربار الہی میں گزر کر لاتے رہتے تھے طرہ رات گزر جاتی۔

و لکن بیطمین قلبی یہ بھی ایمان کی ترکیب کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اچھا موتی کے متعلق سوال کیا۔ رب ارفی کیف یحیی الموتی اگرچہ یہ علم اور ایتقان تھا کہ اللہ تعالیٰ اچھا پر قادر ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَوْ كُنْ نَوْمُومٌ قَالَ بَلٰی سے ظاہر ہے۔ لیکن اپنے اس ایمان اور یقین میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے سوال کیا۔ جس سے ان کا مقصد کیفیت اچھا موتی کا مشاہدہ کرنا تھا۔ تو باری تعالیٰ اپنے مقررین سے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کیف تھی الموتی سے سوال بیطمین قلبی کے لئے تھا۔ اگر سوال ہو کہ اطمینان قلب میں جزم ہے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو وہ اضطراب اور شک ہے تو ایمان کیسے ہوا۔ اس کی کئی توجہات کی گئی۔ پہلی توجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبہ عین الیقین حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کما قالہ ابن ہمام تو طمانیت قلب سے مضجع کا وہ درجہ مراد ہے۔ جو کہ مشاہدہ سے حاصل ہو۔ جیسے کسی کو دمشق کے عروس البلاد ہونے کا یقین نہ ہو۔ مگر وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو ایمان نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام رب ارفی اچھا الموتی فرماتے تو پھر اشکال تھا۔ وہ تو کیفیت اچھا کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ ہاں کبھی کیف استغفار کے لئے بھی ہوتا ہے اس لئے اَوْ كُنْ نَوْمُومٌ

سے اس کا ازالہ کیا گیا تو اس وقت طہانیت کا تعلق نفس ایمان سے نہ ہوا۔ بلکہ کیفیت میں اضطراب تھا جس کی بنا پر سوال کیا یہاں پر ایک اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے اس آیت کو ماقبل کی آیات میں کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ علیحدہ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے تو کہا جائے گا۔ کہ آیات ثمانیہ میں صراحت زیادتی کا ذکر ہے اور اس آیت میں زیادتی کی تصریح نہیں بلکہ استنباطی طور پر زیادتی معلوم ہوتی ہے۔

وقال معاذ اجلس بنا تو من ساعة اس سے بھی زیادتی ایمان ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نو من کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ آدایمان کا وجود حاصل کریں۔ کیونکہ حضرت مسندؒ تو پہلے سے مسلمان تھے۔ تو نو من کے معنی ہوں گے نزداد ایمان ساعة اس لئے کہ ذکر اللہ آزدیاد ایمان ہوتا ہے۔ ذرا بیٹھو اللہ کا ذکر کریں جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ ہمارے ایمان میں زیادتی ہوگی۔

قال ابن مسعود اليقين الايمان كله امام بخاریؒ نے اس جملہ سے بھی ایمان کی ترکیب ثابت کی دو طریقہ سے اول یہ کہ یہاں ایمان کی تاکید لفظ کل کے ذریعہ سے لائی گئی ہے۔ تاکید بلفظ کل ذواجرار شیئی کی لائی جاتی ہے۔ کل سے تاکید دفع بعضیہ کے لئے ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس جملہ کے اندر یقین کو ایمان کہا گیا ہے اور یقین کے مراتب مختلف ہیں۔ تو اس سے بھی ترکیب ثابت ہو گئی وقال ابن عمر لا يبلغ العبد حقيقة التقوى حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ حقیقت تقویٰ کو پہنچ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ ان شہادت کو نہ چھوڑے جو دل میں کھٹکتے ہوں۔ یہ قول ماخوذ ہے حضور صلم کے ارشاد دَع مایر یبک الی ما لا یر یبک حاک بمعنی اختلج بمعنی بعض اشیاء کی قلت اور حرمت کا یقین ہے۔ اور بعض کی قلت و حرمت کا یقین نہیں ہوتا۔ تو اشتہاء ان قلوب پر ہوگا۔ جو طبائع سلیمہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ امام بخاریؒ نے لفظ حقیقت سے استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ لفظ حقیقت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کلی مشکک ہے اس کے مراتب ہیں تقویٰ اور ایمان متلازم ہیں۔ جب تقویٰ کے لئے حقیقت اور غیر حقیقت ہے تو ایمان میں بھی تشکیک ہوگی۔ اور حقیقت سے کمال تقویٰ مراد ہے۔ تو ایمان میں زیادتی اور نقصان آجائے گا۔

وقال مجاهد شرع لکومن الدین ما وضحی بہ نوحًا اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء کا دین اور معتقد علیہ ایک قرار دیا ہے۔ اعمال اور شرائع باعتبار موسم۔ مکان۔ زمان اور فاعل کے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اوحیٰک یا محمد وایاہ یہ ما وضحی بہ نوحا کی تفسیر ہے شرع لکومن الدین کی نہیں ہے

جس طرح بعض کو شبہ ہو گیا۔ اس آیت میں دین کو واحد کہا گیا۔ لیکن دوسری آیت میں ہے شرعة و منہاجا محتاج بمعنی طریق اور شرعة بمعنی طریقہ اور سنت تو اس سے معلوم ہوا کہ دین متغیر ہیں تو امام بخاری ان دونوں کے مجموعے سے ترجمہ نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ جب اتحاد دین کے باوجود ایک کا منہاج اور سبیل الگ الگ ہے۔ تو دین اور ایمان میں از دیار ہو گا کہ اصول میں اتفاق اور فروع میں اختلاف تو ایمان میں از دیار اور نقصان ہوا۔ ان فروع کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں ہو سکتا۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے محمد مصطفیٰ صلعم ہم نے آپ کو اور نوح علیہ السلام کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل کے ادیان اور اس دین کے اندر جزئیات میں بڑا فرق ہے۔ پھر بھی ایک دین فرما رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دین کوئی مرکب شئی ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ شرع لکھو اس سے استدلال اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخر آیت ہے جس میں ان اخیموالدین ہے۔ اور اقامتہ دین بغیر ایمان کے ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ جو تصدیق اور طاعت احکام میں اعمل ہو گا۔ اس کا ایمان کامل ہو گا۔

شیخ ذکر فرماتے ہیں کہ بعض علما نے قال مجاہد سے لے کر سبیل و سنت تک کو ایک استدلال شمار کیا ہے۔ یعنی ان دونوں آیتوں کے ملائے سے ایمان کی ترکیب ثابت ہوگی کہ تمام انبیاء کا ایمان اور دین اصولی اعتبار سے ایک ہے۔ لیکن فروعی اعتبار سے مختلف طریقوں اور شعبوں سے مرکب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے مختلف طریقے پیدا فرماتے ہیں۔ اسی سے ترکیب ثابت ہوگئی مولانا درمی کی اپنی رائے یہ ہے کہ ان آیات کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد ان دونوں آیات کے درمیان تطبیق دینا ہے۔ کہ اول آیت شرع لکھو من الدین الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔ اور دوسری آیت کل جعلنا منکھو شرعة و منہاجا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لئے دین کے طریقے اور راستے الگ الگ ہیں۔ تو اس تنازع کو اس طرح رفع فرمایا کہ اول آیت سے جو دین کا اتحاد معلوم ہوتا ہے وہ اصولی اعتبار سے ہے۔ اور فروع اعتبار سے اختلاف ہے۔ کہ بعض احکام میں کسی کے ہاں سختی ہے اور کسی کے ہاں نرمی۔ اور بعض علما نے شرعة و منہاجا کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا ہے کہ تمہارے لئے مختلف احکام مقرر فرماتے گئے ہیں۔ مسافر کے لئے اور متیم کے لئے اور صحیح کے لئے علیحدہ اور مریض کے لئے علیحدہ اور نوح علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جیسے نوح علیہ السلام کو احکام تکلیفیہ دیئے جائیں گے ایسے آپ کو بھی۔

خوب پردہ ہے کہ ملین سے چھپے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا۔ مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

تشریح :- یہ حدیث ترجمہ الباس کے بالکل مطابق ہے۔ اسلام کو ایک مکان سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے اندر دیواریں چھت اور دعائم یعنی ستون ہوں۔ جیسے مکان ان پر مبنی ہوتا ہے۔ ایسے اسلام بھی ان چیزوں پر مبنی ہے۔ اگر یہاں سوال ہو کہ مبنی مبنی علیہ کے متناظر پر ہونا ہے تو اسلام ان پانچ چیزوں کے متناظر ہوا۔ حالانکہ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت صلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں آپ صلم نے انہیں پانچ چیزوں کو ذکر فرمایا اس کا تسلیی جواب یہ ہے کہ ایمان و اسلام انقیاد باطنی اور ظاہری کا نام ہے جن کی معرفت ان پانچ چیزوں سے ہوتی ہے۔ اس لئے ان پانچ چیزوں کو مبنی علیہ قرار دیا گیا۔ اور حقیقت اسلام یہی انقیاد باطنی ہے

اس حیثیت سے وہ ایمان کے ملازم ہے۔ اور انقباض ظاہری کے اعتبار سے ان پر عموم و خصوص من وجہ ہے۔ اس اعتبار سے لما بعد خد الایمان فی قلوبہم فرمایا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں علیٰ معنی من کہے ہیں کیونکہ حرف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں آیا کرتے ہیں۔ تو معنی ہوں گے بنی الاسلام علیٰ خمس ای من خمس تو اب اسلام کا معنی امور خمسہ کا ہونا ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ توحید کی شہادت دنیا وجود باری تعالیٰ کی شہادت کو مستلزم ہے تو اس سے وہ شبہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص توحید کا قائل ہے مگر صفات کمالیہ اور وجود باری کا منکر ہے۔ اسے مؤمن نہ کہا جائے تو یہاں مؤمن کی شان میں توحید باری کے ساتھ ساتھ وجود باری اور صفات کمالیہ کو بھی بیان کیا گیا چونکہ توحید وجود باری اور صفات کمالیہ کو مستلزم ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ اولاً مخاطب عرب ہیں۔ وہ وجود باری اور صفات کمالیہ کے قائل تھے۔ اختلاف صرف مسئلہ توحید میں تھا اس لئے اس کا ذکر ہوا۔ جن امور کو وہ مانتے تھے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بہر حال شہادت اقرار ہیں اور اقام الصلوٰۃ وغیرہ افعال ہیں۔ تو الایمان قول و فعل یزید و ینقص ثابت ہو گیا۔ پھر اشکال ہے کہ جو چیز اصلی تھی یعنی تصدیق قلبی اس کا ذکر تو نہیں ہوا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے شہادت لفظ فرمایا قول نہیں فرمایا۔ شہادت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں اذعان ہو۔ یعنی قول قلب کے مطابق ہے۔ تو شہادت قول۔ عمل اور تصدیق سب کو مستلزم ہوا۔ اس کے بعد عمل کی چند چیزیں ذکر کر دی گئیں۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ باری تعالیٰ کی صفت جلال پر متفرع ہیں حج اور صوم صفت جمال پر۔ صفت جلال کا تقاضا ہے کہ انتہائی ادب سے کام لیا جائے اور جمال کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بالکل طور عقل سے نکل جائے۔ صفت جمال عشق و فریفتگی کو چاہتی ہے جس پر توجہ الی الحبیب ہوتی ہے۔ اور غیر سے اعراض ہوتی ہے۔ صوم میں اعراض عن غیر اللہ ہے اور حج میں توجہ الی اللہ ہے

باب امور الایمان و قول اللہ عز و جل لَیْسَ الْبِرُّ اَنْ تَوَكُّوْا وُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الْاٰی قَوْلِهِ الْمُنْفِقُوْنَ قَدْ اٰفَلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاٰیۃ۔ حدیث ۹۔ حدیث شامعہ اللہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ الْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَ سِتُّوْنَ شُعْبَةً وَ الْحَيَا وَ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت نبی اکرم صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ سے اور کئی شعبے اور شاخیں ہیں۔ اور چار بھی اس کا ایک خاص شعبہ اور شاخ ہے۔

تشریح :- امور الایمان میں اضافہ بیان نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کامل ان امور کا مجموعہ ہے۔ تو الاموال التي هي الايمان کے معنی ہوں گے اور ممکن ہے کہ اضافہ لامیہ ہو۔ ای الاموال التي تحقت من الايمان ثواب زیادة ونقص کا تحقق ہوگا۔ اضافہ بیان یہ امام بخاریؒ کے مسلک کے زیادة قریب ہے۔ وقول الله عز وجل ايضه قول الله الخ یہود نے بہت سے اعتراضات کئے تھے ان میں سے ایک تحویل قبلہ کے متعلق بھی تھا کہ کبھی آپؐ نمازیں بیت المقدس کا استقبال کرتے ہیں اور کبھی بیت اللہ کا۔ ان پر قبلہ مشتبہ ہے۔ اگر پہلا صحیح تھا تو اب ایمان صحیح نہیں اگر اب قبلہ صحیح ہے تو پہلے کا ایمان معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ بہترین نیکی تو ایمان میں ہے کمال بت شروع میں نہیں بلکہ حقیقت ایمان میں ہے۔ فروع تو نیچے کی چیزیں ہیں۔ بعد از ان اعتقادات عبادات بدنیہ اور مالیہ سیاسیات لوگوں کے ساتھ تعلقات اور مربیات بھی ذکر فرماتے جن سے اخلاق پر بہت اثر پڑتا ہے اور دوسری آیت قد افلح المؤمنین الخ اس میں مؤمنین کی صفات بطور تفسیر ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ امور دین جن پر نجات کا دار و مدار ہے۔ وہ صرف پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اور بھی ہیں۔

بضع و مستول : بضع کا لفظ کسور پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ یعنی عقود کے درمیان جو کسور ہوتے ہیں ان کو بضع سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض نے تین سے لے کر دس تک اور بعض نے ایک سے لے کر دس تک کا کہل ہے۔ اب تعارض یہ ہے کہ اس جگہ تو ستون کا لفظ ہے اور بعض روایات میں سبعون کہل ہے۔ اور بعض میں کچھ اور ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ستون و سبعون سے حصر مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے لہذا تعارض نہ رہا۔ شعبہ شخ کو پھر راستہ اور درختوں کی شاخ کو کہتے ہیں۔ ایمان کے شعبے بہت ہیں جن سے مراد ایمان کے حصائل ہیں جس طرح کفر کے خصائل ہوتے ہیں اس طرح ایمان کے بھی خصائل ہیں بلکہ لفاق کے بھی خصائل ہیں الحیاء کے معنی انکسار اور انفعالی نفس کے ہیں جو مخالفت ذم اور مخالفت مذاب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حیاتی وجہ سے اس فعل کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایمان کا شعبہ اس لئے کہا گیا کہ حیاء من الله میں جمیع امور عینی مرضیۃ عند اللہ کو ترک کرنا اور حیاء من الناس میں غلاف انسانیت امور کو ترک کرنا ہوتا ہے قالہ الشیخ مدنی

حضرت شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جب کسی شے کے اثبات پر اترتے ہیں تو اس کو مختلف

طور پر ثابت فرماتے ہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ کو ترکیب ایمان ثابت کرنی ہے۔ اس لئے اس کو اس طرح ثابت فرما رہے ہیں کہ امور ایمان بہت سے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کے والد صاحب مرحوم نے یہ فرمایا کہ امام بخاریؒ ایمان کی ترکیب تو پہلے ثابت فرما چکے ہیں۔ اب اس جگہ ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جنہیں مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہیئے گویا کہ امور ایمانیہ پر ترغیب دلا رہے ہیں شیخ ذکر کیا کہ اپنی ذاتی یہ ہے کہ بظاہر حدیث بخاریؒ علیٰ السلام سے ایک طرح کا ابہام حصر فی الجنس معلوم ہوتا تھا اس کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایمان انہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اس کے اور اجزاء بھی ہیں۔ قول اللہ تعالیٰ لیس البواہر الآتية قد افلح المؤمنون الآتية دون آیات کو ذکر کر کے ایمان کے اجزاء ثابت کئے اور امور مرغوب فیہا کو ذکر کیا یا پھر حصر فی الجنس کے ابہام کو رفع کر دیا۔ قد افلح المؤمنون کے بارے میں حضرات شراح کی رائے یہ ہے۔ المتفقون کی تفسیر فرما رہے ہیں جو آیت سابقہ میں ہیں مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس آیت کو بھی استدلال کے طور پر ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح مکملات ایمانیہ پہلی آیت کے اندر مذکور ہیں۔ ایسے ہی اس آیت میں بھی ان بہت سی اشیاء کا ذکر ہے جو پہلی آیت کے اندر نہیں ہیں۔

بضع و سنون اور دوسری حدیث میں بضع و سبعون آیا ہے۔ اس کا بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں کثرت مراد ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلم پر بار بار وحی نازل ہوتی تھی۔ تو بعد میں اضافہ ہوتا رہا بہر حال یہ حدیث ایمان کی ترکیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور مولانا ذکر کیا کہ اس کے مطابق اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام امور خمسہ میں منحصر نہیں۔ اور اس حدیث کے بعض طرق میں افضلہما قول لا الہ الا اللہ وادبھا ماظلة الذی عن طریق وارد ہوا ہے۔ حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے مراد رذی نہیں بلکہ ادنیٰ اقرب کے معنی میں ہے اور ادنیٰ سے مراد نفس اور اس کی شہوات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ طریق تزکیہ سے نفس کو ہٹا دینا اقرب ایمان ہے۔

والحیاء شعبة من الایمان اس جگہ دو طرح سے کلام ہے۔ اول تو یہ کہ آخر حیا۔ کو بضع و ستون شعب کے اندر ایسی کیا خصوصیت ہے جو اس کو مستقل ذکر فرمایا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حیا ایک ایسا شعبہ ہے جس پر بہت سے شعبے مرتب ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ حیا ان کے وجود کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن چونکہ حیا کذب سے بچاتی ہے اس لئے کہ حیا ہوگی تو سوچے گا کہ اگر کل کو جھوٹ ثابت ہو گیا تو کیا ہوگا۔ اس وجہ سے پھر جھوٹ نہیں

بولے گا اس طرح زنا چوری غرضیکہ ہر قبیح کام سے بچ جائے گا۔ دوسرا کلام یہاں یہ ہے کہ جیسا ایک فطری شے ہے۔ لہذا جیسا ایمان کا جز۔ کیسے بن گئی۔ پہلا جواب تو شرع نے یہ دیا ہے کہ جیسا کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی دوسرے عقلی جس جیسا کو ایمان کے شعبہ میں شمار کیا گیا ہے اس سے عقلی جیسا مراد ہے جو کتب ہے مطلب یہ ہوا کہ ایک تو غریزہ طبع ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ وہ تو وہی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس جیسا کے مقتضی پر عمل کرے۔ تو وہ جیسا عقلی ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جیسا ابتداء تو فطری ہوتی ہے اور انتہا کبھی ہو جاتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جیسا سے اس کے ثمرات اور نتائج مراد ہیں۔ اور وہ اختیاری ہیں۔ تو پہلے جواب میں جیسا کی دو قسمیں بنائی گئی تھیں۔ اس جواب میں ثمرات اور نتائج مراد لئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۰ اباب السلیح من سلوا المسلمون من لسانہ ویدہ حدثنا آدم الخ
عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمون من سلوا المسلمون
من لسانہ ویدہ المہاجر من ہجر ما نھی اللہ عنہ الحدیث .

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور مہاجر وہ ہے جس نے ان سب کاموں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے

تشریح :- از شیخ مدنیؒ نفس صبیغہ کا تقاضا یہ تھا کہ جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہو وہی مسلم ہوگا۔ حالانکہ اسلام کی تعریف پہلے گزر چکی ہے بنی الاسد مدعی خمس اور اس طرح حضرت جبرائیلؑ کے۔ قرآن کے جواب میں جو آپؐ نے تفسیر فرمائی۔ اس میں یہ امور نہیں ہیں۔ لہذا حصر حقیقی نہ ہوگا بلکہ صر مال کا ہوگا۔ یعنی نفی ادعائے اس میں دو چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ سلامتی من اللسان یہ ہے کہ کسی دوسرے کے بارے میں تکلیف دہ الفاظ نہ بولے جائیں۔ کیونکہ جراحات اللسان لہ التیام ولا یتام ما جرح اللسان۔ نیز کے زخم مل جاتے ہیں۔ زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اور سلامتی ہاتھ میں ید کی تفصیص اس لئے کی گئی کہ اغلب افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں تو حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ قول و فعل سے کسی کو نہ ستایا جائے۔ اگر معصیت سرزد ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلیع کو تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا بہیل کا واقعہ ہے کہ اس کی داڑھی تراشی ہوئی تھی۔ سفیر ایران نے اعتراض

کہ مرزا ہیدل رشید تراشی۔ جواباً انہوں نے کہا کہ دل کے رائے خراش اس نے بے ساختہ کہا کہ بے دلے رسول اللہ میخراشی ان کے قلب پر اثر ہوا اور سر نیچا کر دیا۔ تین روز تک زندہ رہے شرمندگی کی وجہ سے باہر نہ نکلے۔ چونکہ آنحضرت صلعم پر اعمال امت ہفتہ میں دو بار پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے آپ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ المسلمون سداً صیغہ حضر کا فرمایا۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ لوگوں کو اذیت سے بچانا اس کو اسلام میں اس قدر دخل ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کا حصر اس میں کیا جاسکتا ہے۔ تو مرجعہ کا یہ کہنا کہ اسلام میں اعمال کا کوئی دخل نہیں نہ نفع میں نہ نقصان میں غلط ثابت ہوا۔ اگر پیشہ ہو کہ بعض کافر ایسے ہیں جو کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے جیسے جینی مذہب کے لوگ بلکہ ان میں سے بعض لوگ اپنے منہ پر کپڑا باندھ رہتے ہیں۔ کسی جانور کو تکلیف دینا ان کا گوشت کھانا جائز نہیں سمجھتے اس لئے ذبح حیوانات ہندوؤں میں ممنوع ہے اگرچہ ان کی پرانی کتابوں میں اس کی شہادت نہیں دیتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ المسلمون سداً فرمایا ہے ہمیشہ کسی وصف کا موصوف کے لئے ذکر کرنا علیت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی وجہ سے نہ ستایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے لئے یہ علامت بتلائی ہے۔ غیر مسلم میں یہ کمال نہ پایا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرے۔

والمهاجر من ہجر ما غلی عنہ شریعت میں مہاجر اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنے وطن دارالحرب کو چھوڑ کر دارالاسلام میں سکونت اختیار کی ہو۔ جبکہ دارالحرب میں فرائض کی ادائیگی مشکل ہوگئی ہو۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے فرمایا لا ہجرت الا بعد الفتح اس سے خاص وہ ہجرت مراد ہے۔ جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ البتہ دارالحرب کے دیگر ممالک میں جبکہ فرائض کی ادائیگی آسان نہ ہو۔ اس جگہ سے ہجرت کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ جس جگہ جا رہے ہو۔ وہاں فرائض کی ادائیگی آسانی سے کر سکو۔ ہندوستان سے ہجرت کرنا مستحب ہے۔ غرضیکہ وطن سے ہجرت کرنا صرف یہی کافی نہیں بلکہ مہاجر کامل وہ ہے جو ما غلی اللہ کو بھی ترک کر دے جس نے وطن سے ہجرت کی مگر ما غلی اللہ کو نہیں چھوڑا وہ مہاجر کامل نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ اس باب میں بھی دو ہی باتیں جاری ہوں گی کہ اس حدیث سے ایمان کی ترکیب ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمان وہ ہو جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایمان کا جز ہے ترکیب ثابت ہوتی اور آپ کے والد صاحب کی توجیہ یہ ہے کہ ترکیب تو پہلے باب سے ثابت فرما چکے جہاں کس آیات آثار اور احادیث ذکر فرمائی تھیں

ابن امیر لایمان سے لے کر کتاب العلم تک ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جو مومن کے اندر ہونی چاہئیں۔ گویا کہ ترغیب ہے۔ اور خود مولانا کے ہاں ابہام انحصار فی الخمس کو رفع کرنا ہے۔ یہ تینوں امور آخر تک چلیں گے۔

من لسانہ ویدہ یہ حدیث ان احادیث خمسہ میں سے ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب فرمایا ہے۔ اس حدیث میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ اول یہ کہ من لسانہ کیوں نہیں فرمایا۔ دوسرے لسان کو یاد پر کیوں مقدم فرمایا۔ حالانکہ ہاتھ وغیرہ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زبان سے زائد سے زائد گالی ہی دے سکتا ہے لیکن ہاتھ سے تو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اول سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کی علامت ہے کہ من لسانہ فرمایا من کلامہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ اگر من کلامہ فرماتے تو زبان سے جو اور ایذائیں بغیر کلام کے پہنچتی ہیں وہ شامل نہ ہوتیں مثلاً کسی کو زبان سے چڑاتا چونکہ لسان اعم ہے نسبت کلام کے اس لئے لسان کا ذکر فرمایا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زبان کا زخم زیادہ دیر تک باقی رہتا ہے۔ جراحات

انسان لھا التیام ۱۲

دوسرا جواب یہ ہے کہ لوگ زبان کی ایذاؤں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کسی کے کچھ کہنے سننے پر ناراض ہوتا ہے۔ تو کہنے والا ہی کہتا ہے کہ کیا میں نے تجھے مارا تھا صرف ایک بات ہی تو کہی تھی۔ تو اس کے اہتمام کے لئے لسان کو مقدم فرمایا کہ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

والمہاجر من ہجر الخ یوں فرماتے ہیں کہ ہجرت ایک تو یہ ہے کہ اپنے گھر بار کو ایمان کے لئے چھوڑ دے لیکن حقیقی مہاجر وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفیات کو چھوڑ دے۔ شرح نے اس حدیث کی دو غرضیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ تنبیہ اور تنبیہ کرنا ہے۔ مہاجرین کو کہ صرف ان کا ہجرت کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ ہجرت کے بعد آدمی گناہوں سے بچے تب اس کی ہجرت کا فائدہ مرتب ہوگا۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ دوسری غرض یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تسلی دینا مقصود ہے جو کسی وجہ سے ہجرت وطن نہیں کر سکے۔ کہ تم لوگ اگرچہ اس کے ثواب سے محروم ہو لیکن اصل ہجرت یہ نہیں بلکہ اصل ہجرت یہ ہے کہ آدمی گناہ اور ہر قسم کے صفیات کو ترک کر دے۔ اور یہ تم لوگ اب بھی کر سکتے ہو یہ اعلیٰ درجہ سے کردار ثواب کماؤ۔

باب ، اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

حدثنا سعید ۱۲ عَنْ اَبِي مُوسٰی قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ
قَالَ مَنْ سَلَكَ الْمَسْلَمُوْکَ مِنْ اِسْلَامِهِ وَیَدَّ

ترجمہ حدیث نمبر ۱۱:- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول کون سا اسلام افضل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ ہوں۔

تشریح:- یہ روایت کلام سابق کی توجیغ ہے کہ حصر باعتبار حقیقت کے نہیں بلکہ باعتبار کمال کے ہے۔ لفظ آئی کا مضاف الیہ وہ چیز واقع ہوتی ہے جس میں تعدد ہو۔ لیکن اسلام ایک حقیقت متخصہ ہے تو آئی کا مضاف الیہ کیسے بنے گا تو کہا جائے گا کہ اس عبارت میں حذف مضاف ہے یعنی ای خصال الاسلام یا ای اجزاء الاسلام افضل ہے۔ پھر اشکال ہے کہ سوال صفات سے ہو رہا ہے۔ اور جواب ذات سے دیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا اس جگہ بھی حذف مضاف ہے ای اسلام من سلعہ المسلمون کی تعذیر ہوگی۔ (شیخ مدنی)

شیخ ذکر یارہ نے فرمایا اگر شبہ ہو کہ امام بخاریؒ نے کتاب تو منفعہ فرمائی ایمان کی لیکن انہوں نے اس میں ایمان، اسلام اور دین تینوں کو ذکر فرمادیا اس کا جواب یہ ہے کہ مہنوم لغوی۔ ان تینوں کا جو چاہے ہو۔ چونکہ ہر ایک کے اندر تلازم ہے اس لئے سب کو جمع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان دہی معتبر ہے جو اسلام کے ساتھ ہو۔ کیونکہ ایمان نام ہے ایقان اور اذعان کا۔ اس طرح اسلام دہی معتبر ہے۔ جو ایمان کے ساتھ ہو کیونکہ اگر اسلام بغیر ایمان کے ہو گا تو وہ اسلام نہیں بلکہ نفاق ہو گا اور کفر ہو گا۔ اسلام کہتے ہیں۔ گردن نہادن کو۔ اس طرح دین کے معنی طریقہ کے ہیں۔ اور طریقہ دہی معتبر ہے جو ایمان اور اسلام کے ساتھ ہو۔ اسی طرح ان تینوں میں تلازم ثابت ہو گیا۔

باب اطعام الطعام من الاسلام

حدیث نمبر ۱۲ احداثا عَصْرُوْنِ خَالِدِ الْخَمْدَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تَطْعَمُهَا طَعَامًا وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ -

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص راوی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کون سا بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر اس شخص پر سلام پڑھے جس کو تو پہچانتے یا نہ پہچانتے۔

شیخ زکریاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اطعم کے اندر صرف مسلم کی قید نہیں بلکہ کافر کیا جانوروں تک کے کھلانے کا اجر و ثواب ہے البتہ مسلمان کو کھلانے کا ثواب اور دلوں کے کھلانے سے زیادہ ہوگا اور تطعوا اطعم کا حکم اہتمام کے لئے اس کو ذکر کیا گیا کیونکہ گزرِ طلبی سخنِ دریں است۔

باب، مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ -

ترجمہ :- حضرت انسؓ آنحضرت صلعم سے راوی ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔

تشریح: "راشیخ مدنی"؛ اس جگہ ابہان کامل کی منہی ہے۔ یہاں پر ایک شبہ طبعی ہے کہ انسان اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تو کیا دوسرے کے لئے بھی اسے پسند کریں۔ اور نقلی طور پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سلمان علیہ السلام نے فرمایا: رَّبِّ هَبْ لِيْ مَلَكًا يَّبْنِيْ لِيْ اَحَدًا مِّنْ بَعْدِي اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مخصوص دعا فرمائی۔ وَاجْعَلْنَا لِمَشْغُوفِيْكَ اِمَامًا۔ امامت بھی مخصوص ہے اور اس طرح آنحضرت صلیع کے لئے بعد ازاں دعا مخصوص ہے وَاجْعَلْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی محبت کے

مراد نہیں بلکہ مجازی معنی میں عیب لاحقہ کما یہ ہے حسد اور غیبت سے کسی پر حسد کی وجہ سے زوال نعمت کی کوشش نہ کرے اور ان ادعیہ مخصوصہ میں کسی قسم کا حسد نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے ماحکو مخصوص منہ البعض ہے یعنی معامکت خبیہ الاشتراک اور بیوی میں اشتراک جائز نہیں۔

از شیخ زکریا اس باب میں جو حدیث امام بخاری نے ذکر فرمائی ہے۔ عیب لاحقہ الخ یہ ان پانچ احادیث میں سے ہے جس کو امام ابو حنیفہ نے انتخاب فرمایا ہے اور یہی روایت ان چار میں سے ہے جس کو امام ابو داؤد نے انتخاب فرمایا ہے۔ اور بھائی ہے بھی یہی بات کہ کمال ایمان اسی سے حاصل ہوتا ہے جتنے فادات دنیا میں ہو رہے ہیں۔ اگر صرف اسی حدیث پر عمل کر لیا جائے تو سب کی جڑ کاٹ جاتی ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص کسی کے ساتھ جو کوئی معاملہ بھی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ لے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کیا اس چیز کو پسند کر لیتا جو میں اس کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں اگر صرف یہی سوچ لے تو سارا فساد ہی نیست و نابود ہو جائے۔ اور مخصوص دعاؤں کے بارے میں حضرت شیخ زکریا کا جواب یہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دعا کرنا جواز کی دلیل ہے یا اہتمام کے حصہ سے ہے۔ یا وہ دعا امور طبعیہ کے قبیل سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد امیر کے بارے میں ہے جسے کوئی پسند نہیں کرتا۔

باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان

حدیث نمبر ۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَاتٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ۔

ترجمہ ۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ تشریح از شیخ مدنیؒ۔ محبت بھی ایک فعل ہے تو قول کے علاوہ ایک اور چیز ایمان میں داخل ہوئی۔ اور محبت زائد و ناقص ہوتی رہتی ہے۔ لہذا ایمان بھی زائد و ناقص ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۵۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْخَمَزِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِلِ جَمْعُهَا۔

تو محبت فعل اضطراری ہوا۔ انسان کو اس کا تکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اور محبت بھی اتنے درجہ کے یہ تو اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلعم کے ارشاد پر فرمایا۔ کہ اَنْتَ احَبُّ اِلَیَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا نَفْسِی کہ آپ تمام چیزوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں مگر میری نفس سے نہیں جس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی ایمان مکمل نہیں ہوا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا ومن نفسی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اَلَا تَیَا عَمْرُؤَ اے عمرؓ اب آپ کا ایمان مکمل ہوا۔ امر ازل کا جواب یہ ہے کہ لایو من میں نفی کمال کی مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محبت عقلی مراد ہے طبعی مراد نہیں جو غیل اختیار ہے کہ مانیفیع سے محبت کرنا اور مایضر سے بچنا گویا کہ اس میں نافع اور ضار کا اعتبار ہے۔ اور محبت

طبی کبھی اس کے معارض ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ محبت عقلی اختیار ہی ہے جو کہ علم بالشیئی پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلیم کی رسالت کا اقرار کرنا یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کا اتباع کرنا سب سے بالاتر ہوگا۔ غرضیکہ آپ کی اطاعت والدہ۔ ناس اور نفس کی اطاعت سے بالاتر ہوگی۔ اسی بنا پر آپ صلیم کا ارشاد ہے المقومت کجمل انقب حیث قید انقاد و حیث اُنْبِیْعُ اَنْتَا الخ المحدث۔ ترجمہ، مومن کی مثال نکیل دارا ونط کی طرح ہے کہ جہاں اسے کھینچا جائے کھینچا جائے جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھا جائے۔ یہی شان مومن کی ہونی چاہیے کہ جہاں اللہ کا رسول کھینچے کھینچا جائے۔ کیونکہ رسول باری تعالیٰ کے سفیر ہیں۔ اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے اللہ کے رسول کا کہنا مانا اس نے اللہ کا کہنا مانا۔

الغرض اگر محبت کو محبت عقلی پر محمول کیا جائے تو دو نو شبہ دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے محبت عقلی کو لیا اور محبت طبعی کو ترک کرتے ہوئے اپنی بیوی کو باپ کے کہنے پر طلاق دے دی۔ اس طرح آپ کا ارشاد سب سے بالاتر ہوگا۔ اس کو محبت ایمانی بھی کہتے ہیں فرق اتنا ہے کہ محبت عقلی میں نافع سے محبت اور ضار سے اجتناب ہوتا ہے۔ لیکن محبت نبوی بھی نافع محض ہے۔ کیونکہ اسی میں نفع ہوگا۔ غیر کی محبت میں شائبہ ضرر کا ضرور ہوگا۔

حدیث شریف میں واللہ کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ کبھی بڑوں سے محبت ان کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور چھوٹوں سے اجزاء ہونے کی وجہ سے ناس سے تعلقات کی بنا پر محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ایمانی۔ ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔ اس میں نفع اور نقصان کے اعتبار سے محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں عظمت، جزییت اور تعلقات کا بالکل اعتبار نہیں ہوتا۔ اور یہی ایمان بالرسول کے معنی ہیں۔ تو اب لایو من اپنے حقیقی معنی پر ہوگا۔ اور بعض نے کہا مجازی معنی مراد ہیں۔ کہ لفظ بولا اور اس کا اثر مراد لیا تو احب یعنی اطوع ہوگا۔ جیسے باری تعالیٰ کے لئے غضب اور حیا وغیرہ کا اثر اور نتیجہ مراد لیا جاتا ہے۔ تو ایسے یہاں اکثر طوائف کے معنی ہوں گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہے۔ لیکن لایو من میں منفی کمال کی لی جائے۔ اب اس کی تکلیف نہیں کہ اس کے بغیر نجات نہ ہوگی۔ بلکہ اس سے کمال پیدا ہوگا۔ یہ بعینہ پہلا جواب ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہو۔ اور نفس ایمان کا تحقق مراد لیا جائے محبت

طبعی کے واسطے علم محبوب شرط ہے۔ بغیر ادراک کے محبوب ہو نہیں سکتا۔ آپ نے محبت طبعی زیادہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ آپ کو دیکھنے کی یا حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعے سے ادراک کی نوبت آئے۔ دنیا میں اسباب محبت چار سے زائد نہیں۔ جمال۔ کمال۔ قرابت اور احسان محبوب مجازی عموماً جمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بد صورت عورت سے محبت نہیں ہوتی۔ لیکن شمع کے جمال پر پردانہ عاشق ہے۔ گل پر بلبل عاشق ہے۔

میں نے پوچھا ہے صنم وہ کیا ہوا حسن و جمال
بولے گھبرا کر کہ وہ شانِ خدا متقی میں نہ تھا

اور کمال کی وجہ سے بھی محبت ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کسب کمال کن کہ عزیزے جہاں شوی اور قرابت یعنی دہشتی تمہاری جز ہو یا تم اسی کے جز ہو۔ یا دونوں کسی اور چیز کا جز ہو۔ باپ، بیٹا، بھائی اس کے مصداق ہیں ان سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اور احسان کے متعلق تو مشہور ہے انسان عہد الامسان انسان احسان کا بندہ ہے۔ الغرض ان چار کے علاوہ اور کوئی سبب محبت نہیں پایا جاتا۔ بنا بریں آنحضرت صلعم میں ایک نہیں چاروں اسباب محبت موجود ہیں۔ آپ میں جمال ظاہری و باطنی جہانی و روحانی دونوں پائے جلتے ہیں چنانچہ کعبہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو خوشی ہوتی تو اس سے آپ کا چہرہ ایسے دکھتا تھا۔ جیسے چاند کا ٹکڑا ہو حضرت برابر بن عازب فرماتے ہیں۔ یقول فاعنتہ ما رأیت مثله قبلہ ولا بعدہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ ثلاثہ کے اند میرے میں آپ کے چہرے انور کی روشنی میں سوتی میں تا کہ ڈالتی تھیں۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے۔

خُلِقْتَ مُبَيَّنًّا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۖ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

کہ آپ ہر عیب سے بری پیدا کئے گئے ہیں گویا جیسا آپ نے چاہا اسی طرح پیدا کئے گئے۔ اس پر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا اس قدر حسن و جمال بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر تو عورتوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ لیکن آپ کے بارے میں ایسا منقول نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ اس جن کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر کے اس کی اس طرح حفاظت کی کہ بشری پردہ ڈال دیا چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ایک مدحیہ قصیدہ ہے، جس کے اشعار میں یہ ہے کہ

رہا جمال یہ ترے حجاب بشریت ۖ نہ جانا تجھ کو کسی نے بجز خدا زخار

پہنچ سکے تیرے جلوے کو حسن یوسف کب : وہ دلبر باز لیجا تو شہر ستار
 تو معلوم ہوا کہ آپ کے جمال جسمانی میں بھی آپ کا کوئی نظیر نہیں۔ اور حکماء یونان کہتے ہیں کہ
 اعتدال حقیقی پر سوائے آپ کے کوئی نہیں پایا گیا۔ افلاطون کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اعتدال کے قریب تھا۔
 اور حکماء اسلام کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اعتدال حقیقی پایا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ عشق کا تقاضا رہا ہے
 کہ وہ محبوب پر رغبت کھائے۔ اس لئے اس میں شرکت کو پسند نہیں کیا جاتا۔ تو ہماری تعالیٰ بطریق اولیٰ اپنے
 محبوب میں شرکت کو گوارا نہیں کریں گے۔ اس لئے بشری لباس ڈال دیا۔ یہی روکنے کا ذریعہ تھا۔ چنانچہ
 عورتوں کے متعلق فرمایا گیا کہ پہلے تو وہ گھر سے باہر نہ نکلیں اگر نکلیں وَهْتَ تَفْلَدُ عِیْ مِیْلَہِ کِیْلَہِ
 کپڑوں میں نکلیں۔ تاکہ جمال ظاہر نہ ہو۔ تاکہ کوئی عاشق نہ ہونے پائے۔ قصائد قاسمی میں اس کے متعلق شہاد
 میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور آسمان اور زمین کی فضیلت کا فیصلہ بھی کیا ہے۔

فلک پہ میٹھی دادریس ہیں تو خیر سہی

زمین یہ جلوہ منہ را رہے احمد مختار

دوسرا وصف کمال ہے۔ اس میں بھی آپ کا سب مخلوق پر فائق ہوتا بدیہی امر ہے۔ بعض وہ کمالات
 ہیں جن کو دشمن بہت تسلیم کرتے تھے۔ وہ کمالات ظاہر یہ ہیں۔ چنانچہ صفی پھاڑی پسب قتال عرب کو جمع کر کے
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑی کے اس طرف دشمن ہے جو تم پر حملہ آور ہونے
 والا ہے تو کیا مجھے سچا سمجھو گے سب نے بیک آواز کہا حاجت بنا کہ کذباً قط صغوان بن عینیہ اور
 ابوسفیان وغیرہ سب نے اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ ان کا سا لہا سال کا تجربہ تھا۔ اور امانت داری میں
 کمال کی شہادت حضرت خدیجہ الکبریٰ نے دی۔ اور بعض وہ کمالات ہیں جو ہندو بھی معلوم ہوئے۔ آنا
 سید ولد آدم و لا غنی میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں جس پر مجھے فخر نہیں یہ محض اللہ کی دین ہے
 تنہا یہ کمالات متقاضی ہیں کہ آپ سے محبت کی جائے۔

تیسری چیز احسان ہے۔ احسان دنیا پر ظاہر ہے۔ کیا یہ معمولی احسان ہے جس کی گمان میں تمدن تہذیب
 بادشاہت تمام کی چیز نہ تھی۔ آپ نے تیس سال تبلیغ کے صحرا و دروں کو سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ اور دوزخ
 سے نجات دلائی۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا اور سب امتوں سے زیادہ تعداد میں جنت کے اندر
 داخل ہونا وغیرہ وغیرہ یہ آپ کے احسانات دنیاوی اور اخروی سب بڑے ہوئے ہیں۔ ان کے مقابل

میں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ جب معمولی احسان پر ہم غلام بن جاتے ہیں۔ تو آپ کے ان عظیم الشان احسانات کی صورت میں آپ سے بھرپور محبت کیوں نہ ہوگی۔

جو تھا سبب محبت قرابت ہے۔ جو قرب سے مانو ذہے۔ آپ سے قرب روحی اور ماں باپ سے قرب جسمانی ہے۔ روح اعلیٰ جسم اسفل ہے۔ قرآن مجید میں ہے النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم کہ نبی مؤمنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہیں۔ مؤمن کو ایمان پیغمبر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ معلول کو اپنی علت اور واسطہ سے جس قدر قرب ہوتا ہے اس قدر اپنے نفس سے قرب نہیں ہوتا۔ پھر صوفیاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ وجود کا طوق ذریعہ اور واسطہ بھی ذات محمدی ہے۔ جیسے شمس کے نور سے قمر نور کا استفادہ کرتا ہے۔ پھر اس قمر سے باقی اشیاء نور حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ سے نور کا اکتساب کیا اور واسطہ فی العروض کے طور پر جمیع عالم کا وجود ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اول ما خلق اللہ نوری و کنت نبیاً و آدم بین الما و ایطن تو اس سے زیادہ قرب اور کیا ہوگا۔ تو پتہ چلا کہ آپ ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ازواج مطہرات ہماری روحانی امہات ہیں۔ تو جب آپ روحانی باپ ہوئے۔ تو آپ سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ دنیاوی محبت میں جب ان چاروں میں سے ایک بھی سبب بن جاتا ہے تو جہاں چاروں اسباب پائے جاتیں وہاں محبت انتہائی درجہ کی ہونی چاہیئے۔ اگرچہ باری تعالیٰ میں بھی یہ کمالات، جمالیات اور احسانات پائے ہیں مگر وہ ذاتی اور ازلی ہیں۔ آپ میں یہ اسباب عارضی اور حدیثی ہیں۔ اس لئے آپ کا مرتبہ تمام عالم سے بڑھا ہوا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان اسباب محبت کے باوجود وہ فریفتگی اور جذب کیوں نہیں جو مجازی عشاق میں پایا جاتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ علم بالمحبوب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علم بالنبی اختیاری ہے جس کی ہمیں تکلیف دی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اس پر شاہد ہے۔

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے
طبیعت ہر بشر کی کچھ نہ کچھ بل کھاہی جاتی ہے

حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہاں جو محبت مطلوب ہے وہ طبعی ہی ہے۔ لیکن یہ جو شبہ ہو تلے کہ بسا اوقات اولاد کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زائد معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت کے مواقع بہت کم پیش آتے ہیں بخلاف اولاد اقارب کے۔

چنانچہ اگر دونوں میں تصادم ہو جائے۔ تو آپ کی محبت رائج ہوگی۔ مثلاً کسی کی بیوی منہوز باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے۔ تو وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا بلکہ گلا تھک گھونٹے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا لڑکا قرآن پاک پر پیر رکھ دے تو دوسری سے ڈانٹتا ہوا دوڑے گا۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس باب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس باب کو دوسرے ابواب پر مقدم ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ حقوق العباد مقدم ہیں اور حضرت کو دفع کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اس لئے دوسرے ابواب کو مقدم کیا گیا۔

والد کو ولد سے پہلے اس لئے ذکر کیا گیا کہ جس طرح اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اسی طرح کبھی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے یہاں پر ادنیٰ سے ترقی ہے جو والد کی محبت ہے اعلیٰ کی طرف جو ولد کی محبت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ والد کے احترام کی وجہ سے اسے مقدم فرمایا گیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے۔ یہاں محبت تعظیمی اور اعتقادی مراد ہے۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ روایات میں حضور کی محبت کو والد اور ولد سے مقدم رکھا گیا۔ لیکن اپنے نفس سے محبت کے تقدم اور عدم تقدم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کا ایک جواب علما نے یہ دیا ہے کہ بعض روایات میں من تفسر کا لفظ موجود ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ذکر باعتبار ظہور کے ہے اور اپنے نفس سے محبت کا ظہور نہیں ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی محبت اپنی ذات سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ والہا من اجمعین دوسری روایت کو اس جملہ کی وجہ سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی کے عموم میں نفس اجل بھی داخل ہو گیا۔

باب حلاوة الایمان

حدیث نمبر ۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يُعَوِّدَ فِي الْكُفْرِ مَا يُحِبُّ أَنْ يُقَدِّفَ فِي النَّارِ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ ایمان کا میٹھاس پائے گا۔ پہلی تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس شخص ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ آدمی جس شخص سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ تیسری یہ کہ کفر میں داپس جانا اس طرح ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا

نا پسند ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ: حلاوت ایک وصف ہے جو نفس شنی سے زائد ہوتی ہے۔ یہاں پر عام شراح کے نزدیک حلاوت معنویہ مراد ہے۔ لیکن حقیقہ اور ظاہر بھی ہو سکتی ہے۔ قبل ازہی ایمان کے اندر زیادتی اور نقصان کو بتلایا تھا۔ اب اس کے کمالات میں زیادتی اور نقصان کو ثابت فرماتے ہیں۔

ان یحب المساء لا یحبہ اللہ اللہ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں یہ معیار محبت اس لئے ہے کہ اگر کسی نے دنیا کے واسطے محبت کرنا ہو تو جب یہ معلوم ہو گا کہ یہ تو بڑا بخیل ہے۔ تو پھر اس سے نفرت ہو جائے گی۔ اور اگر شہوت کی وجہ سے کسی سے محبت کر لے اور وہ منہ پھیر لے تو دو تین مرتبہ کے بعد یہ بھی کہہ اٹھے گا کہ مار کم بخت کو لیکن اگر اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو اگر چہ وہ اس کو کچھ نہ دے اور بھاری کرے پھر بھی وہ اس کے ساتھ محبت کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ذات جس کے لئے یہ محبت کرتا ہے وہ تو اسی طرح باقی ہے۔

ان یکوہ ان یعود فی الکھڑ یہ بات اس وقت ہوگی جب کہ ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جائے اور یہ ایمان کے اندر بخلگی لا الہ الا اللہ کی کثرت سے ہوتی ہے۔ اور اس میں ذکر بالجہ ضروری نہیں بلکہ زبان سے آہستہ آہستہ بھی کافی ہے۔

حضرت شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ ان یکوہ ان یعود الم عہد نبوی کے تو مناسب ہے مگر آج کل ہم تو ماں کے پیٹ سے ہی مسلمان پیدا ہوئے ہیں تو پھر ہم میں عود فی الکھڑ کیسے ہوگا۔ تو بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ علامت آپ کے عہد کے ساتھ مختص ہے۔ اور بعض نے کہا کہ عود فی الکھڑ سے مجازی معنی ان یکھڑ کے ہیں۔ بہر حال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص میں یہ تینوں چیزیں ہوں گی۔ اس کو زیادہ حلاوت حاصل ہوگی۔ اور جس میں کم ہوں گی اس قدر حلاوت بھی کم ہوگی۔ تو جب کمالات میں بھی زیادتی و نقص پایا جاتا ہے تو مرحہ کا انکار کیسے صحیح ہوگا۔

باب علامۃ الایمان حب الانصار

حدیث نمبر ۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْمِصْمَعِيُّ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ مُحِبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْإِنْفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ (روایت) ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ایک آیت یہ ہے کہ انصار کو محبت کرنا اور انفاق کی ایک آیت یہ ہے کہ انصار کو بغض کرنا۔

نے فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے۔ اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔
 تشریح از شیخ زکریا۔ انصار سے محبت کرنا جزا ایمان تو نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے ایمان کے ابواب ذکر فرمائیے ہیں۔ تو ایمان کے بعض مناسب امور کا بھی ذکر فرمادیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی محبت کی تحریص فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی لہذا ظاہر ہے کہ اگر کوئی ان سے محبت کرتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ انہوں نے دین کی مدد کی ہے۔ آپ کی اعانت فرمائی ہے۔ تو حقیقتاً یہ دین سے محبت ہوگی۔ اس لئے اس کو ایمان کی علامت فرمایا گیا۔ اب اسی طرح اگر کوئی حضرات انصار سے عداوت رکھتا ہے تو اس کے بھی دل میں ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی دشمنی اس نصرت اور مدد کی بنا پر ہو گی۔ اسی لئے انصار سے عداوت اور بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ انصار مدینہ آپ کے سچے عاشق ہیں۔ مہاجرین نے تو مجبور ہو کر کفار کے جبر سے گھر بار چھوڑا اگرچہ یہ بھی عشق ہے مگر انصار بخوشی آپ پر ایمان لائے۔ اور بیعت عقبہ کے تمام دنیا کی دشمنی مولیٰ مسلمانان مکہ کو بلوایا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ٹھکانا دیا۔ حالانکہ سارا عالم آپ کا دشمن ہو چکا تھا۔ بلکہ آپ کے متعلق یہ اعلان ہوا تھا کہ جو آپ کو پکڑ کر ہمارے حوالے کرے گا اسے چالیس اونٹ دیں گے۔ اور ٹھکانا دینے والوں کو کفار نے دھمکی بھی دی تھی۔ ان تمام مواقع کے باوجود انصار آپ کی تشریف آوری پر عید مناتے ہیں۔ اور بدر واحد میں مہاجرین کی نسبت ان کے افراد زیادہ شہید ہوئے ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انصار کی فدائیت اور مہاجرین سے ان کی ہمدردی اور موافقات کی جے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

یہ سب چیزیں عشق نبویؐ پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر آپ میں یہ جاذبیت نہ ہوتی۔ تو یہ فدائیت کیسے پائی جاتی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عاشق ایسے نہیں تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے تو کہہ دیا اذهب انت و ربک فقاتلانا ہنا قاعدون بہر مال جب کسی سے عشق ہوتا ہے تو اس کے چاہنے والوں سے بھی عشق ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا۔ وہ آپ کے ان فیما بینوں سے بھی محبت رکھے گا۔ ورنہ محبت نہیں ہو سکتی۔ انصار میں ہر قسم کی فدائیت پائی جاتی تھی

چنانچہ آخر میں فتح مکہ کے موقع پر جب سرداران قریش کو اونٹ دیئے گئے تو نوجوانان انصاری نے ان سے کہا کہ تم لوگوں میں ہم چلائیں اور مال یہ لوگ لے جائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ اے انصار تمہیں یہ پسند

نہیں ہے کہ لوگ تو مال و مویشی لے کر جاتیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے کر گھر لوٹو۔ قوجعون بن رسول اللہ چنانچہ انصار نے کہا رضینا رضینا ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں۔ ایسے جان نثاروں پر لوگ اعتراضات کے اپنے بغض باطن کا انہار کرتے ہیں جو من اَحِبُّهُمْ وَفَجَبْتِیْ اَجَبُّهُمْ وَمِنْ الْبَغْضِ وَفِیْ غَضُو الْبَغْضِ ایسے لوگوں کو آپ سے محبت نہیں ہو سکتی بلکہ یہ نفاق ہے۔

باب، حدیث نمبر ۱۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو لُبَابٍ الْخَزَّازِيُّ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَاتِبَ شِهْمَةَ بَدَرَا وَهُوَ أَحَدُ السُّفَّيَّانِ وَكَثَلَةُ الْعُقَيْبَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تَشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَشْرُقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِمِثْمَاتٍ تَفْتَرُونَهَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَقْصُرُوا فِي مَعْرُوفٍ فَحَمْنٌ وَفَالْمُنْكَرُ فَاجْرُكُوا عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوْذٌ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا شَوْسَتْ لَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنَّ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاكَ عَلَى ذَلِكَ -

ترجمہ ۱۔ حضرت عبادہ بن الصامب جو ایک بدری صحابی ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عقبہ والی رات اپنی قوم کے نمائندوں میں ایک نمائندہ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا جبکہ آپ کے ارد گرد آپ کے صحابہ کی جماعت بیٹھی تھی کہ تم اس بات پر ہر ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ گے۔ نہ چوری کرو گے۔ نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ ہی تم کسی پر کوئی ایسی تہمت لگاؤ گے جس کو تمہارے ہاتھ اور پاؤں نے گھڑ لیا ہو اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے تم سے اس معاہدہ کو پورا کیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جس شخص نے ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی وجہ سے اسے دنیا میں منزل مل گئی تو یہ سزا اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گی اور اگر کسی نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ چلے اسے معاف کر دے چاہے اسے سزا ملے تو ہم سب نے اس معاہدہ پر آپ سے بیعت کر لی۔

تشریح از شیخ زکریا یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ جس کی کئی وجوہات ذکر کی جاتی ہیں۔ مشہور وجہ یہ ہے کہ

حضرت امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ وہاں لاتے ہیں جہاں اس باب کو باب سابق سے فی الجملہ مناسبت ہو۔ اور فی الجملہ تفارق ہو۔ چنانچہ اس باب بلا ترجمہ میں جو حدیث آرہی ہے اس کا مندرجہ پہلے باب سے تعلق یہ ہے کہ جیسے وہاں انصار کا ذکر ہے۔ ایسے اس حدیث میں بھی انصار کے کچھ حالات بیان کیے گئے لیکن فی الجملہ مناسبت نہیں کیونکہ پہلے باب میں حب انصار کا ذکر ہے۔ اس باب میں مطلق انصار کا ذکر ہے حب بعض کا نہیں۔ مولانا زکریا فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ باب بلا ترجمہ باندھ کر تبتلا دیا کہ انصار سے محبت ایمان کی علامت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ابتداء اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی دین کی اشاعت کی۔ آپ کے ساتھ موافقت کی۔ اور قاعدہ ہے جو آدمی مصیبت کے وقت کام آئے۔ نسبت اور ول کے اس کو زیادہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرات ہاجرین نے گو مدد کی مگر اجتماعی طور پر انصار ہی نے ابتداء کی تو باب سابق میں جو حب انصار کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ خود بخود معلوم ہو گئی۔

حضرت شیخ الہندؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی باب بلا ترجمہ تشجیذ اذہان کے لئے لایا کرتے ہیں۔ تشجیذ اذہان کے معنی ہیں ذہنوں کو تیز کرنا۔ کہ امام بخاریؒ ناظر کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ روایت کو دیکھ کر کوئی ترجمہ خود اس کے مناسب منعقد کرے۔ کہ اتنے ابواب تو ہم نے بیان کئے تم بھی مناسب حال کوئی ترجمہ باندھو تو باب اجتنب الکبار علامۃ الایمان واجتنب المعاصی من الایمان ہو سکتا ہے اور دوسرا قاعدہ شیخ الہندؒ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ کبھی کبھی تکثیر تراجم کے پیش نظر باب بلا ترجمہ ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اگر خود ہی کوئی ترجمہ منعقد فرمادیتے تو وہی رہتا اب ناظر غور و فکر کر کے جو ترجمہ مناسب سمجھیں وہی ترجمہ وضع کریں گے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ نے ابواب سابقہ میں مرحلہ پر رد فرمایا ہے۔ لیکن اس باب سے مرحلہ اور خوارج دونوں پر رد ہے۔ تو نمایز کے لئے باب بلا ترجمہ ذکر فرمایا۔ بخارج پر رد تو ان شاء خدا عنہ سے کیا کہ وہ گناہگار کافر نہیں ہوتا بلکہ معافی ہو سکتی ہے۔ اور مرحلہ پر رد ان شاء خدا عنہ سے فرمایا کہ اعمال نہ کرنے کی صورت میں عذاب دے سکتے ہیں۔

اور بعض شرح کی رائے یہ بھی ہے کہ گلبہ باب بلا ترجمہ اختلاف طرق کے واسطے بھی پیش فرماتے ہیں۔ اور گاہے امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ رجوع الی الاصل کے ذکر فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ایک باب قائم کر کے اس کے بعد دوسرا باب اس کے مناسب ذکر فرمادیا۔ یا پھر کوئی روایت ایسی ذکر فرمائی جو باب

متصلہ کے مناسب نہیں ہے۔ لہذا باب بلا ترجمہ ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ اب ہم باب اول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وکان شہد بدر اے بطور منقبت کے ذکر فرمایا چونکہ بدر میں حاضر ہونے والوں کے بڑے فضائل ہیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ لَعَلَّ اللّٰہُ لَا یُطْلَعُ عَلٰی اَہْلِ بَدْرِ فَقَالَ لَہُمْ اَفْعَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَحَقَّقَتْ غَضَرَاتُ لَکُمْ یعنی شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو کہ تو اس قابل تو نہ تھا کہ تجھے چھوڑ دیا جلتے مگر ہم نے محض اپنے فضل سے تجھے بخش دیا تو اب کس کو دم مانے کی مجال ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر کہیں کہیں کات شہد بدر لکھ دیتے ہیں و ہواحد النقباء لیلۃ النبیۃ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت سے پہلے یہ دستور تھا کہ آپ قبائل پر اسلام پیش فرماتے تھے وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کی بجائے لٹا ایدائیں پہنچتے تھے۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ ایام حج میں منیٰ اور عرفات میں جا کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ نبوی میں انصار کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں کوئی وقت رات کا کسی خاص مقام میں دیا جائے تاکہ ہم آپ سے کوئی بات کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھاٹی مقرر فرمادی۔ رات کو آپ اور وہ چھ آدمی حاضر ہوئے۔ ان میں ایک اسعد بن زرارہ بھی تھے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ صبح کو شوزمخ گیا کہ یہ لوگ صابی ہو گئے۔ مگر چونکہ چند آدمی تھے بات پھیل نہ سکی۔ انہوں نے اس کی شد و مد کے ساتھ تغلیط کر دی۔ اس کے بعد سلسلہ نبوی میں بارہ آدمی حاضر خدمت ہوئے۔ اور اسی گھاٹی میں اسی طرح بات چیت ہوئی اور یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے پھر سلسلہ نبوی میں ۲۰ آدمی حاضر ہوئے۔ اور اسی گھاٹی میں ایمان لائے اس لیلۃ النقباء لائلۃ میں جہاں اور باتیں ہوئیں وہاں یہ بات بھی ہوئی کہ ان حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ہاں مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ ہم لوگ آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ بس یہی ہجرت کا سبب اور آغاز ہوا اس مجلس میں حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب مدینہ لے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں تو انہوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نہیں مانتے جس کی وجہ سے آپ سب کی نظروں میں مقنوب ہیں۔ لہذا تم اس شرط پر لے جاؤ کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ بڑے عہود و مواثیق کے بعد یہ حضرات رخصت ہوئے نقباء جمع نقیب کی ہے۔ وہ شخص جو اپنی قوم کا سردار ہو۔ اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور کبھی اس کو عریف (چوہدری) کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ تو نقباء سے وہی لوگ مراد ہوتے ہیں

جو موم ج میں پوشیدہ طود پر اس گھائی میں اسلام لائے۔ اور لیلۃ العقبہ وہ رات کہلاتی ہے جس میں یہ سب لوگ جمع ہوئے تھے۔ اب حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے متعلق مشہور تویہ ہے کہ وہ لیلۃ العقبہ الثانیہ کے نقیبا میں سے ہیں۔ لیکن بعض نے ان کو بیعت اولیٰ کے نقباء میں شمار کیا ہے۔ اس لئے محشی نے بین السطور الاولیٰ اور الثانیہ لکھ دیا۔ مگر مشہور یہی ہے کہ وہ بیعتہ ثانیہ کے نقباء میں سے ہیں اس تمام واقعہ سے جب انصار کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو آپؐ سے کتنی محبت تھی۔ جس کی بنا پر ان لوگوں نے آپؐ کو اپنے پاس بلایا۔ اس صودت میں اس حدیث پاک کو جب الانصار علامۃ الایمان سے خوب مناسبت ہو جائے گی۔ کہ جیسے یہ حضرات آنحضرتؐ مسلمہ محبت کرتے تھے ایسے ہی یہ خود بھی اس لائق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔

بایعونی ان لا تشرکوا باللہ شیئا اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت عقبہ معنی بیعت اسلام ہے۔ لیکن اس سے قبل جو جملہ وارد ہوا ہے۔ معنی و حوالہ عصابتہ من الصحابہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں۔ کیونکہ اسی بیعت کے وقت صحابہ موجود نہ تھے۔ ایک دو تھے۔ لہذا حافظ ابن حجر در کی رائے یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ بعض لوگ جاہل اعتراض کرتے ہیں کہ بیعت موفیہ بدعت ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ خود آنحضرتؐ مسلمہ سے بیعت الاسلام بیعت الجہاد بیعت السلوک سب ثابت ہیں۔ یہاں وہ حضرات اس روایت پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ بیعت تو اسلام کی بیعت ہے۔ لیکن حضرت عبادہؓ کی روایت سے بیعت السلوک بھی ثابت ہے۔ کہ آپؐ نے دوبار فرمایا بایعونی جب کہ وہ بیعت اسلام کر چکے تھے۔ اور اس وقت کہیں جہاد پر جانے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ تو پھر یہ بیعت السلوک کے سوا اور کیا تھی۔ لا تشرکوا باللہ شیئا میں شخصاً اس لئے نہیں فرمایا کہ اس سے عموم مراد ہے

لا تأخون بھتان الخ بہتان یہ ہے کہ کسی آدمی پر وہ عیب لگایا جائے۔ جو اس میں نہ ہو۔ اس کے معنی میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے مراد منہ در منہ اور آمنے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ کسی کو آمنے سامنے بہتان نہ باندھو کیونکہ اول تو بہتان فی نفسہ قبیح ہے۔ مگر کسی کے سامنے یوں کہنا کہ تو رات کہاں گیا تھا۔ تو نے کیا کیا۔ یہ زیادہ قبیح ہے اس سے اس کو شرم آنے کی دوسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے فرج مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو فرج کا بہتان نہ لگاؤ۔ کیونکہ یہ بہت قبیح ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے مراد قلب ہے۔ کیونکہ وہ سینے

کے درمیان بھی ہے اور یدین اور جلیں کے درمیان بھی چونکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کو نفی دلد کے سلسلہ میں بہتان مت باندھو۔ یعنی یہ مت کہو کہ وہ حرامی ہے۔ پانچواں مطلب یہ ہے کہ زنا کر کے اپنے شوہر پر بہتان مت باندھو کہ بد فعلی عرب میں عام تھی۔ اور کسی سے زنا کرا لیا۔ اور جو بچہ پیدا ہوتا اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی تھیں بس یہی بہتان ہے اور اسی سے منع کیا گیا ہے۔

ولا تَخْصُوا افی معروف! اگرچہ آنحضرت صلعم نے جتنے بھی اوامر فرمائیں وہ سب معروف ہیں مگر آپ نے اپنے کلام میں یہ قید تعلیم امت کے لئے لگائی ہے کہ لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ الخالق اللہ! فہو کفارۃ لہ۔ اس سے ایک مسئلہ خلا فیہ مستنبط ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ ہیں وہ شخص عند اللہ ماخوذ نہ ہوگا اور نہ ہی اسے توبہ کرنی پڑے گی حضرت حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہیں دھرم زاداجر کے درجہ میں ہیں۔ مگر ذنب جو حق اللہ کے بارے میں تھا وہ باقی ہے اس کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ امام بخاریؒ بھی امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں۔ لیکن واضح ہے کہ حضرت اقدس گنگوہیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ حدیث کو جتنی سرسری نظر سے دیکھا جائے گا وہ اتنی ہی حضرت حنفیہ کے خلاف ہوگی۔ اور جتنا حدیث پاک میں تو غل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حنفیہ کے بالکل موافق ہے۔ نیز! احناف کے ہاں ایک قاعدہ ہے کہ پہلے قرآن پر نظر کی جائے۔ اور حدیث موافق بالقرآن ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ کیونکہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں۔ اور الفاظ قرآن قطعی ہیں۔ مثلاً حدیث میں رفع اور عدم رفع دونوں وارد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قوموا للہ قانتین کے موافق عدم رفع ہے۔ ایسے ہی احادیث میں آئین بالجہر وبالسر دونوں وارد ہیں۔ لیکن آئین بالسر قوموا للہ قانتین کے زیادہ موافق ہے۔ ایسے بعض احادیث سے جلسہ استراحت کا ثبوت اور بعض سے عدم ثبوت کا پتہ چلتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت میں دو حرکتیں ہوتی ہیں۔ اور عدم جلسہ میں ایک حرکت ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی اس آیت کریمہ کے موافق ہوا۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو اس قاعدہ مسئلہ پر مرتب ہوں گی۔ اس قسم کے اصول دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے مرجحات قویہ میں سے یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اہل مدینہ کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ جو حدیث بھی عمل اہل مدینہ کے موافق ہوگی وہی ان کے نزدیک رائج ہوگی۔ موطا امام مالکؒ کے بخور مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگی۔ مکمل وجہ ہو موطیہا حضرت احنافؒ اذنی بالفاظ القرآن کو اس لئے رائج قرار دیتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے

اور اس کے الفاظ منقول من اللہ ہیں۔ لہذا جو حدیث اس کے موافق ہوگی وہ زیادہ اقرب الی الصواب ہوگی۔ کیونکہ چند احادیث ہی روایت باللفظ ہیں۔ جن میں سے ایک مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا يَتَّبِعُوهُ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ ہے، ترجمہ، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ باقی سب روایات بالمعنی ہیں اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلام مدینہ میں آیا اور یہیں رہا۔ لہذا جتنے اہل مدینہ واقف ہوں گے۔ اور کوئی واقف نہ ہوگا۔ اور شافعیہ کے یہاں اہم اصول میں اخذ بذاتہ الاولیٰ ہے اور خابہ کی اصل اعظم اخذ بذاتہ الشفعہ ہے۔ خواہ اختلاف بھی کیوں نہ ہو۔ جب یہ اصول معلوم ہو گئے تو اب حنفیہ کے نزدیک تو یہ تو کفارہ بن سکتی ہے۔ محض حدود کفارہ نہیں بنیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک پر جو نظر ڈالی جائے تو یہ آیت سہل سے آتی ہے کہ السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزا بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم اس آیت میں چرکی سزا قطع ید ذکر فرمائی گئی ہے۔ وہ تو بیان ہو چکی آگے فرماتے ہیں، فمن تاب من بعد ظلمه واصبح فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم تو ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ جزا ختم ہو چکی اور حدود کفارات ہیں۔ اور کفارہ سیہ ہو چکا تو اب فمن تاب کا کیا مطلب ہے۔ اور اس کا تعقیب کے لانے کی وجہ کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حدود کفارہ نہیں ہیں بلکہ توبہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ کہ حدود سائر اثم ہیں رافع اثم نہیں ہیں۔ ایسے ہی ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔ والذین یرمون المحصنات ثولوا بائنا تو بائنا شہد اوفا جلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداً واولئک ہوا الفاسقون لا الذین تابوا الا لایۃ۔ تو جب حد قذف انٹی کوڑے مارے جا چکے اور حدود کفارات ذنوب ہیں تو پھر الا الذین تابوا کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ استثناء کسی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ اور جو روایات میں فہو کفارۃ لہ وارد ہوا ہے اس کا مطلب وہ ہے۔ جو دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی بندہ کو کوئی مصیبت پہنچی ہے۔ تو وہ اس کے لئے کفارہ بنتی ہے۔ حتیٰ اشوکۃ یشاکھا اس طرح اس کو یہاں تکلیف پہنچی ہے کہ اس نے حد کی مشقت اور مصیبت برداشت کی تو اس پر اس کو جو اجر ملے گا۔ اس کو کفارہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی کفارۃ لہ کی مراد ہے۔ اور احناف کا تیسرا مسئلہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے ذلک لہم خزی فی الجیوۃ الدنیا ولہم فی الخیرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم الا یہ جس سے معلوم ہوا کہ حدود کفارات نہیں ہیں بلکہ زواجر ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگ مبرا ئم سے

باز آجائیں گے مگر ذنب کے سقوط کے لئے تو پر ضروری ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں تو اور بات ہے۔ حضرت شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ اس جگہ بعض احناف نے کہا کہ آپ نے فرمایا لا ادری الحدود کفارة ام لا مگر یہ روایت ضعیف ہے اگر مجمع بھی ہو۔ تو کہا جائے گا کہ یہ روایت پہلے کی ہے بعد کو جب علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا فهو کفارة له اور یہ روایت صحیحہ ہے۔ بہر حال امام صاحب کا استدلال اس روایت سے نہیں ہے۔ بلکہ ان کا استدلال ان قرآنی آیات سے ہے جو گزر چکی ہیں۔ اور اس روایت سے جو کنارہ معلوم ہوتا ہے۔ تو چونکہ یہ خبر واحدہ ہے۔ نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بایں ہمہ ہم جمع بین الروایتین کی صورت بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے جیسے ترمذی جلد ثانی صفحہ ۹۷ پر ہے کتاب الایمان قالہ اکرم من ان يعود فی شیعہ قد عفا عنه کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ وہ اس چیز کی طرف واپس آئیں جس کو معاف کر چکے ہیں اور پھیلی روایت میں تھا ان شاء عاقبہ وان شاء عفا عنه کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے معاف کر دے۔ تو آیت اور ان تینوں روایات میں جمع کی یہ صورت ہوگی کہ آپ کا ارشاد قضا کے متعلق ہے۔ کہ جس میں احد الخصمین کی کوئی رعایت نہ ہو۔ یا احد الخصمین میں سے کسی ایک کی یاد و نوکی رعایت کر کے فیصلہ کر دیا جائے۔ قضا فیصلہ تو عادلانہ ہوگا مگر احد ہما کی رعایت یا دونوں کی رعایت ہو یہ شفعاً ہوگی۔ جس میں مصالحانہ انداز ہوگا۔ باری تعالیٰ نے جو نکالاً من اللہ فرمایا ہے۔ وہ فیصلہ قضا ہے۔ اس کے بعد تو یہ کا ذکر ہے۔ اس طرح بغاۃ اور مذبذ میں تو یہ کا بیان ہے۔ اور ان شاء عاقبہ میں یہ فیصلہ رجاء ہے۔ اور قالہ اکرم الخ اور فهو کفارة له یہ بھی رجاء اور مصالحانہ فیصلہ ہے۔ چنانچہ امام صاحب بھی فرماتے ہیں کہ فهو کفارة له یہ فیصلہ بطریق عدل نہیں بلکہ مصالحتہ و رجاء ہے

باب، مِنَ الدِّينِ الْفَوَاحِشُ مِنَ الْفِتَنِ،

حدیث نمبر ۱۸۷۰، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ التَّمِيمِيُّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِيكَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِينَ غَنَمٌ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ بِفَرْقٍ بَيْنَهُ مِنَ الْفِتَنِ - (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے اترنے کی جگہوں میں پھریں گے۔

اس حال میں کہ فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لے کر بھاگتا پھرے گا۔

تشریح از شیخ زکریا پہلے ان امور کا ذکر تھا جن کو حاصل کرنا چاہیئے اب یہاں سے ان امور کا ذکر فرماتے ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے ویدھاقتین الاشیاء امام بخاریؒ نے یہاں لفظ دین استعمال کیا ہے اور پہلے ابواب میں کہیں ایمان کہیں اسلام کا لفظ اطلاق کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تینوں ایک ہیں۔ مشترک المعنی اور مختلف الالفاظ۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ شہر میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر لوگ شہر سے بھاگ کر جنگلات کو مسکن بنائیں گے۔

از شیخ مدنیؒ ایمان اسلام اور دین کے درمیان ترادف بیان کرنے کے بعد امام بخاریؒ اس لئے بھی لفظ دین کو لاتے ہیں کہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ دین کا استعمال فرمایا ہے جس کو ترجمہ میں امام بخاریؒ لائے مراد وہی ایمان ہے۔ تکمیل دو طرح سے ہوتی ہے۔ تخلیہ اور تحلیہ سے۔ اب ہم تخلیہ سے ایمان کی تکمیل بیان ہوئی کہ کن کن اشیا سے ایمان مکمل ہوتا ہے۔ خدا من الفتن باب تخلیہ سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے اندر صرف عمل ہی نہیں بلکہ قول و فعل میں تروک میں شامل ہیں یوشک ان یكون المؤمن معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے میل و جہل سے تنہائی اچھی ہوگی۔ حالانکہ میل و جہل کے ذریعہ نماز جمعہ۔ جماعۃ عیدین۔ جنازہ وغیرہ میں شمولیت کا آپ نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے۔ تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ آخر میں ایسا آئے گا کہ تفرد اجتماع سے بہتر ہوگا۔ اور تفرد کی صورت یہ بتلائی کہ چند بکریاں لے کر پہاڑوں میں چلا جائے۔ جبکہ لوگوں کے ضرر سے بچنا مشکل ہو جائے۔ تو اس کی خیریت اسی تنہائی میں ہے۔ چنانچہ لوگ یا ایہا الذین آمنوا علیکوا نفسکوا لا یضرکوا من ضل اذا اھتد یتیم سے استدلال کرتے ہیں۔ اور علیک بما ضلک نفسک بھی آپ کا ارشاد ہے جس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسی آیت علیکوا نفسکوا کو پڑھا اور فرمایا کہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کأی الناس ظالمًا فلوکوا یاخذوا علی ید یہ اوشک ان یتیمھوا العقاب الحدیث کہ اے لوگو! تم تو یہ آیت علیکوا نفسکوا کہ اپنی فکر کرد۔ کو پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہوں۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنے ان کانوں سے سنا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب ایسا عذاب نازل ہوگا جو سب کو اپنی پیٹ میں لے لیگا۔ تو اس آیت

اور دیگر روایات میں جمع کی صورت یہ ہوگی کہ جب تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دین کا تحفظ ممکن ہے تو اخلاط جائز ہے۔ اور جب لوگوں کو تم سے نفع نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اپنے دین کا ان سے تحفظ کر سکتے ہو تو پھر عزت اور نہایت ضروری ہے تو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہوگا کہ ان چیزوں کا بھی ایمان میں دخل ہے تو مرتبہ پر رد کرنا ہوگا۔ ہاتھ پکڑنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ خود پکڑے دوسرے یہ کہ اس کے خلاف پردہ پکڑا کرے اور اپنے ہم خیال بنائے۔ اور پھر اجتماعی طور پر ایک دم ان پر پورس کرے اور یہ بھی ہے کہ سلام و کلام ترک کر دیا جائے۔ جیسے حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ ہاتھ پکڑا گیا جو ضاقت علیہم الارض بما رجعت کا مصداق بن گئے تھے۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

باب ، قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَكِنْ يُوْأْخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ -

حدیث نمبر ۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَمْرِوَةَ قَالَتْ كَانَتْ رُسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ هُوَ أَوْ مَرَّ هُوَ مِنْ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا لَا نَأْكُلُ مَا كَيْفَ يَكْتَدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَضِبَكَ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُرُ فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ إِنَّ أَتَفَكُّوْا عَلِمَكُمُ بِاللَّهِ أَنَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو کسی چیز کا حکم دیتے تو اعمال میں سے ایسے عمل کا حکم دیتے جس کی وہ ہمیشہ کے لئے طاقت رکھتے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم لوگ آپ کی طرح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی ہیں (گویا ہم ایسے نہیں ہیں تو امور شاقہ بھی انجام دینے چاہئیں) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے سخت غضب ناک ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا یہ غضب آپ کے چہرہ انور سے پھانا جاتا تھا۔ پھر آپؐ فرمانے لگے کہ بیشک میں تم سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ اور میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہوں۔

تشریح، از شیخ مدنیؒ اب تک امام بخاریؒ نے ایمان کامل کی زیادتی اور نقصان کو ثابت کیا یہاں سے نفس ایمان کی زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس طرح کہ آپؐ نے اَنَا أَعْلَمُكُمْ فرمایا۔ اور علم کے لئے اسم تفضیل کا صیغہ لایا گیا۔ جو کمی اور زیادتی کو تقاضا کرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ علم تو کلیات سے تعلق رکھتا

ہے۔ اور معرفت جزئیات سے دوسرے علم کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہوتا ہے معرفت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ یہ فرق عرف منطق کے اعتبار سے ہے۔ اطلاقات شرعیہ ہیں علم اور معرفت ایک چیز ہیں۔ تو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی۔ کیونکہ علم قول بھی فعل بھی ہے۔ اگرچہ فعل قلبی ہے جس پر مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ آیت اس پر ردال ہے۔ اصل ترجمہ تو انا علمکوح ہے ان لمعرفت اور آیت کریمہ ازالہ شہات کے لئے لائے گئے ہیں۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ علم فعل ہے یا نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ علم فعل ہے۔ اگرچہ فعل جوارح نہیں مگر فعل قلبی ہے جس پر مواخذہ ہوگا۔ آیت کا یہی تقاضا ہے۔ تو اس سے ایمان کا قول و فعل ہونا اور اس کا زائد ناقص ہونا بھی معلوم ہوا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اس باب کو کتاب العلم میں لانا چاہیے تھا۔ کتاب الایمان میں لانا بے جوڑ ہے۔ تو بعض حضرات شراح کی رائے یہ ہے کہ یہاں روایات مختلفہ میں بعض روایات میں بجائے انا علمکوباللہ کے انا عرفکوباللہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے علم سے معرفت مراد لی ہے۔ اور اس کی تائید امام بخاریؒ کے قول ان المعرفت فعل القلب سے ہوتی ہے۔ اور معرفت بھی ایمان میں ہی داخل ہے۔ لہذا اس باب کو کتاب الایمان سے مناسبت ہو گئی۔ اس باب سے امام بخاریؒ قیاس اور نظر سے ایمان میں کمی اور زیادتی ثابت فرماتے ہیں۔ کہ علم ایک قلبی شے ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں علم اسم تفضیل کے ارشاد فرمایا ہے جو زیادتی کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلبی اشیاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور مشائخ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انا علمکوفرما کر بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس اور دل کی نسبت زیادہ علم تھا۔ اور علم سے مراد معرفت ہے۔ اور معرفت فعل قلب ہے۔ اور قلبی اشیاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور ایمان بھی قلبی ہے۔ لہذا اس کے اندر بھی کمی زیادتی کی شان پائی جائے گی۔ اب یہ کہ معرفت فعل قلب کیوں ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ و لکن یؤخذکو بما کسبت قلوبکوا لہ اگر معرفت فعل قلب نہیں تو مواخذہ کے کیا معنی؟ اس باب سے مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن یہ حنفیہ کی تردید نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ تو خود ہی ایمان اور ابقان کی زیادتی کے قائل ہیں۔ البتہ ایمان کامل کی قید لگاتے ہیں نفس ایمان ان کے ہاں بھی بسیط ہے۔

امس هو بما یطیعون از شیخ مدنیؒ اس لئے کہ مرقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کا امر کہ جس پر دوام ہو سکے۔ لیکن صحابہ کرام تو ندرت میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ

کی قیادت میں کچھ لوگ ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کا حال سن کر اس کو قلیل سمجھتے ہوئے فرمانے لگے۔ آپ صلم تو گناہوں سے معصوم ہیں ان کو عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ ایک نے کہا میں سرے سے نکاح نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں رات ہمیشہ عبادت کرتا رہوں گا۔ نیند نہیں کروں گا۔ جس پر آپ نے غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ اَرَقْدُوْا صَوْمٌ وَّافْطَرُوا نَحْمٌ الحدیث۔ کھیاتک ای کمال ہیئتک قد غفرلک الم کے مجازی معنی مراد ہیں کہ آپ رضد کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ ہوئے ہیں۔ کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے تو یہ کناہ ہوا عن البلوغ مبلغ الوضأ الکامل تو معنی ہوں گے انت بمنزلة رجل یقال له قد غفرلک ما تقدمت ذنبک الم مقصد صحابہ کرام کا یہ تھا کہ آپ کو اطمینان ہے البتہ ہمیں خطرہ ہے اس لئے ہمیں مجاہدہ کی اجازت ملنی چاہیے جس پر آپ سخت ناراض ہوئے کہ تزوج کو ترک کرنا نہ سونا اور نہ کھانا نہ پینا یہ تو فطرت کے خلاف ہے جس پر آپ نے فرمایا انتقا کو واعلم کو باللہ انا دوسری روایت میں ہے کہ جو چیزیں باننا ہوں اگر تمہیں ان کا علم ہو جائے۔ تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور یہ واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ کو غیب کی ایسی باتیں معلوم ہیں ان کا اگر ہمیں علم ہو جائے تو ہم تو دنیا ہی چھوڑ چھاڑ دیں یہی انا اعلمو محل استغناء ہے۔ تو کیفاً نفس ایمان میں بھی زیادتی اور نقصان ہے اس کا انکار امام ابو حنیفہ بھی نہیں کرتے قیغضب حتی یغضب الغضب نبی اکرم صلم کے چہرہ انور پر غصہ کا اور خوشی و مسرت کا بہت زیادہ اثر ہوتا تھا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا حسین ہوگا۔ اس کا چہرہ اتنا ہی زیادہ ان اشیاء کے اثرات کا مظہر ہوگا۔ اور آنحضرت صلم تو سب سے زیادہ حسین تھے۔

باب، مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيمَانِ
حدیث نمبر ۲۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْمَخْ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ لَكَ فِيهِ وَجَدَ حِدَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أُنْقَذَهُ اللَّهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ الحدیث

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جاتی ہیں وہ ایمان کی مٹھاس کو حاصل کر لے گا۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول

ان دونوں سوا سے زیادہ محبوب ہو دوسرا وہ جو کسی بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہی محبت کرے تیسرا وہ کہ کفر میں واپس جانا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے نکالا ہے اس کو ایسا ناگوار ہو جیسے کہ آگ کے اندر ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ من الایمان جو باب میں مذکور ہے وہ یسود یا یلیقی کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ خبر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے۔ اس باب کو کتاب الایمان کیا مناسبت ہے۔ بعض شراح کی یہ رائے ہے کہ نام بخاری ہر جگہ تضاد کو ذکر فرماتے ہیں۔ اگر علم کا ذکر آئے گا تو جہل کو ضرور ذکر فرمائیں گے۔ اگر ایمان کا ذکر فرمائیں گے۔ تو اس کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر کریں گے۔ ولضدھما تبییناً لہذا اس عادت مبارکہ کے مطابق یہ باب یہاں ذکر فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں حرار من العتق کو دین قرار دیا تھا۔ اب یہاں سے بتلانا چاہتے ہیں کہ حرار من الکفر بھی دین میں داخل ہے۔ لہذا جس طرح ہر شخص حرار من النار کی کوشش کرتا ہے ایسے حرار من الکفر کی کوشش کرے، تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کہ اہتہ کفر اس قدر ہے کہ جہنم میں جانا تو گوارا ہے۔ لیکن کفر کو اختیار کرنا گوارا نہیں تو یہ مین ایمان ہے۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس سے کراہتہ فی الکفر کی انتہا بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آگ میں جانا گوارا کرے۔ مگر کفر اختیار کرنا مشکل ہو۔ تو عمل کی طرح تروک کا بھی ایمان میں دخل ہوا۔

باب، تَفَاخُلُ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ ۔

حدیث نمبر ۲۲ حَدَّثَنَا، رَمُاعِيلُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالحُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا وَافْلَقُونَ فِي نَمْلِ الْحَيَاةِ وَالْمَيَاةِ شَقٌّ مَا لَيْسَ فَيَذْبُذُونَ كَمَا تَذْبُذُ الْحَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ تَخْرُجُ صَفْرَاءُ مُلْتَوِيَةً قَالَ وَكَيْفَ حَدَّثَنَا عَنْهُمْ وَالْحَيَاةُ وَقَالَ خَرَدَلٍ مِنْ خَيْرِ الْحَدِيثِ

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے

کہ جہنم سے ہر شخص کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے کے مقدار ایمان ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ تو ان کو نہر جیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا اس لفظ میں مالک راوی کو شک ہے) تو وہ ایسے اگیں گے جیسے سیلاب کے پانی سے ایک طرف دانا اگتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ وہ دانہ زرد سا اور مڑا ہوا نکلتا ہے۔ وحیب راوی فرماتے ہیں کہ عمر راوی نے بغیر شک کے الحیاۃ بیان کیا ہے اور فردل من ایمان کی بجائے فردل من خیر فرمایا ہے سنی جس کے پاس نیکی رائے کے دانے کے برابر ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے

تشریح از شیخ مدنی یہاں سے بھی ایمان کا بل میں زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا ہے۔ من ایمان پر شبہ ہوتا ہے کہ اہل اعمال کے تفاضل کو ثابت کرنے کے لئے باب منعقد کیا مگر روایت سے ترجمہ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ روایت میں ہے کہ من کان فی قلبہ الہ کہ ایمان میں تفاضل ہے بعض کا فردل کے برابر اور بعض کا اس سے زیادہ تو یہ نفس ایمان میں تفاضل ہوا اعمال میں تفاضل نہ ہوا۔ مگر کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ روایت کے اخیر میں لفظ ایمان کی بجائے من خیر کا لفظ لائے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفاضل خیر کے اعتبار سے ہے۔ تو جس روایت میں لفظ ایمان وارد ہوا ہے اس سے نفس ایمان نہیں بلکہ خیر مراد ہے تاکہ روایات موافق ہو جائیں۔ ورنہ متخالف ہو گا تو لفظ خیر لا کر امام بخاریؒ نے اشارہ کر دیا کہ نفس ایمان میں زیادتی کمی نہیں بلکہ وہ اعمال مراد ہیں جن کا ترتیب انحال خبر سے ایمان پر ہوتا ہے۔ تو دوسری روایت سے ترجمہ الباب سے موافقت ثابت ہو گئی۔ متعلق حیۃ من خردل یعنی نہایت ضعیف درجہ کا ایمان تھا۔ کیونکہ تمام جوہر میں سے سب سے چھوٹا دانہ فردل کا ہوتا ہے۔ تو آپ نے تمثیلاً فرمایا کہ ایسے شخص کی بھی نجات ہوگی۔ اور نجات بعد از عذاب ہوتی۔ اہل کفر پر تو عذاب استقاماً ہوتا ہے اہل ایمان پر عذاب تنقیضاً ہوتا ہے۔ بلکہ اگر انا ہوتا ہے جس کی مثال کپڑے جیسی ہے کہ جو کپڑا قابل اکرام ہوتا ہے اسے دھو بی کو دیا جائے۔ اگر قابل اکرام نہ ہوتا تو اسے پھاڑ دیا جاتا۔ اس طرح مومن کا عذاب اگر انا ہو گا۔ اور اکرام کا تقاضا ہے کہ اسے میل کچیل سے صاف کیا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مومن کو مصائب میں مبتلا کیا جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر مومن کو کانا بھی جیسے تو وہ اس کے معاصی کا کفارہ بن جائے۔ ارشاد نبوی ہے۔ من یؤد اللہ بہ خیراً یصبہ الحدیث جس شخص سے اللہ تعالیٰ مہلاتی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس کی تفسیر میں محدثین نے لکھا ہے کہ بلایا میں مبتلا کرنا پاک صاف کرنے

کے لئے جو تلہ ہے۔ بہت سے بندوں کو اللہ تعالیٰ دنیا سے پاک و صاف کر کے اٹھاتے ہیں۔ جن کے معاشی کثیر ہوں۔ تو سکرات الموت کی تکالیف اس کی تطہیر کا باعث بنتی ہیں۔ اگر معاشی اس سے بھی بڑھ جائیں تو حشر کی تکالیف سے نڈارک کیا جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی معاشی زائد نکلیں تو پھر دوزخ میں ڈال کر پاک کر دیا جائے گا۔ تو مومنین کا جہنم میں ڈالنا اہانتہ نہیں بلکہ اکراما ہوا۔ آخر جوا کا امر یا تو شفاعت کی بنا پر ہوگا یا حکم خصوصی اور رحمت اس کا باعث ہوگی۔ فیخز جون یہ روایت مختصر ہے۔ دیگر روایات میں آتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ نمازی نہیں تھے تو آگ اس کے تمام اعضا کو چھوئے گی جس سے سارا بدن سیاہ ہو جائے گا۔ جس کی بنا پر اسے نہر الجبار میں ڈالا جائے گا۔ جیا کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ بارش عرش سے اترتی ہے اور اس سے نہر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مطر کہا گیا مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ مطر کے یہی معنی بارش کے لئے جائیں۔ یا تشبیہ اور مجازاً کہا گیا کہ وہاں کوئی اور کیفیت ہے جس کی وجہ سے معدومات موجود ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے وجود ظلی کے ذریعہ ہو۔ اس لئے کہ وجود حقیقی تو قدیم ہے جس پر عدم کا طریان ہو نہیں سکتا۔ جس طرح دشمن کا ایک وجود تو وہ ہے جو اس کے جرم میں ہے۔ جو اس سے کبھی منفک نہیں ہوتا اور ایک وجود اس کا یہ ہے کہ صبح کو آتلبے اور شام کو چھپ جاتا ہے۔ یہ وجود ظلی اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتا ہے جو عارضی ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے وجود حقیقی سے وجود ظلی کا صدور ہوتا ہے اس وجود ظلی کو حقیقی مطر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ وجود حقیقی متکلیف کے ہاں نصف لازم ہے اور صوفیاء کے نزدیک عین ذات ہے لیکن وجود ظلی جو ہلے ساتھ قائم ہے۔ وہ عارضی ہے وہ اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتا ہے۔ اور اس کا تعلق مختلف اشیاء سے ہوتا ہے جیسے بارش کے وقت کئی کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سی اشیاء وجود ظلی کے تحقق پیدا ہو جاتی ہیں تو جیا بمعنی مطر اور حیات بمعنی زندگی دو لو معنی صحیح ہوئے۔ اور انھار متعدد وہ ہیں جن میں سے ایک نہر الجبار ہے جس کا خاصہ ہے کہ جو کوئی مردہ چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی۔ تو اضافہ بیانہ ہوئی۔ یا تشبیہ کے طور پر ہے کہ ہم نے اگرچہ اسے دیکھا نہیں۔ لیکن اسے مطر کے ساتھ تشبیہ دے کر ہمیں سمجھا یا گیا ہے

غیب را آب و بار دیگر اند آسمان و آفتاب دیگر اند

جیسے فلاسفہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے مثالیں بیان فرمائیں ان اللہ لا یتبیح ان یضرب مثلاً ما لبعوض ضئلاً الا یہ جہہ بمعنی طرفہ جسے قلعۃ الحماہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت

جلد اگتا ہے۔ بعض نے اس کے ساتھ خاص کیا اور بعض مطلق جتہ مراد لیا۔ اور سیلاب میں جہاں کہیں پیرک جاتیں۔ وہاں جلد اگ جلتے ہیں۔ ایسی مٹی کو نہیں دیکھتے کہ اپنی جڑوں کو پھیلا دیں اس لئے انہیں جتہ الحما کہا جاتا ہے۔ اس جگہ تشبیہ جلدی اگ جانے میں ہے۔ اور اسے رجبہ بھی کہا جاتا ہے۔

از شیخ زکریا حضرت امام بخاریؒ یہاں فرما رہے ہیں۔ جو اقبل میں خفیہ کا مذہب بنایا گیا کہ ایمان از عان قلبی کا نام ہے۔ نفس ایمان میں تو کمی زیادتی نہیں ہوتی وہ تو یکساں رہتا ہے۔ بلکہ کمی بیشی اعمال کے اعتبار سے ہوتی ہے لہذا یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ امام بخاریؒ مرتبہ اور خراج پر رد فرما رہے ہیں دراصل تردد مرتبہ کی کرنی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اعمال کو بالکل ہی بے فائدہ کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد خراج پر رد کرتے ہیں مگر ان پر اتنا شدید رد نہیں کیونکہ وہ فرقہ بھی اگرچہ ضال اور مضل ہے مگر اعمال کے مسئلہ میں ان کے ہاں کوتاہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تارک عمل کو کافر کہتے ہیں۔ تو وہ بیچارہ اس ڈر سے کہ کہیں کافر نہ ہو جائے خوب عمل کرے گا۔

اس حدیث میں ایمان سے عمل خیر مراد ہوا۔ جیسے دوسری روایت صراحۃً دخول من خیر وارد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال خیر ذرا سے بھی ہوں گے تو بھی مغفرت فرمادیں گے اور اس حدیث سے مرتبہ اور خراج دونوں پر اس طرح رد ہوا۔ کہ مرتبہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال کا کوئی اثر نہیں تو ان پر رد ہوا کہ اگر اعمال کا کوئی اثر نہیں تو وہ عاصی جہنم میں کیوں گیا۔ اور خراج پر اس طرح کہ اگر مرتکب کبیرہ کافر ہو گیا تھا تو وہ جہنم سے کیوں نکالا گیا۔

حدیث نمبر ۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَيْرٍ أَنَّ اللَّهَ الْخَبِيرَ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا وَمَا بَيْنَنَا رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْكُمْ قُضِيَ مِنْهُمَا مَا يَبْلُغُ الشَّدَى وَمِنْهُمَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَعَرَضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَبِيضٌ يَجْزِي كَقَالُوا فَمَا أَؤَلَّتْ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الدِّينُ (الحدیث)

ترجمہ، جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مجھے اس حال میں پیش کئے جاتے ہیں کہ ان پر قبضیں ہیں بعض قبضیں تو پستان تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے کم تک۔ لیکن جب حضرت عمر بن الخطابؓ مجھ پر پیش کئے گئے تو ان پر جو قبض تھی وہ اس کو بچھین رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا تو اے اللہ کے رسولؐ پھر آپ نے اس کی کیا

تعبیر دی آپ نے فرمایا کہ دین مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "قال دین کو قیص تے تشبیہ دی گئی، کیونکہ جس طرح قبض سردی و گرمی سے بچاتا ہے۔ اور باعث زینت بنتا ہے۔ ایسے دین بھی جہنم سے بچاتا ہے اور باعث زینت بنتا ہے اور دین اعمال کا مجموعہ ہے جن میں تفاضل ہوتا ہے لہذا اس کے مطابق جزو میں تفاضل ہوگا۔

از شیخ زکریا قال الدین الخ دین سے مراد یہاں ایمان تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمان میں جو اذعان ہے۔ اگر اس میں کمی ہو جائے تو وہ شک ہوگا۔ ایمان نہیں ہوگا۔ لہذا دین سے مراد اعمال ہیں۔ اور مطلب روایت کا یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال میں فرق ہے۔ بعض کے اعمال کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قیص کی۔ کہ بس سینہ تک ہی پہنچ پاتی ہے۔ اور بعض حضرات کے اعمال ایسی قیص کی ہے۔ جو اتنی بڑی ہے کہ زمین پر گھسٹی چلتی ہے۔ اور آثار قدم اس کی وجہ سے ملتے چلے جاتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے اعمال کی مثال ہے تو تفاضل اعمال ثابت ہوا۔

باب ، الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ -

حدیث نمبر ۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعْطُ أَخَاكَ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر انصار کے ایک مرد پر ایسی حالت میں ہوا کہ وہ اپنے بھائی کو جہاں کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (اتنا جیانا کیا کرو) جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دیا تو ایمان میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "جس طرح علم و عمل کو ایمان میں سے قرار دیا اس طرح فرماتے ہیں کہ اخلاق کو بھی ایمان کا دخل ہے۔ بسا اوقات جیسا کسی کام کے کرنے سے مانع ہو جاتا ہے تو اس پر کسی نے ترک حیا کی نصیحت کی۔ آپ نے اس کو اس نصیحت سے منع فرمایا۔ حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمُ مُسْتَحْيً وَلَا مُسْتَكْبِرً کہ جیسا کرنے والا اور مغرور متکبر آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں جب کہ وہ ایک ستلہ پوچھنا چاہتی تھیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْتَحِي الخ تو معلوم ہوا کہ جیانا پسندیدہ اور محمود ہے۔ تو الحياء من الایمان کیسے صحیح ہوگا اس کے کئی جوابات ہیں

پہلایہ ہے کہ الحیاء من الایمان جملہ فیصلہ ہے جو موجبہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا موجبہ کلیہ نہیں ہوتا یہاں الحیاء میں الف لام جنس کا ہے جس کا تحقق بعض افراد میں ہوتا ہے۔ تو موجبہ جزئیہ اور سالیہ جزئیہ میں منافات نہیں ہوتی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الحیاء من الایمان سے نفس حیاء مراد ہے۔ افراد مراد نہیں اور اخلاق بعض کفری ہوتے ہیں۔ اور بعض اخلاق ایمانی ہوتے ہیں۔ کفر ایک جڑ ہے اس سے مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ایسے ایمان بھی ایک جڑ ہے۔ اس سے بھی مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ممکن ہے کسی کافر میں شیعہ ایمانی پائی جائیں۔ اور کسی مومن میں شیعہ کفری پائی جائیں۔ تو لا یتعلوا العلم مستحیٰ الخ میں استعمال حیاء مراد ہے کہ علم کامل میں حیا کا استعمال کرنا جائز نہیں جیسے جو دکا فاحشہ میں استعمال کرنا یہ جو دنی غیر محلہ ہے۔ الغرض اخلاق فاضلہ کو اگر اپنے محل پہ نہ رکھا جائے۔ تو اس میں قباحت آجاتی ہے۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے جو فرمایا ان الله لا یستحی فی حق الخ اس کی مراد یہ ہے کہ مسائل ضروریہ میں حیا نہ کرنی چاہیے۔ حیا تو سب کا سب غیر ہے۔ جبکہ اسے اپنے محل میں استعمال کیا جائے۔ اگر فی غیر محلہ مستعمل ہو تو وہ قبیح ہوگا جیسے ہمارے جسم کا ترکیب اربعہ غماص ہے۔ ایسے روح بھی مرکب ہے۔ اس میں اجزاء ملکوتی اور شیطانی دونو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ پھر اس ترکیب میں قلت اور کثرت اجزاء کی وجہ سے اخلاق مختلف ہوتے ہیں۔

ارشاد شیخ زکریاؒ اس حیا کا ذکر اگرچہ ماقبل میں حدیث الحیاء شعبۃ من الایمان کے ذیل میں ہو چکا لیکن وہاں ضمناً آیا تھا۔ اس باب سے حیا کو اہمیت کی وجہ سے مستقلاً بیان فرما رہے ہیں۔

باباً فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيْلَهُمْ۔

حدیث نمبر ۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَمَّ عَنْ ابْنِ عَصَمٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْمَعُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يُعَمِّدُوا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّيَ وَمَا حُمُّهُ وَأَمَّا لَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی جاری رکھوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور وہ لوگ نماز پابندی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں پس جب انہوں نے یہ کام

کرتے تو انہوں نے اپنے خون اور اپنے مال مرے سے محفوظ کر لئے مگر ہاں حق اسلام کی وجہ سے خون اور مال محفوظ نہ ہوں گے۔ پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس قرآنی آیت اور حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اگر وہ لوگ ان اعمال کو انجام نہ دیں تو پھر ان کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ تو مرتبہ کا کہنا صحیح نہ ہوا کہ اعمال ایمان کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ اعمال نہ کرنے کے صورت میں قتل کا حکم ہے۔ اگر اشکال ہو کہ ایک تیسری صورت قتل نہ کرنے کی چیز یہ بھی ہے۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں۔

۱، یہ کہ یہ آیت سورہ توبہ کی اس حدیث کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اناس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اور ان سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار کہو نگہ یہ لوگ قرآن مجید میں تفکر اور تدبر کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید ان کی زبان میں اترتا ہے۔ اس لئے ان کو مہلت نہیں دی گئی۔ البتہ مجی لوگ جو اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ان کو مہلت دی گئی ہے۔ کہ تفکر و تدبر کر کے فیصلہ کریں تیسری توجیہ یہ ہے کہ حتیٰ یخولوا لا إله الا الله حقیقہ ہو یا حکماً ہو۔ حقیقی قول تو ایمان اور اسلام لانا ہے۔ اور قول حکماً جزیہ دینا ہے۔ جیسے صلح حدیبیہ کو فتح کہہ قرار دیا گیا۔ انا فتحناک فتحاً مبیناً عصمتی امتی دیا تمہو الخ اس سے معلوم ہوا۔ کہ معصوم دم اور معصوم مال سے کوئی مواخذہ نہیں البتہ عربی اگر دار الحرب قتل کر لیا جائے۔ یا اس سے سود وغیرہ لیا جائے۔ تو جائز ہے۔ کیوں کہ وہ غیر معصوم الدم والمال ہے۔

اور حضرت شیخ ذکر نما فرماتے ہیں کہ شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے قرآن پاک کی آیت کی تفسیر بیان کرنا ہے۔ لیکن میرے اساتذہ کی رائے یہ ہے کہ ایمان کی ترکیب ثابت کرنا ہے اس طرح کہ جہنم سے نجات ایمان ہی بدولت ملے گی۔ اور یہاں تخلیہ سبیل کو قویہ من الشوک۔ اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ پر مرتب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان ان سب چیزوں سے مرکب ہے۔ الا بحق الاسلام مثلاً کبھی شخص نے کسی کو قتل کر دیا محض تھا اس نے زنا کر لیا یا مسلمان تھا مرتد ہو گیا تو ان صورتوں میں اسے قتل کیا جائے گا۔

باب ، مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ يَقُولُ اللهُ تَعَالٰی وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ
اُفْرِقْتُ مَوْدَهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْاَعْلُوْفِ قَوْلِهِ تَعَالٰی فَوَرَبِّكَ

لَنْتَسَلِمَهُمْ أَجْمَعِينَ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ عَنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ لِبَشَرٍ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ -

ترجمہ، جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان عمل کا نام ہے۔ تو وہ تین آیات سے استدلال کرتے ہیں تھنہ الجنہ یعنی وہ جنت جس کا تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث بنائے گئے ہو۔ تو عمل سے ایمان مراد ہوا اور بہت سے اہل علم نے فوراً کہتے تھے کہ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور ان کے اعمال کے بارے میں سوال کریں گے۔ تو بے عملوں سے مراد قول لا الہ الا اللہ ہے۔ اور تیسری آیت کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس جیسے اعمال عمل کرنے والوں کو کرنے چاہئیں۔

ای خلیون من المؤمنون لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ان سب میں عمل سے ایمان مراد دنیا یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ البتہ ایمان عمل قلب ضرور ہے۔

حدیث نمبر ۲۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَعْمَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ بَحْرٌ مُبْرُورٌ - الحديث

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا افضل العمل ہے کہا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا اس کے بعد کون سا ہے تو آپ نے فرمایا قبول حج ہے کہ جس کے ساتھ گناہ ملا ہو انہ ہو۔

تشریح از شیخ منیٰ امام بخاری جب کسی مسئلہ کو مختلف فیہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کی کوئی جانب ان کے ہاں رائج ہوتی ہے۔ تو من قال کذا کذا فرماتے ہیں۔ تصریح نہیں کرتے بلکہ قول صواب مقصود ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی ان الا ایمان ہوا العمل سے مقصد یہ ہے کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے جس سے مرتبہ کا رد ہو گیا۔ جس کے ثبوت میں تین آیات پیش فرمائی ہیں کہ بما کنتم تعملون کی تفسیر تو منون سے کی گئی۔ لیکن اس پر اعتراض ہوا کہ عمل سے ایمان مراد لینا متفق علیہ نہیں ہے۔ اور یہاں پر قرینہ بھی کوئی موجود نہیں۔ اس لئے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ اس جگہ استحقاق جنت کے لئے جو چیزیں باعث بن سکتی ہیں ان میں سے سب سے مقدم ایمان ہے۔ کیونکہ جب عمل اس کا سبب ہے تو اہم اور مقدم کا سبب ہونا بطریق اولیٰ

ہوگا۔ لفظ عمل کا اطلاق ایمان نہیں ہوتا کہ اسے مجاز کہا جائے۔ البتہ یہاں تو مصداق عمل کا ایمان ہے کیونکہ جو اشیاء دخول جنت کا سبب ہیں۔ ان میں مقدم ایمان ہے۔ بالاتفاق تو یہاں مقلدون کے افراد میں ایمان ضرور داخل کیا جائے گا۔ دوسری دلیل عما کا نوا یعملون اہل علم نے کہا کہ اس سے مراد قول لا الہ الا اللہ ہے اس کا یہ مقصد نہیں کہ فقط اس کے متعلق سوال ہوگا بلکہ اور چیزوں کا بھی سوال ہوگا۔ جو لوگ فریض میں کفار کو مخاطب قرار نہیں دیتے۔ وہ تو اسے ظاہر پر رکھیں گے اور جو حضرات ان کو اصول اور فریض دونوں کا مکلف مانتے ہیں۔ ان کے ہاں ظاہر پر محمول نہ ہوگا۔ جیسے دوسری روایات بھی دلالت کرتی ہیں کہ ایمان کے ماسوا اور اشیاء سے بھی سوال ہوگا۔ اہل صل اس معنی کے اعتبار سے عمل کے مصداق پر ایمان کا ہونا ضروری ہوگا۔ اور جو کفار کو دونوں کا مکلف گردانتے ہیں۔ ان کے ہاں معنی ہوں گے من الایمان وغیرہ اور تیسری دلیل فلیعمل الہا مملون ہے۔

الی فلیعمل من المومنین الخ تو ان دلائل سے گناہ سے معلوم ہوا کہ اطلاقات شرعیہ میں لفظ عمل بول کر اس سے ایمان مراد لیا جاسکتا ہے۔ البتہ نفس ایمان میں عمل داخل نہیں ہے۔ تو مرتبہ کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ عمل کا ایمان میں کوئی دخل نہیں کیونکہ آپ کا جواب ای الاموال افضل کے بارے میں الایمان باللہ ورسولہ فرمانا دلالت کرتا ہے۔ کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے

از شیخ ذکر یا شروع کتاب میں امام بخاریؒ نے فرمایا تھا۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو قول وفضل اس پر بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ مکرر ہو گیا۔ کیونکہ وھو قول وفضل میں عمل خود آ گیا بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ غایت اہتمام کی بناء پر مستقل باب دوبارہ منعقد فرمایا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ترجمہ کے الفاظ نہ بدلیں اور غرض بدل جائے۔ تو ترجمہ مکرر نہیں کہلاتا۔ یہاں بھی ایسا ہے کہ غرض دوسری ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ جیسے ایمان قول و عمل کا نام ہے ایسے قول و عمل کا نام ایمان ہے یعنی دونوں طرف سے تلازم ہے۔ اس کو آیت تلتک الجنة الحق اور تلتھا الخ سے ثابت فرما رہے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ کوئی عمل بغیر ایمان کے معتبر نہیں لہذا جنت کی وراثت اس عمل کی وجہ سے ہوگی جو ایمان کو لازم ہے اور ایمان لازم ہے عمل کو۔ ایسے دوسری آیت عما کا نوا یعملون ہے یہاں بھی عمل سے مراد لا الہ الا اللہ یعنی ایمان مراد ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ شارح ہے۔ یعنی اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض ان آیات کی شرح کو نلے جس میں نجات کو عمل پر مرتب کیا ہے۔

اس حدیث میں ای العمل افضل کے جواب میں ایمان باللہ ورسولہ فرمایا گیا۔ تو ایمان پر عمل کا اطلاق ہو جس سے تلازم ثابت ہوا۔ کہ کسی جگہ ایمان پر عمل کا اور کسی جگہ عمل پر ایمان کا اطلاق ہوا

باب، رَاٰذَا لَوْ يَكُنِ الْاِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ اَوْ الْخَوْفِ مِنْ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی قَالَتْ الْاَعْرَابُ اَمْ نَأْخُلُ لَكُمْ تَوْفُونَا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا خَاذًا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔
تشریح از شیخ زکریا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ قالت الاعراب اَمْ نَأْخُلُ لَكُمْ تَوْفُونَا لَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا کہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے آپ ان سے فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم اسلام لائے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور شے ہے۔ اور اسلام اور چیز ہے۔ حالانکہ حضرت

امام بخاریؒ اب تک کسی جگہ اسلام اور کسی جگہ دین سے تعبیر کر کے اشارہ فرماتے چلے آتے ہیں کہ ایمان اسلام اور دین تینوں ایک چیز ہیں۔ تو اس آیت شریفہ مذکورہ بالا اور امام بخاریؒ کے قول میں تعارض پیدا ہو گیا۔ تو امام بخاریؒ اس باب کے ذریعہ اس تعارض کا جواب دیتے ہیں کہ ہمارے کہنے اور آیت کریمہ کی مراد میں تعارض نہیں۔ چونکہ ایمان ایک قلبی شے ہے۔ خود بخود وہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس اظہار کا نام اسلام ہے۔ تو ایک کا تعلق قلب سے اور دوسرے کا تعلق ظاہر سے ہوا، تو یہاں آیت میں نفی اس ایمان کی ہے جو دل سے نہ ہو صرف ظاہر سے ہو۔ اگر دل سے ایمان ہو تو وہی اسلام اور دین بھی ہے۔

از شیخ مدنیؒ عام طور پر آیات میں ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات کہا جاتا ہے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اور سابقہ ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال اور ایمان میں اتحاد ہے۔ کہ عمل کا اطلاق ایمان پر جائز ہے۔ اور جہاں عمل کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ وہ عطف بیانی ہے جیسے حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی میں یہ عطف الخاص بعد العام ہے۔ اور کبھی عبارت کے اندر تقدیم و تاخیر ایسی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے کلام میں تعقید آ جاتی ہے۔ یہاں بھی عبارت مخدوف ہے ای اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقة فهو جائز اور اذا کان علی الاستسلام فهو جائز الغرض اصل عبارت یوں تھی اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقة وکان علی الاستسلام لطمع او الخوف من القتل فهو اطلاق جائز فی الشئع تو تعقید پیدا ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے معنی انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی کے آتے ہیں۔ اگر اسلام بمعنی انقیاد باطنی کے ہو تو وہ ملازم ایمان ہو گا۔ اور انقیاد ظاہر سے

بسا اوقات ایمان کے ساتھ ہو گا۔ اور بسا اوقات نہ ہو گا۔ جب خوفِ قتل ہو تو انسان دین کو بدل دیتا ہے۔ انقیادِ باطنی پر اسلام کا اطلاق حقیقی ہے۔ اور انقیادِ ظاہری پر مجازی ہے۔ ظاہری کو اسلام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جو طمع اور خوفِ قتل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان الدین عند اللہ الا سلام۔ باعتبار انقیادِ باطنی کے ہے۔ اور قالت الاعراب میں باعتبار انقیادِ ظاہری کے ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو بلکہ صلح میں داخل ہونے کے لئے یا قتل کے خوف سے ہو۔ تو ایسا اسلام آخرت میں نفع نہیں دے گا۔ اور جو اسلام حقیقت پر مبنی ہو یعنی دل سے ہو تو وہ اسلام اللہ تعالیٰ نزدیک پسندیدہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۲ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْإِمَامُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَى فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ فَلَانٍ فَأَمَّا لِي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَكُنْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فَلَانٍ فَأَمَّا لِي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَكُنْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُغْطِي التَّجِدَ وَخَيْرُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشِيئَةً أَنْ يُكَيِّدَهُ اللَّهُ فِي النَّارِ الْخ

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو کچھ مال دیا اور حضرت سعد مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس شخص نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا کہ اس کو ضرور ملتا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص سے کیوں روگردانی فرمائی خدا کی قسم میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلمان کہو (یعنی لفظ اسلام ادلی ہے۔ باطن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں) کچھ دیر تو میں خاموش رہا۔ پھر مجھ پر اس مال کا غلبہ ہوا۔ جو مجھے اس کی طرف سے معلوم تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ اور میں نے کہا کہ حضرت آپ کس دھڑ سے اس شخص کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ کی قسم میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یا مسلمان کہو پھر مجھے اس کے مال کا غلبہ ہوا جو کچھ اس کے ہائے میں ہیں جاننا تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا آپ نے اپنا وہی کلام دہرایا۔ پھر فرمایا کہ اے سعد کہ جب کسی آدمی کو کچھ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا غیر مبنی دوسرا آدمی میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس خطو سے دیتا ہوں کہ کہیں اس کو اللہ تعالیٰ اوندھے

منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔

تشریح اوشیخ مدنیؒ لا راہ مؤمنای لا علمہ مؤمناً او مسلمانہ عطف تلیقنی ہے جس میں تکلم صرف معطوف کو ذکر کرتا ہے۔ جیسے کوئی کہے جاوے زید دوسرا کہے وعمر یہ عطف تلیقنی کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے رافی جاعلک ولتأس اماماً قال ومن ذریعتی ایسی یہاں بھی عطف تلیقنی ہے لا راہ مؤمناً او مسلماناً اور ممکن ہے کہ اضرب کے لئے ہو۔ ای بل قل مسلماً جیسے الی ماتہ الف او یزیدون ای بل یزیدون یہ اس لئے فرمایا کہ تم کو قلب کی کیفیت معلوم نہیں تمہارا علم ظاہر تک محدود ہے۔ اس لئے مسلم کہو مومن نہ کہو۔ مالک عن خالد ای مالک معروضاً عن خالد قال یا سعدانی لا عطفی الی الرجل اور بعض روایات میں یا سعد اقلای اتقانی قتلاً یعنی متحکم کا معیار صدقہ نہیں بلکہ تالیف قلوب ہے۔ اور اس وقت یہ مقصود اعظم ہے۔

از شیخ ذکر کیا اس حدیث میں حضرت سعدؓ کے سوال ارادہ مؤمناً پر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا او مسلمان یعنی تم نے جو قسم کھا کر اس کے مسلمان ہونے کو بیان کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیا پتہ وہ دل سے ایمان نہ لایا ہو۔ صرف ظاہر مسلمان ہو۔ کیونکہ ایمان اذعان قلبی کا نام ہے۔ اور اس کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کی حالت کسی کو معلوم نہیں کہ یہ انقیاد حقیقی ہے۔ یا ظاہری۔ بہر حال تیسری مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بعض مرتبہ میں ایسے شخص کو مال نہیں دیتا جو مجھے محبوب ہو بلکہ اس کے غیر کو دے دیتا ہوں۔ یہ سوچ کر مجھ کو جس سے محبت ہے اگر میں اس کو نہ دوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا لیکن اگر دوسرے شخص کو نہ دوں تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا۔ تو اس کا نقصان ہو گا کہ کہیں بطور سزا کے جہنم میں نہ پھینک دیا جائے۔ اب اس ربل کے بارے میں شرح اور مشائخ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ قسم اول میں سے تھی یعنی جو لوگ اسلام حقیقی کہتے ہیں یا قسم ثانی میں سے ہیں جو صرف اسلام ظاہری رکھتے ہیں۔ شرح حدیث حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ او مسلمان کی بنا پر کہتے ہیں کہ یہ قسم ثانی میں سے تھی۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت سعدؓ کے مومنہ کہنے پر نیکی فرمائی۔ لیکن میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قسم اول میں سے تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ انی لا عطفی الی الرجل معیہ احب الی منہ ان کو احبین کی فہرست میں داخل فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ احب وہی ہو گا جو انقیاد ظاہری اور باطنی دونوں سے متخلی معنی ترین ہو

باب افشاء السلام من الاسلام وقال عماری ثلث من جمعہن فقد جمع

إِلَىٰ بُيُوتِ الْمُضَافِ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذَلُ السَّلَاةِ لِلْعَالَمِ فَإِلَىٰ نَفَقَاتُ مِنَ الْوَقْتِ.

ترجمہ، سلام کا پھیلانا اسلام میں سے ہے اور حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں ہیں جس شخص نے ان کو جمع کر لیا اس نے ایمان کو جمع کر لیا۔ پہلی خصلت اپنی ذات سے انصاف کرنا۔ تمام لوگوں کے لئے سلام کو خرچ کرنا اور فقر کے باوجود مال کو خرچ کرنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ افتاء السلام من الاسلام سے ایمان اور اسلام میں یا تو تراویح ثابت کرنا مقصود ہے۔ یا تلازم بیان کرنا ہے کیونکہ ایک روایت میں من الایمان بھی آیا ہے الانصاف من نفسک اس کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز درودوں سے دیکھنا چاہتے ہو تو اس کو چیز کو اپنے میں بھی پیدا کرو۔ بذل السلام مع العالمو السلام سے یا تو قول السلام علیکم مراد ہے۔ یا السلام بمعنی سلامتی کے ہے۔ تو اس وقت العالم میں مسلمانوں کی تخصیص نہ ہوگی۔ بلکہ چرند۔ پرند۔ کفار۔ مسلمان سب داخل ہوں گے۔ البتہ پہلے معنی مشہور ہیں۔ بظاہر عالم میں کافر بھی داخل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بعض روایات میں ان کی اہانت کا حکم ہے۔ تو العالم میں مسلمانوں کی تخصیص کی جائے گی۔ افتار بمعنی افتار تو من الافتار بمعنی مع الافتار کے ہوگا۔ یؤثرون علی انفسہم ولو كانت بهم خصاصة یطعمون الطعام علی حبہ الایۃ۔

از شیخ زکریاؒ۔ افتاء السلام من الاسلام یہ بھی منجد شعب ایمانیہ میں سے ہے الانصاف من نفسک کے علمائے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ پہلے معنی یہ کہ اپنے نفس سے اللہ کے لئے انصاف کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم یہ پسند کرتے ہو۔ کہ تم سے چھوٹے تمہارے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئیں اس طرح تم بھی دیکھو کہ آیا مالک الملوک کے ساتھ ان کے پاس اور احترام میں تمہارا کیا مرتبہ ہے۔ جیسی تم اپنے لئے ادب کے طالب ہو۔ اسی طرح تم بھی امر الہی کا پاس کرو اور اس کا ادب کرو۔ حضرت گنگوہیؒ سے منقول ہے کہ اپنے نفس سے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو تم اپنے آپ کو اس کے پیش کر دو۔ تاکہ وہ تم سے بدلہ لے یا معاف کر دے۔ تاکہ تم آخرت کی گرفت سے محفوظ ہو جاؤ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفا میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس کو میں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ آپؐ نے ایک مرتبہ مجھے چھڑی ماری تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ صحابیؓ نے عرض کیا کہ حضرت! میں اس وقت تنگ بدن تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ٹیص اتار دی وہ صحابیؓ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ اور کبھی

ادھر بوسہ لیتے اور کبھی ادھر بوسہ دیتے ان کو تو بدلہ لینا تھا جس طرح چاہلے لیا۔ اور بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلعم کے ارشاد لایق من احدکم حتی یحب لاجنیہ ما یحب لنفسہ کے ہم معنی ہے۔ اور اپنے نفس سے انصاف لینے کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اور دوسرے کے لئے پسند کرو۔ اور جو اور دوسرے کے لئے پسند کرتے ہو وہ اپنے لئے پسند کرو۔ اور بعض علمائے اس کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ جو اپنے اوپر واجب ہے اس کو ادا کرو۔ خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے ہو۔ ان تمام اقوال میں مشہور پہلے دو ہیں۔

بذل السلام علی العالم یہی مقصود ہے اور یہ ہے۔ السلام علی من عرفتم و لم تعرفوا
والانفاق من الاقتار یعنی تنگی کے وقت خرچ کرنا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مالدار ہو مثلاً ایک ہزار روپے ہیں سے پچاس روپے خرچ کر دینے تو گویا بیسواں حصہ خرچ کیا۔ بخلاف اس کے جس کے پاس صرف سٹو روپے ہوں اگر وہ پچاس روپے خرچ کرے تو اس نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

افضل الصدقة جهد المقل یعنی افضل صدقہ نادار کی مشقت ہے، عند الاقتار انفاق محمود ہے
مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو اعتماد علی اللہ ہو۔ اور یہ خوف نہ ہو کہ اس وقت دے کر دوسرے وقت افسوس ہوگا۔ یا دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گا۔ اگر یہ خوف ہو تو پھر اس کے لئے محمود نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص ایک سونے کی ڈلی لایا اور خدمت اقدس میں پیش کر کے کہنے لگا کہ یہ میری کمائی ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں حضور اقدس صلعم نے منہ پھیر لیا۔ وہ اسی جانب حاضر ہوا۔ حضور اکرم صلعم نے اس طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ وہ اسی طرف لے گیا۔ آپ نے وہ ڈلی لے کر اس زور سے پھینک کر ماری کہ اگر وہ ہٹ نہ جلتے تو ہڈی ٹوٹ جاتی۔ اس کے برخلاف حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھتے ہیں کہ گھر کے لئے کیا چھوڑا اس پر حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ یہاں حضور اکرم صلعم نے کچھ نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ کو قرآن سے معلوم ہو گیا کہ پہلا شخص جزع فزع کرے گا۔ اس لئے اس کو تو داپس کر دیا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا اعتماد علی اللہ معلوم تھا۔ اس لئے اس کو قبول کر لیا رد نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۸۸۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ -

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک ایک آدمی جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین کو کھانا کھلانا اور ہر اس شخص پر سلام پڑھنا جس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

باب کُفْرَاتِ الْعَشِيرَةِ وَ كُفْرُهُ دُونَ كُفْرِ فَيْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ، شوہر کی ناشکری کفر ایمانی کے بغیر بھی کفر بھی ناشکری ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابو سجد خدریؓ سے روایت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْهَمَلِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ فَيُلْأَى يَكْفُرْنَ بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْوَحْشَانَ كَوَّاحَسَنَتٍ إِلَى رَأْسِهَا هُنَّ الذَّهْرُ ثَعْرَ رَأْسٍ مِنْكَ نَيْبًا قَالَتْ مَا أَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے خواب میں جہنم دکھائی گئی یا شب معراج میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہے کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کہ حضرت کہا وہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان مندی کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں کسی ایک کے ساتھ زندگی گزارنا چاہو پھر کبھی ایک مرتبہ تم سے ناپسندیدہ بات دیکھ لیں تو یہی کہے گی کہ میں نے تو کبھی بھی آپ سے نیکی دیکھی نہیں ہے۔ تشریح از شیخ مدنی پہلے تو امام بخاریؒ اسلام دین اور ایمان کا ذکر کرتے رہے۔ ہم اس میں تاویلیں

کرتے تھے کہ ان میں توافقات یا تلازم بیان کیا ہے اب کفران العشیرو کفران الاحسان کہہ کر بتلانا چلتے ہیں کہ کفر میں بھی تشکیک ہے۔ حالانکہ اسلام اور کفر میں تضاد ہے۔ اب امام بخاریؒ اسی کفر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ وضد ہا تنبیین الاشیاء اور کبھی بسا اوقات کسی چیز کے اثبات میں نفی کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے الْعَصَا حَتَّىٰ خَلُوهُ عَنِ الْقَوَائِبِ الخ تو اس جگہ ایمان کی تفسیر میں کفر کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ایمان کے مخالف کفر ہے جس کے درجات ہیں کفر باللہ جو کہ کفر جمود ہے جس کی وجہ سے انسان ایمان سے نکل جائے گا۔ کفر بالرسول بھی کفر جمود ہے۔ کفر عن شیئ بھی کفر ہے۔ مگر اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہو گا جیسے عورت سے تمام عمر احسان کیا جائے۔ اگر ایک مرتبہ اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ تو ہمیشہ کی خیر کا انکار کر دیتی

ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا مادائیت منک خبیثاً قطّ وجہ یہ ہے کہ اس کی پیدائش ضلّٰجِ کبیر سے ہوتی ہے جو ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی طبیعت میں اوجاج ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت جو جمیع عیوب سے پاک ہو کہیں نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس اوجاج کے ساتھ اس سے کام لیا جائے۔ چنانچہ ٹھہرنے اس وجہ سے آج تک شادی نہیں کی وہ کہتا ہے جو شخص بارہ کرڈ جرموں پر حکومت کرے وہ ایک عورت کا محکوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن آنحضرت صلع نے ان کی جمیع مصائب کو جھیل اور جھیل کر تسلیم دی۔ کہ سن معاشرے سے تدبیر منزل کرو۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نزاکت میں دلی کے اندر مشہور تھے۔ شہزادوں تک کی بات کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ ان کو بیوی ایسی ملی تھی۔ جو بالکل فحش گو تھی۔ یہ مزاج پرسی کرتے وہ صلواتیں سناتی۔ پھر بھی برداشت کرتے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کی مجھے کعب دست کی طرح سیر کرائی گئی۔ مگر مرزا مظہر جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ تو ولایت ایسے ماہل نہیں ہوتی۔

خون جگر پینے کو لختِ جگر کھانے کو : یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دلوانے کو

بہر حال کفر میں جب تشکیک ہوتی تو ایمان جو اس کی ضد ہے اس میں بھی تشکیک ہوگی۔

بیکفرت الاحسان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص احسان کرے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے **لن یشکرا اللہ من لہ یشکرا الناس** الحدیث وہ اللہ تعالیٰ شکر گزار نہیں ہو سکتا جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کیا۔ مگر فطرت انسانی میں کفران کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے۔ **ان الانسان لمریتہ ککفّٰر** انسان رب کا ناشکر گزار ہے۔ رہ سے مراد مرئی ہے۔ جس سے ماں باپ مراد ہیں۔ لیکن ان کا احسان نہیں مانا جاتا۔ خصوصاً لڑکے تو ماں باپ کی کثرت سے نافرمانی کرتے ہیں۔ الغرض مقصد یہ ہے کہ عمن کے احسان کو ماننا چاہیے۔ کہ اس کا شکر یہ ادا کیا جائے۔ شکر ادا نہ کرنا کفر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ اس نے ان مسنّین کو احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔

کنودون کھڑا شیخ زکریا یہاں پانچ باب ہوئے جن سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ ایمان لیک حقیقت بسیط ہے۔ اور اس میں جو تفاضل وغیرہ ہے وہ اعمال کے اعتبار سے ہے و بصد ہاتھتین الا شیاء کے مطابق اب کفر کے بھی مراتب ثابت فرما رہے ہیں۔ جب کفر کے مراتب ہیں تو اس کے مقابل اسلام کے بھی مراتب ہوں گے لیکن یہ سارے مراتب حقیقی نہیں کہ خود فی النار کا سبب بن جائیں، اس حدیث میں

آنحضرت صلیم نے ارشاد فرمایا یٰکَیْفُتِ الْعَشِیْرَتُ الْعَشِیْرَتُ الْعَشِیْرَتُ جو کفر باللہ وہ کل مراتب نہیں جب ایسا ہے تو اس طرح ایمان کے سارے مراتب حقیقت ایمان میں داخل نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کی حقیقت تو ایک ہوگی اور یہ چیزیں اس کی کمالات ہوں گی۔ آنحضرت صلیم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں بکثرت عورتوں کو دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتیں زیادہ ہوں گے۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ کم از کم دو گنی ہوں گی۔ اس کا تقاضا ہے کہ حب و ہاں عورتیں زیادہ ہیں تو مرد کم ہوتے اور جہنم کے اندر مرد زیادہ ہونے چاہئیں اور عورتیں کم۔ حالانکہ اس حدیث سے ان کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عورتوں کی پیداوار کثرت سے ہے اس لئے دو نو جگہ ہی زیادہ ہوں گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ عورتیں کفرانِ عشیر کی وجہ سے جہنم میں گئیں۔ اور کفرانِ عشیر کفر و فساد کفر ہے تو ابتداً سزا بھگتے کے لئے وہ جہنم میں جاتیں گی۔ پھر وہاں سے جنت میں آئیں گی تو گویا ابتداً جہنم کے اندر کثرت اور پھر انتہاء جنت میں کثرت ہوگی۔

اب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ آنحضور صلیم کو یہ ان عورتوں کے متعلق دکھایا گیا جو مرچکی ہیں اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے اگر وہ نیک ہوتا ہے تو اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور جنت کی کھڑکی وہاں کھول دی جاتی ہے۔ اگر وہ برا ہوتا ہے تو پھر جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو حضور پاک صلیم نے یہ منظر بیان فرمادیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور کشف کے آئندہ ہونے والی بات بتلائی گئی ہے جیسے ہمارے زمانے میں بعض اولیاء اللہ کو آئندہ ہونے والی باتوں کے متعلق انکشاف ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کے انکشافات میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکشاف میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا تاہم کبھی کبھی تعین میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ عمرہ حدیبیہ میں ہوا۔ مگر غلطی نہیں ہو سکتی۔ بخلاف کشف ادلیا کے وہاں احتمال وقوع غلطی کلمہ کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے۔

یٰکَیْفُتِ الْاِحْسَانُ احسان کا کفر کیسے کرتی ہیں۔ کہ ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ جب کسی وقت کوئی بات ہو جائے تو کہہ دیں کہ تیرے مجھے کوئی راحت ملی۔ ہمیشہ ہی مجھے اس گھر میں تکلیف پہنچتی ہے۔

بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ - وَلَا يَكْفُرُ صَاحِبُهَا بِإِثْمِهِ إِلَّا بِالشُّرُكِ
لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَمْرٌ أُخِيْتُكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ الْيُشْرُوكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَهُ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَإِنَّ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أُتْمِنُوا فَاصْبَحُوا بَيْنَهُمَا فِئَتًا هُمُ الْمُؤْمِنِينَ -

ترجمہ، گناہ جاہلیتہ کے معاملات میں سے ہیں لیکن ان کا ارتکاب کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی
مگر ہاں شرک کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ ابو جہری اکرم صلم کے قول کے کہ نو ایک ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیتہ
پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توہرگز بخشش نہیں کرے گا کہ اس کے
ساتھ شرک کیا جائے البتہ اس کے ماسوا گناہوں کی بخشش کر دے گا جس کے لئے چاہے۔ دوسری آیت کہ اگر
مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو تو ان لڑنے والوں کو مؤمن کہا گیا ہے حالانکہ
قتالہ کفر وار ہے۔

حدیث نمبر ۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْحَمَاقِيُّ عَنْ الْأَحْمَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ
ذَهَبْتُ لِأَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ لَا فَقَالَ أَيْنَ تَرِيدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ
قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا لَقِيَ الْمُسْلِمَانِ بَيْنَهُمَا
كَانَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ قَمَا بِالْأُلْمَقْتُولِ قَالَ رَأَيْتَ
كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت الاحمف بن قیس سے مروی ہے کہ میں اس آدمی یعنی حضرت علیؓ کی مدد کے لئے نکلا
تو مجھے حضرت ابو بکرؓ صحابی رسولؐ ملے۔ انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا اس آدمی یعنی حضرت علیؓ
کی مدد کرنے کے لئے جا رہا ہوں فرمایا وہ آپس جاؤ اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلم سے سنا آپ فرماتے
تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے الجھ پڑیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا
دونوں جہنم میں ہوں گے میں نے کہلے اللہ کے رسولؐ یہ قاتل تو سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن مقتول کا کیا حال ہے کہ وہ جہنم
میں کیوں جائے گا فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر مر بیٹھا جو کامیاب نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ مدنی :- اس جگہ امام بخاریؒ ایک باب میں دو ترجمے لائے ہیں، زمانہ جاہلیتہ سے وہ فرت
کا زمانہ مراد ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کچھ بعد اور آپؐ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے جس پر

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ عَطَاةٍ مِنْ رِيَّاحٍ كَمَا فِي عَطَاةٍ مِنْ رِيَّاحٍ مَعِي
سے کوئی انسان افضل نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ سیاہ رنگ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رنگ اور قوم کا کوئی اعتبار
نہیں بلکہ رَبِّ اشْفَعْ لِيْ اَنْ يُّخَفِّرَ لَوْ اَخَذَهُ عَلَى الْاَلَّةِ لَا يَرْجُو اَللّٰهُ - ترجمہ اگر کوئی پرگندہ بال غبار آلود
آدمی اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے ہاں صورت کا بھی
اعتبار نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلَى صُوْرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلَى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ۔
یعنی اللہ تعالیٰ تنہا مال اور شکلوں کو نہیں دیکھتے وہ تو تمہارے اعمال اور قلوب کی نیت کو دیکھتے ہیں اِثَار
ربانی ہے ان اکو مکہ عند اللہ اتفاقاً تم سے زیادہ پرہیزگار اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا
ہے اور آپ نے فرمایا التَّقْوٰی هِمَّتَا رُشَارَا لِيْ اَلْقَلْبُ کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور دل کی طرف اشارہ فرمایا
لَا يَكْفُرُ اس دوسرے دعویٰ کی دلیل ان اللہ لَنْ يَغْفِرَ لَمْ هُوَ کہ توبہ سے تو شرک اور غیر شرک
سب معاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ کے بغیر باقی سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔ تو
چیز معاف ہو جانے والی ہے۔ اس کے ارتکاب سے کفر لازم نہیں آتا۔ لا يَغْفِرُ انْ يَشْرُكَ سَے معلوم ہوا کہ

توحید میں شرک کی ملاوٹ سے کفر لازم آتا ہے۔ لیکن رسالت اور ماجا بہ النبی صلعم بالضرورة کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایک چیز پر اس لئے اکتفاء کیا جاتا ہے کہ دوسرا امر ظاہر ہے۔ جیسے تشکیم البحر میں برد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ایسے یہاں بھی ان لیشرک ما یساویہ کے معنی ہوں گے کہ شرک اور جو اس کے مساوی ہے یہ معاف نہیں ہوں گے کیونکہ خو من بعض مکفر بعض الا کو اولئک ہوا لکافرون حقا فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات، شرک فی العبادت اور اس کے مساوی جو خبر متواتر سے ثابت ہیں ان سب کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ عدم شرک سے وہ توحید مراد ہے جو کہ معتبر ہو۔ توحید وہ معتبر ہے جس کو پیغمبر لے کر آیا ہو۔ ورنہ توحید کا دعویٰ تو نصاریٰ اور یہود، ہنود اور قریش بھی کیا کرتے تھے۔ تو لوگوں والی توحید مراد نہ ہوتی بلکہ وہ لغوی توحید مراد ہوتی جس کو آنحضرت صلعم نے سمجھا یا جو مقرون بالبنوة والکتاب وغیرہا ہے۔ تو جو توحید معتبر کا منکر ہو گا وہ کافر ہو گا۔

اب حدیث کی تشریح کی جاتی ہے کہ حضرت اخف بن قیس حضرت علیؑ کی لڑائی جو جگہ جبل کے نام سے مشہور ہے اور وہ حضرت عائشہؓ سے ہوئی تھی اس میں حضرت علیؑ کی امداد کے لئے جا رہے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث سنائی۔ کان حویضاً علی قتل صاحبہ اگر شبہ ہو۔ کہ باری تعالیٰ خواطر قلب پر بھی محاسبہ نہیں کرتے اور ہتھیاریہ کو بھی نہیں لکھا جاتا۔ تو پھر مقتول کو فی النار کیوں کہا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فقط عزم نہیں پایا گیا بلکہ اس کے ساتھ حمل بھی پایا گیا ہے اس لئے مستوجب سزا ہوا۔

باب المعاصی من اموال جاہلیۃ از شیخ زکریا یہ دوسرا باب ہے۔ اس سے بھی وہی ثابت کرنا ہے کہ کفرون کفر یہاں پر کفر کو جاہلیۃ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس زمانہ میں کفر تھا۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر اترتے ہیں۔ تو اس کو مختلف عنوانات سے ثابت فرماتے ہیں۔ اب یہاں فرماتے ہیں کہ معاصی امر جاہلیۃ سے ہیں۔ اور جاہلیۃ کی چیزیں کفر ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا۔ انک امراء خبیث جاہلیۃ تو اگر معصیت کفر حقیقی تھی تو حضور اکرم صلعم نے تجھ یا ایمان کا امر کیوں نہیں فرمایا معلوم ہوا معصیت کفر حقیقی نہیں بلکہ کفرون کفر ہے جیسے طاعت ایمان دون ایمان ہے۔ عین ایمان نہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔ لا یکفر صاحبہا بان تکایما یعنی اگر کوئی معاصی کا ارتکاب کرے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ اس باب سے امام

حديث نمبر ۳۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَرْبٍ الْحَمَازِيُّ عَنْ الْمُعَوَّرِ قَالَ لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ
عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ سَابِئَتَ رَجُلًا
فَعَبَّرْتَهُ بِأَمْرِهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبَا ذَرٍّ عَبَّرْتَهُ بِأَمْرِهِ إِنَّكَ أَمْرٌ
فِيكَ جَاوِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُوكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ
فَلْيُطْعِمْهُ وَمَا يَأْكُلْ وَلْيَلْبِسْهُ وَمَا يَلْبِسُ وَلَا تَكْلِفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ
فَأَعْيَنُوا لَهُمْ»

ترجمہ، حضرت معروفؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاریؓ سے اس حالت پر ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک قیمتی پوشاک خود ان کے زیب تن تھی اور ایسی ہی دوسری پوشاک ان کے غلام پر تھی۔ میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو خوب گایاں دی۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی ماں کی وجہ سے اس کو عار دلائی (کہ تو کالی کلوٹی عورت کا بیٹا ہے) جس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ تو نے اس کو ماں کی وجہ سے عار دلائی بے شک تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ یہ تہلے بھائی تہلے غلام ادرتا بعد رہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تہلے ماتحت کر دیا۔ پس جس شخص کے تحت اس کا بھائی ہو تو جو وہ خود کھاتا ہے اس سے اس کو کھلاتے جو خود پہنتا ہے اس سے اپنے بھائی کو پہنتے۔ اور ان کو ایسی کام کی تکلیف مت دو جو ان پر ناپ آجائے کہ نہ سکیں اگر ایسے سخت کام کی تکلیف دو تو پھر ان کی اعانت بھی کر دو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابوذر غفاریؓ پر زہد کا غلبہ تھا۔ ان کا مسک تھا کہ کسی مؤمن کو مال جمع نہیں کرنا چاہیے۔ الذین یکنزون الذہب الا یہ کے ظاہر پر عمل کرتے تھے کہ تمہیں اتنا مال رکھنے کی اجازت ہے جس کو بالفعل خرچ کر سکو بقیہ کو خیرات کر دو وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ دو آدمی خسارہ میں پڑنے والے ہیں پوچھا کون تو آپ نے والذین یکنزون الذہب الا یہ والی آیت پڑھ دی۔ مہرور علما فرماتے ہیں کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اس کا رکھنا جائز ہے اور صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ نصاب زکوٰۃ کا اس اعتبار سے ہو کہ اتنا لیس حصہ دے دو اور ایک حصہ اپنے لئے رکھو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حملہ کیا۔ لیکن فتح نہیں ہوا۔ غرضیکہ چار مرتبہ عربی حکومت کے یہ حملہ ہوا اور تین مرتبہ ترکی حکومت کے عہد میں حملہ ہوا۔ بالآخر ساتویں مرتبہ یہ قلعہ فتح ہوا۔ مزیدیانی اور بخاری جیثیت سے قسطنطنیہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ سمجھ دار بادشاہ اس جگہ رہ کر تمام دنیا پر حکومت کر سکتا ہے۔ الحاصل حضرت ابوذرؓ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے۔ حضرت معاویہؓ کو خبر پہنچی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ لوگوں کو مال جمع نہیں کرنے دیتے کشتی کشتی کی صدا لگاتے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ خلیفہ مسلمین کو لکھا بھیجا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے حضرت عثمانؓ نے ان کو بلوا بھیجا خلیفہ کا حکم سنتے ہی جنگ چھوڑ کر چلے گئے۔ عہد عثمانی ثروت کا زمانہ ہے۔ جب مدینہ میں ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو چاروں طرف سے لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور مناظرہ کرنے لگے۔

جب یہ تنگ آگئے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم ربذہ چلے جاؤ جو کہ مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ وہاں رہائش اختیار کرو بیت المال سے تمہیں قوت لاموت ملتا رہے گا۔ اور عرب میں یہ عادت تھی کہ غلاموں کے لئے جو ملے ہوتے تھے۔ وہ ایک ہی رنگ اور ایک ہی قسم کے ہوتے تھے۔ آقاؤں کے حلقہ عمدہ اور قیمتی ہوتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ربذہ میں انہوں نے یہ معمول بنالیا کہ چادر اور تہمند میں سے ایک اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔ اور ایک غلام کو دے دیتے تھے۔ جس سے امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ جس پر حضرت مسعودؓ نے تعجب کا اظہار کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات بھی اس مقام ربذہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت نہ کوئی آدمی وہاں موجود تھا اور نہ ہی کفن کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ ان کی بیوی بہت پریشان ہوئی۔ کوٹھے کی چھت پر پڑھ کر دیکھا تو ایک قافلہ مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول بھی تھے اور یہ قافلہ حج کے لئے جا رہا تھا۔ بہر حال جب ان کو حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق علم ہوا۔ تو فرمائیے گئے بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا تھا کہ اصدق ہجرت ابوذرؓ ہیں اور ان کی زندگی اور موت تنہائی میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہجرت مکہ میں کا انتظام کیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مزار پر میں نے تجلیات اور انوار الہیہ کا مشاہدہ کیا ہے علیہ حلة ای علیہ بعض حلة علی غلامہ یہی معنی ظاہر ہیں۔ اور یہی باعث تعجب بھی تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وعلی غلامہ مثل حلة مگر پہلی توجیہ روایات کے مطابق ہے سابت رجلا چونکہ آپؐ نے غلاموں کو عبد کہنے سے منع کیا تھا اس لئے انہوں نے رجلا کہا۔ اخوانکو خو کو اصل ترکیب کا عکس ہے۔ اصل تھا خوکو اخوانکو، خول یعنی من یتخول ویتعاهد یا من کو یعنی نگرانی اور اصلاح کرنے کو خول کہتے ہیں۔ اس جگہ مسند الیہ کو مسند کی جگہ رکھا گیا ہے۔ بہر حال خو کو سے غلام مراد ہے۔ جعل اللہ تحت اہدیکو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے۔ اور غلاموں پر انتقام ہے۔ کہ انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور باری تعالیٰ کی ناشکری کی جس پر غلامی کی زندگی کی صورت میں ان کو سزا ملی۔ اللہ امرافیک جاہلیۃ تو یہ معافی میں سے ہے۔ تو کیا معاذ اللہ اس کے ارتکاب سے حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام سے نکل گئے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ تو معتزلہ اور خوارج پر رد ہوا۔

از شیخ زکریا لقیث اماذر بالربذہ یہ حضرت ابوذرؓ سید الزہاد اور امام المجدوبین ہیں ان کا حال یہ تھا کہ جہاں کسی کو اچھا کپڑا لیتے دیکھا اور پتہ چلا کہ اس میں پیوند نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا یہ بالدار ہے

تولاٹھی اٹھاتے اور پہنچ کر کہتے درھو کھن من الشا ہما کیان من المٹان کھن یعنی داغ۔ حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب فتوحات کا زور ہو رہا تھا اور دراہم و دنانیر گھر کے کونوں میں بکھرے پڑے رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے ان کے زہد کی شکایت کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمادیا کہ آپ دیہات میں جا کر سکونت اختیار کریں کیونکہ بیچاڑے دیہاتیوں کے پاس پیسہ زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل میں مدینہ کے قریب رزہ نامی ایک گاؤں میں چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون کسی نے پوچھا آپ یہاں کیوں چلے آئے فرمایا خلیفۃ المؤمنین کا حکم ہے۔ اگر مجھ پر کسی جشی غلام کو بھی امیر بنا دیا جاتا تو میں ان کی اطاعت کرتا۔ یہ تو حضرت عثمانؓ ہیں ان کی اطاعت کیجیے نہ کرتا۔

سابت رجلاً رجل مصداق حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے باشندے کالے ہوتے تھے۔ تو میں نے ان کو کالی عورت کا لڑکا کہہ دیا تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلم سے اس کی شکایت کی جس پر آپؐ نے فرمایا اِنَّكَ امْرَاٌتٌ جَاهِلِيَّةٌ۔ یعنی میرے اندر سے ابھی جاہلیت ختم نہیں ہوئی۔ تو عار دلانے کو امر جاہلیۃ یعنی معصیت قرار دیا لیکن اسی سے ان کا کفر لازم نہیں آیا۔ اسی واقعہ سے حضرت ابوذرؓ نے بتلایا کہ حضور پاک صلم کے اس ارشاد کی بنا پر میں نے بھی اپنے غلام سے یہی معاملہ کیا کہ میں نے پورا سوٹ نہیں پہنا بلکہ ایک چادر میں نے لی اور دوسری اس کو دی۔

باب ظَلُّوْ، دُوْنَ ظُلُوْ

حدیث نمبر ۳۲ حَدَّثَنَا أَبُو نُؤَيْبٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدٍ أَنَّكَ لَمْ تَزَلْ تَذِيْنُ ۡمَنْوَا وَ لَمْ يَنْبَسُوْا بِمَا نَهَوْا بِذَلِكَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اُتِنَا كُوْ يَطْلُوْ فَا سُوْلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّ الشُّوْكَ كَطْلُوْ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ ان کے لئے امن ہے، تو جناب رسول اللہ صلم کے اصحاب نے فرمایا کہ حضرت! ہم سے کون ظلم نہیں کرتا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یعنی ظلم کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ بظلم میں چونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا کہ گناہ صغیرہ بھی ظلم ہے تو بہت شاق گذرا جس

پر آپ نے فرمایا کہ ظلم سے وہ ظلم مراد ہے جس سے بچنے کی نصیحت حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی تھی، وہ نوح ظلم شرک ہے، یعنی ایمان کے ساتھ شرک کو نہیں ملایا ان کے لئے اس ہے جیسے پیروں کو سجدہ کرنا۔ ان کو حاضر ناظر سمجھنا چنانچہ دہمتی کا کہنا ہے کہ پیر برہنہ کو جانتا ہے۔ اس لئے انہوں نے علم غیب آنحضور اکرم صلیم کے لئے بھی ثابت کیا۔ قاضی خاں نے ایک جزیئہ لکھا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کو حاضر ناظر مانا وہ کافر ہے۔ اس طرح تعزیر پر کاغذ لگاتے جلتے ہیں، اور لکھا جاتا ہے کہ اے امام حسینؑ مجھے بچہ دے دو کہ اگر کہا جلتے کہ صحابہ کرام تو عرب اہل لسان تھے۔ ان کو اشکال کیوں پیش آیا۔ انہوں نے عموم کیوں سمجھا تو کہا جائے گا کہ انہوں نے لحد یدبسوا پر غور نہیں کیا۔ غلط تب ہوتا ہے۔ جبکہ عمل واحد ہو غلط ایمان قلبی اعمال سے ہو گا۔ اعمال جو ارح سے نہیں ہوتا۔ تو قلب میں جو چیز پائی جلتے۔ اور اسی صنف ایمان میں سے ہو۔ یعنی علمی چیز ہو۔ اس کا عقیدہ رکھنا یہ ظلم ہے۔ اس کے ساتھ ایمان کو غلط نہیں کرنا چاہیے، شراب کا پینا اور ایمان کا غلط نہیں ہو سکتا۔ تو صحابہ کرام نے بظلمہ کو تو دیکھا لیکن لحد یدبسوا پر غور نہ فرمایا حالانکہ یہ مراد تھا۔ یہ ظلم بڑے درجہ کا ہے۔ اور جو ظلم معاصی کا ہے۔ اس کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے گی (از مرتب) چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے ترجمہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے یقین کو شک سے نہیں ملایا۔

از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جب کوئی باب منعقد فرماتے ہیں۔ تو اس کے بعد دوسرے باب سے اس کی توضیح اور تکمیل فرما دیتے ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل میں سے ہے۔ باب سابق میں جو مضمون ثابت کیلئے۔ اسی کو چہرہ ہاں سے ثابت فرما رہے ہیں جو کہ نہ کوہ تحت النخی واقع ہے تو اس عموم کی بنا پر آنحضور اکرم صلیم سے سوال کر لیا۔ ایسا لحد یدبلم کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس سے ظلم نہ ہوا ہو اور کچھ نہ کچھ کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ جس پر آیت ان الشرک لظلم عظیم نازل ہوتی جس سے پتہ چلا کہ جب شرک ظلم عظیم ہے تو اس سے چھوٹا ظلم یقیناً کوئی نہ کوئی ہو گا۔ جب ہی تو عظیم کا مقابل سمجھ میں آئے گا۔ اس تفریر سے ظلم دون ظلم ثابت ہو گیا۔

باب حَدَّثَنَا الْمُنَافِقُ

حدیث نمبر ۳۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ الْخَمْدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ۱ يَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا وُثِّنَ خَانَ (الحديث) ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلیم سے روایت کرتے ہیں

کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب وہ بات کو تلہے تو جھوٹ بولتہ ہے جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو وہ خیانت اور بددیانتی کرتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: جس طرح ظلم اور کفر کی مشک تھے اور ان کے اعتداد میں بھی تشکیک ثابت ہو جاتی تھی اس کی مناسبت سے علامات نفاق کو بیان فرمایا۔ اگر یہ علامات سب کی سب پائی جائیں گی تو نفاق کامل ورنہ نفاق ناقص ہوگا۔ نفاق دو قسم ہے ایک عملی دوسرا اعتقادی نفاق کے معنی چلنے کے ہیں۔ منافق بھی اس سے ماخوذ تھا۔ مگر محاورات میں نفاق استہطانتہ کو کہنے لگے کہ جس کا ظاہر اور ہو اور باطن دیگر ہو۔ اس کو نفاق اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چلتا بہت ہے۔ منافق دو جگہ مقبول ہوتا ہے۔ جس کے شر سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ قلبی ضعف ہوتا ہے کسی ایک امر پر قائم نہیں رہتا۔ غفالی کا بیگن بنا رہتا ہے۔ منافق فی العقیدہ کافر ہے۔ لیکن منافق فی العمل کو کافر نہ کہا جائے گا۔ اس جگہ منافق سے منافق فی العمل مراد ہے۔ امام بخاری کا مقصد اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ جس کے اندر تین یا چار خصائل پائے گئے اس کا نفاق کامل ہے۔ جس میں کم خصائل ہوں گے اس کا نفاق ناقص ہوگا۔ تو نفاق کے مراتب معلوم ہوتے تو جو اس کی صدا بیان ہے۔ اس میں بھی زیادہ نقصان ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اگر شبہ ہو کہ حدث کذب الخ یہ علامت تو برادران یوسف میں بھی پائی جاتی تھیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس امانت تھے۔ اس میں انہوں نے خیانت کی اور حفاظت کی بجائے مار مار کر کتوتیں میں پھینکا حالانکہ ایک جماعت علماء کی ان کو انبیاء کہتی ہے۔ اور دوسری جماعت انہیں غصبین صدیقین کہتی ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب کہ ان کے یہ معاصی قبل از نبوت تھے۔ جن کا صدور سوائے شرک کے ان سے ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ انبیاء ہی نہیں تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ معاصی کہا کر نہیں تھے۔ بلکہ اجتہادی غلطی تھی۔ کیونکہ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ محبت یوسف اور بنیامین کی طرف دیکھی تو انہوں نے سوچا کہ ہم لوگ تو معارف یزدانی سے محروم رہ جاتیں گے اور یہ دونوں بھائی ترقی کر جائیں گے۔ فتکو نوا من بعدہ قومًا صالحین یعنی اس کے بعد تم لوگ نیک ہو جاؤ گے۔ پیغمبر کی توجہ سے جو چیز حاصل ہو وہ دین ہے۔ تو انہوں نے بے وقوفی کی وجہ سے غلطی کی جو حقا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اذا حدث کذب لفظ اذا کے ساتھ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا

ہے۔ یعنی جس کی عادت ہی جھوٹ بن جائے۔ اگر کوئی غلطی سے یا ایک دو مرتبہ جھوٹ بولے تو اسے کاذب نہیں کہا جاتا۔ تو نفاق سے مراد تعدد ہے۔ سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی گناہ جھوٹا بڑا ضرور سرزد ہو جاتا ہے۔

باب علامۃ المنافق از شیخ زکریا۔ اس سے قبل امام بخاریؒ جو ابواب منعقد فرماتے ہیں وہ علامۃ الایمان سے متعلق ہیں۔ اب چونکہ کفر کا باب چل رہا ہے۔ تو جو علامات کفر ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق امام بخاریؒ نے یہاں سے باب قیام لیلۃ القدر من الایمان تک پانچ باب ذکر فرماتے ہیں انہی علامات میں سے ایک نفاق ہے۔ اذا حدث کذب اگر اشکال ہو کہ یہ علامات تو عام مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا منافق کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تو مجھے امام بخاریؒ کی طرف سے جواب دینے کی ضرورت نہیں، بس اس کا جواب ترجمہ میں دے چکا ہوں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض کھرد و ت کھڑ کو ثابت کرنا ہے اور یہ علامات حقیقی کفر کی علامات نہیں ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے اندر بھی پایا جانا ممکن ہے۔ اذا وعد اخلف وعدہ خلافی کا یہ مطلب نہیں کہ وعدہ کرتے وقت اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ ہو لیکن معذوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے بلکہ وعدہ خلافی کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کا پختہ ارادہ ہو۔ کہ اس کو پورا نہیں کروں گا۔

حدیث نمبر ۳۴ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بِنْتُ عَقْبَةَ الْا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَدَّ عَهَا إِذَا أُمِّنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ خَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ بْنُ الْاَسَنِي۔ ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جس شخص کے اندر وہ ہوں گی۔ وہ خالص منافق ہو گا۔ اور جس شخص میں ان میں سے کوئی خصلت ہوگی تو وہ اس کے اندر ایک نفاق کی خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے بات کرے تو جھوٹ بولے جب کوئی معاہدہ کرے تو بے وفائی اور غداری کرے جب کسی سے ٹھیکڑا کرے تو گالی بکے۔ شعبہ نے اعمش سے اس میں متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس حدیث میں منافق کی چار علامتوں کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلی حدیث

میں تین کا ذکر تھا تو علماء نے اس کے چند جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کو اتنا ہی معلوم تھا اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مزید علامتیں بتلائی ہیں۔ تو وہ بھی ارشاد فرمادیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اعتبار سے ایسا فرمایا۔ کہ جس کے اندر جو خصلتیں نمایاں تھیں اسی پر اس کو متنبہ کر دیا۔ کان منافقا ذلھنا لھنا لھنا منافق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔ بلکہ کمال نفاق کا مرتبہ اس کو حاصل ہو گیا جس کی بنا پر کفر حقیقی کے قریب قریب ہو گیا۔ حتیٰ کہ عہد طلب یہ ہے کہ اس میں نفاق کی یہ خصلتیں جب تک رہیں گی وہ منافق ہی رہے گا۔ اور جب اس خصلت کو چھوڑ دے گا نفاق بھی ختم ہو جائے گا۔ اور تجدید ایمان کی ضرورت نہ ہوگی۔ ماقبل میں چونکہ ایمان کا بیان تھا۔ اور زیادتی وضاحت کے لئے درمیان میں پانچ ابواب و بعد ہاتھتین الا شباہ کے قاعدے کے مطابق ذکر فرمائے تھے۔ اب پھر اپنے اصل کی طرف رجوع کر کے ایمان کا ذکر فرمادیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

باب قیام کیلئے القدر رحمہ اللہ

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ كَيْلَةَ الْقَدْرِ يَمَانًا قَرِحَتْ سَابِغُ غُفْرَانِهِ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِهِ الْوَيْدِ ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے لیلۃ القدر والی رات اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس حدیث سے قیام لیلۃ القدر کا ایمان کامل میں سے ہونا معلوم ہوا۔ اور اس کا ثمرہ غفرلہ ماتقدم فرمایا گیا کیونکہ اِنَّ الْمَسَاكِيْنَ يَهْتَبِئْنَ السَّيِّئَاتِ نِکِیَاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ اگرچہ ماتقدم میں ماکلمہ عموم کا ہے۔ مگر حقوق العباد بنبران کی مسافہ کے معاف نہیں ہو سکتے لہذا ان کو شامل نہ ہوگا۔ از شیخ زکریا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف اتنا فرمایا ہے کہ یہ باب رجوع الی الاصل کے لئے ہے۔ اور بارکیاں بیان کرنے والے حضرات نے یہ باریکی بتلائی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب افشاء السلام کے بعد قیام لیلۃ القدر کا باب منعقد کر کے آیت کریمہ سلامہ حتیٰ مطلع الفجر کی طرف اشارہ ہے اور سلام سے مراد شب قدر ہے۔ تو گویا اس آیت کی مناسبت سے شب قدر کو افشاء السلام کے بعد ذکر فرمایا۔ کسی شراح نے یہ نہیں بتلایا کہ افشاء السلام اور لیلۃ القدر میں پانچ بابوں کا فصل کیوں کر دیا گیا۔ حضرت مولانا زکریاؒ کی رائے

ایمان و احتساب یہاں پر ایمان کی قید تو واضح ہے۔ لیکن احتساب کا ذکر بھی کافی اہمیت رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کلام ثواب کی نیت سے کیا جائے۔ تو اس پر ثواب ملے گا۔ ورنہ ثواب سے محرومی ہے گی۔ تو گویا اس جملہ سے نیک نیتی پر تنبیہ کرنا ہے۔

حديث نمبر ۳۶ حَدَّثَنَا خَرَجِي بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّخَذَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُعْرَجُهُ إِلَّا بِمَنْ أَوْ تَصْدِيقٍ بِرَسُولِي أَنْ أَرْجَاهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ عَيْنِيَّةٍ أَوْ أَمْلَاحَةٍ الْجَنَّةِ وَلَوْ لَا أَنْ أُشَقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّتِي وَلَوْ دِدْتُ أَتَى أَقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَحْبَبِي ثُمَّ أَقْتُلُ ثُمَّ أَحْبَبِي ثُمَّ أَقْتُلُ - الحديث

تشریح از شیخ مدنیؒ انتداب ای تکفل اللہ لمن خرج، یا انتداب بمعنی قبول کیا یا بجز جہ
الایمان بی یہ حال قوی ہے کہ اس شخص کا جہاد کے لئے نکلنا میری تصدیق اور میرے رسولوں کی
تصدیق سے ہو۔ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو۔ تو اس صورت میں باری تعالیٰ کی طرف سے تکفل ہوگا۔

ان ارجعة تکفل الی رجوعه الی اهلہ من اجر۔ غنیمۃ ادا دخلہ الجنۃ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز ضرور حاصل ہوگی۔ اجر۔ غنیمت یا دخول جنت حالانکہ سب بھی جمع ہو سکتے ہیں تو کہا جائے گا۔ کہ اوستغفیر کے لئے نہیں بلکہ منع الخلو کے لئے ہے۔ جو شہید ہو گا وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو گا اور اسے وہاں کے انعامات ملنے شروع ہو جائیں گے مگر یہ ادخال جنت اور رہے اور روز قیامت کا ادخال جنت اور رہے۔ چنانچہ ایک بزرگ سید محمد فاضل صاحب شہید اپنے ہونٹوں کو چبایا کرتے تھے ان سے دھڑ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں ایک جہاد میں نہیں پیالہ میرے پیش کیا گیا۔ ابھی میرے ہونٹوں سے لگا ہی تھا کہ نذا آئی کہ ابھی تک ان کی عمر باقی ہے۔ تو اس کا ذائقہ ابھی تک محسوس کرتا ہوں۔ اور ہونٹ چاتا ہوں۔ تو مجاہد کے لئے دو صورتیں ہوتیں۔

مجاہد کے لئے دنیا و دین کی سرفرازی ہے، کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے اگر شہید ہوا تو جنت میں داخل ہو گا۔ اگر زندہ رہ گیا تو غلبہ کی صورت میں غنیمت بھی ہاتھ لگے گی اور اگر بھی ملے گا۔ اگر اور کوئی چیز نہ ملی تو اجر تو ضرور ملے گا۔ تو رجوع مع الابرہ ہوا۔ تو معنی ہوتے ارجعہ حیاً او ادخلہ الجنۃ ارمیتاً اور پھر ارجعہ حیاً مع الابرہ، مع اجر و الغنیمۃ۔ لولا ان اشق ای لولا مخالفة ان اشق سربہ۔ وہ چھوٹی سی فوجی جماعت جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہ ہوں۔ اور مشقت اس لئے ہوتی۔ کہ جب آپ کسی غزوہ میں نکلیں تو پھر آپ کے فدائی کیسے گھر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جب آپ نکلے آلات جنگ نہ ہوتے تو ذاتیوں کے لئے دشواری ہوتی۔ ولود وعت ای اختلا الخ اگر کہا جائے کہ شہید کا مرتبہ تو نبوت کے مقام سے کم ہے۔ تو آپ کم درجہ کی تمنا کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ درجہ راوی ہے۔ آپ کا ارشاد نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ کا مقولہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ افضل ہیں۔ مگر شہادت کے اس انعام سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں گردانتے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی چڑیاں جمع کرنے لگے تھے تو باری تعالیٰ کے فرمانے پر جو ایشیا کا لا غفر لی من فضلك کہ آپ کے فضل مجھے غنا نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ قد یوجد فی النہم ما لا یوجد فی البہو کہ کبھی نہر میں وہ چیزیں ملتی ہیں جو دریا میں نہیں ملتیں۔ تو شہادت کے ثواب میں بعض ایسی مزیایاں ہیں جو خصوصیت رکھتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ مزیایاں نبوت کے ثواب میں نہ ہوں۔ جس طرح کوئی کسی ایسی چیز کا عادی ہو جو نبوت کے انعامات میں نہ ہو۔

البتہ شہید کے انعامات میں مل جاتے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس تمنائے آپ کا مقصد لوگوں کو رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ آپ کو یہ انعامات حاصل ہیں۔ لیکن لوگوں کی رغبت کے لئے اس کا اظہار فرما رہے ہیں۔

از شیخ زکریا باب الجہاد من الایمان سے پہلے امام بخاریؒ قیام لیلة القدر من الایمان کا باب باندھ چکے ہیں۔ اب یہ باب الجہاد من الایمان منعقد فرمایا ہے بعد ازاں تطوع قیام رمضان ذکر فرمائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ تطوع قیام رمضان میں تو لیلة القدر ہوتی ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان باب الجہاد سے کیوں فصل کر دیا گیا۔ تو حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لیلة القدر مشقت اور مجاہدہ سے حاصل ہوگی ایمان ہی و تصدیق ہر سنی یہ آؤ شک کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس لئے ایمان باللہ ہی مقرب ہے۔ جو تصدیق بالرسول کے ساتھ ہو۔ اور تصدیق بالرسول ایمان باللہ کو مستلزم ہے نیز او تنویع کے لئے بھی ہو سکتا ہے علی سبیل مانعہ اخلو محدثین کا قاعدہ ہے کہ وہ آؤ کے بعد لفظ قال پڑھوایا کرتے ہیں لیکن مری عادت یہ ہے کہ میں اس کو تنویع پر حمل کر کے قال نہیں پڑھوایا کرتا۔ من اجوا وغیمۃ یہاں او مانعہ اخلو کے لئے ہے۔ لولا ان شق علی امتی سنی اگر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر جہاد میں جاتا۔ چونکہ میرے جلنے کی وجہ سے ہر شخص جلنے کو چاہے گا اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے مشقت برداشت کرنی پڑے گی شواہیل شواہل یہ عشق کی بات ہے کہ آدمی محبوب کے راستہ میں قتل ہونا چاہتا ہے جہاں یہ فضیلت ہے وہیں شہرت عشق بھی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شہرت عشق اور چیز سے شہرت ریا اور چیز سے۔ وہ اچھی چیز ہے اور یہ مذموم۔

ما و مجنول ہم سبق بودیم در ایوان عشق

او بصحرارت و مادر کو چہار سوا شدیم

باباً تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيمَانِ

حدیث نمبر ۳۷۷۰ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَتَتَابَعَهُ

ترجمہ، قیام رمضان کا تطوع بھی ایمان میں سے ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص رمضان کا قیام یعنی تراویح کی نماز اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب

حاصل کرنے کی نیت سے پڑھی تو اس کے سب سے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح۔ از شیخ مدنی بعض لوگ فرائض کو ایمان میں داخل سمجھتے ہیں نوافل کو داخل نہیں کرتے۔ امام بخاری نوافل کو بھی ایمان میں داخل قرار دیتے ہیں۔

از شیخ ذکر کیا۔ ہم لوگ تو ایمان کی بساطت کے قائل ہیں۔ اس کے لئے اجزاء ترکیبہ نہیں مانتے لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان مرکب ہے۔ ان کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جو اعمال جزا ایمان ہیں ان میں نوافل بھی داخل ہیں یا نہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ صرف فرائض جز ہیں نوافل نہیں۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نوافل بھی داخل ہیں۔ امام بخاری کا میلان بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے تطوع قیام رمضان کی قید لگائی۔

باب صَوْمِ رَمَضَانَ اخْتِصَابًا مِنَ الْإِيمَانِ

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَمٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاجْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ الحدیث ترجمہ، استنباط صوم رمضان بھی ایمان میں سے ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرتؐ صوم اکرم صوم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان شریف کا روزہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تو اس کے سب سے بھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا، احتساب کی قید ہر عبادت میں معتبر ہے اور صوم رمضان میں خاص طور سے اس قید کا اظہار الفاظ روایت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ احتساب کے معنی اللہ تعالیٰ شائے سے ثواب کی تمنا کرنا ہے۔ امام بخاری نے احتساباً فرمایا کہ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اشیاء ایمان میں اس وقت شمار ہوں گی جب مع الاحتساب ہوں۔

باب الَّذِينَ يُسِرُّوْنَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْخِيفَةُ الْمُنْفِئَةُ الْمُنْمَحَةٌ۔ ترجمہ، کہ دین آسان ہے۔ نبی اکرم صوم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینوں میں سے زیادہ محبوب وہ طریقہ خفیہ ہے اور جو آسان ہے۔

حدیث نمبر ۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ وَكَانَ يُشَادُّ الدِّينَ أَحَدٌ لَا غَلْبَةَ خَسَدٌ حَوْا وَقَارِبُوا وَأَبْشَرُوا وَاسْتَجِيبُوا بِالْعَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صوم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، دین سہل ہے

جس شخص نے دین میں سختی کو اختیار کیا تو اس پر دین غالب آکر رہے گا۔ اس لئے ٹھیک ٹھیک چلو سنی درمیان راستہ اختیار کرو اور عاجزی کی صورت میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ اور ثواب کی خوشخبری دو اور صبح دشام اور تھوڑی سی تاریکی میں چلنے سے مدد حاصل کرو۔

تشریح از شیخ مدنی: امام بخاریؒ کے نزدیک دین اسلام۔ ایمان اطلاعات شرعیہ میں ہم معنی ہیں یا متلازم ہیں۔ الدین دیناوی ذوقیو اور الدین میں الف لام عہد کلمے۔ ای الدین الذی جائہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انبیاء سابقین کے دین میں بھی یسر تھا۔ مگر دین محمدؐ میں ان سے زیادہ یسر ہے حنفی دین ابراہیمی کو کہا جاتا تھا۔ ضیف یعنی مائلًا عن الباطل واجتہا الی الحق احمۃ یعنی سہلۃ دین ابراہیمی بھی ایسی سہولتوں پر مشتمل تھا جو دین موسوی میں نہیں تھیں۔ مشادہ یعنی تشدد میں مغالبہ کرنا۔ یہاں پر حقیقی مغالبہ مراد نہیں۔ بلکہ بالغمراد ہے سد ودا ای توسطوا مراد دین یعنی توسط کامل ہونا چاہیے۔ افراط تفریط نہ کرنی چاہیے۔

از شیخ زکریا، باب الدین یسر بعض علما کی رائے ہے کہ اس باب سے امام بخاریؒ خوارج پر رد فرمایا ہے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دین کو سخت بنا لیا کہ اگر ایک وقت کی نماز چھوٹ گئی۔ تو وہ کافر ہو گیا ذرا سی لغزش ہوئی تو کافر بن گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں جتنا تم نے اس کو بنا رکھا ہے۔ بلکہ دین آسان ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ ابھی باب الجہاد گذرا ہے۔ اور اس سے پہلے باب میں گذر چکا کہ بلیۃ القدر کا قیام مجاہد سے ہوتا ہے۔ تو اب بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ ضروری ہے اور وہ سرائیکھوں پر لیکن یہ سب جب ہے کہ جب تحمل بھی ہو ورنہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها گو یا یہ بتلانا مقصود ہے کہ تحمل کے بقدر مشقت کا مطالبہ ہے۔ احب الدین الی اللہ الخفیۃ المسحۃ خفیۃ سے مراد ملۃ ابراہیمیہ حنفیہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واطیع ملۃ ابراہیم حنیفاً اس سے مذہب حنفی مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو ڈیڑھ سو سال بعد کی پیداوار ہے۔ البتہ تفاؤل کے طور پر ہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مذہب حنفی زیادہ قابل اتباع ہے المسحۃ یعنی آسان۔

ولی یشاد الدین احد دین کے اندر شدت اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غدر کی حالت میں جو رخصت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے شروع فرمائی ہے۔ ان کو اختیار نہ کرنا جیسے بعض کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ لیکن شیطان کی چال بازیوں میں آکر رخصت پر عمل نہیں کرتا اس

طرح شریعت نے حکم دیا ہے کہ عذر کی حالت میں تیمم کر لو۔ لیکن تم اس وقت بھی بجلتے تیمم کے دھوکہ دیتے ہو تو ایسی صورت میں اور بیمار ہو جاؤ گے۔ ذات الجنب کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ اور اس کے غالب ہونے کے معنی ہیں کہ اس سختی سے تم کو پریشانی ہوگی فسدد اٹھیک ٹھیک دین کا راستہ اختیار کرو قاد بوا آپس میں ایک دوسرے سے مل کر رہو۔ باہم اختلاف نہ کرو واپسرو ایک دوسرے کو تھوڑے عمل پر بھی خوشخبری سناؤ شیخی من الدلجہ کا مطلب ہے اندھیری رات کو تھوڑا سا حصہ بھائی نہ تو علم ہی بلارات کو جاگے آتے ہیں اور نہ ہی طریقت دونوں کے لئے راتوں کو جاگنے کی ضرورت ہوتی ہے ۷ من طلب العلی سہر الیالی جو بلند یاں چاہتا ہے۔ وہ راتوں کو جاگا کرتا ہے۔

باب الصلوۃ من الایمان وقول اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم یغنی صلوۃکم عند البیت - ترجمہ، نماز دین میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی بیت اللہ کے نزدیک تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر ۴۰۰ حدیثنا عمرو بن خالد المزنی عن البراء أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اقل ما قدیم المدینۃ نزل علی اجدادہ او قال انوارہم من الانصار وانہ صلی قبل بیت المقدس سئۃ عشر شئۃ او سبعة عشر شئۃ وکان یعجبه ان نکون قبلتہ قبل البیت وانہ صلی اول صلوۃ صلاھا صلوۃ العصر و صلی معہ قوم فخرج رجل منہ صلی معہ فمرو علی اهل مسجد و هو ما یحون فقال انتم بالہ باللہ لقد صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مکۃ فداروا کما هو قبل البیت کان الیمود فذاعجبہوا اذ کان یصلی قبل بیت المقدس و اهل الکتاب فلما ولی وجہہ قبل البیت انکروا ذلک قال زہیر حدیثنا ابو سحاق عن البراء فی حدیثہم هذا انہ مات علی القبلۃ قبل ان یحرق رجال وقتلوا فکفوا نذر ما نقول فیہ فأنزل اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم الآیہ

ترجمہ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اپنے نا خیال یا اپنے انصار میں سے فالوں کے پاس قیام پذیر ہوئے۔ اور یہ کہ آپ سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کا

قبلہ بیت اللہ کی طرف ہوا۔ اور یہ کہ پہلی نماز جو آپ نے پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اور آپ کے ساتھ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی تھی آپ آدمی ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرے جبکہ وہ رکوع کی حالت میں تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر آیا ہوں۔ پس وہ لوگ جس حالت میں تھے اسی طرح بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اور یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی جبکہ آنحضرت صلعم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلعم نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ انور پھیر دیا۔ تو وہ لوگ اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے حضرت زبیر راوی فرماتے ہیں ابراہیم اسحاق نے حضرت براؤ سے اپنی حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا کہ بہت سے آدمی تحویل قبلہ سے پہلے مر چکے تھے یا قتل ہو چکے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ایمان یعنی نماز طرف بیت المقدس کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ثواب دے گا۔

تشریح از شیخ مدنی: امام بخاری صلوٰۃ کو ایمان میں قرار دیتے ہوئے آیت کریمہ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت نسخ قبلہ کے وقت نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید میں ہے وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلمو کہ ہم نے امتحان کے لئے اسے قبلہ مقرر کیا تھا۔ آیا بنوا اسرائیل اس لئے آپ ایمان لاتے ہیں کہ آپ کا اور ان کا قبلہ ایک ہے۔ اور بنوا اسرائیل قبلہ ابراہیمی کی وجہ سے اتباع کرتے ہیں یا للہمیت کی وجہ سے ہے۔ الغرض مقصد آپ کی اتباع کرنا تھا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبلہ اصلی تو بیت اللہ تھا عارضی قبلہ بیت المقدس قرار پایا تھا۔ یہاں پر شبہ تھا کہ جو لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور نسخ قبلہ سے پہلے مر گئے کیا ان کے اعمال ضبط ہوں گے۔ تو آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تمہارے کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ تم نے تو امتثال امر کیا ہے۔ اس آیت میں لفظ ایمان بول کر صلوٰۃ مراد لیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں خصوصی تعلق ہے۔ اب اس جگہ یہ اشکال ہے کہ عند البیت کہنا کیسے صحیح ہو گا۔ کیونکہ شبہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے میں تھا۔ یعنی شبہ ای صلوٰۃ الی عنیدا البیت میں تھا۔ صلوٰۃ عند البیت تو مدینہ والوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ بنا بریں بعض شراح نے تصحیف کا الزام رکھا ہے کہ لفظ الی غیر البیت تھا۔ نا سخین نے تصحیف کر دی۔ اور کھنے والے عموماً غربتہ کیا کرتے ہیں۔ تو یہاں غیر ادرا لی میں خلط ملط کیا گیا۔ لیکن یہ تو جہہ مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ توجیہ یہ ہے کہ عند استقبال البیت شبہ یہ تھا کہ جب نسخ واقع ہوا تو ہمارے

پہلے اعمال ضائع گئے تو فرمایا گیا کہ نسخہ کا کرنا بطور نعمت کے ہے بطور نعمت کے نہیں یہ توجیہ علامہ سندھیؒ نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن ان سب اھوں میں سے کہ عند البیت کو حقیقت میں محمول کیا جائے۔ لوگوں نے بیت المقدس کی طرف بھی عند البیت نماز ادا کی جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی مآسور ہاستقبال القبۃ تھے۔ لیکن وہاں مکہ معظمہ میں آپؐ نے اس طرح بیت المقدس کا استقبال کیا کہ خانہ کعبہ کا بھی استقبال ہوتا تھا اور بیت المقدس کا بھی کیونکہ بیت اللہ بیت المقدس کے بالکل آگے سے ملتا ہے۔ اور درمیان میں مدینہ واقع ہے۔ مگر مدینہ میں یہ صورت ممکن نہ تھی کیونکہ اگر بیت المقدس کی طرف منہ کیا جائے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ جب تک آپؐ مکہ معظمہ میں رہے تو اس کی مراعات کی گئی۔ لیکن یہ مراعات صرف آپؐ نے فرمائی سچا بہ کرام ہیں کسی نے نہیں کی۔ تو جب کوئی شخص عند البیت کھڑے ہو کر بیت المقدس کی طرف استقبال کرے تو یہ خانہ کعبہ کے احترام میں زبردست غرہ ہے۔ تو ایسے شخص کی نماز تو بالکل قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ اس بنا پر ان حضرات کو شبہ ہوا کہ جو لوگ ایسی حالت میں مرے ہیں انہوں نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ جہاں تم نے بیعت کے احترام کو کھلا ڈا مارا تھا۔ اس نماز کو ہم نے ضائع نہیں کیا۔ اور جب بیت المقدس کی طرف بغیر بے حرمتی کے ہو تو ہم اس کو کیسے ضائع کریں گے۔ وکان یُغضبہ اس اعجاب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپؐ اپنے جد امجد کے قبلہ کو پسند کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی قبلہ تھا یا ان کا بنایا ہوا تھا۔ یا یہ کہ قریش کا یہی قبلہ تھا۔ اور وطن کے قبلہ سے طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اور حضرات صوفیاء کلام فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ اور حقیقت کعبہ میں زیادہ تناسب ہے اس لئے کہ ظاہری حیثیت سے اور حالت ہوتی ہے اور روحانی اور ہے کہتے ہیں کہ منظر تجلی حقیقت محمدیہ ہے۔ اور منظر اور ظاہر بیت فرق ہے۔ کفار نے مظاہر اور ظاہر میں فرق نہ کیا۔ چنانچہ حضرت سلمان علیہ السلام نے مکہ بقیع سے فرمایا تھا کہ شمس صفات کما بہ باری تعالیٰ کا منظر ہے۔ اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرنا چاہیے جو ظاہر اوصاف باری تعالیٰ سے کیا جاتا ہے اس لئے بقیع کا تخت منگوا یا گیا جو اس کی حکومت کا منظر تھا۔ اس کو متغیر کر کے اس ملک کا امتحان لیا گیا حضرت سلمان علیہ السلام دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ تخت ترا منظر تھا جب تو اس سے جدا ہوتی تو ہم نے اس کو منگا کر تغیر کر دیا۔ لیکن تجھ میں تغیر نہیں آیا جب یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تو دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا کہ حوض بنوا کر اس کے اوپر شیشہ لگایا گیا جس پر ظاہر پانی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے منظر پر دی حکم لگایا جو ظاہر پر لگایا جاتا ہے۔ پھر اس کی سمجھ میں آیا۔ غرضیکہ انبیاء جوں یا ملائکہ آفتاب یا قمر وغیرہ یہ سب صفات باری تعالیٰ کے منظر ہیں۔ ان میں تجلیات اس قدر ہوں گی جتنی

ان میں استعداد ہوگی یہ عبادت کے لائق نہیں کفار نے مظاہر کو دیکھ کر ان پر ظاہر کا حکم لگا دیا۔ مالاکھ ظاہر جیسا معاملہ ان کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تو جب آپ باری تعالیٰ کا منظر ہیں اور خانہ کعبہ بھی منظر ہے عکس باری تعالیٰ کے صفات کی جیسے ایک آئینہ کو آفتاب کے سامنے رکھا جائے۔ اور دوسرے کو ماہتاب کے مقابل میں کیا جائے ماہتاب آفتاب کی تجلی اول کا منظر ہے۔ اور آئینہ تجلی اول کا عکس ہے۔ تو ایسے بیت اللہ تجلی اول کا عکس ہے اور آپ کی حقیقت باری تعالیٰ کی تجلی کا منظر ہے۔ اس لئے یہ کعبہ آپ کی طبیعت سے مناسبت رکھتا تھا۔ تو خَوْلٌ وَجْهَكَ شَخْوَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فرمایا گیا۔ لیکن امور مجرہ وغیبیہ میں سمجھنے کیلئے دشواری ہوتی ہے۔ اگر اس تو جیکر نہ لیا جائے تو مصنفین فرماتے ہیں کہ آپ کو خانہ کعبہ سے خصوصی مناسبت تھی۔ ان وجہ مذکورہ بالا کی بنا پر یا اس وجہ سے کہ سب سے اشرف مقام بیت اللہ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ الْاَیَہ کا مصداق ہے۔ اس کو قیام اللتاس کہا گیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ پہلے شاہی خیمہ لگایا جاتا ہے۔ پھر فوج اترتی ہے اور حبیب شاہی خیمہ اکھاڑ لیا جائے۔ تو پھر فوج نہیں رہتی۔ چونکہ رحمت ایزدی کی یہ اذہین جگہ ہے۔ اس لئے آپ کو اس سے مناسبت تھی۔ فہو علی اہل مسجد الخ مسجدیں دو تھیں ایک مسجد قبا۔ اور دوسری مسجد نبو عارثہ کی ہے فجر کی نماز میں جو واقعہ پیش آیا وہ مسجد نبو عارثہ میں پیش آیا۔ مسجد نبو عارثہ مدینہ کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ بیت المقدس اس کے شمالی جانب تھا تو مقتدی پھر گئے۔ مگر امام نے فعل کثیر کر کے استقبال کیا۔ جو کہ اس وقت تک ممنوع نہیں تھا۔ اور مسجد قبا جو مدینہ سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس میں عصر کی نماز کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو دو مسجدوں کا واقعہ ہوا۔ بعض لوگ ان میں فرق نہیں کرتے۔ تو خبط غوثی میں پڑ جاتے ہیں۔

از شیخ زکریا بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصود الصلوٰۃ من الایمان کے باب سے باب سابق میں جو ایک جملہ واستعینوا بالغدوۃ الخ آیا ہے۔ اس کی تفسیر کرنا ہے کہ اس سے مراد نماز ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ایمان کی ترکیب اور احوال کا جز۔ ایمان ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ سارے محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں آیت کریمہ وماکان اللہ لیضیع ایمانکھو۔ میں ایمان سے مراد نماز ہے اور شان نزول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ تو نماز پر ایمان کا اطلاق اطلاق الکل علی الجز ہے۔ لہذا حرمیت ثابت ہو گئی۔

نزل علی اجدادہ وقال علی احوالہ یہ ادشک کے لئے ہے۔ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ

اجداد سے مراد اجداد من قبل الام یعنی نانا نانا مراد ہیں۔ تودہ احوال بھی ہوا۔ سنتۂ عشو سہمرا او سبقتہ عشو سہمرا یہاں سے مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی مدت بتلا رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی اور اگلے سال ماہ رجب میں قبلہ تبدیل ہوا۔ اب یہاں اختلاف یہ ہے کہ آپ نے کتنے ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اس میں تین طرح کی روایات ہیں۔ ایک میں سولہ ماہ مذکور ہے۔ دوسری میں سترہ ماہ اور تیسری روایت میں اٹھارہ ماہ مذکور ہیں۔ تعارض ان روایات میں کسی قسم کا نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ ماہ ربیع الاول کے کچھ حصہ گزر جانے کے بعد ہجرت کی گئی تھی۔ ادھر رجب کے آخر میں تحویل ہوئی۔ تو بعض نے کسر کو شمار نہ کر کے پورے سولہ ماہ ذکر کر دیئے اور بعض نے دونوں مہینوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے ان کو ایک ہی ماہ شمار کر کے سترہ ماہ بتلا دیئے اور بعض حضرات نے دونوں کو مستقل مہینہ شمار کر کے اٹھارہ ماہ بتلائے۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نماز میں تین طرح کا تغیر ہوا۔ اور درودوں میں بھی تین طرح سے تغیر و تبدل ہوا۔ اس کے بعد امام ابو داؤد نے نماز کے تغیرات میں یہ شمار کر دیا ہے کہ مسلمانوں نے تیرہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہ نیزہ والی روایت بالکل غلط ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

وَأَنَّ صَلَاتِي أَوَّلَ صَلَاةٍ أَلْأَسْ فِي اخْتِلَافٍ هِيَ كَتَحْوِيلٍ قَبْدِ كِهَا هُوَ أَوَّلُ رَكْبِ هُوَ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ مسجد نبوی میں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو سلمہ میں ہوا پھر دونوں میں دو دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نماز ظہر میں تحویل ہوئی۔ دوسرے یہ کہ نماز عصر میں ہوئی لَمَّع کے متن میں ظہر کی نماز کو ترجیح دی گئی ہے لیکن اوجز المسالک میں یہ لکھا ہے کہ تحویل مسجد نبوی میں ظہر و عصر کے درمیان ہوئی۔ یہی مولانا کے نزدیک رائج ہے۔ تو اس صورت میں بخاری کی روایت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ اس طرح کہ تحویل ظہر کی نماز کے بعد عصر سے پہلے ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی۔ ایک آدمی قبیلہ بنو سالم میں گذرا اس نے ان کو خبر دی کہ قبلہ اب ان کیبا تو وہ لوگ اس وقت بیت المقدس کی طرف پھر گئے۔ پھر دوسرے دن نماز فجر میں مسجد قبا کے اندر دوسرے صحابہ کو خبر ہوئی بنو سلمہ میں اسی دن عصر کی نماز میں تحویل کی خبر پہنچ گئی۔ اس جہ سے کہ وہ مدینہ ہی کا ایک محلہ ہے۔ اور قبا مدینہ سے باہر ہے۔ فَتَدَارُؤُا كَمَا هُوَ دُوسری مسجد میں نماز پڑھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب ان کو نماز میں تحویل قبلہ کی نہایت انتظار کے بعد خبر ملی۔ تو وہ لوگ کھڑے کھڑے اٹھی طرف گھوم گئے۔ ایک اشکال یہاں یہ ہے کہ توجہ الی القبلۃ قطعی الثبوت ہے۔ لہذا خبر واحد کی بنا پر ملاحظہ بھی ہے۔ یہ لوگ کیسے پھر گئے۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ غمانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے

نماز پڑھی جائے جس کا ذکر آیت شریفہ قدس فی السما میں ہے۔ اور صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا علم تھا اس لئے اس خبر پر محض بالقرائن ہونے کی وجہ سے اعتماد کر کے صحابہ نے قبلہ کا استقبال کر لیا۔ خدو ندر ما نقول فیہ شرح اس کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ آیا ہمارے آباؤ اجداد کی وہ نمازیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں صحیح ہیں یا نہیں اور میرے والد صاحب اس کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہوں گے اس کے کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔ تو گویا صحابہ کرام کو یہ شبہ ہوا کہ اکل ثواب ہم ہیں یا ہمارے آباؤ اجداد

باب حُسْنِ رَأْسِکُمْ اَلْمَرْءُ اَبَا سَعْدٍ الْخَدْرِيِّ اَخْبَرَنَا اَنَّ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ یَقُولُ اِذَا اَسْلَمْتَ اَلْعَبْدُ فَحَسَنٌ رَّاسِدُہٗ یُحْفَظُ اللّٰہُ
عَنْہٗ کُلَّ سَبْعَةِ کَانَ زَكْفَہَا وَکَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ اَلْقَصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ مِثَالِہَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةٍ
ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِہَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْہَا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔ جب بندہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اسلام خوبصورت و اچھا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر اس برائی کو مٹا دیتے ہیں جو اس نے پہلے کی تھی اس کے بعد پھر ادلہ بدلہ شروع ہوتا ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس گنا نیکیاں سات سو گنا کم ملتی ہیں اور برائی کے بدلے ایک برائی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے معاف فرما دیں۔
تشریح از شیخ مدنیؒ حسن اسلامہ ای حسن اسلامہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرائض و اجابت

سنن آداب کو اچھی طرح ادا کیا۔ مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ حسن سے درجہ احسان پیدا کرنا مقصود ہے۔ آپ کے زمانہ میں اس درجہ کا تحقق ایمان کے ساتھ آپ کی حاضری میں ہو جانا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت جب آپ کی مجلس میں آتے ہیں۔ تو عالم غیب عالم شہادت ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کی روحانی طاقت کا اثر تھا۔ جس پر آپ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درجہ تمہیں فیجوبہ کی حالت میں ہوتا تو فرشتے تم سے بستروں پر مصافحہ کرتے۔ بنا بریں ہر دلی۔ قلب اور غوث سے ایک ہدیری صحابی افضل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو مقام آج کے اولیاء کو ساہا سال کی ریاضت سے حاصل ہوتا ہے وہ ان حضرات کو دربار نبوی میں ایک گھنٹہ بیٹھنے کی وجہ سے حاصل ہو جاتا تھا۔ آج ہم قرآنی لطائف معانی معلوم کرنے کے لئے علوم عالیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اس وقت صحابہ کرام

کو آپ کی بدولت یہ سب کچھ حاصل تھا۔ جیسے اب ہم کو ان علوم کی ضرورت ہے۔ ایسے احسان پیدا کرنے کے لئے ریاضات اور وسائل تلاش کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ اسی لئے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر علم میں ڈاکو اور چور ہو اکتے ہیں۔ یہ مرتبہ ایسا ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دیں آسان ہو جائے اور بعض اوقات ریاضات کرنے پڑتے ہیں تب یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

از شیخ زکریا امام بخاری کا مقصد اس باب سے ایمان میں کمی زیادتی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ آدمی جب اسلام میں تحمیں پیدا کرتا ہے۔ تو پھر حسنہ میں سات سو گنا کا اضافہ شروع ہوتا ہے۔ پھر واللہ یضاعف لمن یشاء تو اس تضعیف سے اسلام کے کمال میں بھی زیادتی ہوگی۔

اذا سلوا العبد یعنی اخلاص کے ساتھ مسلمان ہو انفاق وغیرہ نہیں برتا تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ فرمائیں گے۔ کہ پہلے تو اس کے سارے پچھلے گناہ صاف کر دیں گے۔ کہا کر کو بھی اور صغائر کو بھی۔ کیونکہ الاسلام بھیدم ماکان قبلہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ لیکن یہاں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو گیا۔ تو آیا اسلام لانے کی وجہ سے اس کے ان اعمال صالحہ پر جو زمانہ کفر میں کتے ہیں۔ ثواب ہوگا یا نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے وکان بعد ذلك الفضل ای المقاصد یعنی اس کے بعد جو او منزل کا معاملہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۲، حَدَّثَنَا إِمْحَاقُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ اسْتِغْفَارَهُ فَكُلُُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكَتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَثْنَاءَ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ وَكُلُُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكَتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے اسلام کو اچھا کر لیا پھر وہ جو نیکی بھی کرے گا۔ اس کے لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جائے گا اور جو برائی عمل میں لائے گا۔ تو صرف اسی برائی کو لکھا جائے گا۔ تشریح گزر چکی ہے۔

باب، أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ آذٌ وَمُءٌ۔

حدیث نمبر ۴۳، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْهَمْدِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْنَا وَعِنْدَ هَارِ مَوْلَاةٍ قَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ قُدْوَةٌ تَذْكُرُ مِنْ صَدَقَاتِهَا قَالَ

مَعَهُ عَلَيْكُمْ بِمَا تَطِيعُونَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمْلِكُ اللّٰهُ حَتّٰی تَمْلُؤُوا وَكَانَ اَحَبُّ اِلَيْهِ مَا
دَاوَمَ عَلَيْكُمْ صَاحِبُهُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جس کی کثرت نماز کا چہر چاکا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ترک جاؤ تم اپنے آپ پر وہ عبادت لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے یا تنگ نہیں پڑتے جب تک تم نہ اکتا جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس کا صاحب اس کی ہمیشگی کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس حدیث سے دین میں تفاوت معلوم ہو گیا احب الدین ای احب الاعمال الدین ادومہ یعنی فرائض کے علاوہ نوافل وغیرہ میں جو تھوڑا عمل بھی کیا جائے۔ تو اس پر مدامت کرنی چاہیے اس کو باری تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ انسان کی خلقت عناصر مختلفہ سے ہوئی ہے۔ ان میں کبھی کبھی ایک دوسرے پر غلبہ ہوتا ہے۔ ایسے روح میں بھی مختلف قوی ہیں جن کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک چیز پر استقرار نہیں ہوتا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایک کام میں توکل کیا۔ تو گھبرا جاؤ گے جب اسے چھوڑ دیا تو نقصان اٹھاؤ گے جیسے کوئی شخص جسمانی ورزش کرتا ہے۔ پانچ چھ ماہ ورزش کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے تو بہت زیادہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح روحانی ورزش ہے۔ اگر مدامت رہی تو روح کے لئے ہمیشہ ترقی ہوگی۔ لا یمد اللہ ای لا یقطع اللہ ثواب الاعمال یا لا یعامل معاملة الملول حتی تملوا۔

از شیخ زکریا بیہاں دین سے مراد اعمال ہیں۔ مدالۃ حدیث اباب اور مطلب ہوا احب الاعمال ای اللہ تعالیٰ ادومہ اس باب میں امام بخاریؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر دین کی اشیاء پر مدامت کرے۔ تو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کو نسبتہ اس کے مدامت تو نہ ہو سکے اور بغیر تحمل کے ان اشیاء کو اختیار کرے۔

قالت خلافتہ اس فلانۃ کا مصداق حضرت جوارا ہیں یہ فلانۃ غیر منصرف ہے۔ اس لئے کہ یہ کنایہ ہے علم سے مہ کہلہ زعجب ہے لا یمد اللہ حتی تملوا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے عاجز نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے خزانہ قدرت میں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ ہے۔ ہاں تم عمل سے عاجز ہو جاؤ گے تو ثواب بھی رک جائے گا۔

باب زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ - وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَزِدْنَاهُمْ هُدًى
وَزِدْ دَاوُدَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيْمَانًا وَقَالَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا
مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ -

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنَ شَعْبِيَّةٌ مِنْ خَيْرٍ يَخْرُجُ
مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنَ بُبَّةٌ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزَنَ ذُرَّةٌ مِنْ خَيْرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبَا
حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْإِيمَانِ مَكَانَ خَيْرٍ -

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حضرت نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جہنم سے ہر شخص
کو نکالا جائے گا جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس حال میں کہ اس کے دل میں جو کہ دانے کے برابر
بیکی ہوگی۔ اور جہنم سے اس کو بھی نکالا جائے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بیکی ہوگی۔ امام
بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلم سے مت خیر کی بجائے مت ایمان کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

اور یہ باب ایمان کی زیادتی اور نقصان کے بارے میں ہے۔ استدلال میں تین آیات پیش کی ہیں اور آخر میں
فرمایا کہ کمال کی کوئی چیز چھوڑ دینے سے نقصان آجائے گا۔

تشریح ایشیخ مدنیؒ امام بخاریؒ ایمان کی زیادتی و نقصان صراحتاً و التزائماً بیان کر چکے ہیں۔ اس جگہ جو
آیات اور روایات پیش کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ایمان کی
زیادتی و نقصان مجبوسہ اعمال، عقائد کے اعتبار سے ثابت کیا تھا اس کے بعد نفس ایمان میں جو کہ حکم کا مرتبہ ہے
اس میں زیادتی و نقص کو بیان کیا۔ اس کے بعد اعمال میں اب باعتبار مومن بہ کے زیادتی اور نقص کو ثابت کرتے
ہیں مثلاً کہل ہے کہ فلاں کا ایمان زیادہ ہے اور فلاں کا کم ہے۔ یا جیسے کسی نے کہا میں پڑھیں مگر ذکاوت
کی وجہ ایک کامل ہے دوسرا ناقص جیسے سید شریف جس کو محقق کہا جاتا ہے۔ ذکاوت کی وجہ سے لیکن علامہ
تفتازانیؒ جس کا مطالعہ وسیع ہے۔ مگر اس میں ذکاوت نہیں ہے اس بنا پر اس کو زیادہ عالم تو کہا جاتا ہے۔ مگر محقق
نہیں کہا جاتا۔ سید شریف نے ان سے ایک نہایت نچلے درجہ کا مسئلہ پوچھا تو وہ عاجز آ گئے۔ دوسرا مسئلہ نہایت
مشکل پوچھا تب بھی عاجز آ گئے۔ محققین فرماتے ہیں کہ علم ایک نور ہے جس سے اشیاء منکشف ہوتی ہیں مشکلیں

کہتے ہیں کہ اعلیٰ صفتہ یجتلی بها الاشیاء مگر بسا اوقات نور بہت ہوتا ہے۔ منور کوئی نہیں ہوتا اور بالآخر روشنی کم ہوتی ہے ستیزین بہت ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے علم میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ ورقہ بن نوفل پہلے مومن ہیں۔ پہلے پاس مومن بہت ہیں لیکن ان کے پاس نہیں تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا ایمان نہیں تھا۔ ہمارے معلومات کی بہتات کی وجہ سے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ نو یہاں بھی زیادتی و نقصان مومن کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الیوم اکملت لکم دینکم تو کیا باری تعالیٰ حقانیت کے اعتبار سے بڑھ گئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ایک فریضہ حج باقی رہ گیا تھا۔ جب اس کی زیادتی ہوتی تو ایک مومن بہ بڑھ گیا اس سے اسلام میں کمال آگیا۔ حقانیت وغیرہ میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں من خیس کا غلط ہے اس کا مصداق اعمال ہیں۔ تو اس سے اعمال مراد ہوں گے۔ اور جس روایت میں من ایمان ہے۔ چونکہ اعمال مومن بہ ہیں ان کی کمی و بیشی سے ایمان میں کمی و بیشی آتی ہے۔ اور اعمال پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔

از شیخ زکریا بعض حضرات نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ کتاب الایمان کے شروع میں جو زیادتی و نقصان کو ثابت کیلئے۔ وہ باعتبار اجزاء ایمانیہ کے کیا ہے۔ کیونکہ ان تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصود ایمان کی ترکیب کو ثابت کرنا تھا۔ اور یہاں کیفیت کے اعتبار سے ثابت کرنا ہے اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔ اور حضرت شیخ الہند نے بھی اپنے تراجم میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ زیادتی و کمی باعتبار اجزاء اعمال کے تھی یعنی اعمال اجزاء کثیرہ پر مشتمل ہیں۔ اب جو پورے اعمال کرے گا۔ وہ زیادہ کو حاصل کرے گا۔ اور جو ان میں سے کم کرے گا اسی کے یہاں نقصان ہوگا۔ اور یہاں مومن بہ کی کمی و زیادتی کو بیان کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ اعمال ایک دم نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ نازل ہونے میں مثلاً معراج میں نماز کی فرضیت یکے بعد دیگرے دوسرے فرائض کی فرضیت نازل ہوئی۔ تو جس طرح احکام نازل ہوتے رہے۔ مومن بہ میں زیادتی ہوتی رہی الیوم اکملت لکم دینکم یہاں اکمال سے مراد زیادتی ہے۔ جب دین کی کسی بات کو ترک کر دیا جائے تو نقص پیدا ہوگا کہا جاتا ہے کہ اس آیت کے بعد شریعت میں بذریعہ وحی کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۵ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَلْمَعْنِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا مِنْ الْيَهُودِ قَالَ لَنَا يَا اُمَيَّةُ الْمُؤْمِنِينَ يَا اُمَيَّةُ فِي كِتَابِكُمْ نَعْرُوزُهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعَشَرَ الْيَهُودِ تَرَكْتُمْ لَا تَحْتَدُّ نَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عَيْدًا اَقَالَ اَحْيُ اُمَيَّةُ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ وَضَعْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ

وَالْمَلَائِكَةُ نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِمَوْقِفَةٍ يَوْمَ مَجْعَةٍ
ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین تمہاری کتاب
جس کو تم لوگ پڑھتے ہو اس میں ایک آیت ہے اگر ہم یہود کے گروہ پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بناتے
فرمایا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے ایوم اکملت لکم دینکم آلاہ کو پڑھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہاں اس
دن کو اور اس مکان کو خوب پہچانتا ہوں جس میں یہ آیت آنحضرتؐ نبی اکرم صلعم پر اتری۔ آپ عرفات میں جمعہ
کے دن کھڑے ہوئے تھے۔ یہ آیت اتری۔ لا تخذنالیوم عیداً۔

تشریح از شیخ زکریا اس لئے کہ جس دن اتنی بڑی بشارت سنائی جائے کہ ہم نے تم پر دین کو کامل کر
دیا۔ اور تمام نعمت فرمایا اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دین والوں سے راضی بھی ہیں۔ لہذا
ایسا مبارک روز جس میں اتنی بشارتیں ہوں وہ اسی قابل ہے کہ اس کو عید بنالیا جائے۔

قال عمرؓ قد عرفنا ذلك اليوم هنا اشكال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس
یہودی کی بات کا جواب ہو بھی گیا یا نہیں۔ بظاہر تو ہوا نہیں۔ اس لئے کہ وہ تو کہہ رہا ہے کہ ہم یوم العید
بنالیتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس دن کو اور اس مکان کو حتیٰ کہ اس وقت کو بھی جانتے ہیں جب
یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ یہ نہیں بتلایا کہ یوم عید بنانا چاہیے یا نہیں۔ اگر نہیں بتایا تو کیوں نہیں بتایا اس کا جواب
یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمرؓ کا قول بظاہر جواب نہیں۔ مگر فی الحقیقت ہی جواب ہے اور جواب کی تقریر دو طرح
سے کی جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ ذرا سوچ کر بات کر تو کیا کہہ رہا
ہے تو عید بنانے کو کہتا ہے۔ ہمیں تو عید بنانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی یوم عید ہے۔
کیونکہ وہ دن جمعہ کا ہے۔ وہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ پھر ہمیں عید بنانے کی کیا ضرورت ہے اور بعض شراح
نے لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ دن جس میں یہ آیت اتری تمام فرقوں کی عید کا دن تھا۔ چنانچہ نصاریٰ، یہود، مجوس
سب ہی اس روز عید منا رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی عید کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اور دوسری تقریر اس طرح کی جاتی
ہے کہ تم کیا کہتے ہو ذرا غور تو کرو۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی۔ میدان عرفات میں جبکہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ مبارکہ پر تشریف فرما تھے جمعہ کا دن تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مگر ہم
ایسے نہیں کہ بس اپنی طرف سے جو دن چاہے عید کا مقرر کر لیں۔ بلکہ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تابع
ہیں۔ جب انہوں نے عید نہیں بنائی تو ہم کیوں بنائیں۔ یہ تقریر میرے نزدیک راجح ہے۔

بَابُ الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِ وَتَضَاعُفَاتِهَا يُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ

حدیث نمبر ۴۶۶ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْخِثَمِيُّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ بَيْدِ ثَامِرِ الرَّاسِ نَسِمِعُ دَوِيَّ
صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْمَسُ صَلَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ
لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامَ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ
عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ
وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَلْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ إِذْ صَدَقَ

ترجمہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجد کے باشندوں میں سے ایک آدمی
آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اس حال میں کہ اس کے سر کے بال بھرے ہوئے تھے ہم اسکی
آواز کی بھنبھناہٹ تو سنتے تھے لیکن جو کچھ وہ کہتا تھا اس کو سمجھ نہیں رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے قریب
آیا۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے متعلق آپ سے سوال کر رہا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور رات
میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اس نے پوچھا کہ ان کے ماسوا بھی کچھ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر
یہ کہ نفل پڑھو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ رمضان شریف کے روزے فرض ہیں اس نے کہا
کہ اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر نفل روزے رکھ سکتے ہو۔ پھر آنحضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا جس پر اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر
یہ کہ نفلی صدقہ دو۔ راوی فرماتے ہیں۔ وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ اللہ کی قسم میں ان پر نہ زیادتی
کر دوں گا نہ کمی کروں گا۔ آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ سچ کہتا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

تشریح از شیخ مدنی "حصر کی وجہ سے تینوں مامور بھاہوں گے کہ جن کا مدار اخلاص پر ہو اور زکوٰۃ
کو امور دین میں سے کہا گیا جس سے مرتبہ کاردار کرنا ہے اس پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی روایت پیش کرتے ہیں۔
حل علی غیہن الم اس سے شواہع فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وتر واجب نہیں کہا جائے گا کہ وتر

مستقل فریضہ نہیں بلکہ وہ عتکے تابع ہے۔ عشاء کلوقت اس کا وقت ہے اگر عتکے پہلے صلوٰۃ وتر کو پڑھا جائے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم صلوٰۃ وتر کو فرض نہیں کہتے بلکہ واجب کہتے ہیں جس کا منکر کا فرض نہیں ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ فرض عملی ہوگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وتر پہلے سے واجب نہیں تھے۔ جب آپ نے اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَ کَہ صلوٰۃ الخ فرمایا اس طرح الوتر حق وغیرہ سے وجوب ثابت ہوا۔ پہلے اس کے احکام اوستھے وجوب کے بعد احکام اور ہو گئے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت ضام رحمہ کا واقعہ پہلے کا ہو جبکہ وتر کا وجوب نہیں ہوا تھا۔ اور ایسے ہونا رہا ہے مثلاً پہلے شراب کی ممانعت نہیں تھی۔ اس وقت حضرت حمزہؓ نے شراب پی اور مغنیہ کا گانا سن کر حضرت علیؓ کی ادنیائیں ذبح کر دیں سب حضرات اس کو قبل از حرمت شراب پر محمول کہتے ہیں۔ بنا بریں اگر ہمارے پاس کوئی ایسی روایت آئے جس سے وتر کا وجوب معلوم نہ ہوتا ہو تو اس کو مناسب زمانہ یعنی قبل از وجوب پر محمول کیا جائے گا۔

الا ان تطوع ای الا ان تاتی بالنطوع اگر اس پر اشکال ہو کہ تطوع فرائض میں سے نہیں تو استثناء کیسے صحیح ہوگا۔ شوافع حضرات تو فرماتے ہیں کہ استثناء منقطع ہوگا تو مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوگا۔ احناف اور مالکیہ فرماتے ہیں استثناء متصل اصل ہے۔ اور منقطع فرع ہے۔ تو اگر اس کو استثناء متصل پر محمول کریں تو اب معنی ہوں گے۔ الا ان تشرع فی النطوع تو اس وقت تطوع بھی فرض ہو جائے گا کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔ لا تبطلوا اعمالکم اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ نیز حج اور عمرہ اگرچہ نقل ہوں مگر ان کا اتمام ضروری ہو جاتا ہے۔ وانتموا الحج والعمرة للہ الایہ اور حضرات شوافع کے ہاں بھی حج اور عمرہ نافلہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن احناف پر ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ الخ الا ان تطوع سے اعتراف ہوتا ہے کہ پھر تو صدقات نافلہ کو شروع کرنے سے وجوب ہو جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صدقات کے اندر تطوع یہ ہے کہ ایک چیز کو لوجہ اللہ نذر کیا جائے۔ تو پھر صدقہ بھی واجب ہو جاتے گا۔ بھیث انتذر کے معنی ہوں گے اور نذر کے بارے میں وغلیو فوا نذروہا اور صدقات نافلہ کی شروع کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو اعطاء مال کے بعد شروع ہو جاتا ہے کہ پھر اس کا لوٹنا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور نذر میں اگرچہ اعطاء مال نہیں مگر اپنے اوپر واجب کرنے سے شروع پایا گیا۔ تو وجوب دونوں صورتوں میں پایا گیا لا ازید علی ہذا ای علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اگر شبہ ہو کہ زیادتی اور نقصان نہ کرنے کی صورت میں فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی کرے یا نقصان کرے تو فلاح نہیں ہے حالانکہ

نیادہ فی الصلوٰۃ والصوم میں تو کامل فلاح ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ رجل قوم کا مانند تھا لا اذ بد علی هذا کا مطلب ہے فی التبلیغ الی فوجی تو زیادتی اور نقص فرائض میں نہیں بلکہ تبلیغ احکام اور اخبار میں ہے۔ اگر اس میں زیادتی اور نقصان کرے تو واقعی فلاح نہ ہوگی

دوسری توجیہ یہ ہے کہ تسلیم کیا زیادتی اور نقصان فرائض کے اعتبار سے ہے۔ تو زیادتی اور نقصان نہ کرنا باعث فلاح ہوا۔ یہ منطوق کلام ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ زیادتی اور نقصان کی صورت میں فلاح ہوگی۔ یا نہ حدیث اس سے ساکت ہے ہمارے ہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں جیسے تعوا لعید صہیبان لہ یغفر اللہ لہ یغفر الحدیث صہیب اچھا آدمی ہے اگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا تو نافرمانی نہ کرتا۔ تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر خوف ہوتا تو عصیان کرتا حالانکہ خوف کے وقت تو عدم عصیان بطریق اولیٰ ہوگا۔ تو ایسے یہاں بھی معنی ہوں گے کہ اگر زیادتی نقصان نہ کرے تو فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی ہو تو بطریق اولیٰ فلاح ہوگی۔ جیسے آپ کا ارشاد ہے۔ لو لو تکن ربیبی ما حدث لی اگر بنت سلم میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں تھی۔ اس کا مفہوم مخالف نہیں لیا جاسکتا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ زیادہ نقص فرائض کا انداز طرح متحقق ہوگا کہ ین زیادہ الکھات و ینقصہا کمًا و کیفًا کیونکہ حدود کا تحفظ ہر حال ضروری ہے

تشریح از شیخ زکریا حنفاء حنیف کی جمع ہے جس کے معنی مائل ہونے والے کے ہیں یعنی ما ملین عن الزیغ، ذلک دین القیمہ - دین القیم اور دین القیمہ دو طرح سے روایات میں آتا ہے۔ اور دونو قرائیں بھی ہیں یہاں سب کو دین قیم کہا گیا۔ اور دین ایمان ایک چیز ہیں لہذا زکوٰۃ بھی ایمان کے اعمال میں سے ہوئی۔ ثامن الراس ایچھے ہوئے بالوں والا یہ بدوی لوگ تہذیب و تمدن تو کچھ رکھتے نہیں اپنا ایسے ہی رہتے ہیں۔ لہذا اسی شکل میں آگئے۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ متعلم اور سائل ہو کر آیا تھا۔ اس لئے یہ تعلیم دے گیا کہ طالب علم کو بناؤ سنگار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایک دھن ہو اور کسی چیز کی خبر نہ ہو۔

شیخ ہ و حی صوفیہ دوی کہتے ہیں صوت خفی کو یعنی اس آواز کو جو سنائی توڑے لیکن معنی سمجھ میں نہ آتیں اور عرف عام میں شہد کی مکھی کی آواز سے تشبیہ دیتے ہیں جس کی تفسیر بھنبھنا ہٹ سے کی جاتی ہے۔ یہاں پر شرح قاطبہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ دیہاتی تھا تمدن سے عاری اس نے دور سے ہی زور زور سے پکارنا چلا نا شروع کر دیا۔ مگر دور ہونے کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ جب قریب

آیا ثواب معلوم ہوئی۔ میرے والد صاحب نے اپنے شیخ قدس سرہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شرح کے اس مطلب کو غلط قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ دُدی کہتے ہیں۔ صوتِ خفی کو لہذا یہ کہنا کہ وہ زور زور سے پکارتا ہوا آ رہا تھا کیسے صحیح ہو سکتا ہے بلکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بڑے کے پاس جاتا ہے اور کوئی بات اس سے کر لیا ہوتا ہے تو اس پر ایک قسم کا خوف اور ہم سوار ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر وہ ان باتوں کو رٹ ہے اور آہستہ آہستہ یاد کرتا جاتا ہے۔ تاکہ مقام پر پہنچ کر بلا تکلف کہہ دے۔ اور سوچتا رہتا ہے کہ یہ پوچھوں گا اور یہ بات دریافت کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

خمس صلوات کے بارے میں احناف پر جو دوجوب و ترکا اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نماز جنازہ بھی تو فرض ہے صلوٰۃ کسوف بعض ظاہر یہ کے نزدیک واجب ہے۔ عیدین کی نماز بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے جو جواب دیں گے ہم احناف بھی وہی جواب دے دیں گے۔ لا الا ان نطوع شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ جس طرح تم احناف زکوٰۃ میں استثناء منفصل ملتے ہو۔ اسی طرح یہاں بھی مان لو۔ تو حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چونکہ زکوٰۃ کوئی منظم نہیں بلکہ معطلی کو اختیار ہے کچھ آج دے دے اور کچھ کل۔ بخلاف مصلیٰ اور صائم کے کہ ان کو یہ اختیار نہیں کہ بعض رکعت آج پڑھ لیں بعض رکعت اگلے روز یا نصف دن کا روزہ آج رکھیں اور نصف بقیہ کل رکھیں بلکہ ان میں التصاق اور انتظام ہوگا بخلاف زکوٰۃ کے وہاں چونکہ خود انفصال ہوتا ہے استثناء بھی منفصل ہو جائے گا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرائض کا پڑھنا واجب ہو کہ ہے اور نوافل باعث اجر و ثواب ہیں اور ان کے ترک پر کچھ عتاب و عذاب نہیں لہذا اگر کوئی شخص پورے فرائض ادا کرے اور نوافل نہ پڑھے تو وہ ناجی ہوگا۔ لیکن کوئی نجات کے دھوکے میں آکر نوافل نہ چھوڑے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے روز فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ اب کیا ہماری نمازیں ایسی ہیں کہ ان پر پورا کامل ثواب ملے۔ ہاں صحابہ کرام کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ان کے صرف فرائض ان کے لئے ناجی ہیں۔ و ذکرہ رسول اللہ صلعم اس ذکر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صوم و صلوٰۃ میں تو حضور انور صلعم کے الفاظ یاد تھے لیکن یہاں یہ یاد نہیں رہا کہ حضور اکرم صلعم نے کیا فرمایا۔ اس لئے ذکرہ سے تعبیر فرما دیا ہے۔ یہ حضرات محدثین کی غایت احتیاط ہے۔ لا الا ان نطوع اس جگہ سب حضرات کے نزدیک استثناء منفصل ہے اور بعض روایات میں حج کا ذکر بھی آیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ واقعہ دوسرا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ واقعہ تو ایک ہی ہے مگر یہاں پر راوی نے اختصار کر دیا۔ یہی حدیث ص پر آ رہی ہے وہاں ہے لفظ

ثِيَتْ وَلَا انْقُصَ اس سے پتہ چلا کہ وہ اس کمی زیادتی کو اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نہ نفعیں پڑھوں گا اور نہ ہی کوئی عبادت کروں گا میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات صحابہ کرام کی شان یہ تھی کہ یونہی کہیں اس لئے کہ اگر فرائض کو ان کے پورے آداب کے ساتھ ادا کرے اور درمیان میں ادھر ادھر کا کیا نہ لائے تو وہ ناجی ہے اور یہ جو روایات میں آتے ہیں کہ فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا تو وہ ہم جیسوں کے لئے ہے جن کی عبادت ناقص ہے ہماری اور صحابہ کرام کی عبادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہماری نمازیں اگر وہاں منہ پر مار کر نہ پھینکی جائیں تو بھی بہت کافی ہے۔ افعال ان صدق میں یہ ان شرطیہ بھی پڑھایا گیا ہے۔ اور ان نصب کے ساتھ بھی یہی لائن صدق بابِ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْجَنَائِزِ۔

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَاقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيُغْرِغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يُرْجَعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيَرَاتٍ كُلُّ قِيَرَاتٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يُرْجَعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيَرَاتٍ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اور یہاں تک اس کے ساتھ رہا کہ اس پر نماز پڑھی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا تو وہ دو قیراط کا ثواب لے کر واپس لوٹے گا جبکہ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جس نے صرف اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس آئے گا۔

تشریح از شیخ منیؒ جنازہ جمع جنازہ کی یکسو الجیم و فطحا یکسو الجیم جنازہ کے معنی میت کے ہیں اور یغیر الجیم جنازہ کے معنی السربہ انتی علیہما التفتش اور بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اتباع یعنی پیچھے چلنا اس کو امام صاحب افضل فرماتے ہیں چنانچہ ان کی حجت یہی روایت ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آگے چلنا افضل ہے۔ جنازہ مسلم ایمان و احسان اس سے معلوم ہوا کہ اتباع کا تعلق ایمان سے ہے۔ کیونکہ کہیں کہیں کسی خوف کی وجہ سے یا رباء کی وجہ سے بھی اتباع کیا جاتا ہے۔ قیراط ایک درہم کے چھ حصے ہوتے ہیں اسے دانق کہتے ہیں اور دانق کے آدھے کو قیراط کہا جاتا ہے۔

از شیخ زکریا حافظ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے شعب ایمانیہ کو اتباع الجنائز کے باب پر ختم

فرمایا ہے کیونکہ جنازہ کا نہر بھی شریعت میں سب سے اخیر میں ہے اور تقسیم غنائم چونکہ موت کے بعد ہوتی ہے اس لئے اس کو مؤخر فرمادیا۔

باب خذف المؤمن من ان ايجبط عمله وهو لا يشعرو وقال ابا هبم البتہی ما
عرضت قولي على عمر بن الخطاب لا خشيت ان اكون محذبا وقال ابن ابي مليكة اذ كنت
ثلاثين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم يخاف النفاق على نفسه ما من هو
احد يقول انه على ايمان جبريل وميكائيل ويذكرو عن الحسن ما خافه الا مؤمن
ولا آمنه الا منافق وما يجد من الاضرار على التقاتل والعصبات من غير توبة
يقول الله تعالى وتوبوا على ما فعلوا وهو يعلمون ه

ترجمہ، مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کی لاعلمی میں اس سے اعمال جبط وضائع نہ ہو جائیں اور حضرت
ابا ہبیم تیمی نے فرمایا جب بھی میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا سنی اس کا مقابلہ کیا تو مجھ کو ڈر لاحق
ہوا کہ کہیں میں دین کو جھٹلانے والا نہ ہو جاؤں۔ اور حضرت ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ میں نے تیس اصحاب
نبی اکرم صلم کو پایا کہ وہ اپنے اور نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں
کہتا کہ میرا ایمان جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کی طرح ہے۔ اور حضرت جن بصریؒ سے مذکور ہے کہ مومن کے
سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں ڈرتا یعنی نفاق کے بارے میں اور منافق کے سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی بے خوف نہیں
ہوتا۔ اور یہ کہ ڈر جلے۔ بغیر توبہ کے لڑائی لڑنے اور نافرمانی پر اصرار کرنے سے کہ کہیں ایمان ضائع نہ ہو جائے
یو جہر قول اللہ تعالیٰ کہ مومن وہ ہیں جو اپنے کئے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۴۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ عَزَّةَ الْهَمْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُؤْمِنِ
فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ
وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ الحديث

ترجمہ، حضرت زبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو وائلؒ سے فرقہ مرجہ کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا
مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ اور اس سے لڑائی لڑنا کفر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز کمال کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ کوشش کی جاتی

مرجہ کار دہمی کرنا ہے۔ اس جگہ دو ترجیح ذکر فرمائے ہیں۔

خوف المؤمن اور دوسرا میثاق من الاصولا۔ قبل ازیں امام بخاریؒ ظلم کو کلی مشککہ قرار دے چکے ہیں اور ایسے کفر کو بھی مشککہ کہا۔ ایسے یہ بھی فرمایا کہ نفاق کلی مشککہ ہے جس کا صدق اپنے تمام افراد پر بطاعتی ہوتا ہے التزامی اور مجازی نہیں ہوتا۔ بنا بریں ہر ایک پر جس میں ایک خصلت نفاق کی ہو یا دو تین اس پر بھی نفاق کا اطلاق ہوگا۔ اس لئے کہ اگرچہ مؤمن کے قلب میں جرم ہے مگر ممکن ہے کہ ایمان کی خصائل میں سے کسی ایک خصلت کے اندر کمزوری ہو جس کی وجہ سے نفاق آجائے۔ بنا بریں ان چیزوں سے بچنا ضروری ہے اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں لا تنکوا انفسکم اپنے آپ کو پاک بارامت ظاہر کرو، تو اپنے آپ کو متقی نہیں کہنا چاہئے۔ امام الحرمین بڑے ذی علم ہیں جس کی وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک معتزلی کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا مگر وہ ہار گئے۔ جس پر ان کو صدمہ ہوا۔ جواب ملا کہ قلال کھیت میں تم ہل چلا رہے تھے۔ وہاں جو فائدہ ڈالا گیا وہ مشتبہ تھا۔ اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اس کمزوری کی وجہ سے اس بچے میں کمزوری آگئی۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بہر حال معلوم ہو کہ بعض اعمال ایسے ہیں جن کی وجہ سے دیگر اعمال حنہ جط ہو جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد ربانی ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ان تحبط اعمالکم کو کہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو اونچا نہ کرو کہیں تمہارے اعمال جط نہ ہو جائیں۔ جط کا سبب محض کفر و نفاق نہیں بلکہ بعض اعمال ہیبت بھی سبب بن جاتے ہیں، جیسے رفع صوت بنا۔ چنانچہ امام بخاریؒ ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں اپنے اعمال پر غرہ نہ ہو جانا چنانچہ شافعی المذہب کا تو کہتا ہے انا مؤمن انشاء اللہ کرامی مذہب والا تو اس کو کافر کہے گا۔ حالانکہ یہ انشاء اللہ موافقہ کے اعتبار سے ہے کہ انشاء اللہ وفات اس کلمہ پر ہوگی۔ بالفعل تو جرم ہے۔ اور حنفی انا مؤمن حقا کہتا ہے۔ یہ ایمان حالی کے اعتبار سے ہے۔ تو کرامی کا یہ کہنا کہ شافعی المذہب کے ساتھ منافقت ہے ناجائز ہے غلط ہو گیا۔ بلکہ احناف اور شوافع میں نزاع فعلی ہے پہلے زمانہ میں ان کے درمیان منافقت آگئی تھی۔ ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ ان اکون مکذباً بفتیۃ الذال وکسرھا ای مکذباً بالذہب ما منہما احد الا مرجحہ کہتے ہیں کہ ایمانی علی ایمان جبرائیل نہیں کہنا چاہیئے۔ اور حضرت امام صاحبؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ ایمانی کا بیان جبرائیل ولا اقول ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ اس لئے کہ جمیع

کیفیات مثل میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے تو سارا عالم العیب ہے ان کو مشاہدہ ہے ہیں تو مشاہدہ نہیں ہمارا ایمان علم الیقین ان کا عین الیقین ہے۔ سہاب باب غافلہ کی مصدقہ ہے معنی کسی کی عزت کے بارے میں کچھ کہتا اس کو ترجمہ ثانی سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور ترجمہ اول بھی ثابت ہے کہ جب یہ اعمال کفر و فحوق ہوئے تو اس سے اعمال ضبط ہو جائیں گے

تشریح از شیخ زکریا محفوظ المؤمن ان یحبط عملہ یعنی تو من کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ کفر کا نہ نکل جائے جس سے اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس بات پر فرقہ اجماع کی طرف پہنچ گئے۔ کیونکہ اس جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ تو من کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرے کہ شدہ شدہ کفر کی نوبت آجائے۔ ترجمہ الباب کی اصل غرض مرحۃ کا رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ لا ینفع طاعة ولا یضر معصية کہ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی کوئی برائی نقصان دیتی ہے۔ رد اس طرح ہوا کہ اگر معصیت مضر نہیں تو ضبط عمل کے کیا معنی ہیں وھولا یشعر یوں کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ وھولا یشعر بڑھا کر ایک اختلاف کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ اگر کوئی لاعلمی میں الفاظ کفریہ کہتا ہے تو کیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ کلمات کفر جب قصد کے ساتھ کہے جائیں تو کفر ہیں۔ اور بلا قصد کفر نہیں علامہ کرمانیؒ نے علامہ نوویؒ پر رد کیا اور فرمایا۔ کہ کلمات کفر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے خواہ قصد و خبر کے ساتھ کہے یا بلا قصد و خبر کے کہے یہی جہور کی رائے ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی ثانی قول کی تائید فرمائی وھولا یشعر بڑھا کر بتلایا کہ کہیں لاعلمی میں ایسا عمل نہ ہو جاتے جس سے اعمال ضبط ہو جائیں۔ وقال ابراہیم التیمی یہ ابراہیم بہت بڑے داعط تھے جب داعط کہتے تھے تو دیکھا کرتے تھے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر خود میرا عمل بھی ہے یا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کہہ رہا ہوں کچھ اور میرا عمل اس کے خلاف ہو۔

کلمہ یخاف علی نفسه چنانچہ حضرت حنظلہؒ اور حضرت ابو بکر صدیقؒ نہ کا قصہ مشہور ہے کہ حضرت حنظلہؒ نے حضرت ابو بکر صدیقؒ سے کہا کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لیسے ہوتے ہیں گو یا جنت دوزخ سب ہمارے سامنے ہے اور جب ہم اپنے گھروں کو آتے ہیں۔ تو بوی بچوں میں لگ جلتے ہیں مجھے تو ڈر لگ گیا کہ کہیں میں منافق تو نہیں منافق حضرت ابو بکر صدیقؒ نے فرمایا میرا بھی یہی حال ہے چلو

حضور صلعم سے اس بارے میں دریافت کریں۔ حاضر ہو کر معاملہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی یہ کہی وہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ کا منقولہ نقل فرمایا۔ ما منہما احد یقول بعض مشایخ درس میں فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام اعظمؒ پر رد فرماتے ہیں کیونکہ حضرت امام اعظمؒ سے منقول و مشہور ہے کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل مالا نکہ شراح میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا۔ اگر بالعرض امام بخاریؒ کا مقصد امام صاحب پر رد کرنا تو کہا جلتے گا کہ امام بخاریؒ نے امام صاحب کے منقولہ کا مطلب سمجھا ہی نہیں کیونکہ امام صاحب نے تو ایمانی کا ایمان جبرائیل فرما کر مثل ایمان جبرائیل کی نفی فرمائی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کاف سے تشبیہ ذات کے اندر دی جاتی ہے۔ اور مثل میں صفات میں تو امام صاحب ذات ایمان میں تو اپنے ایمان کو ایمان جبرائیل سے تشبیہ دے رہے ہیں اور صفات میں برابری کی نفی فرماتے ہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کا منقولہ صرف ایمانی کا ایمان جبرائیل ہے اس میں حضرت میکائیل کا کہیں ذکر نہیں اور یہاں بخاری میں لفظ میکائیل بھی ہے اس وجہ سے ظاہر ہے کہ یہ منقولہ کسی اور کا ہے۔ ما خافہ الاھو من الخ یعنی نفاق سے مومن ہی ڈرتا ہے۔ اور منافق اس سے مومن رہتا ہے وما یجذر من الاصرار علی التقاتل یہ عطف ہے خوف المومن الخ پر اور مطلب یہ ہے کہ نفاق اور عصیان سے بچنا چاہیے کیونکہ اصرار علی العاصی کفر تک منجر ہوتا ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی صورت بیان فرماتے ہیں۔ ومن تھاوون بالسنافل تھاوون بالسنن ومن تھاوون بالسنن تھاوون بالضرائض ومن تھاوون بالضرائض سلب المعرفۃ ومن سلب المعرفۃ سلب العلم یعنی جو نوافل میں سستی کرتا ہے وہ سنن میں سستی کرے گا جو سنن میں سستی کرتا ہے وہ فرائض میں سستی کرے گا اس سے معرفت چھین لی جلتے گی اور جس سے معرفت چھین گئی وہ عنقریب کفر میں گرے گا یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کا ایک جملہ قاتلہ کفر ہے۔ اس سے مرجعہ پر رہے کہ یہ فرقہ صراحتہ حضور اقدس صلعم کے قول کی مخالفت کرتا ہے۔ یہی حضرت ابو داؤد کے سوال کا جواب ہے۔ یہ فرقہ مخالف رسول ہے۔

حدیث نمبر ۴۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخِزْمِيُّ عَمَّا دَاؤُةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُحِبُّ كَيْفَ الْقَدْرِ فَتَلَا حِجْرًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ رَأَيْتُ خَرَجْتُ لَا أُحِبُّكُمْ يَكْفِيكُمْ الْقَدْرُ رَوَانَكُمْ تَلَا حِجْرًا فُلُونُ وَفُلُونُ فَرَفَعَتْ وَصَلَّى أَنْ يَكُونَ خَيْرٌ لَّكُمْ فَأَتَمَّ مَا فِي السَّبْعِ وَالْثَمِينِ وَالْخَمْسِ۔

ترجمہ، حضرت عیادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلعم لبیۃ القدر کے متعلق خبر

دینے کے لئے باہر تشریف لائے، تو مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس جھگڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں تولیۃ القدر کی خبر بتلانے کے لئے باہر آیا تھا لیکن فلاں اور فلاں جھگڑ پڑے تو وہ اٹھا دی گئی شاید اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی ہو۔ اب اسے ساتویں نویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح از شیخ ذکر کیا چونکہ بایں کے اندر اصرار علی التفاضل وغیرہ سے بچنے کا امر تھا۔ تو اب یہاں سے تعادل کی خرابی اور اس کا نتیجہ بتلاتے ہیں کہ اتنی بڑی شے ہے کہ ایۃ القدر جیسی رفیع الشان چیز دو آدمیوں کے جھگڑنے کی وجہ سے نبی اکرم سلم کے دل سے اٹھالی گئی۔ اگرچہ ان دو نو کو علم بھی نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے تنازعہ کی وجہ سے ایسی نعمت سے محرومی ہوئی لہذا اگر علم بھی نہ ہو پھر بھی گناہ سے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ معرفت کے شب قدر ہے کہ وہ اٹھالی گئی۔

باب، سُئِلَ جَبْرِئِيلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ مِمَّا لِلْإِحْسَانِ وَعِلْمُ السَّاعَةِ وَبَيَّنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ فَمَعَكُمْ ذَلِكَ كُلُّهُ دِينًا وَمَا بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوْفِيقِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيمَانِ وَقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔

حدیث نمبر ۵۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِئًا يَوْمَ مَا لِلنَّاسِ مَا نَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِطَنَائِهِمْ وَرُسُلِهِمْ وَتُؤْمِنَ مِنَ الْبَيْعَةِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تُحِبَّ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُعِيمَ الصَّلَاةَ وَتُعِدِّي الزَّكَاةَ وَتُفْرِضَ الصَّوْمَ وَتُحِبَّ مَا لِلْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تُحِبَّ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّكَ تَرَاهُ بِرَأْسِكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا لَسْتُ أَدْرِي بِهَا مِنْ السَّاعِلِ وَسَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرِ أَطْعَامٍ إِذَا وَلَدَتْ الْأُمَةُ رَجُلًا وَرَأَتْ طَوَالَ رِعَاةِ الْوَيْلِ الْبُحْبُوحِ الْبُنْيَانِ فِي حَمْسٍ لَا يَكْتُمُونَ إِلَّا اللَّهَ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْإِيمَانُ ثَلَاثُونَ قَالَ وَدُودُهُ فَلَوْ بَرَوُا شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جَبْرِئِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ جَعَلَ ذَلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْإِيمَانِ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب، حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وہ علم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے علم ہائے میں سوال کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بیان کرنا پھر فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ تو ان سب امور کو دین قرار دیا۔ اسی طرح ایمان کی وہ باتیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے بیان فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جس شخص نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو کر بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ ایمان کیا چیز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کی ملاقات اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد اٹھا جانے پر بھی ایمان لائے۔ پھر اس نے اسلام کے متعلق پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس حال میں کرے کہ تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اور یہ کہ تو نماز کو پابندی سے قائم کرے اور کہ فرض شدہ زکوٰۃ کو ادا کرے اور رمضان شریف کے مہینہ کے روزے رکھے پھر اس نے کہا احسان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر پوچھا قیامت کب آئے گی، فرمایا جس شخص سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ البتہ ابھی تمہیں اس کی کچھ نشانیاں بتلاؤں گا۔ پس جب باندی اپنے مالک کو جنے اور جب کالے کالے اونٹوں کے چرواہے یا اونٹوں کے کالے کالے چرواہے تمہاری طرف فکر کرے ہوں اور ان پانچ چیزوں کے بارے میں متفکر ہوں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے پھر آپ نے ان اللہ عنہ علم الساعة الآیۃ کو تلاوت فرمایا۔ پھر وہ آدمی جب بیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو واپس لاؤ۔ تو ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ ابو عبد اللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ان سب امور کو ایمان قرار دیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنی یہ امام بخاری نے اب تک جو طریق اختیار کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایمان اسلام اور دین کے ایک ہی معنی ہیں اس مقام پر بھی اس کو دکھانا ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں ان کے ایک ہی معنی ہیں۔ اگرچہ یہ خود تسلیم کر آتے ہیں کہ اگر اسلام خوف کی وجہ سے ہو۔ اذ قالت الہم ربنا امننا الخ تو کفر نہیں ہوگا۔ اس جگہ بھی اطلاق ثانی یعنی تغایر حقیقی کو بیان کر کے اطلاقات شرعیہ میں ان کا اتحاد ثابت کرتے ہیں۔ ومن یتبع عنبرا لہ سدوم دینا اس سے پہلے تو معلوم ہوا کہ اسلام اجزاء دین میں سے ہے۔ پھر

اسلام کا مبنی دین ہونا ثابت فرمایا تو یہی کہا جائے گا کہ اطلاقات شرعیہ دو قسم ہے۔ ایک اطلاق میں یہ ہم معنی ہیں۔ اور ایک اطلاق میں ان کے درمیان تفرق ہوگا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین ذوا جزا ہے الایمان ان تؤمن باللہ اگر شبہ ہو کہ یہ تعریف ایشی بنفسہ ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ معترف ایمان شریعی ہے اور معترف ایمان لغوی یعنی تصدیق ہے اور تصدیق بما علو جیہ بالصبر و ردة یعنی اس کی تصدیق میں نہ مستقبل میں شک ہو اور نہ فی الحال شک ہو اور اسی طرح کی تصدیق ہو کہ وہ تشکیک مشکک سے ازل نہ ہو سکے۔ ان تؤمن باللہ فرمایا گیا۔ اس کے اندر جو وہ و بصفاۃ الطبوتیۃ والصلبیۃ سب کے سب اس کے تحت ہیں۔ بلقاء بعض نے کہا کہ اس کی موت مراد ہے۔ لیکن اس پر تو سب ایمان رکھتے کیونکہ موت کو ہر روز دیکھ رہے ہیں تو بعض نے کہا کہ لقائے سے رویتہ باری تعالیٰ مراد ہے۔ اسے امام نوویؒ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ رویتہ باری تعالیٰ تو ہر ایک کے لئے نہیں ہے تو دونوں کا جواب دیا گیا کہ ایک موت تو شخصی ہے جو ہر روز مشاہد ہے مگر موت عالم جسے قیام قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ محسوس نہیں اس پر ایمان لانا مطلوب ہے۔ اگر رویتہ باری تعالیٰ بھی مراد ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ رویتہ واقع ہونے والی ہے۔ ہر ایک کو نہیں بلکہ جو اس کا مستحق ہوگا اس پر ایمان لانا ہے۔ اس رویتہ کا معتزلہ نے انکار کر دیا کیونکہ رویتہ کے لئے بعد نہ ہو۔ اور زیادہ قرب بھی نہ ہو۔ مکان و جہت بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ سب شرائط بطور عادت کے ہیں لزوم کے لئے نہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ تو ایمان تقلیدی کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ وہ ایمان استدلالی کا اعتبار کرتے ہیں۔ رہا عوام الناس کا ایمان اگرچہ وہ صغریٰ کبریٰ اور شکل اقل کے ذریعہ سے نہیں ہوتا مگر ان کو دلیل معلوم ہے جیسے جیون کے کتلے ایک آدمی کل چلا رہا تھا تو کسی منطقی نے وحدت باری پر اس سے دلیل طلب کی۔ تو اس نے جواب دیا کہ جیون تیرے باپ نے کھودا یا ہے۔ یہ اثر ضرور کسی توثر کا ہو گا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ والاحصاۃ چونکہ احسان پر انعام خداوندی موقوف ہے جس پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ ان اللہ مع المحسنین، ان اللہ یا مرکب بالعدل والاحسان احسان کے لغوی معنی تو یہ ہیں کہ کسی چیز کو جو بے پاک صاف کر دیا جائے۔ لیکن اس جگہ اس کے متعلق سوال اطلاقات شرعیہ کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کو آیات میں مختلف طور پر طلب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عند اللہ مرضی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مقامات تین ہیں (۱) فریضہ (۲) مشاہدہ (۳) مراقبہ۔ فریضہ کا مقام تو یہ ہے کہ عبادت اس طرح ادا کی جائے کہ فریضہ ساقط ہو جائے، دوسرا مقام یہ ہے کہ انسان عبادت کے وقت

حضور الہی میں اس قدر غرق ہو جائے کہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی کا خیال نہ رہے مراقبہ اس سے بھی کم درجہ کا ہے کہ جس میں حضور باری نہیں ہوتا۔ آپ اس جگہ ان دو مقامات کو بتانا چاہتے ہیں۔ کانک تزاہ یہ مقام مشاہدہ ہے۔ اور ان کو تکن تزاہ اس سے مقام مراقبہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن مشہور تو جیسے عبارت اباہ کئی ہے حقیقی رویت باری تعالیٰ حقیقی ہے مگر اس عالم میں جائز غیر ممکن الوقوع ہے۔ عالم آخرت میں ممکن الوقوع ہے۔ اگر عالم دنیا میں غیر ممکن ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے سوال نہ کرتے۔ اس لئے کہ غیر عالم جواز میں ہوتا ہے۔ جواب میں نفی وقوع کی گئی لکن تترافی نفی امکان کی نہیں کی گئی۔ کہ لکن اری کہا جاتا۔ معتزلہ اور خوارج امکان کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ کا سوال امکان رویت پر دلالت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت باری کی لیکن عالم شہادت میں رہ کر نہیں بلکہ عالم غیب میں۔ اس لئے کہ عالم غیب میں جتنی اشیاء ہیں وہ سب وجود ظلی کا منظر ہیں وجود حقیقی کا تحمل نہیں کر سکتیں وجود حقیقی کی رویت کے لئے آپ کو آسمانوں پر بلایا گیا عالم آخرت میں اہل جنت کے لئے رویت ہوگی۔ کہ ان کے درمیان حجاب نہیں ہوگا۔ اور وجود کو قوی کر دیا جائے گا۔ اور اہل جہنم بوجہ محبوب ہونے کے نہ دیکھ سکیں گے۔ کانک تزاہ ای عبادۃ مشاہدۃ ککو تکن تزاہ یا یہ حال ہے ای تعبد حالت کو تکن مشاہدۃ میری المحبوب بہر حال انسان کی حالت عمل کے اندر یہ ہوتی ہے کہ اگر خود مالک کو دیکھ رہا ہے یا خود کو مالک دیکھ رہا ہے۔ تو اس وقت عمل میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ اور غیبیہ کی حالت میں عمل کے اندر کوتاہیاں آجاتی ہیں۔ مقصد یہی ہے کہ عبادت خشوع اور خضوع کے ساتھ ہو۔ عابد کا معبود کو دیکھنا تکمیل کا باعث نہیں بلکہ معبود کا عابد کو دیکھنا یہ تکمیل کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ جب معبود محبوب مفلوج ہو تو تکمیل نہیں ہوتی۔ تو آپ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے جبکہ علت تکمیل عمل تمہارا اس کو دیکھنا ہے۔ لیکن اصلی تکمیل کا باعث باری تعالیٰ کا تم کو دیکھنا ہے۔ عاشقانہ عبادت کا اصلی مطلب یہ ہے کہ تمہاری عبادت میں ایسی تکمیل ہونی چاہیے جو تکمیل عمل غلام اپنے آقا کو دیکھتے ہوئے کرتا ہے۔ اس پر شبہ ہوا کہ ہم تو باری تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اصلی تکمیل کا باعث معبود کا تم کو دیکھنا ہے۔ فان کو تکن تزاہ خاتمہ بیرا کہ یہ اس شبہ کا ازالہ ہوا کیونکہ اگر علت تکمیل خادم کا غلام کو دیکھنا ہوتی تو پھر چاہیے تھا کہ اندھے اور مفلوج آقا کو دیکھنے سے تکمیل عمل ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے تو آپ نے تکمیل عبادت کا باعث آقا کا خادم کو دیکھنا قرار دیا اس تو جیسے جمیع شرح ملا علی قاری حافظ ابن حجر عسقلانی کا تفسیر ہو جاتا ہے۔ یہ تو جیسے حضرت مدنی کے اساتذہ نے بیان فرمائی ہے۔ اور حقیقت

عبارت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ تکمیل عبادت میں مہبود کا دیکھنا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ہماری تمام حرکات سکناات کو دیکھ رہے ہیں۔ فان لو تکن تراه میں ان دصلیہ ہوا کلام ثانی نہ ہوا۔ کیونکہ اگر دوسرے مقام کا حصول مقصود ہوتا۔ تو دوسری عبارت میں پہلی کی نفی کی جاتی وان لو تکن کانک تراه ہوتا لیکن اس جگہ تو نفس رویتہ کی نفی کی گئی ہے۔ تو اگر یہ مرتبہ ثانیہ تھا تو مرتبہ مشاہدہ میں جو چیز تھی اس کی نفی کی جاتی اور امام شعرانی فان لو تکن تراه میں کان کو نامہ لیتے ہیں ای فان لو بقعد تراه یعنی جب تک تم اپنے آپ کو موجود مانتے ہو۔ تمہارے اور باری تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ اگر تم درجہ فنا الفناء کو پہنچ جاؤ کہ نہ ذکر کا علم ہے اور نہ ذکر کا محض مذکور ہی مذکور ہو۔ تو تب تم باری تعالیٰ کو دیکھ لو گے اس لئے کہا گیا العلو حجاب اللہ لیکن جب باری تعالیٰ کے ذکر کا غلبہ ہو گا۔ اور مذکور ہی کا تصور ہو۔ تو اس وقت اپنا ہی وجود معلوم نہیں ہوتا جیسے غلبہ نور شمس کے وقت ستاروں کا وجود معلوم نہیں ہوتا حالانکہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ یہ درجہ فنا الفناء کہ ہے فنا کے درجہ میں اپنے وجود کا علم ہوتا ہے فنا۔ الفناء کی کیفیت منصور پر طاری ہوتی تو انا الحق کہہ دیا حضرت مجدد الف ثانیؑ اپنے کمنوبات میں فرماتے ہیں کہ سالک پر جب یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو جیسے جب تک کوئی آگ میں رہے تو انا النار کہتا ہے، جب اس سے ہٹا دیا جائے۔ تو پھر وہ کیفیت نہیں رہتی، ایسے باری تعالیٰ کے اسماء میں آگ کی طاقت ہے بھی زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ سالک کو ذکر کرنے کرتے اس چیز کا احساس ہوتا ہے مگر ہم لوگ غافل ہیں ذکر نہیں کرتے تو مقصد یہ ہوا کہ فان لو بقعد ای فی علیک نہ ہونا ایک تو عالم دنیا کے اعتبار سے ہے وہ مقصود نہیں۔ بلکہ یہ درجہ فنا الفناء کا مقصد ہے۔ اس وقت رویتہ باری تعالیٰ کا تحقق ہو گا۔ مگر وہ رویتہ بعیون القلب ہوگی۔ بعیون الوجہ نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ اگر یہ پرے ہٹا دیے جائیں تو میرے مقین میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس جگہ ایک اشکال ہے کہ جب ان شرطیں کی جن اقراء ہے تو اس کو مجزوم ثبوت پڑھنا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فعل جزاء کا مجزوم ہونا تمام عرب کا قاعدہ نہیں ہے جیسے اسم منقوص میں اعراب ثلاثہ ہوتے ہیں۔ اس طرح فعل منقوص میں بھی ہوتے ہیں۔ جیسے لو یخشی میں الف کو ظاہر کیا جاتا ہے لن یخشی لو یخشی پڑھتے ہیں۔ ابن مالکؒ نے اس کو نفل کیا ہے۔ یہاں اقراء مجزوم نقد میرا علی الالف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تراه کہنا روایت بالمعنی ہے درحقیقت آپ نے قرۃ فرمایا۔ رواۃ نے الف کو ظاہر کر دیا۔ یا یہ الف اشباع کا ہو۔ وہ حالت نصب اور جزم میں آیا کرتا ہے فاعنہ میاں، تراه کی دلیل ہے کہ جب تمہارے درمیان سے حجاب زائل ہو جائے۔

اعلم حجاب اللہ میں محققین ہی فرماتے ہیں کہ علم نفس مراد ہے۔ کہ جب یہ حجاب اٹھ جائے گا تو تم دیکھ لو گے کہ کیونکہ جب وہ تم کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی کیا معنی کہ تم نہ دیکھو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے درمیان حجاب ہے۔ اور وہ علم نفس ہے احسان کے بارے میں آیات سے ثابت ہے کہ بار بار باری تعالیٰ اس کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی تفسیر آپ نے یہاں پر فرمائی۔ یہی چیز تصوف میں مقصود و مطلوب ہے۔ آجکل اعتراض کیا جاتا ہے کہ تصوف کے تمام امور بدعات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بدعات کہاں تھے، بعض نے کہا کہ تصوف کے امور اگرچہ بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔ حالانکہ کل بدعت ضلالتہ فرمایا گیا ہے جو بدعت کی تقسیم نہیں کرنے دیتا۔ دراصل نہ یہ اعتراض صحیح ہے اور نہ یہ بدعت ہے، کیونکہ جب آیات سے ثابت ہے کہ احسان مقصود ہے اس کا حصول جس طرح بھی ممکن ہو صحیح ہے۔ ما ینوقف علیہ الواجب فهو الواجب کے مطابق یہ ذرائع بھی مطلوب ہوں گے۔ ہم نامور بالجمہاد ہیں اُس زمانہ میں تیر اور تلوار سے کام چل جاتا تھا۔ لیکن آج ان چیزوں کو لے کر ٹینک توپ اور ہوائی جہازوں کی بوجھاڑ سے نہیں بچ سکتے۔ مقصد حقیقی غلبہ علی الکفار ہے۔ وہ جس ذریعہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ ترہیوت بہ وعد اللہ وعدو کو فرمان ربانی ہے اس پر عمل ہو جائے گا۔ جو قوت اس غلبہ کا باعث بنے بس وہی ضروری ہے ایسے ہیں احسان کا حکم فرمایا گیا۔ عہد نبوی میں زیادہ ریاضت کی نوبت نہ آتی تھی۔ آپ کی مجلس کی برکت سے قلوب کی صفائی ہو جاتی تھی جب آپ کی مفارقت ہوئی وہی صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ کے دفن کرنے کے بعد ہم نے اپنے قلوب کو منکر پایا۔ آپ کی روحانیت اس قدر اثر رکھتی تھی لیکن جس قدر عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا کہ دورت بڑھتی گئی جس کے ازالہ کے لئے ذرائع اختیار کئے گئے جیسے آج ہم قرآن مجید کا کوئی معنی بغیر صرف و نحو پڑھے معلوم نہیں کر سکتے۔ تو کیا اسے بدعت کہا جائے گا واقعی صحابہ کرام کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی۔ ان کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا آج ہم پر ان علوم کا پڑھنا فرض ہے۔ بشیبہ بن سفیان کہتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں شرکت کا ارادہ اس نیت سے کرتا تھا کہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دوں گا۔ مسلمانوں کو جب شکست ہوئی اور آپ اتر کر مٹی اٹھانے لگے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھ کر تلوار کا دار کرنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ ایک ایسی بجلی آگے آگئی کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو ان کا ایمان راسخ ہو گیا لیکن یہ چیز آج پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس جنگ کو کس طرح دور کیا جائے۔ تو اس فن کے ماہرین پیدا کئے گئے۔ جنید بغدادی شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے اجتہاد سے دوائیں اور نسخ تجویز کئے۔ اور اپنے تجارب سے ثابت کیا۔ البتہ ان کو لینے

اور پرکھنے کا میزانِ شریعت ہے جو خلافِ شریعت ہو اس کو نہ لیا جائے گا۔ قوالی کو انہوں نے جائز قرار دیا۔ مگر جہاں پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے جس کی بنا پر شریعت کا خلاف کیا جائے چنانچہ مجددِ اہل ثانی اس سے انکار کرتے ہیں۔ الحاصل تصوف کی اصل یہی روایت ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ایمان۔ اسلام اور احسان سے سوال کہے لوگوں کو دین کی تعلیم دے گئے۔ لوگوں کو قیامِ قیامت میں زیادہ تر شبہات پیدا ہوتے تھے جس کے متعلق مقلدِ الساعۃ کہہ کر سوال کرتے تھے۔ حالانکہ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہیے۔ امتحان کے بارے میں سوال نہیں کیا جانا اپنی اصلاح کی فکر ہونی ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس کو عا ہر کرنا پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ پھر کما حقہ اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

ما المسئول عنہما باعلم من المسائل یعنی علم میں تو مساوات ہے۔ اعلیٰ کی نفی ہے۔ سائل عالم نہیں ہوتا مسئول عنہ عالم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ تہاے اور ہماے درمیان مساوات علمی ہے۔ اگر شکال ہو کہ پہلے امور میں بھی مساوات فی العلم موجود تھی۔ کیونکہ جو اہمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو یہاں کیوں نفی کی گئی۔ تو جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام درحقیقت سائل نہیں تھے۔ دراصل ساطینِ صباہ کرام جبرائیل علیہ السلام نیا تہ کہہ رہے ہیں۔ اور قیامت کے متعلق نہ وہ واقف ہیں نہ مسئول عنہ واقف ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جیسے سائل نہیں جانتا ایسے میں بھی نہیں جانتا۔ تو جبرائیل علیہ السلام اپنی ذات کا اعتبار سے تصدیق کرتے اور دو کالت کے اعتبار سے سوال کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اور چیزوں کے بارے میں تو سوال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن علمِ ساعۃ ایسی چیز ہے کہ اس کے بارے میں سوال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ تو یہاں سائل کل من یأتی منہ السؤال ہوگا۔ بسا اوقات مخاطب نہیں ہوتا جیسے ولو تری میں ہے۔ ایسے یہاں بھی ما المسئول عنہ ای من کان باعلم من المسائل ای من کان کیونکہ اس کے علم کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ اعلم کا صیغہ مساوات کو تقاضا کرتا ہے۔ لیکن یہاں مساوات علم میں نہیں بلکہ عدمِ علم میں ہے۔ بخلاف پہلی چیزوں کے آپ ان کے علم میں اعلم تھے۔ ساخوہک من اشراطہا دو چیزیں ذکر کی گئیں اور انہیں اشراط سے تعبیر کیا گیا۔ حالانکہ جمع کا اذنیے اطلاق تین پر ہوتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جمع کا اطلاق مافوق الواحد کے اعتبار سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اشراط کو حقیقت پر محمول کیا جائے کہ آپ نے تو اور چیزیں بھی ذکر فرمائی تھیں راہِ انجلی اختصاراً دو کو ذکر کر دیا جبکہ کے معنی میں مختلف احتمالات ہیں۔ ائمہ میں احتمال ہے کہ مطلق نساء کے معنی میں ہو۔ تو معنی ہوں

کہ جب عورتیں اپنی مالکہ کو جننے لگیں۔ کنا یہ ہے کثرتِ حقوق سے سببی اولاد اپنی ماؤں پر ایسے حکومت کریں گے۔ جیسے حاکم اور آقا اپنی باندی پر حکومت کرتا ہے۔ اور رجب سے اس کی مزید توضیح ہو گئی کہ بیٹیاں بھی ماؤں پر حکومت کرنے لگیں گی حالانکہ لڑکی تو نسبت بیٹے کے ماں باپ کی زیادہ مطیع ہوا کرتی ہے۔ اور آج یہ چیز عام ہو گئی ہے انگریزی تعلیم یافتہ عموماً والدین کے ساتھ بے ادبی کا سلوک کرتے ہیں اور بدقسمتی سے آج علمِ دین پڑھنے والوں میں بھی یہ چیز سرایت کرتی جا رہی ہے۔ کافر ماں باپ کے بے ادبی میں بھی بے ادبی کرنے کو ناجائز کہا گیا ہے، ۲۔ امیر کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا جائے۔ تو پھر اس کی مختلف وجوہ ہیں۔ اور یہ کنا یہ ہے کثرتِ فتوحات اور کثرتِ تسری سے۔ سربراہ اس باندی کو کہتے ہیں کہ جس کو آقا اولاد حاصل کرنے کے لئے اپنے استعمال میں لائے سببی جے اہمات الاولاد بنایا جائے۔ تو جب بچہ آقا سے جن رہی ہے۔ تو بیٹا باپ کے حکم میں ہوگا۔ اور ہمارے ملک ہونے کی وجہ سے اگرچہ کامل مملوک نہیں مگر پھر بھی من و جب بیٹے کی مملوک بن جائے گی۔ اگر کہا جائے کہ کثرتِ فتوحات کوئی بری چیز نہیں کیونکہ کثرتِ تسری سے اولاد کثیر ہوگی۔ ہر امر سے اولاد کم پیدا ہوگی۔ باندیاں تو پانچویں تک رکھنے کی اجازت ہے۔ تو اس نعمت کو اشراطِ ساعتہ میں کیوں شمار کیا گیا، جواب یہ ہے کہ اشراطِ ساعتہ میں نعمت کا ہونا ضروری نہیں، بسا اوقات نعمت بھی اشراطِ ساعتہ میں آجاتی ہے۔ جیسے خاتم النبیین کا آنا نزولِ صلیبی مسیح وغیرہ وغیرہ ایسے کثرتِ فتوحات اگرچہ نعمت ہے مگر اشراطِ ساعتہ میں داخل ہے۔

۳۔ کہ امیر اور رب کے حقیقی معنی ہوں۔ کہ باندی اپنے مالک کو بچنے جس کی صورت یہ ہے کہ باندی جو ام الولد تھی اس کا بیچنا ناجائز تھا۔ حکمِ خداوندی پر عمل نہ کرتے ہوئے اسے بیچ ڈالا یہ لڑکا جو ان ہو کر باپ کے مال کا مالک بن گیا۔ یہ باندی بچتی بچتی اس کے ہاتھ آگئی اور مملوک بن گئی۔ کیونکہ وہ جانتا نہیں حضرت محمد بن سیرین کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا۔ کہ تل کا تیل پی رہا ہوں کہ تمہاری باندی تمہاری ماں ہے اس کو آزاد کر دو۔ دریافت کرنے پر ایسے ہی معلوم ہوا۔ تو کنا یہ ہوا عدمِ مہالات سے کہ احکامِ خداوندی کی اس قدر نافرمانی ہوگی۔ کہ بیٹا اپنی ماں کو خرید کرنے لگے گا۔ تو احکامِ شرع میں عدمِ مہالات ہوگی۔

۴۔ تِلْدَتِ الامراء الملوک کہ بادشاہ باندیوں کی اولاد ہوں گے مرہ کا بیٹا اگر بادشاہ ہو۔ تو اوصاف اور افعالِ مرادِ ولے ہوتے ہیں۔ اماں کی اولاد میں اوصاف ناقص ہوتے ہیں چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا مامون باندی میں سے تھا۔ اور امین بی بی زبیدہ کا بیٹا تھا۔ ہارون رشید کے بعد مامون نے امین کو قتل کر کے بادشاہی حاصل کی۔ رشید اور زبیدہ ایک دن شطرنج کھیل رہے تھے۔ شرط یہ قرار پائی کہ اگر رشید ہارے تو سب سے گندی باندی

سے جماع کرے چنانچہ مامون اسی شرط کے مطابق باندی سے پیدا ہوا مامون نہایت ذکی قوی الحفظ اور منتظم تھا۔ اور امین نہایت کند ذہن تھا۔ ہارون رشید کو طبعی طور سے اس مامون سے محبت تھی۔ جس پر زہیدہ ہمیشہ ہارون رشید سے لڑا کرتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مامون کو وہ سمجھ عطا فرمائی تھی کہ کہا جاتا ہے کہ انتظامی امور میں مامون کا زمانہ ہوا العباس کی خلافت میں نہایت شاندار رہا ہے۔ تناول یعنی خضر باطلول۔ یعنی ہر ایک اپنے مکان کو دوسرے کے مکان سے اونچا بنائے گا۔ اور اس پر مغافرت کرے گا۔ رعاۃ الابل جس قسم کے جانور چراتے جاتیں۔ ان کا اثر چرانے والا میں پیدا ہوتا ہے۔ اونٹ کے چرانے والوں میں فخر اور کینہ پایا جاتا ہے بکری کے چرانے والوں میں مکینہ اور خلق آلت ہے۔ غرضیکہ جانور کے اوصاف چرانے والے میں سرایت کرتے ہیں۔ اونٹ کینہ پروری میں بہت مشہور ہے۔ اور سیاہ رنگ کا اونٹ زیادہ نصیب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ انقلاب عالم ہو جانے کا۔ ہم کا لفظ یا تو ابل کی صفت ہے یا رعاۃ کی صفت ہے۔ رنگت کی سیاہی عموماً ابل سوڈان میں پائی جاتی ہے۔ ان کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ ذکات کم ہوتی ہے۔ دیار متوسط میں ذکات بہت ہوتی ہے۔ اس لئے حکمت یونان اور عرب وغیرہ کی مشہور ہوتی۔ سوڈان کا زیادہ تر حصہ گرم ہے۔ وہاں لوگ عموماً نہایت غبی بلید اور جاہل ہوتے ہیں۔ ہارون رشید نے غصہ میں آکر مصر کا بادشاہ ایک غلام کو مقرر کر دیا۔ کیونکہ مصر کا بادشاہ فرعون تھا اس کی ذلت کے واسطے ایک غلام کو بادشاہ بنا دیا جب پانی کی قلت سے نیل کی پیداوار کم ہونے لگی تو قطن کی پیداوار بڑھانے کا طریقہ رشتیم بویا جاتے بتلایا۔ اینگلو کی تاریخ بتلاتی ہے کہ یہ لوگ وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انقلاب برپا کیا کہ یہ لوگ بادشاہ بن گئے اور فخر کر لے گئے تو یہ اس روایت کیطابق ہوا۔ جس میں ہے کہ جب تاہل اور نالائق کو سردار بنایا جائے۔ اذا وسد الاموالی غیر اهلہ فانتظر الساعة ان الله عنده علم الساعة ولا تقیم ظرف سے معلوم ہوتا ہے کہ علم ساعت کا حصر ہے وہ یہ تعجب کی تیسری چیز ہے جعل ذلک کلہ من الایمان یعنی آپ نے ان جیسے امور کو دین قرار دیا۔ اور ان کو دفعہ بعد قیس کے ایمان میں بھی بتلایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دین۔ اسلام اور ایمان اطلاعات شرعیہ میں متحد ہیں۔

از شیخ زکریا مالایمان ایمان کا تعلق چوں کہ قلب سے ہے اس لئے مالایمان کے جواب میں ان امور کو بتلایا جو قلب سے متعلق رکھتے ہیں۔ اور اسلام کا تعلق جو ارج سے ہے اس لئے ایسی چیزیں بتلائیں جو جوارح سے متعلق ہیں اور اس سے ایمان کی ترکیب ثابت ہوئی ان تعبد اللہ کا نذر قراہ ہم تو یہ تصور نہیں کر سکتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارا دیکھنا اس کو محال ہے۔ تو آگے اس کا طریقہ بتلایا کہ تو یہ تصور کر کہ وہ

تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ تو جب یہ تصور کرے گا۔ تو پھر عمل کے اعتبار سے ایسا ہو جائے گا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے مطلب یہ ہوا کہ غایت توہر سے عبادت کرو اذ اولدت الامۃ بنہا اس کی دو توجہیں مشہور ہیں کہ اولاد کی نافرمانی کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری توجہ یہ فقہا کی ہے کہ ام ولد کی بیع کثرت سے ہوگی۔

حدیث نمبر ۵۵ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَرِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنَا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُهَيْبٍ بْنُ حَرْبٍ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يُنْقِصُونَ فَرَعَمَتَ أَكْمُو يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَبْتَغَوْا سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ مَخْطَئَهُ لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ فَرَعَمَتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخْلُطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسفیانؓ بن عرب نے بتلایا کہ ہرقل بادشاہ روم نے اس سے کہا کہ جب میں نے تم سے یہ سوال کیا کہ کیا لوگ بڑھ رہے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں تو نے کہا کہ وہ بڑھ ہی رہے ہیں۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے یہاں تک وہ تمام ہو جائے اور یہ بھی پوچھا کہ آیا کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جائے اس میں داخل ہونے کے بعد تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہے اسی طرح ایمان کا حال ہوتا ہے کہ جب اس کی بشارت اور انشراح دلوں سے رل جاتا ہے تو پھر اس سے کوئی ناراض نہیں ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب کو امام بخاریؒ نے بلا ترجمہ کے ذکر فرمایا۔ اور حدیث ہرقل کو پیش کیا جس میں ہرقل نے دین اور ایمان کو ایک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ دین اور ایمان کا اتحاد صرف شریعت محمدیہ میں نہیں بلکہ شرائع من قبلنا میں بھی ان کا اتحاد پایا جاتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور بالکل اس شعر کا مصداق ہے :-

دو گو نہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی

کیونکہ اول تو ترجمہ الباب کی روایت سے مناسبت ثابت کرنی مشکل پھر جب سرے سے ترجمہ نہ ہو اور مصیبت ہے کہ کہنا کیا چاہتے ہیں حضرت شیخ الہندؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک باب گذرا ہے باب خوف المؤمن ان یحبط عمله اور اب اس باب میں حدیث ہرقل کا وہ ٹیٹا ذکر کرتے ہیں جس کے

اندر یہ کہ ایمان کی بشارت جب آدمی کے قلب میں آجاتی ہے۔ تو ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے اور ایمان تام ہو جاتا ہے۔ تو اس باب میں یہ بتلادیا کہ احباط عمل کا خوف اس وقت نہیں رہتا جب ایمان بشارت قلوب میں گس جلتے۔ مگر مجھے اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تیس صحابہ کرام سے ملا ہوں ان میں سے ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف رکھتا تھا۔ ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت غلامؓ بھی تھے۔ تو کیا ایمان ان حضرات کے بشارت قلوب سے محاط نہیں ہوا تھا۔ لہذا میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ باب سابق میں جو حدیث جبرائیلؑ گذری ہے۔ اس میں حضرت جبرائیلؑ کے سوال سے ایمان اسلام میں تاثیر معلوم ہوتی ہے۔ تو اب اس باب سے دونوں کا اتحاد ثابت کر رہے ہیں۔ مگر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال ایک کافر کے قول سے کیوں کیا گیا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے مسلمان ہونے کے بعد اس کو بیان کیا۔ لہذا مرسل صحابہ موقوفات صحابہ کے قبیل سے ہوئی اور یہ سب پہلے نزدیک محبت میں

باب ، فَضِّلَ مَنْ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ -

حدیث نمبر ۵۲ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْحَمْدِيُّ سَمِعْتُ التَّعْمَانَ ابْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيْنٌ وَالْحَرَامُ بَيْنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَوَاعٍ تَرَعَى حَوْلَ الْحَقِّ يُوشِكُ أَنْ يُؤَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلَاحٍ حَقًّا أَلَا إِنَّ حِكْمَ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مُحَارِمَةُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقُلْبُ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حلال واضح ہے حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے بچا اس نے اپنے دین کے لئے برائے حاصل کر لی بلکہ آبرو کے لئے بھی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کے اندر پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہو جو چراگاہ کے ارد گرد جانور چراتاہے قریب ہے کہ ان کو چراگاہ میں داخل کرے خبردار! ہر بادشاہ کے لئے ایک جمی (جاگیر۔ چراگاہ) ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی جمی اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں خبردار انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جبہ ٹھیک ہوگا تو سارا جسم ٹھیک ہوگا اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا خبردار وہ گوشت کا ٹکڑا ادا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی، بعض حضرات اس باب کے کتاب الایمان میں داخل کرنے میں تاثر ہے۔ کیونکہ دین کو میل و کجیل سے بری رکھنا یہ ایمان اور اسلام کے لئے میں کہنا چاہیے تھا۔ تو جواباً کہا جاتا ہے کہ جیسے ادا فہم وغیرہ کا ایمان میں دخل ہے۔ ایسے استبرادین کو بھی ایمان کامل میں دخل ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام بخاری کتاب کے آخر میں چند ابواب ایمان اور دین کے متعلق بطور وضوح کے ذکر کرتے ہیں۔ الحدال بین پرشبہ ہوتا ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی ملت و حرمت کا ہمیں علم نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہیں الحدال بین حکمها والحرام بین حکمها البتہ مشتبہات کا حکم معلوم نہیں یا الحلال والحرام میں الفہم لام عہد ذہنی کلمہ ہے جو کہ بعض افراد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے اخاف ان یاکلہ الذئب میں بمعنی بعض الذئب تو معنی ہونے بعض الحدال بین و بعض الحرام بین اور بینہما مشتبہات۔ الا ان فی الجسد الخ بتلانیہ ہے کہ تمام جسد کا سردار قلب ہے۔ اس کی اصلاح کی اور زینت کی طرف کوشش کرنی چاہیے۔ یہ باعتبار معنی کے ہے اور اسی طرح باعتبار ظاہر کے بھی ہے کہ قلب میں اگر کوئی بیماری پیدا ہو جائے تو پھر آدمی بچ نہیں سکتا از شیخ زکریا استبرادین سے مراد تقویٰ ہے۔ کہ اپنے دین کے لئے پاکی حاصل کرے تو مقصد یہ ہوا کہ تقویٰ اور دمع بھی اجزا ایمانیہ میں سے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک باب گذرا ہے۔ باب خوف المؤمن اذا اس میں مؤمن کو جابط عمل سے ڈرایا گیا ہے۔ اب امام بخاری اس باب سے ایسا طریقہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی جوط عمل سے بچ جائے۔ اور وہ راستہ اپنے دین کے لئے استبراد کرنا اور مشتبہات سے بچتے رہنا ہے۔ استبراد کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے دین سے برأت یعنی تقویٰ حاصل کرے گا وہ کفر سے بھی بچ جائے گا۔ جو کہ جابط عمل ہے۔ جیسے جانور حئی سے بچا رہے تو حئی داخل ہونے سے بھی بچا رہے گا۔ اگر حئی کے قریب ہو گیا تو حئی میں چلے جانے کا خدشہ ہے۔

فمن اتقى الشبهات یہ روایت کتاب الہیوع میں آئے گی وہاں اس حدیث کو اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ بیوع میں شبہات زیادہ پیش آتے ہیں تو اس روایت کا مقصد یہ ہوا کہ جو شخص متقی بنا چاہتا ہو اسے شبہات پہنچنا چاہیے۔

سئل اللہ راہ حنابلہ از دد قدم بيشن نیست
یک قدم بر نفس خود نہ دگیرے بر کونے دست

الآلات فی الجسد مضنفة الخ یعنی یہ سب کچھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دل کی اصلاح ہو جائے صوفیا کو ام کی ضرر میں بھی اسی قلب کے زنج دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں کیونکہ قلب کا یہ زنگ کوئی ظاہری

شے تو ہے نہیں کہ اس کو پانی سے دھو دیا جائے۔ بلکہ وہ تو ایک عرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی عصیت کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر تو بہ کرتا ہے تو ڈھل جاتا ہے اگر تو بہ نہیں کرتا تو باقی رہتا ہے۔ اور پھر دوسرا گناہ کرنے پر دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ سے نقطہ لگتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے قلب کو گھیر لیتا ہے۔ یہی وہ ران ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کلاب ران علیٰ قلوبہم حدیث میں ذکر فرمایا ہے اس باب کی یہ حدیث امام ابو داؤد کی ان چار احادیث میں سے جس کا انہوں نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے۔

باب آوَاءُ الْخُسُفِ مِنَ الْوَيْمَانِ -

حدیث نمبر ۵۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ الرَّحْمَنُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُحَلِّسْنِي عَلَى سِرِّيهِ فَقَالَ أَقْعُدْ عِندِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقْتِكَ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَنَا أَكَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ الْقَوْمُ أَوْ مِنَ الْوُفْدِ قَالُوا بَنِي عَدْنَةَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوُفْدِ غَيْرِ خَنَازِيرٍ وَلَا نَدَمَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا نَحْنُ مِنْ كُفَّارٍ مُضَرِّقُونَ يَا مَرْفُصُ لَيْسَ بِهَذَا مِنْ وَدَّاعِنَا وَنَدَّ خُلُ بِهَذَا الْجَمْعَةِ وَمَا لَوْ عَنِ الْأَشْرَبَةِ فَأَمْرُهُمْ بِأَرْبَعٍ وَفَهَاؤُهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمْرُهُمْ بِالْوَيْمَانِ بِاللَّهِ وَخَدُّهُ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا لَوْ بَيَّانَ بِاللَّهِ وَخَدُّهُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَوْ قَالَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ تُحْتَدَّ اتَّسَعَلُ اللَّهُ وَلِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِتْيَاؤُ النِّكَاحِ وَحَبِيبُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْغَنَمِ الْخُسُفَ وَفَهَاؤُهُ عَنِ الْمَنَعَةِ وَالذَّبَّاءِ وَالشَّعْبِ وَالْمَوْتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُتَقَرِّرُ وَقَالَ اخْطُطُوا هُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَأَوْكُمْ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو جعفرؑ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی چار پائی پر بٹھاتے تھے اور مجھے فرماتے کہ تم میرے پاس قیام کرو تو میں تمہارے لئے اپنے مال میں کچھ حصہ بطور سخاوت کے مقرر کر دوں گا (کیونکہ یہ ترجمانی کرتے تھے) تو میں ان کے پاس دو ماہ تک ٹھیرا رہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب عبد القیس قبیلہ کا ایک وفد آنحضرتؐ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرتؐ صلعم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں یا کون سا وفد ہے۔ انہوں نے کہا قبیلہ ربیعہ کا تو آپؐ نے فرمایا اس قوم یا وفد

کے لئے ہم مرجہا کہتے ہیں جو غیر رسوائی اور ندامت کے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلعم ہم آپ کی خدمت میں مولائے شہر حرم کے حاضر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ آباد ہے۔ تو ہمیں ایک ایسا واضح فیصلہ کن امر فرمائیے جس کی ہم اپنے ان لوگوں کو بھی جا کر خبر دیں جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اور خود بھی عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔ اور انہوں نے شراب کے برتنوں کے بارے میں بھی دریافت کیا جس پر آپ نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا ایمان باللہ وحدہ کا ان کو حکم دیا پھر اہمیت کی بنا پر ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ وحدہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو پابندی سے قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور نفیعت کے مال میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں دینا اور چار چیزوں سے ان کو رد کا وہ چار قسم کے روغنی مرتبان ہیں جن میں شراب تیار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ تم ان کو محفوظ کر لو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ مدنی ابو جبرہ فارسی زبان جانتے تھے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا جس کو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو خواب میں حمزہ و حجتہ قرآن کے بارے میں کہتے سنا۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ قرآن سنت نبوی ہے حضرت ابن عباسؓ نے ان میں صلاح کا مادہ پایا چونکہ حضرت ابن عباسؓ والی بصرہ تھے وہ فارسی زبان نہ جانتے تھے جس کی وجہ سے ان کو فضل مقدمات میں دشواریاں درپیش آتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابو جبرہ کو ترجمانی کے لئے اپنے پاس رکھا۔ ایک مرتبہ ٹھیلیاں نبیند لاکر انہوں نے ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب کے طور پر انہوں نے یہ روایت بیان فرمائی واقعہ یہ ہے کہ بحرین کا ایک آدمی قنذ بن جہان آپ سے اپنے خسر الشیخ کے متعلق پوچھتا ہے۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے۔ تو ان کی بیوی نے اسے وضو کرتے اور نماز پڑھتے ہوتے دیکھا تو منذ ابن عائد جس کا لقب الشیخ ہے اور ان کا خسر گلتا ہے۔ ان سے آکر ذکر کیا جنہوں نے ان سے حالات پوچھے وہاں سے وفردانہ ہوتا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہذا دھوکا اور برکاری کو باندھ کر آتے ہیں۔ آپ ان کی اناۃ اور علم وغیرہ کی تعریف بیان فرمائی آپ سے خط لے کر یہ لوگ واپس آئے ان کی بدولت بحرین میں اسلام پھیلا۔ واعطوا الخنم من الخنم مامود بہ چار چیزوں کی بجلتے

پانچ ذکر کی گئی تو کہا جاتا ہے کہ اداً خمس کا ذکر تعلق ہے۔ لیکن اشکال ہے کہ پھر تو امام بخاریؒ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ عقد باب تو اسی پر تھا کہ اداً الخمس من الایمان تو پھر یہ تابع کیسے ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ جیسے اداً زکوٰۃ عبادت مالیہ میں ہے۔ ایسے اداً خمس اگرچہ اداً زکوٰۃ میں عبادت مالیہ ہونے کی وجہ سے باقی صدقات کی طرح داخل تھا مگر کسی مصلحت کی بنا پر تخصیص بعد التعمیم کی گئی۔ کیونکہ اگرچہ اداً خمس کا وجوب دائماً نہیں ہوتا۔ مگر ان کے حال کے مناسب تھا۔ اس لئے اسلوب حکیم کے طور پر ان کے مناسب حال کا ذکر کر دیا تو تبہا اس کا ذکر بھی ہو گیا۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال اسی سے ہے کہ ایمان کامل کی تفسیر میں اداً خمس کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ذکر تبہا اور تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد ایمان اور اسلام ایک چیز میں ثابت ہو گیا۔ البتہ ایمان اور اسلام سے کامل مراد ہو گا۔ حدیث جبرائیلؑ میں اگرچہ وفد عبد القیس کا ذکر آچکا تھا۔ مگر اداً خمس کو ایمان میں سے ذکر کرنا یہ روایات ایمان میں سے کسی میں بھی نہیں تھا۔ تو بیان فرمایا کہ ایمان کامل میں فرانس۔ نوافل، مستحبات وغیرہ سب داخل ہیں اگرچہ اداً خمس دائماً نہیں مگر فرض ہے جب نوافل ایمان میں داخل ہیں تو یہ بطریق اولیٰ داخل ہو گا۔

از شیخ زکریا اداً الخمس من الایمان امام بخاریؒ شعب ایمان کو ذکر فرماتے ہیں یہ سب آخری شعبہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا۔ اس باب کو باب اتباع الایمان کے بعد اس وجہ سے لائے کہ عام طور پر شہید ہو جانے کے بعد ہی خمس وغیرہ تقسیم ہوتا ہے۔ ابو جبرہؓ کے اعزاز و اکرام کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ بخاری کتاب الحج میں ۱۲۱ پر روایت آرہی ہے کہ ابو جبرہؓ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ آخر ابن عباسؓ آپ کا اتنا اکرام کیوں فرماتے ہیں۔ انہوں نے اس کی وجہ اپنا خواب بتلایا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حج قرآن سے روکا کرتے تھے مگر لوگ کہاں ماننے والے تھے ان کی مخالفت کرتے تھے۔ ان مخالفت کنندگان میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ جنہوں نے قرآن کا احرام باندھ کر اعلان کر دیا تھا۔ کہ میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا جو چاہے کرے میں نے تو حضور اکرمؐ صلعم کو قرآن کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح حضرت ابو جبرہؓ نے بھی قرآن کا احرام باندھا تو لوگوں نے ان پر فقرے کسے مگر وہ اپنے احرام پر رہے۔ اسی دوران انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ حج مبرور و عمرہ مقبلہ ان کو بڑی خوشی ہوئی اور اپنا یہ خواب حضرت ابن عباسؓ کو جا کر سنایا۔ ان کو بھی بہت خوشی ہوئی اور ابو جبرہؓ سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ اسی عقیدت کی بنا پر ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور وظیفہ مقرر کیا تھا۔ بنا بریں میرا خیال یہ ہے کہ ان کا احترام

اس بزرگی کی وجہ سے ہوتا ہو گا۔ ورنہ محض ترجمانی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اتنا احترام ہوتا ہو۔
 ان وفد عبدالقیس الخ یہ وفد عبدالقیس عام الوفود میں شہرہ کے درمیان آئے جیسا کہ محدثین اور مؤرخین
 کی رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے حجۃ الوداع کے سال تک کسی دوران آئے اگر اشکال ہو
 کہ فتح مکہ کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا تھا۔ اور قبائل کے قبائل آکر مسلمان ہوئے تھے۔ تو پھر
 وفد عبدالقیس کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے۔ لانتطيع ان ثانیث الاف الشہر الحولہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے
 اور آپ کے درمیان یہ کفار مصر کا قبیلہ عامل ہے۔ جو کہ اور مدینہ آتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اور لوٹ مار کرتا ہے
 تو سوال یہ ہے کہ ان کی مخالفت قبیلہ مصر سے کس طرح باقی رہ گئی تھی۔ جواب یہ ہے کہ وفد عبدالقیس آنحضرت صلیم
 کے دربار میں دو مرتبہ آیا ہے ایک شہرہ کے درمیان فتح مکہ سے قبل دوسرے شہرہ کے درمیان تو یہ واقعہ جو اس
 حدیث کے اندر مذکور ہے وہ شہرہ کا ہے۔ اور جو سوالات پوچھے گئے وہ بھی شہرہ ہی کے ہیں چونکہ یہاں صرف
 احکامات کو بتلانا مقصود ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ کیس سن کا واقعہ ہے۔ لما اتوا النبی الخ
 یہاں بین السطور عشی نے عام الفتح لکھ رکھا ہے۔ عام الفتح شہرہ کو کہا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ واقعہ شہرہ
 کا ہے کیونکہ اس میں کفار مصر کے پریشان کرنے کا ذکر ہے۔ تو پریشان کرنا لوٹ مار کرنا شہرہ میں ہو سکتا۔ اگر
 اس شہرہ کے قول کو نہ مانا جائے تو پھر قبیلہ مصر کا یہ شکایت کرنا غلط ہو گا۔ یہاں اس حدیث میں شہرہ
 کا لفظ آیا ہے جو اہل مکہ کے ہاں بین الاقوامی مہینے تھے اس میں کوئی آدمی کسی کو نہیں چھیڑ سکتا تھا۔ حتیٰ کہ باپ
 کے قاتل سے بھی کوئی تعرض نہیں ہوتا تھا۔ اشھر مہ سے مراد ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہے
 غیر خزیایا ولا ندای رسوائی تو اس وجہ سے نہ ہوئی کہ تم لوگ خود بخود آگئے۔ قید کر کے لانے کی
 نوبت ہی نہیں آئی۔ اور ندامت اس بنا پر نہیں ہے کہ تم سے ہماری کوئی لڑائی نہیں ہوئی جس میں ہمارے
 اور تمہارے آدمی قتل ہوتے تو آج منہ دکھانا مشکل ہوتا۔ اور باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آنا تو شرمندگی
 اور ندامت ہوتی بلکہ تم سب ان چیزوں سے محفوظ ہو سالوہ عن الاشریتہ اس وفد نے حضور پاک
 صلیم سے امر فیصل دریافت کیا تو آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا اور چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا چونکہ
 ان کے ہاں شراب کا بہت زور تھا۔ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں شراب کی حرمت شہور ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کے
 متعلق ان لوگوں نے خاص طور سے آپ سے سوال کیا۔

امہو باربع ونماہو عن اربع شہادت و حدیث و رسالۃ اقامۃ صلوة ایتا زکوٰۃ اور

صوم رمضان یہ سب شمار کے اعتبار سے ایک ہیں اور ایمان باللہ وحدہ کی تفسیر ہیں اور دوسرا غنیمت ہیں سے
 خمس ادا کرنا ہے باقی دو کو راوی نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو چار چیزیں
 ہوتیں پانچواں ادا خمس بغیر ان کے سوال کے بتلادیا کیونکہ یہ جنگجو اور بہادر قسم کے لوگ تھے۔ ان کے پاس کفار ہا
 کرتے تھے۔ اس لئے مال غنیمت ملنے کی ہر وقت امید رہا کرتی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتلادیا اور
 یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب بدل دیا۔ وان تعطلوا من المغنم الخمس کے الفاظ سے ذکر کر دیا۔ لیکن اس جواب
 پر اشکال ہے کہ یہی روایت بخاری شریف میں ^{۸۸} پر آ رہی ہے۔ وہاں شہادۃ اقامہ لصلوۃ ایۃ النکوۃ اور
 اعطاء خمس کا ذکر ہے جس سے پتہ چلا کہ اعطاء خمس امر زائد نہیں بلکہ ان چاروں میں شمار ہے۔ نیز اگر مقصود
 اصلی وہی چار ہوں اور اعطاء خمس امر خارجی ہو تو پھر باب ادا الخمس من الایمان کا ترجمہ کیسے صحیح ہوگا۔ لہذا
 پہلا ہی جواب درست ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہے۔ اس روایت میں حج کا ذکر نہیں۔ اگر جنس روایات غیر صحاح
 میں اس کا ذکر ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حج سب لوگوں پر فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو شمار نہیں فرمایا بعض نے
 کہا حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ اور جن چار اشیاء سے منع فرمایا ان میں ختم ہے ٹکے کو کہتے ہیں۔ عام طور پر شرابیں
 سبز مشکوں میں بنتی ہیں۔ اس لئے سبز مشک کے ساتھ ہی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے دوسرا برتن دبا ہے۔ یہ آل کدو
 کا برتن ہوتا ہے اس کو خشک کر لیتے ہیں اور اندر سے بیج وغیرہ صاف کر کے برتن سا بنا لیتے ہیں۔ کبھی بیٹھے کدو
 کا بھی بنایا جاتا ہے۔ تیرنے والے اس کو بغل میں لے کر تیرتے ہیں فقیرا برتن فقیر ہے۔ فقیر ہر کھدی ہوئی چیز کو
 کہتے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جو کھجور کی جڑ میں کھود کر برتن سا بنا لیتے ہیں بعض حضرات
 فرماتے ہیں کہ خاص قسم کی کڑیاں ہوتی ہیں جن کو اندر سے کھود کر صاف کر لیا جاتا ہے۔ المنزفۃ دہما قال
 التفسیر یہ چوتھا برتن۔ یہ منزفۃ اور فقیرا لے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ معنی دونو کے ایک ہی ہیں ان
 برتنوں کے استعمال سے آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ تمام برتن شراب کے لئے تھے اور شراب کے اثر سے بہت
 جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر تازہ تازہ نبیذ بھی ڈالی جائے۔ تو وہ بھی بہت جلد خراب ہو جائے گی اس لئے منع فرمایا۔
 باب مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالْإِنِّيَّةِ وَالْجُسْبَةِ وَبِكُلِّ امْرِئٍ مَا تَوَى فَدَخَلَ فِيهِ
 الْإِيمَانُ وَالْوُضُوءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلَى شَاكِلَتِهِ عَلَى رَيْبَتِهِمْ كَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةً وَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ جَهَادٌ وَنِيَّةٌ

ترجمہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ سلم فرمایا کہ اعمال کا اعتبار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت کا ثواب اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگا۔ اور جس کی نیت کسی دنیا کے حاصل کرنے کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کو بدلہ بھی اس ہجرت کا ملے گا جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح ادبیخ مدنی کتاب الایمان اب ختم ہو رہی ہے۔ کتاب الایمان میں مرحمہ پر رد کرنا تھا اگرچہ تبعاً خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا رد بھی ہو جاتا تھا۔ چونکہ مرحمہ نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا تھا اور اعمال کو ایمان میں کسی قسم کا دخل نہ مانا نہ نفع کے اعتبار سے اور نہ ضراعتبار سے حالانکہ شریعت کا مدار اعمال پر ہے اب آفریں فرماتے ہیں کہ اعمال میں نفس پرستی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی پر رد کرنا ہو تو اس میں بھی نفس پرستی کو دخل نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جس طرح میں اپنی زلت سے بچنا چاہتا ہوں اس طرح دوسرے کی زلت کا بھی لحاظ کرتا ہوں۔ بہر حال اعمال میں نیت اچھی ہونی چاہیے جس سے خلوص اور بہت نکلتی ہو۔ اِنَّكَ تُنْفِقُ نَفَقَةً اگرچہ نفقہ زوجہ ضروری ہے، زوجه قاضی کے ہاں دعویٰ دائر کر کے اپنا نفقہ وصول کر سکتی ہے مگر اس میں بھی احتساب ہونا چاہیے۔

از شیخ زکریا اس جگہ امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر ہر عمل میں نیت خالص ہے تو مقبول ہے، ورنہ مردود اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ کل یعمل علی شاکلتہ معنی جیسا کرنا دیا سمجھنا امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حُسنُہ لاکر بتلادیا کہ اس سے مجرد ارادہ مع الاخلاص مراد ہے۔ معنی اعمال صرف نیت اور حبست اور ثواب کی امید پر کئے جاتیں اور ثواب کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اعمال خالصتہً لوجہ اللہ ہوں اس باب میں جو حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی ہے اس پر ابتداً کتاب میں کلام ہو چکا ہے کہ احناف کے نزدیک ثواب الاعمال بالنیات اور شوافع کے نزدیک محض الاعمال بالنیات ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے اس ترجمہ کو دیکھ کر

میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ نیت کی تفسیر انہوں نے حبۃ سے کی ہے حبۃ اور احتساب کہتے ہیں ثواب طلب کرنے کو۔ تو معلوم ہوا امام بخاری کے نزدیک اتنا الاعمال بالتی کا مطلب ثواب الاعمال بالنیات ہے، فَدَخَلَ فِيهِ الْإِيمَانُ یہ اس ضابطہ اور کلیہ میں سب اعمال داخل ہیں۔ ایمان بھی اسی طرح ہے کہ اس میں اخلاص ملحوظ ہے کہ محض اللہ کے لئے ایمان لانے۔ کسی ڈر یا خوف سے ایمان نہ لانے۔

حدیث نمبر ۵۵ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مَنِائِلٍ الزَّعَفَرِيُّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُلْفِقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُ مَا فِيهَا صَدَقَةٌ۔

ترجمہ، حضرت ابو مسعود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھرانوں پر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچہ اس کا صدقہ ہوگا۔

تشریح اربیع ذکر کیا یہ روایت ترجمہ میں مختصر تھی، یہاں تفصیل کے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ دین کتنا آسان ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بیوی بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کتنی آسانی کر دی کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو کچھ کھلائے پلائے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے۔ مگر ان سب چیزوں میں اصل شرط اخلاص ہے۔ اللہ کے لئے ہو ورنہ اگر دنیا کے لئے ہوگا تو دبا ل بنے گا یہاں بیات بھی سن لو کہ حنفیہ کے نزدیک عدم نیت سے حکم تو ثابت ہو جائے گا۔ لیکن ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ لہذا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے نفقہ نہ لے بلکہ دیا یا خوف و ڈر کی وجہ سے لے تو نفقہ تو ادا ہو جائے گا۔ یعنی عدم نیت کی صورت میں حکم تو ثابت ہے۔ لیکن ثواب نہیں۔ کیونکہ اخلاف کے نزدیک مقاصد میں نیت شرط ہوتی ہے وسائل میں نیت شرط نہیں

حدیث نمبر ۵۶ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ الزَّعَفَرِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ تَنَفَّقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ لَا أُجْرًا عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِيْ فَوْرٍ مُّرَّةً تَدْفِقُ۔ الحديث

ترجمہ، حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے وہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تو جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو مگر تجھے اس پر ثواب دیا جائے گا۔ حتیٰ کہ جو چیز تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اس کا بھی تجھے ثواب ملے گا۔

باب قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّبُّ النَّصِيحَةُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا مَنَّةَ
الْمُسْلِمِينَ وَعَامَتُهُمْ وَقَوْلِهِمْ تَعَالَى إِذَا أَنْصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ .

حدیث نمبر ۵۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ جَبْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصِيحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ الْمَثَلِ
ترجمہ، حضرت جبر بن عبد اللہ بجلّیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز کو
پابندی سے قائم کرنے پر زکوٰۃ کو ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نصیحت کے معنی خلوص کے ہیں ۔ نامحوی خالص نصیحت کے اندر اخلاص
ہونا معتبر ہے ۔ اگر اخلاص نہ ہو حقیقتہً نصیحت نہیں ہے بلکہ دھوکہ بازی ہے جیسے شیطان نے کہا اِنِّیْ کُنَّمَا
وَمِنَ الْمُنَافِقِیْنَ تو اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو مرحۃ بدر کیا ہے ۔ یہ نصیحت اور
خیر خواہی کی بنا پر کیا ہے ۔ جو ہماری کتاب سے استدلال کرے اس کا مقصد بھی نصیحت ہونا چاہیئے نصیحت
الہی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے ۔

تشریح از شیخ زکریا متاخرین کی ایک جماعت جس میں امام نوویؒ شامل ہیں ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ
سوائے دین کا خلاصہ صرف یہ حدیث ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں ۔ اور یہی اخلاص تصوف کی
جان ہے ۔ کیونکہ تصوف کہتے ہیں نیت کے خالص ہونے کو پھر اخلاص اور نصیحت کی کئی صورتیں ہیں ۔
نصیحت اللہ تو یہ ہے کہ اللہ کے خالق ، مالک اور رب ہونے پر ایمان لانے اور اس کے احکام ماننے و عہدیت
کا اقرار اور اپنے کو غلام اور اس کو آقا سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور نصیحت الرسول یہ ہے کہ اعمال اور اس کے
خصائل اور اس کے اسوہ پر عمل کرے ۔ اور اس کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جن اعمال کا
متحمل نہ ہو ۔ جیسے جو کی روٹی کھانا وغیرہ ان کو دل سے پسند کرے اور ان پر عمل کی خواہش رکھے اور درود
شریف کا اہتمام رکھے نصیحت لائمتہ المسلمین یہ ہے کہ ان کے جو احکام شریعت کے موافق ہوں ۔ ان کی پابندی
کرے ۔ ان کی ممانعت نہ کرے ۔ اگر وہ خلاف شرع کام کرنے لگیں ۔ تو ان کو حسن تدبیر اور خوش اسلوبی سے
بجھانے کی کوشش کرے اور نصیحت لائمتہ المسلمین یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ پسند کرے جس کو اپنے لئے
پسند کرتا ہے ۔ یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے ۔ اس دھج سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص میں تمام عبادات
آگئیں ۔ اور رسول کے ساتھ اخلاص میں محبت رسول آگئی ۔ ائمہ المسلمین اور عام لوگوں کے ساتھ اخلاص ۵

تمام معاشرت آگئی۔

بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بیعت اسلام - بیعت جہاد اور بیعت احسان تینوں کے متعلق حدیث عبادہ بن صامیہؓ میں بتلایا جا چکا ہے۔ بیعت کے الفاظ مشائخ کے یہاں حسب موقعہ اور حسب مکان ہوتے ہیں۔ صوفیا کرام بیعت لیتے وقت عہد لیتے ہیں کہ چوری زنا ڈاکہ اور تعز یہ نہیں نکالے گا۔ صحابہ سے بھی ان کے احوال کے مطابق بیعت لی گئی۔ تو جس طرح نفس بیعت مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح یہ طریقہ بھی حضرت رسالت ہناہ صلعم سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت میں الفاظ عامہ کے ساتھ ساتھ الفاظ خاصہ سے بھی بیعت لی ہے۔ بعض عورتوں سے بیعت لی کہ وہ فحش نہیں کریں گی۔ اسی طرح یہاں حضرت جریرؓ سے ضمیمۃ المسلمین کے تے بیعت لی۔ کیونکہ آپ نے ان کے اندر اس کی قوت دیکھی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک خادم کو عمدہ گھوڑا خرید کرنے کے لئے بھیجا وہ تین سو میں عمدہ گھوڑا لایا۔ جس کو انہوں نے کم قیمت پر سمجھا خود مالک کے پاس گئے بڑی رد و کد کے بعد آٹھ سو پران کو راضی کیا۔ یہ خیر خواہی تھی کہ ان کو اپنے عمدہ گھوڑے کی پوری قیمت ملنی چاہیے۔ آج کا ایک دکاندار کو لٹنے کی فکر میں ہے اور دکاندار گاؤں کی جیب کاٹنا چاہتا ہے۔ از مرتب

حدیث نمبر ۵۸۵ كَذَبْنَا أَبَوَاتِنَا بِإِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَوْمَ مَاتَ الْمُعِيرَةُ

بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمَدَ اللَّهُ وَأَشْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْهِ بِلِقَاءِ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَالْوَقَارُ وَالسَّكِينَةُ كُنْتُ يَا نَبِيَّكُمْ أَمِيرٌ فَأَمَّا يَا نَبِيَّكُمْ أَلَا نَقُولُ قَالَ اسْتَغْفِرُوا لِمَ كُنْتُمْ
فَرَانَهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَمُو شَقُ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَإِنِّي أَتَيْتُ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ
أَبَا بَعْلَكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَنَفَسَ طَعْنًا وَالنَّصِيحَةَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَأَبَيْتُهُ عَلَى هَذَا وَدَبَّ هَذِهِ
الْمُسْجِدَ إِنِّي لَمَأْصُومٌ كُنْتُ تَعَوَّ اسْتَغْفِرُ وَنَزَلَ - (الحديث)

ترجمہ، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ سے اس دن یہ بات سنی جس دن حضرت
منیرہ بن شمعہ کی وفات ہوئی۔ تو یہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی فرمایا کہ لوگو
تم خوف خدا کو لازم پکڑو جو وعدہ لا شریک ہے۔ عزت اور سکون و اطمینان اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تمہارے
پاس امیر آجائے پس وہ ابھی آہی جا میں گے۔ پھر فرمایا کہ اپنے امیر کے لئے معافی مانگو کیونکہ وہ معافی کو
پسند کرتا تھا۔ پھر فرمایا کہ ابابعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پذیر ہوا کہ

حضرت میں اسلام پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ پر یہ شرط بھی لگائی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنی ہے تو میں نے اس پر بھی آپ سے بیعت کی۔ اس مسجد کے رب کی قسم بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر شیش طلب کی اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح از شیخ مدنی: یوم مات مغیرہ بن شعبہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے مرض طاعون میں مبتلا ہو کر شہر میں کوفہ کے اندران کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ کا وائی بنایا تھا۔ بہر حال حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنا قائم مقام حضرت جریر بن عبد اللہؓ کو نامزد فرمایا جنہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ کوئی شور و شغب نہ ہو۔ امام بخاری خطبہ حضرت جریرؓ کو آخر میں اس لئے لائے ہیں تاکہ نصیحت للمسلمین ثابت ہو۔

از شیخ ذکر کیا حضرت مغیرہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت جریر بن عبد اللہؓ الجلی کو اپنا قائم مقام بنادیا اور یہ فرمایا کہ جب تک دوسرا امیر حضرت معاویہؓ کی طرف سے نہ آجائے تم امامت کے فرائض انجام دیتے رہنا اس لئے کہ امارت کا مسئلہ ہر شے سے مقدم ہوتا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے پہلے ہی امارت کا معاملہ طے کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات پر حضرت جریرؓ نے تعزیت کے لئے جلسہ کیا اور اس میں تقریر فرمائی اور ان کو وقار سکینہ کی تعلیم دی کہ پیار و تہنیت تو نہایت وقار سے رہنا چاہیے تھا۔ تم ہو کہ شور و شغب کر رہے ہو۔

حتیٰ یا تبتکھامیو یعنی دار الخلافہ سے کوئی امیر متعین ہو کر آجائے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امیر سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح تو ہے لیکن بعید ہے۔ استغفروا لا میوکھ یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے لئے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ استغفروا و نزل یہاں میرا اور حافظ کا معرکہ ہے۔ حافظ کے نزدیک امام بخاریؒ کتاب کے آخر میں کتاب ختم کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ استغفر سے براۃ اختتام کے طور پر کتاب کے ختم کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب منبر سے اتر آئے تو جو کچھ کہہ رہے تھے وہ ختم ہوا۔ میرے نزدیک کتاب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ نہیں بلکہ تیرے اختتام اور موت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے غلذتک آخر شان ہر قل کے تحت اس کو بیان کر آیا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتابُ علم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

باب فَضْلِ الْعِلْمِ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أَوْثَقُوا الْعِلْمَ وَرَجَلٌ ۖ وَلِلَّهِ مَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ وَقَوْلِهِ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

باب مَنْ سَأَلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِمْ فَأَتَتْهُ الْحَدِيثُ ثَوْرًا جَابَ السَّائِلُ -

حدیث نمبر ۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ الْمَرْعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا السَّيِّحُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ بَجَاوِءَ أَهْرَابِي فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَبَّرَهُ مَا قَالَ وَقَالَ لَبَّكُمُ
لَوْ كَسِمْتُ حَتَّى إِذَا قَفَضَى حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ أَرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَأَنْتَظِرُ السَّاعَةَ فَقَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وَبَّسَدَ
الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهَا فَأَنْتَظِرُ السَّاعَةَ - (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے قوم سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آگیا جس نے اتنے ہی سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات بیان کرتے رہے جس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس کی بات سن لی مگر اسے ناپسند فرمایا۔ اور بعض نے کہا کہ آپ نے سنا ہی نہیں یہاں تک کہ جب آپ اپنی بات پوری کر چکے۔ تو فرمایا کہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میں یہ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا جب امانت کو ضائع کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو اس نے کہا امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوگا۔ فرمایا جب معاملات نا اہلوں کے سپرد کر دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

تشریح از شیخ مدنی، ”علم کو ایمان کے بعد لانا اس بنا پر ہے کہ جو احکام بعد میں ذکر کئے جائیں گے اگر ان کا سیکھنا سکھانا نہ ہوا تو پھر وہ کیسے نافذ ہوں گے۔ اس لئے علم کی ضرورت ہے۔ علم کو بعض نے بدیہات سے کہا اور بعض نے علم کی تقسیم کر کے ضروری اور حصولی کی بحث کی۔ ۱۔ المصوۃ الحاصلة من الشیئ یا حصول المصوۃ کو علم کی تعریف قرار دیا۔ مآثر یہ فرماتے ہیں کہ العلوم صفة مودعة فی القلب کالقوة الباصرة فی العین حالانکہ ان میں سے کوئی یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ شک میں علم کی یہ تعریف کئے

ہیں۔ صفتہ توجب تمیّز فی محلہا لا یبقی منها احتمال النقیض کحالاً ولا مآلاً فی الامور المعنویۃ احتمال فقیض ظن اور شک میں پایا جاتا ہے مگر علم میں احتمال نقیض نہیں ہوتا۔ بلکہ علم کے معنی تصدیق کے ہیں۔ اگر بالفعل احتمال نقیض نہیں تو تصدیق اور یقین ہے اگر مآلاً احتمال نقیض نہ ہو۔ بلکہ تشکیک خشک سے زائل ہو جائے تو یہ علم تعلیدی ہے۔ فی الامور المعنویۃ کی قید سے حیات خارج ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ ان کا ادراک حواس سے ہوتا ہے اور جنس نے نور تجلی بہ الذکور و نطفہ قاهر بہ۔ بہر حال اس صفت کا نام علم ہے جس میں یہ صفت پائی گئی۔ وہ عالم ہوگا۔ اگرچہ اس کے ساتھ مدرکات نہ ہوں۔ اگر کسی کے پاس مدرکات ہوں مگر صفت علم نہ ہو۔ تو وہ عالم نہیں ہوگا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اگرچہ مدرکات نہیں تھے جیسا کہ امام بخاریؒ کے پاس مدرکات ہیں مگر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس صفت علم عقی اس لئے ان کو فضیلت ہوگی۔ کیونکہ معلوم کی وجہ سے فضیلت نہیں ہوتی بلکہ صفت علم سے ہوتی ہے۔ اب اس کے حصول کے دو ذریعہ ہیں۔ ایک تو تخلیق اس سے جاری بحث نہیں اور دوسری الکتابی ہے، جاری بحث اسی سے ہے۔ صفتہ علم خلقی تو خدا کی دین ہے۔ اور فضیلت میں دو نو برابر ہیں۔ مگر وہ ہلکے اختیار کی نہیں۔ یوقع اللہ الخ پھر مت تبعیض کے لئے نہیں بلکہ تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ یا ایہا الذین آمنوا میں مخاطب سب مومنین ہیں۔ اور اہل علم کا عطف مومنین پر عطف الخاص علی العام ہے جس سے تمیز اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی۔ حضرت عمرؓ کو والی مکر راستے میں آکر ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ان سے پوچھتے ہیں کہ کہہ عطفہ پر کس کو والی مقرر کر کے کہتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ کہ ایک غلام کے حوالہ کر آیا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ عالم قرآن ہے۔ کہ بھر میں اس کے برابر کوئی عالم نہیں تو حضرت عمرؓ کا تعجب زائل ہوا۔ سر جھکا کر یہ آیت پڑھی یوقع اللہ الذین آمنوا الخ عبد الملک بن مروان نے پوچھا من افقہ مدینہ قال موٹی ام عربی قال مولی عطّان رباح ایسے کہ۔ بین اور شام کے مستقل پوچھا تو سب موالی کا نام ذکر کیا۔ تو اس نے کہا کہ قریب تھا کہ میرا دل بچٹ جلتے کہ علم اور تفقہ کو موالی نے لیا عطّان بن رباح کے ہائے میں حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ما رأیت افضل من عطّان بن رباح حالانکہ وہ سر سے گنچے۔ رنگ کے کالے اور مہی جسمانی امراض ان میں تھے۔ خلاصہ یہ کہ یہی اللہ کی دین ہے۔ جس سے دین اور دنیا کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بہت ہے۔ مگر پھر بھی اس کی مرض اور قناعت نہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمایا گیا اطلبوا العلم من المهد الى الحداد و فرمایا گیا مخومات

لا يشبعان منهم العلم ومعلوم الدنيا - قل رب زدني علماً اس ذات کو فرمایا گیا جن کا ارشاد ہے - اعطيت علماً لاولين والاخرين -

تشریح از شیخ زکریا ایمان کے بغیر کسی چیز کا اعتبار نہیں کیونکہ ایمان ہی اصل بنیادی شے ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو ذکر فرمایا۔ ایمان کا مہدو وحی ہے اس لئے بالکل شروع میں اس کا باب منعقد فرمایا تھا ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ صلوٰۃ ہے لہذا اسی کو ذکر کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ان تمام کا محتاج الہیہ علم ہے اس لئے اب اس علم کو بیان فرماتے ہیں۔

فضل العلوم حضرت امام بخاریؒ تراجم میں اللہ تعالیٰ کے اقوال کو بطور تبرک استشاد کے پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس باب کے اندر بھی دو آیات ذکر فرمائی ہیں پہلی آیت ہے والذین اوتوا العلم مدحاً اس سے واضح طور پر اہل علم کا درجہ اور ان کی فضیلت معلوم ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ اہل علم کے درجات بلند فرمائیں گے۔ دوسری آیت ہے رب زدنی علماً اس سے بھی علم کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ معلوم ہوا وجود سبب البشر افضل البشر لان نبياً فخر دو عالم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصہ ہونے کے زیادہ علم کے سوال کا امر فرمایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ علم بہت ہی مہتمم بالشان اور ذی فضل شئی ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے باب تو باندھا ہے مگر کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ بس صرف دو آیات ذکر فرما کر باب کو ختم کر دیا۔ تشریح حضرت ہر ایسے موقع پر جہاں بخاری شریف میں ترجمہ تو ہو مگر روایت نہ ہو چند توجیہات فرمایا کرتے ہیں اول یہ ہے کہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر کوئی روایت شرط کے مطابق نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ یہاں بیاض چھوڑ دی گئی تھی، تاکہ جب کوئی روایت شرط کے مطابق مل جائے تو لکھ دیں۔ لیکن جب امام بخاریؒ کا انتقال ہو گیا۔ نو شاگردوں نے وہ بیاض یہ سوچ کر ختم کر دی کہ اب تو امام بخاریؒ رہے نہیں اب کون لکھے گا۔ تیسرے یہ کہ یہ کاتب کی گڑبڑی ہے کہیں کی روایت کہیں اور کہیں کا ترجمہ کہیں لکھ دیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا لکھنے کا ارادہ تھا لیکن انجمن المتینۃ نظر ثانی کی نوبت ہی نہ آئی۔ باوجودیکہ امام بخاریؒ کا انتقال ۲۵۷ھ میں ہوا۔ اور میری تحقیق کے مطابق ۳۲۷ھ میں حضرت امام بخاریؒ اپنی تصنیف سے فارغ ہو گئے تھے۔ تشریح یہ تین چار جواب تو مستقل ذکر کرتے ہیں لیکن یہ سب دل بہلا دے کی باتیں ہیں بلکہ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تشیخہ اذعان کے لئے ایسا جان بوجھ کر فرماتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد ہے کہ امام بخاریؒ باب باندھ کر ترجمہ ذکر نہیں فرماتے۔ گاہے گاہے ایسا بھی کرتے ہیں کہ ترجمہ تو باندھ لیتے ہیں لیکن روایت نہیں ذکر کرتے۔ کیونکہ روایت یا تو ابھی

ابھی گزری ہوئی ہے۔ یا عنقریب آنے والی ہوئی ہے چنانچہ یہ سب باب دوبارہ دہرا پر آ رہا ہے یہاں پر دو آیتوں پر اکتفا فرمایا تاکہ فضیلت علم کا دائرہ تنگ نہ ہو جائے۔ بس لئے کہ اگر مطلق رکھا جائے گا تو جتنی روایات اس موضوع کی ہوں گی۔ سب اس کے اندر داخل ہو جائیں گی۔ کیونکہ علم کی فضیلت انہی کثیر نوع سے ہے کہ اس کے لئے ایک دو حدیثوں کا ذکر کر دینا اس کی فضیلت کو منحصر کر دینا ہے۔ اور اس کے عموم کو محدود بنا دینا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کاتب کی غلطی سے یہاں لکھ گیا۔ ورنہ دراصل یہ باب یہاں کا ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مقام آگے ہے جہاں امام بخاریؒ نے فضل العلم منعقد فرما کر روایت ذکر فرمائی ہے۔ اور وہ گنتیں یہ دو آیتیں تو یہ کتاب کے بعد کی ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ وہ کتاب کے بعد آیات ذکر فرماتے ہیں۔ مگر میری یہ رائے نہیں کیونکہ فضیلت تو ابتداء میں بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر ترجمہ کے الفاظ بدل جائیں اور مقصود ایک ہی ہو۔ تو وہ ترجمہ مکرر کہلاتے گا۔ جیسا کہ کتاب الایمان میں ایک جگہ بڑید و نقص فرمایا اور دوسری جگہ زیادة الایمان و نقصانہ فرمایا حالانکہ مقصود دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ اسی لئے توجہ کی ضرورت پیش آتی۔ اور اسی کے بالمقابل اگر ترجمہ کے الفاظ ایک ہوں لیکن غرض جدا جدا ہو جائے تو وہ تکرار نہیں کہلاتا اسی قاعدہ کے مطابق مجھے یہ کہنا ہے کہ اس ترجمہ سے تو علم کی فضیلت کو بیان کرنا ہے اور اس پر جو فضل آ رہا ہے اس سے فضل بمعنی فضیلت مراد نہیں بلکہ فضل بمعنی باقی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اس توجہ کی بنا پر دونوں ابواب کی غرض الگ الگ ہو گئی۔ لہذا تکرار نہیں رہا۔ بعض شراح اس مقام پر ایک خاص جواب اور بھی دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہاں صرف استدلال مقصود ہے۔ اور استدلال بالقرآن سے بڑی چیز کون سی ہے۔ بس لئے قرآن سے استدلال کرنے پر قناعت کر لی

باب من سئل علماً الخ از شیخ مدنیؒ فرمایا گیا کہ من سئل حکم علماً الجہد بلجام النار یوم القیامہ الذین یکتمون الایہ اولئک یکفھو اللہ و یلعنھم الا عنون معلوم ہوا کہ کتمان علم ناجائز ہے جس وقت سوال کیا جائے اسی وقت جواب دینا چاہیے۔ تاخیر بالکل نہ کرنی چاہیے تاکہ کتمان علم میں داخل نہ ہو۔ امام بخاریؒ یہ روایت لا کر تاخیر کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اذا ضیعت الامانة امانت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو بغیر تملیک کے دی جائے۔ اضاعة امانت کا مشہور معنی یہ ہے کہ جب عہدہ دار عوامل ایسے مقرر کئے جائیں جو اہل نہ ہوں۔ اور دوسرے امانت کے معنی وہ ہیں جو قرآن مجید میں ہے انا عرضنا الامانة الایہ اور آنحضرت صلیم فرماتے ہیں ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال اس سے معلوم ہوا کہ امانت کوئی مادہ معنوی ہے

جس سے ایمان کا تحقق ہوتا ہے جس سے انسان مکلف بنتا ہے۔ تو صرفیاء فرماتے ہیں کہ جب کوئی پیغمبر بھیجا جاتا ہے تو اس سے قبل ایک نور قلوب کے اندر پیدا کیا جاتا ہے۔ جو علی حسب الاستطاعة تعلیم نبوی کو قبول کرتا ہے۔ قابلیت فاعل اور منفعل دونوں شرط ہیں۔ تو یہ امانت ایک نور ہوا جس کو انا عرضنا الامانة سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس امانت کے بعد فرائض زیادہ عائد ہوتے ہیں۔ لیکن حملہا الانسان اناہ کام ظلوماً جہولاً کا مصداق بن گئے۔ حضرت محمد الف ثانیؑ فرماتے ہیں کہ یہ صفت مہم ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز امانت اس کو دی گئی۔ کیونکہ اس میں عہدیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ معرفت باری ہر آنکس حرام است؛ ہر کہ خود را از کافہ فرنگی بہتر داند کیفہ کا برون کیف اضاعتھا ای کیف اعلو انھا ضاعت۔

از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص بات میں مشغول ہے۔ اور اس سے کوئی سوال کر لیا جائے۔ اور وہ مشغول آدمی اپنی بات پوری کر کے جواب دے تو یہ جائز ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور بعض حضرات ترجمۃ الباب کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم کا ادب بتلا ہے کہ اس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس سے سوال کرے تو وہ اپنی بات پوری کر کے پھر جواب دے اور بعض کی رائے ہے کہ متعلم کا ادب بتلا ہے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص بات کر رہا ہو۔ تو اس وقت تک اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو جائے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ سائل کو جواب دینے میں اتنی تاخیر کرنا کہ پہلے اپنی بات پوری کرے کتمان علم میں داخل نہیں ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسئلہ کا جواب فوری دینا ضروری نہیں۔

جاء اعرابی ایک اعرابی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی سوال کر دیا کہ قیامت کب آئے گی یہ نہیں دیکھا کہ پہلے سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بات فرما رہے ہیں۔ اس کو ختم ہونے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے اس نے اپنے سید سے پوچھا کہ اگر سوالات کے لئے شروع کر دیتے۔ فقال بعض القوم چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے بلکہ اسی طرح اپنے کلام مبارک میں مصروف رہے۔ تو صحابہ کرام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن تو لیا ہے۔ مگر ناگواری کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا

ہی نہیں کیونکہ حضور مسلم تو ایسے لوگوں کو جلدی جواب دیا کرتے ہیں۔ اگر سن لیا ہوتا تو کم از کم یہ ضرور فرماتے کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ قال ابن ابراہ السائل یہ لفظ اولہ راوی نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے استاد کے الفاظ یاد نہیں تھے یہ تو متیقن تھا کہ استاد نے "این" فرمایا ہے لیکن اس کے بعد کیا فرمایا این الذی بسائل عن الساعة فرمایا یا کچھ اور کہا تھا اسی شک کی بنا پر ارادہ بڑھا دیا۔ یہ ان حضرات محدثین کی کمال احتیاط ہے۔ کہ اگر استاد کے الفاظ میں شک ہو گیا تو اس کو شک کے ساتھ بیان فرما دیا۔ اسی طرح اگر استاد نے صرف راوی کا نام لیا اور اس کا نسب ذکر نہیں کیا تو یہ حضرات یعنی ابن فلان کے ساتھ اس کو ذکر کرتے ہیں تاکہ استاذ اور شاگرد کا کلام تمیز ہو جائے

قال کیف اضا عنہما لما کہ جب امارت نااہل کے ہاتھوں آجالتے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور اسی کے افراد میں سے یہ بھی ہے۔ کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا زمین پر باقی نہ ہے۔ اور ہے بھی یہی بات کہ جب نااہل کے ذمہ گھر آتا ہے تو وہ برباد ہو جاتا ہے۔ دکان برباد۔ مدرسہ برباد غرضیکہ ہر چیز برباد ہو جاتی ہے تو اس حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نااہلیت لاعلمی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کا نظام علم پر موقوف ہے۔ اگر نااہلوں کے پاس نظام چلا گیا تو سب نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس سے علم کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی۔

باب مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْوِ

حدیث نمبر ۶۰ حَدَّثَنَا أَبُو الشَّعْمَانِ الْإِمَامُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَأَلْنَا هَا هَا دُرُكْنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ وَكُنْزُ نَسْوَحَاءُ فَجَعَلْنَا نَسْمُو عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لَنَا عَقَابٍ مِنَ النَّارِ مَذْنَبَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا (الحديث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پس آپ نے ہم کو ایسے حال میں آکر پالیا کہ ہمیں نماز میں تاخیر ہو رہی تھی اور ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے گویا کہ ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ اڑیوں کے لئے ہلاکت ہے جہنم سے درمترتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

تشریح از شیخ منی "قرآن مجید میں ہے لَا تَرْفَعُوا صَوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ" کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم میں رفع صوت نہ ہو۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں

کہ رفع صوت بالعلم جائز ہے مگر اپنے اپنے موقع پر جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا پڑھانا اور بلند آواز سے جواب دینا جائز ہے جبکہ ضرورت متقاضی ہو۔

از شیخ زکریا بعض حضرات فرماتے ہیں چونکہ قرآن پاک میں آتھ ہے واغضض من صوتك اذ انكرا لصوت الحمی یہاں پر حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو آہستہ بولنے کی نصیحت کی اور چیخ کر بولنے کو حمار کا خاصہ بتلایا تو اس سے ایہام ہوتا تھا کہ کہیں رفع الصوت بالعلم بھی اس میں داخل نہ ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ علم اس سے مستثنیٰ ہے اس کے اندر آواز کو بلند کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں آتا ہے لبس بضمنا بالاسواق یعنی آپ چیخ کر نہیں بولتے تھے۔ اور یہاں حدیث میں ہے فنادی باعلیٰ صوبۃ جو عادت مبارکہ کے خلاف ہوا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ رفع الصوت بالعلم تھا جو اس میں داخل نہیں۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ چیخ کر نہیں بولتے تھے مگر تعلیم کے وقت زور سے ارشاد فرماتے تاکہ سب لوگوں تک آواز پہنچ جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اسانذہ کو ادب سکھلا رہے ہیں کہ معلم کو چاہیے کہ علمی بات کو نہایت ڈٹ کر اور زور شور سے کہے۔

تخلّف عنا النبی صلعم اس حدیث میں جو قصہ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ نماز کو دیر ہو رہی تھی صحابہ جلدی جلدی آگے بڑھے اور وضو کرنے لگے عام طور سے جلدی کرنے میں ایسا ہوتا ہے کہ پاؤں وغیرہ خشک رہ جاتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی اڑیاں خشک رہ گئیں اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے پکار کر فرمادیا ویل للاعقاب الخ انتقاب سے صاحب اعقاب مراد ہیں یعنی ان اڑیوں والوں کو جنم میں ڈالاجائے گا۔ منہ علی ارجلنا یہاں حقیقی مسح مراد نہیں ہے۔ بلکہ غسل ہی مراد ہے قلت ماء اور جمیل کی وجہ سے اس کو مسح سے تعبیر کر دیا۔

باب قول المحدث حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأُنْبَأَنَا وَقَالَ الْمُحْمَدِيُّ كَانَ عِنْدَ بَنِي عُمَيْيَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأُنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا وَقَالَ بَنُ سَعْدٍ وَحَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّاقُ الْمُصَدُّوْقُ وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا وَقَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا

يَزِيدُ مِنْ رَبِّهِمْ وَقَالَ أَلَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَيُوعِ عَنْ رَبِّهِمْ وَقَالَ
أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَيُوعِ عَنْ رَبِّكَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى -

حدیث نمبر ۶۱۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ حُجْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَنْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّمَا مِثْلُ السُّلَيْمِ تَحْتَهُ تَوَفَّى
مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَدَقَعَ فِي نَفْسِي أَكْوَابُ النَّاسِ فَاسْتَكْبَيْتُ
ثُمَّ قَالُوا أَحَدُنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ الشَّحْلَةُ - (الحدیث)

ترجمہ: باب محدث کا حدثنا۔ اخبرنا وانا بنا کہنا تو میدی فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ابن عیینہ
محدث کے نزدیک حدثنا اخبرنا وانا بنا اور سمعت سب ایک ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں
کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جو سچے ہیں اور سچ کہے گئے ہیں۔ اور حضرت الشیخ ناہی حضرت علیہ السلام
بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلمہ سنا۔ اور حضرت مذہبہ فرماتے ہیں
ان روایات میں جو آپ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں۔ اور حضرت انس بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے وہ بات نقل کرتے ہیں جو آپ اپنے رب کی طرف سے روایت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات روایت کرتے ہیں جو آپ نے تمہارے رب برکت والے اور بلندی والے سے روایت کرتے ہیں۔
ترجمہ حدیث: اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں سے
ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے۔ اور بے شک اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے مجھے بتاؤ کہ وہ کون
سا درخت ہے۔ لوگوں کا خیال جھگل کے درختوں کی طرف گیا اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر
مجھے حیا آگئی تو سب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ
کھجور کا درخت ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: ام بخاری اس جگہ ان الفاظ کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں جن کو محدثین استعمال
کرتے ہیں حدثنا۔ اخبرنا وانا بنا۔ قال یروی۔ سمعت وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے اعتراض
کیا کہ یہ بدعت ہے زمانہ ساری میں یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے تھے۔ ام بخاری اباب منعقد کر کے بتلانا
چاہتے ہیں کہ یہ اطلاقات بدعت نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہیں اس جگہ آپ بحث
اور ہے کہ حدثنا۔ اخبرنا۔ انا بنا وغیرہا کے معانی اور درجات ایک ہیں یا مختلف ہیں۔ متاخرین کی

اصطلاح تو امام بخاریؒ گئے بیان کرے گا کہ ان میں تیز ہے۔ لیکن متقدمین کے نزدیک ان سب کے معانی واحد ہیں دوسری چیز یہ ہے کہ ان الفاظ میں کوئی درجات ہیں یا نہیں اس دوسرے مسئلہ کو امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لا خرق بینہا اگر معانی واحد ہوں تو باب سے مناسبت نہ ہوگی کیونکہ باب تو جواز استعمال کے لئے ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ تیز کے لئے تو امام بخاریؒ مستقل باب لانے والا ہے۔ پھر یہاں کیوں ذکر کیا تو جو اب یہ ہے کہ کان واحداً ای فی جواز الاستعمال اور دوسری تو جیسے یہ ہے کہ اگرچہ مقصود یہ نہیں تھا۔ مگر ابن عیینہ کے کلام کو تبعاً واستطرداً ذکر کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال زمانہ سعادت یعنی عہد نبوی عہد صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین میں بلا تکرار ثابت ہے تو بدعت نہ ہوئی لا ینقطع ودھما الخ اس لئے کہ مسلمان کا عمل کسی وقت ساقط نہیں ہوتا۔ سوتا اس لئے ہے کہ تہجد کے لئے اٹھے گا۔ تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ آپ کے پاس جُہار (مفسر کجور) لایا گیا تھا آپ نے اس وقت یہ سوال فرمایا لوگ سوچ میں پڑ گئے حالانکہ قرینہ موجود تھا جس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہ سمجھ گئے لیکن بیان نہ کر سکے۔

قول المحدث حدثنا از شیخ زکریا قدما کی لئے یہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں حدثنا کی جگہ اخبارنا اور اخبارنا کی جگہ حدثنا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہی لئے آئمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کہ ہے حضرت امام بخاریؒ کی انہیں کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس باب سے اسی چیز کو ثابت فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی جگہ حد ثونی کسی جگہ خبر دینی ایسی ہی حدثنا، اخبارنا کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ ملأ متاخرین جن میں مشرق اور امام شافعیؒ اور امام نسائیؒ خاص طور سے داخل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ حدثنا اس وقت کہیں گے جب استاد پڑھے اور شاگرد سنے اور اخبارنا شاگرد پڑھے اور استاد سنے اور بانا جہاں استاد ادا کل وغیرہ رسن کر اجازت دیتے۔ یہ اختلاف سب پہلے امام نسائیؒ نے پیدا فرمایا تھا۔ مشارق نے ان کی تائید کی۔ وقال الحمیدی حضرت امام بخاریؒ اپنے استاد الحجدی سے اپنے استاد الاستاذ سفیان بن عیینہؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک سارے الفاظ برابر تھے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں چند مختصر احادیث بیان فرمائی ہیں جو مفصلاً اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ ان میں کہیں حدثنا ہے۔ اور کہیں عن ہے اور جہاں حضورؐ اپنے رب ذوالعلیٰ سے نقل فرماتے ہیں وہاں یہی عن ربہ کہا ہے جس کو حدیث قدسی کہتے ہیں کوئی فرق نہیں کیا۔

ان من الشجر شجرة یہ روایت بخاری شریف میں دسویں جگہ آئے گی۔ امام بخاریؒ اس سے میوے

مسائل ثابت کریں گے۔ حضور اقدس صلیم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے بطور ہیبت یا پہیلی کے فرمایا ان من الشجر نبتة الخ یعنی بتلا وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے موسم خزاں میں نہیں گرتے۔ لوگ یہ سن کر جنگلوں میں پڑ گئے کوئی کہنا کہ فلاں درخت ہے کوئی کہنا کہ فلاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آئی کہ نخلہ ہے مگر مجھے شرم آئی کہ اتنے بڑے لوگ تو خاموش ہیں۔ میں کیا مانگ اڑاؤں اس کے بعد جب صحابہ کی سمجھ میں اس کا جواب نہ آیا۔ تو کہنے لگے۔ حد ثنا ما ہی یا رسول اللہ صلیم آپ ہی بتلا میں کہ وہ کون سا درخت ہے۔ حضور اکرم صلیم نے ارشاد فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جب گھر آیا تو میں نے اپنے باپ حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے جی میں تو آیا تھا کہ وہ نخلہ ہے مگر مجھ کو کہتے ہوئے شرم آئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اس وقت کہہ دیتا تو میرے لئے یہ افضل ہوتا۔ اور ہے بھی یہی بات کہ اگر چھوٹوں سے کوئی اچھی بات صادر ہوتی ہے۔ تو ان کے بڑوں کو خوشی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں خود ان بڑوں کا اعزاز ہے کہ میرے بیٹے نے کہا اور میرے بیٹے یہ کہا۔ امام بخاریؒ کا استدلال اس روایت سے بہت ہی دقیق ہے وہ یہاں پر دو لفظوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو یہ یہاں حضور اقدس صلیم نے فرمایا نجد ثوفی ماہی اور صحابہ کی سمجھ میں جب نہ آیا تو انہوں نے عرض کیا حد ثنا اور یہی روایت امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں ص ۶۸۱ پر ذکر فرمائی گئی۔ وہاں حد ثونی کے بھلنے خبرونی وارد ہوا ہے اور بعض روایات میں انبٹونی وارد ہے تو دیکھو ایک ہی حدیث میں کہیں خبرونی ہے کہیں حد ثونی ہے لکھ لکھیں انبٹونی ہے۔ معلوم ہوا کہ ان سب میں معانی کے اعتبار سے اتحاد ہے کوئی فرق نہیں۔ اب ایک اور بات اس حدیث میں قابل غور ہے کہ یہاں حضور انور صلیم نے جو کہانی بوجھی ہے۔ کہ ایسا درخت بتلا وہ جو مثل المسلم ہو۔ تو یہ تشبیہ اس چیز میں ہے کہ جس طرح مسلمان اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ نافع ہے حق النساء اسی طرح کھجور کا درخت۔ جمیع اجزاء نافع اور کارآمد ہے۔ اور بعض لوگوں کی راتے یہ ہے کہ تشبیہ اس لئے ہے کہ نخلہ بقیہ طینہ آدم سے پیدا ہوا ہے اس واسطے اہل اس کو مفید بتلاتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر انسان کے کسی عضو کو کاٹ دیا جائے۔ تو اس کا بقاء ہو سکتا ہے۔ اور وہ کارآمد ہے لیکن اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ بس یہی حال اس درخت کا بھی ہے۔ کہ اگر اس کی کئی ٹہنی کاٹ دی جائے۔ اس کے باوجود وہ بھل لائے گا۔ لیکن اس درخت کے اوپر کا حصہ کاٹ دیا جائے جس کو سر کہتے ہیں تو وہ بار آور نہیں ہوگا۔ اور بعض شراح یہ فرماتے ہیں کہ جیسے آدمی تمام پانی میں نہ ڈوبے بلکہ اس کا سر اور کوئی عضو پانی سے کھلا رہے۔ تو وہ اس پانی میں زندہ رہ سکتا ہے لیکن

اگر سر بھی ڈوب جائے۔ تو آدمی مرجائے گا۔ ایسے ہی اس کھجور کے درخت کا حال ہے۔ اگر اس کے اوپر کے حصے تک پانی نہ پہنچے تو اس کی حیات باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر سراسر بھی ڈوب جائے تو پھر یہ درخت ختم ہو جائے گا اور جس حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپؐ نے یہاں پر درخت کو جو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اس درجہ سے ہے کہ بقائے نوع انسانی کے لئے جو طریقہ آدمی اختیار کرتے ہیں۔ یہ درخت بھی دسی طریقہ اپناتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کھجور کے زرمادہ میں جفتی نہ ہو تو پھل اچھا پیدا نہیں ہوتا۔

باب طَرَحِ الْأَمَامِ الْمُسْتَلَمَةِ عَلَى أَصْحَابِهِمَ لِيُحْتَجِبَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔
حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَنْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدَّثْتُ نَوَافِي مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا أَلْتَحَلَّتْ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدَّثَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هِيَ قَالَ هِيَ التَّحَلُّتُ۔ (الحديث)

ترجمہ باب ۱۱۱ اگر ایک مسلمہ اصحاب کے سامنے امتحان کے لئے پیش کرے تو بھی علم میں سے ہے ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ صلعم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جنگلوں کے درختوں میں پڑ گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے۔ مگر مجھے شرم آگئی پھر صحابہ کرامؓ نے آنحضرتؐ صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ صلعم آپ ہی بتلائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

تشریح۔ از شیخ مدنی بعض روایات میں ہے کہ لوگوں کو اشتباہ اور اغلوطات میں مت ڈالو اس بناء پر اختیار ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ تو اس پر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مسائل میں اختیار کرنا یہ اغلوطات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ سوالات کی بناء پر اسے تشبیہ ہو جائے اور تنبیہ کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے۔ وہ اوقع فی النفس ہوتی ہے۔

از شیخ زکریا طرَحِ الْأَمَامِ الْمُسْتَلَمَةِ الْإِسْلَامِ باب کی غرض میں علما کے چند اقوال ہیں۔ ایک یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ شاگردوں کا امتحان لیتا ہے اور پوچھتا ہے تاکہ تہیّظ رہے۔ روایت دہی کھجور والی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو دسیوں جگہ ذکر فرمائیں گے۔ دوسرے یہ کہ استاد شیخ ازہان

کے طور پر کوئی مسئلہ پیش کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے عنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلو طات تو بظاہر روایت سے ایہام ہوتا تھا کہ بطور اعتبار کے استاد تلامذہ سے سوال نہ کرے تو امام بخاریؒ نے جواز ثابت کر دیا۔ اب رہا یہ کہ ابو داؤد کی روایت میں جو اغلو طہ کی ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسئلہ اگر مفتی سے دریافت کرنا ہو تو تو طرہ و طرک غلط کر کے نہ پوچھے البتہ یہ ناجائز ہے۔

باب الْقِرَاءَةِ وَالْعُرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَدَائِ الْحَسَنِ وَالْثَوْرِيِّ وَمَالِكٍ الْقُرَآءَةِ
جَازِزَةً وَاجْتِاجَ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيثٍ مِمَّا رُبِنَ تَعْلِيْقُهُ أَنَّهُ قَالَ
يَسْبِقُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَاهُ أَمْرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ قَالَ نَعُو قَالَ فَهَلْ
قَرَأَ؟ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُمَا قَوْمُهُ بِذَلِكَ فَأَجَابُوهُ وَاجْتِاجَ
سَالِكٌ بِالصَّلَاةِ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُونَ أَشْهَدُكَ فُلَانٌ وَكَيْفَرُ عَلَى الْمُقَرَّبِ
فَيَقُولُ الْقَارِئُ أَقْرَأْنِي فُلَانٌ.

ترجمہ، محدث پر پڑھنا اور پیش کرنے کے باب میں اور حضرت حسن بصریؒ اور سفیان ثوریؒ رحمہما اللہ اور امام مالکؒ قرآن کو جائز قرار دیتے ہیں اور بعض نے عالم پر قرأت کرنے کو حضرت ضمام بن ثعلبہؒ کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں آپ نے فرمایا ہاں تو فرمایا کہ یہی قرآن علی بنی سلمہ ہے اور پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو انہوں نے اس کو جائز قرار دیا۔ اور امام مالکؒ نے اقرار نامہ سے استدلال کیا جس کو قوم پر پڑھا جاتا ہے تو وہ گواہ کہتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ اور مقبری اسناد پر پڑھا جاتا ہے تو قاری کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے پڑھایا۔

حدیث نمبر ۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ كَذَبْتُ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ
ترجمہ، کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عالم پر قرآن کہتے ہیں کوئی مرج نہیں ہے۔ عَنْ
سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قَرَأَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَقُولَ حَدَّثَنِي قَالَ وَ سَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ
يَقُولُ عَنْ مَالِكٍ وَ سُفْيَانَ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْعَالِمِ وَ قِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

ترجمہ، حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص محدث پر قرآن کرے تو اس میں کوئی مرج نہیں کردہ

یہ کہے کہ مجھے فلاں نے حدیث سنائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ابو عالم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ امام اکبرؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں نے فرمایا کہ کسی کا عالم پر قرآن کرنا یا عالم کا خود قرآن کرنا دونوں برابر ہیں۔

حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ قَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى بَعْضِ أَهْلِ الْمَسْجِدِ شَعْرَ عَقْلِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ فَقُلْنَا هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ إِنِّي سَأَلْتُكَ فَمَشَدُّ عَلَيْكَ فِي السُّعْلَةِ فَلَا تَجِدُ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَاكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ بَيْنَكَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِاللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ الْخُفْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَسْأَلُكَ بِاللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرَكَ أَنْ تَصُومَ هَذِهِ الشَّهْرَ مِنَ الشَّعْبَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَسْأَلُكَ بِاللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصِّدْقَةَ مِنْ أَغْنِيَاءِنَا فَتَقْسِمَ بِهَا عَلَى دُفْتَرِ آدَمَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ أَمْسَتْ بِمَا جِئْتُ بِهِ وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَأَيْ مِنْ قَوْمِي وَكَانَا فِيهِمَا بَنُ تَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرِ وَابْنِ مُؤَيَّزٍ وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَكِيمِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا. الحديث

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا کہ ہم مسجد نبوی میں جناب نبی اکرم صلیم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ادنیٰ پر سوار داخل ہوا اور اس نے مسجد میں ادنیٰ بٹھلادیا اور پھر اسے بازو دیا ہر شخص لوگوں سے کہا کہ تم میں محمد صلیم کون ہے اور جناب نبی اکرم صلیم ہمارے درمیان تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے کہا کہ یہ آدمی جو سفید رنگ والا اور تکیہ لگا رہے بیٹھے ہیں محمد صلیم ہے تو اس آدمی نے حضور اکرم صلیم سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے آپ نے فرمایا میں تجھے جواب دے رہا ہوں۔ تو اس آدمی نے کہا کہ میں آپ سے سوال کروں گا اور سوال کرنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ آپ اپنے جی میں میرے اوپر ناراض نہ ہونا آپ نے فرمایا جو مرضی آئے پوچھو تو اس نے کہا کہ میں تیرے رب اور تیرے سے پہلے جتنے لوگ گزرے ان کے رب کی قسم کھا کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو

نبی و رسول بنا کر بھیجا ہے آپ نے فرمایا ہاں اللہ ہی نے پھر اس نے کہا کہ میں آپ اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سال میں سے اس ایک مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ حملے افیاء سے یہ صدقہ لے کر حملے فقر پر تقسیم کریں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں پھر اس آدمی نے کہا کہ جو کچھ آپ لاتے ہیں میں اس پر ایمان لے آیا میں اپنے قوم کے ان لوگوں کا نمائندہ ہوں جو میرے پیچھے روگئے ہیں میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ بنو سعد بن بکر کا بھائی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ آپ پر جو احکام نازل ہوتے تھے ان کو آپ خود صحابہ کرام پر اتار کرتے تھے۔ تو یہ قرآنہ اشیخ علی التلیذ ہوتی لیکن قرآنہ التلیذ علی اشیخ ثابت نہ ہوئی۔ اس لئے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ اخبار کا طریقہ بدعت ہے صرف وہی تحدیث جائز ہو تو امام بخاری اخبار کے جواز کو ثابت فرماتے ہیں چنانچہ قاری بھی اپنے معلومات کو شیخ پر پیش کرتا ہے۔ یہ حقیقہ عرض ہے تو معلوم ہوا کہ قرآنہ المحدث بھی جائز ہے جیسے ضمام بن ثعلبہ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے اور شہادۃ علی الشہادہ کی صورت میں اقرار نامہ وہ شخص خود نہیں پڑھتا بلکہ مقرر پڑھتا ہے۔ اور مقرر نے اقرار کیا۔ تو ان لوگوں کی قرآنہ قرآنہ التلیذ علی المحدث ہوئی۔ اور ان کا آئینہ دکان فادان کہنا صحیح ہوگا۔ امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں۔

هذا الرجل الابيض الم يهاا ابض كاشماتہ شامل میں اس کی نفی ہے۔ مگر وہاں ابض کی نفی ہے سمرقہ اس بياض کو کہتے ہیں جو دوسرے رنگ سے مخلوط ہو۔ مشہور یہ ہے کہ سمرقہ گندم کوئی رنگ کے کہتے ہیں۔ یا ابن عبد اللہ ابض یہ تر بیت کی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی یا چوکرہ اللہ علیہ کے خواب کی آپ تعبیر تھے۔ اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی خذْ اَجْبَتْكَ صِبْغَ مَیْہِہ اور معنی میں لاشک ہے از شیخ زکریا اس باب میں امام بخاری نے دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک قرآنہ علی المحدث جس کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد پڑھے اور اسناد سماعت کرے یہ تو وہی ہے جو اخبار کے اندر ہے مگر اس کو خاص طور سے مستقل باب میں اس لئے ذکر فرمایا کہ سلف کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں کہ شاگرد پڑھے اور اسناد مٹے تو اس باب سے ان لوگوں کا رد کیا۔ جمہور کی طرف سے ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ

وہاں چونکہ شاگردوں کو ان احکام کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ خود ہی سنایا کرتے تھے۔ لہذا اس سے استدلال مشکل ہے۔ دوسری چیز عرض علی المحدث ہے وہ یہ کہ استاد اپنی کتاب دیدے اور شاگرد نقل کر کے اساتذہ سے مقابلہ کرے۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن علی المحدث اور عرض علی المحدث میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اول عام ہے چاہے اپنی کتاب ہو یا غیر کی۔ مطبوعہ ہو یا غیر مطبوعہ۔ اور عرض کرنے ضروری ہے کہ وہ کتاب اپنی ہو۔ یا اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت نہیں۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ لہذا عرض سے مراد عرض اصطلاحی نہیں بلکہ استاد کے سامنے ایک تو پڑھنا ہے۔ وہ تو قرآن علی المحدث ہے اور وہ جو سنتے ہیں وہ کیا ہے یہ نزدیکی امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ یہ عرض علی المحدث ہے واحتیج بعضہم اس حدیث نہام بن ثعلبہ سے استدلال اس طرح ہے کہ حضرت ضمام بن ثعلبہؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ۳۰ لکھوا مَرَلَفَ بَعْدَہِ کہتے جلتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہو نحم فرماتے جاتے تھے۔ جیسے شاگرد پڑھتا جائے اور اساتذہ ہاں ہاں کرتا رہے وَ اَفْحَجَّ مَا نَدَّ بِالصَّلَہِ امام بخاریؒ اس کو بھی بطور دلیل کے پیش فرماتے ہیں۔ کہ دستاویز پر ایک شخص کا بیان لکھا جاتا ہے۔ اور اس پر بہت سے لوگ دستخط کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اشمہنا فلاں ایسے ہی اگر کوئی کسی سے قرآن شریف پڑھے تو وہ کہتا ہے کہ اقو فی فلاں یعنی فلاں شخص نے مجھ کو قرآن پڑھا یا ہے۔ حالانکہ اس شخص نے نہیں پڑھا یا بلکہ تو نے خود پڑھا ہے لیکن جیسے وہاں نسبت اساتذہ کی طرف ہوتی ہے۔ باوجود شاگرد کے پڑھنے کے ایسے ہی حدیث میں بھی جائز ہے کہ اساتذہ کی طرف نسبت کر کے شاگرد پڑھے۔ دخل رجل یہ رجل حضرت ضمام بن ثعلبہ ہیں۔

ثوقال لہو ایکو محمد الم اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا نہیں اس لئے کہ آپ اپنے اصحاب سے مل کر بیٹھتے تھے کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے۔ یہی پہلے مشائخ کا طریقہ تھا اس زمانہ کی طرح نہیں کہ ممتاز جگہ پر بیٹھیں رہا یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبہ لگاتے بیٹھتے تھے تو ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے لگایا ہوا ہو اور پھر تکبہ لگانے سے کوئی امتیاز بھی تو نہیں ہوتا باغضوص جبکہ آدمی مل کر بیٹھا ہوا ہو۔ مباح ظہر اینہم فراح کرم اس لفظ کے متعلق کہتے ہیں کہ ہذا مقصود معنی یہ لفظ زائد ہے۔ لیکن میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ اس لفظ کو زائد قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ بہت بامعنی لفظ ہے۔ کیونکہ جب ایک آدمی درمیان میں ہوتا ہے۔ اور چاروں طرف

آدمی حلقہ بنانے ہوئے بیٹھے ہوں۔ تو اس حلقہ کی ایک تو سطح ظاہری ہے اور سطح باطنی۔ باطنی تو ان لوگوں کے چہرے ہیں۔ اور ان لوگوں کی سطح ظاہری ان کی پشتیں ہیں۔ تو بین ظہر اینہو سے ان کی سطح ظاہری کی طرف اشارہ ہے کہ ہم لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔

یا ابن عبد المطلب اس آنے والے آدمی نے یا ابن عبد المطلب سے حضور اکرم صلعم کو خطاب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے یا محمد کہا ممکن ہے اذلا یا محمد کہا ہو۔ اور پھر یا ابن عبد المطلب کہا ہو اور چونکہ عرب میں عام طور پر دادا کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی استعجاب بھی نہیں۔ قد اجبت سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تجھ کو جواب دے چکا۔ سوال یہ ہے کہ ابھی حضور انور صلعم نے جواب کہاں دیا۔ کیونکہ ابھی اس نے صرف نام ہی پکارا ہے شرح کے نزدیک یہاں اَجَبْتُ بمعنی سَمِعْتُ کہے۔ یا اجابت سے مراد انشاء اجابت ہے۔ بعض شرح یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آداب مجلس اختیار نہیں کئے تھے۔ اور بجائے یا رسول اللہ کیا ابن عبد المطلب کہا۔ آپ نے بھی اسی طرح جواب دے دیا اور میری رائے یہ ہے کہ ابتداءً جب اس نے زبکو محمد کہا۔ تو حضور پاک صلعم نے فرمایا کہ کیلے اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی تہلدا۔ کہ محمد صلعم یہ ہیں۔ تو اس نے پھر دوبارہ کہا یا ابن عبد المطلب اس پر کہنے سے فرمایا کہ میں تجھ کو پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔ تو گویا اس صورت میں یہ کلمہ تنبیہ نہیں ہے بلکہ اس سے اجابت حقیقی مراد ہے فَمَسْتَدِّعُ عَلَیْكَ یعنی میں مسائل سختی سے اور کھول کھول کر پوچھوں گا۔ ناراض مت ہونا۔

حدیث نمبر ۶۳ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ فِي الثَّوْرَاتِ أَنَّ نَسَّالَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يُخْبِرَ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَيَسْأَلُهُ وَيَخْبُرُ فَمِنْهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُولُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَنْ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَزَكَاةٍ فِي أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ بِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمَرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمُ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ بِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمَرَكَ

بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَرَعَوَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْكَ حَاجًّا لُبَيْتٌ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا
قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبَالَّذِي أُرْسِلْتُكَ إِلَيْهِ أَمَرَكَ بِهَذَا قَالَ نَعُو قَالَ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ لَا أَرِيدُ عَلَيْكَ شَيْئًا وَلَا أَنْفَضُ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى
صَدَقَ كَيْدُ خُلَّتِ الْجَنَّةُ (راحد بیت)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں، ہمیں قرآن میں آنحضرت نبی اکرمؐ سے سوال کرنے سے دکا
گیا۔ تو ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی سمجھ دار آتا وہ حضورؐ سے سوال کرتا اور ہم سنتے۔ چنانچہ
ایک دیہاتی آدمی آگیا۔ وہ کہنے لگا کہ آپؐ کا قاصد نمائندہ ہمارے پاس پہنچا ہے جس نے ہمیں خبر دی ہے کہ
آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ بلند و برتر نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا۔ تو اس نے کہا کہ پھر اس
آسمان کو کس نے پیدا کیا۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے پھر پوچھا زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ آپؐ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے، پھر پوچھا کمان کے اندر منافع کس نے رکھے ہیں۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے تو اس نے کہا
کہ قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمان کو پیدا کیا اور جس نے زمین بنائی اور پہاڑوں کو گاڑا اور ان میں
منافع رکھے کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا ہاں فرمایا آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ
ہمارے اوپر پانچ نمازیں اور ہمارے اموال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا فرمایا قسم ہے اس
اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے فرمایا ہاں پھر
کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارے سال میں اس ایک مہینہ کے روزے ہم پر فرض ہیں فرمایا سچ
کہا، فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ تعالیٰ ان امور کا آپؐ کو حکم دینے فرمایا
ہاں کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر اس شخص پر حج بیت اللہ کا فرض ہے جو اس کی طرف
رستے کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا سچ کہا۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا
کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں اس نے کہا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق
دے کر بھیجا ہے میں ان احکام پر نہ تو کوئی چیز زائد کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔ اس پر جناب نبی اکرمؐ مسلم
نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے سچ کہا تو ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ تھنی فی القرآن اس سے مراد قرآن شریف کی آیت کریمہ لَا تَسْلُوا عَنْ
أَشْيَاءَ تَنْذِرُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ہے وہی ضمام بن ثعلبہؓ مراد ہیں۔ انا نارسولک یعنی جس

کو آپ نے تبلیغ کے واسطے روانہ فرمایا تھا لا زید علیہن شیعۃ الخ یعنی تبلیغ میں کبھی جیسی نہیں کروں گا کیونکہ یہ تبلیغ تھے۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ایک ہی مضمون کی دو روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات میں کہیں اختصار ہوتا ہے کہیں زیادتی اور ایسا ہونا قرین قیاس بھی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دوسری روایت تکمیل کے لئے ذکر فرمائی کیونکہ اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو پہلی روایت میں نہیں تھے۔

باب مَا يُدْكَرُ فِي الْمَنَاءِ وَلَقَدْ وَكَّتَ ابْنُ أَهْلِ الْعِلْدَانِ وَقَالَ أَلَسْتُ نَسِيحًا
عُمَانُ الْمُصَاحِفِ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْأَخَافِ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بَنُ عُمَرَ وَبُحْبُحَ بْنَ سَعِيدٍ
قَالَ لَكَ ذَلِكَ جَائِزًا أَوْ خَتَجَ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمَنَاءِ وَكَفَرُ بِعَدِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ فِي مِثْرٍ لِسَرِيَّةٍ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأُوا هَذَا حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، مناوتہ کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ مناوتہ یہ کہ اہل علم، علم کی کوئی چیز لکھ کر شہروں میں بھیج دے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نسخہ لکھوا کر اطراف عالم میں بھجوائے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھیجی بن سعید اور امام مالکؒ یہ سب حضرات اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض اہل حجاز نے مناوتہ کے بارے میں آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شکر کے امیر کو ایک خط لکھا اور اس کو فرمایا کہ اس خط کو کھول کر اس وقت تک نہ پڑھنا جب تک فلاں فلاں مقام تک نہ پہنچ جائیں تو جب وہ اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے وہ خط لوگوں پر پڑھا اور آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی ان کو خبر دی

حدیث نمبر ۶۴۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِمْ رَجُلًا وَأَمَرَ أَنْ يُدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ
السَّعْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ السَّعْرَيْنِ إِلَى كِنْدَةَ فَخَتَمَهَا قَرَأَهُ مَرْثَةُ فَخَسِبَتْ أَنَّ بَنَ السَّيِّبِ
قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَمَّوْا أَكْلًا مُصَرِّقٍ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نام لے کر بھیجا اور حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے گورنر تک پہنچاؤ تاکہ وہ عظیم البحرین کسری بادشاہ فارس تک پہنچائے پس جب اس خط کو کسریؒ نے پڑھا تو اس کو ٹھوٹے ٹھوٹے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن مسیبؓ نے یہ بھی فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بد دعا کی کہ خدا کرے وہ بالکل ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجود تحمل روایت میں جیسے تحدیث و قرآنۃ تھی ایسے منادۃ بھی ہے کہ شیخ ایک کتاب لکھ کر اپنے تلمیذ کو دے کہ کہے کہ غار دیہۃ عنیؒ تو اس صورت میں متاخرین کا اپنا گنا کہنا صحیح ہوگا اور ایسے کتاب اہل اہم یعنی پوری احادیث تو نہ ہوں البتہ چند احادیث ایک خط میں لکھ دی جائیں ان دونوں کے جواز کو امام بخاریؒ ثابت فرما رہے ہیں کہ اجازت کے وقت اس شیخ سے روایت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا نزول سبع احرف پہ ہوا لغات سے محاورات عرب مراد ہیں۔ اور آسانی کی خاطر آپؐ نے دعا فرمائی تھی کہ اجازت تو مل گئی لیکن جب آرمینیہ میں اس پر اختلاف ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ گھبرائے ہوئے آئے اور خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو اس کا احساس دلایا تو خلیفہ ثالثؓ نے قرآن مجید کی آیات جمع کر کے اس ترتیب پر لکھوایا کہ آیات کی ترتیب میں تو کوئی تصرف نہ کیا گیا۔ البتہ سورتوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر سے کام لیا گیا۔ اور قرآن مجید کو نعت قریش پر جمع کر دیا گیا۔ آپؐ کی دعا ایک وقت تک باقی رہی تو جیسے تالیف قلوب کے لئے پہلے ہم تھا۔ لیکن اب انتہا حکویا منتہا علت کے مطابق کیا گیا۔ ایسے یہاں بھی بلہول کی زبان نہ بدلی جاسکتی تھی۔ بچوں کی زبان باسانی بدلی جاسکتی ہے۔ عہد نبویؐ میں اختلاف کا خطرہ نہ تھا بعد میں اس میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے پانچ چھ قرآن مجید کے نسخے لکھوا کر آفاق میں بھیج دیئے اگر اس منادۃ کا اعتبار نہیں ہے تو پھر یہ منادۃ آفاق میں کیسے جائز ہوگئی۔

روایت میں کسریٰ بادشاہ فارس کا ذکر ہے اگرچہ آپؐ کے عہد میں کسریٰ نوشیرواں نہیں تھا البتہ اس کا پوتا پردیز تھا جس کی طرف آپؐ نے خط تحریر فرمایا۔ ابتداء میں آپؐ نے اپنا نام لکھا اور بعد میں مکتوب الیہ کا جس پر اس کو غصہ آیا۔ اپنی عظمت کے گھمنڈ میں آپؐ کا خط بھاڑ دیا جس پر آپؐ نے بددعا فرمائی۔ ہرقل اور متوقس نے آپؐ کے دالانامہ کو بھاڑا نہیں تھا۔ اسلام نہیں لائے پھر بھی ان کی سلطنت باقی رہی۔ پردیز نے آپؐ کا خط بھاڑا تو پردیز کو اس کے بیٹے شیردیہ نے پیٹ چاک کر کے مار ڈالا۔ جب پردیز کو اپنے ہلاک ہونے کا احساس ہوا۔ تو اس نے ایک ڈبیہ میں زہر بند کر کے اس پر لکھ دیا کہ یہ قوت باہ کی دوا ہے۔ شیردیہ عیش پرست تھا۔ غزانہ کی تلاش پر اس ڈبیہ کو پایا اور کھاتے ہی مر گیا۔ پھر ایک عورت مکہ بنی غرضیکہ چودہ بادشاہ یکے بعد دیگرے قتل ہوئے۔ اس طرح یہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہو کر سلطنت اسلامی میں شامل ہوا۔ اور شاہان فارس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ قیصر روم کا اثر باقی رہا۔

از شیخ زکریا مناد لکھنے کے معنی ہیں کہ اسناد اپنی کتاب شاگرد کو دیدے اور اسے کہہ دے کہ میری اس کتاب سے تجھ کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔ یہ صورت جائز ہے۔ چونکہ اس کے قریب قریب کتاب ہل العلو بالعلو الی البلدان ہے۔ اس لئے ایک ہی باب میں دونوں کو جمع کر دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ کسی کے پاس اپنی روایات لکھ کر بھیجے اس صورت میں روایت کرنا جائز ہے۔ حضرات محدثین کے ہاں ان دونوں میں سہولت ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک کتاب اہل العلم میں تنگی ہے امام صاحب کا مسلک اس میں وہی ہے جو کتاب القاضی الی القاضی میں ہو تا ہے یعنی دو گواہوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے۔ اور ہمارے سامنے اس نے لکھا ہے۔ اور یہ شرطیں اس وجہ سے ہیں کہ الخطیشبہ الخطا ہی شرائط کی بنا پر امام صاحب کی روایات کم ہیں۔ کیونکہ یہ شرطیں اور محدثین کا اعتبار سے سخت ہیں و نسخہ عثمان المصنف قرآن پاک تین مرتبہ جمع کیا گیا۔ اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں امام بخاریؒ اس سے کتاب اہل العلم بالعلم کے معتبر ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن منگوا کر اس کی نقول تمام اطراف میں روانہ کی تھیں اور یہاں اشتراط شاہدین وغیرہ کوئی نہیں تھا۔

حیث کتب لا مہل المسریۃ امام بخاریؒ پھر کتاب اہل العلم بالعلم کو ثابت فرما رہے ہیں اور اس کا معتبر ہونا بتلاتے ہیں۔ اس سریرہ کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن جحشؒ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریرہ کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کو خط دے کر فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو منزل دور ہو جاؤ۔ تو اس خط کو کھول کر سنا دینا اس خط میں یہ تحریر تھا کہ ایک مقام جس کا نام بطن نخاء ہے۔ وہاں تم لوگ چلے جاؤ اور قریش کی خبر کی تحقیق کر کے لاؤ۔ اس خط کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر کھولنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ مدینہ میں حاسوں اور منافقین کثرت سے تھے۔ اگر خط کا مضمون مدینہ پاک میں معلوم ہو جاتا تو منافقین بطن نخاء جاکر اس سریرہ کی آمد کی اطلاع پہلے ہی کر دیتے کہ تمہاری تلاش میں سریرہ آ رہا ہے۔ اور وہ لوگ چونکنا ہو کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دیتے۔ حالانکہ ان حضرات کو صرف تحقیق کرنی مقصود تھی مگر مقصود نہیں تھا۔ الغرض عبداللہ بن جحشؒ نے وہ خط کھول کر سنایا تو ان لوگوں نے اس خط کو مانا اور اس کا اعتبار کیا اس سے پتہ چلا کہ کتاب العلم بالعلم صحیح اور معتبر ہے۔

وامرہ ان یدفعہ الی عظیم الجین بن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد قیصر کے پاس والا نامہ ارسال فرمایا تھا اسی طرح اور بادشاہوں کو بھی خطوط لکھے تھے ایک خط کسری کے پاس بھی روانہ کیا گیا

تھا۔ ہر ایک نے حضور اقدس صلم کے والا نامہ کے ساتھ الگ الگ معاملہ کیا جس تو فوراً مسلمان ہو گئے۔ بعض نے نہایت احترام کیا جیسے ہرقل نے اس والا نامے کو چاندی کی نلکی میں بند کر کے ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھا۔ اور پھر اپنے خزانہ میں محفوظ کر دیا۔ اس کے بالمقابل کسریٰ نے والا نامے کے ساتھ سخت بے ادبی کی۔ اس کو پھاڑ ڈالا تو حضور اقدس صلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے بد عادی اس نے کچھ لوگوں سے بل کر باپ کو زخمی کر دیا۔ خود زہری پڑی اسے مارا گیا۔ غرضیکہ یہ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

حدیث نمبر ۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَقَاتِلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا بَأْأَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُ لَا يَسْرِعُونَ كِتَابًا بَارًا لَا يَخُونُوا مَا خَاتَمُوا خَاتَمًا مِنْ فَضْلِهِ نَفْسُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ كَافِي أَنْظُرْ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ فَعَلَّمْتُ نَفْسًا مَنْ قَالَ نَفْسُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ رَضِيَ (الحديث)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلم نے خط لکھا یا خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ بادشاہ لوگ کسی خط کو اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو تو آنحضرت صلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ گویا کہ میں ابھی اس کی سفیدی کو آپ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں حضرت قادم سے کہا کہ آپ کو کس نے کہا کہ نقش محمد رسول اللہ تھا کہا انس نے۔ خاتم خاتمتا من فضله الخ آنحضرت صلم نے مہر لگانے کے لئے انگوٹھی بنوائی۔ اب یہ انگشتری چاندی یا سونے یا دونوں کی تھی۔ اس کے بعد سونے کی انگوٹھی پھینکی گئی یا چاندی کی۔ یہ سب باتیں باب الخاتم میں آئیں گی۔ البتہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگشتری چاندی کی تھی۔ یہی انگشتری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی حتیٰ کہ بصرہ میں گر گئی یہ استخاذا خاتمہ رسول کا واقعہ اور انگوٹھی بنوانا بھی اسی وجہ سے تھا۔ تاکہ اس کی وجہ سے آپ کے خط کا اعتبار کیا جلتا کہ خط کا اعتبار ہی نہ ہوتا تو خاتم بنوانے سے کیا فائدہ ہوتا۔ تو جملہ لا یفرؤن سے معلوم ہوا کہ خطوط کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس پر ہر نہ ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کیا جاتا ہو۔ اس مسئلہ میں محدثین کے ہاں وسعت ہے کافی وانظر الی بیاضہ قاعدہ یہ ہے کہ جب چاندی کے زیور نئے نئے بنتے ہیں تو ان میں چمک زیادہ ہوتی ہے۔ وہ انگوٹھی بھی بالکل نئی تھی۔ اس کی چمک ان کو اب تک یاد آ رہی ہے۔

باب مَنْ قَعَكَ كَيْتٌ يَنْتَحِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ نَازَى خُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا۔

باب یہ ہے کہ جہاں مجلس ختم ہو وہاں بیٹھا جائیے اور جو شخص ملتہ کے اندر کوئی گنجائش دیکھے تو اس حلقہ میں بیٹھ سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۶۵ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسٍ وَاقِدٌ بْنُ الْبَيْهَقِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذَا أَقْبَلَ ثَلَاثَةٌ نَظَرًا قَبْلَ رَأْيَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ قَوَّفَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَزَحَّى فَرَجَعَتْ فِي الْخَلْقِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمَا وَقَامَا الثَّلَاثُ فَأَذْبَرَا هَبًا فَلَمَّا خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَوَفَاوَى إِلَى اللَّهِ فَأَوَاهَمَ اللَّهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَأَسْتَحْيَا اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ رَاحِلًا بَيْتَ)

ترجمہ: حضرت ابو واعد البیہقی نے مروی ہے کہ اس اثنا میں آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک تین آدمی آئے ان میں سے دو تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے آئے ایک ان میں سے چلا گیا اور دو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بٹھ گئے۔ پس ان میں سے ایک حلقہ کے اندر کچھ گنجائش و کشادگی دیکھی تو اس میں بیٹھ گیا۔ دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیچھے پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نہیں ان تین آدمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ سے ٹھکانا مانگا اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اسے ٹھکانا دے دیا دوسرے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے چلے جانے سے شرم محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر رحم فرمایا کہ اسے کوئی سزا نہ دی۔ تیسرے نے مجلس سے منہ پھیر لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ٹھکانا دینے سے منہ پھیر لیا یعنی ناراض ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنی: جہ کی ضمیر کا مرجع من قہر ہے۔ اذ اقبل الی میں بعض نے اذ کو مضاف جائزہ اور بعض نے اسے داند کہا ہے۔

تشریح از شیخ ذکریا امام بخاریؒ نے اس باب میں طلب علم کے لئے استاذ کی مجلس میں حاضر ہونے کے دُعا و ادب بتلاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر استاذ کی مجلس میں مجمع زیادہ ہو۔ تو جہاں سبکے ملے وہیں بیٹھ جائے اگر قریب بیٹھنے کی خواہش ہو۔ تو پہلے سے آیا کرے۔ اور دوسرا ادب یہ بتلا رہا ہے کہ اگر پہلے ہی بیٹھنے والے

اس طرح بیٹھے ہوں کہ اگلی صف میں یا بیچ میں جگہ خالی ہو تو پھانڈ کر آگے جاسکتا ہے۔ اگرچہ غلطی رقاب سے (گردن پھانڈ کر جانا) منع کیا گیا ہے مگر یہ اس لئے جائز ہے کہ پہلے سے بیٹھنے والوں نے ہی خود بے تیزی کی کہ آگے جگہ چھوڑ دی۔ تو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ دو مسئلے بتلا رہے ہیں۔ اگر لوگ بیٹھے ہوں درمیان میں جگہ خالی ہو۔ تو بعد میں آنے والا جہاں مجلس ختم ہوئی ہے وہاں بیٹھ جائے۔ اگر آگے جگہ خالی ہے۔ تو وہاں بیٹھ جائے۔ دونو جائز ہیں اور یہی حال صفوف صلوٰۃ کا ہے کہ اگر لوگ اگلی صف میں جگہ چھوڑ کر بیٹھیں تو آنے والے کو جائز ہے کہ ان کو پھانڈ کر خالی جگہ میں جا کر بیٹھ جائے۔ کہ انہوں نے خود کو ذلیل کیا۔ کیوں نہیں آگے جا کر بیٹھے اور اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم ایک بار اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کچھ گفتگو فرما رہے تھے۔ اس حال میں تین آدمی آئے ایک نے آگے جگہ خالی دیکھی وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرا وہیں مجلس کے ختم پر بیٹھ گیا۔ اور تیسرا چلا گیا۔ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم جب گفتگو سے فارغ ہوئے۔ تو ہر ایک کے متعلق ایک ایک بات ارشاد فرمائی۔ ان میں سے ایک اللہ کی طرف جھکا اور اس کی طرف نائل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جگہ دی۔ یعنی اسے ثواب عطا فرمایا۔ دوسرے نے شرم کی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شرم کا معاملہ فرمایا اس جملے کے مطلب میں علماء کے دُوقول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اوّل نے تو آگے مجلس میں جگہ دیکھی وہ تو وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ مگر اس کے دوسرے ساتھی کو اس کی شرم آئی کہ لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر آگے جائے اس بنا پر وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹھنے کا بھی ثواب عطا فرمایا کیونکہ اس نے بھی ایوانِ الٰہی اللہ کیا اور جیسا کہ ثواب بھی کیا۔ اس صورت میں یہ دوسرا اوّل سے بڑھ جائے گا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جی تو اس کا بھی چاہ رہا تھا کہ چلا جائے جس طرح تیسرا چلا گیا۔ مگر اس کو شرم آئی کہ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم کیا فرمائیں گے۔ اور یہ صحابہ کرام کیا کہیں گے۔ اس لئے شرم کی وجہ سے وہ بھی بیٹھ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کو بھی شرم آئی کہ وہ بیزار نہ ہو تو شرم کر کے بیٹھ گیا میں تو اس سے زیادہ کریم ہوں۔ لہذا اسے ثواب دوں گا۔ اس صورت میں حدیث لا یشقی اجلیسہ کے تحت ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس شرم کا بدلہ عطا فرمایا۔ اس صورت میں یہ اوّل سے درجہ میں گھٹ جائے گا۔ اس لئے کہ پہلا آدمی تو برضا و رغبت خاطر بیٹھا۔ اور دوسرا صرف لوگوں کی شرم سے۔ اب تشریح حدیث میں اختلاف ہو رہا ہے کہ ان دونو آدمیوں میں سے کون سا افضل ہے۔ تقاضی یہی ہے کہ مائیکے فرماتے ہیں کہ جو شرما کر پیچھے بیٹھ گیا وہ افضل ہے۔ کیونکہ الجہاد شعبۃ من الایمان تو اس کے تحت آکر وہ آگے جانے سے شرمایا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جو آگے جا کر بیٹھا وہ افضل ہے۔ اس لئے کہ حاکم کی

روایت میں ہے کہ اس دوسرے نے مجلس سے چلنا شروع کر دیا مگر پھر شراب کا آ بیٹھا۔ تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا کہ اپنی رحمت اس سے روک لی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَبُّ مَبْلَغٍ أَوْ عَمَى مِنْ سَامِعٍ۔

ترجمہ، آنحضرت نبی اکرم کا فرمانا کہ بہت پہنچاتے ہوئے سننے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۶۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ

عَلَى بَعِيرِهِ وَأَمْسَكَ السَّانَ بِمِخْطَلَمِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ أَيْ يَوْمَ هَذَا فَسَكَنَّا حَقَّقَ ظَنَّنَا أَنَّهُ سُبُسَيْبٌ بِغَيْرِ سَمٍ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمًا تَعْرِقُونَا بَلَى قَالَ فَأَتَى شَهْرٌ هَذَا فَسَكَنَّا حَقَّقَ ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيْبُ مَيْمٍ بِغَيْرِ سَمٍ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَهُوَ أَكْثَرُ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحَرَمَةِ يَوْمِ مَكَّةَ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا يُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَلَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْ عَمَى لَهُ مِنْهُ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے ایک آدمی اس کی لگام یا باگ کو روکے ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون سا دن ہیں ہم خاموش رہے اس گمان پر کہ شاید آپ اس کا نام بدل کر کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ غریبی قربانی کا دن نہیں ہے ہم نے کہا کیوں نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے پھر بھی ہم چپ رہے اس گمان پر شاید آپ اس کا کوئی دوسرا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرس کیا کیوں نہیں ذی الحجہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو سن لو کہ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری آبروؤں ایک دوسرے درمیان ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں ہے پس چاہتے یہ پیغام حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اس لئے بسا اوقات مانر یہ پیغام کسی ایسے شخص کو پہنچا دے گا جو اس پیغام کو اس مانر سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہوگا۔

تشریح از شیخ ^{رحمۃ اللہ علیہ} اوعلیٰ معنی فہم اور حفظ دونو معنی آتے ہیں امام ابو یوسفؒ سلمان اعش کے شاگرد ہیں ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ بلکہ اثنان سے پوچھا امام ابو یوسفؒ نے ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا۔ سلمان اعش نے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلہ کو کہاں سے لیا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بھلا حدیثی تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کو میں تب سے محفوظ رکھتا ہوں کہ ابھی تک تیرے باپ نے تیری ناں سے ہمبستری بھی نہ

کی تھی۔ مگر اُسے میں آج ہی سمجھا ہوں۔ اور فرمایا کہ تم طبیب ہو ہم دوا فروش ہیں۔

تشریح از شیخ ذکریا بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ ہے کہ جب کسی روایت کے الفاظ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتے اور اس روایت کا مضمون صحیح ہو تب۔ تو امام بخاریؒ اس روایت کو باب میں ذکر کر کے پھر اپنی روایت کو تائید میں پیش کرتے ہیں یہاں بھی ایسا ہے کہ ترمذی شریف کی روایت امام بخاریؒ نے باب میں ذکر فرمائی ہے سنی تو اس کے عند الامام بخاریؒ صحیح ہیں لیکن الفاظ شرط کے مطابق نہیں اس لئے امام بخاریؒ نے اپنی روایت ذَاتُ الشَّاهِدِ غَضَىٰ ان يبلغ هو ادعى منه سے تائید فرمادی لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ قاعدہ تو مسلمہ ہے۔ لیکن اس مقام پر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ روایت صرف ترمذی ہی میں نہیں بلکہ بخاریؒ میں ۱۲۴۰ پر بھی آ رہی ہے۔ البتہ دہاں بجائے ذَاتُ الشَّاهِدِ غَضَىٰ الخ کے رُبَّ مَبْلَغٍ ادعى من سابع کے الفاظ ہیں لہذا یہ کہا جائے گا کہ چونکہ یہ الفاظ مختصر اور جامع تھے اور جلدی سے یاد ہو جانے والے تھے ادق فی القہر تھے اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو ترجمہ گردان دیا یہ تو باب کے سنی مفہوم کے متعلق تھا اب یہ کہ ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ تبلیغ کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص معافی حدیث کو نہ سمجھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ان الفاظ کو محفوظ کر لے پھر دوسروں کو سمجھا دے ممکن ہے کہ کوئی اس کے شاگردوں میں اس سے زیادہ سمجھ دار ہو اور ان میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کو غیر جیسے مجتہدین ہوں اور وہ ان احادیث کو سن کر ان سے مسائل کا استنباط کریں اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی طالب علم بڑا نبیم و ذکی ہو اور استاذ اس جیسا ہو شیار نہ ہو تو اس کو استاذ سے استنکاف فی طلب علم نہ کرنا چاہیے کہ میں تو اتنا فہیم اور یہ ایسا ہو۔ مہلا میں اس سے علم حاصل کر لوں؟ ایسا نہ کرنا چاہیے کیونکہ حضور اکرمؐ کا دسر تو ارشاد ہے کہ رُبَّ مَبْلَغٍ ادعى من سابع کہ بہت سے مبلغ طالب علم سامع سے ادعی ہوتے ہیں۔ اور ادھر یہ ارشاد ہے کہ شاید غائب کو تبلیغ کرے تو معلوم ہوا کہ بعض طالب علم فہیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کا مقولہ ادجز میں میں نے نقل کیا ہے کہ اربع فی اربع عن اربع علی اربع یہ سولہ اربع یعنی چار کرے ہیں۔ اور انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک محدث نہیں ہو سکتا جب تک علم اپنے بڑے اور سافقی اور چھوٹے اور کتابوں سے حاصل نہ کرے عن عبد الرحمن ان ابی بکر و مطلب یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ ابو بکرؓ نے حضور اکرمؐ صلعم کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس کے درمیان انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلعم اپنی اذنی پر بیٹھے تھے یہ واقعہ حجاز الواقع

کہنے اسی یوم ہذا حضور پاک صلعم نے جب صحابہ کرام سے یہ پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے تو صحابہ خاموش ہو گئے۔ اور دہریہ ہوئی کہ صحابہ کرام کے ذہن میں یہ آیا کہ حضور کو دن معلوم۔ مکان اور گھڑی سب معلوم پھر بھی دریافت فرما رہے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے صحابہ کرام خاموش ہو گئے فات دماہ کو و اموال کو اظہر چونکہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اجتماعی طور پر شہر مرم میں تو قتل و قتال نہیں کرتے تھے۔ مگر اسی دنوں میں خوب کرتے تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ یہ کوئی شہر مرم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تہلے دار۔ اموال اور اعراض ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس مقام میں اس دن میں حرام ہیں۔

بَلِّبْ أَلْعُلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَكَدُوا لِيُحْمِلُوا وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَذُنُوبُ الْعُلَمَاءِ مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِظِّ وَافِرٍ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي بِهِ عِلْمًا سَمِعَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَقَالَ إِنَّمَا يُعْنِي اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ وَقَالَ وَمَا يَقُولُهُمُ إِلَّا الْعَالِمُونَ وَقَالَ وَقَالُوا كُونُوا كَمَا تَسْمَعُ أَوْ تَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ وَقَالَ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مِيرِدَ اللَّهَ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهَهُ فِي الدِّينِ وَرَأَى مَا أَلْعُلْمُ بِاتَّعْلَمُوا وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ ثَوَّضْتُمْ مَالَكُمْ مَصَامِعَ عَلَى هَذَا وَأَشَارَ إِلَى قَعَاءَ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنَّي أَنْفَذْتُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُجِيرُوا عَلَيَّ لَا نَفْذُ ثَمَّ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْلُغِ الشَّاهِدُ الْعَنَابَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُونُوا أَبْنَاءَ نَبِيِّنَ حُلَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَهَاءَ وَيُقَالُ الْمُرَبِّيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصَنَائِهِمُ وَالْعُلَمَاءُ قَبْلَ كِبَارِهِ

ترجمہ قول اور عمل سے پہلے علم ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ پر ترکے قول کی وجہ سے پس یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو علم سے ابتدائی فرمائی اور آپ کا ارشاد ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ جن نے اس علم کو حاصل کیا تو اس نے ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ اور جو شخص ایک ایسے راستے پر چلا جس کے درمیان وہ علم تلاش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ڈرتے

ہیں۔ اور فرمایا کہ اس حکمت کو صرف عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں اور فرمایا کہ جہنمی لوگ کہیں گے کاش ہم لوگ سنتے اور سمجھتے تو آج جہنمیوں میں سے نہ ہوتے اور نیز باری تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں وہ ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو نہیں جانتے۔ اور نبی اکرم صلعم نے فرمایا جس شخص سے اللہ تعالیٰ مصلحتی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں نیز علم سیکھنے سے آئندہ اور حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھ دی جائے اور مجھے اتنی مہلت ملے کہ وہ علم جو میں نے نبی اکرم صلعم سے سنا ہے اسے مجھ پر ہونے سے پہلے چالو کر سکتا ہوں تو میں اسے ضرور نافذ کروں گا۔ آنحضرت نبی اکرم صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم سے وہ غائب کو ضرور پہنچائے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو ثوابِ انبیا کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ربانی ہو جاؤ یعنی دانش مند عالم اور سمجھ دار بن جاؤ۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے علم سے پہلے چھوٹے علم سے لوگوں کی تربیت کرے۔

تشریح از شیخ منی رحمہ اللہ المقول والحمد للہ میں قبلیۃ دو قسم ہے ترتیبیہ اور زمانیہ اس جگہ قبلیۃ سے قبلیۃ ترتیبیہ مراد ہے۔ اگرچہ اس سے قبلیۃ زمانیہ بھی ثابت ہو جاتی ہے ان العلماء هو ورثة الانبیاء انبیاء جمیع صلحا اور شہداء سے افضل ہیں۔ تو ان کے ورثا علماء بھی سبب افضل ہوں گے اور علماء سے بھی وہ لوگ مراد ہیں جو علم نبوی کے حامل ہوں۔ انما ینفعنا اللہ الخ اس جگہ صریح ہے تو معلوم ہوا جس میں خشیت نہیں وہ عالم بھی نہیں۔ اور جس میں خشیت ہے اگرچہ وہ کھٹنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ عالم ہو گا۔ مَا اتَّخَذَ اللہُ وَلِیًّا اِلَّا عَلَیْہِ جَسَّ اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے اسے علم سکھاتا ہے۔ غرضیکہ ان آیات اور روایات سے پتہ چلا کہ علم قول اور عمل سے مقدم ہے۔ اور دوسرا ترجمہ اِنَّمَا اَلْعِلْمُ بِاَلْعَمَلِ سے شروع ہوتا ہے۔ اس ترجمہ سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی علم قول اور عمل سے پہلے ہے۔ اور علم سیکھنا وعظا اور عمل کرنے سے مقدم ہے ترجمہ تو بالکل ظاہر ہے لیکن امام بخاریؒ کی اس سے کیا غرض ہے؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تعلیم کی ترغیب دے رہے ہیں اور یہ پہلا ہے جس میں کہ اعمال پہلے کتنے ہی اہم ہوں بلکہ ایمان کا جز ہی کیوں نہ ہوں لیکن علم ان سب پر مقدم ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ایسے علم پر حدیث پاک میں وعید آئی ہے جس پر عمل نہ کیا جائے اور بنسبت جاہل کے عالم کو دو گنی سزا عمل نہ کرنے پر ملے گی۔ تو اس سے دہم ہوتا تھا کہ علم کو نہ سیکھنا ہی اچھا ہے تو امام بخاریؒ اس باب سے یہ دہم دفع فرماتے ہیں کہ ایسا نہ سوچے بلکہ آدمی علم پہلے حاصل کرے اس کے بعد عمل

کادر ہے کیونکہ زمانہ علم میں تعلیم میں مشغولیت ہوتی ہے عمل نہیں کر سکتا تو یہ عمل نہ کرنا اس وجہ میں داخل نہیں تیسری غرض میرے نزدیک یہ ہے کہ اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کا ذکر شروع باب العلم میں آچکا ہے کہ بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کے بعد اس کے لئے کیا چیز مناسب آ یا علم یا عبادت؟ آگے فرماتے ہیں لقول الله عز وجل فاعلموا انہ الخ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی کہ پہلے علم ہے اس کے بعد قول ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا اله الا الله کو جان لو اور یہ کلمہ علم ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں فان مستغفر لذنبك یعنی اس علم کے بعد اب یہ عمل ہے کہ استغفار کرو۔ ان العلم اور ثمة الانبياء یہ روایت ابو داؤد اور ترمذی کی ہے اس سے بھی علم کی فضیلت ثابت ہوتی۔ اس جملہ سے اگرچہ علامہ عینیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے لیکن حافظؒ کی غرض بھی اس سے ثابت ہو سکتی ہے کہ جیسے مال و ثروت میں بخیر عمل کے حاصل ہوتا ہے اسی طرح علم بھی بخیر عمل کے حاصل ہو سکتا ہے۔ انما ینحشی الله الخ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم کو اس وجہ سے نہ چھوڑا جائے کہ عمل نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر علم کے بعد خشیت کسی وقت حاصل ہو جائے تو یہ بھی فائدہ دے گی۔ لو کنا فسمع او نحق الخ یہاں پر سمع سے علم مراد ہے کہ وہ لوگ علم نہ ہونے پر رتھا کریں گے کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے اس جملہ سے بھی علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ انما العلم بالتعلم یوں فرماتے ہیں کہ علم تعلیم سے حاصل ہوگا۔ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوگا یہ بالکل دھوکہ ہے کہ صرف کتب اور شروع دیکھ کر بغیر استاد پڑھے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ جو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ ہو۔ وہ صرف کتابیں دیکھ کر فتویٰ نہ دے ماعلیٰ قاریؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ غی سئل رسول الله صلی الله علیہ وسلم عن الحلق یوم الجمعة قبل الصلوة لیکن ایک شخص نے اس کو حلق پڑھا۔ یعنی استروں سے مونڈنا اور کہنے لگے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہاں حدیث میں حلق یکسر الحاد و فتح اللام حلق کی جمع ہے۔ اگر وہ زانوئے تلمذتہ کہتے ہوتے تو ایسی غلطی نہ کرتے۔ قال ابوذر لو وضعتم الخ اس سے بھی حدیث پاک کی اہمیت کو بتلانا ہے کہ ایک حدیث بھی اگر اس وقت یاد آئے گی تو بیان کر دوں گا۔ کیونکہ وہ علم ہے۔ اب یہاں پر وہی اشکال ہے جو کتاب العلم پر ہوا تھا کہ مصنف نے اب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ اس کے تین جواب تو وہاں دیئے گئے تھے وہ سب جوابات یہاں بھی چلیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک خاص جواب یہ بھی ہے کہ اس باب

کے ترجمہ میں بہت سی احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور بہت سی قرآنی آیات بھی ذکر فرمائی ہیں اس لئے یہ ساری چیزیں استدلال و استشاد کے لئے کافی ہوں گئیں۔ اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہ ملی ہو

باب مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوُّ لَهُمْ بِأُمُوعِظَةٍ وَالْعُلُوِّ كَيْ لَا يَنْفِرُوا۔
ترجمہ، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعظہ اور علم میں لوگوں کا لحاظ رکھتے تھے تاکہ نفرت نہ کرنے لگیں۔

حدیث نمبر ۶۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوُّ لَنَا بِأُمُوعِظَةٍ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةِ السَّامَةِ عَلَيْنَا۔

ترجمہ، حضرت عہد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعظہ کے دنوں ہیں ہمارا لحاظ رکھتے تھے تاکہ وہ وعظہ ہم پر گراں نہ گورے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ”تخول بمعنی خیال رکھنا جس کی وجہ سے فوائد اور ترقی کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں تو آپ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے لیکن اس درجہ کی جس کا تحمل کیا جاسکے۔ روایت میں موعظۃ کا لفظ ہے علم کا لفظ نہیں اور ترجمہ اباب میں بھی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ترجمہ میں لفظ وانعلم بطور عطف تفسیری کے ہے جس سے موعظۃ اور علم کا اتحاد بتلائے۔ کلاہیتۃ السامۃ علینا سامۃ کے معنی طال کے ہیں یعنی آپ طبائع کے نشاط کا لحاظ کرتے تھے۔ کیونکہ جب غذا جسمانی من و سلوای کے لگنا تارکنے سے طبائع گھبرا گئیں۔ ایسے غذا روحانی میں اگر تسلسل جاری ہے تو طبائع منقض ہو جاتی ہیں۔ اس لئے جیسے کھانے میں تمہیض کی جاتی ہے ایسے نصیحت میں بھی طبائع کا لحاظ کیا جائے تاکہ نفرت پیدا نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ پہلے دو تین بابوں میں تبلیغ اور علم حاصل کرنے کی اہمیت بیان کی گئی۔ تو اس نے دہم ہونے لگا تھا کہ آدمی کو ہر وقت علم ہی میں لگا رہنا چاہیے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علم تو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ مگر ایسا طریقہ اختیار کرے کہ جو مفضی الی الملأل اور موجب نفرت نہ ہو۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہر چیز کے اوقات مقرر تھے۔ اس لئے کہ ہر وقت ایک ہی طرح کا کام کرنے سے دل اکتا جاتا ہے۔

یسروا ولا تقسروا وادشروا ولا تنفروا الاستدلال ہے۔ اور تنفیر عدم تنحول میں ہے لہذا تنحول ہونا چاہیے۔

حدیث نمبر ۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوا وَلَا تَقْسِرُوا وَادْشِرُوا وَلَا تَنْفِرُوا۔

ترجمہ، حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔
آسانی کرو، سختی نہ کرو خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔ اس لائنقروا سے استدلال کیا ہے۔

باب مَن جَعَلَ لِأَهْلِهِ الْعِلْمَ أَتَمًّا مَّتَعْلَمَةً۔

ترجمہ، کہ علم والوں کے لئے کچھ دن مقرر کر لینے چاہئیں۔

حدیث نمبر ۶۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْخَطَّابِيُّ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ

يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كَوِّدَتْ أَفْئَدَتُ

فَكُنْ تَسَاحُلًا يَوْمَ قَالَ أَمَّا إِنَّهُ يَنْعَمُ مِنْ ذَلِكَ إِنْ أَكُوهُ أَنْ أُمْلِكُوهُ وَإِنْ

أَتَخَوْتُ لَكُمْ يَالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوُّ لَنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا

ترجمہ، حضرت ابو دائلؓ تاہی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں ہر جمعرات کو نصیحت فرمایا کرتے

تھے تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت فرمایا کریں۔ تو

آپ نے فرمایا کہ اس طرح کرنے سے اس بات نے مجھے روک دیا ہے کہ میں تمہیں اکتا دینا پسند نہیں کرتا اور

میں وعظ کہنے میں تمہارا اسی طرح خیال دلچاظ رکھتا ہوں جس طرح آنحضرت نبی اکرم صلم اس وعظ کہنے میں

ہمارا اس لئے دلچاظ کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ روزانہ کا وعظ ہم پر گراں نہ گذرے

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض اوقات شبہ ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا یا مقید کو مطلق کرنا یہ بدعت ہے۔ تو

مصنفؒ نے بتلادیا کہ جو طرق تعلیم کے اختیار کئے جاتیں وہ بدعت نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب سابق کا مکملہ ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ملال پیدا نہ ہو جائے۔

اور اس باب سے امام بخاریؒ اس بات کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص وعظ و تبلیغ کے لئے کوئی

خاص دن مقرر کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے اور اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ بدعت

میں تعین کے ساتھ ساتھ اس تعین میں ہی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اگر اس دن نہ ہو تو پھر کوئی ثواب نہیں

ملے گا۔ ایسے ہی چہلم تیجہ وغیرہ بدعت ہے۔ کیونکہ عوام کا لانا م اس تعین سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس دن یا اس

وقت میں کوئی خاص ثواب ہے اسی وجہ سے وہ ان اوقات کو تبدیل نہیں کرتے۔ قاعدہ طبعی یہ ہے کہ ایک

چیز سے طبیعت اکتا جاتی ہے اسی لئے مشائخ درس میں مختلف کتابیں ایک ایک دن میں رکھتے ہیں تاکہ تنفر

نہ پیدا ہو۔ البتہ میرا قومی رمضان شریف میں قرآن سے نہیں اکتا تا یہ میرے نزدیک سستی ہے اس حدیث

میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر حجرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی متعین کر لیا جلتے تو درست ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ امام بخاریؒ نے اس استدلال کیسے کر لیا۔ ان کی نو شرط کے خلاف ہے؟ لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اکرم صلی علیہ وسلم کے فعل سے استنباط کیا ہے اور پھر مقرر فرمایا ایسے ہم بھی اس سے استنباط کر کے دن کی تعین اگر کر لیں تو درست ہے اسے بدعت نہیں کہا جائے گا

باب مَن يَرِدُ اللّٰهُ بِمَا خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ -

ترجمہ جس سے اللہ تعالیٰ بہتری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷۰۰۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيْرِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن يَرِدُ اللّٰهُ بِمَا خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمُهُ وَاللّٰهُ يُعْطِي وَلَوْ قَرَأَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يُضَرُّهُمُ مِنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت جبید بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطیب کی حالت میں فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت نبی اکرم صلی علیہ وسلم فرماتے تھے جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اسے دین میں سمجھ دے دیتے ہیں۔ اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور میری یہ استعینہ اللہ کے حکم پر قائم ہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچے جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ارادہ خیر میں ایک بحث ہے کہ جو شخص بچپن میں مرا۔ وہ بہتر ہے یا جو فقیہ بن کر بڑی عمر میں مرے وہ بہتر ہے۔ بظاہر من یرد اللہ الخ سے شبہ ہوتا ہے کہ فقیہ کے سوا اور کسی میں خیر کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب بعض نے یوں دیا کہ خیر میں مکرہ عظیم کے لئے ہے ای خیر عظیم تو ارادہ خیر کا باری تعالیٰ کی طرف سے بہت سے اشخاص کے لئے ہے۔ مثلاً شہداء اور بچوں کے لئے مگر خیر عظیم کا ارادہ فقہ فی الدین والوں کے لئے ہے۔ یعنی ان کے برابر کوئی اجر عظیم حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور بعض نے کہا کہ اس جگہ تفصیل اپنے جس کے اندر ہے۔ یعنی علم جس ہے اور اس کے کئی انواع ہیں تجوید، قرآنہ، نحو صرف معانی بیان وغیرہ یہ سب علوم دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان میں تفقہ نہیں ہے فقہ کے ایک معنی اصطلاحی ہیں یعنی علم بالاحکام المتعلقة بالمکلفین بالادلت التعلیلیۃ اور لغت میں فقہ کے معنی فہم اور

مجھ کے ہیں جس میں تقسیم ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کے سامنے فقہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا۔
 اَلْفَتْيَةُ الْمَعْرُضُ عَنِ الدُّنْيَا وَالرَّاعِبُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ فَتِيهٌ يَنْهَى عَنْ جَوَاحِلِ دِينِهِ كَالْعِلْمِ تَوَرَّكَتْ عَنْهُ
 دُنْيَا فِي مَنَهِكٍ هِيَ زَانَةُ نُبُوتٍ فِي جَوْشَا طَبَعٍ قَاتِلٍ هِيَ وَهُوَ فَتِيهٌ يَنْهَى عَنْ جَوَاحِلِ دِينِهِ كَالْعِلْمِ تَوَرَّكَتْ عَنْهُ
 کی چیز ہے۔

وَأَنَا أَنَا قَاسِمُ اللَّهِ يُعْطِي الْمَنْزِلَ كَسْ بِرْشِيهِ هُوَ تَابِعٌ كَأَنَّ فَقْدَ فِي الدِّينِ عَطِيَّةُ بَارِي تَعَالَى هِيَ تَوَهَّجُ
 فقہاء میں اختلاف کیوں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ واقعی فقہ اعطا ہے۔ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ میں ایک لفظ
 ہوں۔ اہل تصوف بھی کہتے ہیں کہ جمیع کمالات انسانی کے حصول کا واسطہ آنحضرت صلیم ہیں۔ مگر وہ فیض علی
 اعطاء الہی اور علی حسب الاستعداد ہوگا۔

تشریح ایشیخ زکریا۔ اس باب کی ایک غرض تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود
 ہے خاص طور پر فقہ کی۔ اور اس کے علم پر تحریریں ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں روایت کے الفاظ ہیں۔
 أَنَا أَنَا قَاسِمُ اللَّهِ يُعْطِي تَوَامِ بَخَارِي تَنْبِيْهِ فَرَارِ هِيَ۔ کہ عطا فرمانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے تم اپنی
 کوشش جاری رکھو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے دعا کرتے ہو۔ خود حضور صلیم کا اپنے بارے میں ارشاد ہے۔
 أَنَا أَنَا قَاسِمُ كَيْسٍ تَوْصِفُ تَقْسِيمُ كَاخْذَارِ هُوَ۔ ورنہ اصل عطا فرمانے والا تو باری تعالیٰ ہے۔ لہذا بعض اپنی
 محنت پر اعتماد نہ کرے بہت سے محنتی کچھ نہ کر سکے۔ اور بہت سے محنت نہ کرنے والوں کو بہت کچھ مل گیا۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

حدیث نمبر ۱۱۱۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ
 رَأَى الْمَدِينَةَ فَلَمَّا سَمِعَهُ يُعَدِّتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَدِيثًا
 وَاحِدًا قَالَتْ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ فَأَتَى بِجَمَاعٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّعْرِ شَجَرَةً مِثْلَهَا
 كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَإِذَا دُتُّ أَنْ أَقُولَ هِيَ الشَّجَرَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ نَفْوَمٍ فَسَكَتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الشَّجَرَةُ (الحدیث)

ترجمہ، باب علم میں سمجھ کے بارے میں، حضرت مجاہدؒ تاہجی فرماتے ہیں کہ مجھے مدینہ منورہ تک حضرت
 عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس سال سفر میں میں نے سوائے ایک حدیث کے ان سے جناب
 رسول اللہ صلیم سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا وہ ایک حدیث یہ ہے کہ ہم آنحضرت نبی اکرم صلیم کے پاس

تھے کہ آپ کے پاس کھجور کی گری لائی گئی جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کا حال مسلمان کے حال جیسلم ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں بتلاؤں کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر چونکہ میں تمام قوم سے چھوڑا تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ پس آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ تشریح از شیخ مدنی پہلے توفیق کا ذکر کیا گیا اب ہم کو بیان کیا جاتا ہے ان میں فرق اس طرح ہوگا کہ پہلے تو توفیق الدین کو بیان کیا گیا اور یہاں مطلقاً اشیاء میں فہم دراد ہے۔ کیونکہ طاہرین مختلف ہوتی ہیں بعض کو دینی علم میں طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو علوم دنیوی میں فہم ہوتا ہے۔ توفیق الدین ایک خاص چیز ہوتی۔ خدو فی العلوی فی المعلوم یہ عام ہے۔ جیسے حضرت ابن عمرؓ نے شجرہ کی پہلی کو سمجھ لیا۔ اگر شبہ ہو کہ مصنف کا مقصد اگر فضیلت ثابت کرنا ہے تو وہ یہاں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی اور چیز مقصود ہے تو وہ کیسے تو کہا جائے گا کہ فہم بھی کلی مشکوک ہے۔ حدیث سن یعنی نو عمری فقہ علم کو مستلزم نہیں۔ اور کبر سن یعنی عمر رسیدہ ہونا فوراً علم کو مستلزم نہیں تو یہاں اختلاف فہم کو بیان کرنا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہاں سے علم کی فضیلت ہی بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن مصنف کے صنائع میں سے اعتبار بھی ہوتا ہے۔ اس کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ کہ امام بخاریؒ کا مقصد علم کی فضیلت بیان کرنا ہے چنانچہ حدیث طویل سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ یہاں سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عطا فرمانے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور کوئی نہیں لیکن صرف اس پر اعتماد کر کے نہ بیٹھو بلکہ اپنی کوشش اور فہم سے کام لینا بھی ضروری ہے تو گویا یہ پہلے باب کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ اور شرح کی لئے یہ ہے کہ اس سے فہم علم کی ترغیب بیان کرنی مقصود ہے۔ اور یہ کہ طالب علم کو مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور قوت مطالعہ بڑھانی چاہیے لیکن میرے لئے کچھ اور ہے۔ وہ یہ کہ مصنفؒ یہاں سے مطالعہ کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ہر علم کی مناسبت دیکھو اور غور کرے اور مطالعہ کرتے وقت اور پینچے سب طرف نظر رکھے۔ چنانچہ اس باب میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلد کا سوال فرمایا کہ ایسا درخت بتلاؤ جس میں فلاں فلاں خصوصیت ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجاز (گری) کھا رہے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے حجاز کو دیکھ کر خلد سمجھ لیا۔ حجاز کھجور کے تنے کو کھود کر اس کے اندر سے جو برادہ سفید نکلتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں یہ لذیذ بہت ہوتا ہے

باب الرُّغْبَا ط فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَقَالَ عُمَرُو تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تَسْقُدُوا وَقَالَ
أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهِ وَبَعْدَ أَنْ تَسْقُدُوا وَقَدْ تَعَلَّمُوا أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ كِبَرٍ سِنَّهُمْ -

ترجمہ، علم اور دانش میں رشک کرنے کے بدلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سردار بننے سے
پہلے دین میں سمجھ پیدا کرو۔ امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ بالوں کی سیاہی کے دور
کے بعد بھی علم حاصل کرو۔ چنانچہ نبی اکرم مسلم کے صحابہ کرام اور عمر رسیدہ مرنے کے بعد بھی علم سیکھنے رہے۔
حدیث نمبر ۷۲۷۷ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الثَّمَالِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْتَطَاعَ عَلَى
هَلَكَةٍ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بَيْنَ مَآدٍ يَبْعَلُهَا - (المحدث)
ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم مسلم نے فرمایا کہ حسد نہیں کرنا چاہیے مگر
دو آدمیوں پر ایک تو وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس کو راہِ حق میں خرچ کرنے کا غلبہ بھی دیا ہے
دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش عطا فرمایا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم
دیتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ اعتبار غیبط سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی نعمت کے حصول کی تمنا کرنا۔
بغیر نعم علیہ سے نعمت کے ازالہ کے۔ اگر ازالہ نعمت کی تمنا ہو۔ تو وہ حسد ہوگا۔ غیبط جاتز ہے حسد ناجائز
ہے۔ لا تحاسدوا ولا تبأغضوا ارشاد نبوی ہے لا حسد الا فی اثنتین سے معلوم ہوتا ہے کہ دو
چیزوں میں حسد جائز ہے۔ دولت اور علم میں حالانکہ یہ دونو مہتمم بالشان ہیں۔ پھر حسد کی کیسے اجازت
دی گئی۔ اس لئے ایک جماعت کہتی ہے کہ حسد کے معنی اس جگہ غیبط کے ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ
لو جاز الحسد فجاء فی اثنتین لَمَا لَمْ يَخْزُ فِيهِمَا خَلِيفٌ فِيهِمَا سِوَاهُمَا یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو
ان دو میں جائز ہوتا جب ان دو چیزوں میں جائز نہیں تو ماسوا میں کیسے جائز ہوگا جیسے لا شؤم الا
فی الثلاث و ہاں بھی یہی معنی ہیں کہ اگر شؤم ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا جب ان میں نہیں ہے
تو اور میں کیسے ہوگا۔ تو مصنف پر جو اعتراض ہوتا تھا کہ روایت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں کیونکہ
روایت میں حسد کا ذکر ہے تو کہا جائے گا کہ کبھی مصنف کا مقصد ترجمۃ الباب سے حدیث کے معنی کو

واضح کرنا ہوتا ہے۔ لہذا یہاں حد سے غبطہ مراد ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ روایت میں حکمت کا تذکرہ ہے علم کا نہیں ہے۔ تو مصنفؒ نے علم کا ذکر کر کے حکمت کا اس پر عطف کر دیا کہ حکمت علم کا ایک نوع ہے۔ عطف الخاص علی العام کے طریقہ پر اس کا ذکر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ علم ایسی مرغوب فیہ چیز ہے کہ اس میں غبطہ کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے لئے کوئی وقت متعین نہ ہونا چاہیے۔ لیکن مصنفؒ حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تَفَقَّهُوا خَلِیْلَ اَنْ تَسُوْدَ وَاَیْمُنِیْ سِرْدَارِ بْنِ سَہْلٍ تَفَقَّہَ پیدا کرو۔ سردار بن جلنے کے بعد فراغت نہیں ہے۔

بھول گئے کھیل کود بھول گئے جھپکڑی ، تین چیزیں یاد رہیں لون تیل لکڑی
لیکن حضرت عمرؓ کا یہ فرمان صبر کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ بعد التوسید بھی تفقہ حاصل کرو کیونکہ سیادت کے لئے علم ضروری ہے۔ جاہل کی سیادت بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حد کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کے زوال کو چاہنا اور غبطہ کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کا مثل طلب کرنے کو بغیر اس کے کہ زوال کی تمنا کرے یہ ترجمہ یا تو شارح ہے کیونکہ حدیث میں لا حسد الا فی التنبیہ کا لفظ وارد ہے تو امام بخاریؒ نے باب سے تنبیہ فرمادی اور شرح فرمادی کہ حد سے مراد غبطہ ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ مصنفؒ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ علم میں بھی رشک کرنا چاہیے اپنے سے اونچے والوں پر تو گویا قابل رشک علم و حکمت ہے۔ نہ کہ یہ دنیا کی چیزیں یہ نہیں کہ فلاں کا کرتا اچھا ہے۔ اور میرا نہیں بلکہ علم و حکمت قابل غبطہ و رشک ہیں نیز احادیث میں چونکہ حکمت کا لفظ آیا ہے تو مصنفؒ نے باب میں اعتباط فی العلم بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ حکمت کی تفسیر علم ہے۔ وَخَالَ عَمْرُوًا مَطْلَبِیْہِہِ کہ بڑے اور سردار بننے سے پہلے فقارت حاصل کر لو۔ اس لئے کہ بڑے ہونے کے بعد علم جلدی حاصل نہیں ہو ہو سکتا۔ اور عوائق و موانع علم حاصل کرنے سے روک دیں گے۔ اب چونکہ اس قول سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ سیادت کے بعد علم حاصل نہ کرے۔ تو امام بخاریؒ نے بطور دفع مقدر کے فرمایا قَالَ ابُو عَیْدٍ اللّٰہُ بَعْدَ اَنْ تَسُوْدَ وَاَیْمُنِیْ اگر بڑا ہو جائے۔ تو بھی علم و قرآن کو ضرور حاصل کرنا چاہیے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے کبر سن میں علم سیکھا جب کہ وہ اپنے گمروں کے مالک و ممدار ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس کا بہترین اور اعلیٰ وقت سردار بننے سے پہلے ہے۔ اس اثر کی مناسبت ترجمہ سے یہ ہے کہ جو شخص سردار بننے سے تفقہ حاصل کرتا ہے۔ اس میں غبطہ کیا جاتا ہے۔

رجل اتاہ اللہ ما لہ الخ ایک آدمی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا فرمایا ہے۔ پھر اس کو اس کے ہلاک کرنے پر مسلط فرمادیا۔ ہلاک کرنے پر مسلط فرمادینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمع کر کے نہیں رکھتا بلکہ اس کو طرق خیر میں خرچ کرتا ہے۔ ہمارے مشائخ اور بزرگوں کا یہی رویہ رہا ہے کہ وہ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ جو آیا خرچ کر دیا۔ بڑے حضرت رائے پوریؒ یعنی حضرت شاہ عہد الرحیم صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر کی طریقہ یہ رہا کہ جو آتا ہے اس کو دے ڈالتے تھے۔ پھر کہیں سے کچھ آجاتا تو فرماتے یہ دوسرا آگیا اس کو بھی خرچ کر دیتے۔ میرے والد صاحب مفروض بہت تھے۔ اگر کہیں سے روپے آجاتے۔ تو اس کو قرض خواہوں کو دے دیتے اگر پیسے وغیرہ ہوتے تو وہ بچوں کو دے دیتے اور فرمایا کہ تے تھے جی نہیں چاہتا کہ اس مصیبت کو لے کر سوؤں اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے ایک بار فرمایا کہ بکریوں کی تجارت کروں گا۔ سنت ہے چنانچہ بکریاں خرید کر مضاربہ پڑے دیں کچھ دنوں بعد جب میں دلی گیا۔ تو فرمایا کہ بکریاں تو مر گئیں ان لوگوں کے ہاتھ میں روپیہ رکتا ہی نہ تھا۔ یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ سبطہ کی ضمیر رجل کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور علی ہلکتہ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہے۔

قال سفیان حدثنی اسماعیل بن سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان بن ابی خالد نے زہری کی سند سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ دوسری سند سے بیان فرمایا ہے۔ زہری تو روایت کرتے ہیں عن سالم عن ابن عمر اور زہری کی یہ روایت ص ۱۱۲ جلد ثانی میں کتاب کے ختم پر آئے گی کیونکہ یہ کتاب ص ۱۱۲ پر ختم ہے اور اسماعیل بن ابی خالد نقل کرتے ہیں قیس بن ابی حازم عن عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ غرض اس سند کے بتلانے سے یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے ہمیں جس طریقہ سے حدیث سنائی وہ غیر ہے امام زہری کے طریقہ سے یعنی یہ سند اور ہے۔ زہری والی سند اور ہے۔ اور یہ تنبیہ اس لئے فرمائی تاکہ کوئی مختلف سندیں دیکھ کر اضطراب کا شبہ نہ کرنے لگے۔

باب مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ وَقَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ أَتَيْنَاكَ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمَنِي إِلَّا بَيَّةً۔

ترجمہ، جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بحری سفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اس سے مجھے بھی سکھلائیں۔

حدیث نمبر ۲۸۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَرْثُومٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى
هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ ابْنِ جُصَيْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْهُ هُوَ خَصْرُ
فَمَرَّ بِهِمَا ابْنُ بَنِي كَعْبٍ قَدْ عَاةَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ رَأَيْتُمَا هَذَا صَاحِبِي هَذَا
صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقْيَمٍ هَلْ سَمِعْتُمَا الشَّيْءَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُمَا الشَّيْءَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي
مَكَدٍ مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوسَى
لَا قَدْ وَجَّهْتُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدٌ مَا خَصَرْتُ فَقَالَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ
الْحَوْتَ أَيْةً وَقِيلَ لَهُ إِذَا افْقَدْتَ الْحَوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتَّبِعُ
أَشْرَ الْحَوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذَا أَوْبَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي
نَسِيتُ الْحَوْتَ وَمَا أَتُسْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَكَ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْتَغِي فَأَرْتَدَّا
عَلَى أَثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَصْرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا قَصَصَ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے
میں ان کا مربی حسن فزاری سے جھگڑا ہوا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں پس
حضرت ابی بن کعبؓ کا ان دونوں کے پاس سے گذر ہوا جن کو حضرت ابن عباسؓ نے بلا کر فرمایا کہ میں اور
میرے اس ساتھی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی ملاقات کھتے
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے راستہ دریافت فرمایا۔ تو کیا آپ نے آنحضرت نبی اکرم صلیم سے
اس کے بارے میں کوئی حال سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب نبی اکرم صلیم سے سنا کہ ایک
مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں دغظ فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان سے دریافت
کیا کہ آپ کو کسی ایسے آدمی کا علم ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو انہوں نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ
سے ان تک پہنچنے کا طریقہ دریافت کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے پھلی کو ان کے لئے نشانی مقرر فرمایا۔ کہ جب
آپ پھلی کو گم پائیں تو اس کے نشان پر آپ چلے جائیں تو ان سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی چنانچہ
وہ سمندر میں پھلی کے نشان پر چل پڑے تو موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نوح جو ان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے عرض کی جب ہم پتھر کے پاس آرام کر رہے تھے تو میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا یہ شیطان کی کاروائی ہے کہ اس نے مجھے آپ سے ذکر کرنا بھلوا دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ وہ لٹے پاؤں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے اور حضرت علیہ السلام کو پایا پھران کا حال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ مسند نے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جگہ پر خطبہ دیا جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ لوگ لٹے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ سے زیادہ بھی کوئی عالم موجود ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں ہے چونکہ یہ قول تکبر اور انانیت کی طرف متوجہ تھا اگرچہ واقع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے اعتبار سے علم الناس تھے۔ مگر بارگاہ ایزدی میں کسی کی انانیت پسند نہیں چنانچہ عرب کا مشہور مقولہ ہے من قال انا وقع فی الحناء جس نے میں کہا وہ مشقت میں پڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود کبر اسن ہونے کے تسوید کے بعد بھی علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جلتے ہیں۔ جن کو مجمع البحرین کے متعلق حکم کیا گیا تھا۔ جبکہ بحرین کی تعبیر میں اختلاف ہے، بہر حال حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعلیم پانے کے لئے بحری سفر اختیار فرمایا۔ ملاقات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اندک لن تستطیع معی صبرا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی معاملہ میں میں آپ کی حکم عدولی اور نافرمانی نہیں کروں گا۔ لا اعصی لک امرا چنانچہ مقولہ ہے کہ شیخ ظاہر کے سامنے چرانہ کہنا چراگاہ کو جانلے اور شیخ باطن کے سامنے چرا کہنا چراگاہ کو جانلے۔

بجئے سجادہ رنگین کن گرت پیرے مخاں گوید کہ ساکب بے خبر بنود زراہ و رسم منزہا
لیکن پیر مخاں وہ ہے جو شریعت اور طریقت کا جامع ہو۔ اگرچہ حضرت خضر علیہ السلام کے تینوں واقعات ظاہر شریعت کے خلاف تھے مگر پیر مخاں کراتا تھا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سکوت و صبر نہ فرمایا کیونکہ یہ ظاہر شریعت کے پورے پابند تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام شریعت اور طریقت دونوں جلتے تھے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک طالب علم کو پانچ روپے دے کر حرام کاری کے لئے بھیجا تھا۔ درحقیقت وہ عورت اس کی زوجہ تھی۔ فی البحر الی الخضر اپنے حقیقی معنی پر نہیں

کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر کے شروع میں سمندر کے کنارے پر تھے اور فی البحر اس بنا پر کہا گیا کیونکہ بعض سفر بحر میں ہوا ہے۔ تسمیتہ الجزء باسوا کل کے طور پر تمام سفر کو بحری سفر کہا گیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ اطلاق المسیب علی السبب کے طور پر ہے کہ بڑی سفر بحری سفر کا سبب بنا۔ تیسری توجیہ مجاز بالحذف کی ہے، اے ذہاب موسیٰ فی جانب البحر و جنب البحر چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اے یعنی مع کے ہے کہ ذہاب موسیٰ فی البحر مع الخضر یا نخویں توجیہ یہ ہے کہ حرف عطف کو محذوف مانا جائے ذہاب موسیٰ فی البحر الی الخضر اس میں بہت زیادہ کم تکلف ہے تو سفر بحری اور سفر الی الخضر دو چیزیں ثابت ہوئیں۔ علم کی طلب میں سفر کرنا خصوصاً بحری سفر تو نہایت شاق ہوتا ہے۔ ایک بدوی کہتا ہے گوز شتر سمک کی سیج سے بہتر ہے۔ اور آنحضرت صلم فرماتے ہیں کہ لا یرکیا لبحر الا حاح او معتمر او غار یعنی بحری سفر یا حاجی کرے گا یا عمرہ کرنے والا یا اسلام کا تازی جہاد کرنے والا عرض کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عمر رسیدہ ہو کر پھر بھی طلب علم کے لئے اوالعزم بن جاتے ہیں آپ کی عمر مبارک اسی نوے کے درمیان تھی۔ ترجمہ میں هل اتبعك علی ان تعلمنی سے یہ بتلانا ہے کہ ہمیں بحر کے سفر کا جواز یا کسی بڑے کی ملاقات کرنے کے لئے جانے کو ثابت نہیں کرنا بلکہ امم سابقہ کے واقعات سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلب علم کے لئے کبرسنی کی حالت میں نکلنا بھی جائز ہے۔ امم سابقہ کے واقعات تب قابل استدلال ہیں جب وہ ہماری شرعی احکام کے معارض نہ ہوں اس وقت ان سے استدلال صحیح ہے۔ مصنف تو اس میں زیادہ توسع کے قائل ہیں۔ تمنا ری ہو وحر بن قیس فوجد عبد من عبادنا میں ان کا جھگڑا تھا کہ وہ عبد کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ عبد سے حضرت خضر علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے کہ وہ نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے قبل بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہو چکے تھے حضرت خضر علیہ السلام نے آب حیات نوش فرمایا تھا۔ اور آپ کے غسل کے وقت حجر سے جو آواز آئی کہ آپ بنی اکرم صلم کو اپنے کپڑوں میں غسل دو ننگا نہ کرو۔ وہ آواز حضرت خضر علیہ السلام کی تھی۔ بعض حضرات ان کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ آنحضرت صلم دجال کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ دجال جب مدینہ کے قریب جبل عیر کے قریب پہنچے گا تو ایک شخص اس کے کذاب ہونے کی خبر دے گا۔ وہ خضر علیہ السلام ہوں گے چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ خضر علیہ السلام آج بھی موجود ہیں اور اس وقت بھی موجود ہوں گے۔ صوفیاء کی کتب میں ہے کہ کئی مرتبہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سمندری مدوجز کا انتظام

ان کے سپرد ہے۔ اس ضمن میں حضرت ایکس علیہ السلام کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ باطنی انتقام ہے۔ الغرض صوفیاء کرام تو حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ اور علماء کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے، تکنوینیات میں ان کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھا ہوا ہے اور تشریحات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم فائق ہے۔ علماء کی ایک جماعت حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کی قائل ہے چنانچہ مصنفؒ بھی اس کو کہہ رہے ہیں۔ مگر استدلال میں کوئی صریح بات ذکر نہیں فرمائی۔ کیونکہ بعض راویوں میں آپس نے فرمایا کہ سو برس کے بعد وہ عہد فوت ہو جائے گا۔ تو گویا وہ عہد نبوی میں موجود تھے۔ اب نہیں ہیں۔ لیکن قائلین حیات کہتے ہیں کہ مومن ہو علی ظہور اللہ سے کون سی ارض مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ الارض ہیں الف لام عہد کلمہ ہے۔ اور اس سے ارض عرب مراد ہے اور حضرت خضر علیہ السلام ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضر موجود نہ ہوں۔ اگر عام ارض بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام بحر میں ہوں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مومن ہوا لہ میں مکت سے وہ نفوس مراد ہوں۔ جن کو لوگ جانتے پہچانتے ہیں۔ اور مومن ہوتے حضرت خضر مراد نہ ہوں۔ کیونکہ یہ معروف نہ تھے۔ فی صاحب موسیٰ الخ۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ سے ایک داعی نوفل کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں اذقال موسیٰ سے موسیٰ بنی اسرائیل مراد ہیں یا کوئی اور موسیٰ مراد ہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ کذب عدداً اللہ سمعت ابی بن کعب الخ اس واقعہ کو امام بخاری نقل فرمائیں گے۔ بنی اسرائیل، اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اور یعقوب ان کا لقب ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے جن کے لئے حضرت اسحاق علیہ السلام نے دما کی تھی جس کی بدولت ان کے بہت سے اسباط مرنے جن کی بشارت حضرت اسحاق علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ فانطلقا حتی اذا کباب الخ اس آیت پاک کا تقاضا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں ایک ساتھ سمندر میں سوار ہوئے اور یہی مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضر ملے۔ تو ان سے کہا کہ مجھے علم سکھائیے اس پر حضرت خضر نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ لیکن عہد و پیمان کر کے چلے دریا کے کنارے چلتے رہے۔ ایک کشتی جا رہی تھی، اس کشتی والوں نے حضرت خضر کو پہچان کر بلا کر یہ سوار کر لیا۔ جب کشتی چلنے لگی تو حضرت خضر نے اس کو توڑنا شروع کر دیا۔ الغرض اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات ساتھ سوار ہو کر سمندر میں چلے۔ لیکن امام بخاری باب باندھ رہے ہیں۔ کہ فی ذہاب موسیٰ الخ اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں ہو کہ حضرت خضر کی طرف چلے اور پھر ان سے ملاقات کی۔ اس کی توجیہات ذکر ہو چکی ہیں۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ

کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنے ساتھی کے ساتھ چلے تو چلتے ہوئے ایک جھولا ساتھ لے یا تھا جس میں ایک بھٹی ہوئی مچھلی تھی مچھلی کو ذکرِ سمندر میں چلی گئی۔ اور بطور معجزہ وہاں ایک طاقتور بن گیا۔ بیدار ہونے کے بعد جب پورا واقعہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم تو بھی تلاش کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طاقتور بن اعلیٰ ہو کر حضرت خضر کے پاس پہنچے اس تقریر سے ذہاب موسیٰ فی البحر الحجازی الخضر ٹھیک ہو گیا۔ اب ترجمہ الباب کی غرض کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرام کے دور میں طلب علم کے لئے سفر کی عادت نہ تھی اس لئے اس کا اثبات فرماتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اس کے لئے مستقل باب الخروج فی طلب العلم کا ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ چنانچہ اس اعتراض سے بچنے کے لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ غرض ترجمہ خروج فی البحر لطیف العلم کے جواز کو بیان کر لیں۔ اور آنے والے باب سے خروج فی البحر کو بیان کرنا ہے مگر اس توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ سمندر کا سفر مشقت کا سفر ہے۔ بنسبتہ خشکی کے سفر کے جب سمندری سفر کا جواز ثابت ہو گیا تو خروج فی البحر بطریق اولیٰ ثابت ہو گا مولانا کی اپنی توجیہ یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت کے مطابق لا یمکب البحر الحجاج او معتمر او غاذا فی سبیل اللہ رکوب بھی کا جواز سوائے حاج معتمر اور غازی کے نہیں معلوم ہوتا اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عموم کو مقید کرنے یا اس سے مستثنیٰ کرنے یا اس پر رد کرنے کو یہ باب باندھا اور میری اس رائے کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ امام بخاریؒ کی کتاب البيوع میں باب باندھا ہے۔ باب التجارة فی البحر تو امام بخاریؒ کو جہاں جہاں اس کے خلاف روایات ملیں وہاں وہاں اس کے عموم کو مقید فرمایا یا استثنیٰ فرما دیا۔ اور بعض علماء نے غرض یہ بیان فرمائی کہ علم حاصل کرنے میں جو مشقت اور تکالیف آئیں ان کو برداشت کرنا چاہیے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکالیف برداشت کیں اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے قبل مصنف نے قال ابو عبد اللہ کہہ کر یہ فرمایا تھا کہ سردار بننے کے بعد مجھے بے فکر ہو کر نہ بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ تسلیم حاصل کرے تو اس کی تائید اس باب سے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت یعنی سرداری کے مل جانے کے باوجود کلیم اللہ اور نبی مرسل اور دیگر خصوصیات کے حضرت خضرؑ سے علم حاصل کرنے کے لئے شریف ہو گئے۔ جن کی نبوت میں بھی اختلاف ہے۔ ہل اتبعك الخ امام بخاریؒ نے ساری سورت میں سے یہ آیت منتخب کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر صرف علم حاصل کرنے کے لئے تھا۔ ملاقات وغیرہ کے لئے نہیں تھا۔ انہ تمام دینی ہو و الحو بن خلیس حضرت

عبداللہ بن عباس اور عربن قیس دونوں صحابی ہیں ان دونوں میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ حضرت موسیٰؑ جس کے پاس گئے تھے وہ کون تھے حضرت خضرؑ تھے یا کوئی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہاں اس روایت میں تو اس طرح ہے مگر بخاری شریف ص ۱۲۱ جلد اول پر اس طرح ہے ان نوخل البکالی بنوعوامہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوخل بکالی اس کا انکار کر رہا تھا کہ اتنا بڑا نبی بھی خضر سے علم حاصل کرنے چاہئے گا۔ لہذا وہ کوئی اور موسیٰ ہو گا۔ لیکن اس روایت کے باب کے اخیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ تم نے تنبیہ اس لئے کر دی تاکہ خلیجان نہ ہو۔ یہ دونوں دو قہتے ہیں یہاں ابن عباس سے جھگڑا کرنے والے یہ عربن قیس ہیں اور وہاں یہ بات کہنے والے نوخل بکالی تھے۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ ہوا کہ بعینہ یہ حدیث ص ۱۲۱ پر آ رہی ہے۔ وہاں بھی ان دونوں صاحبوں کے درمیان مناظرہ ہے۔ لیکن وہاں مناظرہ حضرت خضرؑ کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق نہیں بلکہ مناظرہ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ہے کہ یہ کون سے موسیٰ ہیں۔

قال موسیٰ لا انا جب حضرت موسیٰؑ سے یہ سوال ہوا کہ آپ اپنے سے زیادہ کسی کو عالم جانتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نبی تھے۔ ظاہر ہے کہ نبی کا علم اور دوسرے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ تواضع پسند ہے اس لئے عتاب ہوا بلی عبدنا خضرؑ وہاں ہمارا بندہ خضرؑ سے اعلم ہے۔ اور اس سے مواضع جزئیات ہیں۔ اہل علم کو علم کی قدر ہوتی ہے اور پھر انبیاء علیہم السلام کو بہت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی کہ حضرت خضرؑ سے ملیں گے ان کو طریقہ بتا گیا۔ ابی بیان ہو چکا کہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس پسند نہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ الکبریاں دانی کے مطابق کبریاں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ وہاں پستی نہیں ہے وہاں عظمت ہی عظمت ہے اور قادمہ ہے کہ جہاں جو چیز نہیں ملتی اس کی بڑی قدر ہوتی ہے اس لئے تواضع کی وہاں بڑی قدر ہے چونکہ وہاں علوی اور عظمت ہی عظمت ہے اس لئے اس کی کوئی قدر نہیں جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل سمجھے اس کو اللہ اور بلند فرما دیتے ہیں۔ مَن فَوَاضِعَ رَفَعَهُ اللہ کا یہی مطلب ہے۔

فكان موسیٰ علیہ السلام یہ قصہ مختصر ہے دوسری جگہ تفصیل آنے لگی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰمُوْ عَلٰیہُ الْکِتَابُ۔ الخ

حدیث نمبر ۷۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ۖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ۖ قَالَ قَامَ فَتَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْنِي الْكِتَابَ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب قرآن پاک سکھا دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ علم کے لئے صرف طلب ظاہری کافی نہیں بلکہ اس کے لئے باطنی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ کہ بزرگوں سے دعا بھی کرائی جلتے جیسے آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی جس کی بدولت وہ رئیس المفسرین اور جبر الائمہ بن گئے۔ سچ ہے ۔

نہ کتابوں سے ہے نہ کالج کے در سے ہے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (مرتب)

تشریح از شیخ زکریا شراح کے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ چونکہ باب سابق کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا عربی نہیں پر غلبہ ہونا معلوم ہوا۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اس غلبہ کی علت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہوا۔ اور مشائخ کی رائے یہ ہے کہ باب سابق کی روایت سے غلبہ ابن عباسؓ معلوم ہوا تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ محض ذہانت پر اعتماد نہ کرے اور محنت پر بھروسہ نہ رکھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور میری رلے ان سب کے ساتھ یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ غلبہ ابن عباسؓ کی طرف اشارہ ہے۔ اور دعاؤں کی ترغیب ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ابن عباسؓ کے لئے کیوں کی؟ اس کی علت اور سبب کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ ایک ماخذ دنا کرم صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے استنجا کے لئے لوٹا بھر کے رکھ دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ کس نے رکھا ہے۔ بتلایا گیا کہ یہ ابن عباسؓ نے رکھا ہے۔ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی اللَّهُمَّ فَتَمِّمْهُ فِي الدِّينِ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ یہ حدیث مز ۲ باب وضع الماء عند الخلد میں آرہی ہے تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ یہ دعا خدمت کی وجہ سے تھی۔ لہذا مشائخ کی خدمت کرنا چاہیے۔ اور اگر ادلیا اور بزرگوں کی دعا لینا چاہتے ہو تو ان کی خوب خدمت کرو۔ اور یہ اصول موضوعہ میں سے ہے کہ استاد کی خدمت اس کا احترام وغیرہ علم میں برکت کا سبب ہوتا ہے اور نافرمانی وغیرہ علم میں کمی کا باعث ہے۔ اور الدین کا احترام و سعادت رزق کا باعث

ہے۔ اور عدم احترام موجب تگنی رزق ہے۔

ہر کہ خدمت کرداد مخدوم شد۔

باب مَتْنِ یَصِحُّ سَمْعُ الصَّغِيرِ۔

حدیث نمبر ۴۴، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ الْخَزَّازُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَكْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانِ قَاتَانِيَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِخْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمَنْحَى اِلَى غَيْرِ جَدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصُّفِّ وَادْرَسْتُ الْاَتَانِ تَوَقُّعٌ فَدَخَلْتُ فِي الصُّفِّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گدسیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور آنحضرتؐ مسلم منیٰ کے مقام پر بغیر دیوار کے سترو کے نماز پڑھا رہے تھے۔ تو میں ایک صف نماز کے سامنے سے گزر گیا۔ اور گدسیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور نماز کی صف میں داخل ہو گیا۔ میرے اس عمل کو آنحضرتؐ نے برائہ منایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اور روایت اور تبلیغ کے وقت بلوغ کا ہونا شرط ہے اس پر سب کا اتفاق ہے البتہ تحمل روایت کی حالت میں اختلاف ہے۔ اکثر حضرات کے نزدیک یہی ہے کہ اگر نمیز اور بلوغ ہے تو تحمل روایت صحیح ہے۔ اگر بلوغ نہیں اور نمیز ہے۔ تو بلوغ کے بعد اس کی اس روایت کا اعتبار ہوگا بصحت ۲۷ اس جگہ صاف بات نہیں کہتے ہیں۔ اتان کا لفظ مونث کے لئے آتا ہے حار کا لفظ عام ہے مذکر و مونث دونوں کے لئے الی غیر جدار ای الی سترۃ غیب جدار اس سے معلوم ہوا کہ ہر نمازی کے سامنے سترہ کا ہونا ضروری نہیں۔ سترہ امام سبک کے لئے کافی ہے۔ بہر حال یہ حکم اور اس کا تحمل قبل البلوغ ہو رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سماع حجتی معتبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم و تدریس تو بعد البلوغ معتبر ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ کس زمانے کی روایات بیان کر سکتے ہیں۔ یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کی جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحمل کے لئے بلوغ یا مراحقہ شرط ہے ان کا استدلال قدما ہزت الاختلام والی روایت سے ہے اور حضرت امام احمدؒ کی رائے ہے کہ چھ مہینے کا تحمل صحیح ہے اور امام احمدؒ سے اس بارے میں پانچ سال کا بچہ منقول ہے مادامیکہ تیسری جماعت کی رائے ہے کہ پانچ سال میں تمیز کا ہونا کہیں کہیں ہوتا ہے۔ در نہ قاعدہ اکثری یہ ہے کہ سات

سال میں تمیز ہوتی ہے۔ اسی لئے امر بالصلوٰۃ سات سال کی عمر میں فرمایا ہے۔ لہذا سات سال والے کا تحمل متبرہ ہوگا۔ اور جن علماء کی رائے یہ ہے کہ عربی لڑکے کے لئے چار سال اور عجمیوں میں سات سال کیونکہ اہل عرب کا حافظہ قوی ہوتا ہے اور وہ چار سال میں اچھی طرح تحمل کر سکتے ہیں بخلاف اہل عجم کے۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ باب کی پہلی حدیث قدسناہوت الاختلاف یحییٰ بن سعید کی تائید میں ذکر فرمائی ہے اور دوسری حدیث وانا ابن خمس سنین امام احمدؒ کی تائید ہے۔ حضرت مولانا گلوہیؒ کا ارشاد ہے کہ تحمل کے لئے تو کوئی شرط نہیں۔ لیکن سماع کے لئے ادراک کی شرط ہے۔

حدیث نمبر ۷۵۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُوْسَعٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ الشَّرِيحِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً كَجَمَاعَةٍ وَنَحْنُ وَأَنَا بَيْنَ تَحْمِيلِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ
ترجمہ: حضرت محمد بن الزبیر بن حنفیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کھلی کا پانی یاد ہے جو آپ نے دُول سے لے کر میرے منہ میں مارا تھا جبکہ میں پانچ سال کی عمر کا تھا۔
تشریح: از شیخ مدنیؒ چونکہ آپ کے اس عمل سے ان کو تکلیف پہنچی تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے یاد رکھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں کے ساتھ نرمی و مذاق جاتر ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ کھلی کا پانی ناپاک نہیں ہر حال روایت سے یہ معلوم ہوا کہ تحمل کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ البتہ ادراک روایت کے وقت بلوغ شرط ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو متعدد جگہ مثلاً کتاب السنہ۔ قطع الصلوٰۃ، مودعین یدی المصنف وغیرہ میں ذکر فرما کر مختلف مسائل ثابت فرمائیں گے۔

باب الْخُرُوجِ فِي طَلَبِ الْوَلَدِ وَحَلِّ حَبَابِهِ بِنِ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ إِلَى
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسِيرَةَ فِي حَدِيثٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ: تلاش علم کے لئے سفر کرنا اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مہینہ بھر کا سفر حضرت عبد اللہ بن امینؒ کی طرف محض ایک حدیث سننے کے لئے اختیار کیا۔

حدیث نمبر ۷۶۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَالَى هُوَ وَالْخُرُوجُ فِي حَدِيثٍ
بَيْنَ حُسَيْنِ الْأَمْرَادِيِّ فِي صَاحِبِ مُؤَمِّی قَوْمٍ يَهْمُ الْبَيْتَ كَعَبْدِ قَدَعَا ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ
لَا فِي تَمَارَئِكَ إِنَّمَا وَصَّيْتُمْ هَذَا فِي صَاحِبِ مُؤَمِّی الَّذِي سَأَلَ السَّيِّدَ إِلَى نُقِيبِهِمْ هَلْ سَمِعْتَ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ ابْنُ نَعْمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُونَ أَنَّهُ يَقُولُ بَيْنَمَا مَوْسَىٰ فِي مَكَدٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُ
رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مَوْسَىٰ لَا فَاوَسَّيْتُ اللّٰهُ إِلَى مَوْسَىٰ بَلَىٰ عَبْدُنَا
خَضِرٌ قَالِ السَّبِيلَ إِلَىٰ لِقَائِهِمْ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْخُوتَ أَيْةً وَفِيهِ لَهُ إِذَا افْتَدَتْ الْخُوتَ
كَانَ جَمْعُ مَا تَكُ سَلَفًا فَكَانَ مَوْسَىٰ يَتَّبِعُ أَثَرُ الْخُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتَى مَوْسَىٰ يَمُوسَى
أَكُونَيْتَ إِذَا وَبَّكَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْخُوتَ وَمَا أَتْلُوْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ
قَالَ مَوْسَىٰ ذِيكَ مَا كُنَّا نَفْجُ قَارِنًا عَلَى أَثَرِهِمَا فَصَمًّا فَوَجَدَ الْخَضِرَ فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا
مَا قَصَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا اور مر بن قیس قراری کا صاحب موسیٰ کے بارے
میں اختلاف ہوا۔ اچانک حضرت ابی بن کعبؓ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے ان کو بلا کر عرض کیا کہ میرا
اور میرے اس ساتھی کا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہوا جن سے ملاقات کے لئے حضرت
موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ راستہ دریافت کیا تھا۔ کیا آپ نے اس بارے میں آنحضرت رسول اللہ صلیم سے کچھ سنا ہے
انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب رسول اللہ صلیم سے ان کے بارے میں سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ
کیا آپ اپنے سے زیادہ علم والے کو جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے سے اعلم کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے
آپ کی طرف وحی بھیجی کہ کیوں نہیں میرا ایک بندہ خضر علیہ السلام اعلم ہے تو ان سے ملاقات کا راستہ دریافت
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پھلی کو نشانی قرار دیا کہ جب پھلی گم ہو جائے تو آپ واپس لوٹیں عنقریب آپ کی ان سے
ملاقات ہو جائے گی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں پھلی کا نشان تلاش کرنے لگے جس پر موسیٰ علیہ السلام
کے شاگرد نوجوان یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے جب ہم ایک پتھر کے
پاس آرام کر رہے تھے، تو پھلی کو بھول گیا۔ اور یہ پھلی کا ذکر مبلوا دینا شیطان کی

کارگزاری ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا منزل مقصود تھا جس کو ہم طلب کر رہے تھے چنانچہ
یہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پایا۔ باقی قصہ ان کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں
بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ منیٰ مصنف اس باب سے طلب علم کے لئے سفر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپ نے

سفر کو قطع نہ ہونے والا قرار دیا ہے اور لاشعہ الرحال، الا الحیث لث اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ حاجت پوری ہونے کے بعد فوراً گھر واپس آنا چاہیے۔ حضرت جابرؓ نے یحییٰ بن ابراہیمؓ کے بیان سے بلا واسطہ نہیں سنا تھا۔ اور ہی اہل مدینہ کو یاد تھی۔ صرف حضرت عبداللہ بن امیہؓ کو یاد تھی جس کے لئے شہرہ رحال کے انہوں نے دمشق کا سفر اختیار کیا۔

یتبع اثرا الحوت الخ اس میں اختلاف ہے کہ اتباع اثر حوت کہاں ہوا ہے۔ آیا صحرہ کے بعد یا ابتداء میں روایت سے آفری صورت معلوم ہوتی ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ یتبع اثر الحوت لدی الرجوع الی الصحیح یعنی واپسی پر جبکہ صحرہ کے پاس پہنچے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اتباع اثر حوت زنبیل میں تھا اور فی البحر کے معنی من جانب البحر کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت زنبیل میں دیکھتے تھے اور پیچھے لگنے کے معنی خیال کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب میں امام بخاریؒ نے یہ بتلایا ہے کہ صحابہ کرام علم اناس تھے، انحضرت صلعم سے علم حاصل کئے ہوئے تھے۔ اور دیگر صفات کے باوجود ایک ایک حدیث کے لئے لئے بلے بلے سفر کرتے تھے الیٰ حضرت۔ تو معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا مندوب ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوچ کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس حدیث سے یہ ثابت فرما دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تحصیل علم کی خاطر اپنے مقام سے نکلے ہیں۔

باب فَضْلٍ مِّنْ عَلَوٍ وَعَلَوٍ

حدیث نمبر ۷۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَاتَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قِيلَتِ الْمَاءُ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَاءُ وَالْعُثْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَاوِبٌ أُمْسَكَتِ الْمَاءَ فَفَضَّ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَتَوَبُّوا وَاسْتَوَوْا وَرَعَوْا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًّا فَذَا لَكُمْ مَثَلٌ مِّنْ فَضْلِهِ فِي التَّوْبَةِ وَنَفْعِهِ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعِلَوْ وَعَلَوْ وَمَثَلٌ مِّنْ كَوْبٍ يَرْفَعُ يَدَ لَكَ رَأْسًا وَلَوْ يَقْبَلُ هُدًى لِّلَّهِ الْكَذِبُ أُرْسِلَتْ بِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنْ سَمِعْتُمْ عَنْ أَبِي سَامَةَ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قِيلَتِ الْمَاءُ قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالصَّيْفُ يُصَفِّ السُّيُوفُ مِنَ الْأَرْضِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم معلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت معلّم نے فرمایا کہ وہ ہدایت اور علم وحی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس کثیر بارش کی طرح ہے۔ جو ایک زمین کو پہنچی جو صاف ستھری ہے کہ اس نے پانی کو قبول کر لیا۔ بہت سی خشک اور ترگھاں کو آگایا۔ اور بعض زمینیں ایسی سخت ہیں کہ اس نے پانی کو تو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا کہ انہوں نے خود بھی پانی پیدا دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی میں بھی لگایا۔ اور بارش زمین کے ایک دوسرے ایسے حصّہ کو پہنچی جو مٹیلا میدان ہے کہ نہ اس نے پانی کو روکا اور نہ ہی گھاس آگائی۔ پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین میں سمجھ پیدا کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو علم و ہدیٰ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے نفع پہنچایا کہ خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور اس شخص کی مثال جس نے اس علم کی طرف سر بھی نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حضرت اسحاق نے حضرت ابواسامہ سے نقل کیا ہے کہ اس زمین میں سے ایک ٹکڑا ایسا مٹیلا بھی ہے جس پر پانی چڑھ گیا۔ اور قرآن میں قاعاً صفاً صفاً کے یہی معنی ہیں صفصف ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی ”زمین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وہ زمین جو کھیتی کے قابل ہو کہ اس کھیتی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور دوسری وہ جس سے کھیتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ شور زمین ہے۔ پھر جو زمین کھیتی کے قابل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو سہل اور نرم ہوتی ہے۔ جو پانی کو چوس لیتی ہے۔ پھر اس سے کھیتی باڑی آگتی ہے۔ اور دوسری زمین وہ ہے جو سخت ہے۔ پانی کو چوستی نہیں البتہ پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جانور انسان چرند، پرند اس سے پانی پیتے ہیں۔ اور کھیتی بھی سیراب کرتے ہیں۔ اس طرح اہل علم کی بھی تین حالتیں ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث کو سنا اور استخراج مسائل کیا جیسے مجتہدین بظاہر یہ استخراج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک ایک روایت سے سینکڑوں مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ دوسرا اہل علم کا وہ طبقہ ہے جو استخراج کی قوت تو نہیں رکھتا مگر احادیث کو محفوظ کر لیا۔ مجتہدین اس سے استخراج کر لیں گے جیسے محدثین کی جماعت اور قیصر طبقہ وہ ہے جنہوں نے علم نبوی کو نہ تو جذب کیا اور نہ محفوظ کیا بلکہ علو نبوی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جیسے امراء، جہلاء اور کفار یہاں مثال کو مثل لہ کے ساتھ بالکل مطابقت ہے کہ زمین کی تین قسم ہیں اسی طرح اہل علم کی بھی تین قسم ہیں۔ خطیہ وہ زمین جو شور نہ ہو بلکہ طیبہ ہو۔ کلاؤ گھاس کو کہتے ہیں خواہ وہ

ترہو یا خشک اور عشب تر گھاس کو کہتے ہیں قیعان قاع کی جمع ہے۔ وہ سخت زمین جس پر پانی نہ ٹھہر سکے زمین اپنے اندر گر گھاس نہ ہونے کی وجہ سے پانی کو نہیں روک سکتی اور اپنے میں شیرینی نہ ہونے کی وجہ سے انبات نہیں ہوتا۔ اس پر اشکال ہے کہ مثل اور مثل لہ میں تین چیزیں ہونی چاہئیں، جب زمین کی تین قسمیں ہیں اور آپ اپنے لئے ہوتے علم کو زمین سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جب مثل کی تین قسمیں ہیں تو مثل لہ کی دو قسمیں کیوں ذکر کی گئیں۔ تو تعلیم کی صورت یہ ہے کہ درحقیقت مثل اور مثل لہ دو ہیں۔ آپ نے کمثل الخیت المکثیہ کا مقابل منھا اجادب فرمایا ہے اور غیث کثیر کی دوسری قسم منھا نفیۃ قبلت الماء اور مثل لہ بھی دو ہیں ایک منفع اللہ بھا اور دوسرا اجادب تو نفیۃ کا مقابل اجادب ہوا۔ اور مثل لہ بھی دو قسم ہیں غایۃ مافی الیاب مثل لہ کی دو قسموں کی ایک قسم کر لی گئی یعنی نرم زمین ہے جو پانی چوس لیتی ہے اور دوسری سخت زمین ہے جو پانی کو نہیں چوستی اور اصاب ارض کے مقابل اصاب منھا طائفہ اخویہ ہے یعنی قیعان ہے۔ لفظ اصاب کا اعادہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ارض نافعہ کا مقابل قیعان ہے۔ یعنی ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کو قبول کیا۔ اور بعض نے قبول نہ کیا۔ لفظ اصاب اور مثل کا کمر لانا تقسیم ثنائی پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر پہلی تقسیم کی تشیل سے کوئی بحث نہیں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ تقسیم ثلاثی ہے۔ کہ غیر قیعان کی دو قسمیں ہیں۔ اور قیعان تیسری قسم ہے۔ اب مثل لہ میں مقوڑی سی تقریر کرنی پڑے گی کہ نفعہ بما بعثنی اللہ الخ میں داؤ وغیرہ کو بعد مثل کے مخدوف مانا جائے گا۔ قاع یعلوہ الماء مصنف کا طریقہ ہے کہ کوئی لفظ قرآنی روایت کے مطابق آجالتے تو روایت سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ قاغا صہ صفا کی تفسیر اس قیعان سے کر دی۔ کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ تعلیم کی فضیلت مسلم اور علم کے فضائل تسلیم مگر بقائے علم تعلیم سے ہوتا ہے۔ لوگو یا اس باب سے تعلیم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ مثل ما بعثنی اللہ الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ عالم اور غیر عالم کے فرق کو سمجھایا ہے کہ جو علم و ہدایت میں لے کر آیا ہوں اس کی مثال کثیر بارش کی سی ہے جب نازل ہوتی ہے۔ تو تین طرح کی زمینوں پر پڑتی ہے ایک تو وہ زمین جس میں فرماہٹ اور نرمی بہت ہے کہ بارش ہوتی۔ اس نے پانی چوس لیا۔ اور پھر گھاس سبزہ پھل پھول اگلنے یہ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی مثال ہے کہ ان لوگوں نے احادیث کو پی لیا پھر اصول و فروع کے پھل پھول اگلے۔ اور مسائل کے پیل بوٹے لگاتے اب ان سے حدیث کا سوال ہی نہ کرنا چاہیے انہوں

تو سب کچھ تھلے سامنے سنوار کر رکھ دیا اور ترتیب دے دی۔ اور دوسری زمین وہ ہے جو نرم تو نہیں بلکہ سخت ہے۔ مگر اس میں نشیب و فراز جیسے تالاب وغیرہ کہ اس میں پانی جمع ہو گیا۔ لوگ اس سے مستفیع ہوتے۔ یہ مثال محدثین کی ہے۔ کہ وہ احادیث کے ذخائر جمع کر دیتے ہیں۔ اور مجتہدین ان کو لے کر اور پی کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ جیسے امام بخاری وغیرہ اور غیری زمین ایسی ہے کہ نہ تو پانی چوس کر چل پھول اگاتی ہے اور نہ ہی پانی روکتی ہے۔ بلکہ چٹیل میدان ہے۔ یہ ان دونوں کے علاوہ کی مثال ہے۔ یعنی اس شخص کی جو نہ خود علم حدیث میں مشغول ہوا۔ اور نہ علم کو پھیلا یا۔ اب آگے چل کر روایت میں اختصار ہو گیا۔ کہ حدیث میں مشتبہ کی صرف دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قسم وہ جس کو فکان متھا نفیقۃ سے تعبیر کیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ جس کو مثل من لہر یقع بذاتک واسا سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ مشتبہ ہر کی طرح یہاں بھی تین انواع کا ذکر ہونا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر افادہ اور استفادہ تھا۔ اس لئے پہلی دو قسموں کو سمجھنے جس نے پانی پی لیا اور جس نے جمع کیا دونوں کو ایک شمار کر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں قسمیں نافع ہونے میں برابر ہیں اس لئے کہ علمی بارش سے دونوں سیراب ہیں اگرچہ نفع کی نوعیت مختلف ہے۔ اور یہ تیسری زمین نہ چھوٹے کوئی نفع نہیں دیا اس لئے اس کے ساتھ ان لوگوں کو تشبیہ دی۔ جن سے کوئی افادہ اور استفادہ نہیں اور یہ لوگ کافر و جاہل ہیں لہذا اب اعتراض منفع ہو گیا۔ کہ جانب مشتبہ میں تین چیزیں اور جانب مشتبہ بہ میں صرف دو ہیں۔

قال ابو عبد اللہ یہاں سے امام بخاری اختلاف روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں قیلت یا لیا التعمینہ ہے اور دوسری روایت میں قیلت بالباء الموحدة ہے دونوں کے ایک معنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قیلت العبد اما کہ اونٹ نے پانی پیا۔ تو قیلت کے معنی پانی پینے کے ہیں۔ وہی یہاں قیلت سے مراد ہے۔ والصنف المستوی من الارض امام بخاری جس طرح حافظ حدیث ہیں خوش قسمتی سے اس سے کہیں زیادہ حافظ قرآن ہیں اور آپ کی عادت مسترہ ہے کہ جب کوئی لفظ حدیث میں آجائے یا اور کہیں آجائے اور اسی کے ساتھ وہ لفظ کہیں قرآن شریف میں بھی آیا ہو۔ تو امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں اور اس جدید لغت کے معنی اور مفہوم سمجھا دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ جیسے مجھے قرآن پاک حفظ ہے تو دوسرے پڑھنے والے بھی ایسے ہی حافظ ہوں گے اس لئے صرف اس لفظ کو جس کی تفسیر کرنا ہوتی ہے ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث باب میں قیام کا لفظ آیا ہے۔ اور اس کا واحد قاع

ہے۔ اور قرآن شریف میں آتا ہے وید رہا قاعاً صفتاً اس لئے امام بخاریؒ نے اَدْلَاقِی کی تفسیر بعلوہ الماء سے فرمائی۔ کہ جس پر پانی نہ رکتا ہو بلکہ گزریا تا ہو۔ چونکہ صفت بھی آیت میں مذکور ہے اس لئے اس کی تفسیر بھی فرمادی کہ المستوی من الارض ہموار زمین

باب رَفَعَ الْعُلُوَّ وَظَهَّرَ الْجَهْلَ وَقَالَ رَبِّعَةُ لَا يَفْبَحِي لِأَحَدٍ عِنْدَ شَيْءٍ
مِنَ الْعُلُوِّ أَنْ يَضْبَعَ نَفْسَهُ

ترجمہ، علم کے اٹھ جانے اور جہالت کے غلبہ میں اور حضرت ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس علم کا کوئی حصہ ہو تو اسے لائق نہیں کہ اپنے آپ کو سناٹ کرے۔

حدیث نمبر ۸۶۷۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ الْخَزَعَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيُثْبِتَ الْجَهْلُ وَتُشْرِبَ الْحُمُومُ وَيُظْمَرُوا لَوْ لَا تَرْجَمَ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھ جائے گا اور جہالت قرار پکڑے گی اور شراب پی جانے لگی اور زنا کا غلبہ ہو جائے گا۔ تشریح از شیخ مدنیؒ: رفع علم کا ذکر کیا گیا حالانکہ کتاب العلم ہے دوسرے اس کا کوئی حکم بیان نہیں فرمایا تو کہا جائے گا کہ یہاں عبارت مخدوف ہے چونکہ آپؐ کا ارشاد ہے بَلْعَوْنِي وَلَوْ آتَيْتَنِي تَوْصِيفًا مَقْصِدُ يَهْ بِهْ کہ باب افتاء العلو لدلائل رفع العلم و بظہر الجہل چونکہ جیسے فتویٰ بھی زمانہ علامات قیامت میں سے ہے ایسے رفع علم اور ظہور جہل بھی علامات ساعۃ میں سے ہے۔ لہذا ارتفاع علم کو رد کیا چاہیے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو حضرت ربیعہؒ نے کہا کہ علم کی تبلیغ کر دو۔ اور علم کو ظاہر کر دو۔ مستفاد کا مقصد خبر دینا نہیں ہے کیونکہ اس کو تو کتاب الفتن میں بیان کیا جائے گا یہاں دغبتہ الی العلو مقصود ہے۔ اور یہ کہنا ہے کہ جہاں تک ہو سکے رفع علم کو روکو۔ اور ان کے نہ ہونے میں کوشش کر دو۔ ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہیے کہ زنا ظاہر نہ ہو۔ اگر ظاہر ہو جائے تو ہمارا قلب فارغ ہوگا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپؐ نے تین چیزوں کی برکت کی دعا فرمائی تھی کثرت مال کثرت عمر اور کثرت اولاد۔ حضرت انسؓ کو اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کی گنتی معلوم نہ تھی۔ ان کی بیٹی نے ان کی وفات سے چالیس دن پہلے خبر دی کہ ایک سوتیں مر چکے ہیں۔ اور اس سے زائد باقی ہیں۔ الخ

حدیث نمبر ۸۶۷۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَعَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ تَوَانُ يَتَرَلَّ بَعْدَ نِي سَمْعَتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ تَوَانُ يَتَرَلَّ

الْعَوْنُ وَيُطَهِّرُ الْجَمْعُ وَيُطَهِّرُ الْبُزْدَا وَتَكَثُرُ النِّسَاءُ وَيَقِلُّ لِرَجَالٍ حَتَّى يَكُونَ لِكُلِّ نِسَاءٍ امْرَأَةٌ اَلْقَتِيْعُ الْوَاَحِدُ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ بیان کروں جو میرے بعد تمہیں کوئی نہیں بیان کرے گا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور زنا کا بھی غلبہ ہوگا۔ عورتیں بہت ہو جائیں گی اور مرد تھوڑے ہوں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کے لئے ایک ہی منظم ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی "تکثر النساء" کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ قتل و قتال بہت ہوگا مرد لوگ قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی اور جن نے کہا تکثر النساء کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں کثرت سے ہوں گی یعنی ان کا توالد کثرت سے ہوگا۔ اور رجال کا توالد قلیل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا نکاح جلدی سے نہ کیا۔ ہر ایک اپنی شہوت کو نہیں روک سکتا۔ جلتی کریں گے۔ اغلام بازی ہوگی زنا کی کثرت ہوگی۔ جس سے قوت رجولیت کم ہو جاتی ہے جب بدیز نکاح کیا تو عورت اپنی قوت پر فخری اس کی منی غالب آئے گی تو لڑکی پیدا ہوگی جس سے کثرت نسا ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں یہ بتلایا تھا کہ بقاء علم تعلیم سے ہوتا ہے تو اب یہاں بقاء وہ مشہورہ بضد ہاتھ تنہیں الاشیاء بطور توضیح کے فرماتے ہیں۔ کہ بقاء علم اس وقت ہوگا جبکہ اس کے موانع کو رفع کر دیا جائے۔ اور ظہور جہل اور رفع علم سے بچا جائے۔ لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس باب کو پہلے باب کا مکملہ نہادیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ وہاں تو فضیلت علم و تعلیم بیان کی تھی۔ اب یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تعلیم نہایت ضروری ہے ورنہ علم اٹھ جائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

قال و بیعتہ لا ینبغی لاحد الا اضاعت نفس کے بلے میں علم کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ تعلیم و تدریس نہ کرے اس سے وہ علم ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ علم تدریس سے باقی رہتا ہے۔ اور اضاعت نفس میں اضاعت نفس ہے۔ اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر صاحب فضل و کمال ہو۔ تو اس کو اپنا فضل ظاہر کرنا چاہیے۔ یہ نہ چاہیے کہ غلط تواضع اختیار کرے کہ میں تو خیر فقیر ہوں مجھے کچھ نہیں آتا۔ اور لوگ اس کے قول پر اعتماد کر کے اس سے تعلیم نہ حاصل کریں۔ بلکہ ان سے کہنا چاہیے کہ مجھ سے بخاری پڑھو

اور تمیز اقول یہ جتنے کہ میرے نزدیک زیادہ راجح ہے کہ اہل علم کو چاہیے کہ وہ اپنے کو زرخیز نہ سمجھیں اور تنخواہوں پر نہ مریں۔ کہ اگر تنخواہ نہ ہو تو تعلیم ہی چھوڑ دیں بلکہ تسلیم و تدریس اللہ کے لئے ہو۔ اور تنخواہ یہ سمجھ کر لے کہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ کفاف کے لئے لیتا ہوں اگر تم دنیا کو مٹو کر مارو گے تو یہ دنیا خود تمہارا قدموں میں آکر رہے گی۔ اور جو تھا قول یہ ہے کہ ایسوں کے سامنے علم بیان کرے جو ان کے اہل نہ ہوں اور ان کو نہ سمجھ سکیں۔ تو گویا یہ خود علم کو ضائع کر تلے ہے۔ یہ تو جیہ اگرچہ اس مقام کے مناسب نہیں لیکن اس عبارت کا یہ اچھا مطلب ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے۔ کیونکہ دس بارہ سال میں حاصل ہونے والے علم کو ضائع کر دینا اپنے آپ کو ضائع کر دینا ہے۔ دوسری حدیث میں لا احد نکح الخ یہ جملہ اکثر جگہ آجاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ہی ایک حدیث کو تم سے بیان کر دوں گا۔ اور کسی کو یہ حدیث معلوم نہیں تاکہ وہ بیان کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے میرے بعد یہاں بصرہ میں کوئی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان نہیں کرے گا۔ اور اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت صرف چند صحابہ ادھر ادھر رہ گئے تھے۔ اور بصرہ میں ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کیونکہ یہ آخر ہم موتا بالبصرہ ہیں یعنی بصرہ میں صحابہ کر رہے آفری قوت ہونے والے صحابی ہیں۔ تکثر النساء کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لڑائیاں ہوں گی۔ رجال قتل کئے جائیں گے عورتیں رہ جائیں گی یہاں تک کہ ایک آدمی کے ذمہ بہت سی عورتیں آجائیں گی کیونکہ اعراب و اقربا سب قتل ہو جائیں گے۔ ان کے بیوی بچے سب اس کے ذمہ ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تک مردوں میں قوت مردی زیادہ ہوگی۔ تو مردوں کی پیدائش ہوگی لیکن بعد میں لوگوں کی آوارگی کی وجہ سے قوت مردی کمزور ہو جائیں گی۔ تو عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔ تو گویا مردوں کی آوارگی کی طرف اشارہ ہے۔

باب فضائل العلو

حدیث نمبر ۸۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ بَيْنَ عُمَرَ قَالِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا أَنَا نَأْخُذُ أُنَيْتُ بِقَدَحٍ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى أَتَى لَارِي الرِّجْلُ يَفْرُوعُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوْ لَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْعِلْمُ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عمار بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے اس اثنا میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا جس کو میں نے اس قدر

پاک میں سمجھنے لگا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خود حضرت عمرؓ میں خطاب کر دیا صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آپ نے کیا تعبیر دی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس جگہ فضیلت علم سے مراد زیادہ علم ہے۔ تو تکرار لازم نہ آئے گا۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ابواب میں ملنا کی فضیلت بیان ہوئی اب نفس علم کی فضیلت بیان ہو رہی ہے۔ مگر عمدہ تو جہ وہی ہے کہ زیادتی علم کو بیان کرنا ہے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً تاجر کو مزارعت، محاسنات وغیرہ کے مسائل کی ضرورت نہیں جیسے آجکل کتاب الحق وغیرہ کی ضرورت نہیں ایسے ایک کتاب کی کئی جلدیں بھی زیادتی علم ہے اس کو مستفیع بیان فرماتے ہیں معنی عالم مثال میں علم دو صورت اختیار کرتا ہے۔ ثواب عظیم فضلی عن بن الخطاب اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زائد علم دوسرے کو دے دو

تشریح از شیخ ذکر کیا یہاں جو حدیث مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا جسے آپؐ نوش فرما رہے ہیں اور اتنا نوش فرمایا کہ اس کی تراوط انگلیوں تک پہنچ گئی پھر آپؐ نے بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ اب باب کے متعلق بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ اصل باب تو یہی ہے اور جو کتاب کے شروع میں آیا تھا۔ وہ کتاب کی غلطی سے لکھا گیا۔ اور یہاں روایت بھی ہے۔ لہذا تمکو ار نہیں ہے۔ علامہ مدینیؒ فرماتے ہیں کہ دو جگہ فضل فضیلت کے معنی میں ہے۔ مگر اول باب میں فضیلت ملتا اور اس باب سے فضیلت علم ثابت فرمائی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد یہ ہے کہ وہاں فضیلت کلیہ متقی اور یہاں فضیلت جزئیہ بیان کرنی مقصود ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ وہاں فضل فضیلت کے معنی میں ہے اور یہاں فضل اور زائد کے معنی میں ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اول کتاب میں جو فضل آیا ہے اس سے فضل بمعنی الفضیلة مراد ہے اور یہاں زیادتی اور بہتات کے معنی میں ہے۔ اب جب کہ یہاں فضل سے زیادتی اور بہتات مراد لی گئی ہے۔ تو پھر علماء قائلین بمعنی الزیادۃ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہاں فضل کے مصدری معنی مراد ہیں یعنی زیادہ ہونا اس وقت باب فضل العلم کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہر چیز میں قناعت محمود ہے۔ مگر علم میں محمود نہیں۔ بلکہ اس کو خوب زیادہ حاصل کرنا چاہیے۔ جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو مقوڑا سا کھانا تناول فرمانے والے تھے جب دودھ پینا شروع کیا تو اتنا پیا کہ ناخن سے نکلنے لگا اور اس کی چکنائی کا انہر انگلیوں تک میں آگیا اور دودھ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے تعبیر فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا علم میں زیادتی مطلوب ہے اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ فضل بمعنی زیادہ ہے مگر یہاں مفعول کے معنی میں

ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس علم زیادہ ہو۔ تو کسی اور کو دے دے مثلاً حاجت سے زائد کتابیں ہوں تو کسی مدرسے میں دیدے کسی کو پڑھائے جیسے حضور اقدس صلی علیہ وسلم کی حاجت سے دودھ زیادہ ہوا تو حضرت عمرؓ کو دیدیا اور جن علماء کی ساتے بیسے کہ فضل زیادہ کے معنی میں ہے مگر باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کو کسی خاص علم کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ تو وہ اس سے اعراض نہ کرے۔ بلکہ اس کو حاصل کر کے دوسرے کو سکھا دے مثلاً مقعدہ ہے (لولا) لنگڑا کہ اس کو جہاد کرنے کی تواناقت نہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ مجھ کو جہاد تو کرنا نہیں تو پھر جہاد کا علم سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا نہ کرے بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ اسی طرح عتاق کا مسئلہ ہندوستان و پاکستان میں کہ یہاں تو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ترقیق مبینی غلام بنانا قانوناً بند ہے مگر یہ سوچ کر کہ یہاں کیا ضرورت ہے ایسا نہ کرے۔ بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھا دے ممکن ہے کہ آئندہ کام آجائے اس باب کی پانچ وجوہ ہو گئیں ایک تے وہی شراح والی کہ اصلی ہی باب ہے۔ دوسری علامہ مبینی کی تفسیری حضرت لنگوہی والی جو بخئی اور پانچویں کہ فضل زیارت کے معنی میں لیتے ہیں پھر ان میں دو گروہ ہیں۔

بابُ النَّبِيَّاتِ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظُلُمِ الدَّائِبَةِ أَوْ هَئِيْهَـ

حدیث نمبر ۸۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَحْمَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِثْلَيْ لَيْلَانِ يَمِينًا لَوْ كَانَ فَجَاءُوا رَجُلًا فَقَالَ لَعَنَّا شَعْرًا فَكَلَّمْتُمْ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ إِذْ بَحْرٌ وَلَا حَرَجَ فَبَعَاؤُا حُرًّا فَقَالَ لَعَنَّا شَعْرًا فَكَلَّمْتُمْ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ إِذْ بَحْرٌ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَدِيمٍ وَلَا أُخُوٍّ لَهُ قَالَ ائْتِدْنَ وَلَا حَرَجَ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب، جانور وغیرہ کی پیٹھ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا۔

ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کے لئے منیٰ میں طہر گئے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے چنانچہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ حضرت مجھے علم نہیں تھا۔ کہ میں نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا آپ نے اس پر فرمایا کہ ذبح کر دو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرے نے آکر کہا کہ بے علمی میں میں نے لنگریاں ماننے سے پہلے قربانی کو ذبح کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ لنگری پھینکو کوئی حرج نہیں۔ غرضیکہ جناب نبی اکرم صلی علیہ وسلم سے جس چیز کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ آگے بھیجے ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ گدرد کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ مدنی: علم کے نشر کے وقت اور فتویٰ دینے کے وقت وقار اور عزت سے رہنا چاہیے یا ہر حالت میں فتویٰ دیا جائے تو مصنف فرماتے ہیں کہ فتویٰ دینے کے لئے کسی مکان، زمان اور بیتہ کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلعم سے مناسک حج کی تقدیم و تاخیر کے متعلق پوچھا جاتا ہے آپ ناظر پر سوار تھے اسی حالت میں جواب دیا

تشریح از شیخ زکریا اس باب کی کیا غرض ہے، بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ذی علم راستہ میں چلا جا رہا ہے یا سوار ہو تو لوگوں کو اس سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے اور بعض کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ مفتی کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس سے اس حال میں مسئلہ پوچھے کہ وہ سوار ہو کر کہیں جا رہا ہو تو مسئلہ بتلا دینا چاہیے اور بعض شراح کی رائے ہے کہ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ علم کو وقار اور سکینہ کے ساتھ سکھانا چاہیے۔ ایسے راستہ چلتے ہوئے فتویٰ نہ دے تو امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اگر اتنی شرط لگاؤ گے تو بااوقات مسئلہ ہی معلوم نہ ہو سکے گا اور میری رائے یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جو مشکوٰۃ شریف میں بھی درج ہے کہ حضور اقدس صلعم نے جانور پر سوار ہونے کی حالت میں بات چیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ اگر کسی کو بات کرنی ہو تو اتر کر کرے تاکہ اتنی دیر جانور آرام کرے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس سے اس صورت کو مستثنیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور اس سوال و جواب میں کچھ دیر لگ جائے تو اس میں کوئی عرج نہیں اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے قضا و افتا میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قاضی اگر راستے چلتے ہوئے فیصلہ کرے تو وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ اس کو دارالقضا میں فیصلہ کرنا ضروری ہے بخلاف فتویٰ کے کہ وہ جائز ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف فی حجة الوطاع الخ

اب یہاں سوال یہ ہے کہ ترجمہ روایت کے کس جز سے ثابت ہوا کیونکہ وقوف سے تو وقوف علی الدابة لازم نہیں آتا۔ اور روایت میں وقوف علی الدابة کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے بعض علما کی رائے تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے ترجمہ کے دو جز تھے۔ ایک وقوف علی الدابة اور دوسرا ادغیرھا تو یہاں پر دوسرا جز ادغیرھا ثابت ہو گیا۔ اور جز اول کو قیاساً ثابت فرما دیا۔ مگر بعض شراح کی رائے یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ تفسیر اخضان بھی کہتے ہیں۔ وہ نہیں محدث بنانا چاہتے ہیں اور تمہارے اندر قوت مطالعہ بیدار کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کے اندر وقف عام ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے وقف علی الدابة مراد ہو یا وقف علی غیر الدابة تو گویا عموم سے استدلال کیا گیا۔ ان سب جوابوں کے بعد مل جواب

یہ ہے کہ بخاری میں ۲۳۲ پر بھی حدیث پھر آرہی ہے۔ اور وہاں وقف علی ناختہ پر ارجلہ آیا ہے تو امام بخاری نے یہاں روایت مختصر ذکر فرمائی ہے ورنہ وقف سے یہاں بھی وقف علی الناختہ ہے۔

باب مَنَ اجَابَ الْفَتْيَا بِإِسْمَارَةِ الْمَيْدِ وَالْمَرْءِ مِ

ترجمہ اس شخص کے بارے میں جو فتویٰ کا جواب ہاتھ پیر کے اشارہ سے دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ فِي حُجَّتِهِ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَكَ أَنْ أَدْعِيَ قَالَ فَأَوْ مَا يَدْعُ قَالَ وَلَا حَرْجَ وَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَكَ أَنْ أَذْبَحَ فَأَوْ مَا يَدْعُ وَلَا حَرْجَ - (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے حج کے دوران چھا گیا کہ میں نے نکلے پھینکنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اور کہا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے سرمٹہ دیا ہے۔ تو آپ نے بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ کوئی حرج ہے۔

تشریح از شیخ مدنی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاکید کرتے اپنے ہر فعل کو تین مرتبہ کرتے تھے ایسے آپ کے اشارہ بالہد والراس سے اشارہ کرنا زیادہ ایضاح کے لئے تھا تو معلوم ہوا کہ بیان کے وقت ہاتھ اور راس سے اشارہ کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کے منعقد کرنے کی دو غرضیں ہیں ایک یہ کہ چونکہ آپ کی عادت شریفہ ہمیشہ ایک بات کو تین تین مرتبہ فرمانے کی تھی اشارہ بالید اس کے خلاف ہے تو یہاں سے اس کا حجاز اور ثبوت بیان کرنا مقصود ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ فتویٰ اور فضل کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں کہ ہاتھ اور سر کے اشارے سے نفیاً و اثباتاً فتویٰ دینا تو جائز ہے مگر قضا میں جائز نہیں روایت وہی ہے جو گذر چکی۔

حدیث نمبر ۸۳ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيُظْمَرُ الْجَمَلُ وَالْفَتْنُ وَيَكْتُمُ الْهُجُجُ قَبْلَ يَأْتِيَنَّ اللَّهُ وَمَا الْهُجُجُ فَقَالَ هَكَذَا بِدَعِ فَوَفَّعَا كَأَنَّهُ مِيرِيكُ الْقَتْلِ - (الحديث)

ترجمہ، سالم تا بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا علم اٹھایا جائے گا جہالت اور فتنوں کا غلبہ ہوگا اور ہرج بہت ہوگا

کہا گیا اے اللہ کے رسول ہرج کیا چیز ہے تو آپ نے اپنے ہاتھ کو موڑتے ہوئے یا ہلاتے ہوئے اس طرح اشارہ فرمایا گویا آپ اس سے قتل مراد لیتے تھے۔
تشریحات واضح ہیں جو گد رکھی ہیں۔

حدیث نمبر ۸۴۴۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ نِيَامٌ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ قُلْتُ أَيُّهَا فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى عَلَا فِي الْعَشِيِّ فَبَعَثْتُ أَصْبًا عَلَى رَأْسِ الْمَاءِ فَحَمَدَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِ نَعْمًا قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَكُمْ أَنْ تُرَيْتَهُ إِلَّا رَأَيْتَهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَأَوْحَى إِلَيَّ أَنْتُمْ تُقْتَلُونَ فِي قُبُورٍ كَمَا أَدْرِي لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ يُقَالُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا التَّجَلُّلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُونَ أَوِ الْمُؤْمِنَاتُ لَا أَدْرِي أَيْ هُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُلُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَبْغَيْنَاهُ وَأَبْغَيْنَاهُ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ لَهُ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنَّكَ كُنْتَ لَمُوقِنًا بِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ أَوِ الْمُؤْمِنَاتُ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ نَبِيًّا نَظَّلَتْهُ

ترجمہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ کے پاس اس وقت آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں تو میں نے پوچھا لوگ اس حال میں کیوں ہیں تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور لوگ کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سبحان اللہ پڑھا تو میں نے کہا قدرت الہی کی نشانی ہے تو انہوں نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں نشانی ہے۔ تو میں بھی عورتوں کی صف میں کھڑی ہو گئی۔ یہاں تک کہ گرمی اور لمبے قیام کی وجہ سے میری پٹری ہلکی ہوئی۔ پانی پلٹنا شروع کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد اور ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ مسیح دجال کے مثل اس کے قریب قریب مبتلا کئے جاؤ گے کہا جائے گا۔ کہ اس رمل کے بلے میں تمہارا کیا یقین تھا۔ لیکن تو من یا مومن کا لفظ حضرت اسماء نے استعمال فرمایا مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ ان دو میں سے کون لفظ تھا۔ بہر حال وہ مرد

مومن کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی پیروی کی وہ محمد ہیں نبین مرتبہ یہ کہے گا پھر جس پر کہا جائے گا تو ٹھیک ٹھاک سو جا ہمیں علامتوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ تو اس پر یقین رکھنے والا ہے لیکن منافق یا شک کرنے والا نامعلوم حضرت اسمانے ان میں سے کون سا لفظ فرمایا۔ بہر حال وہ منافق کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا جس کو میں بھی کہتا ہوں۔

تشریح از مدنی؟ فاذا الناس قیام یہ جملہ معترضہ ہے اس کا تعلق اثبت عائشہ سے ہے علاقۃ الخشیٰ یہ غشی طاری ہونے کے ابتدائی لمحے تھے۔ بالکل غشی طاری نہیں ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے ہوش و حواس نہیں رہتے ورنہ یہ حالت بیان نہ کرتی۔ اور یہ غشی طویل قیام اور کثرت حرکی وجہ سے تھی فجعلت اصیت الخ اس وقت تک عمل کثیر ممنوع نہیں تھا یا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ جس سے فعل کثیر لازم نہ آئے۔ رأیتہ فی مقامی ہذا اگر شبہ ہو کہ جنت اور دوزخ تو لیلۃ المعراج میں دکھلائی گئیں تھیں تو پھر حتی الجنۃ والنار کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ رأیتہ فی الدنیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو آپ نے لیلۃ المعراج میں بھضۃ اخری دیکھا تھا یہاں بھضۃ اخری دیکھلے اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ حتی الجنۃ والنار جملہ محذوفہ کی غایت ہے ای رأیت الا مؤذرا للعظام حتی الجنۃ والنار۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جتنی چیزیں آپ نے نہیں دیکھی تھیں ان سب کو آپ نے اس مقام پر دیکھا تو ان لوگوں کا استدلال ہے جو آپ کو عالم الغیب کہتے ہیں لیکن ان کا اس سے استدلال صحیح نہیں اس لئے اس سے زیادہ سے زیادہ مرتبات کا علم ہو اموماٹ اصوات وغیرہ کا علم تو معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ عالم کل شئی ہو گئے مگر اس سے دوام اور بقا معلوم نہیں ہوتی لہذا بتا کہ چونکہ واقعہ انکس اور ادعیہ منقاد محمود اس عموم کی نفی کرتے ہیں چنانچہ شرح فرماتے ہیں مما اراق اللہ الخ

فتنہ و جال یہ فتنہ بطور امتحان کے ہو گا جس میں انسان کا کامیاب ہونا خوش بخجی کی بات ہے کیونکہ دجال کے پاس آنے سے منع فرمایا گیا۔ اس لئے کہ وہ چند امور باطنہ کا انکشاف کرے گا جن کی وجہ سے انسان متحیر ہو کر امتحان میں مبتلا ہو جائے گا۔ ہذا الوجه بعض حضرات کہتے ہیں کہ درمیانی حجاب اٹھا کر بظاہر سوال ہو گا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہذا کارشارہ معمود فی الاذہان کی طرف ہے۔ اور وہ آپ کی

بعثت ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ہذا الرجل کا اشارہ ان لوگوں کے لئے ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بقیہ لوگوں سے من ربك و من نبئك کہہ کر سوال کیا جلتے گا۔ اگر یہ کہاجائے کہ ہذا الرجل کی بجائے ما علمك بم رسول الله کہا جاتا تو مناسب تھا۔ ایسا نہیں کہا گیا تاکہ کہیں اس کو تلقین پر محمول نہ کر دیں کہ یہ آپ کی تعظیم کر رہا ہے۔ لہذا مجھے بھی رسول اللہ کہنا چاہیے۔ انا المتأفق او المتألف منافق کا ذکر تو ہوا کافر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جو کہ منکر ہے تو بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ کفار سے سوال نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو علانیہ انکار کرتے تھے۔ ان سے اقرار ہاں رسالت پر امتحان کیسے ہوگا۔ منافق چونکہ اقرار کرتے تھے۔ اس لئے ان کا امتحان ہوگا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ سوال صریح ہوگا اور کافر فلا ادری کہہ کر انکار کرے گا۔ اس سلسلے واقعہ میں اشارات ثابت ہیں جن سے جواز اشارہ ثابت ہوا۔

تشریح اوشیخ زکریا اس حدیث امام بخاریؒ جواز اشارہ بالبدن والراس پر استدلال فرماتے ہیں مالا لکہ یہ حدیث موقوف ہے حضرت عائشہؓ کا فعل اس میں مروی ہے تو گویا یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرط کی خلاف ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت میں آپ کا ارشاد ہے۔ انی اراکھ من خلفی تو یہاں نماز میں حضور پاکؐ نے حضرت عائشہؓ کے اس معاملہ کو دیکھ لیا ہے۔ تو تقریر ثابت ہوگئی اور جس فعل پر آپ کی تقریر ثابت ہو جائے وہ معتبر اور قابل استدلال ہے۔ قلت ۳۲ یتھ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کوئی علامت حادثہ کی تو پیش نہیں آئی۔ فاشادہ براسہا یہ اشارہ ہاں اس جو گیا مامن شیعی الخ یعنی اس وقت مجھ کو مامکوت کی اشیاء نظر آئیں۔ مثلاً اوخریب الخ حضرت اسماءؓ کی شاگرد حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میری اسانی حضرت اسماءؓ نے مثل فتنہ الدجال کہا تھا یا قریب من فتنہ الدجال کہا اور فتنہ الدجال کے قریب یا مثل ہونے سے اس لئے تشبیہ دی۔ کہ یہ فتنہ مشہور فتنہ ہے حضرت نوحؑ جی کے زمانے سے انبیاء علیہم السلام اس فتنہ سے ڈرتے رہے ہیں۔

ما علمك بهذا الرجل اس میں اختلاف ہے کہ اس اشارہ کا اشارہ الیہ کیلئے ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ہذا الرجل سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ فرشتہ ما علمك بحمد صلحہ کہے گا جیسا کہ بعض روایات کے الفاظ ہیں اور اس ابہام کے ساتھ اس وجہ سے کہے گا کہ وہ مقام بمقام امتحان ہے اور امتحان میں تحیہ کیا جاتا ہے جس طرح محقق اپنے سوالات میں ابہام کیا کرتا ہے۔ اگر وہ فرشتہ یوں ہی کہے کہ محمد صلعم کون ہیں تو وہ جان ہی جلتے گا اور آسانی سے جواب دے دیگا۔ اس لئے فرشتہ بات کو چھپانے لگا۔ مگر چونکہ مومن جانتا ہوگا کہ یہاں بجز

ربوبیت باری اور رسالت محمدی صلیم کے اور کسی چیز کا سوال نہیں ہوتا۔ اس لئے فوراً سمجھ جائے گا۔ اور جواب دے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ عالم برزخ میں چونکہ ہر شئی سلمے ہوتی ہے۔ درمیان میں کوئی حامل نہیں ہونا اور تمام ہرے دور کر دیتے جلتے ہیں۔ تو حضور پاک صلیم اپنے روضہ اقدس سے نظر آئیں گے، جیسے کہ چاند اگرچہ اپنے مستقر پر ہے لیکن اسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اور پھر فرشتہ حضور انور صلیم کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں مسلمان جو اب دے گا۔ کہ یہ محمد صلیم ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ شبیہ مبارک بھی نوٹو سلمے لایا جائے گا۔ اور فرشتہ اس کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ ایسے تو ہر مومن نے آپ کی زیارت نہیں کی۔ لیکن قوت ایمانی کی وجہ سے اس وقت آپ کو پہچان لے گا۔ جیسے کہ خواب میں پہچان لیتا ہے، اب ٹیلیوژن نے مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور اقدس صلیم خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں جس طرح منکر نیکر اور ملک الموت قبر میں آسکتے ہیں حضور انور صلیم بھی تشریف لاسکتے ہیں اسی حال کے مناسب کسی نے کہا ہے۔

کشتے کہ عشق دارد نگذاردت بایشاں

بجنازہ گم نیائی مزار خواہی آمد

باب، تَحْرِیصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُذَ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَحْفَظُوا
الْوَيْمَانَ وَالْعِلْعَلَةَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا السَّبْحُ عَلَى
اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجَحُ إِلَى أَهْلِكُمْ فَعَلِمُوهُ.

ترجمہ، یہ باب اس لئے ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم نے دفن عبدالقیس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایمان اور علم کی حفاظت کریں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو جا کر اطلاع کریں۔ اور حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ ہمیں یہاں ہی اکرم صلیم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی تعلیم دو۔

حدیث نمبر ۸۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَتُرْجِمُهُ بَيْنَ بَنِي عَبَّادٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ وَخْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِنَ الرُّعْدِ أَوْ مِنَ الْقَوْمِ قَالُوا بَرِيحُهُ قَالَ مَوْجِبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَقْدِ فَعَمِي خَزَايَا وَلَا نَدَى قَالُوا إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شِقَاقِ بَعِيدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُنَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرِ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مِنْ وَرَاءِ مَا خُذَ خَلْفَهُ

الْجَنَّةَ فَأَمْرُهُمْ بِأَرْبَعٍ وَفَهَا هُوَ عَنْ أَنْ يَكُونَ أَمْرُهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَا لِي بِإِيمَانٍ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَهْلَهُمْ قَالَ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَصَوْمُوا رَمَضَانَ وَتَوَلَّوْا الْخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَفَهَا مَطْعَمُ الدُّبَاءِ وَالْحَنَنِمِ وَالْمَرْقَاتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرَبَّمَا قَالَ الشَّعْبِيُّ وَرَبَّمَا قَالَ الْمُتَّقِيُّ قَالَ أَحْفَظُوا وَأَخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَكُمْ كُـ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو جبرہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ترقیاتی کرتا تھا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبد القیس کا قبیلہ کا ایک وفد جناب نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کون سا وفد ہے کیا کون سی قوم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ رجبہ کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وفد یا قوم کا آنا مبارک ہو جو بنیہ رسالتی اور شرمندگی کے حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم بہت دور سفر سے آپؐ کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان یہ کفار منفر کا قبیلہ حامل ہے۔ بنا بریں ہم آپؐ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آسکتے ہیں۔ تو ہمیں اسلام کا ایک ایسا حکم فرمائیے جس کی اطلاع ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو دیں اور جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہوں تو آنحضرتؐ مسلم ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے روکا جن چار باتوں کا حکم دیا ان میں سے ایک ایمان باللہ بھی ہے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان باللہ وحدہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ مال غنیمت کا خمس ادا کرو۔ اور ان کو شراب کشید کے چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔ دہا۔ ختم، مرفت شعبہ فرماتے ہیں کہ کبھی مرفت کے بدلہ المنقر فرمادیا۔ آخر میں فرمایا کہ ان احکام کو محفوظ کرلو۔ اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ ”اگرچہ احفظوہ و اخیروہ کے حکم میں وفد عبد القیس کی تخصیص تھی مگر مصنفؒ اس کو ترجمہ میں لاتے ہیں مقصد عموم ہے کہ جو کچھ تم سیکھو اسے خوب یاد کرو پھر اس کی تبلیغ کرو۔ تو اعلام اور حفظ دونو مطلوب ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ نئے نئے مسائل متنبط کرنا امام بخاریؒ کا مقصد ہے اس لئے احادیث کمر آتی رہتی ہیں چنانچہ یہ وفد عبد القیس کی روایت پہلے بھی گدی چکی ہے بشرح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان

فرمائی ہے کہ اس سے تبلیغ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ حضور پاک صلعم نے چند باتوں کی تعلیم دے کر فرمایا
 احفظوا خیرا من درامتکو تو گویا یہ بات بنیادی کہ علم حاصل کرے تو اس کو یاد رکھے اور دوسروں
 تک پہنچائے جس طرح حضور اکرم صلعم نے وفد عبدالقیس کو دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دی لیکن میرے
 نزدیک یہ غرض صحیح نہیں کیونکہ یہ غرض تو بخاری میں ۳۱ پر باب یبلغ الشاهد الغائب کے ذیل میں
 آ رہی ہے بلکہ میرے نزدیک امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی پورا عالم نہ ہو اور وہ
 تبلیغ کرے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم نے جن لوگوں کو یہ فرمایا اٰخبروہ مت وراشکو وہ لوگ
 تمام دینی باتوں سے واقف نہ تھے۔ ان کو صرف چار باتوں کا حکم چار سے منع فرما کر اس کی تبلیغ کا حکم فرمادیا۔ لہذا
 اسکل جو لوگ تبلیغی جماعت پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کے اندر اکثر جاہل ہوتے ہیں یہ کیوں تبلیغ کرتے
 ہیں اور کیسے تبلیغ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اعتراض کا جواب خود امام بخاری اس باب سے دے گئے ہیں اور
 بعض نے جو یہ غرض بتائی ہے کہ ایک دوسری حدیث بلغوا عتٰی ولو آیتہ سے ایہام ہوتا تھا کہ صرف
 آیات قرآنی کی تبلیغ کی جائے۔ تو اس کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کی تبلیغ کرو خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث
 نبوی ہے۔ وہ مستقل باب کی غرض ہے جو آگے آ رہا ہے۔ اور بعض مشائخ نے یہ باریکی بیان فرمائی ہے کہ
 امام بخاری کی طرف سے اساتذہ کو تنبیہ ہے کہ طلباء کو حفظ کرنے پر ابھارتے رہیں۔

قال مالک بن الحویث الخ یہ کتاب الصلوٰۃ کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو حصہ یہاں کے مناسب
 تھا اسی کو ذکر فرمادیا۔ اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کے پاس مالک بن الحویث کے
 ساتھ ایک وفد آیا۔ جب بیس دن گزر گئے اور حضورؐ نے دیکھا کہ ہم نوجوان ہیں اور ہماری رغبت عورتوں کی
 طرف ہو گئی ہے۔ تو حضور اقدس صلعم نے ہمیں روانگی کا حکم فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو
 اذان و اقامت کہنا اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور یہ باتیں ان لوگوں کو سکھلاؤ جو وہاں ہیں کنت
 انزعج یہاں سے ابو جرحہؓ نے ابن عباسؓ کے پاس قیام کا سبب بیان کیا ہے۔ کہ مجھے زبانیں آتی تھیں اس لئے
 میں ضرورت کے لئے ان کے پاس رہا کرتا تھا۔

قال شعبۃ و بما قال النقیب الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے استاد ابو جرحہؓ کبھی کبھی تو صرف
 تین ہی چیزیں منظم و بآہ اور مزفت کا ذکر کیا کرتے تھے اور کہتے تھے انفقیر بلحا کہ چار چیزیں بیان کیا کرتے
 تھے۔ یعنی پہلے تین لفظ تو ہمیشہ کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی چوتھا لفظ فقیر کبھی ذکر کر دیا کرتے تھے آگے شعبہ فرما

ہیں کہ رہتا قال المقتیر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مقیر کی جگہ کبھی مقیر کہہ دیا کرتے تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ گاہے گاہے منقذ کے بدلہ مقیر فرمایا کرتے تھے یعنی کبھی منقذ فرما دیا اور کبھی مقیر کیونکہ منقذ اور مقیر کے ایک ہی معنی ہیں۔

باب التَّوَحُّلِ فِي الْمَسْئَلَةِ النَّازِلَةِ

ترجمہ، باب کسی ہنگامی مسئلہ کے لئے کوچ کرنا۔

حدیث نمبر ۸۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الْإِمْلَاقِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّكَ تَزَوَّجَ ابْنَتَهُ لِرَاحِبِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا لِي قَدْ أَرْضَعْتَ عُقْبَةَ وَابْنَتَهُ تَزَوَّجَ بِهَا قَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ أَرْضَعْتَنِي وَلَا أَخْبَرْتَنِي فَزَكَّيْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَمُدَّيْنَةٍ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ ففَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابواحاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی جس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہ نے فرمایا کہ نہ تو مجھے اس کا علم ہے کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ ہی تو نے آج تک اس کی مجھے اطلاع دی۔ تو حضرت عقبہ سوار ہو کر مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم اس عورت سے کیسے عہد پتہ کر سکتے ہو جس کے متعلق کہا جا چکا ہے کہ وہ تمہاری خانی بہن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس عورت کو جدا کر دیا۔ جب حضرت عقبہ کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی ابواب سابقہ میں مطلق طلب علم کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا تھا اس باب سے بعض ایک مسئلہ خاصہ کے لئے سفر کرنا ثابت کیا ہے۔ رضاعت کے تحقق میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حرمت نکاح کے لئے بعض ایک عورت کی شہادت کافی ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم فقہاء نہیں بلکہ دفع ادھام کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدعیہ کو نہیں بلایا گیا۔ دو گے شہادۃ میں دو رجل یا ایک رجل کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا احکم قضائی وہی ہوگا۔ جو شہادتیں سے ہو۔ ہماری بحث اسی میں ہے حکم احتیاطی میں نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا اب تک تو فروج لطلب العلم کو بیان فرما رہے تھے کہ وہ فروج تو مطلق اور عام علم کے لئے ہوتا تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ وقتی طور پر پیش آجائے۔ اور وہاں کوئی بتلانے والا

نہ ہو۔ تو اس کے واسطے سفر کرنا واجب ہے۔ یہ نہ سوچے کہ ایک ہی مسئلہ تو ہے۔ اس کے لئے سفر کرنے کی کیا ضرورت! اسی قدر صحت عقبتہ یہ مسئلہ کتاب الرضاع اور کتاب الشہادۃ کا ہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ وہاں ذکر فرمائیں گے مختصراً یہ کہ یہاں جو ایک عورت کی شہادت سے یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ مفارقت ہو گئی۔ تو یہ تقویٰ پر محمول ہے۔ ورنہ خفیہ کے نزدیک دو عورتیں اور ایک مرد کا شہادت میں ہونا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار عورتوں کا ہونا کافی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے اسحاق بن راہویہ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی شہادت کافی ہے یہ حدیث انکا مستدل ہے

فکیب الی رسول اللہ صلحو یہاں صرف ایک مسئلہ پیش آیا۔ تو حضرت عقبہؓ حضور اکرم صلعم کے پاس اس کو معلوم کرنے کے لئے مدینہ آنے۔

باب التَّنَاقُوبِ فِي الْعِلْوِ

یعنی علم حاصل کرنے کے لئے باری باری جاننا۔

حدیث نمبر ۸۷۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا تَنَاقُوبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَنُزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلَتْ جُمُتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ قَتَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيَّ يَوْمَ نَوَيْتِهِ فَضْرَبَ بَابِي صَوْبًا شَدِيدًا فَقَالَ أَتُحِبُّهُ فَفَضَرْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ حَدَّثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ أَطْلَقْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا فَايَمُّ أَطْلَقْتُ شَاءَ لَكَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو قبیلہ بنو امیہ بن زید میں رہتا تھا۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ اور ہم نوبت نوبت جناب رسول اللہ صلعم کے پاس آتے تھے ایک دن وہ آتا تھا اور دوسرے دن میں آتا تھا۔ جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبریں وحی وغیرہ کی اس کے پاس لاتا۔ اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ چنانچہ میرا وہ انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور میرے دروازے کو خوب زور سے بجایا۔ اور پوچھا کہ کیا وہ یہاں ہے چنانچہ

میں گھبرا گیا اور جلدی ان کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔ تو میں ام المؤمنین بی بی حفصہؓ اپنی بیٹی کے گھر آیا تو وہ رو رہی تھیں تو میں نے کہا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو طلاق دے دی ہے انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتی پھر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کھڑے کھڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے فرمایا نہیں تو میں نے نفقہ بخیر اللہ اکبر بلند کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ اگر ہر روز علمی مراکز میں حاضر ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ تو پھر بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ کہ اس سے علم حاصل ہوتا رہے وہ نوبتہ مقرر کر دینا ہے جیسے حضرت عمرؓ نے کیا۔ فحدث ام عظیم ان کو خبر پہنچی تھی۔ غتان والے گھوڑوں کے نعل لگا رہے ہیں۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ فدخلت علی حفصہ الخ اہل مکہ کی عورتیں جہاں سے مغلوب رہتی تھیں۔ اور اہل مدینہ کی غالب رہتی تھیں ایک دن حضرت عمرؓ متذکر بیٹھے تھے تو ان کی بیوی نے کہا کہ کیوں متذکر ہو تو انہوں نے کہا کہ تم ہر کام میں دخل دیتی ہو تو اس نے کہا تم تو خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو رہے ہو۔ دیکھو ازواج مطہرات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امور میں مداخلت کرتی ہیں جس سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے روایت مختصر ہے روایت طویل میں اس کا ذکر آجائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ طلب علم فرض ہے لہذا امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کو روزانہ علم سیکھنا ضروری نہیں بلکہ تنادب کر سکتا ہے۔ تو گویا امام بخاریؒ نے تنادب کا جواز ثابت فرمادیا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کے لئے تنادب فی العلم مستحب ہے مصل دونو کا ایک ہی ہے اور حضرت عمرؓ کا واقعہ گزر چکا ہے۔

باب، الغضب فی المؤمن عظمۃ والتعلیم اذا رآی ما یکنی کا۔

ترجمہ، وعظ اور تعلیم کے وقت غضب ناک ہونا جبکہ واعظ معلم کوئی ناپسند کام دیکھے۔

حدیث نمبر ۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أَكَادُ أَدْرِيكَ الصَّلَاةَ وَمَا يُطَوَّلُ بِنَا فُلُوْهُ فَكَارَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمٍ مِثْلِ ذَلِكَ أَيُّهَا النَّاسُ ادْكُؤْ مِنْفَرٍ وَنَ كَمَنْ صَلَّى

بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَوْنِضَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوسعود انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر کہلائے اللہ کے رسول میں فلاں آدمی کے نماز کو لمبا کرنے کی وجہ سے نماز کو نہیں پاسکتا۔ پس میں آنجناب نبی اکرم صلیم کو دعوے کے اندر کبھی اس دن سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا چنانچہ آپ نے فرمایا اے لوگوں! کیا تم نفرت پیدا کرنے والے ہو پس جو شخص تم سے لوگوں کو نماز پڑھاتا تو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ ان میں بیمار کمزور اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ ذیٰ اللہ: آنجناب رسول اکرم صلیم نے جب ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ کو بین کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو حکم دیا یَسْرًا وَلَا تُنْفِرُوا بَشَرًا وَلَا تَنْفِرُوا تَرْجُمَةً، آسانی کرو سختی نہ کرو۔ خوشخبری دو نفرت نہ دلاؤ۔ اس طرح ایک اعرابی نے مسجد میں پشتیاب کر دیا۔ صحابہ کرام نے مذمہ فرمایا تو اس پر آپ نے فرمایا اَنْكُمْ كُنْتُمْ مُعْتَرِينَ اَنْكُمْ بَعَثْتُمْ مِيسِرِينَ کہ تم تنگی کرنے والے نہیں بھیجے گئے بلکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ اس طرح ایک مرتبہ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کے اونٹ کی ہمار پکڑ کر روک لیا۔ صحابہ کرام جزبز ہونے لگے تو آپ نے نرمی کرنے کا حکم فرمایا ان واقعات سے سمجھ میں آتا ہے کہ غصہ نہیں کرنا چاہیے خصوصاً مواقع وعظ و نصیحت میں تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ مواضع مختلف ہیں بعض جگہ غصہ اور بعض جگہ نرمی کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کے سامنے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ پیش ہوا کہ انہوں نے ایک دن نماز عشاء میں سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تو ایک محنت کش الگ ہو کر مختصر نماز پڑھ کے چلا جاتا ہے، بعض صحابہ نے حضرت معاذ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے اسے فعل نفاق سے تعبیر کیا۔ اس محنت کش نے جب سنا تو آنحضرت صلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا اَخْتَأْتُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ کہ اے معاذ تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والے ہو۔ اور نفرت دلانے والے ہو۔ نماز ہلکی پڑھا کرو۔

تشریح از شیخ زکریا یوں فرماتے ہیں کہ استاذ طلبہ سے کوئی ناگوار بات دیکھے تو اس کو تنبیہ کر دے۔ ڈانٹ دے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں بھی مصنفؒ کا مقصود یہ ہے کہ قضا اور فتویٰ کے درمیان فرق ہے اگر فتویٰ اور درس حالت غضب میں ہو تو جائز ہے۔ اگر قضا حالت غضب میں ہو تو جائز نہیں کیونکہ ابو داؤد کی ایک حدیث میں آتا ہے۔ لَا يَقْضِي الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانٌ کہ غصہ کی حالت قاضی فیصلہ نہ کرے اس حدیث کی بنا پر حنا بلہ کا مسلک ہے کہ قضا بحالت غضب نافذ نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ شخص جس کے

خلاف فیصلہ ہو وہ شہود کے ذریعہ ثابت کر دے کہ فلاں قاضی یہ فیصلہ حالت غضب کلمے تو قضا باطل ہو جائے گی۔ تو امام بخاریؒ اس سے استثناء فرماتے ہیں کہ استاذ غصہ کر سکتا ہے۔ اور ڈانٹ بھی سکتا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنی ہے کہ استاذ کی ڈانٹ ڈپٹ حدیث یسر واولا تصرفوا کے خلاف نہیں ہے اور اس میں تنفیہ نہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور پاک ﷺ کے حالات میں آتا ہے کہ غضب کرنا آپؐ کی شان نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تعلیم و موعظہ کے وقت غضب کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ وہ اس کے خلاف نہیں بلکہ وہ اس خاص مصلحت کی وجہ سے ہوتا تھا۔ لا اکادورک الصلوٰۃ یہ کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ مما یطول بنا فلاں فلاں شخص کے نماز طویل کر دینے کی وجہ سے اس فلاں کے تحت بین السطور کھاتا ہے۔ ہو فیل معاذ بن جبل وقیل ابی یہ دونو احتمال یہاں تو صحیح ہیں۔ کیونکہ یہاں نماز کی تعیین نہیں۔ کہ کون سی نماز کا ذکر ہے اور جن اٹاؤں میں نماز کی تعیین ہے۔ وہاں دونو احتمال نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک ہی متعین ہوگا۔ لہذا جہاں مغرب و عشاء کی نماز میں اطاعت کا ذکر ہو وہاں فلاں سے مراد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں اور جہاں اطاعت صلوٰۃ فی الحجی کا ذکر ہو۔ وہاں فلاں کے مصداق حضرت ابی بن کعب ہیں۔ اور جہاں کہیں بالا جمال اطاعت کا ذکر ہو۔ اور کسی خاص نماز کا ذکر نہ ہو۔ وہاں فلاں سے دونو مراد ہو سکتے ہیں۔ جن کو چاہے لکھ دو اس کے خلاف جو کہے وہ غلط ہے۔ یہاں بعض شراح کو دوہم ہو گیا اور کہیں کہیں علامہ قسطلانی سے بھی سبقت قلم ہو گئی کہ اس کا عکس لکھ دیا۔

حدیث نمبر ۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ أَعْرِفُ وَكَأَنَّهُ أَوْ قَالَ وَعَاءٌ هَا وَعِفَافٌ هَاهُنَا ثُمَّ عَرَفَهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتَعَ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رُبَّمَا فَإِنْ هَلَّا لَيْسَ خَسَالَ فَضَالَةً إِلَّا بِلٍ فَعُضِبَ حَتَّى إِحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْ قَالَ أَحْمَرَّتْ وَجْهَهُ فَقَالَ مَا لَكَ وَكَيْمَا مَعَهَا سِتَاقٌ وَمَا وَجَدَ آءَ مَا تَرِدُ الْبَاءَ وَتَرَعِي الشَّجَرَ فَذَرَاهَا حَتَّى يُلْقَاهَا رُبَّمَا قَالَ فَضَالَةً أَلْعَنَ قَالَ لَكَ أَوْ لَا خَبِيكَ أَوْ لِلذَّئِبِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ سے ایک آدمی نے گری پڑی چیز کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کے تسمے یا اس کے برتن ہیبانی

کا اعلان کر دیا اس کی زنبیل کے متعلق پوچھو اور سال بھر مجامع میں پوچھتے رہو۔ بعد ازاں اس سے نفع حاصل کرو اگر اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو اسے اس کی امانت واپس کر دو اس نے کہا حضرت گمشدہ اونٹ کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ آپ کے دو نور خسار سرخ ہو گئے یا فرمایا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا مجھے اس سے کیا کام! اس کے ساتھ اس کا پانی کا مشکیزہ ہے (بیٹ) اور اس کا کھڑ جو خف کا کام دیتا ہے وہ پانی کے چشموں پر دارد ہو کر پانی پی لے گا۔ اور درختوں کو پھرتا رہے گا پس اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا عرض کیا تم شہدہ بکری کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا وہ بیکر ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے ہیں

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ وہ جانور جو اپنے مالک سے گم ہو جائے لفظہ غیر ذی روح مال جو گم ہو جائے اور لفظہ جو ذی روح بچہ گم ہو جائے۔ آپ کے اعلان کر دینے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے مجامع میں اعلان کر دنا کہ مال محفوظ ہو سکے۔ بکری کی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ لک و لا حیث الخ اونٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ چور، ڈاکو باعتبار اکثریت کے اسے نہیں لے جاسکتا۔ یہ اپنی قوت کی وجہ سے دشمن اور حملہ آور کی زد سے بچ سکتا ہے فرد الماؤترعی الشجر ہاں اگر کسی جگہ ان کے گم ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا محفوظ کرنا بھی ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی تعریف کرنی پڑے گی۔ لفظہ کا حکم عند الامام یہ ہے کہ اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر مالک نہ مل سکے تو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے بشرطیکہ فقیر ہو۔ (الخلا)

تشریح از شیخ زکریا یہ مسئلہ کتاب لفظہ کا ہے۔ بحث وہاں آئے گی کہ ایک سال تعریف ضروری ہے یا نین سال ایک ماہ ایک ہفتہ کافی ہے یا دس دن ضروری ہیں لک و لا حیث کے معنی بھی وہیں آئیں گے ثنائیہ میں استمتاع ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ خاذھا الیہ دلالت کرتا ہے فضالۃ الابل فخصب ہی مقصود باب ہے اور حضور اقدس صلم کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ اونٹ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اور اس کی دھکی طرف مالک و لہا معہا سقاؤھا و حذاءھا سے اشارہ فرمایا کہتے ہیں کہ اونٹ کے پیٹ میں ایک مشک ہوتی ہے جن کو وہ پانی سے بھر لیتا ہے۔ جب اس کو پانی نہیں ملتا تو وہ اس مشک سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پیتا ہے۔ اور سات دن تک اس کو نئے پانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور سخت گیر جانور ہے جس کو آسانی سے قابو نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نمبر ۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْوَاعِظُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَنَسِيٍّ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْتِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنِ ابْنُ قَالَ أَبُو لَفْ حَدَّثَنَا أَخُو فَقَامَ أَخْرَفَقَالَ مَنْ ابْنِ يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبُو لَفْ سَأَلْتُ مُوسَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى مَحْصُومًا وَجْهَهُ قَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا نَتَوَيْتُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ایسی چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپ نے پسند نہ فرمایا جب اس قسم کے سوالوں کی آپ پر کثرت ہوتی تو آپ ناراض ہوتے پھر لوگوں سے فرمایا جس چیز کے متعلق تم چاہو میرے سے سوال کرو۔ تو ایک آدمی نے کہا حضرت میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہؓ دوسرے نے اٹھ کر یہی کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا آپ شیبہ کا غلام سالم ہے جب حضرت عمرؓ نے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار دیکھے تو فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ بلند و برتر کی طرف تو یہ کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض ایسی شئی کے متعلق پوچھا گیا جو نا پسندیدہ تھیں آپ کو غصہ آیا خصوصاً ایسی چیز کے متعلق سوال کرنا جو امت پر شاق ہے۔ جیسے آپ سے حج اور عمرہ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا حج ہر سال کے لئے ہے۔

فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہر سال کے لئے ہے تو مشقت میں پڑ جاتے۔ جب تک میں کسی چیز کو مقید نہ کروں تم اس کے متعلق سوال مت کرو اب حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بقروہ کے متعلق سوالات ہوئے۔ تو باری تعالیٰ نے بھی تشدد اختیار فرمایا۔ اگر وہ کوئی سی گلے نہ بچ کر دیتے تو تعمیل حکم کے لئے کافی تھی۔ آپ نے فرمایا بڑا بد بخت ہے وہ شخص جس کی وجہ سے امت تکلیف میں پڑ جائے اس لئے ساعہ کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا حضرت عبداللہ بن حذافہ کا رنگ والد کے رنگ سے مختلف تھا۔ یہ سانولے تھے باپ گورا تھا۔ لوگوں نے عار دلائی کہ اس کا باپ کوئی اور ہے انہوں نے موقع پا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر دیا۔ آپ نے ابوک حذافہ فرما دیا ان کی والدہ کو جب معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئیں کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرما دیتے تو عمر بھر میرے لئے شرمندگی ہوتی۔ تم والدین کے عاق ہو۔ الغرض اس باب سے ثابت ہوا کہ کسی جگہ آپ نے غصہ فرمایا کہیں نرمی برتی۔

تشریح از شیخ زکریا جب حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلعم کا غضب دیکھا تو دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور رخصت باللہ رہا و بالا سلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا پڑھنے لگے یہ جملہ نے کے لئے کہ ہم میں سے جو ایک نے یہ سوال کیا ہے۔ وہ آپ پر اعتراض کے واسطے نہیں بلکہ غلطی ہو گئی حضور تو ہمارے سب کچھ ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا گھٹنوں کے بل بیٹھنا طالب علم کی ہمتیہ سے محدث کے سامنے دوزانو ہو کے بیٹھنا چاہیے۔

باب مَنْ بَرَكَ وَكُتِبَ عِنْدَ الْوَمَاءِ وَالْمُحَدِّثِ.

ترجمہ، کہ حاکم اور محدث کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۹۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الرَّازِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ بَنِي مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَخَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثَوَّاكَ أَتَى أَنْ يَقُولَ سَلَوْتُ فِي خَبْرِكَ عُمَرَ عَلَى وَكُتِبَ فَقَالَ رَضِينَا يَا لَكَ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا ثَلَاثًا فَسَكَتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم باہر تشریف لاتے تو حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے اٹھ کر کہا کہ میرا باپ کون ہے۔ آپؐ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر اکثر یہ فرماتے رہے کہ میرے سے بڑھو تو حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کے رب ہونے پر فخری ہوں۔ اور اسلام کے دین ہونے پر جناب محمد مصطفیٰ کے نبی پر ہونے پر راضی ہوں تین مرتبہ فرمایا تو حضور انور صلعم خاموش ہو گئے۔

تشریح از شیخ منیؒ بحصول علم کے لئے متعلم کو ادب چاہیے محدث اور امام کے روبرو بروک علی المركبتین ہو۔ بروک اونٹ کے بیٹھنے کو کہتے ہیں اور جلوس انسان کے بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ اس جگہ مطلق جلوس مراد ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کا مقصد یہ ہے جو ابھی بیان ہوا کہ آئمہ مشائخ اور اساتذہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیے یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

باب مَنْ آمَاذَ الْحَدِيثِ ثَلَاثًا لِبُعْثِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا وَقَوْلُ الْوَدِّ فَمَا زَالَ يَكْرَهُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَغْتَ ثَلَاثًا.

حدیث نمبر ۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا نَكَلُوا بِبَلْمَةٍ أَمَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا لِيَ عَمَلٌ قَوْرٌ مِنْهُمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَامًا عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا (الحديث)

تشریح اذ شیخ مدنی یہاں پر ہر کلمہ کو بار بار لٹا نا فرمایا گیا اور آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اشارہ جواب دیا۔ اور اشارہ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا خصوصاً جو اشارہ کو دیکھتا ہی نہیں تو یہاں بتلانا ہے کہ اگر معلم سے کوئی چیز بوجہ نہ سمجھنے کے پوچھی جائے تو اعادہ کی اجازت ہے مگر ہر کلام میں نہیں حالانکہ روایات پتہ چلتا ہے کہ یحییٰ ثلاثاً تو صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ آپ نے تین بار لٹا یا تو وہ کوئی اہم چیز ہوگی تو اب روایات کے معنی یہ ہوں گے اذ ارای شیئاً احتوا و مہتمبا نشان یحییٰ ثلاثاً تو مہتم با نشان اور غیر مہتم با نشان میں فرق ہو گا۔ اس طرح سلام تین مرتبہ کرنا اس طرح ہو گا کہ اگر ایک بڑے جمع میں پہنچے سلام کیا دایں جانب سلام کیا پھر بائیں جانب علیحدہ سلام کیا۔ اور اسی طرح سلام استیذان کے لئے ہو گا کہ السلام علیکم یا فلان ادخل تین بار سلام کرو اگر جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ اس طرح اگر میں گھر میں ہوں گا تو جواب دوں گا ورنہ سمجھ لو کہ میں گھر میں موجود نہیں ہوں۔ الغرض کلام اور سلام کا تکرار مطلق نہیں بلکہ اس کی تخصیص کی جائے جس کی صورتیں ذکر ہو چکی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا حنفی راقس علی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ میں مذکور ہے کہ اذا دخلوا مجلساً فكلوا ثلثاً واذا سئلوا سئلوا ثلاثاً یعنی آپ جب بات کرتے تو تین مرتبہ بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح سلام بھی تین مرتبہ کرتے۔ سلام کا منہ کتاب الاستبذان میں آئے گا۔ یہاں تکلم سے بحث ہے کہ تین مرتبہ بات فرمایا کرتے تھے۔ بظاہر بہت پہل معلوم ہوتا ہے اور سمجھ دار آدمی کی شان کے خلاف ہے کہ ہر بات کو بار بار کہے

اسی وجہ سے بعض شراح نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ یہ تین مرتبہ لوٹنا اس اعتبار سے تھا کہ ایک مرتبہ واپس جانب اور ایک مرتبہ بائیں جانب منہ فرما کر اور ایک مرتبہ سامنے کی طرف متوجہ ہو کر کلام فرمایا کرتے تھے لیکن یہ صورت بھی ہر کلام میں بعید از عقل معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلی صورت کے اعتبار سے حسن ہے تو اہم بخاری نے اس کا اور مطالب بیان کرنے کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ ہر بات کو نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر وہ بات جو اہم اور ضروری ہو اس کو تین مرتبہ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حدیث میں یُنْفِھو کی قید ہے۔ ابن المنیر شراح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں پر رد کرنا بے جویہ کہتے ہیں کہ اسناد کو صرف ایک مرتبہ بات کہنی چاہیے۔ اس سے زیادہ نہ کہے۔ اگر طالب علم دوبارہ پوچھے تو بلید ہے اس کو نہ بتاؤ۔ ابن المنیر نے بات اگرچہ بہت معقول بتلائی لیکن میرے نزدیک یہ اس باب کی غرض نہیں ہے بلکہ لگے صفحہ پر جو باب من سمع شیئا فلو یفہو فراجعہ حتی یعرفہ آ رہا ہے۔ اس کے مناسب ہے اعادہا ثلاثا حتی تفہمو عنہ یہی مقصود ترجمہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ اعادہ وہاں ہوتا تھا جہاں افہام کی ضرورت ہو معلوم ہوا کہ اذا تكلو تكلو ثلاثا عام نہیں بلکہ مواقع ضرورت کے ساتھ خاص ہے۔ ویل للاعقاب من النار مرتب او ثلاثا یہی مقصود باب سے اور مصنف نے اس کا ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ تکرار افہام کی غرض سے ہوتا تھا۔ خواہ دو مرتبہ میں حاصل ہو جائے۔ یا تین ہیں تین مرتبہ ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۹۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْإِمَامُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَا لَهُ فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَذْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَوةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَسْمِعُ عَلَى أَنْ جَلَسْنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے آپ نے اس حال میں آیا کہ ہم نے نماز عصر میں دیر کر دی تھی۔ اور ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں کو تھوڑا تھوڑا دھو رہے تھے۔ گویا کہ مسح کر رہے تھے تو آپ نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان خشک اڑیوں کے لئے آگ کی ہلاکت ہے دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔ حدیث کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

باب تَعْلِيمُ التَّجْدِلِ أَمَنَةً وَأَمَلَةً -

باب ہے اس بارے میں کہ آدمی اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے۔

حدیث نمبر ۹۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي بَرْزَاءٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَهُمْ أَجْرَانِ نَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَمَنَ بِنَبِيِّهِمْ وَأَمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ السَّمْلُوكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ وَنَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَكَ أَمَةٌ يَطَاها فَأَذَّجَهَا فَاحْتَسَبَتْ تَأْدِيَجًا وَعَلِمَهَا فَاحْتَسَبَتْ تَعْلِيمَهَا شَوْءٌ أَعْقَبَهَا خَيْرٌ وَجَمَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ أَعْطَيْنَا كَمَا بَغِيرُ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُنْكِبُ فِيمَا دُونَهَا إِلَى الْمُسَدِّ يَنْتَهِي - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت بردہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو دو گنا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب کا وہ آدمی ہے جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ مملوک غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کے حقوق بھی پورے کرتا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کے پاس باندی ہو جو اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر اس کو اچھی طرح آداب سکھاتا ہے اور تعلیم دیتا ہے اور خوب اچھی طرح تسلیم دیتا ہے۔ پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیتا ہے اس کو بھی دو گنا اجر ملے گا حضرت عامر راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں یہ حدیث بغیر اجر ت کے دے دی۔ حالانکہ لوگ اس سے کم کے لئے مدینہ تک کے سفر کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی در روایت کے اندر اللہ کا ذکر تو ہے مگر اہل کا ذکر نہیں اہل عموماً حرہ ہوتی ہے امنۃ اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اس کو دیکھ سکتے ہیں تصرف مملوکیۃ میں لا سکتے ہیں۔ ان کو تعلیم دینے میں بسا اوقات انسان عار محسوس کرتا ہے۔ اس لئے مصنف اہل اور امنۃ کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تین اشخاص کے لئے دواجر ہیں یعنی جو یہ دو عمل کرے اگر محض یہ لئے جائیں کہ دو عملوں پر دو اجر ہوں گے۔ تو تخصیص کا فائدہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل پر دو اجر ملیں گے۔ اب تخصیص کا فائدہ ہوگا۔ کہ تینے ابان بالرسول سے ملے گا۔ مقصد باب یہ ہے کہ تعلیم ان دونوں کے لئے ضروری ہے۔ تم اس سے مت ڈرو کہ وہ اپنے حقوق پر مطلع ہو کر کھانا پکانا چھوڑ دے گی بچہ کے لئے منہ نہ رکھنی پڑے گی۔ جھاڑو نہ دے گی۔ اپنے استدلال میں نصوص فقہیہ پیش کرے گی۔ جس نے عورت کو مارا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں ادا شدۃ العصاة فرمایا۔ آج کل ہندوستان و پاکستان میں لوگوں نے بیویوں کو باندیوں سے بھی زیادہ ذلیل کر رکھا ہے

گھروں کے نام کامرتے دم تک کرتی ہے۔ اور پھر عدم علم کی وجہ سے یہ سمجھتی ہے کہ میں نے حقوقِ شہرِ ادا نہیں کئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تعلیم ضرور دینی چاہیے۔ عورت کے تمام کام تبرع ہوں گے میں شخص یہ نہیں دانا اہل کتاب عبد مملوک اور رجل کا منت عندہ امة الخ فاذا بھافا حَسَنًا نَادَیْہَا یعنی نرمی کے ساتھ تعلیم دے تو مہینہ کہتا ہے کہ جب غلام خرید کر دو تو ایک عصابھی خرید لو۔ یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ تادیب لطف اور نرمی کے ساتھ مراد ہے۔ یہ ایک امر ہوا۔ دوسرا امر آزاد کر کے پھر نکاح کرے کیونکہ قبل از عناق تو مالک مستحقِ جماع تھا۔ جیسے بیٹا اٹھا کا لفظ دال ہے۔ لیکن بعد از عناق اس نے اس کو اپنے ہاں رکھا اور اس سے شادی کر لی۔ در بدر پھرنے سے بچایا وَقَالَ عَامِرُ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایات ہم نے تم کو بغیر اجراء و قیمت کے بتلا دی ہیں۔ اس سے گھٹیا چیزیں بھی سفر کا باعث بنتی ہیں۔ اور کتنا عَرَج ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے احادیث کے لئے حجاز کا سفر کیا اور امام بخاریؒ نے مصر کا سفر اختیار کیا۔ قس علیٰ ہذا۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ نے ترجمہ تفسیر فرمادی کہ آملہ کے ذمہ ہے کہ وہ باندیوں کو تعلیم دیں جو کہ ظاہر حدیث سے باندی کی تخصیص معلوم ہوتی تھی اس لئے داحلہ کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ یہ کوئی باندی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اپنی بیوی کو بھی تعلیم دے تو گویا کہ حدیث میں باندی کی قید اتفاقی ہے۔ احترازی نہیں لہذا جب باندی کی تعلیم پر اصرار ملے گا تو اہل کی تعلیم پر بدرجہ اولیٰ ملے گا۔ باندی کی خصوصیت اس واسطے ہے کہ عام طور پر باندیاں پڑھ کر لاتی جاتی تھیں۔ ان کو تعلیم و تربیت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ بخلاف حرائر کے ان کے لئے تعلیم سے مولع نہیں ہوتے تھے۔ اس پر اشکال ہوتا کہ ان تینوں نے کوئی ایسا بڑا کام نہیں کیا کہ اب اس کے بعد جو کام بھی کریں اس پر رد ہوا جبر ہے اس لئے میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ جن افعال میں تراجم ہوتا ہو ان میں دہرا جبر ہے۔ مثلاً جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر حضور پاک صلعم پر ایمان لایا۔ اب یہ شخص پہلے سے اپنے نبی کی شریعت پر عمل کرتا تھا۔ اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تو اس کے نفس کے خلاف کرنا پڑا اور پھر نئے برس سے احکام کی بکھنے پڑے تاکہ ان پر عمل کرے تو اب یہاں پر نئے دین کی شرائط اور عبادات کو لازم کرنے میں تراجم ہے۔ نیز یہ پہلے اپنے مذہب کا عالم تھا اب جو نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ اس کے اعتبار سے اب جاہل ہو گیا۔ ایک دوسری مزاحمت یہ ہو گئی۔ اور اسی قسم کی ہر مزاحمت پر جبر ہے اس لئے اس کو دہرا جبر ملے گا۔ اسی طرح عبد مملوک ہے۔ ادھر وہ نماز پڑھنے جاتا ہے تو حتیٰ مولیٰ کا ٹکواؤ ہوتا ہے اب اس کو جہاں جہاں بھی مشقت ہوگی۔ دہرا جبر ملے گا۔ کیونکہ یہاں بھی اس کو اپنے حقیقی مولیٰ

اللہ تعالیٰ) اور مجازی مولیٰ آقا کی وجہ سے مزاحمت پیش آرہی ہے۔ لیکن جن افعال میں اس کو مزاحمت نہیں ہوتی مثلاً ایادقت ہے کہ مانک کی خدمت سے چھٹی ہے۔ جیسے رات کا وقت ہے اب تہجد پڑھے تو یہاں دوسرا اجر نہیں ملے گا کیونکہ مجازی مولیٰ کا کام اس کے مزاحم نہیں۔ اسی طرح آقا ہے اس نے ہادی کو تعلیم و تربیت دی۔ پھر آزاد کر دیا۔ یہ بھی اس نے نیکی کا کام کیا۔ اب مزاحمت یہاں بھی ہو گئی۔ اس نے پہلے آزاد کر کے جو اس سے نکاح کیا تو گویا اس کو برابر کا حق دے دیا اور اس کو مرا تر کا حق حاصل ہو گیا اس لئے اس کو دوسرا اجر یہاں بھی ملے گا یہ حدیث دوسری مرتبہ ۶۹ پر بھی آئے گی۔

ثُمَّ قَالَ عَامِرًا عَطِينًا كَلَّمَ الْخَلَاءُ يَهْ خَطَابُ كَسْ كُوْهِيْ عَلَامَةُ كَرَامِيْ "فرماتے ہیں کہ صالح کو خطاب ہے جو شعی کے شاگرد ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ یہ خطاب ایک خراسانی آدمی کو ہے جس نے سوال کیا تھا جیسا کہ کتاب الانبیاء ص ۴۹ پر آرہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بیٹھے بٹھاتے ہم نے تمہیں اتنی بڑی حدیث بتلا دی۔ درنہ اس سے چھوٹی حدیث کے لئے مدینے آیا کرتے تھے۔ آجکل یہ مدارس بن گئے پھر ان میں کھانے پینے کی سہولتیں مہیا ہو گئیں یہی وجہ تھی کہ طالب علم قدر نہیں کرتے۔ اگر یہ سہولتیں نہ ہوتیں بلکہ اس میں مشقت اٹھانی پڑتی تو قدر کرتے۔ لیکن اب حال یہ ہے کہ اگر پڑھنے میں سہولت ملتی ہے اور کھیتی میں تلو تو کھیتی کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ بغیر مشقت کے حاصل ہو گیا۔ اگر مشقت سے حاصل کرتے تو ہرگز یہ نہ ہوتا۔

بَابُ عِظَةِ الْخَلَاءِ الْمَسَاءِ وَتَعْلِيْمَاتِهِ

ترجمہ، حاکم وقت کا عورتوں کو وعظ کرنا اور انہیں تسلیم دینا۔

حدیث نمبر ۹۵ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخَلَاءُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مَّا قَالَ
أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَهَلَنَ أَتَهُ لَمْ يَسْجِدِ النَّبِيُّ فَقَ عَلِمْتُ وَأَمَرْتُ
بِالْحَقِّ فَقُلْتُ لِمَ أَمَرْتُ بِتَلْفِظِ الْقُرْطِ وَالْخَنَاطَةِ وَبِلَالٍ يَا خَدِيجُ طَرَفٌ ثَوْبِي وَمَا
إِسْمِعِيلُ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ترجمہ، حضرت عطاء بن الجارراح رو فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے سنا وہ فرماتے

تھے کہ میں جناب نبی اکرم صلیم پر قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں یا حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں ابن عباس پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلیم عید کا مہما ہر تشریف لائے اور حضرت بلالؓ بھی آپ کے ساتھ تھے

اور آپ یہ سمجھے کہ عورتوں کو وعظ نہیں سنا سکے چنانچہ آپ نے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کا حکم دیا۔ تو ہر عورت اپنی بابیاں اور انگلیٹیاں ڈالتی تھیں اور حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کی جھولی میں ان کو جمع کرتے تھے۔ تشریح از شیخ منیؒ: پہلے باب میں ان عورتوں کی تعلیم کا ذکر تھا جن سے پردہ اور حریت نہیں ہے۔ مگر جو محارم ہیں اور جو غیر ذات نوح ہیں ان کے لئے بھی حکم دیا گیا۔ کہ ان کو بھی عام طور پر تعلیم دی جائے۔ چنانچہ آپ عورتوں کو پردہ کے ساتھ تبلیغ فرماتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ اس باب سے ایک دہم کو دور فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ پہلے باب سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ باندی اور بیوی کی تعلیم آقا اور شوہر کے ذمہ ہے اس باب سے امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں۔ امام اور امیر ملکہ بھی ذمہ دار ہے لہذا ان کو چاہیے کہ مدارس کا انتظام کریں۔ اور ان کی تعلیم کا بندوبست کریں گویا کہ ایک قدم آگے بڑھا کر امیر اور امام کے لئے بھی ضروری قرار دیا کہ وہ تعلیم و تربیت کا مقبول انتظام کریں۔

کیونکہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی رعایا یا اہل دیار کو تعلیم دے اس تقریر کی بنا پر یہ باب پہلے باب کا تکرار ہو گا۔ افعال عطاؒ اشہد علی ابن عباس یہ ادشک راوی کے لئے ہے کہ راوی کو شک ہو گیا کہ یہ ابن عباسؓ نے حضور اقدس صلم پر قسم کھائی کہ حضور صلم نے یہ فرمایا یا عطاؒ ابن عباس پر قسم کھائی کہ ابن عباسؓ نے یہ فرمایا اگر یہ اشہد علی النبی صلم ہے تو ابن عباسؓ کا مقولہ ہو گا۔ اگر اشہد علی ابن عباسؓ ہے۔ تو پھر حضرت عطاؒ کا مقولہ ہو گا فقلت انہ لم یسمع کیونکہ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر تھے نہیں عورتیں دور نہیں مرنے لگے تھے۔ فجعلت المرأة لا چونکہ عورتیں رقیب القلب ہوتی ہیں۔ ذرا سی بات ان پر اثر کر جاتی ہے چنانچہ حضور انور صلم نے وعظ فرمایا فوراً ہاتھ کے ہاتھ دینے لگیں۔ ایک بار مشرقی پاکستان سے کچھ نے جو یہاں سے پڑھ کر گئے تھے۔ میرے پاس یہ لکھا کہ یہاں انگریز بیت کا اتنا غلبہ ہے کہ لوگ زیوروں کو معیوب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اضاعت مال ہے اگر کہیں حدیث میں زیور دل کا ذکر ہو تو لکھیں ہیں نے ان کے پاس چند حدیثیں لکھ کر بھیج دیں اور لکھ دیں کہ جہاں جہاں حدیث میں عید کے خلبے ہوں وہاں دیکھ لیں ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ یہ میں نے اس لئے تنبیہ کر دی کہ کہیں تم کو ضرورت پیشیں آجائے۔ حدیث میں ہالی اور ہاتھوں کے زیور وغیرہ کا ذکر ہے و بدل یاخذ فی طرف ثوبہ حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کے کونے میں لے رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اعطینہ خذ اکن الی وایٰ اس حدیث سے مدارس کے لئے چند مانگنے کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ مگر اپنے لئے نہیں قال اسماعیلؒ لا پہلے چونکہ تردد ہو گیا تھا کہ اشہد

کس کا دل ہے اس لئے یہاں سے اس کی تعیین کر رہے ہیں کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے۔

باب الخِصَصِ عَلَى الْحَدِيثِ

ترجمہ، حدیث پر حریص ہونے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْخَزَّازُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّ لِي بِكَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدًا أَوْ لِمَنْ مِثْلَكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ أَوْ لِنَفْسِهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کہا گیا یا رسول اللہ قیامت کے دن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت سے سعادت مند ہونے والا کون ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے ابو ہریرہؓ میرا بھی یہی گمان تھا کہ اس حدیث کے بارے میں میرے سے پہلے پہل تمہارے سوا اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے تجھے حدیث پر زیادہ حریص پایا ہے۔ تمام لوگوں میں سے قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل یا خلوص جان سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی حدیث سے مراد اصطلاحی معنی ہیں اس لئے کہ لغوی معنی تو اس کے گفتگو کے ہیں عرف شرع میں حدیث آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کو کہا جاتا ہے۔ حرص علی الحدیث کو فرمایا گیا۔ دیگر ترغیب و تمہید کا ذکر نہیں مقصود یہ ہے کہ حدیث کا علم حاصل کرنا مقصود اعظم ہے سب سے زیادہ نیک سچی اور سچو آپؐ کی سفارش سے ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ میرا خیال تھا کہ ایسا سوال تیرے سوا اور کوئی نہیں کرے گا۔ کیونکہ تم کو حریص علی الحدیث دیکھتا ہوں۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ اولاً حضرت ابو ہریرہؓ نے سوال کیا۔ اسعد الناس بشفاعتی اگر سوال ہو کہ مومن لا الہ الا اللہ کہنے والے کسے شفاعت ہوگی۔ البتہ مومن اسعد و گنا تو کہا جائے گا کہ اسعد معنی السید من الناس کہ ہے جیسے باری تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہون علیہ اھون سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپؐ پر بعض امور مشکل ہیں۔ بلکہ تمام مساوی ہیں۔ تو اھون معنی ہین علیہ کہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفاعت مومن کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ غیر مومن کے لئے بھی شفاعت ہوگی۔ عذاب دوزخ سے شفاعت تو مومن کے لئے ہوگی۔ لیکن تخفیف عذاب کافر کے لئے وقت

اور مقدار میں ہو جائے اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرت معلوم سے آپ کے چچا ابوطالب کے لئے پوچھا تو آپ نے فرمایا زُخْرِخْ عَنِ النَّارِ ہوگا جہنم کا جو تاپہنا یا جلنے گا جس سے اس کا دماغ کھلے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو دوزخ کے افضل طبقہ میں ہوتا۔ تو آپ کی ذات سے مشرکوں کو فائدہ ہوا۔ آپ نے گوشش فرمائی اور ارشاد فرمایا عَوْذٌ لِّكَ حَاجٌ بِمَا عِنْدَ اللَّهِ لے چچا کلمہ توحید کا اقرار کر لو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے رجحان سکوں۔ ادھر ابو جہل کہتا ہے۔ اَنْتَ غِيبٌ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ تو آفریں ابو طالب نے یہ کہا کہ اگر عرب لو کیوں کی عار کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا۔ یہ اس کی بیوقوفی کی دلیل ہے۔ اگر لوگ تمہاری تعریف کریں۔ تو کچھ فائدہ نہیں اگر مذمت کی تو کیا ہوا۔ مگر عبادت کی وجہ سے خیال نہیں رکھتے کمال یہ ہے کہ مدح اور ذم برابر ہو جائیں۔ آپ اس کے کلمہ پر انگلیں ہو کے چلے آئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اِنَّ عَمَلَكُمْ قَدْ ضَلَّ آپ کا چچا جھٹک گیا بہر حال آپ کو رنج ضرور ہوا۔ کیونکہ ابوطالب مینی چچا تھا۔ باقی اضیائی چچا تھے۔ اب آپ کی شفاعت سے سعادت پہنچی کہ افضل طبقہ سے نکال کر اعلیٰ طبقہ دیا گیا۔ اور بڑے عذاب سے نجات پا گیا۔ جو جنت کے مستحق تھے ان پر حجاب نہ تھا۔ آپ کی شفاعت سے ان کے لئے اولین و خول جنت ہے۔ تو اب کے لئے اسعدیہ اور دوسروں کے لئے سعادت ہوئی۔ خلوص سے خاص رتبہ مراد ہے۔ آپ کی شفاعت ہر مومن کے لئے ہے خواہ مرتکب کبیرہ ہو یا مرتکب صغیرہ ہو مگر اسعدیہ کسی خاص مرتبہ کے لحاظ سے ہے وہ یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

تشریح اربعہ زکریا یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ اب یہاں سے خاص طور پر علم حدیث کی اہمیت اور فضیلت بیان کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ ان علوم میں علم حدیث سب سے افضل اور اعلیٰ ہے اور بہت ہی مہتمم بالشان ہے حدیث باب میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلیم سے پوچھا مَنْ اسعد الناس بشفاعتک تو حضور پاک صلیم نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے سوا اس کے متعلق کوئی بھی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں تمہاری حرص حدیث پر دیکھتا ہوں۔ اس سے حدیث پر حرص کی فضیلت معلوم ہوئی۔ کیونکہ صحابہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے موجود تھے۔ اس کے باوجود حضور صلیم کا یہ فرمانا کہ تمہاری حدیث پر حرص دیکھ کر میرا خیال یہ تھا کہ اس کے متعلق اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ اس کی خاص فضیلت ہے کہ جس کو منہمک دیکھا اسی کے ساتھ خیال فرمایا۔ اِنَّهٗ قَالَ قِيلَ يَا سَیِّدُ النَّاسِ یہاں ہوال یہ ہے کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ سوال کرنے والے تھے پھر مبہم کیوں رکھا۔ جب خود آخر حدیث میں حضور صلیم نے

یہ فرمان آرہا ہے۔ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ الْاُمِّيَّ الْبَاهِرَ فِيهِ مِثْلَ سَمِجَاتِهَا كَتَهْلَا سَوَاسِ بَابِ فِي مِثْلِ كَوْنِ اور سوال نہیں کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں اپنی تعریف ہو وہاں ایک گونہ جیسی آجاتی ہے۔ اور آدمی خود کہنا نہیں چاہتا اس لئے اَوَّلًا حضرت ابو ہریرہؓ نے غائب سے تعبیر کیا مگر جب آگے کوئی چارہ نہ ملا۔ تو مجبوراً ظاہر کر دیا۔ یہ تو تاویل ہے ورنہ یہی حدیث دوسری جلد میں ص ۹۶ پر بھی آرہی ہے۔ وہاں قیل کی بجائے قلت ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قیل کسی راوی کا تصرف ہے۔

باب، كَيْفَ يَقْبِضُ الْعِلْمُ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَزِينِ إِلَى أَبِي جَكُّو بْنِ حَزْمٍ أَنْظِرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتِخِفَتْ قُرُوسٌ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءُ وَلَا تَقْبَلُ إِلَّا حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَتْ بِالْعِلْمِ وَلِيَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمُوا مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَمْلِكُ حَقًّا يَكُونُ سِوَا.

ترجمہ، باب علم کیسے قبض ہوگا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے گورنر ابو جکر بن حزم کو لکھا کہ جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نظر آئے اسے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ اور حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی چیز قبول نہ کی ملے۔ اور علم کی خوب اشاعت کرو۔ اور اس کے لئے بیٹھ جاؤ تاکہ جو شخص نہیں جانتا اسے سکھایا جائے۔ کیونکہ علم آہستہ اور خفیہ طور پر ہلاک ہو جاتے گا۔

حدیث نمبر ۹۰ حَدَّثَنَا اَلْعَلَاءُ وَبْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْمَزِينِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءُ (الحدیث)

ترجمہ، عبد اللہ بن دینار نے اس کو یعنی حدیث عمر بن عبد العزیزؓ کو ذہاب العلماء تک نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۹۱ حَدَّثَنَا اَلْعَلَاءُ وَبْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِي حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْمَزِينِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ علم کو کھینچ کر قبض نہیں کرے گا کہ اسے بندوں سے کھینچ لے لیکن علم کو علما کے اٹھ لینے کی صورت میں قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب تک علم باقی نہیں رہیگا۔ تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنا لیں گے۔ جن سے دین کے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

بھی گمراہ کریں گے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ، احادیث میں آتا ہے کہ باری تعالیٰ علم کو قبض العلماء کی صورت میں لے لیں گے اگرچہ اللہ تعالیٰ کہنے سے یہ ممکن ہے کہ وہ علم کو قلوب سے سلب کرے لیکن اس باب کی روایت سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ علم کو اسباب علم کے قبض کرنے سے قبض کریں گے۔ اشخاص کے فنا تو بالکل فنا بیت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ دوسرے افراد ان کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ البتہ نوع باقی رہ جاتی ہے۔ کارخانہ قدرت اس عالم میں بذریعہ اسباب کے واقع ہے۔ اسباب کی وجہ سے اشیاء کا تحقق اور عدم ہوتا ہے۔ مصنف اس جگہ فرماتے ہیں کہ قبض علم بھی بطریق اسباب کے ہے کہ اگر علم سے اشتغال رکھا گیا۔ تو فساد ورنہ علم کے قبض سے علم کا ارتضاع ہو جائے گا۔ اس کی تائید میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا خط جو وفائی مدینہ کی طرف سے کیونکہ علم حدیث کا لکھا جانا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہد سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے انفرادی طور پر لکھا جاتا تھا۔ ویجلسوا جلوس سے اجلاس عام ہے کسی جگہ پر ٹھہلا نا ہے مقصد یہ ہے کہ مجلسوں جتنی حکام وقت علماء کو دوسرے افکار سے فارغ کر کے ٹھہلا دیں اور استغنی کر دیں اور لیجلسوا بھی صحیح ہے۔ حدیث مرفوع کی تفسیر اسی اثر سے کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا ہیں نے شروع کتاب میں کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے کیفیت سے تیس باب شروع فرماتے ہیں میں جلد اول میں اور کس جلد ثانی میں ان میں کا یہ دوسرا ہے۔ اور میں نے وہاں بھی بیان کر دیا تھا کہ میرے نزدیک امام عرض کیفیت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ جہاں مستند میں اختلاف یا احادیث میں اختلاف ہوتا ہے تو وہاں اہتمام پر تنبیہ کرنے کے لئے کیفیت سے باب باندھتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں جو احادیث لاتے ہیں ان سے قبض علم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کتابت کے ترک کرنے سے علم کے ختم ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز احادیث میں ہے کہ علم کا رفع ایسے ہوگا کہ علماء اٹھائے جائیں گے۔ دکتب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے امر سے کتابت حدیث شروع ہوئی۔ اور مدون اول علی القلوب المشتموع امام زہری ہیں۔ اور محققین کی رائے میں ابو بکر بن حزم ہیں چونکہ یہ بخاری کی روایت ہے نیز امام زہری کی وفات ۵۴۰ھ میں ہے اور ابو بکر بن حزم کی وفات ۴۵۰ھ میں ہے اس سے بظاہر تقدم معلوم ہوتا ہے اور مصنف رحمہ اللہ کا تفتن ہے کہ مستند اس کی مشہور اور مناسب جگہ کی بجائے دوسری جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

فَاتَّعَلُوا لَعَلَّكُمْ يَهْدِيكُمْ إِلَى سُبُلٍ مُبِينَةٍ۔ یعنی لوگ علم کی اشاعت نہ کریں اسی وجہ سے میرے یہاں سے جو بھی نقل کرنا چاہے منع نہیں کرتا۔ حدثنا العلاء بن عبد الجبار یہ اور جو عمر بن عبد العزیز کا اثر بیان فرمایا ہے۔ تو اس کی سند بیان فرمادی۔ ان الله لا يقبض العلو الخ، شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث سے قبض علم کی کیفیت بیان کر دی کہ قبض علم اسی طرح نہیں ہوگا۔ کہ قلوب میں قرآن و حدیث موجود ہوں اور پھر قلوب سے اللہ تعالیٰ ایک دم محو فرمادیں۔ بلکہ یہ صورت ہوگی کہ علما مرتے جا دیں گے اور ان کے ساتھ علم بھی ختم ہوتا جائے گا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب جب آدمی سوئے گا اور صبح کو اٹھے گا تو قرآن اس کے قلب سے صاف ہوگا۔ سب کچھ بھول گیا ہوگا۔ اور اسی طرح رات کو قرآن پاک صبح و سلامت رکھے گا لیکن جب صبح کو اٹے گا تو صرف سائے کاغذ رہ جائیں گے۔ تو مجھے کہنا یہ ہے کہ امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ جو روایت ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔ اس پر رد فرماتے ہیں۔ تو امام بخاری اس روایت پر رد فرماتے ہیں کہ قبض علم اس طرح نہیں ہوگا کہ اچانک قلب سے صاف ہو جائے گا۔ بلکہ قبض علما سے ہوگا۔ اور محققین کی رائے یہ ہے کہ دو نور دایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ یہ قرب قیامت میں ہوگا۔ اور اچانک سے قرآن قیامت کے قریب ہوگا۔ کیونکہ قیامت تو اس وقت تک قائم ہی نہیں ہو سکتی جب تک کوئی نومن باقی ہے۔ قال الغزوی میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ ہمارا یہ نسخہ فربری کی روایت سے ہے۔ لیکن قال الغزوی کا کیا مطلب؟ اس میں بہت سے علما کو تحیر ہو گیا۔ مگر تحیر کی کوئی بات نہیں فربری اپنی ایک سند ذکر کرتے ہیں کہ جیسے مجھ کو یہ روایت بواسطہ امام بخاری کے پہنچی ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے استاد سے بھی پہنچی ہے۔ اس دوسرے واسطے کا ذکر کرنے کا مقصد امام بخاری کی روایت کی تقویت ہے۔ لیکن یہ سند قاعدہ کے اعتبار سے حاشیہ پر ہونی چاہیے تھی مگر طابعین یہ سوچ کر کہ نسخہ بھی تو فربری کا ہے ان کے اس نوٹ کو اصل کتاب میں ہی طبع کر دیا۔

باب هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمَ عِلَاقٍ حَدٌّ فِي الْعِلَاقِ۔

ترجمہ، کیا عورتوں کے لئے علم کے بارے میں الگ دن مقرر کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۹۹۹ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ النَّسَائِيُّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبْنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَأَجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِّنْ نَّفْسِكَ فَوَعَدَهُمْ فَكَانَ فِيهَا قَالَ لَقَدْ مَاتَ مِائَتُكَ أَمْرًا لَا تُفْتَدِمُ ثَلَاثَةً مِّنْ وَلَدِهِمَا كَانَ لَهَا حِجَابَانِ

النَّارَ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ قَاتِلَتَيْنِ فَقَالَ وَاتْنَيْنِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کچھ عورتوں نے آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم سے عرض کی کہ آپ کے پاس آنے میں مرد ہم پر غاب آگئے۔ آپ ہم سے لئے اپنی طرف سے کوئی دن ہمارے لئے مقرر فرماتے تھے تو آپ نے ان سے ملاقات کے لئے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ پس آپ نے ان کو نصیبت فرمائی اور کچھ احکام بھی بتائے۔ منجملہ ان باتوں کے جو آپ نے ان سے فرمائیں یہ بھی تھا کہ تم میں سے جس عورت نے اپنی اولاد میں سے تین بچے آگے بھیجے یعنی جس کے تین بچے مر گئے تو وہ اس کے لئے جہنم سے پردہ بنیں گے جس پران میں سے ایک عورت بولی کہ جس کے دو بچے مر گئے ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دو بھی اس کے لئے جہنم سے حجاب بنیں گے۔ تشریح از شیخ مدنیؒ عورتوں کے لئے احکام عموماً تبنا واقع ہوئے ہیں خصوصی طور پر عورتوں کے احکام بہت کم وارد ہوئے ہیں شبہ ہوتا تھا کہ پھر تو ان کی تعلیم بھی تبنا ہو خصوصی نہ ہو تو اس باب سے امام بخاریؒ ثابت فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم نے ان کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظام فرمایا۔ تقدم نلتنه الخ تقدیم کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ موت واقع کرنے والے ہیں جس پر ماں باپ کو صدمہ ہوتا ہے مگر اس پر صبر کرنا ایسا ہے گویا کہ خود اس بچے کو پیش کیا اور عورتوں کو خطاب اس لئے فرمایا گیا۔ کہ ان کو بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ان کے لئے بہت مشقتیں برداشت کرتی ہیں تحملته امثہ، کوھا و وضعہ کوھا۔ بڑے بچے کی موت پر صدمہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے اس وقت ان سے محبت عقلی ہوتی ہے۔ اور چھوٹے بچے سے محبت طبعی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت اس سے کوئی غرض مطلوب نہیں ہوتی۔ اس لئے اس پر زیادہ اجہلہ گا۔

اور محبت عقلی کی جا پر جبکہ کوئی غرض بھی ملحوظ ہوتی ہے اس پر جو صدمہ ہو گا اس پر اجر مقرر ہوا ہے۔ گار۔ اشہین دوسری روایت میں واحد کے لفظ بھی آتے ہیں حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کی کہ اگر کسی کا کوئی بچہ نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا میں خود اس کے لئے حجاب بنوں گا۔ صحابہ کرام نے تو آپ کی وفات کو دیکھ لیا۔ اب ہر مومن بھی اس صدمہ کو محسوس کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اہل یحیٰ علیہ السلام یہاں سے امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں چنانچہ اس باب میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرمؐ صلعم نے عورتوں کے لئے دن متعین فرمایا تھا۔ لیکن اس پر انکشاف یہ ہے کہ جب حضور انورؐ صلعم سے تعین یوم ثابت ہے تو ترجمۃ الباب میں امام بخاریؒ لفظ اہل کیوں

لئے اس لئے کہ یہ تو تردد پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ گویا یہ واقعہ جزئیہ ہوا اس سے کلی واقعات پر استدلال کرنے میں تردد تھا کیونکہ یہ واقعات ایسے ہیں ان سے فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے لفظ ہل بڑھا کر متنبہ فرما دیا کہ ذرا دیکھ بھال کر اوسوچ سمجھ کر عورتوں کو اجازت دینا بلا تردد اجازت نہ دینا۔ غلبنا علیک الرجال یعنی یہ مرد بہر وقت آپ کے پاس گئے رہتے ہیں، ہم کو کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ تاکہ ہم بھی کچھ پوچھ لیں۔ اس لئے آپ ہمارے واسطے کوئی خاص دن مقرر فرما دیں۔ انکم امراة تقدم من ولدھا یہ لڑکے جو حجاب ہوں گے وہ تین ہوں گے۔ دو ہوں گے یا ایک ہی ہوگا۔ مہیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ اور جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو تو اس کا کیا حال ہوگا وغیرہ۔ یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں آئے گا بہر حال مرنے والا لڑکا فی نفسہ ماں باپ سب کے لئے آڑ ہوگا۔ لیکن جہاں روایت میں امراة کی تخصیص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کو بچے سے بہت محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کے لئے مشقت اٹھاتی ہے۔ حمل اور ولادت کے وقت بھی۔ اگر ذرا سی سہیت اثر کر جائے تو مر جاوے اور کچھ کا کچھ ہو جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی محبت دل میں ڈال دی کہ اگر اولاد نہیں بھی ہوتی۔ تو تمویذ کراتی ہیں الم

حدیث نمبر ۱۰۰ | حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَسَّارٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ كَعَيْنُهَا لُحْيَتُهَا

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ تین بچے جو گناہ کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح شیخ از ذکریا، چونکہ روایت سابقہ میں مطلقاً لڑکے کا حجاب ہونا مذکور تھا خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو تو حضرت امام بخاریؒ نے یہ روایت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ ان لڑکوں کے بارے میں ہے جو قبل از بلوغ گئے

ہوں۔ باب من سَمِعَ شَيْئًا فَلَوْ يَفْهَمُهُ فَارْجَعَهُ حَتَّى يَعْزِضَهُ۔

ترجمہ: اس شخص کے بارے میں جس نے کوئی چیز سنی لیکن اس کو سمجھا نہیں۔ تو اسے بار بار پوچھے۔

یہاں تک اسے معلوم ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۱ | حَدَّثَنَا سَوِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ الْمَدَنِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا مَا جَعَتْ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عَذَابُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ مَن رَجُلٌ

فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا يَسِيرًا فَقَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ الْعَرْضُ وَلَكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكُ

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زوجہ مخدومہ حبیبہ بھی کوئی بات ایسی سنتی تھیں جس کو وہ نہ سمجھ پاتیں تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھتی تھیں حبیبہ تک کہ معلوم نہ کر لیتیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا محاسبہ ہوا پس وہ مذاہب میں مبتلا ہوگا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان کا آسان محاسبہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو اعمال کا محض پیش رو نا۔ اور ظاہر کرنا ہے ہاں جس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ کہ کچھ بھی نہ چھوڑا جائے تو وہ ہلاک ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی مرقاں مجید میں ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان یدر لکمہ تسؤلکم الخ اس سوال کرنے کی علی العموم ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ اگر ایضاً جملے ہو تو ممنوع نہیں البتہ اگر سوال جواب عاجز کر دینے کے لئے ہو تو وہ ممنوع ہے۔

امنا ذلك العوض اس کی تفصیل دوسری روایات میں آتی ہے کہ باری تعالیٰ بعض لوگوں کو کف میں لیں گے۔ اور ان کے گناہ کو علی و ذس الا شہاد ظاہر نہ کیا جائے گا۔ تو اس طرح تمام گناہوں کا اقرار کر کے معافی کا حکم صادر فرمائیں گے اس کو عرض کہتے ہیں اور حساب یہ ہے کہ ہر چیز پر مناقشہ ہو۔ یہ کیوں ہوا وہ کیوں ہوا۔ اس پر ایک جماعت کہتی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول کو مقید کرنا چاہتے ہیں کہ جو سب نواقشہ مراد ہے۔ اور حساب سیر میں مناقشہ نہیں ہوگا۔ جیسے ظلم کو مقید کیا گیا تھا اور بعض نے کہا کہ حساب سیر کو حساب کے افراد سے نکالنا مقصود ہے۔ کیونکہ حساب کا اطلاق مناقشہ پر ہی ہوتا ہے۔ جیسے لغت میں لفظ داجہ کل ما یدب علی الارض پر صادق آتا ہے۔ لیکن اصطلاح میں جو پائے پڑا ہوگا۔ ایسے یہاں عرف عام میں حساب سے مناقشہ مراد ہوگا۔ اگر باعتبار لغت کے حساب سیر اور عرض پر بھی صادق آتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا رحمہ اللہ میں یاد ہوگا کہ میں نے باب من اعاد الحدیث میں ابن نمیر کی ایک غرض بیان کی تھی کہ اگر طالب علم ایک مرتبہ میں بات نہ سمجھے تو وہ بلید ہے۔ اس کو دوبارہ مت تبتلیتے لیکن میری رائے یہ ہے کہ ابن نمیر کی وہ غرض اس باب کے زیادہ موافق ہے اور اس گذشتہ باب کی غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار کلام فرمانے کی روایت کے متعلق امام کا تنبیہ فرمانا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکرار و بار بار فرماتے تھے جہاں یہ خوف ہو کہ مخاطبین سمجھے نہیں۔ اور بعض دوسرے حضرات اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی کہ

قرآن پاک کی آیت و اما الذین فی قلوبہم ذیغ فیتبعون ما لشیاء الایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشابہات کی تحقیق نہ کرنی چاہیے اور اسی قسم کا مضمون حضرت عمرؓ سے منقول ہے اور بعض کا مذہب بھی یہی ہے۔ تو امام بخاریؒ یہاں سے ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں کہ منشا بہات قرآنہ کی تحقیق تو واقعی نہ کرنی چاہیے۔ لیکن ان کے علاوہ بقیہ چیزیں جو سمجھ نہ آئیں۔ ان کے متعلق سوال کیا جاسکتا ہے

مَنْ نَوَقَّحَ الْحَسَابَ يَحْدُكْ، حضرت عائشہؓ کا قاعدہ تھا۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو ضرور مراجعت کرتیں۔ اب یہیں سے ترجمہ الباب کا ثبوت ہو گیا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مراجعت کرے چنانچہ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے فرمایا مَنْ حَوْسِبَ عَذِبَ تَوَاسٍ پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اویس یقول اللہ عزوجل الخ یعنی آپؐ تو فرما رہے ہیں کہ من حوسب عذاب اور اللہ تعالیٰ مؤمنین ناجیین کے بارے میں فرمائی ہے۔ فسوف يحاسب حسابا يسيرا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ذلک العرض یعنی حساب سیر سے مراد عرضی ہے نامہ اعمال کا۔ کہ ادراق گردانی کر کے بلا کچھ پوچھے معاف فرما دیا جائے کہ بھاگ مارتا نا لائق تھا معاف کر دیا۔ اور من حوسب سے مراد من نوقش ہے کہ اگر اس نے سوال شروع کر دیا کہ یہ کیوں کیا؟ تماز کیوں نہیں پڑھی سو گیا۔ کیوں سو گیا رات کو دیر میں سویا تو وہاں چھپکارا لانا شکل ہو جاتے گا۔

باب يُبَيِّنُ الْعِلْمُ الشَّاهِدُ الْقَائِمُ قَالَ بَنُ عَيَّاسٍ هُنَّ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ باب ہے کہ حاضر ہونے والا غائب کو علم پہنچائے۔ یہ حضرت بن عباسؓ نے آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم سے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الزُّعَنِيُّ عَنْ أَبِي شَرِيحَةَ أَنَّهُ قَالَ يَحْمَرُّ وَبُنْ سَعِيدٍ وَهُوَ يَجْعَلُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ أَمْدُنَ لِي أَيْهَا الْأَمِيرُ أَحَدٌ ثَنَكُ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَدَّ مِنْ يَوْمِ مَا لَعَنَ سَمْعَةَ أَوْ نَائِي وَوَعَا لَقَلْبِي وَابْصُرْنَا بِمُحِبَّنَايَ حِينَ تَكَلَّمُوا بِهِ حَمْدَ اللَّهِ وَأَشْئَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَوْ يُحَرِّمُهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِمَرْئِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يُفْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ قَرَّخَصَ بِطَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَهُوَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْلَسَ بِرَسُولِهِ وَكَوْنًا ذَنْ تَكْوَرُ وَإِنَّمَا أَفُونُ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ تَمَارِدُ ثَعْرَ عَادَتِ حُرْمَتُهَا أَيْوَمَ حُرْمَتِهَا بِالْمَسِّ وَبُيِّنَ الشَّاهِدُ الْقَائِمُ فَقِيلَ لَا بِي شَيْءٌ مِمَّا قَالَ عَمْرُو قَالَ

ترجمہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے والی مدینہ عمرو بن سعد سے اس وقت یہ حدیث بیان کی جبکہ مکہ کی طرف وہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر مجھے آپ اجازت دیں تاکہ میں تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات بتلاؤں جو آپ نے فتح مکہ کے بعد دوسرے دن بیان فرمائی جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا میرے دل نے اسے محفوظ کیا اور دونوں میری آنکھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جبکہ آپ یہ پیغام فرما رہے تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مکہ کو حرم قرار دیا ہے لوگوں نے اسے حرم نہیں بنایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ مکہ معظمہ میں خون بہائے نہ ہی اس کا کوئی درخت کاٹا جائے اگر کوئی شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ معظمہ کی لڑائی سے فتح مکہ کے دن رخصت حاصل کرنا چاہتیے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے رسول کو قتال کی اجازت دی مٹی تہیں تو نہیں دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دن کی ایک گھڑی بھر کے لئے اجازت دی تھی۔ پھر اس کی حرمت آج بھی اسی طرح عموماً کرتی ہے جس طرح کل گذشتہ اس کی حرمت تھی حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب کو یہ پیغام پہنچائے اس پر حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ امیر مدینہ عمرو بن سعد نے آپ کے اس پیغام پر کیا کہا کہنے لگا کہ ابو شریح میں تم سے زیادہ اس حدیث کے مطلب کو جاننے والا ہوں۔ یہ حرم مکہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ہی کسی خون بہا کر بھاگ آنے والے کو اور نہ ہی کسی فساد برپا کرنے والے کو پناہ دیتا ہے حالانکہ ابن زبیرؓ ایسے نہ تھے

تشریح اذ شیخ مدنیؒ شاہد ہے ہر وہ شخص مراد ہے جو مجلس نبوی میں موجود ہے کہ آپؐ کے کلام کو سنتا ہے۔ اب اس شخص کے لئے اس علم کا پہنچانا ضروری ہوگا۔ کسی قبیلہ کی تخصیص نہیں اور نہ ہی کسی مقدارِ علم کی تعیین ہے۔ اسی کو آپؐ نے اپنے خطبہ عرفات جبلِ رحمت پر ارشاد فرمایا اور غائب سے ہر مسلم اور غیر مسلم مراد ہے کیونکہ اگرچہ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی لیکن انبیائے ان کے پاس جانے کو نہیں چھوڑا۔

تشریح اذ شیخ زکریاؒ، چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے **بَلَّغُوا عَنِّي وَلَوْ آتَيْتُمْ** تو اس سے تبلیغِ آیت قرآنیہ کی تخصیص معلوم ہوتی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ تبلیغِ آیت قرآن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مقصود تبلیغِ علم ہے۔ خواہ وہ آیت قرآنی ہو یا حدیث پاک ہو، **عَنْ أَبِي شَرِيحَةَ الْخَدَّ** روایت اتنی ہے کہ عمرو بن سعیدؒ یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی

حدیث نمبر ۱۰۳ | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْلَوِيُّ أَنَّ يَكُوفَةَ ذَكَرَتْ أَمْرًا صَحَّ
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَنْفُسَكُمْ وَأَعْرَافَكُمْ
 عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ هَذَا شَيْءٍ هَذَا إِلَّا لِيُكَلِّفَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ نَفْسًا
 وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُولُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ذَلِكَ أَكْثَلَ بَلْعَتِ مَوْتَانِ
 ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ نے جناب نبی اکرمؐ کا ذکر کر رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے شہادت کا خون

اور تہا بے مال اور محمد راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہاری آبرو میں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ کے اندر ہے۔ خبردار! تم سے حاضر ہونے والا اس کو غائب تک پہنچا دے محمد راوی فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اور اس میں یہ بھی تھا کہ خبردار! کیا میں تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا چکا یہ بات آپ نے دوسرے فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریا وکان محمد یقول میں محمد سے محمد ابن سیرین مراد ہیں اب علماء میں اختلاف ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کس قول اور کس چیز کی تصدیق فرمائی۔ اور بعض کی رائے ہے کہ جملہ آلاہل بلغت کی تصدیق کر رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب تبلیغ فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا تبلیغ الشاہد منکم النائب چنانچہ انہوں نے خوب تبلیغ کی۔ اور میرے والد صاحب کی رائے دمع میں یہ ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنک دم سے منع فرمایا تھا۔ وہ اسی لئے منع فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف تھا کہ یہ چیز مکہ میں ہو کر رہے گی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال پورا ہو کر رہا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہی روایت دوسری جلد کے آخر میں آئے گی۔ اس میں رب مبلغ ادعی من سامع ہے تو اب ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیک فرمایا تھا کہ بہت سے مبلغ سامع سے ادعی ہوتے ہیں

باب اَشْوَمَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ، باب اس شخص کے گناہ کے بارے میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کہتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۴۰۰ اَحَدُنَا عَلِيٌّ بْنُ الْحَكَمِ الْمَدَنِيِّ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّكُمْ مِنْ كَذِبِ عَلٍّ فَلْيَكِلِجِ النَّارِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ ضرور جہنم میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ منیٰ یہ حدیث درجہ نواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ لفظاً کوئی ایسی روایت نہیں ہے کہ اس کے رواۃ ہر طبقہ میں قوم تسخیل الکذب علیہا ہو۔ اگرچہ معنوی تو اتر بہت ہے مگر لفظی تو اتر صرف اس روایت میں ہے مطلب یہ ہے کہ جو روایت آپؐ کی طرف منسوب کی جائے۔ حالانکہ آپؐ نے وہ الفاظ نہیں فرمائے یہ کذب علی النبیؐ ہے خواہ وہ مفہد بشریۃ ہو یا نہ ہو۔ کرامہ وضع حدیث کو ترغیب اور ترہیب کے لئے جائز کہتے ہیں۔ کیونکہ کلاب کا صلہ مٹی ہے جو ضرر کے لئے ہوتا ہے لیکن جہور فرماتے ہیں کہ مٹی کذب

میں ہر شخص داخل ہے، خواہ کذب نفع کے لئے ہو یا ضرر کے لئے ہو اور خلیفہ میں امر بمعنی خبر کے ہے اور بعض نے اس امر کو بطور تحکم کے کہا ہے بنا بریں صحابہ کرام میں دو فرقے ہو گئے۔ کہ ایک اقلال فی الحدیث کہتے ہیں اور دوسرا اکثر فی الحدیث کا قائل ہے یعنی ایک گروہ کہتا ہے کہ حدیث بیان کرنے میں کمی کی جہلے دوسرا گروہ کثرت حدیث کا قائل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو من کذب علی منعداً کا خوف نہیں ہے۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا افشاء کرنا چاہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ اب تک عرض فی الحدیث کی فضیلت تعلیم و تعلم پر تحریریں وغیرہ بیان فرمائی تھیں۔ تو اب یہاں سے امام بخاریؒ پر یک لگاتے ہیں کہ یہ سارے فضائل اپنی جگہ پر مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط برتنا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب ہو جائے۔ مہر و عید میں داخل ہو جاؤ۔ لا تکذبوا علی الخ۔ یہ روایت معنی متواتر ہے اور بعض کے نزدیک الفاظ کے اعتبار سے متواتر ہے اس باب کی احادیث کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا جو کہ امام بخاریؒ نے یہاں احادیث کے ذکر میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ فرمایا ہے۔ پہلے تو کذب علی نبی سے منع فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں صحابہ کرام کی توفی فی الحدیث سنی احتیاط ناقلمین کو ذکر فرمایا۔ اور تیسری حدیث میں اس احتیاط کی تشریح فرمادی۔ کہ توفی فی الحدیث اکثر احادیث سے تھی۔ اگرچہ بعض صحابہ کرام بکثرت روایات بیان کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ ورنہ عام صحابہ اکثر سے نہ تھے۔ اگر تمام صحابہ توفی کر لیتے تو ہم تک یہ روایات کیونکر پہنچتی اور چوتھی حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹا خواب بھی من کذب علی میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۰ اَحَدُنَا اَبُو الْوَلِيدِ الْخَزَّالِيُّ قُلْتُ لِلْبَيْهَقِيِّ لَا اَسْمَعُكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فَلَا تُكَلِّمُ وَلَا تُكَلِّمُ قَالَ اَمَّا اِنْ كُنَّا اَخَارِفُهُ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَكُنْ مِنْ اَمْعَدَكُم مِمَّنْ النَّارُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت زبیرؓ سے عرض کی کہ میں نے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح احادیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا جس طرح فلاں فلاں حضرات حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں آپ سے کبھی جدا نہیں رہا۔ لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ کہا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بناتے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۔ اَحَدُنَا أَبُو مَعْمَرٍ الْخَزَّازُ قَالَ اَسْنَىٰ اِنَّهُ يَكْتُمُنِي اَنْ اُحَدِّثَ تَكُوْهُدِيًّا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپؐ لوگوں سے بہت احادیث بیان کرنے سے اس بات نے روکا ہے کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۰۹۔ اَحَدُنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْخَزَّازُ عَنْ سَلَمَةَ هَوَّابٍ الْكُوفِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَقْلُ عَلَيَّ مَا لَمْ يَكُنْ قُلْتُ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ ترجمہ، حضرت سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ جس شخص نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا، میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ بخاری شریف کے خصائص میں سے یہ بھی شمار کرایا جاتا ہے کہ اس میں بائیس احادیث ثلاثیات ہیں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ فقہ حنفی کا مدار ثنائیات پر ہے اب حدیث باب کے متعلق سنو کہ اس حدیث قال سمعت کے تحت بین السطور میں علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ هذا اَوَّلُ الثَّلَاثِيَّاتِ میں نے بہت تتبع اور تلاش کے بعد یہ بات حاصل کی کہ ان بائیس ثلاثیات میں سے بیس احادیث میں سند کے اندر جن کا نام آرہا ہے۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں یا امام زعفرانؒ کے۔ لامع کے اندر ان کے حالات بھی آگئے ہیں چنانچہ کمی بن ابراہیم بھی امام اعظمؒ کے تلامذہ ہیں سے ہیں اور ثلاثیات بخاری میں سے گیارہ روایات انہی سے مروی ہیں۔ لہذا سولتے دو کے نام حنفی حضرات سے یہ احادیث مروی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب امام بخاریؒ کی روایات ثلاثیات ہو سکتی ہیں۔ تو حضرت امام صاحبؒ کی احادیث کا ثنائیات ہونا تو یقیناً ہے۔ اگر میں یوں کہوں کہ وحدانی ہیں تو مباغض نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے فقہ حنفی بہت مضبوط ہے۔ قال الامام ابو حنیفہؒ ما نقل عن النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْوَأْسِ وَالْعَيْنِ وَمَا نُقِلَ عَنِ الصَّحَابَةِ نَخْتَارُ وَنُرَجِّحُ وَمَا نُقِلَ عَنِ النَّاسِ بَعِيْنٍ هُوَ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم سے منقول ہو وہ سراور آنکھ پر جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہو اس میں سے ہم چھانٹ

کر ترجیح دیں گے۔ اور جو تابعین سے منقول ہو۔ تو وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں ان کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں ہے بہر حال ثلاثی وہ روایت کہلاتی ہے جس میں حضور اکرم صلعم اور محدث کے درمیان تین واسطے ہوں۔ اور ایسی حدیث کی بڑی اجمال شان کی جاتی ہے۔ اور مسطے خط میں اول الثلاثیات ثانی الثلاثیات کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ادھر تو صحابی بیچ میں تاہی وہ خیر القرون سے اور شاگرد اسنے استاد کے حالات سے خوب واقف!

حدیث نمبر ۱۰۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَازِبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسْمَعُوا يَا سَمْعِي وَلَا تَكْتُمُوا ابْنُكُمْ وَمَنْ رَأَى فِي الْمَسَامِرِ خَصَدًا رَأَى فِي خَاتَمِ الشَّيْطَانِ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَتِي وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَبِدًا اخْلَيْتَنِي أَمَقْعَدًا مِنَ النَّارِ۔ ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے نام تو رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت جیسی کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نقل نہیں کر سکتا اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

تشریح از شیخ مدنی لا تسمعوا یا سَمْعِی لقب مشعر الی المدح والذم ہوتا ہے۔ کنیت میں تعظیم ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں ایذا اور علم اس سے منزه ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم کو کنیت اور لقب سے پکارا جاتا تھا لیکن ایک دن آپ بازار میں جا رہے تھے کہ کسی نے یا ابوالقاسم کہہ کر پکارا۔ اور مراد کوئی اور لیا۔ تو اس اشتباہ کی وجہ سے آپ نے کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ صحابہ کرام علم کہہ کر نہیں پکارتے تھے۔ سوائے ہدی کے۔ لا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الْوَسْوَی بِسْمِکَ وَالْخِ تَوَعَّلَمَ کی ممانعت تھی۔ ابوالقاسم کنیت میں اشتباہ ہو گیا اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ایک صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام قاسم نہ رکھے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کے چند بیٹے ہوں۔ ان میں ایک قاسم بھی ہو تو اپنی کنیت ابوالقاسم نہ رکھے۔ اور ایک جامعیت یہ بھی کہتی ہے کہ آپ کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے۔ لیکن قول اِجْ جواز کا ہے چونکہ کنیت کی ممانعت اشتباہ کی وجہ سے تھی۔ اس لئے وہ ممانعت آنجناب صلعم کے عہد تک محدود ہوگی۔ اس کے بعد کنیت اور نسبہ دونوں جائز ہوں گے۔ وَمَنْ رَأَى فِي الْمَسَامِرِ الْخِ یعنی جس نے آپ کو خواب میں دیکھا تو رد یا حق میں سے ہے لیکن اس پر اشکال ہو تا ہے کہ ہم آپ کو ایک ہی رات میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور آپ مختلف ہیئات

پرنظر آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے تو ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ کی روایتِ حقہ وہ ہوگی جو آپ کے علیہ مبارک کے مطابق ہو۔ جو کتبِ سیر میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی یہی رائے ہے مگر جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلیم کو جس حالت میں دیکھا جائے۔ وہی صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو دیکھنا رائی کے قلب پر منحصر ہے جیسے کوئی چیز سبز، سرخ، سفید وغیرہ آئینوں میں انشراح ہو۔ درحقیقت وہ چیز رنگدار نہیں ہوتی۔ اس طرح آپ کی یہ روایت منامی اور روحانی ہے۔ اور رائی کی قلبی کیفیت کی بنا پر روایت ہوتی ہے۔ مرنی اس کیفیت سے مبرا ہوتا ہے۔ اختلاف طرق و ہیئات یہ دیکھنے والوں کی قلبی کیفیات ہیں البتہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اگر خواب میں آپ کی زبان سے کوئی ایسا قول سنے جو شریعت کے خلاف ہو۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ اگر وہ قول ظاہر شریعت کے موافق ہو تو قابل قبول ہے۔ اور جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ مرنی پہ تو اعتبار ہے ہی۔ لیکن رائی کے قیاس اور اس کے روایتِ اعتبار نہیں۔ کیونکہ غیر انبیاء کا روایتِ حجتہ نہیں ہوتا۔ اور انبیاء کے قلوب بیدار ہوتے ہیں۔ اس روایت میں عقدرائی ہے۔ دوسری روایات میں ہے سیکلف لہذا قدرائی کو مستقبل کے معنی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے قد اقتربت الخ۔ تو یہ حکم یا تو آپ کے عہد کے ساتھ مختص ہے یا عام بشارت ہے۔ کہ محشر کے میدان میں میری ملاقات ہوگی۔ پہلی تاویل کی توثیق وہ روایت ہے جس میں من رائی فعد رائی المحف ہے۔ غلامہ یہ کہ آپ کا دیکھنا رائی کی خوش بختی کی دلیل ہے اور جس کو زیارت نصیب نہ ہو اس کے لئے کوئی تنقیص نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا قسموا یا سہی الخ یہاں تو اس طرح ہے کہ میرا نام رکھو کنیت نہ رکھو اور جن روایات میں اس کا عکس وارد ہوا ہے کہ میرا نام نہ رکھو البتہ کنیت رکھ لیا کرو۔ اس وجہ سے علماء میں اختلاف واقع ہو گیا۔ کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مطلقاً آپ کی کنیت شریف رکھنی ناجائز فرماتے ہیں خواہ آپ کی جہت میں ہو یا بعد المات ہو۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ مانفت آپ کے عہد کے ساتھ مختص تھی اب جائز ہے من رائی فی المنازلہ اس پر علماء ائمہ کا اجماع ہے کہ جس نے حضور اکرم صلیم کو دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا شیطان کے اندر یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ آپ کی شکل میں آکر یہ کہے کہ میں محمد صلیم ہوں۔ البتہ وہ خدا کی شکل میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں ہادی اور مضل اللہ تعالیٰ کے اضلال کا مظہر کو شیطان

ہے۔ لہذا وہ مظهر ضلالت بن کر سامنے آ سکتا ہے۔ بخلاف نبی اکرم مسلم کے کہ آپ ہادی محض ہیں لہذا آپ کی شکل میں نہیں آ سکتا۔ نیز عمل کرنے میں بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر حضور پاک خواب میں کوئی خلاف تشریح امر کا حوالہ بتلا کر تودہ جائز نہیں ہوگا۔ نیز جو شخص آپ کو آپ کی نمایاں نشان شکل میں نہ دیکھے بلکہ کسی اور شکل میں دیکھے تو اس نے بھی حقیقت میں آپ کو دیکھا اور اس کا یہ خلاف نشان دیکھنا اس کے اپنے نقص کی وجہ سے ہے اور اس شخص کے خیالات اعتقاد کی انعکاسی ہے۔

باب کتابۃ العلی

حدیث نمبر ۱۰۹ اَحَدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمٍ اَخْبَانِي عَنْ أَبِي جَحْفَةَ قَالَ قُلْتُ لَعَلِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَذَا وَنَدَّكَ كِتَابٌ قَالَ لَا اَلَا كِتَابُ اللَّهِ اَوْ قَوْمُهُ اُعْطِيَ رَجُلٌ مُسْلِمًا وَكَانَ فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَانَ الْاَسِيرُ وَلَا يَقْتُلُ مُسْلِمًا بِكَافِرٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو جحیفہؓ جو صفار صحابہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ لوگوں کی سچی اہل بیت کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا اور تو کچھ نہیں البتہ یہ اللہ کی کتاب یا وہ دین کی سمجھ جو مسلم مرد کو دی جلتے یا جو کچھ اس دستاویز میں ہے۔ میں نے کہا اس دستاویز میں کیا ہے فرمایا بیت کے احکام۔ قیدی کو چھڑانے کی ترغیب اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ مدنی: ”حمد نبوی میں کتابت محض کتاب اللہ کی ہوتی تھی۔ تاکہ غیر کتاب اللہ سے غلط طعن نہ ہو جائے۔ چند آدمیوں کو امادیت لکھنے کی اجازت تھی۔ ردافض نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس محض کتاب اللہ ہے۔ اور آپ نے ان کو خصوصی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے سوال ہوا کہ ہل عند کو کتاب اللہ ای مخصوص دُونَ النَّاسِ اَوْ قَوْمِهِ الخ اس پر شبہ ہوتا ہے کہ ستنی منہ تو کتاب اللہ ہے جو مخصوص باصل البیت تھی۔ تو پھر کتاب اللہ اور فہم کا استثنائے صحیح ہوگا۔ تو تقدیر عبارت ہوگی۔ اَلَا كِتَابُ اللَّهِ اَوْ قَوْمُهُ كِتَابُ اللَّهِ يَأْتِيهِمْ مَسْتَقْنَىٰ مُنْقَطِعٌ كَ طُورٍ پَر ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ ہمارے پاس سولنے ان دو چیزوں کے اور کچھ نہیں جو بنو ہاشم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام احکام ہیں ہمارے پاس کوئی مخصوص کتاب نہ ہوئی۔ عقل بمعنی دینیت۔ لَا يَقْتُلُ مُسْلِمًا بِكَافِرٍ الخ ام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کافر ذمی ہے۔ تو اس کے بدلہ مسلمان قتل کیا جائے گا۔ اس طرح اگر کافر عربی اور امان لے کر ہمارے

پاس آیا ہے۔ یا عربی ہے اور اس سے مصالحت ہے۔ یا اس کی محاربت معروف ہے تو ان تینوں کے بدلہ مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ دیگر آئمہ علی الاطلاق کہتے ہیں کہ مسلمان کو ان کے عوض قتل نہ کیا جائے گا۔ اگر ذمی قتل کر دیا جائے۔ تو اس میں باقی آئمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ معاہدہ کے مقابل میں آپ نے مسلمان سے قصاص لیا ہے۔ اور فرمایا نحن احق بدمہ اللہ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ علماء سلف میں ایک مذہب تو کتابت سے بالکل منع کرنے کا ہے حتیٰ کہ جو لکھا ہوا ہو اس کے بھی محو کرنے کا امر ہے اور یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ روایات مجوزہ کثرت سے ہیں۔ اس لئے جب منع و جواز میں تعارض ہو اگر تاہے تو منع کو ترجیح ہوا کرتی ہے بعض سلف کا مسلک یہ ہے کہ اولاً لکھے جب یاد ہو جائے تو مٹا دے۔ یہ حضرات جمع بین الروایتین کرتے ہیں اور تیسرا مذہب بعض سلف کا ہے جواب متفق علیہ مذہب ہے کہ کتابت حدیث بالکل جائز ہے اور حفظ کے بعد مٹانے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہی غرض امام بخاریؒ کی اس ترجمۃ الباب سے ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے متعدد روایات سے ثابت کیا ہے۔ باب سے تو اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور روایات مشتبہ ذکر فرما کر جمہور کے مذہب کو ثابت فرمایا ہے۔

قلت لعليٰ الخ یہاں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ لیکن دوسری جلد ۱/۲۱ پر ہل عندکم کتاب من وحی غیر القرآن ہے۔ ان الفاظ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ جو ما بین الیقین ہے اور کوئی حصہ قرآن ہے۔ جو اس قرآن پاک کے علاوہ ہو۔ اس سوال کا منشا یہ تھا کہ اس زمانے سے ہی روافض نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ان کے احوال نے چالبازی کی قرآن پاک کے چالیس پلے تھے دس پلے جو اہل بیت کے فضائل میں تھے اور حضرت علیؓ اور آپ کے متعلقات کی بہت سی قسم کی تعریفیں اور مدحیہ مضامین اس میں تھے۔ اس کو انہوں نے قرآن کے اندر نہیں لکھا۔ نیز ایہ روافض یوں بھی کہا کرتے تھے کہ دراصل نبی حضرت علیؓ نہیں فرشتہ جبرائیل علی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ تو ان باتوں کی وجہ سے لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ کیا لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے۔ اور کیا آپ کے پاس کوئی خاص احکامات والی وحی ہے۔ یہ حدیث جس میں صراحتہ وحی کے متعلق سوال ہے آگے چل کر بخاری میں ۴۲۸ پر آدے گی

حديث نمر. احدثنا ابو نعيم الخ عن ابي هريرة ان خراة قتلوا رجلا من بني ليث عام فتوح مكة يقتيل منهم قتلوه فاحبى بذلك النبي صلى الله عليه وسلم فركب راحلته فخطب فقال ان الله حبس عن مكة القتل الفيل قال محمد فاجعلوه على الشدة كذا قال ابو نعيم القتل او الفيل او سبط عليهم رسول الله والمؤمنون الا وانها لم تحل لاحد قبلي ولا تحل لاحد بعدي الا وانها حلت لي ساعة من نهار الا وانها ساعتى هذه حرام لا يحتل شوكمها ولا بعضه شجرها ولا تلغظ ساقطها الا لمنشد فمن قتل فهو نجس النظرين اما ان يعقل واما ان يقاد اهل الفيل فجاء رجل من اهل اليمن فقال اكتب لي

يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اَلَا بِیْ فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْنِیْ اَلَا اِلَّا ذُوْخِرَ یَا رَسُولَ اللَّهِ
فَاِنَّا نَجْعَلُهُ فِیْ مِیْمُوْنِنَا وَتُبُوْرِنَا فَقَالَ اَلَسَّیْجُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّوْا اِلَّا اِلَّا ذُوْخِرَ اِلَّا ذُوْخِرَ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو خزاعہ نے قبیلہ بنو لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے اس مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا جس کو بنو لیث نے قتل کیا تھا اس کی اطلاع آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم کو دی گئی آپؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا۔ امام محمد بخاری فرماتے ہیں کہ میرے استاذ ابو نعیم نے اسی طرح شک کے ساتھ قتل یا فیل فرمایا مگر ان کے علاوہ دوسرے استاد نے بغیر شک کے فیل فرمایا۔ بہر حال جناب رسول اللہ صلعم اور مومنوں کو مکہ والوں میں غلبہ دیا گیا۔ خبردار اودہ مکہ نہ تو میرے لئے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ خبردار اودہ مکہ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی مبر کے لئے حلال ہوا تھا۔ اب وہ اس گھڑی مر رہا ہے۔ نہ تو اس مکہ کا کوئی کانٹا کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا کوئی درخت قطع کیا جائے۔ اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر اس کے اعلان کرنے والے کو اٹھانے کی اجازت ہے۔ پس جو شخص مکہ معظمہ میں قتل کر دیا جائے۔ تو اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو مقتول کا خون بہا لیا جائے یا مقتول کے وراثا کو قصاص لینے کا حق ہے۔ اس پر اہل یمن کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ یہ حکم مجھے کھدھیجے آپؐ نے حکم دیا کہ لو فلاں کے لئے یہ حکم کھدھو قریش کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ اذ حق قطون بوٹی کو مستثنیٰ فرمائیے۔ کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں کی چھتوں اور قبور میں استعمال کرتے ہیں تو نبی اکرم صلعم نے اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا اِلَّا اِلَّا ذُوْخِرَ یعنی گمراہی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ خزاعہ اور حذیل میں آپس میں جھگ چلی آ رہی تھی۔ فتح مکہ میں یہ لوگ آپ کے معاند تھے۔ انہوں نے اپنے آدمی کا قصاص لے لیا جس پر آپؐ نے یہ خطبہ دیا۔ اِلَّا اِلَّا ذُوْخِرَ اگر اشکال ہو کہ نقطہ تو بہر حال منشد کے لئے ہوتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعد الا لئلا نہ لفظ حلال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ صاحب ثروۃ ہی ہو۔ لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر منشد صاحب حاجت ہو تو اس کے لئے خرچ کرنا جائز ہے البتہ منشد کے لئے جائز نہیں کیونکہ اس کے لئے انشاء فی مجالس الحرم محال ہے تو احاف کے ہاں الا لئلا نہ تاکید انشاء کے لئے ہو گا کہ التقاط تو صحیح ہے مگر وہ چیز بالاتفاق ملال

نہیں ہو سکتی اس سے اشارہ کرنا ہے کہ حرم کا نقطہ نہیں اٹھا جا رہا ہے۔

از شیخ زکریا بقتیل منہوای من بنی خراعة قتلوه ای قتل بنو لیث قتیل بنی خراعة
تو منہو کی ضمیر بنو خراعة کی طرف اور قتلوه کی ضمیر بنو لیث کی طرف اور مغول کی ضمیر قتیل کی طرف راجع
ہوگی۔ اِنَّ اللہ حدیس حد مکتہ القتل ابو محمد کا مصداق خود امام بخاری ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ القتل
والغیل اس کو شک کے ساتھ رہنے دینا اس میں اصلاح نہ کرنا۔ کیونکہ میرے استاد ابو نعیم نے اسی
طرح شک کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اگرچہ صحیح البیہقی ہے کیونکہ ان کے علاوہ باقی اساتذہ سب جرم کے ساتھ
اسی کو بیان کرتے ہیں۔

اب یہاں پھر وہی مسئلہ آگیا کہ محدثین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کتاب میں غلطی خود اس لکھنے والے
کی طرف سے ہو۔ تو اس میں اصلاح کرنا جائز نہیں لیکن جب محقق طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ غلط ہے تو کیا
کرے۔ اس میں دو قول ہیں ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جب غلطی پر پہنچے تو یوں پڑھے صحیحہ کذا و
خالف الکتاب حکذا تاکہ ابتداء غلط پڑھ کر من کذب علی متعبداً (الحديث) کا مصداق نہ بن جائے
اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ پڑھتا چلا جائے۔ اور جب غلط پڑھ چکے تو اس کے بعد فوراً داعیہ
حکذا پڑھے و سئل علیہ رسول اللہ الخ مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے اتنے بڑے جابر بادشاہ ابرہہ کو جو اپنے ہاتھی لے کر کعبہ کو مسمار کرنے آیا تھا کہ میں گھنے
نہ دیا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو کنکریاں لے کر سب کو ہلاک کر دیا اس واقعہ کے ہی بیان میں سورۃ فیل نازل
ہوئی مگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو محض اپنے فضل و کرم سے ان پر مسلط فرما دیا۔ الا انھا لحد
لاحد قبلی الخ یعنی سن لو۔ یہ کہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے
اب ممکن ہے کوئی شخص یوں کہتا کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قال کیوں فرمایا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ارشاد
فرماتے ہیں کہ الا انھا لاحتلت لی ساعة من نهار سن لو جو میں نے قال کیا تو کہ میرے واسطے تھوڑی
دیر کے لئے حلال کر دیا گیا تھا۔ الا انھا ساعة من نهار حوالہ یہ اس وجہ سے کہا کہ یہ خطبہ فتح مکہ کے دوسرے
دن ہوا تھا۔ یہاں یہ بات غور سے سنو کہ اس میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ صلح ہے یا غنمہ ہے۔ احناف کے
نزدیک غنمہ فتح ہوا ہے اور شوافع کے نزدیک صلح فتح ہوا۔ ولا تلقظ ساقطھا الخ اگرچہ مکہ میں تشریف
نقطہ مشکل ہے کیونکہ حاجیوں کا مجمع بہت ہوتا ہے۔ اور ان کا کہیں مستقل چند دن تک قیام بھی نہیں ہوتا تو

خاص طور سے انشا دکی اہمیت باقی رکھنے کے لئے ایسا فرمایا۔ فمن قتل فهو مجبر للنظرین ہو کہ
 ضمیر وارث مقتول کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ مقتول تو مر چکا ہے۔ اب اس کے مجبرین النظرین ہونے کا کیا
 سوال خیر النظرین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وارث مقتول کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہو گا وہ جس
 کو چاہے پسند کرے۔ ایک دیت دوسرا قتل یعنی چاہے قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے لے۔ یہ مسئلہ بھی اختلافی
 ہے کہ آیا اختیار صرف وارث قاتل کو ہو گا۔ یا قاتل کو بھی اختیار ہو گا۔ ائمہ ثلاثہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو صرف وارث
 قاتل کو اختیار ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ فرماتے ہیں کہ قاتل کو بھی اختیار ہے اس لئے کہ بہت ممکن ہے
 کہ اولیا مقتول دیت مانگیں اور وہ دیت دینے پر قادر نہ ہو۔ بلکہ قتل ہونا پسند کر لے۔ یہ سوچ کر کہ کہاں
 دیت کے لئے کماتا پھروں گا۔ اما ان یقتلوا یہ خیر النظرین کی تفصیل ہے۔ فجاء رجل من اهل الیمین
 یہ آنے والے حضرت ابوشاہ ہیں۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ ان صحابی کا نام معلوم
 نہیں ہو سکا البتہ ان کی کنیت ابوشاہ ہے۔ اکتب لی یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ صلعم یہ گراما یہ
 احکام جو آپ نے بیان فرمائے ہیں اس کو میرے واسطے لکھوا دیجئے کیونکہ خود پڑھ لکھ نہیں تھے۔
 اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اکتبوا لابی خلاص خلاص سے مراد بھی ابوشاہ ہیں چنانچہ ابو داؤد کی
 روایت میں اکتبوا لابی شاہ ہے یہاں بخاری کی روایت میں راوی کو نام یاد نہیں رہا۔ اور یہی جملہ اکتبوا
 لابی خلاص امام بخاری کی غرض ہے کہ دیکھو یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے حضور اکرم صلعم کے امر سے کتابت
 حدیث ہو رہی ہے۔ فقال رجل من قریبہ الخ جب حضور اکرم صلعم نے مرمت کے احکام بیان فرمائے
 تو حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا یا رسول اللہ الا اذا خرجت منی اذخہ کا استثناء فرما دیجئے رجل
 سے مراد حضرت عباسؓ ہیں۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اذا خرجت منی اذخہ کہ حضور اکرم صلعم نے حضرت
 عباسؓ کے کہنے پر اذخہ استثناء فرمایا۔ اب یہاں علماء کے درمیان ایک مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ کیا
 حضور اکرم صلعم کو احکام کے درمیان اختیار تھا کہ جو چاہے حکم فرمادیں اور جس سے چاہیں منع فرمادیں۔ اور
 جس کو چاہیں حلال و حرام فرمادیں۔ اس کے متعلق ایک جماعت کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلعم کو بالکل بھی
 اختیار نہ تھا۔ ان کا استدلال ما ینطق عن الہدی (آلہ) جیسی آیات سے ہے۔ اور اس کے برخلاف ایک
 دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ اختیار تھا کیونکہ اگر اختیار کا نہ ہونا تسلیم کر لیں تو پھر حضرت عباسؓ کے
 فرمانے پر استثناء کیوں فرما دیا جب استثناء فرما دیا تو معلوم ہوا کہ اختیار تھا۔ ان حضرات کی دلیل حدیث

پاک لولا اشق علی امتی لامرتمو بالسواک اور باب کی یہ حدیث ہے۔ رہ گئی۔ سبت کریمہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے فوراً قلب میں القار ہو گیا ہو۔ کیونکہ وحی کی ایک قسم القار فی الردع بھی تو ہے اور تیسرا مذہب توقف کہے کیونکہ روایات دونوں قسم کی ہیں اور متعارض ہیں اور چونکہ مذہب یہ ہے کہ حروب میں اختیار ہے بقیہ احکام میں اختیار نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۱۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخِزْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ يُبَيِّنُ عَمْرُؤُهَا كَانَ يَكْتُمُ وَلَا يَكْتُمُ تَابِعَهُ مَعْمُ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (الحديث)
ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں سے میرے سے زیادہ آپ سے حدیثیں بیان کرنے والا کوئی نہیں مگر وہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کیونکہ وہ کہتے تھے اور میں نہیں کہتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی اور اشتغال بالحديث کو مشغلہ بنایا تھا۔ اس لئے ان کے پاس بہت روایات تھیں۔ یعنی پانچ ہزار تین سو سے زائد احادیث تھیں اور آٹھ سو ساگر دتھے۔ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ کے پاس لکھی ہوئی احادیث تھیں کیونکہ وہ اشتغال بالعبادۃ رکھتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ رات کو عبادت کرتے رہیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ اس لئے بیوی کو طلاق دے دی تھی اور کہا کہ مجھے فرصت نہیں ملتی۔ لوگوں نے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تنبیہ فرمائی تو سات دن میں ختم قرآن کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ برلھا پایا تو پھر کی گوی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس سند میں اُخْبَرْتُ وَهَبُ بْنُ مَنِهٍ عَنْ أَخِيهِ اس اخ سے مراد صام بن منہ ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایات نقل کرنے میں بہت مشہور ہیں ان کی ایک کتاب صحیفہ صام بن منہ کے ساتھ مشہور ہے۔ اس صحیفہ سے امام مسلمؒ روایات نقل کرتے ہیں۔ اور یہ صحیفہ اب جہد رآباد میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ اور یہ سند احمد میں بھی کیجائی تمام عن ابی ہریرہؓ سے مروی ہے فلانہ کان یکتب ولا اکتب اس حدیث میں چند ابجاث ہیں۔ ایک تو یہی کان یکتب ولا اکتب امام بخاریؒ کی غرض یہی اس جملہ سے ثابت ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جسے بعض مریدین مشائخ کے ملفوظات لکھ لیتے ہیں اسی طرح یہ بھی جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے اس کو لکھ لیتے۔ صحابہ

ان کو لامت کی کہ تم سب کچھ کیوں لکھتے ہو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں خوش بھی ہوتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس منہ سے حالتِ رضا و غضب میں سوائے حق کے اور کوئی بات نکلتی ہی نہیں تم سب کچھ لکھ لیا کرو۔ تو یہاں کتابتِ حدیث ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی۔ دوسری بحث یہ ہے کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی احادیث بیان کرنے والا نہیں ہے۔ سوائے عبداللہ بن عمروؓ کے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن جریجیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پانچ ہزار تین سو چوبیس بتلائی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بعض محدثین کے قول پر پانچ سو اور بعض کے قول پر کل سات سو ہیں تو ان کی مرویات زیادہ سے زیادہ سات سو اور حضرت ابو ہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو چوبیس تو یکسر طرح حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایات زیادہ ہوتیں۔ اس کا جواب بعض علما تو یہ دیتے ہیں کہ لکھنا اور چیز ہے اور اس لکھنے ہوئے کا چل پڑنا اور چیز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کثرت سے مدینہ منورہ رہتے تھے اور لوگ کثرت سے مدینہ منورہ ہی تحصیلِ علم کے لئے رحلت و سفر کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ طائف میں رہتے لگتے تھے اور وہاں اس قدر لوگ جلتے نہیں تھے۔ اس لئے ان سے اخذ کثرت سے نہیں ہوا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ چونکہ کتبِ سنادیہ کے عالم تھے اس لئے وہ کبھی کبھی اسرائیلیات بھی بیان کر دیا کرتے تھے اس غلط ملط کی وجہ سے عام آدمی ان سے روایات کثرت سے نہیں لیتے تھے۔ بخلاف حضرت ابو ہریرہؓ کے وہ صرف احادیثِ رسول اللہ ہی بیان کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ کی دعا فرمائی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس صرف لکھی ہوتی تھیں تو حضرت ابو ہریرہؓ اپنے حفظ سے خوب بیان کرتے تھے۔ دوسرا اشکال یہاں یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ تو وہ مکان سے ایک صحیفہ نکال کر لائے جس میں احادیث تحریر تھیں اس سے پتہ چلا کہ وہ بھی لکھا کرتے تھے۔ لہذا ان دلائل کتب کہنا کیسے صحیح ہو گا۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ کس طرح پتہ چل گیا کہ وہ صحیفہ خود ان کا لکھا ہوا تھا۔ بہت ممکن ہے کسی اور کا لکھا ہوا ہو۔ اور وہ ان کو مل گیا ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ دلائل کتب فرمانا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور آپؐ کے انتقال کے بعد انہوں نے احادیث جمع کر لیں اور ان کو لکھ لیا۔

حدیث نمبر ۱۱۲۱۱۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمْعُهُ قَالَ ابْتَوْنِي بَكْتَابٍ كُنْتُمْ تَكُونُونَ بَالًا لَا تَضَلُّوا بَعْدَهُ قَالَ
عُمَرُ بْنُ الْاَبْتَوْنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْاَوْجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا مَا تَكَلَّمُوا
وَكَثُرَ اللَّفْظُ قَالَ قَوْمٌ مَوْلَانِي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي اَلثَّنَا نَزَعَ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ اِنَّ
الْمَرْيُتَةَ كُلَّ الْاَوْزَارِ يَتَوَمَّحَالُ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم کو اپنے درود کی شدت محسوس ہوئی
تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کتاب لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایک کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے
تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہؐ صلعم پر درود کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن)
موجود ہے جو ہمیں ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس طرح اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور شور و شغب بہت ہوا جس پر
آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کہ سب میرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس بیڑہ کر جھگڑا کرنا اچھا نہیں ہے۔ تو
حضرت ابن عباسؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ بیشک پوری مصیبت ہے جو جناب رسول اللہؐ صلعم اور آپؐ
کی کتاب کے درمیان مائل ہو گئی۔ ان المذیۃ کل المذیۃ یا تو اس اعتبار سے کہ حضرت ابن عباسؓ
افہم تھے۔ یا یہ کہ اس کی وجہ سے روافض کو طعن کا موقع ملا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابْتَوْنِي بَكْتَابٍ اَلْ حَضْرَةُ اَقْدَسُ صَلَّمَ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کیا لکھتے اس کی تو کہیں تصریح نہیں ہے
ہاں سیاق روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلعم خلافت کے متعلق لکھتے کہ فلاں کو خلیفہ بنایا جائے
پھر فلاں فلاں کو یہ واقعہ معجزات کہ ہے۔ اور اس کے بعد دو تفسیر کی صبح کو آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور امام بخاریؒ
کی غرض بھی اس جملے سے ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلعم نے مرض الوصال میں لکھنے کو قلم و دوات طلب فرمایا
اور حضور صلعم جو کچھ لکھتے وہ حدیث ہی ہوتا لہذا کتابت حدیث ثابت ہو گئی۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْاَبْتَوْنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْاَوْجَعُ اَلْ حَضْرَةُ اَقْدَسُ صَلَّمَ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لکھنے کو
قلم و دوات طلب فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو منع کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ حضور اقدس صلعم کو تو تکلیف ہے
ہمارے لئے کتاب اللہؐ کافی ہے۔ حضرت عمرؓ کے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ اور
حضرت عمرؓ حضور اقدس صلعم کے وزیر اور مشیر تھے خاصۃً اور دیگر ائمہ میں داخل تھے عموماً اس لئے حضرت
عمرؓ نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اس وقت حضور اکرمؐ صلعم کو تکلیف نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت
ابو ہریرہؓ حضور اکرمؐ صلعم کے جوتے لے کر جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں ان

کے سینے پر اس زور سے ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے۔ یہ حضور صلعم کے پاس نکمایت لے کر چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ کہ حضور ایسا نہ فرمائیے۔ لہذا حضرت عمرؓ کے تو اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلعم کی جیات ہی میں حضور کے سامنے لیے کام کرتے تھے۔ اس طرح ایک مرتبہ ازواج مطہرات نان و نفقہ طلب کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ آگئے یہ ساری ازواج آڑ میں چلی گئیں حضور پاک صلعم سکرانے اور فرمایا کہ عمرؓ سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس صلعم سے واقعہ دریافت کر کے فرمایا۔

یاعبدات انفسھن واتھین ولاتھبن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس صلعم نے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ لہذا حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی بے ادبی کی بلکہ ان کو تو دلالتہ اجازت تھی۔ اسی بنا پر انہوں نے منع فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس دن حضور اقدس صلعم کو بہت تکلیف تھی۔ اور تکلیف کی تیزی کی وجہ سے ڈول کے ڈول پانی کے آپ پر ڈالے جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ تکلیف برداشت نہ ہوئی۔ اس لئے انہوں نے منع فرمادیا۔ کیونکہ لکھنے سے اور تکلیف ہوتی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ پنجشنبہ کی شام کلبہ سے اور حضور اقدس صلعم کا انتقال دوشنبہ کو ہوا۔ تو اگر حضور اکرم صلعم کو کچھ کھانا تھا تو جمعہ یا اتوار کو کھوا دیتے۔ کیونکہ اس دوران طبیعت ٹھیک ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے خطبہ بھی دیا۔ اور اس میں مہاجرین کے فضائل بیان فرمائے۔ اور انصار کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کے محسنین کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔ اور ان کے سینین سے تجاذز کریں اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے خود حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ کچھ لکھ دوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور پاک صلعم زبان مبارک سے فرمادیں ان کو یاد کر لوں گا۔ لکھنے کی ضرورت نہیں تو اگر حضرت عمرؓ نے بقول روافض بے ادبی کی تو ادھر بھی بے ادبی ہوئی۔ یہ روایت ابن سعد کی ہے صحاح کی نہیں اور پانچواں جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی متعلق لکھنا تھا۔ حضرت علیؓ کے متعلق لکھوانے کا خیال ہی نہیں تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری جلد ثانی میں ص ۱۰۴ پر ایک روایت آرہی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَرَدْتُ اَنْ اَرْسِلَ اِلَى ابی بکر وَاِنَّہٗ فَاَعْمَدَانِ یَقُولُ الْقَاتِلُونَ اَوْ یَقْتُلُ الْمُتَمَنُّونَ ثَعْلَقْتُ یَا بَی اللہ ویدفع المؤمنون (الحديث) اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیقؓ کی خلافت لکھوانی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو گویا رافضیوں کا مہلا کیا کہ حضور صلعم کو لکھنے سے منع کر دیا۔ اگر لکھ دیتے تو پھر یہ حکم قطعی ہو جاتا۔ اور رافضیوں کو کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ فخر بن عباس الخ ابن عباسؓ کا یہ فروع حضور اقدس صلعم کے پاس سے نہیں تھا بلکہ

مراد وہ جگہ ہے جہاں حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب یہاں تک پہنچے تو ان الزبیدیہ مکمل الزبیدیہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ اگر صحابہ لکھنے دیتے ہوتے تو پھر حضور اکرم صلیم ترتیب لکھ دیتے۔ پھر واقعہ عثمان بن صفین اور رمل ہی پیش نہ آتے ہوتے۔

باب الْعِلْمُ وَالْعِظَةُ بِاللَّيْلِ

باب ہے کہ علم اور نصیحت رات کے وقت بھی کی جاسکتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۳۳ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الْحَمْدُ أُمُّ سَلَمَةَ قَالَتْ اسْتَبَقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَنْزَلَ اللَّهُ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْغَيْثِ وَمَاذَا أَفْتَحَ مِنَ الْخَزَائِنِ ابْقِظُوا أَصَوَابَ الْحُجَرِ خَرِبَتْ كَأَسْبَغِ فِي الدُّنْيَا عَارِبِيَّةً فِي الْآخِرَةِ

ترجمہ، حضرت ام سلمہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت نبی اکرم صلیم خواب سے بیدار ہوئے تو تعجب کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہے آج رات کس قدر فتنے اتارے گئے اور کس قدر مزا کھول دینے گئے حجرات والی بی بیوں کو جگا دو کیونکہ بہت سی دنیا میں کپڑے پہننے والی آخرت میں ننگی ہوں گی۔ تشریح از شیخ مدنی "رات کو بھی تعلیم دینا ضروری ہے کہ نہیں کیونکہ فرمایا گیا کہ اس قدر تعلیم نہ دو کہ لوگ گمراہ جائیں چنانچہ آپ ہر رات تعلیم نہ دیتے تھے تاکہ نشاط طبع باقی رہے۔ ہاں اس قدر تعلیم دینا درست وجہ ازہرے جو گمراہی کا باعث نہ بنے آپ کو باری تعالیٰ کی طرف سے فتنوں کے متعلق انکشاف ہوا اور اس طرح خزان کا فتوح ہوا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ہاتھ آئے فتن سے مراد یا تو کثرت اولاد اور اموال ہے بدلیل انما اموالکم واولادکم فتنہ یا آنحضرت صلیم کی وفات کے بعد جو مناقشات اور جھگڑے مسلمانوں میں پیدا ہوئے وہ آپ پر منکشف ہوئے عاریتہ فی الآخرة سے متنبہ کرنا ہے کہ دنیا پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ آخرت کے عذاب سے بچنے کی کوشش ہونی چاہیے یا بعض نے کہا کہ ایسے پتلے لباس سے احتراز کرنا چاہیے جس سے بدن کی وضع قطع اور ہیئت معلوم ہوتی ہو۔ ایسا لباس ممنوع ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس علم میں سبق تکرار۔ مطالعہ سب ہی داخل ہیں اور عطف کے معنی نصیحت کے ہیں چونکہ ایک حدیث میں عشاء کے بعد نوم سے قبل و بعد بات کرنے کی ممانعت ہے تو یہاں سے ان اشیاء کا استثناء کرتے ہیں کہ ان کی ممانعت نہیں ہے۔ سبحان اللہ الخ حضور اقدس صلیم کو یہ مکتوف ہوا کہ کثرت سے فتن نازل ہوئے اور خزان کے متعلق بھی کشف ہوا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا

کیونکہ جب فتنہ ظاہر ہوئے تو اس کے ساتھ فرائض کا ظہور ضرور ہوا ہو گا۔ قَاتَ مَعَ الْعَرَبِ يَسْرًا۔ ایفعلوا الو۔ صواحب جہرات کو جنگا دو کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ فتنہ سے بچنے کی دعا کریں۔ یہاں انزل اللیلۃ تو علم کے اندر داخل ہے۔ اور ایفعلوا الو اس کی مناسبت غلط سے ظاہر ہے۔ تو اب کے دونوں ہز سے مناسبت ہو گئی۔ کاسیۃ فی الدنیا الو۔ کاسیہ کے معنی کپڑا پہننے والی چونکہ توب بول کر بعض مرتبہ اس سے عمل و خلق مراد لیا جاتا ہے۔ اور عام طور سے عرب میں بولا جاتا ہے سببہ معلقہ کا شعر ہے

ان تک قد ساتک منخ خلیقۃ

فسلی ثیابی من تیابک تنلیل

ترجمہ، اگر اے محبوبہ تجھے میری کوئی خصلت بری لگتی ہے تو میرے کپڑے اپنے کپڑے سے الگ کر لے تو یہاں ثیاب سے مراد تعلق ہے۔ اب اس صودت میں مطلب یہ ہو گا کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عمل کرنے میں خوب آگے آگے ہوتی ہیں۔ وہ آخرت میں اعمال سے نگلی ہوں گی۔ کیونکہ وہ اپنی عادت کے مطابق چل خوری۔ غیبت۔ گالی گلوچ اور جہالت کے سینکڑوں کام کرتی ہیں اور حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا۔ مثلاً اندر سے بدن اس میں نظر آتا ہے تو ایسی عورتوں کو نگلی ہونے کی سزا آخرت میں ملے گی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بہت سے دنیا میں اعمال کرنے والے آخرت میں اس کے اجر سے خالی ہوں گے اس لئے کہ ان اعمال میں اخلاص نہ ہو گا یا اسے کہا ملے گا۔

باب السَّعْرِ بِالْعُلُوِّ۔

رات کے وقت علم کی بات چیت کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۱۴۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفَّيْرٍ الْهَمْدِيُّ أَنَّ عَمْرَ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي ۱۱ خَرَجْنَا وَهِيَ سَلَمَةٌ فَهَذَا أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ حَاتِمٍ سَنَّ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِنْهُ هُوَ عَلَى ظَهْرٍ لَمْ يَنْزِلْ أَحَدٌ (المحدث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا تم آج کی اس رات کو جانتے ہو۔ کیونکہ اس صدی کے آخر پر مٹے زمین بہنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا گویا اپنی امت کی چھوٹی عمروں کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح اوشیح مدنیؒ بظاہر روایت ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ اس میں سَمَكٌ بالعلو کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ مفصل دوسری جگہ روایت آپ کی ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں سَمَكٌ بالعلو کہہ دیا بسا اوقات مصنفؒ ایسا کرتے ہیں۔

تشریح اوشیح زکریاؒ باب اور باب سابق بظاہر ایک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ سَمَكٌ بالعلو بھی عظة باللیل ہے اس لئے حافظ کی رائے یہ ہے کہ باب اول سے عظة باللیل بعد الاستیقاظ من النوم ثابت فرمایا ہے۔ اور اس باب سے عظة قبل النوم ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ دونوں وقت ہو سکتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ابھی قریب میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت گزری ہے تیغولنا یا لموعظة ركواهيۃ السامة علینا اور باب اول کی روایت میں عظة بعد الاستیقاظ ہے اور جاگنے کے بعد طبیعت کسل مند ہوا ہی کرتی ہے۔ تو باب سابق سے تنبیہ فرمادی کہ اگر گرانی نہ ہو اور طبیعت ہوشیار ہو۔ تو بعد الاستیقاظ عظة میں کوئی مرج نہیں۔ اور اس دوسرے باب کی غرض یہ ہے کہ حدیث میں حضور اقدسؐ نے عشاء کے بعد بات چیت اور سَمَكٌ سے منع فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے سا مولا تھجرون تو اس باب سے اشارہ فرمادیا۔ کہ سَمَكٌ بالعلو نہی میں داخل نہیں سَمَكٌ وہ باتیں جو رات میں کی جائیں۔ فان دُئس مائتہ سننہ الخ اس روایت کو جب صحابہ کرامؓ نے سنا تو یہ سمجھے کہ سوال کے بعد قیامت آجائے گی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ انقضائے قرن مراد تھا (صدی کا ختم ہونا) اب اس روایت کی وجہ سے محدثین کی رائے ہے کہ جو شخص سَمَكٌ کے بعد صحابی ہوئے کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا صوفی ہو چاہے خواجہ رتن ہندی ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر بڑی مشکل صوفیاء کرام کو ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت خضرؑ زندہ ہیں۔ اور یہ روایت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ محدثین تو حیات خضرؑ کا انکار کرتے ہیں۔ اور صوفیاء اثبات کرتے ہیں اور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت خضرؑ وجہ ارض پر تھے ہی نہیں بلکہ سمندر میں نہیں تھے۔ اور بڑی مشکل صوفیاء محدثین اور محدثین صوفیاء کو ہے وہ کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ اور علامات قیامت میں سے ہے کہ کہ جب دجال کا ظہور ہوگا۔ تو اب آدمی اس وقت حدیث رسول اللہؐ کہے گا اور وہ آدمی حضرت خضرؑ ہوں گے لہذا ہم حکم قطعی نہیں نکالتے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۱۱ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ فِي بَيْتِنَا خَالِقَ بْنَ مَيْمُونَةَ

بُنْتُ الْحَارِثِ زَوْجِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَعَهُ هَاتِفِي كِلَيْتِهِمَا فَصَلَّى الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّوْبَةَ ثُمَّ جَاءَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى
أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ قَالَ نَامُوا نَعْلَيْتُمْ أَوْ كَلِمَةً تَشْبِيهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى عَنْ يَسَارٍ
فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ حَتَّى سَبَّحْتَ غُطِيَّةً
أَوْ خُطِيَّةً ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس
صلوٰۃ کی وضو کر کے گھر میں گزاری اور جناب نبی اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم ان کی باری کی رات ان کے پاس تھے جبکہ حضرت
صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ چکے تو اپنی منزل پر تشریف لائے ہیں چار رکعت نماز پڑھ کر سو گئے پھر رات کو
اٹھے پھر فرمایا یا غلیم یا اس کے مشابہ کلمہ فرمایا کہ یہ لڑکا سو گیا۔ پھر حضور انور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تو میں بھی
اٹھ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا فرمایا۔ پھر آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی
اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر ادا فرمائی۔ پھر سو گئے حتیٰ کہ میں آپ کے خروٹے کی آواز سنی جسے غطیط یا غطیط
کہا جاتا ہے۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے

تشریح از شیخ مدنیؒ: نامہ الغلیم: یہ تصنیف شفقت کے لئے۔ بعض حضرات نے نام الغلیم کے الفاظ
کہنے سے سہو بالعلو ثابت کیا ہے۔ مگر یہ روایت مختصر ہے۔ دوسری جگہ روایت میں ہے کہ آپ نے
اپنے اہل سے گفتگو فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی تو مصنف نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اشارہ
فرمایا کہ سہو بالعلو ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خالہ عقیس ان کو شوق پیدا ہوا کہ حضور اکرم
صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم جب حضرت میمونہ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائیں گے۔ تو یہ اپنی خالہ کے یہاں سوئیں گے۔ اور
دیکھیں گے کہ حضور انور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں جب حضرت میمونہ کی باری آتی تو یہ جاکر سوئے۔ حضور اقدس صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کھڑے
گئے اٹھے اور نماز شروع کی حضرت ابن عباسؓ بھی انگڑائیاں بیٹے ہوئے اٹھے اور وضو کر کے نماز میں شریک ہو
گئے۔ مگر غلط سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے حضور اقدس صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم نے ان کا کان پکڑ کر پیچھے سے بائیں طرف کھڑا کر دیا
تو قال نامہ الغلیم۔ غلیم غلام کی تصنیف ہے یہاں سوال یہ ہے کہ سہو بالعلو کہاں اور کسی لفظ حدیث
سے ثابت ہوا بعض حضرات کی رائے ہے کہ نام الغلیم کہنے سے ثابت ہو گیا۔ اور حضور اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک

سے معلوم ہوا کہ کسی کو تصنیف کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ اور یہ تحقیر پر دال نہیں تاکہ مذموم و ممنوع ہو بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل صلی اللہ علیہ وسلم سے ترجمہ ثابت ہو گیا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال جیسے سمر بالعلم میں داخل ہیں ایسے افعال بھی سمر بالعلم میں داخل ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تشبیہ اذہان کے لئے خاص طور سے حدیث میں اختصار فرمایا ہے ورنہ بخاری جلد ثانی ص ۶۵ پر یہی حدیث ہے اس میں تصریح ہے کہ فتحۃ ثلث مع اہلہ ساعة اس جملہ سے صاف طور پر ترجمہ سے مناسبت ہو گئی حق سمعت غطیطہ اور خطیطہ یہ ادشک کے لئے ہے۔ غطیطہ اور خطیطہ سونے والے کی آواز کو کہتے ہیں۔

باب حِفْظُ الْعِلْمِ -

یعنی علم کا یاد کرنا ۔ !

حدیث نمبر ۱۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَاقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُونَ أَكْثَرُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَوْ لَا إِيْتَانِي فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا نَأْتِيَنِي إِنْ أَتَيْتُ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْمُلَى إِلَى قَوْلِهِ التَّحِيمُ إِنْ أَخَوْنَا مِنْ أَلْمَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّنُفُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنْ أَخَوْنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَأَيُّهَا هُرَيْرَةَ كَانَ مُلْزَمٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ يَطْبِئُهُ وَيَحْضُرُهُ مَا لَا يَحْضُرُونَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ -

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا پھر یہ دو آیتیں تلاوت کرتے تھے ان الذین یکتُمون الا یہ اور فرمایا کہ ہمارے مہاجرین بھائی کو بازاروں میں لین دین کے معاملات مشغول رکھتے تھے اور انصار بھائیوں کو اپنے اموال کے لئے زمین کی عملداری مشغول رکھتی تھی۔ اور ابو ہریرہؓ تو اپنے پیٹ بھر کے ساتھ روٹی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لازم ملازم رہتے تھے اور ان اوقات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے جن اوقات میں یہ لوگ حاضر نہیں ہوتے تھے اور ابو ہریرہؓ ان باتوں کو یاد کر لیتے تھے۔ جنہیں یہ لوگ یاد نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا شراح نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ اب ہم علم کی نفیست و تاکید

حديث نمبر ۱۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْثَبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
 أَسْمِعْ مِنْكَ حَدِيثًا كَثِيرًا أَلَسَا قَالَ أَلَسْتُ بِرَدَاؤِكَ فَبَسَطْتُهُ فَعَرَفَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ
 ضَوْفَضَمْنَتُهُ كَمَا نَسِيتُ نَسِيًّا بَعْدَ حَدَّثَنَا أَبُو هَالِيمٍ ابْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هَالِيمٍ
 حَدَّثَنَا أَبُو هَالِيمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آنجناب سے بہت سی حدیثیں سنتا ہوں جن کو بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ میں نے چادر پھیلا دی تو آپ اپنے دونو ہاتھوں سے چلو بھر اچھر فرمایا کہ اس کو سمیٹ لو میں نے اس چادر کو پسینے کے ساتھ لگا لیا اس کے بعد پھر

مجھے کوئی چیز نہیں بھون۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فمانیت شیعاً بعد الخ یہی روایت کتاب البیوع ۲۷۵ پر آرہی ہے اور اس میں ہے فمانیت من مقالة رسول الله من شیعی روایت الیاب کا ظاہر یہ ہے کہ اس دعا کے بعد حضرت ابوہریرہؓ پھر کچھ نہیں بھولے اور اس کتاب البیوع کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اس میں سے کوئی چیز نہیں بھولے۔ تو دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا تو بعض حضرات نے اسے ایک واقعہ پر محمول کیا ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہے کہ دونوں کا سیاق ایک ہے جو تو وحدہ واقعہ کو مقتضی ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ کتاب البیوع والی روایت من مقالة رسول الله میں جو من ہے وہ اجلیہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت کے سبب سے پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔ اب جبکہ کتاب البیوع والی روایت کو کتاب العلم والی روایت کی طرف راجع کیا گیا ہے تو اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک بار حدیث لَا یُؤْذَنُ مَرَضٌ عَلٰی مَصْرُوفٍ بیان کی تو ان کے شاگرد ابوسلمہ نے کہا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو۔ اور اس سے پہلے لَا عُدُوْکُمْ وَلَا طَیْرٌ وَلَا حَدِیْثٌ بیان فرمائی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں ہے۔ تو یہاں اس سے نفی کر دی۔ محدثین اس روایت کو کسی بعد ما حفظ کی مثال میں پیش فرماتے ہیں۔ اور محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے بعد کوئی روایت نہیں بھولے۔ مولانا اسی حدیث کے بہر حال اس اعتراض کا جواب ان لوگوں کے قول پر جو تعدد واقعہ کے قائل ہیں یہ ہے کہ ممکن ہے یہ روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقالہ میں نہ ہو۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے۔ جبکہ کتاب العلم کی روایت کو کتاب البیوع کی طرف راجع کیا جائے۔ اور وہ مطلب بیان کیا جائے جو کتاب البیوع کی روایت سے متباد رہے۔ اور اگر اس کو کتاب العلم کی روایت کی طرف راجع کیا جائے جیسا کہ میرے والد صاحب کی رائے ہے تو اس صورت میں جواب یہ ہوگا کہ یہ کیا ضروری ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہی بھولے ہوں۔ بلکہ ابوسلمہ جو حضرت ابوہریرہؓ کے شاگرد ہیں۔ خود ہی بھول گئے ہوں کہ انہوں نے یہ حدیث کسی اور سے سنی ہو۔ اور اس کی نسبت حضرت ابوہریرہؓ کی طرف کر دی ہو۔ میرے نزدیک زیادہ بھی اقرب ہے۔ اور ایک تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ روایت بھولے نہیں تھے۔ بلکہ جب شاگرد کو دیکھا کہ کم فہم ہے اور روایات میں ٹکراؤ کرتا ہے تو انکار کر دیا کہ وہ میں نے نہیں بیان کیا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۸ حَدَّثَنَا ابْنُ جَاهِمٍ ابْنُ الْمُنْذِرِ الخ وَذَالَ فَخْرٍ بِیْدٍ ۶ وَنِیْہ۔

ترجمہ: کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں ملو بھرا۔ بید یہ کی بجائے صرف یدہ کا لفظ ہے اور فیہ کا اضافہ بھی ہے۔ لیکن مغروف منہ اور مغروف کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۹ اَحَدُ تَنَارِ السُّجُودِ اَلْعَنَ اِبْنُ مَرْيَمَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُوْا عَاشِیَیَ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَبَشَّتْہُ وَاَمَّا الْاُخَرُ فَلَوْ بَشَّتْہُ قُطِعَ ہٰذَا لَعُنَکُمْ۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْبَلْعُورُ مَجْرَی الطَّعَامِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن بھسر علم کے یاد کئے ہیں ان میں سے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا اگر دوسرے قسم کو میں پھیلا دوں تو میرا حلقوم دکھ کاٹ دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں بلعوم کا سنی کلمہ (حلق) ہے۔

تشریح از شیخ زکریا قَعْنَبِیْن میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن بھسر علم یاد کئے اما احدهما فَبَشَّتْہُ ان دو برتنوں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا۔ یہ علم الحلال و الحرام تھا و اما الآخر الخ اگر دوسرے برتن کو پھیلا دوں تو یہ بلعوم کاٹ دھج جائے۔ قال ابو عبد اللہ الخ ابو عبد اللہ سے خود امام بخاریؒ مراد ہیں۔ بلعوم مجری الطعام یعنی حلق کو کہتے ہیں اس کے مصداق میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے کہ وہ دوسرا علم کیا ہے؟ علما تصوف کی رائے ہے کہ یہ علم الاسرار و علم الباطن ہے۔ چونکہ یہ علوم فہم عامر سے بالاتر ہوتے ہیں اس لئے حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں بیان نہیں فرمایا۔ اور علما محدثین کی رائے ہے کہ یہ علم الغنیق ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی طرف کہیں کہیں اشارہ بھی فرمایا ہے خود بخدی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہَلَاکَ اَقْتَنَیْ عَلَیْ یَدَیْ غَلِیْظَ مِنْ قَرِیْشٍ کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی اور فرمایا لَوْ شِئْتُ اَنْ اَقُوْلَ بَنَیْ ذَاوَدَ وَبَنَیْ لَاقِدَہُ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بعض روایات ہیں یہ دعا منقول ہے کہ لے اللہ مجھے سلاصہ سے پہلے پہلے اٹھائے اسی سلاصہ میں بزید بن معاویہ کی حکومت قائم ہوئی۔ ایک بار کسی صحابی نے حدیث بیان کی کہ ایک بادشاہ سیکون ملک من بنی قحطان میں سے ہوگا تو حضرت معاویہؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ جو لوگ ایسی ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ لوگ ایسی روایات جو لا یمتہ من قریش کے خلاف ہیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ اہل بیت میرے ہاتھوں سے چھین جائے۔ حالانکہ روایت صحیح ہے اور قرب قہماست کے متعلق ہے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جان کے خوف سے کتنا یہ علم کہیں فرمایا اس کا جواب

یہ ہے کہ چونکہ یہ علوم علوم الاحکام، علوم الحلال والحرام نہیں ہیں جس سے غرض عامہ متعلق ہو۔ لہذا یہ اس کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ علم ان کی افہام سے بالاتر ہے۔ اب مثلاً علم الاسرار ہے۔ اس کے متعلق ایسے شخص سے بیان کرنا جو اس سے ناواقف ہو ایسا ہی ہے جیسا کہ سچا باپ سے پوچھے کہ شادی کس لئے کی جاتی ہے اسی لئے علما سلوک نے لکھا ہے۔ کہ عموم کے سوائے تصوف کے حقائق وغیرہ کا افشاء نہ کیا جائے حضرت ابوہریرہؓ کی دعایہ تھی۔ اعود باللہ من راس مستبین و امارۃ الصبیان جس سے امارت یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائی کہ یزید کی امارت کے ایک سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا

باب الخ نَصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

باب ہے کہ علماء کے سامنے خاموش رہنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۲۰ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَسَدٍ عَنْ جَبْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَضَمَّتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْتَجِعُوا بَعْدِي كُفًّا وَلَا تَضْرِبُوا بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (الحديث)

ترجمہ، حضرت جبر بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ لوگوں کو چپ کرادو۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تشریح از شیخ مدنی کتاب الادب میں ہے کہ آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب تم کسی قوم پر داخل ہو تو جب تک وہ اپنی گفتگو ختم نہ کر لیں تم ان کی بات کاٹ کر گفتگو نہ شروع کرو ورنہ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات جبکہ نفع عمومی ہو۔ تو قطع کلام کرنا جائز ہے جیسے حجۃ الوداع میں ہوا۔ بضرب بعضکم الخ کیونکہ اسلام سلم و صلح و آشتی کا نام ہے اس لئے یہاں تشبیہ بلیغ ہوگی کہ لا تترجعوا بعدی مثل الکفار اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو حقیقت پر محمول کیا ہے کہ مومن کے قتل کو حلال سمجھنے والے کافر ہو جائے گا۔ سبب اسلحہ فسوق و قتال کفر تشریح از شیخ زکریا بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے ادب بیان کرنا ہے کہ متعلم کو چاہیے کہ استاذ کے سامنے ادب سے خاموش رہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ طریق حفظ بیان کر رہے ہیں کہ علم کس طرح محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور کس طور پر حاصل ہوتا ہے علم حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب استاذ کچھ بیان کرے تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی باتوں کو سننے تاکہ کوئی بات سننے سے باقی نہ رہے۔ اور بعض کی

باب مَا يُسْتَعَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُعِلَ أَمْرُ النَّاسِ أَعْلَمُوهُ فَيَكُلُّوا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى -

[illegible]

أَعْلَوْ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِمْ فَضِيلَ لَهُ أَجْمَلُ حَوْنًا فِي مَكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَهُ هُمُوتُوا
 فَأَنْطَلَقُوا وَأَنْطَلَقَ مَعَهُ بِقَتَاةٍ يُوشَعُ بْنُ نُونَ وَحَمَلُوا حَوْنًا فِي مَكْتَلٍ حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصُّخْرَةِ
 وَضَعَ رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا فَأَنْسَلَ الْحَوْتُ مِنَ الْمَكْتَلِ فَأَتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ
 لِمُوسَى وَقَتَاهُ عَجَبًا فَأَنْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ إِنِّي
 غَدَاؤُ نَالِقِدُ لَهَيْئَتَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَفْسًا وَلَكِنْ يَجِدُ مُوسَى مَسَامِنَ النَّصِيبِ حَتَّى جَاوَزَا
 الْمَكَانَ الَّذِي أَمَر بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذَا أُوبِنَا إِلَى الصُّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ
 الْحَوْتَ قَالَ مُوسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَنْجِي فَأَرْتَدَّ أَعْلَى أَتَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصُّخْرَةِ
 إِذَا رَجُلٌ مُسَبَّحٌ بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسْبِي شَوْبِهِمْ فَسَلُّوا مُوسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَاقِفْ يَا رَضِيكَ
 السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسَى فَقَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبَعَكَ عَلَى أَنَّ
 تَعْلَمَنِي مِمَّا عَلِمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا لِمُوسَى رَاقِي عَلَى عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِهِ
 اللَّهُ عَلَيْهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمِهِ عِلْمُكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَجِدْ فِي رَأْسِ تِلْكَ
 اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَإِنَّا نَطْلُقُكَ بِشِيَانٍ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لِهَئِنَّا سَفِينَةٌ
 نَمْرُتُ هَئِنَّا سَفِينَةٌ فَكَلِمُوهُمْ أَنْ يَجْلُوا هَئِنَّا نَعْرِفُ الْخَضِرُ فَعَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوَلٍ
 فَجَاءَ عَصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَفَقَرْنَا نَفَرَةً أَوْ نَقَرْنَا تَيْنَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ
 الْخَضِرُ لِمُوسَى مَا نَقَصَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا كَفَرْنَا هَذِهِ الْعَصْفُورُ
 فِي الْبَحْرِ نَعْبِدُ الْخَضِرَ إِلَى تَوَجُّعٍ مِنَ الْوُجُوحِ السَّفِينَةُ فَتَزَمَّهْ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ يَحْمِلُونَا
 بِغَيْرِ نَوَلٍ أَمَرْتُ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَفَرَّقْنَاهَا لَتَفَرَّقَ أَهْلُهَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
 مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤْخِرْني بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ فَكَانَتْ الْأَوَّلَى
 مِنْ مُوسَى نَبِيًّا فَإِنَّا نَطْلُقُكَ فَإِذَا أَعْلَمَ يُحِبُّ مَعَ الْعُلَمَاءِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ
 أَعْلَاهُ فَانْقَلَعَ رَأْسُهُ بِسَيْدِهِ فَقَالَ مُوسَى أَقْتَلْتَ نَفْسًا رَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ
 أَقُلْ لَكَ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عِيْنَةَ وَهَذَا أَوْ كَذَا فَإِنَّا نَطْلُقُكَ حَتَّى
 إِذَا أَتَى أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمُوا أَهْلُهَا فَأَبَوْا أَنْ يُطْعِمُوهُمَا فَجَدَّ فِيهِمَا جِدَارٌ يُرِيدُ
 أَنْ يَنْقُضَ قَالَ الْخَضِرُ بِسَيْدِهِ فَاقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى لَوْ شِئْتُ لَأَتَّخَذْتُ عَلَيْهِ اجْرًا

قَالَ هَذَا خِرَافٌ بَيْنِي وَبَيْنَكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى
لَوْ دُنَا لَعَصَبٍ حَقٌّ يَقْصَعُ عَلَيْكَ مِنْ أَمْرِ هَذَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ تَنَابَهَ عَلَيْهِ
بُنْتُ نَحْشَرَمٍ قَالَ تَنَابَهَ ابْنُ عُيَيْنَةَ بِطَوْلِهِ - (الحديث)

ترجمہ، سید بن جبیرؒ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کی کہ نوف بجالی کہتا
ہے کہ موسیٰ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں بلکہ وہ دوسرا موسیٰ تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس اللہ کے دشمن
جھوٹ کہا جسے حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم سے حدیث بیان فرمائی کہ ایک دن موسیٰ بنی اللہ
بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے
فرمایا میں زیادہ جاننے والا ہوں۔ اللہ بلند و برتر ناراض ہوتے کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لٹایا
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہے جو تم سے
زیادہ علم والا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے رب! میں اس کی طرف کیسے پہنچ سکتا ہوں۔
تو ان سے کہا گیا کہ آپ نبیل میں مچھلی اٹھالیں تو جب آپ اس مچھلی کو گم پائیں تو وہاں وہ اللہ کا بندہ ہوگا۔
چنانچہ وہ اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لے کر چل پڑے اور زنبیل میں مچھلی بھی اٹھالی۔ یہاں تک جب وہ
دو نو مخروہ کے پاس پہنچے تو سر رکھتے ہی دونوں کو نیند آگئی مچھلی زنبیل سے ٹکک کر اس نے سمندر میں راستہ بنا
پا جو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے تعجب کا باعث بنا چنانچہ یہ دونوں حضرات دن رات چلتے رہے۔
جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ناشتہ لاؤ ہمیں اس سفر سے بڑی تھکاوٹ
محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے کبھی ایسی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک اس
مکان سے آگے بڑھ گئے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ تو خادم نے آپ سے عرض کی کہ جب ہم مخروہ کے پاس آرم
کر رہے تھے تو مجھے مچھلی کا عجیب واقعہ بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ
دونوں لے لے پاؤں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے جب مخروہ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک کپڑے میں لپٹا
ہوا آدمی پایا موسیٰ علیہ السلام کہا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کیسا؟ یہ سلام تو عجیب
ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں فرمایا موسیٰ بنی اسرائیل فرمایا ہاں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ
کیا میں اس شرط پر آپ کا اتباع کر سکتا ہوں کہ جو علم آپ کو سکھایا گیا ہے وہ علم آپ مجھے سکھاتیں فرمایا
آپ میرے ساتھ مبر نہیں کر سکتے کیونکہ اے موسیٰ! کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایک ایسا علم سکھایا ہے جس کو آپ نہیں جانتے

اور آپ کو اللہ تعالیٰ ایسا علم شریعت عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا جس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ میں آپ کی کسی معاملہ میں مافرمانی نہیں کروں گا۔ چنانچہ دونو حضرات سمندر کے کنارے کھڑے چلے کہ ان کے پاس کشتی نہیں تھی۔ پس ایک کشتی ان کے پاس سے گذری کشتی والوں سے ان حضرات نے اپنے سوار کرنے کے لئے گفتگو کی جنہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان دونو کو کشتی میں سوار کر لیا۔ اچانک ایک چڑیا کشتی کے ایک کونے پر آکر بیٹھی اور سمندر سے ایک یادو جھونچ پانی لیا۔ جس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے اور میرے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی کمی نہیں مگر جس قدر اس چڑیہ نے سمندر سے اچھا چونچ میں پانی لیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ کھینچ لیا جس پر موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ ان لوگوں نے بغیر کرائے کے جہیز کشتی میں سوار کیا۔ آپ ان کی کشتی میں سوار ہو کر ان کو غرق کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہی احسان کا بدلہ ہے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ میری بھول چوک پر آپ گرفت نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں تنگی کر کے مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ پہلی خلاف درزی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول چوک کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر دونو چل پڑے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو اکھیر لیا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے آپ نے ایک پاک جی کو بغیر کسی جی کے ہلے قتل کر دیا خضر علیہ السلام بولے کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ ابن عیینہ محدث فرماتے ہیں کہ اب کی بار خضر علیہ السلام نے لکھ کا لفظ بڑھا کر زیادہ تاکید سے فرمایا۔ بہر حال دونو حضرات پھر چل پڑے۔ الیہ یا انطاکیہ کی بستی میں پہنچے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا۔ جنہوں نے مہمان بننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس بستی میں ایک گرگنی ہوئی دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا تاکہ گرنے سے بچ جائے تو موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ کاش آپ لوگوں سے اجرت لے لیتے تو ہمارا کھانے کا انتظام ہو جاتا خضر علیہ السلام نے فرمایا بس یہی آپ کا اور میری جدائی کا وقت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام حضور اور صبر کر لیتے تو ہمیں ان دونو کے مزید حالات معلوم ہو جاتے

تشریح از شیخ مدنی ج۔ باری تعالیٰ ارشاد ہے وما اوتینتم من العلم الا قليلا جس میں خطاب عام ہے۔ بنا بریں کوئی شخص اپنے آپ کو اعلم نہ کہے۔ ہاں عند الضرورت اجازت ہے۔ بلا ضرورت کسی کو یہ لفظ نہ

کہنا چاہیے۔ باری تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے صفت علم بالہے۔ جب اس کا پر تو کسی پر پڑتا ہے۔ تو اس میں بھی ملو پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر غلطی سے انسان علو کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ اگر خود اپنے آپ کو عالی نہ کہے تو دنیا اسے عالی کہے گی جب کہ اس نے اپنے آپ کو مٹا دیا۔ کیونکہ جب وجود اصلی نہیں تو یہ شے کیسے اصلی ہوں گے الحاصل انسان کو علم پر کبر اور گمنند ہو جاتا ہے۔ یہ غلط چیز ہے مصنف اسی کو رد کر رہے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ علم الناس کون ہے۔ تو اپنے آپ کو نہیں کہنا چاہیے۔ اسی طرح اگر سوال نہ کیا جائے تب بھی اپنے آپ کو عالی نہ سمجھنا چاہیے۔ بزرگ چہرے پاس ایک بڑھیا آئی۔ اس نے کوئی سوال پوچھا۔ بزرگ چہرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو بڑھیا نے کہا کہ تو کاہے کی تنخواہ لیتا ہے تو اس نے کہا کہ اگر بادشاہ میرے جل کی تنخواہ دیتا تو اس کے خزانے ختم ہو جاتے یہ جو تھوڑی بہت تنخواہ ملتی ہے یہ اس تھوڑے سے علم کی دھڑ سے ملتی ہے اس سے پہلے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں موسیٰ اور ان کے ساتھی کا تذکرہ تھا۔ یہاں نوف بکالی موسیٰ سے موسیٰ آخر مراد لیتے ہیں مگر ابن عباسؓ غیظ و غضب کی حالت میں اس سے کہتے ہیں کہ کذب عدد اللہ۔ فاذا فقدتہ فمؤ شہ اور پہلے فرمایا گیا فارح تو تطبیق اس طرح ہوگی کہ فقدان مچھلی کا تو صفحہ پر ہوا اور جب فقدان کا علم ہوا تو وہاں سے لوٹو اور تلاش کرو وہاں وہ مل جائیں گے۔ اور ممکن ہے کہ دونوں جگہ علم بالفقدان مراد ہو۔ کہ جب علم بالفقدان ہو تو وہاں سے لوٹو اس کے قریب تمہیں خضر مل جائیں گے۔ کان موسیٰ وفتاہ عجبا کہ جب وہ مچھلی زندہ ہو گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی بقیۃ لیلخصا و یومہما تو تھا ہی اور یومہما کا بعض تھا ان دونوں کو ایک قرار دے کر بقیۃ کی اضافہ ان کی طرف کر دی گئی۔ اور بعض نے کہا کہ یومہما منصوب ہے بقیۃ پر اس کا عطف ہے فقال ان موسیٰ الخ یہ جواب اسلوب حکیم کے طور پر ہے سوال یہ تھا کہ اس زمین پر سلام کیسا جبکہ یہاں کوئی مسلم نہیں رہتا۔ تو غیب حقیقی جواب دیا۔ بلکہ سوال یوں کر نا چاہیے تھا کہ سلام کرنے والا کون ہے قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم اس سے نوف بکالی کا جواب ہو گیا خا نطلق یمشی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونسؑ کو رستہ کر دیا گیا۔ لیکن ممکن ہے کہ اصل کا ذکر کیا ہو تا مباح کا ذکر تبعا ہو گیا۔ ما نقص علی وعلمک الخ حالانکہ علم باری تعالیٰ تو کبھی ناقص نہیں ہوتا تو تشبیہ پوری نہ ہوئی کیونکہ چڑیا کی چونچ میں دریا سے تو کوئی چیز نکل گئی۔ مگر باری تعالیٰ کے علم سے تو کوئی چیز ناقص نہیں ہوئی۔ ایسے باطنی امور غیبیہ کا حال ہے۔ اس لئے لیس مسئلہ شیخ فرمایا گیا کیونکہ وہاں تشبیہ پوری نہیں ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ باب کی روایت گذر چکی البتہ ترجمۃ الباب پر کلام باقی ہے۔ باب کا مطلب اور مرض یہ ہے کہ جب کسی سے پوچھا جائے کہ کون علم ہے تو اللہ اعلم یا فوق کل ذی علو علیہ کہہ دے یہ نہ کہے کہ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑتی ہے جیسے کسی گیدڑی سے اس کے پیچھے پوچھا کہ اماں پری کسے کہیں؟ تو اس نے کہا چپ چپ لوگوں کی نگاہ مجھ ہی پر ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ علماء میں کبر زیادہ ہوتا ہے اس لئے حضرت امام بخاریؒ منبہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا علامہ نہ سمجھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے نبی کے متعلق یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو اعلم کہیں تو اوروں کا کیا منہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے فوق علی حرف السفینۃ الما شرح کی رائے ہے کہ یہاں اوٹھ کے کھڑے ہو اور میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ نقرۃ اور نقرتین میں او تنویج کے لئے ہے۔ اور نقرتین سے دو علم مراد ہیں۔ ایک علم موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا خضر علیہ السلام کا۔

باب مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَائِسًا۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے عالم سے سوال کرے۔

حدیث نمبر ۱۲۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أُقْتَالَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلٌ أَحَدٌ تَائِبًا قَاتِلٌ مُضْطَبًّا وَ يُقَاتِلُ حِمِيَّةً خَرَجَ إِلَيْهِ رَأْسُهُ قَالَ وَمَا دَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسُهُ إِذْ لَأَنَّهُ كَانَ قَاتِلًا فَضْلًا مَنْ قَاتَلَ لِيَكُونَ كَلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعُلَمَاءُ فَمَوْفٍ سَبِيلِ اللَّهِ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ قتال فی سبیل اللہ کیا ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی محض غصہ اور غضب کی وجہ سے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی قومی غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف سراٹھایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ سر اس لئے اٹھایا کہ وہ سائل کھڑا ہوا تھا۔ فرمایا جو شخص صرف اس لئے لڑتا ہے کہ صرف کلمۃ اللہ ہی بلند ہو تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ بروں اور ادب سے بیٹھ کر عالم سے سوال کرنا ضروری نہیں بلکہ عالم سے کھڑے ہو کر بھی سوال کیا جاسکتا ہے۔ حجۃ کسی چیز پر انسان کو اپنے عہد کی حفاظت کے لئے غیرت آمانا۔ قال الخ اس کا فاعل اگر ابو موسیٰ اشعریؒ ہے تو اس حال کا استحضار مقصود ہے۔ اور

ماں رفع راسہ جواب سوال ہے کہ یوں رفع راسہ۔ اگر یہ قول تلمیذ ابو موسیٰ کا ہے۔ تو پھر ترجمہ الباب سے مطابقت ضروری معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے جس وقت سائل نے سوال کیا تو آپؐ سر نیچے کر کے بیٹھے ہوں۔ غالباً مصنفؒ نے اسے حضرت ابو موسیٰؓ کا مقولہ قرار دیا ہے۔ کلمۃ اللہ ای کلمۃ الخلافین وہو لا اللہ الا اللہ۔

تشریح از شیخ زکریا یوں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کھڑے کھڑے کسی بیٹھے ہوئے عالم سے مسئلہ دریافت کرے تو جائز ہے۔ اور جن علماء کی رائے ہے کہ پہلے باب میں بروک عند الحمد کذاب ہے اور اس میں حضرت عمرؓ کی روایت خبیثہ کعمیث علی وکبتہ بھی گزری ہے تو امام بخاریؒ نے یہاں یہ باب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ کہ بروک عند الحمد واجب نہیں بلکہ ادب اور مستحب ہے۔ لہذا اگر ضرورت پڑنے پر کھڑے کھڑے مسئلہ پوچھ لیا جاتے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور جن علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ روایات میں اس پر دعیہ وارد ہے کہ کوئی بیٹھا ہو اور لوگ اس کے پاس کھڑے ہوں چنانچہ ارشاد ہے لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یحفظو بعضہا بعضاً تو امام بخاریؒ نے اس ممانعت سے اس کو مستثنیٰ فرما دیا۔

باب السُّؤَالِ وَالْفُتُیَّا وَنَدَرِ مِثِّ الْجَمَارِ

ترجمہ باب کہ عالم سے سوال اور فتویٰ رمی جمار یعنی عبادت کے وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَلَفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يُسَآلُ فَقَالَ دَجَلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَزَّزْتُ قَبْلَكَ أَنْ أَرُدَّ فَقَالَ أَرُدُّ وَلَا حَرَجَ قَالَ آخِرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ حَلَفْتُ قَبْلَكَ أَنْ أَعْرِضَ قَالَ أَعْرِضْ وَلَا حَرَجَ مِمَّا سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ قَدِيمٍ وَلَا أُخَوِّدُ إِلَّا قَالَ أَعْلَلُ وَلَا حَرَجَ - (الحدیث)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کو جہرات کے پاس دیکھا کہ آپؐ سے پوچھا جا رہا تھا چنانچہ آپؐ آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے کنکری پھینکنے سے پہلے قربانی کر لی آپؐ نے فرمایا کنکری پھینکو کوئی حرج نہیں ہے دوسرے نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا آپؐ نے فرمایا قربانی کر دو کوئی حرج نہیں ہے غرضیکہ جس چیز کے متعلق پوچھا گیا جو آگے پیچھے کی گئی تھی تو آپؐ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ مثنیٰ یہاں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر سائل اور مستول عنہ دونوں کھڑے ہوں تو بھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ایک کلوڑی پر سہارا لے ہوئے تھے جو آپ کے ساتھ تھی تو آپ کا گدڑ بہبود کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ سے روح کے متعلق سوال کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس کے متعلق آپ سوال نہ کر دیکھیں آپ ایسا جواب نہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ دوسروں نے کہا نہیں ہم آپ سے اس کے متعلق ضرور سوال کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی ان میں سے اٹھا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم روح کیا چیز ہے آپ خاموش ہو گئے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ پر وحی ہو رہی ہے تو میں کھڑا ہو گیا۔ پس جب آپ سے یہ حالت کھل گئی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ روح میرے رب کا حکم ہے اور ان کو علم میں سے محفوظ حصہ دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتے ہیں کہ ہماری قرآن کے اندر اسی طرح وصفا اوتوہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: اگرچہ یہ کتاب التفسیر نہیں ہے مگر غالباً مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں جو کچھ علم ملا ہے اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کا جس اس کے علم سے زیادہ ہے عیب کھجور کی شاخ جبکہ پتے اس سے جدا کر لئے جائیں جو کہ لامٹی کا کام دیتی ہے۔ روح کا استعمال قرآن مجید میں کئی معانی میں آیا ہے۔ جبرائیل کو قرآن مجید کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح انسانی کو بھی روح کہا گیا ہے اکثر حضرات کی یہی رائے ہے کہ اس جگہ روح انسانی مراد ہے جس کا علم امم سابقہ کو نہیں تھا۔ لا یجیبی الخ۔ لا تسئلوه کا جواب ہے اب گفتگو یہ ہے کہ آپ نے روح کی حقیقت بیان فرمائی یا نہیں۔ مشہور یہی ہے کہ روح کی حقیقت کو بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ نبی اس بارے میں گفتگو نہیں کیا کرتا۔ انسان کی چھالت کھائے یہی کافی ہے محققین فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا کہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ عالم خلق کی چیز نہیں جو کہ مادیات میں سے ہوتی ہے۔ روح کو یہاں اجمالی طور پر بیان کیا گیا۔ آریوں نے وید سے روح کی حقیقت بہت کچھ بیان کی اور اعتراض کر دیا کہ مذہب اسلام روح کی حقیقت سے عاری ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ روح کی حقیقت معلوم کرنے پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ دوسرے امور کو نیکی کے متعلق بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ وید میں جو روح کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اس کی صحیح حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے آپ نے یہاں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عالم امر کی چیز ہے۔ اس کی مزید تحقیق ابن شہابہ سہروردی اور شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ وہاں دیکھا جائے۔

آگے تشریح از شیخ ذکر کیا کو دیکھا جائے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہیں علم قلیل دیا گیا ہے تو اپنے آپ کو بڑا علامہ مت سمجھو بلکہ علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنا چاہیے۔ یہ تو تشریح کی رائے ہے لیکن میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غرض تو باب سابق مایستحب للعالم اذا سئل الخ کی ہے اس لئے میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دیوبندی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے وہ یہ کہ حضور اقدس صلعم عالم الغیب نہیں تھے کیونکہ ما اوتینکم کے خطاب میں حضور اکرم صلعم بھی داخل ہیں یہاں یہ نہیں فرمایا قل ما اوتینکم کیونکہ حضور اقدس صلعم کا مرتبہ ہر حال اللہ تعالیٰ کے بعد ہے۔ لہذا عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ باقی جتنے لوگ ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے۔ وہو یتوکل علی عسیب لامٹی لینے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں سانپ بچھو وغیرہ بہت ہوتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ نماز میں ستر وغیرہ کی ضرورت کے لئے یا استنجا کے لئے ڈھیلا وغیرہ توڑنے کی غرض سے ساتھ لے رکھی ہو فلما انجلی عنہ یعنی جب حضور اقدسؐ سے دجی کے غلبہ کی حالت دور ہو گئی قل الیوم مت امری کہ روح عالم امر کی چیزوں میں سے ہے۔ تم اس پر مطلع نہیں ہو سکتے اور اس کی تحقیق سے تم کو واقفیت نہیں ہو سکتی۔ یہاں ایک بات سنو۔ عالم دو ہیں ایک عالم امر ہے۔ امام بخاری کتب التوحید میں اس پر مستقل باب قائم کریں گے اس میں اختلاف ہے کہ عالم خلق اور عالم امر کیا ہے مختلف اقوال ہیں ایک قول یہ ہے۔ کہ عرش سے اوپر عالم امر ہے۔ اور اس کے نیچے عالم خلق ہے۔ قرآن کے بارے میں امام بخاری حضرت عائشہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ان کی قرآن میں فنا و توحہ ہے جو نہ قرآن مشہور ہے اور نہ ہی قرآن عشرہ میں ہے۔ البتہ قرآن متواترہ وما اوتینکم ہے۔

باب، مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاَوْخِشِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَمِنْهُ بَعْضُ النَّاسِ فَيَعْمُرُوا رَفِیْ اَشَدَّ مِنْهُ۔ باب اس عالم کے بارے میں جو بعض پسندیدہ باتیں اس لئے چھوڑ دے کہ لوگوں کی سمجھ کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی کہیں اس سے سخت معاملہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ مَوْسَى الْخِ عَنِ ابْنِ سُوْدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسَوِّرُ اَبِيكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَكَ فِي الْكُفَّةِ قُلْتُ قَالَتْ لِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ كُوْلَا اَنْ قَوْمَكَ حَدِيْثُ عَهْدٍ هُوَ قَالَ ابْنُ

الرُّبَيْبِيُّ بِكُفْرٍ لَّقَضَتْ الْكُفْبَةُ نَجَعْتُ لَهَا بَابِيْنَ بَابَا يَدُ خُلِّ النَّاسِ وَبَابَا يَخْرُجُوْنَ
وَهُنَّ فَعَلَهُ ابْنُ الرُّبَيْبِيِّ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت اسود تا ہی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن الزبیر نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ
تجھ کو اکثر اسرار کی باتیں فرمایا کرتی ہیں۔ تو کعبہ کے لمبے میں انہوں نے آپ کو کون سی حدیث بیان فرمائی۔
انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے مجھے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلم نے فرمایا کہ اے عائشہؓ اگر تیری قوم
(قریش) کفر کے زمانہ کے قریب کے لوگ نہ ہوتے تو میں اس کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے بنا دیتا
ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے چنانچہ اپنے عہد خلافت میں حضرت ابن الزبیر نے
کعبہ کو ایسے ہی بنا دیا جسے حجاج نے توڑ پھوڑ کر پھر اسی طرح بنا دیا

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ علماء اور اکابر دین بعض مرتبہ پسندیدہ
اشیاء کو اس وجہ سے ترک کر دیتے ہیں کہ عوام کے اذعان و ہاں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ چاہے وہ بات
مستحب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے کسی گمراہ کن عقیدہ میں مبتلا ہو جائیں۔ تو
یہ کتمان علم میں داخل نہیں ہوگا۔ عن الاسود الخ اسود حضرت عائشہؓ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔
اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ حضرت اسماء کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں تو دیکھو چونکہ حضرت
اسودؓ زیادہ ذہین تھے۔ اس لیے حضرت عائشہؓ ان سے وہ بہت سی باتیں بیان فرمایا کرتی تھیں جو ابن الزبیرؓ
سے بیان نہیں فرمائی حتیٰ کہ ابن الزبیرؓ نے اسودؓ سے پوچھا کہ خالہ جان تم سے کثرت سے چپکے چپکے
فرمایا کرتی تھیں کیا کعبہ کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی طالب علم لائق
فائق ہوتا ہے۔ تو وہاں اولاد وغیرہ کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہ ایک ضمنی بات ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق
نہیں۔ مولانا قوملک حدیث عہد ہمدانی اگر تمہاری قوم کے لوگ حدیث الاسلام نہ ہوتے اور
یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ کعبہ کو توڑنے پر اعتراض کریں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس کی عظمت بہت زیادہ
زیادہ ہے۔ تو میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بناتا ایک داخل ہونے کا اور ایک
نکلنے کا اور اس کی چوٹ زمین سے ملا دیتا تو حضور اکرم صلم کو کعبہ اس طرح سے بنایا پسند تھا مگر لوگوں کی
نادانی کا لحاظ کر کے حضورؐ نے اس کو ترک کر دیا۔ قال ابن الزبیرؓ بکفر اس عبارت کے دو مطلب ہیں
ایک تو یہ کہ اسود نے یہاں تک ہی بیان کیا تھا کہ حدیث عہدہم حضرت ابن الزبیرؓ نے لفظ بکفر

فرمادیا یہ بتلانے کے لئے کہ میں بھی اس حدیث کو جانتا ہوں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسود نے صرف یہاں تک حدیث بیان کی اور پھر آخر تک تمام حدیث ابن الزبیر نے پڑھ دی فقہ ابن الزبیر ائمہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا تھی۔ اور ابن الزبیر کو آپ کی تمنا معلوم ہو چکی تھی۔ جب ان کی امارت کا زمانہ آیا تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق اس کو بنا دیا اگرچہ لوگوں نے ان کے زمانے میں بھی چھ میگوئیاں کیں مگر چونکہ اسلام پختہ ہو چکا تھا۔ کچھ نہ ہوا جب ابن الزبیر قتل کر دیئے گئے۔ تو حجاج نے عبدالملک کے زمانے میں یہ سوچ کر کہ ہمیشہ کے لئے یہ بات رہ جائے گی۔ کہ یہ کعبہ ابن الزبیر کا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ یہ بدعت ہے۔ ہم تو اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر ہی رکھیں گے۔ یہ سوچ کر حطیم کو توڑ کر نکال دیا۔ اور ایک دروازہ بند کر دیا اور پہلے کی جگہ دوسرا باقی رکھا اور اس کو اوپر کر دیا۔ یہ روایت اور بھی کئی جگہ مفصل آئے گی۔

باب، مَنْ خَصَّ بِالْعِلْوِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةً أَنْ لَا يَفْهَمُوا وَقَالَ عَلِيٌّ
نَعَى اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْمَلُونَ فَيَكْبُتُونَ أَنْ يُكَذِّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

ترجمہ باب ہے، اس شخص کے بارے میں کہ جو بعض خاص لوگوں کو علم دیتا ہے۔ دوسروں کو نہیں دیتا اس خوف سے کہ وہ اس علم کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا لوگوں کو وہ حدیثیں سننا جن کو وہ پہنچاتے اور جانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے لگیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى الْخَمَّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ تَنَاَلَسَ بَيْنَ
مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَادُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ يَمْعَدُ بْنُ جَبَلٍ
قَالَ كَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ يَمْعَدُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ كَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ جَبَلٍ
يَمْعَدُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ كَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ تَنَاَلَسَ بَيْنَ مَالِكٍ
وَأَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سُوَلٍ اللَّهُ صَدَقًا مِنْ قَلْبِهِ رَأَى حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ قَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِمَا خَفِيَ قُلُوبُهُمْ قَالَ رَأَى أَكْبَاهُكُمْ وَأَخْبَرَكُمْ مَعَادُ بْنُ جَبَلٍ عِنْدَ رَسُولِهِ

ترجمہ، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہمیں بیان فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ساتھ حضرت معاذؓ سواری پر آپ کے ردیف تھے یعنی پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اے معاذ بن جبل انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ آپ کے لئے میں حاضر ہوں اور آپ کی طاعت میں معاون ہوں پھر فرمایا اے معاذ آپ نے اسی طرح لبیک و سحر کہا پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اے معاذ انہوں نے پھر تیسری مرتبہ

لیکھ سہیک فرمایا جس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص دل کی صداقت سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کرنے لگا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو یہ خبر نہ سناؤں تاکہ وہ اس سے خوشی حاصل کریں آپ نے فرمایا وہ اس کلمہ پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ دیں گے۔ تو اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل نے گناہ سے بچنے کے لئے موت کے وقت بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی: بما یعرفون ای بما یدرکون بالعقول و یضمون اس طرح نہ ہو جس طرح ابن جوزی نے کیا تھا ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا کے معنی میں وہ منبر سے نیچے اترتا جس سے نزول مکانی سمجھا جاتا ہے۔ عامی آدمی یہی سمجھتا کہ نزول مکانی مراد ہے تو پھر لیس مسئلہ شیخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ صدقاً من قلبہ یعنی زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے قلب سے اس کی تصدیق بھی ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تو بتلایا جو حقیقت کو سمجھتے تھے کہ تحریم نار سے مراد یہ ہے کہ سزا بھگتنے کے لئے نار میں داخل ہوگا۔ بعد ازاں جنت میں داخل ہوگا۔ مگر دوسرے لوگ تحریم ابدی سمجھنے لگیں گے عند موتہ تا ثمتا اگر شبہ ہو کہ اس روایت کی اطلاع دے کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خلاف درزی کی تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جب یہ روایت انہوں نے سنی اس وقت ان الذین یمکتون الہ آیت نہیں اتری تھی۔ اور عہد حیات میں ان کو شبہ رہا کہ آیا وہ نبی باقی ہے یا اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی مطلقاً نہیں تھی بلکہ مقید تھی کہ جب انکال کا خوف نہ ہو تو اطلاع کر دینا جائز ہے۔ اور اخیر عمر میں انکال نہ رہا اور پہلے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ حدیث الاسلام ہیں کہیں تو کل کر کے اعمال نہ چھوڑ دیں۔ آخر عمر میں جب اسلام اور ایمان اسخ ہو گیا تو پھر تو کل کا خیال نہ رہا۔

تشریح از شیخ زکریا: من خص تو مادون قوم یہ باب اور باب سابق من ترک بعض الاختیار الہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں صرف لفظی فرق ہے۔ یہاں کما ھیتان الہ لیموہ ہے اور وہاں ان یقصر قہو بعض الناس ہے، حافظ ابن حجر اور بعض دوسرے تراح کی رائے یہ ہے کہ وہ باب افعال کے متعلق ہے۔ اور یہ باب اقوال کے متعلق ہے اور میرے نزدیک پہلے باب کی غرض یہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ افعال کے قبیلہ سے ہو یا اقوال کے قبیلہ سے اگر لوگوں کے نہ سمجھنے کے خوف سے ترک کر دیا جائے تو جائز ہے

تو باب اول قول و فعل دونوں کو شامل ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ اگر استاذ کسی ذہین فطین شاگرد کو کوئی خاص وقت دے دے یا کسی خاص جماعت کو کوئی خاص وقت عنایت فرمائے کہ وہ اس وقت استفادہ کر لیا کریں تو یہ جائز ہے۔ اور یہ تخصیص علم اور کمان علم میں داخل نہیں۔ اور دوسروں کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ کی دو مجلسیں تھیں۔ ایک عمومی جس میں ہر کوئی بیٹھ سکتا تھا۔ دوسری خصوصی جس میں وہ لوگ شریک ہو سکتے تھے جو حافظ ہوں۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب اول تو ذکی و فہمی میں فرق کرنے کے لئے تھا۔ اور یہ باب شریف در ذیل میں تمفریق کے لئے منعقد فرمایا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف ہے اس لئے کہ اکثر علماء توالی اور عتقا تھے سائے سادات نہیں تھے جیہون ان یکذب اللہ رسولہ الخ اس لئے کہ جب عوام کے فہم سے اونچی بات ہوگی۔ تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں کہی۔ حدیثنا عبید اللہ بن موسیٰ یہ حضرت علیؑ کے اثر کی سند بیان فرما رہے ہیں لبیک یا رسول اللہ وسعدیہ ثلاثا یہ تین بار تکرار تنبیہ کے واسطے فرمایا کہ بالکل یہ متوجہ ہو جائیں تو یہاں پر حضور اکرم صلم نے حضرت معاذؓ کو ذہین سمجھا اس لئے ان کو خصوصیت سے فرمایا۔ عام لوگوں سے ارشاد نہیں فرمایا۔ وأخبرکھما معاذ عند موتہ تأمنا یعنی حضرت معاذؓ نے بخوف اتم اور یہ سوچ کر اگر میں نے بیان نہ کیا۔ تو حدیث میرے ساتھ ہی چلی جائے گی بوقت موت بیان فرمادی۔ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ یہ مرجعہ کا متدل ہے کہ ایمان کے بعد کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں جہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ حرمہ اللہ علی النار میں حرمت مقید غلو د کے ساتھ ہے دخول کے ساتھ نہیں لہذا ہم پر کوئی اشکال نہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اگر کوئی آخر وقت میں خالص دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا تو اسے جنت ملے گی اور جہنم اس پر مرام ہو جائے گی۔ اور حدیث البطارقہ کا میرے نزدیک بھی محل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اِسْمَعِلَ اَنْ سَمِعْتُ اَنْسَا قَالَ ذُكِرَ لِي اَنْ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَا دَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَلَا اُبَشِّرُ بِهٖ النَّاسَ قَالَ لَا رَيْفُ اَخَافُ اَنْ يَتَكَلَّمُوا (الحديث)

ترجمہ :- راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ مجھے ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا انہوں نے فرمایا کہ حضرت کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دوں آپ نے فرمایا نہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں لوگ کلمے پر بھروسہ کر کے اعمال نہ چھوڑ دیں۔ حدیث کے آخری حصے سے مراد یہ ہے کہ اسلام اور ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات منہم یأبى ان یرجعوا الی الذین کانوا یشرکون۔

بَابُ الْحَيَاءِ فِي الْعُلُوِّ وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّوْا الْعُلُوَّ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ وَقَالَتْ
عَلَائِشَةُ نَعُوَ النِّسَاءُ الْأَنْصَارَ لَعَوِيَّتُهُنَّ الْحَيَاءُ وَأَنْ يَنْفَقَهُنَّ فِي الدِّينِ -

باب، علم کے بارے جیسا کہ نا حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ جیسا کہ نے والا اور مغرور و متکبر علم حاصل نہیں کر سکتا حضرت عائشہ نے فرمایا کہ انصار کی عورتیں ہیں۔ جن کو دین میں سمجھ پیدا کرنے سے حیا مانع نہیں ہوتی۔

حدیث نمبر ۱۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلِّمْ اللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَمَلُ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ عُسْلٍ إِذَا اخْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ فَنُغِطَتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَغْفُو وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ تَغْتَلِ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرَبَّتْ يَمِينُكَ فِيهِمْ يُشَبِّهُمَا وَلَكُمَا

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ زوج النبی صلعم فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلیمؓ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ کہ اللہ تعالیٰ حق بات کے بتلنے سے نہیں رکتے تو جب عورت کو اختلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہے نبی اکرم صلعم نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے یعنی جب اس سے منی خارج ہو حضرت ام سلمہؓ جیسا کہ وجہ سے اپنا منہ ڈھانپتے ہوئے فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورت کو بھی اختلام ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دایاں ہاتھ خاک آلودہ ہو۔ جملہ دعائیں ہیں۔ اگر اس کو اختلام نہیں ہوتا تو اس کا بچہ اس کے ہم شکل کیسے ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اِلٰى لَا يَأْمُرُ بِالْحَيَاءِ مِنَ السَّوَالِ يٰ لَا يَمْتَنِعُ مِنَ بَيَانِ الْحَقِّ كِتَابَ الْاِيْمَانِ گزدر چکام ہے کہ الحياء شعبۂ من الايمان جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا ایک مستحسن امر ہے۔ اگرچہ علم یا کسی دوسری چیز میں ہو۔ جس پر مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حیاء فی العلو غیو محمود ہے۔ جیسا اگرچہ وصف حسن ہے مگر اگر اس کا تعلق مطلوب چیز سے ہو تو مذموم ہے۔ اس لئے ترجمہ میں

یہاں پر فی العلم کا اضافہ کیا گیا۔ با مقصد یہ ہے کہ حیاتی العلم یہ حیا نہیں ہے اس لئے کہ حیا تو نام ہے کسی مذموم چیز کے لگ جانے کے خوف سے متاثر ہونے کا علم تو کوئی مذموم چیز نہیں ہے۔ تو حیاتی العلم حیا نہ ہوا بلکہ وصف ہوا۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیے۔ اَوْ تَخْتَلُوا الْحَرَاطَةَ یَا تَوَابِیْہِیْ نَکَا ان کو اختلام نہیں ہوا تھا یا اس لئے کہ ازواج مطہرات کو اختلام ہونا نہیں تھا یا اس کو چھپانا مقصود ہے اور گمان یہ ہے کہ غالباً آپ کو نسا کی طبائع کا علم نہ ہو اس لئے آپ نے مع دلیل کے جواب دیا۔

تشریح از شیخ زکریا الحیاتی العلم کی توجیہ شرح یہ کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے جماع شعب ایمانیہ میں سے ہے مگر علم میں حیا محمود نہیں۔ لیکن میرے مشائخ کی رائے ہے کہ حیا ہر جگہ محمود ہے مگر علم میں اس کو مانع نہیں ہونا چاہیے جیسے کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں فقط ام سلمہ یہ وہ ہوا جو مشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے حیا کی اور منہ چھپا لیا۔ مگر یہ حیا مانع نہ ہوتی۔ علمائے بیان فرمایا ہے کہ ان کا یہ سوال اس وجہ سے تھا کہ یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں اور تمام ازواج مطہرات اختلام سے پاک ہیں لیکن یہ وجہ بیان کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ حضرت ام سلمہ تو اس سے قبل ایک اور کے ہاں رہ چکی تھیں لہذا یہ کہا جائے گا کہ ان کے سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں میں اختلام کم ہوتا ہے۔ بلکہ بعض فلاسفہ نے تو عورت کی منی کا انکار کیا ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک قسم کی لزجت رحم میں ہوتی ہے۔ جب مرد کی منی رحم میں پہنچتی ہے تو اس لزجت سے چپک جاتی ہے۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض فلاسفہ کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے مگر اختلام نہیں ہوتا لیکن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اختلام ہوتا ہے۔ البتہ ان میں مردوں کی نسبت کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں برودت زیادہ ہوتی ہے۔ اور مردوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے نیز اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فم رحم منکوس ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ اس کا آلہ سیدھا ہوتا ہے چونکہ اس کا فم رحم منکوس ہوتا ہے اس لئے دلی عورت کی ٹانگ اٹھا کر کرنی چاہیے اس سے عورت کو بھی لذت خوب آئے گی اور یہ بچہ پیدا کرنے میں بھی معین ہے۔ اس لئے کہ جب ٹانگیں اٹھائے گا تو رحم کا منہ پشاپ گاہ کے قریب آجائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے مسائل کو حل کر دیا۔

خیمہ پنچھا ولد ہا یعنی اگر اس کو منی نہیں ہوتی تو پھر لڑکا کبھی ماں کے اوکھی باپ کے کیوں مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اگر منی صرف باپ کے ہوتی ہے تو اولاد باپ کے مشابہ ہونی چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لڑکا کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس کی منی سابق ہو جلتے اسی کے مشابہ ہوتا ہے یہ البرداؤد کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں غلبہ کا ذکر ہے۔ اطباء نے ایک اصول لکھا ہے کہ عورت محبت کے وقت جس کا خیال کرے بچہ اسی کے مشابہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۲۹ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرُفْعُهَا وَهِيَ مِثْلُ السُّلُوحِ حَدَّثَنِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّمَا الشَّجَرَةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَفَا شَعْبِيَّتٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْكُفْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ لَأَنْ تَكُونِ قُلْتُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اس کا حال مسلمان جیسا ہے مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگوں نے جنگل کے درختوں کی طرف خیال دوڑائے لیکن میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے شرم و حیا آگئی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میرے جی میں آیا تھا اس کو میں نے اپنے ہاں سے بیان کیا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اگر تو یہ کلمہ کہہ دیتا تو میرے لئے سرخ اڑوٹیں بہتر ہوتا تشریح از شیخ مدنی و شیخ زکریا۔ یہ روایت مع تشریحات پہلے گذر چکی ہے۔

باب مَنِ اسْتَعَصَى خَا مَرْغَبًا بِالسُّؤَالِ -

اب ہے جو خود چاہے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم دے۔

حدیث نمبر ۱۳۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا وَهَدَأْتُ فَا مَوْتُ الْقُدَادَاتِ يُسَالُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُحْنُ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں کثیر المذی آدمی تھا میں نے حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کریں

چنانچہ انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مذی کی وجہ سے وضو کرنا واجب ہے۔
 تشریح از شیخ مدنی۔ پہلے باب سے معلوم ہوا کہ علم میں جہانیں کرنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں
 کہ علم میں بے حیاتی کی باتیں کی جائیں۔ بلکہ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے پھر بھی حیاتی العلم سے رکنا چاہیے۔
 جیسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے حیاتی وجہ سے خود
 سوال نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے شخص حضرت مقدادؓ کے ذریعہ علم حاصل کر لیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی ایسا طریقہ
 اختیار کرنا چاہیے کہ حیا کے خلاف بھی نہ ہو اور علم بھی حاصل ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں امام بخاریؒ ایک درجہ اور نیچے اتر گئے کہ آدمی کو بعض مرتبہ کوئی حیا کی خاص
 عذر کی بنا پر اگر لاحق ہو۔ تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سے اس کے متعلق سوال کرائے اس
 صورت میں باب سابق کی جو غرض میں نے بتائی تھی اس پر یہ باب بطور تکملہ کے ہوگا۔ کنت رجلاً
 مثلاً جب آدمی میں قوت شہوت زیادہ ہوتی ہے اور حرارت بھی ہو۔ تو ذرا سی حرکت سے مذی خارج
 ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی قوت مشہور ہے۔ یہ کثیر المذی تھے۔ جب بھی گھر میں جاتے کوئی صورت پیش
 آتی تو مذی خارج ہو جاتی اور یہ اس کو سنی کی طرح موجب غسل کرتے انہوں نے یہاں تک غسل کیا مروی ہے
 کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے سبب ان کی پٹھیا پھٹ گئی تھی تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت
 کیا ہو اس کے متعلق صحیحین اور سنن وغیرہ میں تین طرح کے الفاظ ملتے ہیں۔ امرت المقتداد۔ امرت
 عمار۔ سائلت اس اختلاف روایات کی توجیہ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو
 حکم دیا کہ تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو۔ اس لئے کہ ایسے مسائل میں خسر سے سوال کرنے میں داماد کو حجاب
 ہوتا ہے۔ ان حضرات نے ایسی مجلس میں پوچھا جس میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اس لئے وہ کبھی سوال
 کرنے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں کیونکہ امر تھے۔ اور کبھی ان دونوں حضرات کی طرف کر دی کہ انہوں نے
 سوال کیا تھا۔ میری اپنی رائے ہے کہ انہوں نے پہلے حضرت مقدادؓ سے کہا۔ لیکن انہوں نے دریافت کرنے
 میں جلدی نہ کی۔ پھر حضرت عمارؓ سے کہا۔ لیکن بعد میں اس خیال سے کہ میرے ساتھ بعض احکام خاص ہیں
 جیسے کہ جنابت کی حالت میں انہیں مسجد سے گزرنے کی اجازت بھی تھی۔ بنا بریں از خود سوال کیا۔

باب ذِکْرِ الْعِلْمِ وَالتَّقْيَاتِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ باب مسجد میں علم اور تقیات کے ذکر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ مُحَمَّدًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ أَيِّنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلِكُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهْلِكُ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحُفَةِ وَيُهْلِكُ أَهْلُ بَجْدٍ مِنْ قُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيُرْغَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهْلِكُ أَهْلَ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَهُ أَتَقَعُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ ہمیں کن مقامات سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مدینہ والے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں اور شام والے جحفہ اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھیں ابن عمرؓ فرماتے کہ مجھے یہ جملہ رسول اللہ سے معلوم نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی:۔ بہت سی چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں کہنے سے منع فرمایا مصنفؒ ثابت کرتے ہیں کہ علم اور فتویٰ مساجد میں جائز ہیں۔ امام صاحبؒ نے جو قاضی کے لئے رفع اصوات وغیرہ کو ہائز رکھا ہے۔ کیونکہ اس سے علم کی اشاعت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ مسجد میں شور کرنے کی ممانعت ہے۔ اور رفع صوت سے منع کیا گیا ہے۔ اور فتویٰ دینے اور درس دینے میں شور ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ افتاء وتعلیم فی المسجد کو اس نہی سے مستثنیٰ فرما رہے ہیں، اور بتلا رہے ہیں کہ اگر مسجد میں علمی مباحث میں رفع صوت ہو تو جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں، قال ابن عمرؓ یزعمون الخ یعنی مجھے تو یاد نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویہل اہل الیمن من یلملمو فرمایا مگر لوگ کہتے ہیں۔ یلملم ہم ہندوستانیوں کا میقات ہے۔ جہاز یمن کی سرحد کو گذرتا ہے۔ جب وہ موقع قریب آتا ہے تو جہاز ایک لمبی سیٹی دیتا ہے۔

باب مَنَ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرِ مَسْأَلٍ

ترجمہ: باب اس شخص کے لئے میں جس نے سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دیا۔ حدیث نمبر ۱۳۲ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَنْ رَّجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمَحْرُورُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَبِيضَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّارِدِيلَ
وَلَا الْبُزْلُسَ وَلَا قُبُوبًا مَسْتَهَ الْوَرَسُ أَوْ الْوَعْفَرَانُ فَإِنْ كَعَبَجِدَا الثَّغْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخَفَيْنِ
وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكُحْبَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا احرام باندھنے والا کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا کہ محرم قمیض نہ پہنے نہ ہی پگڑی
اور نہ ہی شلوار اور نہ ہی جُببہ اور نہ ایسا کپڑا جس کو درس اور زعفران سے رنگا گیا ہو۔ اگر جو تانہ
پائے تو موزے پہن سکتا ہے۔ جبکہ اس کا نچلہ حصہ اس طرح کاٹ دے کہ دونوں موزے ٹخنوں کے
نیچے تک رہ جائیں۔

تشریح از شیخ مدنی: حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء تركه مالا يعوف
آدمی کا اسلام اچھا حسن والا تب ہو تلہ ہے جبکہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے جس سے معلوم ہوا کہ جواب
سوال سے اکثر نہ ہونا چاہیے۔ تو مصنف فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہ ممنوع نہیں بلکہ مقفضا، حال کے مطابق
اگر جواب اکثر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے جیسا کہ آپ نے کیا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ فصاحت اور بلاغت کی خوبی یہ شمار کی جاتی ہے کہ جواب سوال کے
مطابق ہو۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جواب علی وفق السؤال ہونا چاہیے۔ اور زیادتی جواب خلاف
قاعدہ ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب قائم فرما کر اشارہ فرمادیا کہ اگر ضرورت کی بنا پر زیادتی ہو جائے
تو جائز ہے۔ اور قاعدہ بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت بات نہ ہو۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں
کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو کتاب العلم کے آخر میں ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا ہے کہ کتاب العلم متنی
ضرورت تھی اس سے زیادہ میں نے بیان کر دیا۔

ما یلبس المحرور یہاں سوال بلبوسات مباحہ کے متعلق تھا اور جواب بلبوسات محذورہ سے دیا جا رہا
ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بلبوسات محذورہ معدود تھے بخلاف بلبوسات مباحہ کے لہذا یہ طریقہ آسان تھا نسبت
اس کے سارے بلبوسات کو شمار کرتے اور محذورات کے ذکر کے ساتھ ساتھ جن کا سوال نہیں تھا ان کو ذکر
کر دیا لیتقطعہما حافظ ابن حجرؒ نے لفظ لیتقطع سے اپنی مادت کے مطابق براعتہ اختتام کے طور پر
اشارہ فرمادیا کہ اب کتاب العلم قطع یعنی ختم ہو گئی۔ اور میری رائے تم کو معلوم ہی ہے کہ ہر باب کے آخر میں

حافظ کی رائے کے ساتھ ساتھ میری اپنی رائے الگ ہوا کرتی ہے۔ وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف نہیں بلکہ ترے ختم (موت) کی طرف اشارہ ہے کہ احرام کی طرح کفن کے بھی ایسے دو کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر اور پر اور ایک نیچے اس کا دھیان رکھو۔ تَمَّتْ بِالْخَبِيرِ

کتاب الوضوء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب، مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ قَالَ ابُو عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةٌ مَّرَّةً وَتَوَضُّأٌ اَيْضًا مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثَتَيْنِ وَلَوْ يَزِيْدُ عَلَى ثَلَاثٍ وَكَرِهَ اَهْلُ الْعِلْمِ الْاِسْتِغَاثَ فِيْهِ وَآثَ يُجَاوِزُوْنَ فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، اب وضو کے ہاتھ میں جو اللہ تعالیٰ کے قول کے بارے میں آیا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو چہروں کو دھوؤ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے فرض وضو ایک ایک مرتبہ ادا کیا اور نیز آپ نے دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہر ہر عضو کو دھویا ہے۔ اور تین سے اوپر زیادتی نہیں فرمائی۔ بنا بریں اہل علم نے وضو میں فضول غریبی کو مکروہ سمجھا ہے اور اس طرح جناب نبی اکرم صلیم کے فعل سے آگے بڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

باب لَا يُقْبَلُ صَلَوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

ترجمہ، کوئی نماز بغیر وضو کے قبول نہیں ہوگی

حدیث نمبر ۱۳۳۱ حَدَّثَنَا سَمْعُوْنُ بْنُ اَبِيْ هٰشِمٍ الْخَطَّابِيُّ الْمَدَنِيُّ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ

اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ صَلَوةٌ

مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰی يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ مَحْضَرِ مَوْصِلَا الْحَدَّثِ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ

هَسَا وَاَوْضَرَا ط (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوگی جو بے وضو ہو گیا جب تک وضو نہ کر لے۔ حضرت موت کے ایک آدمی نے کہا اے ابوہریرہؓ بے وضوئی کیا چیز ہے۔ کہا پھسکی یا پادبینی جو ہوا دیر سے خارج ہو بلا آواز فساء ہے اور آواز والی شرط ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف کی عادت ہے کہ ہر کتاب کے آدل میں ایک آیت پیش کرتے ہیں جس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو روایات اس کتاب میں ذکر کی جائیں گی وہ اس آیت کی شرح ہوں گی۔ ایسے یہاں بھی جو روایات وضو کی آرہی ہیں وہ سب اس آیت وضو کی تفسیر ہیں۔ غاسلوا وجوہکوا امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو امر ہے وہ موجب تکرار نہیں تو فرضیتہ تو ایک مرتبہ دھونے سے ادا ہوگی زیادتی احادیث سے ثابت ہے اور آپ سے لائسرف کے الفاظ ثابت ہیں لہذا تین پر زیادتی مکروہ ہوگی وہ روایت اگرچہ منقول ہے مگر مصنف کی شرط کے مطابق نہیں اس لئے اس کو زیادت نہیں کیا پھر آیا زیادتی کیفیت میں مکروہ ہے یا کیفیت میں اس ہائے میں اختلاف ہے حتیٰ یتوضا قابل بحث یہ ہے کہ آیا حتی صلوٰۃ کی غایت ہے یا لا تقبل کی غایت ہے۔ اگر لا تقبل الی الوضوء کے معنی ہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ صلوٰۃ کیف ماکان جو قبل الوضوء ہو وہ مقبول نہیں یہ تو صحیح ہے مگر لا تقبل کی غایت کی صورت میں کہ کسی نماز کی قبولیت اس غایت سے قبل نہیں ہوتی جب تک یہ غایت نہ پائی جائے یعنی وضو کر لیا۔ تو اس سے پہلے جو نماز پڑھی تھی وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ لہذا حتیٰ کو صلوٰۃ کی غایت قرار دینا پڑے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کو چاہیے تھا کہ کتاب الایمان کے بعد صلوٰۃ کا ذکر فرماتے کیونکہ ایمان کے بعد اہم العبادات نماز ہی ہے مگر ایک عارض کی بنا پر کتاب العلم کو مقدم فرمادیا جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے۔ اس طرح کتاب العلم کے بعد کتاب الصلوٰۃ شروع کرنا چاہیے تھا۔ مگر سارے فقہاء اور محدثین کا طریقہ ہے کہ وہ کتاب الصلوٰۃ سے قبل کتاب الطہارت ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ طہارت شرائط صلوٰۃ میں سے ہے اور شرائط ہمیشہ مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہیں۔ اس وجہ سے مقدم فرمادیا اس جگہ دو نسخے ہیں ایک نسخہ کتاب الوضوء کا ہے اور دوسرا کتاب الطہارت کا۔ اگر کتاب طہارت ہو پھر تو واضح ہے اور اگر کتاب الوضوء ہو۔ جیسا کہ ہمارے نسخوں میں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح صلوٰۃ کو اہم العبادات ہونے کے سبب بقیہ عبادات پر مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح وضو کے اہم ہونے کی وجہ سے کتاب الوضوء کو مقدم فرمادیا

اور بقیہ طہارات تیمم غسل۔ جنابت وغیرہ اطلاق بعض الافراد ارادۃ الکل کے طور پر داخل ہو گئے۔ چونکہ کتاب الوضوء اگرچہ لفظ خاص ہے مگر مراد اس کی عام ہے۔ اسی لئے اس کے بعد خاص طور سے باب ما جاء في الوضوء باندھا اور اس کے بعد آیت کریمہ **وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ** سے ذکر فرمائی یہ آیت آیت الوضوء کہلاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس آیت سے کیا ہے اس میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ آیت ذکر فرمادی۔ اور وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت قرآنی میں **فَاغْسِلُوا** کا امر کس لئے ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ وجوب کے لئے ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حدث لاحق ہو جائے اور تقدیری عبادت اس طرح ہے۔ **وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا**۔ دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ امر تو اپنے عموم پر ہے۔ محدث اور طاہر دونوں کے لئے ہے لیکن محدث کے لئے بطریق الایجاب ہے اور طاہر کے لئے بطریق الاستیجاب ہے اور ایک تیسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ ابتداء کا حکم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہر نماز میں وضو کرنے کا حکم تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شاق ہونے لگا تو پھر مسواک کو وضو کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وجوب وضو کی علت میں اختلاف ہے حضرت امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ ایک جماعت کی رائے ہے کہ وجوب کی علت قیام الی الصلوٰۃ ہے اس قول کا حاصل یہ ہو گا کہ جب بھی نماز پڑھنے کا ارادہ ہو۔ اس وقت وضو کرنا فرض ہے تو یہ قول ثالث کی طرف راجع ہو گا کہ یہ حکم ابتداء تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ علت قیام الی الصلوٰۃ مع الحدث ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ علت حدث ہے مگر موشعاً موشعاً کا مطلب یہ ہے کہ فی الفور وضو کرنا واجب نہیں بلکہ عبادت کے وقت جس میں وضو شرط ہے وضو کرنا فرض ہو گا۔ تیسرا قول یہ ہے اور یہی میرے نزدیک رائج بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا مصلوب موضوعہ اور ان کی باریکیوں اور لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ حکم کی ابتدا کی طرف کسی آیت یا روایت سے اشارہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس میں اختلاف ہے کہ وضو کی فرضیت کب ہوئی۔ اس میں تو اتفاق ہے کہ وضو مکہ میں مٹھی۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت مٹی ہے۔ مگر اختلاف بعد فرضیت میں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی رائے ہے کہ فرضیت مکہ میں ہوئی اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اور اس میں کوئی استہداد نہیں۔ کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو فرض پہلے ہوئے اور

آیت بعد میں نازل ہوئی یہ بھی اسی قبیل سے ہوگی۔ تو امام بخاریؒ آیت ذکر فرما کر اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا اور اپنے نزدیک جو رائج تھا اس کو ذکر فرمادیا۔ مستنہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ مجمل ہے کیونکہ اس میں عدد وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں چونکہ احادیث قرآن پاک کی تفسیر ہیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل اپنی سنت سے فرمادی کہ فرض تو ایک مرتبہ ہے۔ اور اس کے بعد مرتب کا مرتبہ ہے۔ پھر تین کا درجہ ہے یہ امام بخاریؒ نے بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت الوضوء کی اجمالی تشریح فرمادی۔ یہاں بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ جز ترجمہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ حالانکہ اگر جز ترجمہ تھا تو تین روایات ہونی چاہیے تھیں ایک مرة مرة کی دوسری مرتبہ کی تیسری ثلاثا کی۔ اور پھر امام بخاریؒ ان پر مستقل باب باندھیں گے۔ اکوہ اهد العلموا السراقی۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار سے زائد ثابت نہیں ہے۔ اس لئے علامہ نے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے من ناد او نقص فقد اساء ظلم شراح بخاریؒ نے قاطبہ اس جگہ آکر اپنے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور کہہ دیا کہ امام نے اس کتاب میں ابواب کی کوئی ترتیب قائم نہیں کی۔ کتاب الوضوء کی خیرت سے صاف طور پر معلوم ہو گا کہ بے جوڑ ابواب قائم کئے ہیں مثال کے طور پر بجائے سب سے پہلے باب المضمضة قائم کرنے کے باب غسل الوجہ بالیدین قائم کیا۔ اور اس کے بعد دوسرا باب قائم کیا باب القسمیۃ علی کل حال وعند الوضوء مبعلا اس کا وضو اور غسل الوجہ سے کیا جوڑ اس کے تقریباً دس پندرہ ابواب کے بعد باب الاستنثار قائم کیا اس کے بعد باب الاستجمار و ترا قائم کیا۔ مبعلا ناک میں پانی دینے اور نکلنے کو استنثار و ترا سے کیا مناسبت پھر باب المسح قائم فرمایا غرض کہ وضو میں جو ترتیب متقی اس میں سے کسی کا بھی لحاظ نہیں فرمایا۔ اس لئے شراح فرماتے ہیں کہ یہ سب بے جوڑ ہیں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ مناسبت ہر باب میں موجود ہے لیکن مناسبت وہ خود بھی نہ بتلا سکے البتہ ایک کلیہ ضرور ہے جس کا لحاظ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کسی مناسبت سے باب قائم کر دیا لیکن اس کے بعد وہ باب دوسری مناسبت کے باوجود ذکر نہیں کریں گے تاکہ تکرار فی الابواب نہ ہو جائے۔

باب لا تقبل صلوۃ سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ وضو نماز کے لئے فرض ہے حتیٰ یتوضا۔ چونکہ یہ غایت ہے۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی نے بہت سی نمازیں کئی دن تک بغیر وضو کے پڑھیں اور پھر آخر میں سب کی وضو اٹھی ہی کر لی تو وہ تمام نمازیں درست اور مقبول ہو گئیں تو اس کا جواب دیا

کہ لا تقبل کی غایت حتی يتوضا نہیں ہے بلکہ یہ صلوٰۃ کی غایت ہے۔ اسی لا یقبل حتی يتوضا۔ اس ترجمہ کی غرض یا تو ایجاب وضو کو ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض کی رائے ہے یا شرطیۃ وضو ثابت فرمائی ہے لا تقبل صلوٰۃ من أحدث حتی يتوضا یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بلا وضو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اسی طرح وجوب اور شرطیۃ ثابت ہوگئی ما الحدث سوال کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں حدث کا اطلاق جیسے فساد وضو پر آتا ہے۔ اسی طرح کلام قبیح پر بھی ہوتا ہے۔ خود ہمارے ہاں اگر کوئی شخص کوئی بیہودہ بات کہے تو کہتے ہیں کیا گوز مار دیا! تو چونکہ یہ لفظ مشترک تھا اس لئے مخاطب نہ سمجھا سوال کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا فساد وضو یہاں ایک قاعدہ ہے جو بہت جگہ کام دے گا وہ یہ کہ کبھی کوئی لفظ اعم اغلب ہونے کے سبب سے بول دیا جاتا ہے مگر مقصود خاص لفظ نہیں ہوتا بلکہ بطور تمثیل اس کو ذکر کر دیتے ہیں اسی طرح یہاں حضرت ابو ہریرہؓ نے فساد وضو کے اعم اغلب ہونے کے سبب سے ذکر فرما دیا یہ نہیں کہ نقض وضو کی صفت انہی دونوں میں منحصر ہے لہذا اگر پیشاب پانا نہ کرے جب بھی وضو واجب ہوگا مگر چونکہ کثیر الوقوع ہی دو چیزیں تھیں اس لئے انہیں کا ذکر کر دیا۔ اب میں یہاں کہتا ہوں کہ احناف اگر تمہیں التکیبہ وتحلیلہما التسليم میں کثیر الوقوع کی تادیل کریں تو ان پر کیا عقاب ہے۔

باب فضْلِ الوُضُوءِ وَالْفَرْغِ الْمُحْجَلُونَ مِنْ أَثَارِ الوُضُوءِ۔

ترجمہ باب ہے وضو کی فضیلت اور وضو کے آثار کی وجہ سے منہ اور ہاتھ پاؤں کا روشن ہونا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكِيْلٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ الْمُجَمِّمِ قَالَ رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت نعیم بن المجر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ مسجد کی چھت پر چڑھ گیا تو انہیں وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ میری امت کو قیامت کے دن آثار وضو کی وجہ سے غر مجمل پکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو لمبا کرنا چاہے وہ کرے۔ تشریح از شیخ ذکریاؒ اس باب سے امام بخاریؒ وضو کی فضیلت ثابت فرما رہے ہیں لفظ الغر محجلون

بعض نسخوں میں رفع کے ساتھ ہے۔ اور بعض میں جر کے ساتھ ہے۔ اب اگر جر کے ساتھ ہو تب تو واضح ہے کہ آپ کے تحت میں داخل ہوگا۔ اور اگر رفع ہو۔ تو اعراب حکائی ہوگا۔ اور یہ فضائل وضو میں سے ایک فضیلت ہے غر جمع اغتر کی اگر اس گھوڑی کو کہتے ہیں۔ جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ اور مچل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں پر سفیدی ہو۔ اس قسم کا گھوڑا عرب میں بیش قیمت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس غرہ و تجلیل میں اختلاف ہے کہ یہ امت محمدیہ کے خاصہ میں سے ہے یا اور انبیاء کے ہاں بھی ہے۔ راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خاصہ میں سے ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کو آثار وضو سے پہچان لوں گا نیز روایت باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات اُمّتی فرما رہے ہیں۔ وضو خاص اس امت میں سے نہیں اس لئے کہ نبی بی سارہ زوجہ ابراہیم علیہا السلام اور مرتبہ الراحہ سے وضو ثابت ہے کلاہما فی فی البخاری۔

فمن استطاع منكم الاطالة غرہ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مواقع وضو پر کثرت سے پانی گرائے دوسرے یہ کہ خوب بڑھا کر دھوئے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔ تیسرے یہ کہ خوب رگڑ رگڑ کر مواقع وضو کو دھوئے اور انکار کرے اور پانی تین بار بہلائے۔ پہلی دو صورتیں مراد نہیں بلکہ تیسری شکل یہاں مراد ہے پہلی دو اس لئے مراد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار وضو فرما کر ارشاد فرمایا فمت زلذ علی هذا وانقص فقللے وتعدي وظلم۔ اگر شبہ ہو کہ جب اطالۃ غرہ سے مراد دو صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں تو پھر حضرت ابوہریرہؓ نے دوسری صورت کیوں اختیار فرمائی۔ میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ ادا عشق کے قبیلے سے ہے کہ اگر انہیں معشوق کا کوئی لفظ مل جائے تو بس پھر کیا بوجھنا چونکہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق ہیں سے تھے۔ حضور کی ہر بات پر مرنے والے تھے۔ اس لئے وہ بعض اوقات صرف ظاہری الفاظ پر نظر کرتے تھے اور معانی پر غور نہیں کرتے تھے چنانچہ ابو داؤد کی کتاب الجنائز میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی۔ تو نئے کپڑے مل گئے اور انہیں پہنا پھر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میت قیامت کے دن ان کپڑوں میں مبعوث ہوگی جس میں اس کا انتقال ہوا ہے تو انہوں نے یہاں پر کپڑوں سے ظاہری کپڑے مراد لئے۔ حالانکہ کلام عرب میں ثياب کا لفظ اعمال پر بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ سلی ثيابی عن ثيابك میں ہے۔ نیز اس حدیث ابو سعید کو اپنے ظاہر پر رکھنا قرآن و احادیث ائمہ کے خلاف ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بدانا اول خلق نعبیدہ اسی طرح حدیث میں ہے کہ بیت خاۃ و عراۃ سنگین۔
 چہ جائیکہ ان کپڑوں میں حشر ہو۔ شاید کہیں قبر ہی میں نہ چین جائیں۔ بہر حال حضرت ابوسعیدؓ
 نے اس آیت کے مطلب کو جانتے ہوئے بھی ظاہری الفاظ کا اتباع کیا۔ جیسا کہ میرے حضرت نورا اللہ مقدہ
 جب ہڈل لکھواتے ہوئے اس روایت پر پہنچے جس میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں انا اعرف
 النظام المثلث کات رسول اللہ صلعم یقرن بینهما اور ان سورتوں کی ترتیب مصحف موجودہ
 کی ترتیب کے خلاف ہے۔ نو حضرتؓ نے فرمایا آج مجھے ان سورتوں کو ایک پر چہ پر ترتیب ابن مسعودؓ
 کے موافق لکھ دو آج تہجد میں اس ترتیب سے پڑھوں گا یہ کیا تھا؟ عشق تھا کہ حضور اکرم صلعم نے
 اس طرح کیلئے حالانکہ ایسا کرنا کم از کم خلاف ادنیٰ ورنہ مکروہ تنزیہی یا اس سے بھی آگے ہے کیونکہ اجماع
 کے خلاف ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے نصف
 ہے۔ پھر بھی میرے مشائخ کی رائے ہے کہ وتر کے بعد کی دو سنتیں بیٹھ کر ہی پڑھنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔
 پڑا ثواب نصف ہو مگر حضور اکرم صلعم کا اتباع تو حاصل ہو ہی جائے گا۔ بس اسی قبیل سے حضرت ابو ہریرہؓ
 کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلعم کے ظاہر الفاظ پر نظر فرما کر خوب ادھر تک بڑھا کر دھویا۔ یہی وجہ
 ہے کہ جب کسی نے ان پر اعتراض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے بنی فروع! اگر میں یہ جانتا کہ تم نہیں ہو تو ایسا
 نہ کرتا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ ایسے تھے کہ اگر حضور اکرم صلعم سے سنی ہوئی کوئی بات ہوتی اور اس پر کوئی اعتراض
 کر دیتا تو ڈانٹ کر فرادیتے کہ میں نے حضور اکرم صلعم کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے
 باب، لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيْقِنَ۔

ترجمہ، شک کی وجہ سے وضو نہ کرے جب تک کہ یقین نہ ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ وَثِّيقٍ عَنْ عَبْدِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ شَكْرًا ابْنًا لِرَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّجَلَّى الَّذِي يُنْجِيكَ إِلَيْكَ أَنَّكَ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ
 لَا يَنْفَتِلُ أَوْ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا (الحديث)

ترجمہ، حضرت عباد کے چچا نے جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایسے شخص کی شکایت کی جس
 کو نماز میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی چیز پیٹ سے خارج ہوئی تو آپ نے فرمایا اس وقت تک نماز کو نہ چھوڑے
 جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حتیٰ یَسْتَنْقِظَنَّ مصنفؒ جو ترجمہ الباب میں رکھا ہے اس سے بتلا نہیے کہ حتیٰ یسمع صوتاً الخ سے مراد اسیقانہ ہے اگر سوال ہو کہ جس شخص کو ظن غالب ہے یا اس قدر یقین نہیں کہ اس پر قسم کھا سکے تو اس کا کیا حکم ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ظن اسیقان کے ساتھ لاحق ہے البتہ اگر کسی نے شک کی بنا پر احتیاطاً وضو کر لیا تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے اسباق الوضوء تک ان ابواب میں ایک بڑی عمدہ ترتیب اختیار فرمائی ہے جو ایک بڑے ماہر کے لئے ہونی بھی چاہیئے چنانچہ ابتدا میں ایجاب بعد از ان فضیلت بیان فرمائی۔ اور اب یہ فرماتے ہیں کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تک یقین نہ ہو جلتے ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا ہو جس کو یہی روایت بیان کرنے کے بعد بیان کر دیں گے۔ انہ شکى به على بناء الفاعل اور على بناء المفعول دونو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ اگر على بناء الفاعل ہو تو المجل منسوب اگر على بناء المفعول ہو تو المجل مرفوع ہوگا۔

فقال لا یغفل الخ۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ چونکہ عام طور پر نماز میں جو شخص ہوتا ہے وہ رتخ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس کے معلوم ہونے کا عام ذریعہ سماع صوت و وجدان رتخ ہے اس لئے اس کو خاص طور سے بیان فرما دیا۔ ورنہ اگر ہرے کو زکام ہو جلتے تو پھر اس پر وضو واجب نہ ہو۔ ولو یغفل به احد اس کا تو کوئی قائل نہیں ہے۔ اسی طرح حنفیہ وہاں کہہ سکتے ہیں۔ اب یہاں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت ناز کے متعلق ہے لہذا اگر نماز میں یہ صورت پیش آجالتے تو ناز پوری کرے اور نماز سے نہ نکلے۔ لیکن اگر خلج صلوٰۃ یہ صورت ہو تو جدید وضو کرے اور شک کے ساتھ نماز میں داخل نہ ہو حضرت حن بھریؒ سے بھی یہی تفصیل منقول ہے۔ البتہ ائمہ ثلاثہ اس روایت باب کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ خارج صلوٰۃ داخل صلوٰۃ سب کو عام ہے کسی صورت میں نئے سرے سے وضو کرنا بدو ن تمیق کے واجب نہ ہوگا۔

باب، التَّخْفِيفُ الْوُضُوءِ۔ باب وضو میں تخفیف کرنی چاہیئے۔

حدیث نمبر ۱۳۶۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتَّى نَفَخَ نَفْسَهُ وَرُبَمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ نَفْسَهُ صَلَّى وَرُبَمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ نَفْسَهُ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَشَّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ كَيْلَةً نَامًا لَشَيْءٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَوَضَّاهُ مِنْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ وَضَوَّعَ خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمُّوهُ وَيُقِلِّلُهُ وَقَامَ يُصَبِّحُنِي فَتَوَضَّاهُ نَعْمًا وَمَا تَوَضَّاهُ حُجَّتُ فَقُمْتُ مِنْ كِبَارِهِ وَدُبَّاهُ قَالَ سَفِيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَنَوَضَّاهُ فَنَجَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثَوْرَانَا الْهَادِي فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يُتَوَضَّاهُ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاءَ مَعِينَهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمُّوهُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ رُغِبَا إِلَيْنِيَا وَحَيَّ ثُمَّ قَرَأَ الرَّقِيَّةَ فِي الْمَنَامِ إِلَيْنِي أَدْخِلْكَ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک فرائے مارنے لگے پھر نماز پڑھی اور کبھی یوں فرمایا کہ آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ فرائے مارنے لگے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس بسر کی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے چنانچہ رات کچھ حصہ گزر گیا۔ تو آپ اٹھے اور ایک پرانے ٹکے بھرتے مشکینہ ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو راوی اس کو بہت ہلکا اور تھوڑا کر کے بیان کرتے تھے اور اٹھ کر نماز ادا کی میں نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی طرح خفیف سا وضو کیا اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ سفیان راوی کبھی یسار کی بجائے شمال کا لفظ بولتے تھے۔ جن کا مطلب ایک ہے۔ بہر حال آپ نے مجھے بائیں طرف سے گھما کر دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ پھر جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ آپ نے نماز پڑھی پھر لیٹ گئے۔ اور یہاں تک نیند فرمائی کہ فرائے مارنے لگے۔ پھر ندا دی نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی تو ابن عباسؓ بھی آپ کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے آپ نے نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔ ہم لوگوں نے عمرو راوی سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی تھی دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے فرمایا کہ میں نے بھی عبید بن عمیرؓ اپنے استاد سے سنا تھا وہ فرماتے تھے انبیا کا خواب وحی ہوتا ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ لے پہلے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ وضو عبادت کے لئے ذریعہ اور واسطہ ہے جس میں غریب و بخل بھی ہوتا ہے

اس لئے زیادتی حرص کے لئے اسراف کیا جاتا تو آپس نے اس سے منع فرما دیا کہ فقط تعاطر کافی ہے دُعا
الانبیاء وحی اور وحی نام پر نہیں ہوتی بلکہ بیدار پر ہوتی ہے اس کی دلیل اِنْفِ اَوَّلِیِّی الْمَقَامِ ہے
کیونکہ اگر دُعا یا الانبیاء وحی نہ ہوتے تو بیٹے کو ذبح کرنے کا اقدام جائز بھیج نہ ہوتا۔ کیونکہ ناحق بیٹے کو ذبح
کرنا حرام ہے۔

تشریح از شیخ زکریا، امام بخاری نے دُعا باندھے ہیں ایک باب التَّخْفِيفُ دوسرا اسباغ الوضوء یہاں
تک تو امام بخاری نے کوئی حدیث اختیار نہیں فرمائی بلکہ بہت حسن ترتیب سے کام لیا ہے۔ چنانچہ جب خوب
فضل اور یہ کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا بیان فرما چکے تو اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے دو درجے ہیں
ایک ادنیٰ دوسرا اعلیٰ درجہ، دوسرا باب اسباغ الوضوء کا باندھ کر مبداء اور منتہی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اول
درجہ یہ ہے اور دوسرا باب اعلیٰ درجہ کو بیان کر رہا ہے۔ بَعَثَ عِنْدَ خَاصِمَتِیْ مِمْوَنَةَ رَوَايَةَ مِنْ
حَيْثُ الرِّوَايَةُ بِابِ السُّمُورِیْنَ گزر چکی ہے۔ اور اس پر کلام بھی گزر چکا۔ یہاں مقصود بالذکر وضو
خفیف ہے۔ یَخْفَفُ وَيَقْلِلُ کا مطلب یہ ہے کہ عمر و کما و کیفاً اِسْرَاعاً سے تخفیف بنا رہے ہیں۔ تخفیف
تثقیل کا مقابل ہے جو کیف میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تثقیل تکثیر کا مقابل ہے جو کم میں استعمال ہوتا ہے
یعنی کیف تخفیف اور کما تثقیل فرمائی۔ فَخَوَّجَتْ فَمَقَّتْ مِنْ يَسَارِهِ مِصْطَافٍ کی بحث ہے امام بخاری
وہاں بھی یہ روایت ذکر فرماتے گئے فَصَلَّتِ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ الْحَسْبُ حَضْرَتِ عُمَرُو نے یہ بیان کیا کہ حضور اکرم
نے بدون وضو کئے جوئے نماز پڑھی۔ تو شاگردوں نے اس کی تائید میں حضرت عمرو سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے
ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک تو سوتی ہے۔ اور قلب مبارک بیدار رہتا ہے تو جن اشیاء کا ادراک
قلب سے ہوتا ہے اس کا وہ ادراک کرتا ہے گا۔ جیسے قلب غروج ریح و دم غروج پر مطلع ہو جائے گا اور
جس چیز کا ادراک چشم سے متعلق ہو اس کو وہ نہ دیکھ سکے گی یہی وجہ ہے کہ لَيْلَةُ التَّعْوِیْسِ میں حضور اکرم صلی
نے سَوجِ نَحْلَةٍ اور طُلُوعِ صَبَاحٍ کو نہ دیکھا۔

دُعا یا الانبیاء وحی الخ اس پر عمرو نے ان لوگوں کی مزید تائید کر دی کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب
وحی ہوتا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قلب بیدار ہوتا ہے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں صحیح دیکھتے ہیں پھر اس
کی تائید میں یہ آیت پڑھی اِنْفِ اَوَّلِیِّی الْمَقَامِ حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو کہا کہ میں خواب
میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں چنانچہ ان کو ذبح کرنے کے لئے گئے تو اگر انبیاء کا خواب وحی نہ ہوتا تو پھر قتل نفس

کیسے جائز ہوتا اور پھر قطع رحمی اور سب سے بڑھ کر بیٹے کا قتل۔

بابُ اسْبَاغِ الوُضُوءِ باب وضو کے مکمل اور پورا کرنے کے بارے میں۔
وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اسْبَاغُ الوُضُوءِ اِلَى نَقَاءٍ۔

ترجمہ، حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اسباغ وضو کا معنی پورا صاف کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الزَّهْرِيُّ عَنْ اَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ
كَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ
ثُتُوَ تَرَضَّاهُ وَلَوْ يُسْبِغُ الوُضُوءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ
فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُرْدِيفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّاهُ فَأَسْبِغِ الوُضُوءَ ثُتُوَ أَرَقِمْتَ الصَّلَاةُ فَصَلَّى
الْمَغْرِبَ ثُتُوَ أَنَا كُلُّ النَّاسِ بِعِيَرَةٍ فِي مَنْزِلِهِ ثُتُوَ أَرَقِمْتَ الْغُشَاءَ فَصَلَّى وَلَوْ
يُصَلِّي بَيْنَهُمَا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زید سے انہوں نے سنا وہ فرما رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے جہنم کے لیے نکلتے ہوئے یہاں تک کہ گھاٹی میں اترے پیشاب کیا پھر وضو فرمایا لیکن پورا وضو نہیں فرمایا
میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا۔ نماز آگے پڑھیں گے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی سواری پر سوار ہوئے جب مزدلفہ میں پہنچے تو سواری سے اترے وضو فرمایا بلکہ پورا وضو فرمایا پھر نماز
کے لیے تکبیر کہی گئی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر انسان نے اپنی سواری کو اپنی رہائش گاہ میں
بٹھایا۔ پھر غشاء کی نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھی لیکن ان دونوں نمازوں میں مغرب اور غشاء کے
درمیان اور کوئی نماز نفل و سنت نہیں پڑھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وضو دو قسم ہے ایک تو دوام طہارت کے لیے چنانچہ آپ دَامًا طہارت سے رہتے
تھے۔ اور یہ سالک کے لیے ضروری ہے اس میں آپ تخفیف کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا وضو جو نماز کے لیے
ہوتا تھا اس میں اسباغ ہوتا تھا۔ جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضعیف اور کامل دونوں جائز ہیں۔
تشریح از شیخ زکریاؒ، چونکہ اسباغ وضو کی دو صورتیں ہیں ایک انقاء اور دوسری یہ کہ خوب درازی
کی جائے جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے کیا اور امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ کہیں کہیں مقصود کو کسی آیت یا
روایت سے واضح فرماتے ہیں۔ اس طرح ترجمہ میں اسباغ کا لفظ آیا تھا۔ تو امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ

کا اثر نقل کر کے اس کے معنی متعین فرمادیجئے کہ یہاں اسباغ سے انقار اراد ہے (خوب اچھی طرح ملنا) شونفل ولویسینغ الوضوء المر اس سے امام بخاریؒ نے تخفیف پر استدلال نہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بخلاف پہلی روایت کے۔ الصلوۃ اعلیٰ جماعی مسئلہ ہے کثب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دو جمع کی جاتی ہیں۔ ولویصل بینہما اس کی بحث بعد میں آئے گی۔ الحاصل اسباغ کے ایک معنی سخت قسم کے رگڑ لے کے ہیں اور دوسرے معنی خوب پانی ڈالنے کے ہیں۔ ابن عمرؓ کے اثر سے پہلی معنی کی تعین کر دی یعنی وکشدید سخت ملنا

باب، غَسَلَ الْوُجْهَ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غُفْرَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ترجمہ، یعنی چہرے کو ایک چلو پانی سے دونوں ہاتھوں سے دھونا۔

حدیث نمبر ۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غُفْرَةً مِنْ مَاءٍ فَتَمَضَّضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غُفْرَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضًا فَمَا رَأَى إِلَى بَدْرَةِ الْأُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غُفْرَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ غُفْرَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ أَخَذَ غُفْرَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے جب وضو فرمایا تو اپنے چہرے کو دھویا اس طرح کہ چلو پانی یا جس سے کٹی فرمائی اور پھر ناک میں پانی دیا۔ پھر ایک چلو پانی لے کر اسی طرح کیا کہ اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملا دیا۔ پھر ان دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لے کر اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا پھر پانی لے کر اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا پھر سر کا مسح فرمایا پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے دائیں پاؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھو دیا۔ پھر دوسرا چلو لے کر اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا میں نے اسی طرح آنحضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔

تشریح اوشیح منیؒ فرشی علی رجلہ ایمنی چہرہ فرماتے ہیں کہ پاؤں پر رش اور نفع کافی نہیں، بلکہ غسل ضروری ہے چنانچہ جب آپؐ نے جلدی کرنے والوں کو وضو میں کوتاہی کرتے دیکھا تو فرمایا

ویل لاغتاب تو رشح اور نضح کیسے صحیح ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رشح کے معنی چھڑکنے کے آتے ہیں ایسے صَبْت یعنی پلٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو یہاں رشح بمعنی صَبْت کہے سے صاحب قانوس نے اس کی تصریح کی ہے جس کو ہم بالاتفاق کہتے ہیں کہ حیض میں رشح کے معنی صَبْت کے ہیں۔ حتی غسلها اس ہر قدر بہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ رشح بھائی بظہرات عظیمۃ اس میں اسالۃ ہو جائے گی یعنی پانی بہانا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ رشح کے معنی چھوٹے چھوٹے قطرے چھڑکنا اور جب وہ برابر دیر تک چھڑکے جائیں تو اسالہ ہو جائے گی۔ رشح ای دیدیم الرش حتی صار غسلها کہ اس وقت تک چھڑکتے رہے یہاں تک کہ ان کو دھو لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں تک تو امام بخاریؒ نے بڑی ترتیب سے ابواب ذکر فرمائے اور کوئی جَدَّت اختیار نہیں کی کیونکہ تراجم میں امام بخاریؒ نے ایسی باریکی اور جدت سے کام لیا ہے کہ یہ مشہور ہو گیا کہ فہم البخاری فی تراجمہ لیکن ساری کتاب کے مقابلہ میں جَدَّت کتاب الوضوء میں اختیار فرمائی اور کہیں نہیں کی۔ اگرچہ میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں جو باریکیاں شرح نے نکالی ہیں شاید خود امام کا دھیان بھی ان کی طرف نہ گیا ہو۔ بہر حال یہاں سے ابواب میں بظاہر بڑی بے ترتیبی چلے گی کیونکہ ادھر تو علی الوجہ کا ذکر ہے اور اس کے فوراً بعد جماع میں پہنچ گئے التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع باب باندھ دیا اور ابھی جماع سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ خلا کا ذکر شروع کر دیا۔ پھر ایک ڈیڑھ صفحہ ترتیب سے خلا کے ابواب کا ذکر فرما کر استثنائ کا ذکر فرمایا۔ اور درمیان میں استجمار وغیرہ کو داخل کر دیا۔ حالانکہ پہلے مضمضۃ استثنائ اور پھر غسل وجہ کو ذکر فرماتے اسی وجہ سے علامہ کرمانی جو بخاری کے قدیم شراح ہیں نے کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ابواب الوضوء اور ابواب اخلا وغیرہ میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھی اور علامہ معینیؒ فرماتے ہیں کہ بالکل یہ تو مناسبت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہاں کہیں خفیف اور قلیل مناسبت ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں سے زیادہ باریکیاں پیدا کی ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ان ابواب کو نہایت حسن ترتیب سے منعقد فرمایا ہے اور اس میں کوئی خلجان نہیں اور انشاء اللہ میں اس کو اپنے اپنے مواقع پر بیان کروں گا۔ مگر یہ دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ امام بخاریؒ نے بڑی باریکیوں سے کام لیا ہے۔ جہاں تک افہام عامہ نہیں پہنچیں دوسرے یہ کہ بعض جگہ بعض ابواب تکبیلہ و استطراداً ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جب اس کی اصل

جگہ آتی ہے تو امام بخاریؒ اسے دوبارہ ذکر نہیں کرتے تاکہ تکرار نہ ہو۔ اب سنو یہاں کیا مناسبت ہے۔ اس سے قبل باب الاسباغ ذکر فرمایا تھا۔ اب اس کے بعد باب غسل الوجه بالیدین ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اسباغ میں دونو ہاتھوں سے کام لینے کی ضرورت ہو۔ تو وہاں دونو ہاتھوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مثلاً چہرہ ہے یہاں ایک ہاتھ سے اسباغ مشکل ہے اور دو ہاتھوں سے آسان لیکن اب سوال یہ ہے کہ من غرقة واحدة کی قید کیوں لگادی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بعض روایات میں بالیمین وغیرہ مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کی شرح فرمادی۔

اور اس کی مراد متعین فرمادی۔ اور حافظہ رکھ لیتے ہیں کہ ان پر رد فرمایا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ رد نہیں ہے۔ فجعل جہا ھکذا الخ یعنی دونو ہاتھ لگاتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونو ہاتھ سے اسباغ کامل ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک چٹکے سے پانی لیا اور دوسرا ہاتھ لگایا تاکہ پانی نہ گرے بعض شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہاں سے وضو غسل الوجه سے شروع فرمادی کیونکہ قرآن مجید کے اندر بھی وضو کی ابتداء چہرے کے غسل سے ہے امام بخاریؒ نے اس کا اتباع کیا بعض شراح فرماتے ہیں کہ وضو میں ابتدا غسل الوجه سے ہے۔ اور اس سے پہلے کی چیزیں وضو کے اجزاء نہیں بلکہ اس کے مقدمات ہیں اس لئے کہ وضو کا پانی پاک ہونا ضروری ہے اور اس کی طہارت معلوم کرنے کے لئے پانی کے تین اوصاف معلوم کئے جائیں گے۔ یعنی ہاتھ دھو کہ اس کا رنگ کلی سے اس کا طعم اور ناک کے ذریعہ اس کی بڑ معلوم ہو جائے گی طہارت معلوم ہو جانے کے بعد منہ دھو کر غسل کی ابتدا کی جائے گی۔

باب، التَّشْمِیْمِۃُ عَلٰی حَالٍ وَ عِنْدَ الْوُقَاعِ - الخ

ترجمہ، یعنی ہر حال میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے حتیٰ کہ جماع کے وقت بھی بسم اللہ پڑھی جائے۔ حدیث نمبر ۱۳۹۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَمَّاسُ عَنْ عُبَايَةَ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ إِذَا أَحَدُكُمْ رَأَى إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ حَبِّبْنَا لِلشَّيْطَانِ وَحَبِّبِ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْتَنَا فَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلَهُ لَوْ يَضُرُّ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ اس روایت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک جب اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہو تو بسم اللہ کہتے ہوئے دعا کرے کہ اے اللہ شیطان کو تم اور اولاد سے دور رکھنا جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ پس اگر ان دونوں میں دل کا فیصلہ ہو گیا تو شیطان اس کو نقصان نہیں

پہنچنے گا۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف تسمیۃ عند الوضوء ثابت کرتے ہیں امام ترمذی نے تو روایت ذکر کردی اس کو امام بخاری نہیں لاسکتے کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں البتہ ایک دوسرے روایت لا کر ترجمہ ثابت کرتے ہیں کہ جب ننگے ہو کر عند الوضوء تسمیہ جائز ہے تو اس سے جو بہتر حالتیں ہیں ان میں تسمیہ بطریق اولیٰ ہوگا۔ ان میں سے وضو بھی ہے۔ لحدویضہ بعض نے کہا وہ ضرر یہ ہے کہ عند الوضوء اس کو چونسکا نہیں مارے گا کہ جس سے شیطان کا اثر پہنچ جائے کیونکہ بچہ پہل الوصول ہوتا ہے کہ جب کوئی اثر ڈالا جائے تو وہ اس اثر کو جلد قبول کر لے گا۔ چنانچہ اسی وجہ سے بچے کے گلے میں تمویذات ڈالے جاتے ہیں تاکہ جنات و آسیب کا اثر نہ پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کے اس چومکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم رحمہما محفوظ رہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو تکالیف بچے میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں جیسے ام العصبان وغیرہ ان سے بچہ محفوظ رہتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الاغویینہما جمعین شیطان کا مقولہ ہے۔ اس ضرر سے محفوظ رہے گا اور حکیم جلیل صاحب نے کہا تھا کہ بچہ کامل تب پیدا ہوتا ہے جب زوجین میں کمال شہوت اور کمال درجہ کی رغبت ہو اور اعضا بھی کامل ہوں۔ تب ہر ہر جزو سے منی کھچ کر آئے گی جس سے اولاد قوی پیدا ہوگی۔ چنانچہ جوانی کی اولاد کامل ہوتی ہے اور بڑھاپے کی ضعیف ہوتی ہے۔ مولوی اگر خدا رسیدہ ہو تو بیوی سے کمال رغبت سے جماع نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ اس قسم کا ہے کہ جب بیوی کھانا دینے کے لئے گئی دیر میں دریا حائل تھا وہ پھٹ گیا تو زوج نے کہا کہ میں نے ترے سے جماع اس وجہ سے کیا کہ وہ لزوجہ علیہ حق کے طور پر کمال شہوت اور رغبت کی بنا پر جماع نہیں کیا۔ بنا بریں عالم کا بچہ جاہل رہ جاتا ہے اور جاہل کا عالم بن جاتا ہے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ باب سابق میں میں نے بیان کیا تھا کہ شرح کے نزدیک باب غسل الوجه سے وضو شروع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اور یہی غلطی میں پڑنے کی وجہ ہے۔ اور علامہ کرمانی کو یہ لکھنے کی جرات کہ حضرت امام بخاری نے ترتیب وضو کا لحاظ نہیں فرمایا۔ اور علامہ عینی نے لکھ دیا کہ مناسبات بعد وہ ہیں۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ ابھی ابواب الوضوء شروع نہیں ہوتے ابتداء میں اجالی طور سے وضو کو بیان کر کے استنجا کا ذکر فرما رہے ہیں۔ لہذا باب التسمیۃ علی کل حال ذکر فرمایا۔ چونکہ ترمذی کی روایت

میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ستوما بین اعیین الجنۃ و عورات بنی آدم ما داخل الکینف ان بقول بسوا اللہ ترجمہ کہ جنات اور بنو آدم کے تنگ کے درمیان پردہ جبکہ وہ بیت الخلا میں داخل ہو یہ ہے کہ وہ بسم اللہ کہے۔ اور اس باب کے بعد امام بخاریؒ دعا خلا ذکر فرمائیں گے۔ چونکہ امام ترمذیؒ کی روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق تو تھی نہیں اس لئے اس کو کیا ذکر کرتے ہاں اپنی ایک روایت سے استدلال فرمایا۔ جس میں بسم اللہ عند الوقاع کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باب میں اصل الفاظ روایت کا اتباع کرتے ہوئے وقاع کا لفظ زیادہ کر دیا۔ ورنہ مقصود وہ نہیں ہے۔ اور استدلال اس طرح فرمایا۔ کہ جب جماع کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو خلا اور علی کھلی حالت تو بدرجہ اولیٰ پڑھی جائے گی۔

لوان احد کواذا اتی اہلہ ایک روایت میں اتی اہلہ کی بجائے انزل ہے بعض حضرات کے لئے کی بنا پر یہ ہے کہ یہ دعا بوقت انزال پڑھے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔ اور جہور فرماتے ہیں کہ اس وقت کشف عورت ہوتا ہے۔ اور کشف عورت کے وقت اللہ کا ذکر خلاف ادب ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ ادب وہی ہے جو شریعت سے ثابت ہو۔ اور روایت میں اتی اہلہ اور بعض میں جامع اہلہ وارد ہے۔ جس سے بوقت جماع و انزال ہی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آداب بھی شریعت ہی سے ثابت ہیں چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالجہیم کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ جبکہ پیشاب کرنے کی حالت میں انہوں نے آپؐ پر سلام کیا تھا۔ رہی روایات توان کی تاویل اذا اراد الجماع ولا یتیان ہے۔ اور اذا انزل کی روایت اگر ثابت ہو۔ تو اس کی تاویل اذا وجد سبب الانزال کی جائے گی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ بوقت ارادہ زبان سے اور بوقت انزال قلب سے پڑھے۔ لہٰذا بعض اہل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے الفاظ میں معاشرت کے بڑے بڑے مسائل حل فرما دیئے۔ لوگ بچوں کے نافرمان ہونے کی شکایات کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ چند الفاظ کہہ لیں تو سارا خرشتہ پاک ہو جائے۔ یاد رکھو علمائے کھامبہ کہ نماز کے وقت وطی کرنے سے اگر حل ٹھہر گیا تو لوط کا عاق الوالدین ہو گا۔ اگر چہ میری اس توجیہ پر اشکال ہو سکتا ہے۔ بیت الخلا سے نکلنے کے وقت غصہ اندک کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہاں ذکر قلبی ہوتا ہے۔ اس سے معافی طلب کی جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں صافی قلب کے ذکر پر نہیں بلکہ آدمی جب پاس انفاس کا عادی ہوتا ہے۔ تو زبان سے بھی نکل پڑتا ہے اس لئے

اس پر غفلت نہ کرنے کا حکم ہے نہ کہ محض قلب کے ذکر پر واللہ اعلم

باب مَا يَقُولُ عَبْدُ الْخَلَاءِ ترجمہ، تضرعات کے وقت کیا دعا پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰ اَحَدُنَا اِذَا مَرَّ الْمَرْءُ بِمَعْتُ اَنْسَا يَقُولُ كَانَ الشَّيْءُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخِيَاثَةِ تَابَعَهُ ابْنُ عَوْنٍ
عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُزُو عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءُ وَقَالَ مُوسَى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ
وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَبِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ اِذَا ارَادَ اَنْ يَدْخُلَ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں داخل ہوتے
تھے تو فرماتے تھے۔ اللہ کیسے تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زاور مادہ شیطانی سے شیعہ نے اذا اتی الخلاء فرمایا
حماد نے اذا دخل اور عبد العزیز نے اذا اراد ان یدخل کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے تو
تب دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ تسمیۃ عند الخلاء عموم سے ثابت فرما چکے تو اب غلطی کے وقت کی دعا
کو ذکر فرمایا اور اس دعا کے پڑھنے کی وجہ ابو داؤد کی روایت مذکور ہے فان الخشوش محضوۃ یعنی
شیاطین و جنات وہاں موجود رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الجنس بمیل الی الجنسی چونکہ پاخانے
پیشاب کے مقامات گندے ہوتے ہیں اور یہ شیاطین بھی گندے ہیں اس لئے وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔
لہذا ان کے شر سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھے جس طرح فرشتے پاک ہیں تو وہ پاک جگہ کو پسند کرتے ہیں اور
بدبودار چیزوں سے کراہت کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسجد میں لہسن۔ پیاز اور بدبودار چیز کھا کر جاننا منج
ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے۔ اور یہ شیاطین چونکہ نجاسات سے محبت کرتے ہیں۔
اس لئے انہیں لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ جو طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر عاملین طہارت کا اہتمام نہ
کریں تو مصیبت میں پڑ جائیں۔ یہ حدیث کی ساری کتابوں میں پائی جاتی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذا دخل الخلاء یہاں مالکیہ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہو
جائے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔ اور ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے اس
وقت پڑھے۔ تاہم اذا دخل کا لفظ مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ لیکن جہور کے نزدیک اذا اراد الخلاء کے
معنی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخِيَاثَةِ ترجمہ کتب احادیث میں دو طرح

سے ضبط کیا گیا ہے۔ بضم الباء اور دوسرے بسکون الباء اگر بضم الباء ہو تو اس صورت میں یہ خبیث کی جمع ہوگی۔ اور اس سے ذکر ثیابین مراد ہوں گے۔ اور خباثت خبیثہ کی جمع ہے۔ اور وہ اناث خبیث ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ذکر و اناث دونوں سے پناہ چاہتا ہوں اگر بسکون ہو تو اس صورت میں یہ مصدر ہوگا اور ہر نوع خبیث کو شامل ہوگا۔ اور خباثت صفت ہوگی اور اس کا موصوف الاشیاء محذوف ہوگا اور اس صورت میں ذکر و اناث دونوں آجائیں گے۔ میرے والد صاحب کے نزدیک یہ احتمال ثانی زیادہ بہتر ہے کہ ہر شے خبیث اور ذکر و اناث پناہ ہوگی۔ اذاتی الخلاء۔ یہ مالکیہ اور غیر مالکیہ دونوں کا محتمل ہے اذ داخل یہ مالکیہ کے موافق ہے۔ اذ اراد ان یدخل حضرت امام بخاریؒ نے اس کو ذکر کر کے جمہور کی تائید فرما کر اذ داخل کے معنی بتلا دیتے۔

بابُ وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ - ترجمہ: نماز حاجت کے وقت پانی رکھنا چاہیے۔
حدیث نمبر ۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَعْنِيُّ عَنْ أَبِي عُبَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ وُضُوًا فَقَالَ مَنْ وَضَعَ هَذَا فَاْخُذْ خَيْرَ مَا لَكَ اللَّهُمَّ فَخِمْهُ فِي الدِّينِ - الخ

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کس نے رکھا آپ کو میرے متعلق بتلادیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔
تفسیر از شیخ زکریا۔ اس سے امام بخاریؒ ایک اور ادب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی بزرگ استاد خلاء کے واسطے جائے۔ تو شاگردوں کو چاہیے کہ وہ پانی لا کر رکھ دیں تاکہ اس کو آکر پانی طلب کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اور وہ اتنی دیر نجاست میں مقوث نہ رہے جیسا کہ ابن عباسؓ نے کیا۔ سخن فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث باب میں جو وضعت لہ وضو ہے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ وضو کا پانی تھا۔ یہ غلط ہے بلکہ اس سے ما دل استنجا مراد ہے یہاں تک تو میں بھی ان سے متفق ہوں۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے لفظ وضعت لہ وضو کو دیکھ کر بعض حضرات نے یہ کہہ دیا کہ حضور اقدس سلم نے کبھی بھی پانی سے استنجا نہیں فرمایا۔ ان پر امام بخاریؒ اس باب سے رد فرما رہے ہیں کہ یہ ما لوضو نہیں بلکہ ما لاستنجا ہے۔ میں اس مضمون سے

متفق نہیں اس لئے کہ اس کا مستقل باب الاستنجا بالما آ رہا ہے۔ اگر یہ مطلب یہاں لیا جائے تو آئندہ باب مکرر ہو جاتے گا۔

وضع الماء عند الخلاء عند الخلاء کی قید اس لئے لگائی ہے کہ پانی کے رکھنے کے تین مواقع ہیں۔ ایک یہ کہ اندر بیت الخلاء میں رکھ کر آئے چونکہ وہاں پردہ ہے۔ اور وہ فضل نے حاجت کر رہا ہے لہذا اندر تو رکھ نہیں سکتا۔ دوسرا موقع یہ ہے کسی اور دوسری جگہ رکھ دے اس صورت میں وہ نکل کر تلاش کرے گا۔ کہ پانی کہاں رکھ دیا۔ اور تیسرا موقع یہ ہے کہ بیت الخلاء کے پاس رکھ دے تاکہ نکلنے کے بعد تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس تیسرے موقع کے انسب ہونے کے لئے عند الخلاء کی قید لگائی ہے۔ واللہ و نعمتہ فی الدین کی دعا اس لئے فرمائی کہ انہوں نے فقاہت کا کام کیا کہ ان تین مواقع میں سے موقع انسب کو اختیار فرمایا۔ اس دعا کی برکت سے حیرالامۃ قرار پائے۔

باب لَا يَسْتَقْبِلُ الْقَبْلَةَ يَخْاطِبُ أَوْ بُولٍ إِلَّا عِنْدَ بِنَاءٍ جَدِّهِ أَوْ مَحْوٍ

ترجمہ، پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے مگر عمارت کے پاس خواہ دیوار ہو یا کوئی اور چیز۔

حدیث نمبر ۱۴۲۱ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسَ قَالَ قَالَ أَبُو نَصْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ أَحَدُكُمْ الْخَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقَبْلَةَ وَلَا يُؤَلِّمُ ظَهْرَهُ شَرِّ قَوَّاءٍ أَوْ غَيْرِ بَوْلٍ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی ایک بیت الخلاء کو آئے تو قبلہ کی طرف منہ بھی نہ کرے اور نہ ہی اپنی پیٹھ اس کی طرف پھیرے بلکہ مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف۔

تشریح از شیخ مدنی "مصنف نے ترجمہ الا عند البعد کہ کر غالباً استقبال اور اسند بار کی ممانعت صحرا میں ثابت کرنا چاہتے ہیں بنیان میں اجازت ہے۔ مگر یہ چیز روایت ثابت نہیں ہوتی اگر اگلی روایت ابن عمرؓ سے قید لگانا چاہتے ہیں۔ وہ شخصیں کا احتمال رکھتی ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اپنا معنی لفظ الخائط سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لغت میں الخائط اس جگہ کو کہتے ہیں جو قضاے حاجت کے لئے مختص ہو تو الخائط کا لفظ اس خصوصیت کے لئے لائے۔ دوسرے لفظ آتی جو ایقان

(سید محمد علی ہاشمی)

سے ہے وہ بھی اس معنی کو حقیقی معنوی کہنے لایا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت لغویہ یہ مجبور ہے، دوسرے معنی نجاست کے ہیں جو حقیقت عربی ہے اور تیسرے معنی ہیں المسکان الذی یعد للغانط مطلقاً سوا و فی الصحاوا والبنیان یہ مجاز عربی ہے۔

فتنیج از شیخ زکریا غور سے سنو! قبلہ کی طرف استقبال استدبار بالغانط البول میں علماء کے آٹھ مذہب کتب حدیث میں مذکور ہیں جن میں سے تین زیادہ مشہور ہیں۔ ایک مذہب ظاہریہ کہے کہ نہی کی ساری روایتیں ابن ماجہ اور ابوداؤد کی دو ضعیف روایتوں سے منسوخ ہیں۔ اور دوسرا مذہب اس کے مقابل حنفیہ کہے کہ استقبال استدبار مطلق خواہ بنیان میں ہو یا صحاری میں بالکل ناجائز ہے اور کسی حال میں جائز نہیں اور تیسرا مذہب ائمہ ثلاثہ کہے کہ فضا میں صحر کے اندر استقبال و استدبار جائز ہے اور بنیان میں جائز ہے ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حَقُّوْا مَقْعِدَتِیْ فِیْ الْفِلَیْئِلَةِ کہ میرا مقعد قبلہ کی طرف پھیر دو۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے ایک سال پہلے دیکھا کہ استقبال قبلہ کر رہے ہیں۔ لہذا روایات بھی منسوخ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کا استقبال کرتے ہوئے استنجا کرتے دیکھا لہذا اجتہابین الروایتیں یہ کہنا چاہیے کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً مہمان ہوئے تھے اور ان کو اپنی ابتدائی مہمانی سے نوازا وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم شام گئے۔ فوجدنا مرا حیض قد بنیت قبل الکعبۃ فکنا نتخرف عنہا و نستغفر اللہ ترجمہ جب ہم شام گئے تو بیت الخلاء کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبلہ کی طرف بنائے گئے ہیں تو ہم ان سے پھرتے تھے اور استغفار اور توبہ کرتے تھے۔ وہاں صرف بہنِ عمر رضی اللہ عنہا کی نظر تھی۔ اور یہاں سارے صحابہ کا فعل کنا تخرف ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر یہ حکم خاص بالبنیان تھا تو انحراف کی کیا ضرورت تھی تین مذہب تو یہ ہو گئے۔ چوتھا مذہب حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ استدبار تو جائز ہے۔ اور استقبال مطلقاً جائز نہیں۔ یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی بنا پر ہو گا کیونکہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے تھے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہو گئی کیونکہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان ہے اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے جنوب میں ہے اور بیت المقدس شمال میں ہے۔ اور پانچواں مذہب امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ استدبار

فی البنیان توجانزہے لیکن استقبال مطلقاً اور استدبار فی الصحرا نا جانزہے کیونکہ استدبار بنیان ہی کے اندر تھا۔ اس لئے جواز بنیان کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور چھٹا مذہب یہ ہے کہ نبی تنزیہی ہے اور استقبال بیت المقدس وغیرہ روایات جواز بنیان جواز کے لئے ہیں اور ساتواں مذہب یہ ہے کہ نبی بالکل عام ہے حتیٰ فی القبلة المنسوخة اور آٹھواں مذہب یہ ہے کہ نبی اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہے اور غیر اہل مدینہ کے لئے جائز ہے۔ مگر یہ مذہب ظاہر البطلان ہے کیونکہ انہوں نے شرفوا وغو بول کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ ان کو تشریق اور تغریب کا حکم فرمایا اور قبلہ جو جانب جنوب میں ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ جانب جنوب میں تھا۔ اگر اس کی طرف استقبال نہ کریں گے تو استدبار ہو گا اگر استدبار کریں گے تو استقبال ہو گا۔ لہذا جملہ حدیث سے یہ سمجھ لینا کہ اہل مدینہ کے ساتھ کوئی تخصیص کی گئی یہ غلط ہے۔ ان مذاہب میں سے امام بخاریؒ نے آئمہ ثلاثہ کا قول اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ مصنف کا قول الا عند البنا الم اس پر دلالت کرتا ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں جو یہ استثناء ذکر کیا ہے۔ وہ حدیث الباب یعنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ غلط کہتے ہیں مکان متسع فی الفضاء کو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نبی فضائے کے ساتھ خاص ہے اور انبیہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت مضردہ یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں جمع فرمایا کرتے ہیں اس مسئلہ میں بھی دو متعارض روایات تھیں ایک روایت الباب اور دوسری ابن عمرؓ کی روایت جو لکھ باب میں آرہی ہے تو امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دونوں کے تقاض کو رفع فرمادیا کہ ابو ایوب انصاریؓ کی روایت فضائے کے ساتھ خاص ہے بنا وغیرہ میں استقبال و استدبار ابن عمرؓ کی روایت کی وجہ سے جائز ہے اور تیسری توجیہ یہ ہے جو میرے نزدیک زیادہ اقرب ہے کہ امام بخاریؒ بعض تراجم باب فی الباب کے طور پر ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایتیں ذکر فرماتے ہیں اور انہیں میں سے بعض روایات کسی فائدہ جدیدہ پر دلالت کرتی ہیں تو امام بخاریؒ ایک دوسرا ترجمہ اس فائدہ پر متنبہ کرنے کے لئے باندھ دیتے ہیں۔ یہاں اگلا ترجمہ باب فی الباب ہے۔ مستقل نہیں تو اس صورت میں ابن عمرؓ کی روایت اس باب کی روایت ہے۔ لہذا استثناء۔ اس ابن عمرؓ کی روایت سے ثابت ہو گیا۔ دراصل آئمہ کے درمیان اختلاف مناط میں ہو کر تا ہے کہ آیا اس حکم کا مدار اور علت کیا ہے اس لحاظ سے حکم کا ترتیب

ہوئے۔ نبی اکرم صلم سے مسائل کے سلسلہ میں قواعد یا کلی احکام صادر نہیں ہوئے بلکہ تمام آپ کے ارشادات واقعات ہیں اسی طرح حضور اکرم صلم کے افعال ہیں کہ جن نے ایک فعل کرتے دیکھا اب یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ یہ غور کرے کہ ان مختلف اقوال اور افعال میں کون سا فعل اور قول اصل ہے اور کون سا عارض کی وجہ سے ہے۔ یہ اجتہادی چیز ہے اسی بنا پر ائمہ میں اختلافات ہوئے ہیں مثلاً رفع یدین اور عدم رفع آپ سے دو ثوابت ہیں اس طرح جلسہ استراحت ہے بہر حال سارا فقہ اسی پر مرتب ہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ کا منطاط میں بہت زیادہ اختلاف ہے حنفیہ اور مالکیہ میں بہت کم اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر فقہ حنفی میں کوئی چیز یہ نہیں ملتا تو فقہ مالکیہ کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور امام احمد کے ہاں منطاط پر دار و مدار کم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ہاں بہت زیادہ بھی وجہ ہے کہ اگر کسی فعل کو وہ اصل قرار دیتے ہیں تو اس کے خلاف کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ بہر حال چونکہ حنفیہ کے نزدیک اس نہی کی علت احترام کعبہ ہے۔ وہ ہر جگہ متحقق ہے اس لئے ہر جگہ مانعت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں مدار حکم احترام مصلیٰ ہے یعنی جنات اور ملائکہ میں سے کوئی نہ کوئی اس فضا کے اندر نماز میں مشغول ہوگا اب اگر تم ان کے سامنے استنجا کرنے لگو گے تو ان کو دقت ہوگی۔ اور یہ علت صرف صحرا میں ہو سکتی ہے۔ بنیان کے اندر نہیں ہوگی کیونکہ بیت الخلا میں کوئی جن فرشتہ نماز نہیں پڑھتا اس لئے وہاں مانعت نہیں۔

باب مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَيْسَتَيْنِ تَرْجَمَ بِأَسْوَءِ مَا فِي جُودِ كَيْفِ الْيَتُورِ
پرتضا حاجت کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۲۳ | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ
كَانَ يَقُولُ إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَنْبِلِ الْقُبْلَةَ وَلَا بَيْتَ
الْمُقَدَّسِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَعَنَ تَفْقِيتُ يَوْمًا عَلَى ظُهُرِ بَيْتِ كُنَّا فَرَّوْهُنَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَيْسَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمُقَدَّسِ لِحَاجَتِهِمْ وَقَالَ لَعَلَّكَ
مِمَّنِ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْثَانٍ كَمَا فَعَلْتُ لَأَذْهَبَ وَاللَّهِ قَالَ مَا لَكَ يَعْزِيكَ الذِّمَّةُ
يُحِبُّونَ وَلَا يَدْفَعُونَ عَنِ الْأَرْضِ كَيْسُجْدَ وَهُوَ لَا صَبْرَ بِالْأَرْضِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں جب آپ تضا حاجت

کے لئے بیٹھیں تو نہ تو قبلہ کی طرف منہ کریں اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف حالانکہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضا حاجت فرما رہے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے سرین پر نماز پڑھتے ہیں حتیٰ وہ سنتہ نماز سے جاہل ہیں۔ میں نے عرض کی کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے ہوں یا نہیں امام مالکؒ نے صلوٰۃ علی الودک کی تفسیر میں فرمایا کہ جو نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے پاؤں کو زمین سے نہ اٹھائے بلکہ زمین کے ساتھ چمٹائے رکھے حالانکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں پاؤں کھڑے رکھے عورتوں کی طرح زمین سے نہ چمٹ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: واسع بن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بتلایا تھا کہ فلاں فلاں حساب استقبال بیت المقدس سے منع کرتے ہیں جس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کچی اینٹوں پر بیٹھے مستقبل بیت المقدس ہو کر قضا حاجت کرتے دیکھے تو اس سے استقبال بیت المقدس اور استدبار قبلہ کا جواز ثابت ہوا دوسرے وہ تارک سنتہ صلوٰۃ ہے جسے مسلم علی الودک کہا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا شراح اور ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے جواز التبرز علی البیتین کو بیان کرنا ہے اور میرے نزدیک استحباب ثابت کرنا ہے کیونکہ اگر ذرا سا پاخانہ زیادہ ہوا تو کوہلے (مقعہ) کے بھر جانے کا اندیشہ ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ البیتین پر تبرز کرے تاکہ ثلوث کا خوف نہ رہے۔ خواہ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روایت سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال فرمایا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ہوئے تھے تو گویا کعبہ کا استدبار ہو رہا تھا۔ کیونکہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ اور امام ابن حنیفہؒ اور امام احمدؒ نے اپنی اپنی روایت میں استدبار کو مطلقاً جائز کہا ہے کیونکہ یہاں استدبار الی البیت پایا گیا اور امام ابو یوسفؒ نے استدبار فی البیان ملحوظ رکھا۔ اور امام ابن حنیفہؒ اور امام احمدؒ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ یہی تنزیہی ہے۔ جبہور نے اس روایت کے آٹھ جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب محرم اور بیح میں تعارض ہو جائے تو محرم کو ترجیح ہوا کرتی ہے چنانچہ ابو ایوب انصاریؒ کی روایت مجرم ہے۔ لہذا ابن عمرؓ کی روایت کے بالمقابل راجح ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ اصول محدثین میں سے ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو جائے تو قول کو ترجیح

دی جاتی ہیں چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت قوی ہے جو مقدم ہوگی تیسرے یہ کہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلم کا فعل خصوصی ہے۔ اور قول عام ہوتا ہے نیز اہل کے اندر احتمال بھی ہے۔ لہذا وہ قول عام کے مقابل حجت نہ ہوگا۔ اور میرے حضرت کا بذل میں ارشاد یہ ہے کہ حجت افعال تشریعیہ ہو کر تے ہیں اور امور تشریعیہ پوشیدہ ہو کر نہیں کہتے جلتے۔ لہذا جب حضور اکرم صلم نے یہ کام پوشیدہ ہو کر کیا تو معلوم ہوا کہ تشریع کے لئے نہ تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ صرف ابن عمرؓ کی روایت ہے اور دوسری جانب سارے صحابہ ہیں پانچواں جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت حضور اکرم صلم کے سامنے عین کعبہ ہو اور درجائیات اور پردے ہٹ گئے ہوں۔ اور چہ قبلہ کی طرف استقبال داسند ہار کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ عین قبلہ سامنے نہ ہو۔ ورنہ عین سے ممانعت ہوگی۔ تو ممکن ہے حضور صلم عین کعبہ سے الگ ہوں چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ حضور انور صلم کے خصائص میں سے ہے۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلم کے فضائل طاہر ہیں۔ آٹھواں جواب میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہؒ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسی حالت میں ہو اور کسی کے کہنے کی اطلاع پائے۔ تو وہ اپنی اصلی حالت پر نہیں رہ سکتا اور خود دیکھنے والا بھی صحیح طور سے نہیں دیکھ سکتا اس لئے چہرہ کی نظر پڑی یہ وہاں سے بھاگ گئے لہذا یہ نظر اچانک تھی اس لئے اس نجات کی نظر میں غلطی کا احتمال بھی ہے جبکہ یہ بھی احتمال ہو کہ متغلی اپنی حالت پر نہ رہا ہو۔

لعلم من الذین یعملون علی اور اچھے حضرات شراح فرماتے ہیں کہ بظاہر اس جملہ کا کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب شاگرد نے بیان کیا کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ استقبال و استدبار ناجائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے بطور توبیخ کے فرمایا کہ تو بھی عورتوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل سے بالکل ہی نادان ہے اس لئے کہ عورتیں نماز میں پڑھتے وقت اپنے سرین زمین سے منقل رکھتی ہیں بخلاف مردوں کے اس لئے من الذین الخ سے عورتیں مرد نہیں فقلت لا ادعی شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ میں ان میں سے ہوں یا نہیں۔

باب خروج النساء إلی المیزان۔ ترجمہ عورتیں فضائے حاجت کیلئے گھروں سے باہر نکلنے کے بار میں۔

حدیث نمبر ۱۴۴۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْدِيٍّ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَدْوَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَوَّأْنَ إِلَى الْمَسَاجِدِ وَهِيَ صَحِيحَةٌ أَفْبَحُ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يُكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَمَنْ جَبَّ سَوْرَةُ بِنْتُ رَمَعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي عَشْرًا كَانَتْ أَمْرًا كَأَطْوِيلِكُمْ فَنَادَاهَا عَمْرًا لَا قَدْ عَرَفْنَا لَكَ يَا سَوْدَةُ
حُزْنًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ فَمَا نَزَلَ اللَّهُ الْحِجَابُ - (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات کے وقت
جب قضا حاجت کے لئے وسیع کھلے میدان میں نکلتیں تو حضرت عمرؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے
کہ آپ! اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وحی کے ایسا نہیں کرتے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا
کہ ایک رات عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی قضا حاجت کے لئے
ننگی وہ ایک لمبے قد والی عورت تھی تو حضرت عمرؓ نے اسے پکار کر کہا کہ اے سودہ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے
اس حرس کی بنا پر کہ حجاب کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔

تشریح: از شیخ مدنی مناصح کلی جگہ ابتدا میں عرب کی عورتیں رات کے وقت کھلی جگہ قضا حاجت کے
لئے جاتی تھیں حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ کوئی حجاب کا حکم اتر جائے تاکہ ازدواج مطہرات باہر نہ جانے پائیں۔
حجاب دو قسم ہے حجاب شخص اور حجاب مکانی۔ حجاب شخصی تو تھا حجاب مکانی نہیں تھا حضرت سودہؓ
قضا حاجت کے لئے باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ کے
کہنے کا مقصد یہ تھا کہ حجاب شخصی کافی نہیں۔ اس پر یہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گی کہ لوگوں نے اسی طرح کیا
ہے تو پردہ کا حکم دیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت پردہ اتری ہوئی تھی کہ موضع زینت
کو چھپانے کا حکم تھا يَذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جِلْبَابٍ سے حجاب شخص کا حکم نازل ہوا۔ تیسری مرتبہ

فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَطءِ حِجَابٍ نَّازِلٍ هُوَ اس وقت عام لوگوں سے کلام وغیرہ سے منع کر دیا گیا پر رے
کے اندر وہ کہ کلام کر سکتی ہیں۔ وَفَرْنَ فِي بِيوتِكُنَّ وَلَا تَبَرْنَ جَنِّ تَبَرْنَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى کہ اپنے
گھروں میں ٹھہریں رہیں اور جاہلیہ اولیٰ کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلیں۔ یہ آیت حجاب مکانی کے لئے ہے۔ یہ
آیات بالا یکے بعد دیگرے اتری ہیں حضرت عمرؓ کی استدعا پر جو آیت اتری وہ حجاب شخصی کے لئے ہے
مگر حضرت عمرؓ حجاب مکانی چاہتے تھے۔ اولا آیت جس میں کہا گیا کہ نَزَّلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ اب ای حجاب
الشخص یہ باب حکم آخری ہے۔ کہا گیا کہ کینف گھروں کے نزدیک بنائے جائیں۔

تشریح: از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابتدائی معمول تھا جب گھروں میں بیت الخلا

بننے لگے تبریزی بائیکاٹ کی ضرورت نہ رہی لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے جواز کو بیان فرما رہے ہیں کہ اگر باہر جانے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔ اور التَّبَوُّزُ فِي الْبَيْوتِ سے یہ بیان فرما دیا کہ اولیٰ تھے کہ تَبَوُّزُ فِي الْبَيْوتِ ہو۔ کتبِ یحوجت باللیل الخ چونکہ اس وقت گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے عورتیں قضائے حاجت کے لئے راتوں کو باہر جایا کرتی تھیں وہی صعبید اخیہ یہ مناصح کی تفسیر ہے مناصح کھلے وسیع میدان کو کہتے ہیں۔ حکان عمر یقول الخ حضرت عمرؓ کے سولہ سترہ موافقات میں سے ایک یہ بھی ہے موافقات عمری کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز حضرت عمرؓ چاہتے تھے تو اس کے مطابق قرآن پاک کی آیت نازل ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضور اکرم صلیم سے کہتے تھے اے نبی! میں دشمنوں کو اپنے ازدواج کو پردے میں رکھوں۔ اور ان کو باہر نہ جانے دیں کہ دشمن منافقین ہر وقت دشمنی میں پھرتے ہیں۔ ان کا کیا اعتبار نہ معلوم کس وقت کیا کر بیٹھیں۔ لیکن حضور اکرم صلیم منع نہیں فرماتے تھے کیونکہ عرب میں پردہ کا رواج نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رات کے وقت نکلیں تو حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور فرمانے لگے۔ ادھو یہ تو سودہ ہیں ہم نے پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جملہ اس واسطے فرمایا کہ ان کو غصہ آئے گا۔ پھر حضور اکرم صلیم سے عرض کریں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور انور صلیم منع فرمادیں گے۔ مگر حضورؐ نے منع نہ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا تھا۔ آخر کار آیت حجاب نازل ہوئی۔ پس پھر کیا تھا حضور انور صلیم نے فوراً منع فرمادیا۔

حدیث نمبر ۱۴۵ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخُوجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامُ بْنُ عَمِّيهِ الْكُبَرَاءُ - (الحدیث) ترجمہ، حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کرتی ہیں کہ آنجناب نے فرمایا کہ تمہیں فضلے حاجت کے لئے کھلے میدان میں جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا میں نے اس جملہ قد اذن لکن الخ کی بنا پر کہا تھا کہ حضرت ام بخاریؓ اس باب سے بیان جواز اور آنے والے باب سے استحباب ثابت فرما رہے ہیں اس لئے کہ قد اذن اس بات کو چاہتا ہے کہ پہلے فردج سے مانعت ہو گئی تھی۔ اور پھر اجازت ہو گئی ورنہ اجازت نزول حجاب سے پہلے بھی تو تھی پھر قد اذن کا کیا مطلب معلوم ہوا کہ یہ حکم نزول حجاب کے بعد کلام ہے

باب، التَّبَوُّزُ فِي الْبَيْوتِ ترجمہ، گھروں کے اندر فضلے حاجت کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۲۶ حَدَّثَنَا أَبُو هَرِيمَ بْنُ الْمُسْدِرِ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنِّي كُنْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لَبَعُونِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدِرًّا لِقُبْلَةٍ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنی بہن حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کر کے قضا حاجت کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي هَرِيمَةَ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَلِكَ يَوْمَ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا عَلَى لَبَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے دیکھا۔

ظہر بیتنا بیت حفصہ اور بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ہر ایک صحیح ہے جیسا کہ روایات مختلفہ میں ہے ظہر بیتنا اس لئے صحیح ہے کہ بہن کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ اور بیت حفصہ اس لئے درست ہے کہ دراصل وہ مکان ان ہی کا تھا۔ اور بیت الرسول اس لئے کہنا درست ہے کہ ازواج مطہرات کے سارے مکانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ باب خروج النساء الامام بخاریؒ اس باب میں دو نو قسم کی حدیثیں ذکر کر دی ہیں پہلی حدیث اگرچہ ترجمہ الباب کے مناسب نہیں لیکن درحقیقت اگلی حدیث کے لئے تہمید ہے اور مقدمہ ہے کہ نزل حجاب کے بعد امہات المؤمنین نے اپنی تکلیف کی شکایت عدم خروج کی صورت میں ظاہر کی تو پھر آپ نے اجازت دے دی۔

باب الْأَسْتِجَاءِ بِالْمَاءِ، ترجمہ یہ باب پانی کے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں ہے۔ حدیث نمبر ۱۲۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّائِفِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْرَجَ لِحَاجَتِهِمُ اجْتَمَعُوا نَاوَعْلًا وَمَعَنَا رَاوَعٌ مِنْ مَاءٍ كَبِيرٍ يَسْتَنْجِي بِهِمْ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت کے لئے

باہر تشریف لے جلتے تو میں اور ایک اور لوکا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتے ہمارے ساتھ پانی کا لوٹھا چھال ہوتا تھا جس سے آپ استنجا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ وہاں ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ منکرین استنجا بالما پر آگے رد آور ہے۔ امام بخاری اس باب سے استنجا بالما کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ ایک جماعت کی رائے کو اہل سنت استنجا بالما کی ہے بلکہ بعض صحابہ کرام سے نقل کیا گیا ہے۔ اگر میں پانی سے استنجا کر لوں تو بدبو میرے ہاتھ میں باقی رہتی ہے اور واقعی بدبو رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا پانی مطہر ہے جیسے روٹی سے استنجا جائز نہیں ایسے پانی سے ناجائز ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جیسے پانی کی غرض شرب ہے۔ اسی طرح اس سے اور غرض بھی وابستہ ہیں۔ توضیح۔ اغتسال وغیرہ تو امام بخاری نے ان لوگوں پر رد فرمایا

باب مَنْ مَحَمَّدٌ مَعَهُ الْمَاءُ لَطْمُورٌ ۴۔ وَقَالَ أَبُو لَدَدٌ كَذَّاءٌ أَكْبَسَ فِيكَوْ حَبِّ التَّلْبِيْنِ وَالطَّهْمُورِ وَالْوَسَادِ۔

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے وضو کے لئے اپنے ساتھ اٹھلے اور حضرت ابوالدرداء نے فرمایا کہ اے اہل عراق کیا تمہارے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک اور وضو کا پانی اور تکبیر دالے تھے یعنی ان کے ہوتے ہوئے میرے پاس سائل پوچھنے کی کیا ضرورت ہے حدیث نمبر ۱۴۹۔ كَذَّابًا سَلِيمًا بَنِي حَوْثٍ الْمِمْسَعُتُ اَنْسَا يَغُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ تَبَعْتُهُ اَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا اِذَا وُكِّدَ مِثْنًا مَاءً۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت کے لئے باہر نکلتے تو میں اور ہم انصار میں سے ایک لوکا آپ کے پیچھے چلتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک چھال ہوتا تھا (چمڑے کا برتن)

تشریح از شیخ مدنی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے قاضی ہیں۔ اہل کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس حاضر ہو کر مسائل پوچھنے لگا۔ ان میں حضرت علقمہ بھی تھے انہوں نے دعا مانگی تھی کہ ہمیں مجلس صالح مل جائے تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے یہ دعا کرنا اور میرے پاس آنا عبث ہے۔ کوفہ میں صحابہ النعلین والطمور ولسادہ بھی حضرت عبداللہ بن مسعود جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب السریج بھی ہیں ان کی موجودگی میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی مسائل ان سے پوچھتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس سے قبل یہ بیان فرمایا تھا کہ جب شیخ استنجا کرنے جائے تو شاگرد وغیرہ کو چاہیے کہ پانی لا کر رکھ دے تاکہ استنجا سے جلدی ہو جائے اب یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل یہ ہے کہ پانی ساتھ ہی لے جائے تاکہ پاکی جلدی حاصل ہو جائے۔ صاحب الغلیں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں اور صاحب الغلیں کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مجلس میں جوتا اتار کر تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ جلدی سے غلیں شریف اٹھا لیتے ہیں تو یہ کہ دنیا کہ سر پر رکھ لیتے تھے مگر روایت میں نہیں ہے اور صاحب الطہور کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلیم کہیں استنجا وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ پانی ساتھ لے جاتے اور صاحب الوسادة کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلیم جب کہیں سفر میں ہوتے تو حضور اکرم صلیم کا تکیہ ابن مسعودؓ ساتھ رکھتے۔ اداۃ من لہام میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس ماء سے استنجا کا پانی مراد ہے یا کوئی دوسرا پانی اگرچہ یہاں استنجا والا پانی مراد ہے مگر تشبیہ اذعان کے لئے آخری جملہ کو حذف کر دیا۔ مکتبہ بنی بہار۔

بَابُ حَمْلِ الْعَنْقَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي السُّتْنَجَاءِ

ترجمہ: پانی کے ساتھ استنجا کے لئے جھوٹا نیزہ اٹھانے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَعَلَامٌ رَأَى أَوَّلَهُ مِنْ مَاءٍ وَعَنْهُ يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ تَابِعَهُ أَنْصَبُ وَشَادَّ أَنْ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنْقَةِ عَصَا عَلَيْهِ رُجٌّ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلیم قضا حاجت کے لئے مکمل میدان میں داخل ہوتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا چھال اور جھوٹا نیزہ اٹھاتے تھے پانی کے ساتھ آپ استنجا کرتے تھے شعبہ فرماتے ہیں کہ عنقریب وہ لاٹھی ہے جس کے نیچے لوہا لگا ہو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علما کی رائے ہے کہ حمل العنقرہ سترہ کے واسطے ہوتا تھا کہ اگر کہیں استنجا کے بعد نماز وغیرہ کی ضرورت پیش آجائے اور کوئی آڑ نہ ہو تو اس کو سترہ بنالیں مگر یہ مطلب غلط ہے کیونکہ سترہ کا مسئلہ تو ابواب سترہ میں ہے۔ پر آ رہا ہے حضور اکرم صلیم اسے کس لئے اٹھاتے تھے۔ اسی واسطے کہ اگر کہیں سترہ کی ضرورت ہو اور کہیں آڑ نہ ہو تو اس کو گاڑ کر کپڑا وغیرہ ڈال کر اس کے ذریعہ سے اپنا پردہ کر لیں۔ یا اس لئے کہ مدینہ پاک کی زمین مٹی سخت ہے۔ تو اگر ڈھیلے نہ ملیں تو اس کی مدد سے توڑ لیں

اور اس لئے کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو کوئی پیشاب کرنا چاہے۔ فلیرتد لبولہ یعنی پیشاب کرنے کے لئے زمین کو نرم کرے تو زمین نرم کرنے کے لئے ساتھ ہوتا تھا۔ تاکہ پیشاب کے چھینٹیں نہ آئیں اور اس لئے کہ مدینہ کثیر الموام ہے تو ان موذی جانوروں سے تحفظ ہو جائے اور اس لئے کہ کوئی دوست دشمن آجائے تو اس سے تحفظ ہو۔ یہ حدیث مکہ پر منسلک آ رہی ہے یہاں مجمل ہے اور بھی کئی جگہ آئے گی لیکن ہر جگہ سند مختلف ہے کیونکہ امام بخاری کا مقصد احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ متن حدیث سے مختلف مسائل کو مستنبط کرنا ہے۔

باب الثَّانِي عَشَرَ فِي اسْتِجْثَاوِ الْيَمِينِ ترجمہ: دائیں ہاتھ سے استنجاء سے منع کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵ اَحَدُكُمْ مَعَاذُ بَنِي فَضَالَةَ اَوْ عَنْ اَبِي ثَنَا دَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِثْنَاءِ وَلَا فِي الْاَوَّلِ وَلَا يَمْسَحُ بِيَمِينِهِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک تمہارا پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو دائیں ہاتھ سے آلہ تناسل کو نہ چھوئے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔

تشریح: از شیخ زکریا۔ یہ بھی ظاہر یہ کہ نزدیک تحریم کے لئے ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک استنجاء با یمن حرام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اذ اشرب احدکم الخ اس حدیث میں دو محبتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں تو اذ اشرب احدکم فلا یتنفس فی الاثناء ہے جس کا تقاضا ہے کہ برتن میں سانس نہ لے۔ اور ایک سانس میں نہ پیئے۔ بلکہ مختلف سانس میں پئے چاہے وہ سانس برتن ہی میں لے لے۔ بظاہر دونوں تناقض ہے۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو بخاری کی ہونے کی حیثیت سے ترجیح دی ہے۔ اور میرے حضرت فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد کی دونوں روایتوں میں چار آداب بیان کئے گئے ہیں۔ د شرب کے اور د استنجاء کے۔ استنجاء کے دونوں آداب ابوداؤد اور بخاری میں مشترک ہیں کہ دونوں آداب دونوں کتابوں میں ہیں اور شرب کا ایک آداب ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے اور دوسرا بخاری میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سانس میں نہ پیئے اور نہ ہی برتن میں سانس لے بلکہ مختلف سانسوں میں برتن کو منہ سے الگ کر کے پیوئے اور دوسری بحث فلا میس ذکوہ بیمنہ

ولا یتسحر بيمينه میں ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حدیث کے دونوں جہلوں میں تعارض ہے اس لئے کہ حدیث کے جملہ ادلی کا تقاضا یہ ہے کہ مسن ذکیہ الیمین نہ ہو اور جب مس بالیمین نہ ہوگا تو بائیں سے استنجا کیونکر کرے گا۔ اس لئے کہ بائیں سے تو ذکر کو پکڑے گا۔ اور دوسرے جملہ کا تقاضا یہ ہے کہ دائیں سے استنجا نہ کرے۔ تو اگر بائیں سے استنجا کرے گا تو ذکر دائیں سے پکڑنا ہوگا اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی دیوار ہو تو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر دیوار سے خشک کرے ورنہ ڈھیلا دونوں ایڑیوں میں لے کر سرین کے بل بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے ذکر پکڑ کر اس ڈھیلے سے رگڑے علامہ عینی نے بھی اس بحث کو ذکر فرمایا ہے میرے حضرت ثعجب سے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خطابی کو کیا خلیان پیش آگیا۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے بچے تک بھی جانتے ہیں کہ اسی بائیں ہاتھ سے ڈھیلا پکڑے اور اسے ذکر کے منہ پر لگا کر انگوٹھے سے ذکر کو دبائے مگر میری رائے یہ ہے کہ اتنے بڑے علامہ کا اشکال اپنے اندر کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رکھتا ہے پھر علامہ عینی نے اسے نقل بھی فرمایا ہے لہذا اس کی وجہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے سامنے پیشاب خشک کرنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں رائج ہے کہ ڈھیلے کو ذکر کے سوراخ پر رکھ کر اسے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دبائے بلکہ اس صورت میں اور تلوث ہوگا اور پیشاب پھیل جلنے گا۔ لہذا اپنے اختیار سے تلویث بالبول لازم آتی ہے۔ اور وہ ممنوع ہے۔ لہذا ان کی نظر میں یہ ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف گذارتے ہوئے خشک کرے اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کسی چیز سے پکڑے واللہ اعلم حسودا کرم صلعم نے تنفس فی الماء سے اس لئے منع فرمایا کہ سانس کے ذریعہ جو جراثیم باہر آتے ہیں وہ پانی میں گر جائیں گے اور اسے پانی کی برودت مٹ جانے کی پھر ان کے پیئے سے بیماری کا اندیشہ ہے نیز اگر کچھ ناک سے نکل کر گر پڑے تو طبیعت کو کراہت بھی ہوتی ہی ہوگی۔

باب لَا یَمِیْنُکَ ذَکْرُکَ بِیَمِیْنِکَ اِذَا بَالَ۔

ترجمہ، پیشاب کرتے وقت اپنے آئنے تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہ روکے۔

حدیث نمبر ۵۲ احَدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ الْوَاعِظِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ

النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَالَ اَحَدُکُمْ فَاکْذَبْ ذَکْرَکَ بِیَمِیْنِکَ وَلَا

یَسْتَنْجِحْ بِیَمِیْنِکَ وَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْوُثَاغِ (الحدیث)

ترجمہ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب ایک تمہارا پیشاب کرنے لگے تو اپنے ذکر کو داییں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی داییں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

تشنیجیہ از شیخ مدنیؒ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جملے جزا پر معطوف ہیں تو پھر تینوں مقید نہیں ہیں۔ صوف جملہ اولیٰ مقید ہے۔ اس لئے کہنا پڑے گا کہ دونوں جملے مجموعہ شرط اور جزا پر معطوف ہیں۔ اشکال تب ہوگا جب شرط پر عطف ہو۔ یہ ایسے ہے جیسے لا یستفقد موت کا عطف لا یتاخذون پہلے معطوف علیہ مقید ہے اور لا یستفقد موت کا عطف صرف جزم پر نہیں بلکہ مجموعہ شرط و جزا پر ہے تشنیجیہ از شیخ زکریاؒ روایت سابقہ میں مطلقاً مس ذکر بالیمین سے ممانعت ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت عام ہے یا استنجا کے ساتھ خاص ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں کی تائید کی جو کہتے ہیں کہ استنجا کے وقت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس وقت ذکر نہیں ہوتا ہے۔ اور ہمیں شریف اعمال کے لئے ہے تا ذرات کے لئے لیسا ہے۔ لہذا داییں ہاتھ سے نہ پکڑے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بیان اولویت کے لئے ہے۔ یعنی آدمی کو استنجا کے وقت ذکر کو پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب اس وقت ہی منع کر دیا گیا تو بلا ضرورت پکڑنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب ۱۵۳ اِلَّا سَتَجَاءَ بِالْحِجَارَةِ ترجمہ، تمہارے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں۔
حدیث نمبر ۵۳ اَحَدُنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَلْمَلِکِیُّ اَلْحَرَمِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنُوْتُ مِنْهُ فَقَالَ الْبَغِيُّ اَحْجَاؤُنَا اَسْتَفْضِ بِمَا اَوْ تَحْوَهُ وَلَا تَاتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَاتَيْتُهُ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ شِیْءٍ فَوَضَعْتُمَا اِلَى جَنْبِهِمَا وَاعْوَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى اتْبَعَهُ بِهَيْئَةٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ صلعم کے پیچھے چلا جبکہ آپ فضل نے حیات کے لئے باہر نکلے اور آپ کی عادت تھی کہ ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ پس میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کچھ تمہارا تھک کر دھن سے میں استنجا کروں یا اس جیسا لفظ فرمایا لیکن یاد رکھنا ہڈی اور او پلانہ لانا تو میں نے اپنے کپڑوں کے کنارے میں چھپا کر آپ کے پہلو میں رکھ دیئے اور خود آپ سے الگ ہو گیا۔ جب آپ قضا حاجت کر چکے تو ان چھپوں کو استعمال فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا محض علماء فرماتے ہیں کہ استنجا بالاحجار منسوخ ہو گیا۔ لہذا امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہاں ایک مسئلہ خلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ استنجا بالاحجار کی حقیقت کیا ہے تطہیر یا تغلیل نجاستہ۔ تو سمجھ تو کہ احکام کے اندر جو اختلاف ہوتا ہے۔ اکثر اختلاف مناط کی بنا پر ہوتا ہے اور مناط کا مطلب علت اور وجہ حکم ہے۔ تو یہاں استنجا بالاحجار میں شافعیہ اور خابہ رد کی رائے تو یہ ہے کہ وہ مطہر ہے اور یہ حکم تبعیدی ہے اور حکم تبعیدی کا مطلب یہ ہے کہ قیاس کو اس میں دخل نہیں اور مدرک بالمرائے نہیں جیسا کہ تیمم میں طہارت کا حصول تبعیدی ہے۔ کوئی امر معقول نہیں ہے اس لئے کہ پانی سے توازالہ ہوتا ہے۔ اور مٹی سے بچلنے ازالہ کے اور تلویث ہوتی ہے اور پھر مٹی کو مرض اور عدم ناک صورت میں پانی کے قائم مقام کر دیا گیا۔ یہ بیردن ازاں اک عقل ہے اسی طرح حجارہ سے استنجا کوئی امر معقول نہیں بلکہ امر تبعیدی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی امر تبعیدی ہو کرتا ہے۔ تو اپنے مورد پر مقتضی (رہند) ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حدیث میں ثلثہ احجار آگیا ہے تو بیردن اس عدد کے استیفا کئے ہوئے استنجا ہی حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح احجار ہونا چاہیے اگر روٹ خشک ہے کسی نے کر لیا۔ ہڈی استعمال کر لی تو استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک مناط استنجا بالاحجار کا تغلیل نجاستہ ہے اور یہ حکم مدرک بالقیاس و امر معقول ہے۔ تبعیدی نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی ایسی چیز سے استنجا کرے گا جس سے تغلیل ہو جائے تو استنجا ہو جائے گا۔ مثلاً کپڑے سے یا کوئلہ یا روٹ خشک سے یا ہڈی سے ہاں خلاف سنت ہوگا۔ اسی طرح تین مرتبہ ضروری نہیں البتہ احجار استغرض ہما یہ حنفیہ اور مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ کہ مقصود صاف کرنا ہے۔ حضور اکرم صلیم نے استتفاض فرمایا لہذا جس سے بھی استتفاض حاصل ہوگا اس کا استعمال جائز ہوگا۔ او نحوه ای قولہ قریبا من هذا اللفظ۔

باب لَا یَسْتَنْجِیْ بِرُؤُثٍ، ترجمہ باب کہ اوپلے سے استنجا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۴ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ أَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِلُ قَامَ مَرِيًّا أَنْ أَرِنِيهِ شَلَا شَةً أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَآتَمَمْتُ الثَّلَاثَ ذَلِكُمْ أَحَدٌ فَأَخَذْتُ دَوْثَةً فَأَيْتَمَتُهُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْفَى التَّوَدَّةَ وَقَالَ هَذَا رَكْعَتٌ الْوُ

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم کھلی جگہ تشریف لائے اور مجھے

علم دیا کہ میں آپ کے لئے تین پتھر لاؤں اور میسے کو میں نے تلاش کیا لیکن نہ پایا تو میں ادب لے آیا اور ان سب کو آپ کی خدمت میں لے آیا آپ نے دونوں پتھر تولے لئے اور ادب لے کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجس تشنہ ام از شیخ مدنی امام ترمذی نے امام زہری کی روایت کو مجروح کیا تھا۔ حالانکہ یہ روایت اور دوسری روایات زہری کی قبول کی ہیں۔ لیکن مصنف نے اسے ترک کر دیا۔ یعنی اسرائیل کی روایت ابو عبیدہ عن ابیہ ہے کیونکہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے نہیں ہے۔ لہذا اسرائیل کی روایت منقطع ہوگی لیکن اس جگہ ابو عبیدہ کی بجائے عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ تو اس طرح یہ روایت متصل ہوگئی

تشنہ ام از شیخ ذکر کیا یہ باب سابقہ کا مکمل ہے۔ اس سے پہلے بیان کیا تھا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے۔ ان کے نزدیک ردث اور عظم سے استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور جو امر معقول مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ گوشت اور عظم سے استنجا کرنے کی ممانعت ان کی ذات میں کسی امر کی بنا پر نہیں بلکہ وہ ایک عارض کی بنا پر ہے جو مسلم اور ترمذی کی روایت میں مذکور ہے کہ جنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توشہ مانگا تھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توشہ میں ہڈی اور ردث عنایت فرمائی تھی۔ ہڈی خود ان کے استعمال کے واسطے اور ردث ان کے دواب کے واسطے تو ان کے لئے کارآمد ہونے کی بنا پر اس سے استنجا سے منع فرما دیا۔ لیکن ابو عبیدہ دہ ذکور اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ زہیر ابواسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا کہ یہ روایت دو طرح سے مردی ہے۔ ایک ابو عبیدہ بن مسعود اور ایک عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو میں نے جو روایت بیان کی ہے۔ وہ عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود ہے کیونکہ یہ اگرچہ نازل بدرجہ ہے عن ابی عبیدہ عن ابن مسعود سے مگر اس کا اتصال یقینی ہے۔ اور ابو عبیدہ کی روایت اگرچہ بیکہ درجہ علی ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ہے یا نہیں تو چونکہ اس میں احتمال ہو گیا اس لئے اس کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ حاصل یہ ہے کہ ابواسحاق دو اساتذہ سے روایت کرتے ہیں اول میں ابو عبیدہ عن ابیہ عبداللہ اور دوسرے عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو ابواسحاق کہتے ہیں کہ یہ روایت مجھ سے عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کی نہ کہ ابو عبیدہ نے معنی میں اس وقت ابو عبیدہ کی روایت نہیں بیان کر رہا ہوں بلکہ عبدالرحمن بن الاسود سے نقل کر رہا ہوں شراح فرماتے ہیں کہ اس کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ

روایت منقطع ہے۔ اور اس کے رد کی طرف اشارہ کیا۔ اور دوسرا طریق متصل ہے اس کو ذکر فرمادیا۔ لیکن اس مقام میں امام ترمذی نے امام بخاری کی مخالفت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ والا طریق ارجح ہے اس لئے کہ اس کو ابواسحاق سے اسرائیل نقل کرتے ہیں اور ان کی روایت دوسرے تلامذہ ابی احنن سے ارجح ہے اسی طرح ائمہ میں صحیح روایات کے باب میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ لہذا نہ تو امام بخاری پر کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ امام ترمذی پر اسی طرح امام ابو حنیفہ پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے ان کی روایات ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ اگرچہ دوسروں کے نزدیک ان میں کلام ہو واللہ اعلم والتمست الثالث فلو اجدنا بظاہر بخاری کی روایت خفیہ کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے تیسرا پتھر تلاش کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

باب الوُضوءُ مَرَّةً مَرَّةً - ترجمہ، وضو ایک ایک مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۵ أَحَدُنَا لِحَدِّ بْنِ يُونُسَ الْخِزْمِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک ایک مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوُضوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ - ترجمہ، دو دو مرتبہ وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶ أَحَدُنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى الْخِزْمِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ -

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو دو مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوُضوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا - وضو تین تین مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۷ أَحَدُنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْخِزْمِيُّ أَنَّ جُمُوحَ بْنَ عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَقْرَعَ عَلَى كَفِّهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَسَلَّمَ ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضَى وَاسْتَنْشَقَ ثَوْبَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَجَمَعَ ثَلَاثًا وَيَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَوْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَوْبَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَى الْكُعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ ثَوْبًا وَضَوَّاهُ هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَكِنْ عُرِضَ عَنْ حُجْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَا أَحَدَ تُشْكُهُ حَدِيثًا لَوْ لَا أَنَّهُ مَا حَدَّثَ تُشْكُوهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْعَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُضُّوا لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرِضَ وَهُوَ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا الْآيَةَ

ترجمہ، حضرت حمران مولا عثمانؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے برتن منگایا اور اس سے اپنی تھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دایاں ہاتھ برتن میں داخل کر کے گلی فرمائی اور ناک کو صاف کیا۔ پھر تین مرتبہ چہرہ کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ کہنیوں تک دھویا پھر سر کا مسح کیا اور تین ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے میرے اس وضو جیسا وضو کیا پھر دو رکعت نفل ایسی حالت میں پڑھی کہ اپنے نفس سے باتیں نہیں کہیں تو اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؓ نے حمران سے یوں حدیث بیان کی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا جو آج تک میں نے تمہیں بیان نہیں کی میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو بنایا پھر نماز پڑھی تو اس کے درمیان اور اس کی اس نماز کے درمیان جو اس نے ادا کی جتنے گناہ ہوں گے وہ سب بخش دیے جاتے ہیں۔

تفسیر شیخ از شیخ زکریاؒ میں نے یہ کہا تھا کہ جن لوگوں نے بیعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرد ترجمہ قرار دیا ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ اس کا مستقل باب آرہا ہے۔ اور وہ یہی ہے وہاں اجمالاً آیت کی تفسیر فرمادی۔ اور یہاں مستقل ابواب میں ہر ایک کو ذکر کر دیا۔ باب الوضوء ثلاثا ثلاثا مرة مرة اور مرتین مرتین کے ابواب گذر چکے یہاں تفصیلاً ثلاثا ثلاثا کو بھی ذکر فرمایا۔ دعا بآنا فاخرجوا حضرت صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات اپنے شاگردوں کے سامنے کر کے دکھلاتے تھے۔ اس لئے تعلیم فعلی بہتہ تعلیم قلبی کے اوقع فی النفس ہوا کرتی ہے من نوضا وضو ہی ہذا یہاں دو بخشیں ہیں۔ اول یہ کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کا ترتب دو چیزوں پر ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر دوسرے اس وضو کے بعد دو رکعت پڑھنے پر اور سن کی واپس میں ہے کہ جو شخص وضو کرتا ہے اس کے کلی کرنے سے وہ گناہ گل جاتے ہیں جو اس نے منہ سے کہے اور

جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ اور منہ کے ساتھ ساتھ منہ کے گناہ اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ کے گناہ اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کے گناہ غرضیکہ ہر عضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو سنن کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ مغفرت کا ترتب صرف ہر وضو ہوتا ہے لہذا روایات میں تعارض ہو گیا اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور یہ بہت سی جگہوں پر چلے گا وہ یہ کہ علمائے بیان فرمایا ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو اس بارے میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب کسی فعل قلیل پر مرتب ہو گا۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امر زائد پر مرتب ہو گا۔ تو امر زائد والی روایت مقدم ہوا کرتی ہے۔ اور قلیل والی مؤخر۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلیم کی شفقت اور اپنی امت کے واسطے دعاؤں اور حضور اکرم صلیم کی ریاضات کی بنا پر امتیہ محمدیہ پر اپنے انعامات روز افزوں فرماتے رہتے ہیں۔ یہ جواب تو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے۔ اور بہت سے مقامات پر جہاں اس قسم کا تعارض ہو تو قیام جاری ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ثواب دو الگ الگ چیزوں پر مرتب ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر اور دوسرا دو رکعت نماز باوصاف پڑھنے پر اور یہ امر اتفاقی ہے۔ کہ یہاں وضو اور نماز دونوں کا ذکر آگیا۔ ورنہ پہلے سے کوئی متوضی ہوا اور اس نے پھر دو رکعت اس صفت کے ساتھ پڑھی جو مذکور فی الحدیث ہے تو اس کو بھی مغفرت حاصل ہوگی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ جب وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ہر سر فعل پر مغفرت کا ترتب ہو رہا ہے تو اگر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے تو یہ دو رکعتیں کیا کریں گی۔ اس کا جواب قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ ہے کہ مغفرت محل مغفور کے ساتھ مصادف ہو تو رفع درجہ کا سبب ہوتی ہے۔ تو اس نے جب وضو کر لی۔ اور گناہ معاف ہو گئے تو اب جو وہ دو رکعت پڑھے گا۔ اس سے اس کی ترقی درجات ہوگی۔ یہی جواب دہاں بھی چلے گا کہ جب دو رکعت سے مغفرت ہو جاتی ہے اور وضو سے بھی ہوتی رہتی ہے۔ تو روزانہ کے گناہ معاف ہو گئے پھر الجمعة الی الجمعة کفارة لما بیضما کا کیا مطلب ہوا۔ اور اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف ہو گئے تو پھر محرم کے روزے سال بھر کے کون سے گناہ معاف کر ایں گے اگر یہاں بھی معاف ہو گئے تو پھر ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے گناہ کیا معاف کرائے گا۔ ان سب کا جواب یہی ہے کہ اولاً وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی اور اگر کچھ رہ گیا تو دو رکعت سے ہو جائے گا۔ اور باقی ترقی درجات ورنہ پھر ذی الحجہ کے روزے سے معاف ہوں گے اور باقی رفع درجات کا باعث بن جائیں گے اگر کچھ رہ گیا کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی نماز ایسی

نہیں ہوتی جس سے سارے گناہ معاف ہو جائیں اور پھر اس کے ضمن میں یہ بات ہے کہ مغفرت کن معافی کی ہوئی ہے۔ آیا صرف صفات کی یا صفات اور کلمات سب کی۔ عام علما کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ ایسے مواقع پر جہاں مغفرت کا تذکرہ ہے الفاظ عام ہیں مگر مراد خاص ہے۔ یعنی صفات ان آیات کی بنا پر جن میں لا اثم تاب کا استثناء موجود ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب ان افعال سے سب گناہ معاف ہو چکے تھے۔ تو پھر استثناء لا اثم تاب کی کیا ضرورت؟ معلوم ہوا کہ کچھ گناہ باقی رہ گئے اور وہ کلمات ہی ہیں۔ لہذا ہم کہ محتاج تو بہ ہیں اور میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ کلمات صفات سب ہی مراد ہیں کیونکہ روایت کے الفاظ عام ہیں۔ باقی رہی تو بہ تو وہ خود حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ تو بہ کہتے ہیں ندامت کو۔ اور جب کوئی اس طرح وضو کرے گا اور نماز پڑھے گا تو اس کو خود بخود ندامت حاصل ہوگی۔ اور نماز میں خود الفاظ استثناء موجود ہیں اور دوسرا جواب میرے والد صاحب یہ دیتے ہیں کہ مومن کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کلمات کا ارتکاب کرے اور اگر کبھی صدور ہو جائے تو اس کو چین ہی نہ آئے تا آنکہ تو بہ کر کے اپنے گناہ معاف نہ کر لے۔ اب صفات ہی رہ گئے وہ ان افعال سے معاف ہو جائیں گے۔

دوسری بحث لا یجدت فیہما نفسہ میں ہے۔ قاضی عیاض اور علامہ نوویؒ مسلم شریف کے بہت قدیم شاح ہیں قاضی عیاض مالکی ہیں اور امام نووی شافعی اور بہت ہی متعصب۔ مسائل میں شافعی کے یہاں عامۃً دو قول ہیں قدیم اور جدید اور بعض میں تین تین اور چار چار قول ہیں۔ ان کی عادت ترجیح میں یہ ہے کہ کبھی قول قدیم کو ترجیح دیتے ہیں اور کبھی جدید کو۔ امام نوویؒ کی عادت شرح مسلم میں یہ ہے کہ جب کوئی حدیث مسلم میں آئے گی اور امام شافعیؒ کے کسی قول کے مطابق ہو۔ تو کہتے ہیں یہ قال الشافعی اور شرح منہج ہیں اس کے خلاف جو قول امام شافعیؒ سے مشہور ہوئے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام نوویؒ اور قاضی عیاض میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے اور جہاں کہیں اختلاف ہو گیا ہے۔ تو وہ پھر آخر تک چلا آیا ہے۔ خواہ حافظ ابن حجر ہوں یا علامہ عینیؒ یا علامہ قاریؒ یا حافظ سیوطیؒ اور ہر ایک کے متبعین موجود ہیں۔ تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کی بات نہ کرے۔ مطلقاً خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ اختیار سے ہو یا بلا اختیار کے اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ امور غیر اختیار یہ اس سے خارج ہیں اس لئے کہ حدیث میں ہے ان الله تجاوز عن امتی ما۔ سو فہمما قاضی عیاض کے متبعین کہتے ہیں کہ امور غیر اختیار یہ میں تجاوز کا وعدہ ہے۔ باقی اس پر انعام بھی ہو گا اس کا کوئی وعدہ نہیں ابن ارسلان

حافظ بن حجر کے شاگرد اور ابو داؤد کے شراح ہیں انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا کہ دنیا کے امور غیر اختیاریہ اور آخرت امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاری مضر نہیں ہیں، لیکن عروۃ یحدث عن حملان اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن شہاب کے دو استاذ ہیں ایک عطاء بن یزید ان سے تو روایت متقدمہ لی گئی ہے۔ دوسرے عروہ ان سے یہ روایت ہے۔ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایک ایک حدیثیں ہیں اولہ آیتہ ما حدثناکہ۔ اس لئے نہ بیان کرتے تھے کہ تم انتہا کر لو گے الاغفرلہ مصنف نے اس جملہ کی وجہ سے حضرت عروہ کی روایت ذکر کی ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں غفرلہ ماتقدم وارد ہے۔ اس روایت سے ماتقدم کی تحدید معلوم ہو گئی۔ الغرض امام بخاری نے یہ تین باب قریب قریب ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے مقصود ہر ایک کا جواز ثابت کرنا ہے۔ ہر طریق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ البتہ تیسرا طریق استخباب و سنون کا درجہ رکھتا ہے، لا یحدث فیہما نفسہ ابن ارسلان جو ابن حجر کے تلمیذ ہیں۔ انہوں نے اس جملہ کی تفسیر لا یحدثت نفسہ فی امور الدنیا سے کی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دینی اور اخروی بات کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ممانعت صرف دنیا کی بات کی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے انا اجمع فی جیشی فی الصلوۃ غفرلہ ماتقدم یہ اور اس قسم کی روایات کثرت سے آئی ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن دیکھو تو معلوم ہو گا کہ کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ اور امام غزالیؒ کی اجبا العلوم دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا درد ازہ بالکل بند ہے۔ یہاں حدیث میں ماتقدم ہے لہذا جمیع ذنوب کو شامل ہو گا لیکن اس کے باوجود اس عموم سے اجماعاً صغائر مراد ہیں۔ کیونکہ کبار بغیر توبہ کے معاف نہیں ہونے الا ماشاء اللہ۔ علامہ جزیریؒ نے لکھا ہے کہ توبہ کی حقیقت فقط زبان سے کہنا نہیں۔ ورنہ ہماری یہ توبہ خود گناہ ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں اغفر لی کہتا چاہیے۔ استغفر اللہ نہیں کہنا چاہیے۔

باب الاِستِثْثَارِ فِي الْوُضُوْءِ ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، وضو میں ناک صاف کرنا۔ اس کو عثمان بن عبد اللہ بن زید اور ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَيِّفٍ أَخْبَأَنَا يَحْيَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْتِزْ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيَبْزِزْ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص وضو

کرے اس کو ناک صاف کرنی چاہیے اور جو ڈھیلے استعمال کرے۔

خشک پے از شیخ ذکر کیا۔ استنثار کہتے ہیں ناک جھاڑنے کو۔ امام بخاریؒ نے یہاں کیا باریکی فرمائی

کہ استنثار کو مضمضہ پر مقدم کر دیا۔ حالانکہ مضمضہ پہلے ہونا چاہیے تھا۔ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ منہ

کی نسبت ناک میں زیادہ تندر ہے۔ ^(ناک) نواف باعتماد فم کے باطن ہے اور فم ظاہر ^(منہ ظاہر) امام بخاریؒ نے استنثار

کو مقدم فرما کر اشارہ کر دیا کہ تطہیر باطن تطہیر ظاہر سے مقدم ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے

کہ استنثار کے مسئلہ میں بہ نسبت مضمضہ کے ائمہ کے یہاں زیادہ اہمیت ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں

تو دونوں غسل اور وضو کے اندر سنون ہیں، اور حنفیہ کے ہاں غسل میں دونوں واجب دوسرے یہ کہ دونوں کو

اندر سنت ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ استنثار دونوں کے اندر واجب ہے اور مضمضہ دونوں میں سنت ہے تو استنثار

میں اہمیت زیادہ ہو گئی۔ حالانکہ امام احمدؒ کی روایت میں استنثار دونوں واجب اور مضمضہ سنت ہے۔ لہذا

اس کو مقدم فرما دیا۔ اور ساتھ ہی ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا یہ کہ ترتیب وضو شافعیہ کے یہاں

واجب ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب بدل کر اشارہ فرما دیا کہ ترتیب

واجب نہیں امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو باب ایک مرتبہ گزر گیا کسی بھی مناسبت سے اس کو دوبارہ

ذکر نہیں فرمائیں گے۔ تو اب یہاں سے تفصیل ذکر فرماتے ہیں تو ترتیب کے اعتبار سے پہلے مضمضہ پھر استنثار

اور پھر غسل وجہ کا ذکر ہونا چاہیے لیکن غسل وجہ کا ذکر آچکا ہے اور جس مناسبت سے بھی آیا ہے۔ وہاں بیان ہو

چکی۔ اب یہ کہ مضمضہ کو پہلے بیان کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر کے اشارہ فرما دیا کہ

وضو کے اندر ترتیب نہیں ہے۔ اور یہ توجیہ تمام ابواب میں چل سکتی ہے کہ ابواب الوضو کے اندر مصنفؒ

نے جو ترتیب قائم نہیں فرمائی تو اس سے تنبیہ کرنا ہے کہ ترتیب فی الاعضاء وضو میں نہیں ہے۔ مسئلہ

ترتیب میں اختلاف ہے۔ اصناف کے نزدیک ترتیب واجب نہیں البتہ امام شافعیؒ کے یہاں واجب ہے

باب اَلَا يَسْتَجْمَرُ وَتَرَا۔ ترجمہ، کہ استنجا میں طاق ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں

حدیث نمبر ۱۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتَنْتِزْ

اِذَا اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِرْ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِمَّنْ نَوْمِهِ فَلْيُحْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ اَنْ يُدْخِلَهَا
فِي وَصْوَتِهِ فَلَنْ اَحَدُكُمْ لَا يَدْرِي اَيُّ بَا تَتْ يَدُهُ (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابو سریرہؓ سے مروی ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ایک تمہارا وضو کرے تو اپنے ناک میں پانی کرے پھر ناک جھاڑے اور جو استنجا کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے اور جب ایک تمہارا اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرنے سے پہلے دھو لے کیونکہ ایک تمہارا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں بسر کی۔

تشریح: از شیخ ذکر کیا۔ کہاں استنثار کا ذکر کر رہے تھے اور کہاں استجمار میں پہنچ گئے، مگر کرائی کو تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ انہوں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے ابواب کے درمیان کوئی ترتیب نہیں رکھی لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے بڑی اچھی ترتیب رکھی ہے۔ یہ باب بھی بے ترتیب اور سبب نہیں ہے بلکہ یہ باب درباب ہے اور باب درباب کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایات کے درمیان کوئی لفظ اہم ہوا کرتا ہے۔ یا کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ تو اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے باب باندھ دیتے ہیں۔ ورنہ وہ کوئی مستقل باب نہیں ہوتا کیونکہ باب سابق کی روایت میں استجمار کا ذکر بعضی من استجمر فلیؤتر تھا اس لئے اس پر باب باندھ لیا اور اس باب کو باب سابق سے یہ مناسبت ہے کہ جب استجمار کے اندر اتیار ہے تو استنثار کے اندر بطریق اولیٰ ہوگا۔ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِمَّنْ نَوْمِهِ یہاں اشکال یہ ہے کہ من نومہ کی قید کیوں لگائی۔ کیونکہ ہر شخص اپنی ہی نوم سے بیدار ہوتا ہے دوسرے کی نوم سے بیدار نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس سے صرف مخاطبین مراد ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ان کی نوم ناقض للوضو نہیں ہے۔ تاہر یہ کہی راتے یہ ہے کہ پانی میں بغیر ہاتھ دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز نہیں اگر ڈال دیا تو پانی ناپاک ہوگا ایسی ظاہر یہ کہی یہ راتے ہے کہ اگر پیشاب مارا کہ میں ڈال دے تو پاک ہے گا اگر اس میں کڑے تو ناپاک ہوگا اور یہاں یہ ہے کہ اگر ہاتھ نہ دھو یا تو ناپاک ہو جائے گا۔ جمہور کے نزدیک ہاتھ دھونا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس لئے کہ ہاتھ سوتے وقت بالیقین پاک تھا اور سونے کے بعد اس کے دھونے کے امر کو ایک امر موہوم پر معلق فرمادیا۔ جو کسی شیتی موہوم پر معلق ہو وہ واجب نہیں ہوتا خان الیقین لا یزول بالمشک ظاہر یہ کہی طرف سے اعتراض کیا گیا۔ کہ تم یہ کہتے ہو کہ سونے سے وضو ٹوٹ

جلئے گا اس لئے کہ خروج ریح کا احتمال ہے۔ تو یہاں ایک مختل پر وضو کو واجب کرتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وضو من النوم کی وجہ خود حضور پاک کی حدیث میں مذکور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ایقان وکلو (استہ) آنکھیں پرین کا بندھن ہیں) اور جب آدمی سو جاتا ہے تو وہ بندھن کھل جاتا ہے اور جب بندھن کھل گیا تو احتمال خروج نہیں بلکہ منقطع خروج ہے۔ لہذا یہاں ظن غالب یہ ہے کہ وضو ٹوٹ گئی اس لئے ہم نے وضو من النوم کو واجب قرار دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دونو جگہ فرق ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر نیاس کرنا غلط ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غسل یدین کا امر بعد الاستیقاظ فرمایا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ سونے کے وقت یہ احتمال ہے کہ انتشار ذکر ہو۔ پھر دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا ہاتھ وہاں تک پہنچ جائے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے خروج مذی ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھ پر لگ جائے۔ تو یہاں ہاتھ کا ناپاک ہونا تین امور کے احتمال پر موقوف ہے۔ ایک انتشار ایک ہاتھ کا وہاں تک پہنچنا۔ اور ایک مذی کا خروج تب کہیں جا کر ہاتھ ناپاک ہوگا۔ توجہ یہاں درمیان میں دو تین احتمال پیدا ہو گئے تو اس احتمال کا درجہ بہت اعلیٰ ہو گیا۔ بخلاف نوم کی حالت کے کہ وہاں خروج ریح کا احتمال کسی اور امر کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ تو وہ احتمال اتنی ہی ہے جس کو غلبہ وطن سے تعبیر کیا جاتا ہے اس وجہ سے وہاں وضو واجب ہے اور یہاں وضو واجب نہیں۔ اب یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ غسل یدین یہ جز وضو ہے جس کا حکم آیت کے اندر ہے یا نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جز وضو نہیں ان کے نزدیک اس کے موافق احکام ہوں گے۔ وہ یہ کہ بسمہ اس غسل کے بعد ہوگا۔ اور وضو کی نیت بھی بعد میں ہوگی۔ اور اگر غسل الوجہ کے بعد یہ سوچ کر کہ اتنا ہاتھ نہ دھو چکا ہوں۔ لہذا باقی پر اکٹفا کر لیں تو یہ کافی نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اسے جز وضو کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بسمہ اس غسل کے قبل اور نیت بھی جن کے یہاں نیت ضروری ہے۔ جو لوگ اسے جز وضو نہیں مانتے وہ حدیث باب میں درود کی بنا۔ پر کہتے ہیں اور جو جزو قرار دیتے ہیں۔ وہ احتمال نجاست کے عارض کی وجہ سے تقدم مانتے ہیں جیسے غسل وجہ فرض ہے اور مضمضہ۔ استنشق کمالات میں سے ہونے کی وجہ سے سنت میں لہذا اس کو بعد ہونا چاہیے لیکن چونکہ وضو اس پانی سے ہوتا ہے۔ جو پاک ہے اور اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کے رنگ دیو اور مزہ میں فرق نہ آئے۔ تو رنگ آنکھ سے معلوم ہوگا اور اس کا مزہ مضمضہ سے اور بو استنشق سے معلوم ہوگی۔ پھر اس کے بعد فرض وضو شروع ہو گا۔ فانہ لا یدری ابن بابت یدہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اہل عرب کا دستور

لنگی باندھنے کا تھا۔ اور ذکر انسان قائم اللیل مشہور ہے۔ رات کو اس میں انتشار ہو کر استادگی ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات بحالت استادگی وہاں ہاتھ پہنچ جاتا ہے اور اس وقت میں منی نکل جانے کا احتمال ہے اس لئے دھونے کا حکم فرمایا کیونکہ اگر ہاتھ پر کچھ لگا ہوا ہو گا تو پانی اگر قلیل ہوا تو ناپاک ہو جائے گا اور مالکیہ کے ہاں چونکہ ناقلیل اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ بگاڑا اور مزہ نہ بدل جائے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ علت نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر نظافت پر مبنی ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ رات کو ہاتھ کہیں گیا ہو اور کھجلیا ہو اور اس پر کچھ قبل لگا ہو۔ اور وہ ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو نظافت نہیں رہے گی۔ غور سے سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ الفاظ میں تصریح فرمادی۔ اور ذرا بھی شرم نہیں فرمائی اور میں سمجھتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کر کوئی جہاد اہل نہیں ہو سکتا۔ تو میں کون ہوتا ہوں جو شرماؤں لہذا میں بھی تصریح کرتے دیتا ہوں کہ یہاں جہور نے جو وجہ بیان فرمائی کہ غسل الیدین کا حکم احتمال تلوث بالمذی کی وجہ سے ہے اس پر میرے حضرت جب مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اہل نسائی میں یہ روایت ہے اس کو پڑھا۔ اور کتب حدیث کی ادائل پرہیز کر اجازت لی تو اس وقت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے اشکال کیا۔ کہ ہاتھ کو محض تلوث کی بنا پر دھونے کا حکم ہے تو پا جامہ کی میانی ہر وقت پاس رہتی ہے وہاں نجاست کا زیادہ احتمال ہے تو پھر اس کے دھونے کا حکم کیوں نہیں فرمایا تو حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پا جامہ کی نجاست لازم ہے۔ اگر متحقق ہو جائے کہ لگی ہے تو ایک دو وقت کی نماز لوٹلے بخلاف نجاست یہ کہ وہ متعدی ہے کیونکہ اگر ہاتھ ناپاک ہونے کی صورت میں پانی میں پڑ گیا۔ تو جتنے لوگوں نے اس سے وضو کی ہوگی۔ سب کی نماز باطل ہوگی۔ اور جہاں جہاں اس پانی کی چھٹیٹیں گئیں وہ بھی ناپاک ہوگا لہذا اس سبب سے ہاتھ کے دھونے کا حکم فرمایا۔

باب غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ وَلَا يَمْسُحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

ترجمہ، باب دونو پاؤں کے دھونے کے بارے میں اور یہ کہ قدمین پر مسح نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفَرَةٍ فَأَذْرَكُنَا وَقَدْ أَرَهَقْنَا الْعَصَا فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لَّأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے

پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے میں اس حال میں آکر پایا کہ ہم میں عصر کی نماز نے مشقت میں ڈال دیا تھا یعنی اس میں تاخیر ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں پر ہلکا پانی بہا رہے تھے۔ تو آپ نے اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان ایڑیوں کے لئے جہنم کی ہلاکت ہے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

لشعیرے از شیخ ذکر کیا۔ یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے اس لئے کہ استنثار کے بعد تو استنجار کرنے چلے گئے تھے اور پھر غسل جلیں شروع کر دیا۔ مگر اس میں کوئی تنافر نہیں بلکہ بہت عمدہ مناسبت ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کوئی ناک میں پانی نہ ٹپکے بلکہ یوں ہی ہاتھ تر کر کے ناک صاف کرے تو سنت حاصل نہ ہوگی جس طرح کہ غسل جلیں ضروری ہے۔ مسح کافی نہیں ہوگا۔ روایت الباب باب رفع الصوت بالعلم میں گندہ لکھی ہے اور یہ ترجمہ شارح ہے۔ ترجمہ شارح کہتے ہیں کہ جس جگہ روایت کسی جملہ کے معنی میں اجمال ہو تو ترجمہ اس کو واضح کر دے تو یہاں روایت کے اندر آیا کہ منسم علیٰ ارجلسنا اس کے معنی میں اجمال ہے تو ترجمہ شارح نے بتلادیا کہ یہاں مسح کے حقیقی مراد نہیں بلکہ مسح سے مراد غسل ہے اور اس سے روافض پر رد ہو گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک جلیں کا وظیفہ غسل نہیں بلکہ مسح ہے۔ اب یہ کہ اس ترجمہ سے کیا مناسبت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شریعت کے احکام میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی بلکہ جیسے ہم ان کے نامور ہیں۔ اسی طرح ہم کو کرنا ہے۔ لہذا اگر شریعت نے کسی کا وظیفہ غسل بالما رکھا ہے۔ تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم یہ سوچ کر کہ مقصود انتفاء اور صفائی ہے لہذا کپڑے سے ہی انتفاء کر لیں جب یہ امر اپنی جگہ پر ہے تو اب پہلے باب کے اندر استنثار کا ذکر تھا اس پر مصنفؒ نے اس باب سے تنبیہ کر دی کہ اس ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے صرف کپڑے سے ناک پوچھ لینا استنثار نہیں ہے جیسے جلیں کا وظیفہ شریعت نے غسل بتلایا ہے۔ لہذا اس کا پانی سے پوچھ لینا کافی نہیں اور علامہ عینیؒ نے یہ توجیہ کی ہے۔ کہ ناک بدن میں ایک جانب ہے اور پیر بدن میں دوسری جانب ہیں اس لئے ناک کے بعد قدم کا وظیفہ بتلادیا۔

باب ، الْمُفْتَضِّلُ فِي الْوُضُوءِ قَالَ: ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كُرَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ، وضو میں کلی کرنا اس کو ابن عباس اور عبد اللہ بن زیدؓ نے جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُمَرَ أَنَّكَ رَأَى عُمَرَ بْنَ دَعَا بَوُضُوءٍ فَأَوْضَعَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ

بِمَيْنَةٍ فِي الْوُضُوءِ شَوْ تَمْضِمْضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَقَ شَوْ مَسَمَ بِمَا سَمَ شَوْ غَسَلَ
كُلَّ رَجُلٍ ثَلَاثًا شَوْ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وَضُوءِي
هَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا شَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُجِدُ فِيهِمَا نَفْسَهُ
غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت حران مولا عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کو دیکھا کہ انہوں نے پانی منگایا پھر اس کے
برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی اندیلا اور دونوں ہاتھوں کے تین مرتبہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ
پانی میں داخل کیا۔ کلی کی۔ ناک میں پانی دیا پھر ناک کو جھاڑا پھر اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا اس طرح دونوں
ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر سر پاؤں کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر فرمایا
کہ میں نے جناب نبی اکرم صلعم کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا اور فرمایا کہ جس نے میرے اس
جیسے وضو دیکھا وضو کیا پھر دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ادا کی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات چیت نہ
کی تو اس کے سب پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

تشریح از شیخ زکریا میں نے بیان کیا تھا کہ مضمضہ میں نبیۃ استنشاق تاکید تھا اس لئے
اس کو مؤخر فرمادیا۔

باب غَسَلَ الْأَعْقَابَ وَكَانَ ابْنُ سَبْرٍ يَنْبَغِي مَوْضِعَ الْخُتْمِ إِذَا تَوَضَّأَ۔

ترجمہ، جو تلوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیے۔ جو تلوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۲ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ
يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّأُونَ مِنْ الْبُطْهَرِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس وقت سنا جب
وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ فرمایا وضو مکمل کرو۔ کیونکہ جناب
ابو القاسم محمد صلعم فرماتے تھے۔ ایڑیوں کے لئے جہنم سے ہلاکت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا یہاں بھی اشکال ہے کہ مضمضہ کے بعد غسل الاعقاب میں کہاں پہنچ گئے
علامہ عینی فرماتے ہیں دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ غسل الاعقاب اور مضمضہ دونوں وضو کے احکام میں سے

ہیں۔ کرمائی نے تو کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ترتیب ملحوظ نہیں رکھی میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے غرغره کے استحباب پر اس باب سے متنبہ فرمایا ہے۔ لیکن غرغره کے باب میں روایت امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں تھی۔ تو اسے اپنی دقیق نظری سے ایک دوسری طرح ثابت فرمادیا۔ وہ یہ کہ غسل المجلدین فرض ہے اور اعتقاد مؤخر طہین ہیں۔ اور حضور اقدس صلم نے اعتقاد کے دھونے میں بڑی تاکید فرمائی ہے ویک للاعتقاد من التاد فرمایا۔ اسی طرح منمنضہ سنت ہے اور غرغره مؤخر فرم میں ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب استیعاب فرض میں فرض ہوا۔ تو سنت کے اندر استیعاب سنت کیوں نہ ہوگا۔ وکان ابن سیرین الخ اس سے بھی میرے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اعضا وضو کو اچھی طرح پانی پہنچانا چاہیے

باب غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي التَّغْلِيظِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى التَّغْلِيظِ۔

ترجمہ، جوتوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیے جوتوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۶۳ اَحَدُنَا عَجِدُ اللّٰهَ بِنِ يُوْسُفَ الْخَزَنَةِ عَنْ عُكَيْدِ بْنِ جَسْمٍ اَنَّهُ قَالَ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَا اَبَا عُبَيْدٍ الْوَحْمَنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَوْ اَرَادَ اَحَدٌ اَمْسَ

اَمْصَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنُ جَسْمٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمْسَحُ مِنَ الْاَوْكَابِ

اِلَّا اَيْمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السَّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْنَعُ بِالْقَصْفَةِ قَدَمَيْكَ

اِذَا كُنْتَ بِمَسْكَةِ اَهْلِ النَّاسِ اِذَا رَاؤُا اِلْمَلَأَلْ وَلَوْ تَمَلَّ اَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَوْكَابُ فَارِثِي لَوْ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ

اِلَّا اَيْمَانِيَيْنِ وَامَّا النِّعَالَ السَّبْتِيَّةَ فَارِثِي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَلْبَسُ النِّعَالَ الْكُتَيْبِيَّ فِيهَا شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَامَّا الْقَصْفَةَ

فَارِثِي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا فَارِثِي اُحِبُّ اَنْ اَصْنَعُ بِهَا

وَامَّا الْاِمْلَأَلْ فَارِثِي لَوْ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ حَتَّى تَنْبَعِثَ

بِهِ رَاحِلَتُهُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبید بن جریجؒ تاہی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا کہ

ابو عبد الرحمنؓ میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھے ہیں۔ جو آپ کے دوسرے ساتھیوں میں سے

کسی کو ایسے کرتا نہیں دیکھا۔ انہوں نے پوچھا اے ابنِ جریج وہ کون سی باتیں ہیں میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کو سوائے رکنِ یمانین کے کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا اور آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ بالِ اوتے ہوئے جوتے پہنتے ہیں۔ اور اپنی بالوں کو زردی سے رنگتے ہیں اور آپ کو میں نے دیکھا آپ جب مکہ معظمہ میں ہوتے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ ہلالِ ذی الحجہ دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے جب تک یومِ ترویہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ نہ ہو جائے تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ارکان کا چھونا ہے سو میں نے جناب رسول اللہؐ کو سوائے ان دو رکنِ یمانی کے کسی کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ رہ گئی نعالِ سبیتہ تو میں نے آنحضرتؐ رسول اللہؐ کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے۔ اور مجھے بھی یہ پسند ہے کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں لیکن زردی رنگ سو میں نے جناب رسول اللہؐ کو اپنی زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو مجھے یہ اسی سے کپڑا رنگنا پسند ہے جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے سو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو اٹھا کر چلتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا علماء کے نزدیک اس غسلِ رجبین فی الخلیین کا مطلب یہ ہے کہ رجبین کو خلیین سے نکال کر دھوئے یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے۔ مگر میرے نزدیک مناسبت یوں ہے کہ یہ بھی مضمضہ کے باب کا تکملہ ہے اگر کوئی منہ میں پانی لے جوتے ہو اور اس کو منہ میں ایک طرف کر کے نکلی کرے تو یہ کافی نہ ہوگا جیسے کہ خلیین کے اندر غسل کافی نہیں بلکہ نکالنا ضروری ہے۔ رأینک لا تمس من الارکان الا کعبہ کی چار جانب ہیں جو مشرق اور شمال میں ہے اس میں حجرِ اسود ہے اور مشرق اور جنوب کی جانب ہے اسے رکنِ یمانی کہتے ہیں جو مغرب اور جنوب کی جانب ہے اسے رکنِ عراقی کہتے ہیں اور جو مغرب اور شمال کی جانب ہے اسے رکنِ شامی کہتے ہیں اس کی شکل اس طرح ہے۔

حجرِ اسود اور رکنِ یمانی دو نورکنین یمانین کہتے ہیں۔

شامی	مغرب	عراقی
شمال	جنوب	رکنِ یمانی
حجرِ اسود	مشرق	رکنِ عراقی

کا استلام ہوگا۔ اور بعض صحابہ جیسے حضرات امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے ہے کہ استلام رکنِ یمانی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر رکن کا استلام ہوگا مگر جہور کا مذہب وہی اول ہے اور وہی ائمہ اربعہ کا بھی ہے۔ یہ اختلاف سلف میں تھا۔ اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو ابنِ جریج نے یہ

اعتراف کیا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکین بیانین کا استلام کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دو کا استلام کرتے دیکھا ہے۔ درحقیقت رکن شامی اور رکن عراقی کوئی مستقل رکن نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک دیوار ہے۔ رکن کہیں حطیم میں ہو گا چونکہ حطیم باقی ہے اس لئے اظہار یہی رکن ہے حقیقتاً نہیں تلبس النعال السبئية العرب میں تمدن تو تھا نہیں وہاں اونٹ کو ذبح کیا اور اس کی تھوڑی سی کھال لے کر اسی میں رسی ڈال دی اور یہی ان کا جوتا ہو گیا۔ ہاں بال وغیرہ نہیں اتارتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بادشاہوں کے یہاں سے جو تحائف آتے تھے۔ ان میں عمدہ بلا بال کے جوتے آتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر آپ کے کثیر الاتباع تھے تو جب شاگرد نے اعتراف کیا تو اس کا جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعال سبئية پہنے دیکھا ہے نعال سبئية ان جوتوں کو کہتے ہیں جن پر بال نہ ہوں۔ ودايتك اذا كنت بمكة الخ یہ مسند کتاب الحج کا ہے ابن جریج نے اعتراف کیا کہ لوگ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور تم احرام نہیں باندھتے ابن عمرؓ نے فرمایا خانی لہو و رسول اللہ الخ یعنی میں اس لئے احرام نہیں باندھتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو رہے تھے تو اس وقت لہا باندھا تھا۔ لہذا میں بھی جب اونٹنی پر سوار ہوتا ہوں۔ تو اس وقت احرام باندھتا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحلیفہ میں کب احرام باندھا تھا۔ حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک مسجد میں نماز کے بعد اور شوافع و مالکیہ کے نزدیک جب اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ ان چاروں اشکالوں کو اور ذرا تفصیل سے سنو! ابن عمرؓ سے معترض نے چار اعتراض کئے۔ اول یہ کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکین بیانین کا استلام کرتے ہو۔ بخلاف اور صحابہ کے صحابہ کرام میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جیسے حضرت امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ ارکان اربعہ بیت کا استلام کرتے تھے۔ اور بہت سے صحابہ صرف رکین بیانین کا کرتے تھے جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے۔ اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اس میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صرف رکین بیانین کا استلام کیا جائے گا۔ یعنی حجر اسود کی تقبیل اور رکن یمنی کا استلام کیا جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو صحابہ ارکان اربعہ کے استلام کے قائل ہیں۔ وہ بطور قیاس کے کہتے ہیں کہ بیس شیعہ من السبوت معبود ایہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مشہور ہے۔ اور جو صرف رکین بیانین کے علاوہ دوسرے دو ارکان فی الواقع ارکان ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ارکان تو کہیں حطیم میں ہوں گے۔ اگر

حطیم کعبہ میں داخل ہوتا پھر وہ ارکان فی الواقع ہوتے ورنہ وہ تو مجبوری کی بنا پر ارکان ہیں۔ کیونکہ ان کے درے حطیم واقع ہے جو جزو کعبہ ہے۔ دوسرا اعتراض اس نے یہ کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ سستی جوتے پہنتے ہیں۔ سستی وہ جوتا کہلاتا ہے جس پر سے ہال اترے ہوئے ہوں۔ چونکہ عرب میں تمدن نہ تھا اس لئے اونٹ بکری ذبح کی اور اس کی کھال کو خشک کیا اور کاٹ کر اس میں تسے لگاتے بس یہی ان کے جوتے ہوتے تھے اور حضور اقدس صلم کے پاس بادشاہوں کے پاس سے عمدہ عمدہ سستی جوتے بطور ہدایا کتنے تھے حضور اقدس صلم ان کو پہنتے تھے، اور پہننا بھی چاہیے کہ اللہ کی نعمت تھی۔ صحابہ کرام حضور اقدس صلم کی ان چیزوں میں ایسی (دیکھا دیکھی) نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنا ویسے ہی پہنتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ چونکہ بڑے شدید الانباع تھے اس لئے وہ جہاں سے بھی ملتا اس کو منگواتے اور پہنتے بہر حال معترض کے جواب میں یہی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلم کو سستی جوتے پہنے دیکھا ہے۔ تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلم کو زرد رنگ کا کپڑا پہنتے دیکھا ہے۔ علمائے کھلم کے کہ حضور اقدس صلم کا عمومی لباس زرد رنگ کا نہیں تھا بلکہ کبھی پہن لیا ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھ لیا اور اسی کو اختیار فرمایا۔ اور بعض نے کہہ ہے کہ حضور اقدس صلم زرد رنگ میں اپنے کپڑوں کو رنگا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضور اقدس صلم مہندی کا خضاب کرتے تھے اس کا زرد رنگ لگ جاتا تھا اس کو ابن عمرؓ نے دیکھ لیا چوتھا اعتراض یہ کیا کہ لوگ تو اول ذی الحجہ سے اعرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ نہیں باندھتے۔ جب تک یوم الترویہ نہ ہو یہ اعتراض اس لئے کیا گیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مکے والوں کو حکم دے دیا تھا کہ یکم ذی الحجہ کو اعرام باندھ لیا کریں کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ لوگ باہر سے تو اعرام باندھ کر آئیں۔ اور اہل مکہ غیبط (سے ہوتے) کپڑے پہنے پھرتے رہیں تو لوگ حضرت عمرؓ کے امتثال امر میں اول ذی الحجہ کو اعرام باندھ لیتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ آٹھ ذی الحجہ یوم الترویہ میں جب منیٰ کے لئے اونٹنی پر سوار ہو کر جہلے لگتے ہیں اس وقت باندھتے تھے حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب دیا کہ میں نے جناب نبی کریم صلم کو دیکھا ہے حضور صلم نے اس وقت اعرام باندھا ہے۔ جبکہ اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ حضور اقدس صلم جب مدینہ سے حج کو تشریف لے چلے تو ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حنیفہ اور حنابلہ کے نزدیک تو حضور اکرم صلم نے ان دو رکعتوں کے بعد اعرام مسجد ہی میں باندھ لیا تھا

اور حضرت ابن عمرؓ کی تحقیق یہ ہے کہ جب اونٹنی پر سوار ہو گئے تو اس وقت باندھا جیسا کہ شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں۔ اور بعض کے نزدیک جب بیدار پر چڑھے اس وقت باندھا یہ نینوں قول صحابہؓ کے ہیں اور حضور اکرم صلیم کا اہرام باندھنے میں نینوں طرح کی روایات ہیں جن میں ایک رکن ابن عمرؓ کی یہ ہے کہ آپ نے اس وقت اہرام باندھا جبکہ اونٹنی پر سوار ہو گئے اور کئے میں اونٹنی پر اس وقت سوار ہوتے ہیں جبکہ منیٰ کو حملے لگتے ہیں اور یہ ذہاب یوم الترویہ میں ہوتا ہے۔ یہ چاروں رکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے تھے لیکن جب دوبارہ قریش نے بیت اللہ کی بنیاد قائم کی تو مال حلال کے کم ہونے کی وجہ سے بیت اللہ کو اس کی قدیمی بنیاد پر نہ بنا سکے بلکہ ایک حصہ چھوڑ کر کے اس کو بنادیا اور باقی حصہ کے ارد گرد ایک دیوار علامت کے طور پر کھینچ دی جس کو حطیم کہتے ہیں حضور اقدس صلیم کے زمانے میں چونکہ قریش والی بنا تھی تو اس کے دور کن تو قدیم تھے ایک حجر اسود والا اور ایک رکن یمانی اور باقی دور کن قدیم بنا والے نہیں رہے تھے تو حضور اکرم صلیم کے زمانہ میں طواف کے وقت صرف دور کنین یمانی حجر اسود اور ایک رکن یمانی کا استلام فرماتے تھے۔ اب یہ اجاعی مسئلہ بن گیا کہ شامی اور عراقی میں استلام وغیرہ کچھ نہیں اس لئے کہ وہ حقیقتہً اس کے کونے نہیں ہیں۔

باب التَّيَمُّنُ فِي الْوُضُوءِ وَالْفُتْلِ تَرْجُمَةُ غُسلِ اُتْمِیْنِ مَرْفِ کو اختیار کرنا۔

حدیث نمبر ۱۶۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ الْأَمِّ عَنْ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَتَّ فَنُحْسِلُ ابْنَتَهُ ابْدَأْتُ بِمِائِمَةٍ مِنْهَا وَمَوَاضِعُ الْوُضُوءِ مِنْهَا۔

ترجمہ، حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے ان کی بیٹی کے غسل کے وقت ان سے فرمایا کہ اس کی دائیں اطراف اور وضو کی جگہوں سے شروع کریں۔

تشنیح از شیخ زکریا۔ ردافض کہتے ہیں کہ وضو میں دائیں طرف سے شروع کرنا واجب ہے اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ مستحب ہے اور بعض حضرات نے امام شافعیؒ و احمد سے وجوب نقل کر دیا یہ غلط ہے اب یہاں اشکال ہے کہ یہ باب بالکل شروع میں ہونا چاہیے تھا۔ اب جبکہ استنشاغ مضمضہ غسل الوجه ودرجلین سب کچھ ہو گیا تو ان کو تیس کی سوچی مگر میرے نزدیک یہ باب بالکل بر محل ہے وہ اس طرح کہ وضو میں تیامن ہاتھ اور پاؤں دونوں ہوتے ہیں۔ لیکن ہاتھ کے تیامن کے متعلق انہوں نے کوئی باب نہیں باندھا اس وجہ سے نہیں کہ ان کے پاس کوئی روایت نہیں تھی۔ بلکہ اس وجہ سے

کہ باقیوں کے مناسب ان کی شان کے مطابق کوئی ترجمہ نہ مل سکا۔ لیکن رحلین کا باب ذکر کر کے اس کے بعد تيامن کا ذکر شروع فرمادیا کہ اس میں تيامن کرنا چاہیے۔ اور غسل کو تبعاً ذکر فرمادیا۔ ابدان بيا منہا یہ اگرچہ غسل میں ہے مگر چونکہ غسل اور وضو میں کوئی فرق نہیں اس لئے دونوں کا تيامن ثابت ہو گیا۔

حدیث نمبر ۱۶۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيْمُنُ فِي تَعْلِيمِهِ وَتَوَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ -

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف سے شروع کرنا جوتا پہننے میں اور لنگھا کرنے میں اور وضو میں بلکہ تمام حالتوں میں پسند تھا۔

تشریح از شیخ منیٰ: شان کے معنی خطاب کے آتے ہیں اور حال کو بھی شان کہتے ہیں مطلق اور حال کے معنی بھی آتے ہیں۔ اس جگہ شان کے معنی امور مقصودہ بالذات ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں مسجد میں داخل ہونا مقصود بالذات نہیں وضو کرنا مقصود بالذات ہے۔ استنجاء کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے تو جو امور محمد تھے ان میں آپ تيامن کو محبوب سمجھتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کبھی اضافہ کی وجہ سے اس کی اہمیت اعتبار کی جاتی ہے جیسے غلام سلطان حاضر تو ایسے جس امر کا انتساب آپ کی طرف ہوگا۔ ان سب میں تيامن پسندیدہ ہوگا۔ اور جو کسی ضرورت کی بنا پر ہیں ان میں تيامن ضروری نہ ہوگا اور ایک حقیر انسان کی طرف نسبت کرنے میں حقارت پیدا ہوتی ہے تو جن امور کی نسبت آپ کی طرف کر دی گئی۔ ان کے اندر عظمت ہوگی۔

باب اَلتَّيْمَانِ اِلَى الْوُضُوءِ اِذَا حَاكَتِ الصَّلَاةُ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ قَالَتِ النَّاسُ اَلْمَاءُ فَلَوْ يُوجَدُ فَانْزِلِ التَّيْمُنُ -

ترجمہ: باب ہے اس بارے میں کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو پانی کی تلاش کرنا اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی تلاش کیا گیا تو نہ ملا بس تيامن کا حکم نازل ہوا۔

حدیث نمبر ۱۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ النَّسَبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَ صَلَاتُهُ اَلْحَصْرُ فَالتَّمَسَ النَّاسُ الْوُضُوءَ فَلَوْ يَجِدُوهُ فَاَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوُضُوءٍ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ وَآمَرَ النَّاسَ اَنْ يَنْتَوِضُوا وَارْتَمَتْ فَوَأَيْتُ

تشنہ بچا کر دیا۔ چنانچہ غسل الوجہ غسل الرجلین سب بیان کر چکے۔ کیونکہ ان میں پانی کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ بخلاف مسح کے کہ اس میں تھوڑا سا پانی کافی ہے۔ کیونکہ غسل اساتہ الماء کو کہتے ہیں۔ اور مسح اصابتہ الماء کو اور اصابتہ چند قطروں سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ بس لئے التماس الماء کو مفسولات کے بعد ذکر فرمایا۔ مسوحات کے بعد نہیں رکھا کیونکہ وہاں اتنی ضرورت نہیں۔ التماس ہاتھ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں کسی جگہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہاں پانی نہیں ملتا۔ تو حنفیہ کے نزدیک التماس المآضوری نہیں۔ اور حضرت امام شافعیؒ کے یہاں وقت نماز داخل ہونے کے بعد تلاش کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہیں سے مل جائے اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ یہاں پانی نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے۔ تلاش میں وقت ضائع ہوگا۔ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرْتُ الْجُمُعَةَ يَوْمَ هَارِ كُھو جانے والا واقعہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا کہ دیکھو وقت صلوٰۃ صبح کے بعد التماس کیا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلم کو پہلے سے اس کا بھی علم تھا کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ يَدَيْهِ فِي الْبَيْتِ وَتَلَّحُّظًا لِمَا فِيهِ مِنْ مَاءٍ۔ یہ واقعہ غزوہ حدیبیہ کا ہے۔ حضور اقدس صلم کو اطلاع کی گئی کہ ایک کنویں سے پانی لیا کرتے تھے۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلم نے پانی تلاش کر دیا۔ تھوڑا سا کہیں سے مل گیا۔ حضور اقدس صلم نے اس میں ید مبارک ڈال دیا۔ اور انگشتان مبارک سے پانی کا فوارہ اُبلنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے خود سیر ہو کر پیا۔ جانوروں کو پلایا اور مشکیزے وغیرہ بھرتے۔ علمائے لکھنؤ کے حضور اکرم صلم کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے انہوں نے پتھر پر کھڑی ماری۔ اور اس سے بارہ چشمے اُبل پڑے۔

اور پھر سے پانی نکلنا زیادہ عجیب نہیں کیونکہ پہاڑوں سے پانی نکلتا رہتا ہے۔ اور چشمے بہتے رہتے ہیں۔ البتہ گوشت سے پانی نکلنا زیادہ تعجب کی بات ہے، نوٹ! اتنا سہل ہے کہ مسئلہ میں امام بخاریؒ کا میلان امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ہے اس لئے ترجمہ الباب میں اذا حانت الصلوة کی قید لگائی ہے۔

باب الْمَاءِ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعْرُ الْإِنْسَانِ وَكَانَ عَطَاءٌ لَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يَتَّخِذَ مِنْهَا الْغُبُورَ مَطْلُو الْجِبَالِ وَ سَوْرًا لِكَلَابٍ وَ مَمْرًا فِي السَّجِدِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ إِذَا قِيلَ رَفَعَ رَأْسَهُ لَيْسَ لَهُ وَهُنَاكَ عَنِيكَ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَقَالَ سُفْيَانُ هَذَا الْغُبُورُ يَعْنِيهِ لِقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا هَذَا مَاءً وَ فِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَ يَتَيَمَّمُ.

ترجمہ: باب ہے اس پانی کے بارے میں جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں حضرت عطاء بن انسانی بالوں سے تاگے اور رسیاں بنانے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد سے گزرنا سب جائز ہیں۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب کتا کسی برتن سے پانی پی جائے اور اس پانی کے علاوہ اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کر سکتا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ فقہ تو یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ یہ کتے کا جھوٹا پانی تو ہے لیکن دل میں اس کے بارے میں شک ہے۔ لہذا اس پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے جیسا کہ مامشکوک کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۶ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ رَسْحِيْلٍ عَنْ ابْنِ سِيرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَ نَامِئٍ شَعْرًا لَنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ مِنْ فَبَلٍ أَسْبِ أَوْ مِنْ فَبَلٍ أَهْلٍ أَسْبِ فَقَالَ لَا تَكُونِ عِنْدِي شَعْرَةً مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ: حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہؒ سے کہا کہ ہمارے پاس جناب نبی اکرم صلم کے بال مبارک ہیں جو ہیں حضرت انسؓ خادم رسول اللہؐ یا اس کے خاندان کی طرف سے پہنچے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس حضور اکرمؐ کے بالوں میں موجود ہونا یہ دنیا اور مایہا سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ شیخ از شیخ مدنیؒ مصنف مسند مباح میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں کہ الما طہود لا ینجھہ شیئ الا ما غبر ریحہ و لوفہ و طعمہ اوقال کسی باب میں اگر مراحۃ کہو گے گا۔ مگر یہاں سے اس کی تہمید ڈالنا چاہتے ہیں۔ میت کا بال خواہ وہ میت شہید ہو یا اپنی موت مرا ہو بحت اس میں ہے

کہ آیا میت کے اجزاء پاک ہیں یا نہیں۔ اخاف فرماتے ہیں کہ ایسے اجزاء جن میں حیات حلول نہیں کرتی۔ مثلاً بال۔ سینک بڑی ناخن وغیرہ یہ سب پاک ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسانی بال کسی پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بال میت کا ہوگا۔ مصنفؒ کوئی صریح بات نہیں کہتے عطاء بن رباح کا قول نقل کرتے ہیں کہ ان بالوں سے تاگے اور رسیاں بانٹنا جائز ہے جس سے اس کی طہارة معلوم ہوتی ہے۔ اخاف فرماتے ہیں کہ جس میں دم (خون) حلول نہیں کرتا۔ وہ پاک ہے لیکن شعر انسان احرام کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا منفع حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ مصنفؒ امام بخاریؒ سورکلب کو بھی پاک کہہ رہے ہیں کہ اگر کتا برتن سے پانی پی جائے اور کوئی پانی نہیں ملتا۔ تو اس سورکلب سے وضو کیا جاسکتا ہے اس طرح کتوں کا مسجد سے گزرنا جائز ہے یہ سب مسائل مصنفؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے اور اس کے بعد امام زہریؒ کا فتویٰ نقل کیا جس کی تائید سفیانؒ ثوریؒ نے کی۔

وفي النفس منه شيئي يعني اس کو مائیت سے تو نہیں نکالا جاسکتا۔ مگر بعض احادیث سے ہمارے قلب میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ ناشکوک کے حکم میں ہوا۔ ایسے پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اس کے بعد دوحہ شیشیں ذکر کرتے ہیں پہلی حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلم کے بال کی قدر و شرف اس قدر ہے کہ دنیا اور مافیہا سے بڑھی ہوئی ہے۔ اگر پانی ناپاک ہوتا تو اس قدر قدر و منزلت کیسے ہوتی

فتنیجے از شیخ زکریاؒ ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ جس پانی سے بال دھوئے گئے ہوں۔ وہ پاک رہتا ہے یا نہیں۔ یہاں اس باب کے اندر بھی اشکال ہے کہ التماس المائے کے بعد کیا مسئلہ شروع کر دیا۔ شراح نے فرمایا ہے کہ چونکہ التماس المائے ذکر فرمایا تھا۔ اس لئے پانی کے اور مسائل بھی ذکر کر دیتے مگر میرے نزدیک یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ التماس المائے کی روایت میں گذرا ہے کہ حضور اکرم صلم نے برتن میں ید مبارک ڈالا تھا۔ اور اس سے پانی اُبلتا تھا۔ اور انگلیوں میں بال ہوتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ فرمانے کے واسطے کہ جس پانی میں بال پڑ جاوے وہ پاک ہے یا نہیں۔ یہ باب باندھ دیا۔ اس میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ پاک ہے اور حضرت امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی ناپاک ہے۔ وکان عطاء لابی معبائن معلوم ہوا کہ وہ پانی جس میں بال ہو اگر نجس ہوتا تو اس سے انتفاع کیوں حاصل کرتے۔ امام زہریؒ کے نزدیک اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی موجود ہے تو یہ پانی ناپاک ہے اس سے وضو جائز نہیں۔ اگر دوسرا پانی موجود نہیں تو وہ پاک ہے اس سے وضو

کرنا چاہتے ہیں۔ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک یہ پانی مشکوک ہے۔ لہذا تیمم اور وضو دونوں کو کرے۔ لان نکون عندی شعرة الخ ترجمہ الباب کا ثبوت اس جملہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک ناپاک چیز دینا و آخرت سے زیادہ محبوب کس طرح بن سکتی ہے۔

وسورہ کلاب متر صافی المسجد یہ کوئی مستقل باب نہیں بلکہ چونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک سبک ایک حکم ہے۔ لہذا جب بال کی طہارت کا حکم بیان کیا تو سورہ کلاب کی طہارت کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک پانی کی نجاست کا مدار تغیر اور عدم تغیر پر ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ اگر تغیر ہو تو ناپاک در نہ پاک ہے۔ اور شعور کے گرنے سے تغیر نہیں ہوتا اسی طرح دلوغ کلب سے بھی تغیر نہیں ہوتا۔ لہذا جب وقوع شعور سے ناپاک نہیں ہوتا تو دلوغ کلب سے بھی ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی مناسبت سے شعور کے بعد دلوغ کلب کا ذکر فرما دیا سنوا سور کلب میں علما کے چار مذہب ہیں۔ ایک ائمہ ثلاثہ جہول کا کہ برتن اور پانی دونوں ناپاک ہیں۔ اور دوسرا مالکیہ اور ظاہریہ اور امام بخاریؒ کا کہ پانی پاک ہے۔ اور برتن کے دھونے کا حکم تجدد ہی ہے۔ اور تیسرا مذہب امام زہریؒ کہہ ہے کہ پاک ہے بوقت الضرورة اور چوتھا سفیان ثوریؒ کا مذہب ہے کہ پانی مشکوک ہے۔ لہذا وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ وقال سفیان هذا انفصه بعینہ یعنی امام زہریؒ نے جو فرمایا وہ عین فقرہ کی بات ہے کیونکہ تیمم کا حکم عدم وجدان مآکی صورت میں ہے مگر چونکہ سورہ کلاب کی روایات اس کے معارض ہو رہی ہیں۔ لہذا طبیعت میں اس کی جانب سے شک ہو رہا ہے۔ لہذا تیمم اور وضو دونوں کرے۔ لان نکون عندی شعرة منه الخ اس سے امام بخاریؒ نے طہارت شعرہ پر استدلال کیا ہے کہ کیا ناپاک چیز بھی قابل تمنا ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں

حدیث نمبر ۱۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ۔

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اپنے سر کے بال ہلاتے تھے تو حضرت ابو طلحہ پہلے شخص ہوتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لے لیتے تھے۔

مستخرج از شیخ مدنیؒ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے تخلیق فرمائی اور ان بالوں کو تقسیم فرمایا۔ تو اگر بال ناپاک ہوتے تو آپ تقسیم کیوں کرتے۔ اگر شبہ ہو کہ شوافع روئے کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں نجاست کا فتویٰ دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ آیا شوافعؒ آپؐ کا استثنا کرتے ہیں یا نہیں

چنانچہ علامہ عینیؒ کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ شوافعؒ اتنے گستاخ ہیں کہ آپ کے بال مبارک کو نجس کہتے ہیں۔ جس پر شوافعؒ علامہ عینیؒ کی قبر پر جا کر پیشاب کرتے تھے۔ اور علامہ عینیؒ کے جوتے میں شیخیں کا نام لکھ کر رکھ دیا اور ان کو رافضی کہا کرتے تھے۔ اور کراچی کہتا ہے کہ شنافیہ لڑکی سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں۔ الحاصل مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جو حکم بقیۃ الناس کے بالوں کا ہے وہی حکم آپ کے بالوں کا بھی ہے۔ جیسے اور لوگوں کا بول و ہوا ناقض و ضمیمہ ایسے آپ کا بول و ہوا بھی ناقض ہے۔ ابھی تک مصنفؒ نے باب کو ختم نہیں کیا۔ لیکن کبھی مصنفؒ باب کے بعض اجزاء کو ثابت کرنے کے لئے مستقل باب درمیان میں لایا کرتے ہیں۔ تو یہاں بھی مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم سورکلب کی طہارت کے قائل نہ ہونے کے ساتھ ساتھ برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر تعبدی ہے تو اذا شرب الکلب فی الخلاء کا باب تہا آگیا۔ اس کے بعد تین اشیا۔ کو احادیث سے ثابت کرتے ہیں

فتشیح از شیخ ذکر کیا کان ابو طلحہ اول من اخذ من شعورہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب سر منڈوایا تو سب سے پہلے موتے مبارک حضرت ابو طلحہ کو دیئے۔ انہوں نے بلور تبرک کے صحابہؓ کے درمیان تقسیم کئے۔

باب اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْخَلَاءِ۔

ترجمہ باب ہے کہ جب کتا برتن سے پانی پی جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹ اَحَدُنَا عِنْدَ اللّٰهِ بَنُو یُوسُفَ اَوْ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِی الْاَنْاءِ اَحَدُکُمْ فَلْيَغْسِلْہُ سَبْعًا۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے۔

فتشیح از شیخ ذکر کیا۔ یہ باب امام بخاریؒ نے بلور باب فی الباب کے یہاں ذکر فرما دیا اور بالاستقلال اہمیت کی وجہ سے ذکر فرما دیا۔ فی حد ذاتہ یہ کوئی مستقل باب نہیں ہے۔ باب سابق میں گزر چکا ہے اذا شرب الکلب فی الخلاء احکوا الخ روایات اس بارے میں مختلف ہیں کسی میں سات مرتبہ کسی میں عقود فی الثمانۃ بالتراب کہ آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجو۔ اور کسی میں تین مرتبہ۔ اسی اعتبار سے مذاہب آئمہ بھی مختلف ہو گئے۔ حنفیہ کے نزدیک جن طرح اور نجاستیں تین بار دھولے سے طہر ہو جاتی ہیں اسی طرح

دلوخ کلب بھی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ رہ گئیں سات اور آٹھ مرتبہ والی روایات تو اخافہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کلب کے بائے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مختلف ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ چار کلب کا واقعہ پیش آیا تو آپ نے سارے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر باہر سے کوئی کتا آجائے تو ہم اسے بھی قتل کر دیتے تھے۔ پھر تخفیف ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد اَقْتُلُوا السُّودَ الْبَهِيمَ کَالْجَبَلِ کہ لے بھجکے کو قتل کرو۔ اور تخفیف ہوئی تو فرمایا وِیْلٌ لِّلْکَلَابِ یعنی مجھے کتوں سے کیا غرض ہے اسی طرح ان کے سوا کا حکم ہے۔ بالکل ابتدا میں جبکہ کتوں کے قتل کرنے کا حکم تھا۔ تو یہ بھی حکم تھا کہ ان کا جھوٹا آٹھ مرتبہ دھویا جائے اس کے بعد اَقْتُلُوا السُّودَ الْبَهِيمَ کے زلمے میں سات مرتبہ دھونے کا حکم ہوا۔ اور پھر مالی و للکلاب کے بعد تعصیف فی الثمانہ کا حکم ہے کہ آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجنا چاہیے کیونکہ بہت ممکن ہے راوی نے دو الگ الگ زلمے کے احکام کو یکجا کر دیا ہو نیز حضرت ابو ہریرہؓ جو سات مرتبہ دھونے کے راوی ہیں خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہیں مرتبہ دھونے کا ہے

حدیث نمبر ۱۶۰ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي مُوَيْتَةَ عَنِ الشَّيْبِيِّ مَنِ قَالَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَلَبُوا يَأْكُلُ الْغَرَاءَ مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ نُفْعَةً فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهَا
حَتَّى أَذْوَاهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَأَخَذَ خَلَهُ الْجَنَّةِ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَيْبَةَ نَنَا ابْنُ يُونُسَ
عَنِ ابْنِ شَيْمَاءٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَمَّادُ بْنُ عَمِيْدٍ اللَّهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتْ الْكَلَابُ تُقْبَلُ
وَنَدَبُ فِي السَّيْعِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ نَوَا يَوْشُونَ
شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی ایک ایسے گتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے ترمٹی کو کھا رہا تھا۔ تو اس آدمی اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعہ ٹھوڑا ٹھوڑا پانی نکال کر اسے سیر کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے جزا دی کہ اسے جنت میں داخل فرما دیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گتے مسجد نبوی کے اندر آتے جلتے تھے لیکن لوگ ان میں سے کسی چیز کو نہیں دھوتے تھے۔

تشیخ از شیخ مدنی فاخذ الرجل خفہ اس سے مصنف استدلال علی طہارۃ سور کلب کرتے ہیں کہ اگر سور کلب نجس ہوتا تو یہ شخص اپنے موزے میں پانی نہ پلاتا ورنہ خف بھی نجس ہوتا۔ حالانکہ

باری تعالیٰ اس کو جزائے ہے ہیں کہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اگر شبہ ہو کہ یہ تو مشرئع من قبلنا میں سے ہے تو کہا جائے گا کہ مشرئع من قبلنا قابل احتجاج ہوتے ہیں جبکہ ان کی مخالفت نہ ہو اگر یہ احتمال پیدا کیا جائے کہ ممکن ہے بے نمازی ہو یا کوئی برتن پاک نہ ہو۔ اس لئے ایسا کیا گیا تو یہ احتمالات بعیدہ ہیں جنہیں مصنف نہیں مانتے اس کے بعد ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ مسجد نبویؐ میں کتے آئے بچاتھے۔ اگر ان کا عرق و بدن نجس ہوتا تو پھر مسجد نجس کیوں نہ ہوتی اور اسے کیوں نہ دھویا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ خذ الرجل خض سے امام بخاریؒ طہارت سورۃ کلب پر استدلال فرماتے ہیں کہ بھلا کوئی اپنے خف کو ناپاک کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مھلا کوئی اپنے خف کی نجاست کے خوف سے یوں ہی اس کو مرنے دے گا۔ سماعت الکلاب تفعل وتند بوالہ میں نے کہا کہ یہ مستقل ہا نہیں ہے۔ بلکہ باب فی الباب ہے اس لئے اب دو خلیجوں سے نجات مل گئی۔ ایک تو یہ کہ باب سابق ہیں سورۃ کلاب اور مہر صافی المسجد ذکر فرمادیا اور اس کی کوئی روایت ذکر نہیں کی اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں شرب کلب کا کوئی ذکر نہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے سورۃ کلب کی طہارت پر اس طرح استدلال کیا ہو کہ اگر یہ سورۃ کلب ناپاک ہوتا تو مسجد کو ضرور دھویا جاتا اور جب نہیں دھونے تھے تو معلوم ہوا کہ ظاہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجمالی مسئلہ ہے کہ کتوں کے آنے جلنے سے مسجد ناپاک نہیں ہوتی بلکہ اس کا باب ناپاک ہے۔ آنے جلنے سے اس کا کیا تعلق ہے اور اس روایت کے اندر بتول کا ذکر نہیں ہے کہ کتے پیشاب کرتے تھے۔ اور جہاں بتول کا لفظ ہے وہاں اس کا جواب بھی آجائے گا اور یہ لفظ ابو داؤد کی روایت میں آتا ہے مجھ کو تو کوئی اشکال نہیں بلکہ یہ تو میرا استدلال ہے اس بات کے اندر کہ پیشاب خشک ہو جانے کے بعد زمین ظاہر ہو جاتی ہے زکاة الارض ببسما زمین کا سوکھ جانا اس کی طہارت کا باعث ہے

حدیث نمبر ۱۱۱۱۱ حَدَّثَنَا حَقْمَةُ بْنُ عُمَرَ الْحَمْدِيُّ عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُنْسِلَتْ كُلِّبُكَ الْخَلْعُ فَقَتْلُكَ وَإِذَا أَكَلَ فَلَدًا كُلُّ فَرَانَسًا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كُلِّي فَإِجِدْ مَعَهُ كَلْبًا أَخْرَجَ قَالَ فَلَدًا كُلُّ فَإِنَّمَا سَمَّيْتُ عَلَى كُلِّبِكَ وَلَمْ تُسَوِّ عَلَى كُلِّبٍ أَخْرَجَ۔

ترجمہ، حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ صلعم سے شکاری کتے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تو اپنا سدھایا ہو اگتا چھوڑے اور وہ شکار کو مار ڈالے تو تم اس شکار کو کھا سکتے

ہو اگر وہ خود کھالے تو تم نہ کھاؤ۔ کیونکہ اسے اس نے اپنے لئے روکا ہے۔ میں نے دوبارہ عرض کی میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں تو اس کے ساتھ دوسرا کتا مل جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا نہ کھاؤ اس لئے کہ تم نے تو اپنے سدھلنے ہوئے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اس دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی۔

فتنیجہ از شیخ مدنی کہ کتے کے شکار کئے ہوئے کے کھانے کی اجازت دی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا سورہ عرق وغیرہ سب پاک ہیں اس لئے امام مالکؒ اس کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور اکیلیہ خوب دعوتیں کرتے ہیں مگر یہ دلائل کافی نہیں کیونکہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا۔

فتنیجہ از شیخ زکریا اذا اذسلت کلبک الملعون الخ یہ مسئلہ کتاب الصید والذباہ کا ہے اجمالی صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کلب معلوم کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اس نے جا کر شکار مار لیا تو اس کا کھانا جائز ہے بشرطیکہ خود کتے نے اس شکار میں سے نہ کھایا ہو۔ اگر کھالیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کلب معلوم نہیں ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ جب کتے کا شکار جائز ہے تو معلوم ہوا اس کا سور بھی طہر ہے در نہ کھانا کیونکر جائز ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ کھانا جو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وہ گوشت کا ہے نہ کہ اس جگہ کا جہاں سے کتے نے دانت لگایا۔ اگر دانت لگے گوشت کا کھانا بھی جائز ہو۔ تو روایت پیش کریں قلت ارسلت کلبی الخ یہ اور مسئلہ ہے اس کی تفصیل تو کتاب الصيد آئے گی۔ اجمالی مسئلہ یہ ہے کہ کلب معلوم بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اور اس کے ساتھ کوئی اور کتا لگ گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اس لئے کہ بسم اللہ تو صرف اپنے کتے پر پڑھی گئی ہے اور یہ پتہ نہیں کہ کس کتے نے قتل کیا لہذا حلت و حرمت کا اجتماع ہو گیا پس حرمت راجح ہوگی۔ مغفرت والی روایت کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ کسی شے کا موجب ثواب ہونا امر آخر ہے۔ اور اس کا حکم دوسری حیثیت سے دوسرا ہو سکتا ہے مثلاً عرق اور غرق کو حضور اکرم صلیم نے شہادت قرار دیا ہے تو یہ دونو موجب ثواب ہیں لیکن دوسری حیثیت سے ان کا حکم دوسرا ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلیم نے ان دونو سے پناہ مانگی ہے تو معلوم ہوا ان کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے والدین اس کو انمانہ کے لئے آواز دیں تو اس پر نماز کے اندر ہی اجابت واجب ہے لیکن اس کی نماز اجابت سے فاسد ہو جائے گی۔ یہاں بھی دو حیثیتیں ہیں ایسے ہی سور کلب کی دو حیثیتیں ہیں اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایک حیثیت سے اگر وہ موجب مغفرت بن جائے تو دوسری حیثیت سے وہ ناپاک بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک جواب اس کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس حدیث

سے یہ کہاں ثابت ہو کہ اس رجل نے اس موزے سے پانی پلایا ممکن ہے کہ کوئی گواہ وغیرہ ہو اور اس کے اندر پانی جمع کیا ہو اور اگر موزے سے پلایا بھی ہو تو یہ کہاں ہے کہ پھر اس کو اس نے پاک نہیں کیا۔ اگر پاک نہیں بھی کیا ہو تو یہ حدیث میں کہاں ہے کہ اس موزے سے اس نے نماز پڑھی تو جب اس قدر احتمالات ہیں۔ تو عدم نجاست پر استدلال کیسے صحیح ہوگا۔

باب مَنْ كَوَّرَ الْوُضُوءَ رَأَى مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبْلَ وَالذُّبِيَّ ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو مخرجن میں سے قبل اور دبر سے نکلنے کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو کو ناقض نہیں سمجھتے۔ يَقُولُ لَهُ تَعَالَى أَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو تم میں سے جو شخص پاخانہ کرے۔ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذِكْرِهِ كَفَحَ الْقَمَلَةَ يُعِيدُ الْوُضُوءَ حضرت عطاء تابعی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس کی دبر سے کیڑا نکلے یا اس کے آنہ تاسل سے کوئی جوں نکلے تو وضو کو نہ لوٹاتے۔ وَقَالَ جَابِرٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِذَا مَحَضَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَوْ بَعِدَ الْوُضُوءَ حضرت جابر عبد اللہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص نماز میں منہس پڑے تو وہ نماز کو لوٹاتے وضو کو نہ لوٹاتے۔ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّ أَخَذَ مِنْ شَعْرَةٍ أَوْ أَظْفَارٍ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ خَلَا وَصَوَّءَ عَلَيْهِ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر کسی شخص نے بال یا ناخن کاٹ لئے یا موزے اتار لئے تو اس پر دوبارہ وضو نہیں ہے وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ وَضُوءَ رَأَى مِنَ حَدِيثِ اور حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ وضو حدیث سے ہو تلے معنی سہیلین سے خارج ہو۔ وَجِدُ كُرْبَعَيْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَنَاقِهِ ذَاتُ الْبُقَاعِ فَرَمَى نَجَسًا يَسْمُوهُ خَنَزَفَةً الدَّمُ خَرَجَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ۔ حضرت جابر سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم غزوہ ذات البقاع میں تھے ایک آدمی کو تیر لگا جس سے بہت خون بہا تو اس نے رکوع کیا۔ اور سجدہ کیا اور اپنی نماز میں چالو رہا مَوْقَالَ الْحَسَنِ مَا قَالَ السُّلَمِيُّونَ يُصَلُّونَ فِي جَوَاحِرِهَا تَمَحُّوْا حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے مسلمان زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔ وَقَالَ طَاوُسٌ وَنَحْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَآهْلُ الْحِجَازِ كَيْسٌ فِي الدَّمِ وَصَوَّءَ حضرت طاووس محمد بن علی عطاء اور اہل الحجاز فرماتے ہیں کہ خون نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ہے۔ وَعَصَوَاتُ بْنُ عَمْرِو بْنِ شَرَفٍ أَخْرَجَ مِنْهَا دَمًا فَلَمْ يَتَوَضَّأْ حضرت عبد اللہ

بن عمرہ اپنی پھنسی کو بچھڑا تو اس سے خون نکلا جس پر انہوں نے وضو نہیں کیا وَ بَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى
دُمًا مَخْمُضًا فِي صَلَاتِهِ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ نے خون تھوکا پس اپنی نماز میں چالو رہے وَقَالَ
ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَا اخْتَبَعَهُ كَيْسٌ عَلَيْهِ رَأَاهُ غَسْلُهُ فَمَا جَمِعَ حضرت ابن عمر اور
حسن بصری فرماتے ہیں جس نے پھنسنے لگوائے تو اس پر سوائے کچھنے کی جگہ دھونے اور کچھ نہیں۔

حدیث نمبر ۷۲۷۱ حَدَّثَنَا إِدْمُ بْنُ أَبِي إِيَّاسٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْوَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاتِهِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ
عَالِمٌ يُعَدِّتُ فَقَالَ رَجُلٌ أَتَجِدُ مَا أَخْبَرْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الصَّلَاةَ
ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ نماز
میں رہتا ہے جب تک کہ وہ مسجد میں نماز کی انتظار کرتا رہتا ہے۔ جب تک بے وضو نہ ہو ایک عجی آدمی
کے کہلے ابو ہریرہؓ حدیث کیا چیز ہے فرمایا آواز والی ریح یعنی گوز (پاد)

تشریح از شیخ مدنیؒ لواقض وضو کے متعلق امام مالکؒ اور اہل ظواہر کا مسک یہ ہے کہ سبیلین
دقبل۔ (دبر) کے علاوہ کسی جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ
ماخوذ من السبیلین کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں اور غیر ماخوذ من السبیلین کو بھی ناقض
کہتے ہیں۔ امام صاحب دم سائل اور حنفی مدعا لغو کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ مس رآة
اور مس ذکر کو بھی ناقض کہتے ہیں۔ امام مالکؒ ان میں سے کسی کو ناقض نہیں کہتے امام بخاریؒ کا مسک بھی
امام مالکؒ کے مسک کی طرح ہے۔ جیسے سور کلب میں انہوں نے امام مالکؒ کے مسک کو اختیار کیا۔ اور
استدلالات ہمیشہ کئے ہیں۔ مخربین سے کسی چیز کا خارج ہونا حکماً یا حقیقتہً اس طرز نوم طویل بھی امام مالکؒ کے نزدیک
ناقض۔ مس رآة بالشموع اور مس ذکر بالشموع کے بھی ناقض ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ
مخلفہ خروج من احد السبیلین ہے۔ استدلال قول باری تعالیٰ ہے کہ عجی من الغائط حدث
ہے۔ اور لا مستم النساء میں لمس حدث اکبر سے کنا یہ ہے۔ شرح فرماتے ہیں۔ کہ قول باری تعالیٰ سے مضاف
کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں کوئی حصہ نہیں اور ترجمۃ الباب میں حصہ ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ
جب دو چیزوں میں تلازم پایا جائے۔ تو ایک کا ذکر کر کے دوسرے کا ارادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر دو چیزوں
میں تلازم نہیں بلکہ ماخوذ من السبیلین مراد ہے۔ کیونکہ عجی من الغائط کے حقیقی اور مطابقی معنی مراد

نہیں بلکہ انزائی معنی مراد ہیں اور معنی انزائی ماخوذ من السبیلین کے بغیر محقق نہیں ہو سکتے تو معنی ہے
 اذا حدثتم حدث الا صغارا ولا مستم النساء کنا یہ ہے۔ حدثتم حدث الا کبوا اور کنایہ کے
 لئے تلازم ضروری ہے خواہ حقیقی ہے یا حکمی۔ اور معنی انزائی تب لئے جاسکتے ہیں جبکہ مشیئی میں وجود آیا
 عدا کوئی تعلق ہو۔ لہذا نظر شرع کے اعتبار سے ان میں تلازم ہوا جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماخوذ من
 السبیلین ناقض نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا مسلک قال عطاء الخ کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ماخوذ
 من السبیلین میں معتاد کی قید نہیں لگاتے۔ یعنی ماخوذ من السبیلین ناقض ہے خواہ معتاد ہو
 یا غیر معتاد۔ اس میں مصنفؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے موافق معلوم ہوتے ہیں۔ ضحک وندان سفید
 نکالنے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر حضرت جابرؓ کا فتویٰ کہ ضحک ناقض وضو نہیں ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ یہ ہے
 کہ قہقہہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ اور ناقض وضو بھی ہے۔ حضرت جابرؓ کا فتویٰ احناف کے مخالف نہیں اس
 لئے کہ احناف بھی ضحک کو ناقض نہیں کہتے۔ اگر یہاں حدیث میں قہقہہ کا لفظ ہوتا تو پھر احناف کے خلاف
 تھا۔ اور قہقہہ بھی وہ ناقض ہے جو بالغ کا ہو سچی کا قہقہہ نہ ناقض وضو ہے اور نہ ناقض صلوٰۃ ہے قال
 الحسن الخ اخذ شراخذ انظار میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن خلع خنثین میں امام صاحبؒ کے نزدیک وضو منقض
 ہو جاتا ہے حسن بصریؒ اس کو ناقض نہیں کہتے اور امام صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر خلع
 خنثین ہو۔ تو ناقض نہیں البتہ اگر حدیث کے بعد خلع ہو تو ناقض ہوگا۔ امام حسن بصریؒ نے مطلقاً خلع خنثین کو ناقض
 نہیں کہا۔ اگر یہ ان کا مذہب ہو تو امام صاحبؒ پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ تابعی ہیں اور امام صاحبؒ فرماتے
 ہیں ہم رجال دغین رجال۔

و یدکو عن جابرؒ اس اثر سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دم ناقض وضو نہیں ہے
 یہ امام صاحبؒ اور ان کے موافقین پر حجۃ ہے۔ لیکن مصنفؒ کو اس روایت کی صحت پر اعتماد نہیں اس لئے
 یدکر کے الفاظ ضعف سے بیان کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد میں ہے اور شراح ابی داؤد خود اس سے
 استدلال کرنے میں متوجہ ہیں۔ خطابی اور نوویؒ وغیرہ نے ایسے کہا ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ دم مفسوح کو ناقض
 وضو نہیں کہتے۔ ادھر دم مفسوح کو نجس کہا خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اگر زخم سے خون ایسے نکلا کہ اس سے
 بدن اور کپڑا ملوث نہیں ہوا۔ پھر تو استدلال ہو سکتا ہے۔ مگر یہ عادت کے خلاف ہے۔ نیز اس میں آپؐ نبی
 اکرم صلیع کا مطلع ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اطلاع ہوتی تو آیات نے ایسی نماز کو جائز رکھا یا نہیں یہ سب

احتمال ہیں۔ قال المحقق ما زال المسلمون اس فتویٰ سے استدلال کیا کہ دم ناقض وضو نہیں تو کہا جائے گا کہ اولاً یہ لازم نہیں کہ جرح سے جو خون نکلے مکہ پیٹی ہانڈھی جاتی ہے جس سے خون جم جاتا ہے۔ اگر دم نکلے بھی تو صاحب جرح صاحب اعذار میں سے ہوگا۔ اور اعذار بالاتفاق ناقض وضو نہیں ہیں تو استدلال قائم نہ ہوا۔ اور قال طاووس لیسے مقام استدلال میں اقوال ائمہ کو پیش کرتے ہیں۔ مگر کہا جائے گا کہ یہاں اس دم سے دم سائل مراد ہے۔ یا غیر سائل اگر دم سائل مراد ہو تو یہ ان کا اپنا مذہب ہوگا جو احناف پر حجتہ نہیں ہو سکتا۔ اگر غیر سائل ہو تو کوئی خلاف نہیں۔ احناف ابن ماجہ کی روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ دم سائل اور قبیہ وغیرہ ناقض وضو ہیں۔ بلکہ بمعنی پھنسی فخنخ منہا دم مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ دم خود نکلا ہے یا نکالا گیا ہے۔ اگر نکالا گیا ہے تو وہ بالاتفاق ناقض نہیں۔ یہی قول عندا لحناف مختار ہے کہ اگر نکالا نہ جاتا تو موضع جرح سے وہ خون تجاؤ نہ کرتا۔ ابن قبا بن ابی اوفی احناف تھوک کے ساتھ خون نکلنے کو مطلقاً ناقض نہیں کہتے۔ بلکہ جب خون تھوک پر غالب ہو۔ اور ابن عمرؓ اور حسن بصریؒ کا فتویٰ کہ لبیس علیہ الہ غسل محاجہ اس سے استدلال نام نہیں اس لئے کہ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے تو وہی جگہ دھوئی جلتے تو کوئی خلاف نہیں۔ حدیثا آدم بن ابی اباس یعنی الفراط چونکہ حالت صلوٰۃ پر عموماً یہی پیش آتا ہے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا گیا۔

تشنیح از شیخ زکریا چونکہ وضو کا ذکر فرما رہے تھے اس لئے تمنا نواقض کا ذکر بھی کر دیا۔ کیونکہ معظم وضو ہو چکا۔ صرف مسح رہ گیا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا کہ مسائل میں اصل اختلاف المناط ہوا کرتا ہے یہاں بھی مناط میں اختلاف ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نقض وضو میں مناط خروج نجس ہے۔ کہیں سے بھی ہو لہذا پیشاب یا خا نہ کی طرح اگر خون بدن کے کسی حصہ سے نکل آدے تو وہ بھی ناقض ہوگا۔ اور شوائع کے نزدیک مخرجین ہیں اگر ان سے کوئی چیز نکل آئے تو وہ ناقض ہوگی۔ اگر سنگریزہ نکل جائے تو وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔ اگرچہ اس پر نجاست نہ ہو۔ حضرات مالکیہ کے ہاں خروج معتاد بھی مخرجین کے ساتھ شرط ہے۔ لہذا اگر استی ضد ہو سلس البہل تو ان کے یہاں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ خروج معتاد نہیں اور شوائع کے ہاں ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ مخرج معتاد پایا گیا۔ امام بخاریؒ کا مذہب مناط میں شافعیہ کے قریب قریب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک مس ذکر اور مس مرآۃ اور مقہرہ وغیرہ ناقض نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سب مذاہب سے الگ ہے۔ وقال عطاء الخ اس مسئلہ میں امام احمد خاص طور پر شوائع

کے ساتھ ہیں اور جملے ہاں تفصیل ہے۔ اگر اس پر تری ہو تو ناقض اگر خشک ہو تو ناقض نہیں اور مالک کے یہاں خروج معتاد نہ ہونے کے سبب ناقض نہیں ہے۔ چونکہ تاہی کا قول ہے۔ اور امام صاحب تاجین کے مقالہ میں ارشاد فرماتے ہیں صحر جال و تخت و جال کیونکہ امام صاحب غود تاہی ہیں۔ وقال جابر بن عبد اللہ اذا ضحک الخویوں کہا گیا ہے کہ یہ اسحاق پر رد ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ہم پر رد نہیں ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ ناقض قہقہہ ہے نہ کہ ضحک یاں ضحک ہے۔ وقال الحسن ان اخذ من شعرة الخویہ ار سمہ کا مذہب یہی ہے کہ وضو ضروری نہیں لیکن بعض سلف حماد وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی بال بندھا یا ناخن تراشے تو اس پر وضو ضروری ہے۔ خلع خضیہ پر مستقل کلام آئے گا۔ حایل اس کا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اگر خلع خضین کیا جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جب بھی جی چاہے۔ پیر دھولے یہی امام احمد کی ایک روایت ہے دوسری یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتے گا۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر فوراً دھو لیا تو نہ ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جاتے گا کیونکہ ان کے یہاں موالات شرط ہے۔ دُہی رجل بسهم یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو پیر سے واسطے مقرر فرمایا جن میں ایک انصاری تھے دوسرے مہاجر تھے۔ دونوں آپس میں صلاح کی کہ آدھی رات ایک سوئے اور آدھی رات دوسرا بیدار رہا مہاجر سو گئے انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کا آدمی آیا اس نے ان کو کھڑا دیکھ کر تیرا مارا انہوں نے نکال کر پھینک دیا اور نماز میں مشغول رہے۔ اس نے دوسرا مارا اس کو بھی نکال دیا۔ اس نے پھر تیسرا مارا اس پر انہوں نے مہاجر کو جگادیا۔ فلما رآی ما بالانصار من الہما اس سے امام بخاری نے استدلال کیا کہ وہ انصاری خون نکلنے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ اس کا جواب یہ ہے جب خون نکلا تو ان کا بدن ناپاک ہو گیا پھر ناپاکی کے ساتھ کیا نماز ہوئی۔ لہذا یہ کہا جائے گا۔ کہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ یا غایت استغراق میں پڑھتے گئے امام نووی نے فرمایا ہے کہ وہ خون دھار باندھ کر نکلا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خون شرجح میں دھار سے نکل کر بدن سے الگ ہو کر گرتا ہے۔ تو آخر میں جب اس کا زور ختم ہوتا ہے تو وہ بدن پر ہننا شروع ہو جاتا ہے۔ اور عابہ من الہیاء تو خود امام نووی کی تائید کے خلاف ہے۔ وقال الحسن ما زال المسلمون الخ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ زخموں کے ساتھ بھی نماز پڑھتا ہے۔ چھوڑ نہ بیٹھے اور جراحت کے ساتھ نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ خون مفسوح سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ مسلمان پٹی باندھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے تھے اس میں کیا استعجاب ہے۔ وقال طاقی الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب حضرات تاہی

ہیں۔ اور یہ ان کا مذہب ہے۔ اور ہمارے امام صاحب بھی تائیدی ہیں۔ عصر ابن عمر اس کا جواب یہ ہے کہ یہ افراج ہے خروج نہیں۔ قال الصوت یعنی الضراط یہاں اختصار ہے اور روایت سابقہ کا اندر فناء اور ضراط دونوں ہیں اس لئے میں نے کہا تھا کہ خصوص الفاظ کا اعتبار نہیں۔ نوافض کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ چونکہ اس سے قبل کے ابواب میں نجاسات ظاہر یہ کا ذکر فرمایا تھا۔ سور کلب وغیرہ اس کی مناسبت سے اب نجاسات باطنیہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۱۷ اَحَدُنَا اَبُو لَوْلِيْدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَنْتَعِ صَوْتُنَا أَوْ يَجْدِرَ نَجْمًا۔

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سے نہ پھرے جب تک آواز نہ سنے یا جو کو نہ پلے اس روایت سے ماخوذ من السبیلین ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۴۱۸ اَحَدُنَا قُتَيْبَةُ الْمَدَنِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ مَدَنِيًّا مَا سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْنَا لِمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ الْمَدَنِيُّ

ترجمہ، حضرت محمد بن حنفیہ رو فرماتے ہیں کہ حضرت علی اکرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں کثیر الذی شخص تھا۔ مجھے اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں شرم محسوس ہوئی تو میں نے حضرت مقداد بن الاسود کو حکم دیا جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ یہ بھی ماخوذ من السبیلین ہے

حدیث نمبر ۴۱۹ اَحَدُنَا سَعِيدُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ اَرَأَيْتَ رَأَى اَجَامَعَ وَلَوْ يَمِينُ قَالَ عُمَرَانُ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيُفْضِلُ ذَكَرًا قَالَ عُمَرَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَالتَّوْبِيَّ وَطَلْحَةَ وَآبَجَ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوا بِذَلِكَ۔

ترجمہ، زید بن خالد نے حضرت عثمان بن عفان سے پوچھا کہ مجھے بتلائیے کہ کوئی جماع کرے اور اسے انزال نہ ہو تو حضرت عثمان نے فرمایا وہ ایسے وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ اور آگے تناسل کو دھو لے۔ اور حضرت عثمان نے فرمایا یہی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب سے پوچھا تو ان سب سے

اسی وضو کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکسال کے اندر وضو ہی واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ منی کا منظر ہے اور بعض وجوب غسل کے قائل نہ ہوتے۔ مگر بعد اطلاع انہوں نے رجوع کر لیا اور بعض وجوب کے قائل ہیں۔
تشریح از شیخ زکریاؒ صحابہ کرام کا اس میں اختلاف تھا کہ اگر جماع کے بعد منی خارج نہ ہو تو غسل واجب ہوگا یا نہیں ایک جماعت وجوب غسل کی قائل ہے۔ دوسری منکر۔ مگر اب وجوب اغتسال پر اجماع ہے۔ قال عثمان یتوضأ به ان کا مذہب ہے اسی طرح دوسرے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہوگا ہر حال بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا۔

حدیث نمبر ۷۶۷ اِحَدُنَا اِسْمَعِلُ بْنُ مَسْعُودٍ رَاٰ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرْسِلَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَاقُوتُ
فَقَالَ السَّيِّحُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَّا اَعْجَلْتَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلْتَ اَوْ فُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ تَابَعَهُ وَهَبٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ
وَلَوْ يُقْلُ غُنْدُوفٌ وَ يَجْبِي عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوءِ۔

ترجمہ، حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک آدمی کو بلوایا۔ پس وہ اس حال میں آئے کہ ان کا سر غسل کی وجہ سے قطرے بہا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید ہم نے تجھ سے جلدی کر لی۔ اس نے ہاں کے ساتھ جواب دیا۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تجھ سے جلدی کرائی جلتے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تجھ پر وضو ہے۔ غندر اور یحییٰ نے شعبہ سے وضو نقل نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ او فحطت میں او تنویع کے لئے ہو سکتا ہے کہ خود بخود منی نہ آئے یہ داخلی حدت ہے۔ اور اعجلت خارجی حادثہ ہے اور او شک رادی کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ روایت ان دیگر روایات سے منسوخ ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسال پر غسل واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اذا اعجلت او فحطت فتلیب الوضوء داؤد ظاہری کی یہی رائے ہے اور بخاری سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور ان حضرات کا استدلال الماء من الماء والی روایت سے ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک وہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ اختلام پر محمول ہے یا ابتدا پر محمول ہے اب

منسوخ ہے۔ لہٰذا بغیر غندار و یحییٰ عن شعبہ الموضوع اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ علامہ کرمانی اور ان کے اتباع کرتے ہوئے قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم نے حدیث میں صرف فعلیہ فرمایا۔ اور لغو کا لفظ چھوڑ دیا۔ قرینہ کی وجہ سے اور حافظ ابن حجر زہری نے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے وضو کا ذکر مطلقاً نہیں کیا۔ یعنی پورا جملہ فعلیہ الموضوع ذکر نہیں کیا۔ بلکہ جب طہرائی کی روایت میں ہے اس کی بجائے فلا غسل علیک وارد ہے۔

حدیث نمبر ۷۷، اباب التَّجَلُّ يُؤَفِّقُ صَاحِبَهُ -

ترجمہ باب۔ اس آدمی کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔

حدیث نمبر ۷۷، اَحَدُنَا ابْنُ سَلَامٍ الْخَزَّازُ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتَا نَضْلَ مِنْ عَوْفَةَ عَدَلٍ اِلَى الشَّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ قَالَ اُسَامَةُ بُجَعَلْتُ اَصْبْتُ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتُصَلِّي قَالَ الْمُصَلِّي اَمَامَكَ -

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس لوٹے تو ایک گھاٹی کی طرف پھر گئے قضا حاجت فرمائی حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ میں آپ پر پانی ڈالتا تھا اور آپ وضو کرتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا جلتے نماز آپ کے آگے ہے سنی مزدلفہ چل کر جمع بین الصلوتین کریں گے۔

تشریح از شیخ مدنی چونکہ وضو امور عبادت میں سے ہے شاید اس میں استعانت بالغیر جائز نہ ہو۔ تو مصنف رحمہ اللہ اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ آلات وضو میں اعانت کرنا۔ بالاتفاق جائز ہے جیسے ڈول رسی۔ لوطا وغیرہ دے دینا۔ دوسرے یہ کہ نفس وضو میں بلا ضرورت بلا عذر اعانت ناجائز ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ وضو کے اعمال خارجیہ میں اعانت ہو یعنی عندا یا غیر آلات میں اعانت ہو تو یہ جائز ہے جیسے مصنف ثابت کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا صاحب در مختار نے کہہ دیا کہ یہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے جس پر علامہ شامی نے اشکال کیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ صاحب در مختار کا قول صحیح نہیں بلکہ استعانت کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ کسی سے لوطا مانگ لے یہ جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات اولیٰ ہے جیسے کہ ابن عباسؓ نے کیا دوسرے یہ کہ پانی کوئی ڈالے اور متوضیٰ خود اپنے ہاتھ سے اپنے اعضا دھوئے یہ بھی جائز ہے تیسری صورت یہ ہے

کہ کوئی دوسرا پانی ڈالے اور وہی دھوئے یہ بلا ضرورت مکروہ ہے یہ بھی باب در باب ہے چونکہ پہلے باب تھا کہ ماخرج من الخجین سے وضو کا نقص ہوتا ہے۔ تو وہی سند اس حدیث سے بھی ثابت ہوا جو اس باب میں ہے وہ اس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استنجا سے تشریف لاتے اور وضو فرمائی۔ لیکن چونکہ اس حدیث سے ایک حدید فائدہ معلوم ہو رہا تھا۔ استعانت علی الوضوء کا اس فائدہ پر تنبیہ کرتے باب باندھ دیا۔

حدیث حدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاقِلٍ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّكَ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَأَنَّكَ ذَهَبَ لِحَاجَتِهِ لَهُ وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَنَسِلَ وَجْهَهُ وَيَذِيحُ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَمَسَحَ عَلَى خَدَّيْهِ۔ ترجمہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ پر پانی ڈالنے لگے اور آپ پر پانی ڈالنے لگے اور آپ وضو کر رہے تھے کہ اپنے چہرہ کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اپنے سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔

باب قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ مُمْمُوذٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَامِ وَبِكُتُبِ الْوَسَالَةِ عَلَى غَيْرِ مَضْنُوٍّ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اِنْ كَانَ عَلَيْكَ رَأْيٌ فَسَلِّ وَ اِلَّا فَلَا تُسَلِّ۔

ترجمہ باب ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید وغیرہ کا پڑھنا، منصور حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس طرح بغیر وضو کے خط لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں حضرت حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اگر حمام والوں نے چادریں لے رکھی ہوں تو ان پر سلام کرنا جائز ہے ورنہ ان پر سلام نہ کرو۔

حدیث نمبر ۹۷۰ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِي اَتَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّكَ بَاكَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُكَ فَأَصْطَبَجَتْ فِي مَوْضِعِ الْيُوسَافَةِ وَأَضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِيهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رَأَى اَنْتَصَفَ اللَّيْلِ أَوْ قُبْلَهُ بِتَلِيلٍ

أَوْ بَعْدَ كَيْ تَقِيلُ اسْتَبَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَسَ يَمْسَحُ التُّومَ عَنْ
وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ الْإِنْشِرَاقِ ثُمَّ قَامَ رَاحِلَ
ثَلَاثِينَ مُعَلِّقَةً نَتَوَضَّأُ مِنْهَا فَأَمْسَى وَضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَضَيْتُ فَهَوَيْتُ
مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقَضَيْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَآخَذَ
بِرَأْسِي الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَآخَذَ بِرَأْسِي الْيُمْنَى يَفْتَلِمَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ
الْمَوْزُونِ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے اپنی خالہ میمونہؓ نہ زودہ نبی اکرم صلم کے ہاں رات گزاری وہ فرماتے
ہیں کہ میں سر ہانے کی چوڑائی کی طرف سو گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلم اور آپ کی اہلیہ محترمہ سر ہانے کی
لمبائی کی طرف لیٹ گئے۔ جناب رسول اللہ صلم سوتے رہے یہاں تک جب آدھی رات ہو گئی۔ یا اس سے
پہلے تھوڑی دیر یا اس کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت صلم بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے چہرے
نیند کے آثار دور کرنے لگے۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے
لکے ہوئے مشکیزہ کی طرف اٹھے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع
فرمائی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا۔ اور جس طرح حضور اکرم صلم نے کیا تھا۔ میں نے بھی
اسی طرح کیا۔ پھر میں چلا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا
اور اسے گھمایا دایاں جانب کھڑا کیا۔ پھر ایک دو گانہ۔ دوسرا تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں اور چھٹا دو گانہ پڑھ کر
وتر ادا کئے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن نے اطلاع دی۔ تو آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں پھر تشریف
لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ وغیرہ کا عطف مشہور یہ ہے کہ القرآن پر ہے۔ کہ قرآن اور غیر القرآن
کا بعد الحدیث پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض نے کہا کہ الحدیث پر عطف ہے۔ مگر ظاہر قول اول ہے۔
اس پر مصنفؒ نے منصوصاً کا قول نقل کیا ہے۔ کام میں داخل ہونے والا بحالت حدث ہی ہوتا ہے۔ اور
کتب رسالہ میں چونکہ بسم اللہ وغیرہ لکھی جاتی ہے جو غیر وضو کی حالت میں ہوگی۔ اس پر تو اتفاق ہے
کہ بغیر وضو کے حفظ سے قرآن پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر جہنی یا حدیث اکبر لائق ہو۔ تو امام بخاریؒ کا مذہب

یہ ہے کہ وہ بھی جائز ہے۔ لیکن جمہور بوجہ حدیث ترمذی ناجائز کہتے ہیں اور قرآن مجید جو کہ قرآن مجید ہو وہ بوجہ لامیسہ الا مطہرون کے ناجائز ہے۔ اور اہل حمام کے بارے میں حاجی نے تفصیل کر دی

تشیخ از شیخ زکریا حافظ ابن حجر وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں ای غیر الحدث من مظان الحدث علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر مظان حدث حدث ہیں تو پھر وغیرہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر نہیں ہیں تو وہ ناقض وضو نہیں ہیں۔ تو پھر اس کے ذکر کی کیا ضرورت پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ وغیرہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی غیر قرآن قرآن مثلاً کنا بت قرآن اور میرے نزدیک ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ صورت اس لئے اختیار نہیں کی۔ کہ امام بخاریؒ اس صورت میں جمہور کے خلاف ہو جائیں گے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ مجتہد ہیں اب جبکہ وغیرہ کی ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے تو مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ باہر ہے قرآن کا بحالت حدث اور بحالت جنابت اس صورت میں دو مسئلے ہو گئے۔ ایک اجماعی دوسرا اختلافی۔ اجماعی یہ ہے کہ قرآن پاک کا بلا وضو پڑھنا بالاجماع جائز ہے۔ اور دوسرا مسئلہ اختلافی ہے۔ وہ یہ کہ حالت جنابت میں قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں ظاہر یہ کہ نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور یہی امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک مادون الایۃ تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں فائدہ قرآن اور مالکیہ کے نزدیک ایک آیت جائز ہے کیونکہ یہ

قرآن نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فتیلاً کہ اللہ احسن الخالقین کہہ دیا جو ایک آیت ہے تو معلوم ہوا کہ آیت کی تحدید نہیں ہے۔ اور قرآن پاک کی تحدید ہے ہاں مثل اقصیٰ سورۃ جائز نہیں ہے اور اگر وغیرہ کا ضمیر قرآن کی طرف راجع کریں۔ تو اس صورت میں مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ غیر القرآن سے مراد اذکار ہوں گے اور جب قرآن بحالت حدث جائز ہے تو اذکار بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔ قال مفسر عن ابیہم الخ چونکہ حمام میل کچیل اور نجاسات وغیرہ زائل کرنے کی جگہ ہے۔ لیکن وہاں بھی قرآن پاک پڑھ سکتا ہے۔ تو اسی طرح حالت حدث میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ ویکتب الوضوء الخ اور کھٹے پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔ لہذا پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ وقال حماد عن ابیہم معلوم ہوا کہ حدث کا اعتبار نہیں بلکہ ستر اور عدم ستر کا اعتبار ہے۔ فاضطجعت فی عوض الوضوء الخ یہ روایت کتاب العلم میں

گزر چکی۔ مگر وہاں یہ جملہ نہیں آیا تھا۔ وسادۃ لغت میں تکیہ کو کہتے ہیں شرح فرماتے ہیں کہ چونکہ تکیہ کے عرض و طول میں سونا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس لئے یہاں تکیہ بول کر مجازاً گدا مراد لیا گیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلیم اور زوجہ مطہرہ تو طول میں لپٹ گئیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ پائین میں لپٹ گئے۔ جیسے عورتیں کئی ہیں۔ کہ جب بچے زیادہ ہوتے ہیں۔ تو ایک دو کو پہلو میں اور ایک دو کو پیروں کی طرف لٹا دیتی ہیں میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں معنی مجازی مراد لینے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکیہ تھا اس کے طول میں سر رکھ کر حضور اکرم صلیم اور زوجہ مطہرہ سو گئیں۔ اور عرض میں سر رکھ کر ابن عباس سو گئے۔ اگر یہاں وسادہ سے مراد گدا لیا جائے۔ ایک تو معنی مجازی مراد لینے پڑنے ہیں دوسرے یہ کہ جب حضرت ابن عباسؓ پیروں کی طرف لیٹیں گے تو اگر انہوں نے کروٹ لی تو ادھر حضور اکرم صلیم کے پاؤں میں آجائیں گے۔ اور اگر ادھر حضور اکرم صلیم نے پیر مبارک پھیلائے تو ہند پر پڑ جائیں گے۔ لہذا یہاں ادلی یہی ہے کہ معنی حقیقی مراد لئے جائیں۔ کیونکہ شرح کے قول میں تو دو اشکال پیش آجاتے ہیں۔ فاعل یسبحہ النوم یہاں مقصود یہ ہے کہ اس جملہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن بحالت حدث پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے حضور انور صلیم نے بیدار ہونے کے بعد بلا وضو کئے قرآن مجید پڑھ لیا۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور اکرم صلیم کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا اس لئے آپ کا وضو نہ ٹوٹا ہوگا۔ تو ہم ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کر لیں گے وہ فرماتے ہیں منعت مثل حاضنۃ یہ اپنے عموم کی وجہ سے قرآن آیات کو بھی شامل ہو گیا۔ فوضع یدہ الیمنی یہ تنبیہ کرنے کے لئے اور نیند زائل کرنے کے واسطے تھا۔ ثنود کعتین ثنودا تو اس پر کلام باب الوتر میں آئے گا۔ کہ حضور اکرم صلیم نے رکعتیں کتنی مرتبہ پڑھیں اور پھر اس سے اتنا رکعت لازم آتا ہے۔ یا ایستار ثلث رکعات الخ یعنی ایک رکعت کے ساتھ وتر بنائے یا تین رکعات کے ساتھ بنائے۔

باب مَنْ تَوَضَّأَ لَا مِنْ الْعُثَى الْمُثْقَلِ

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو صرف غشی مثقل سے ہی وضو کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۰. أَحَدُنَا إِنْ سَلَّحَ الْخَرَّ عَنْ جَدِّهِمَا أَسْمَاءَ مِنْتَ ابْنِ بَكْرِ أَنْهَا قَالَتْ
أَتَيْتُ عَائِشَةَ فَفَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلْمَيْنِ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ
قِيَامٌ يُصَلُّونَ فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيُ فَقُمْتُ مَالِ النَّاسِ فَأَشَارْتُ بِإِصْبَعِي هَاتَمَوْا السَّمَاءَ وَفُتَّ
بِسُجَّاتِ اللَّهِ فَقُلْتُ آيَةً فَأَشَارْتُ أَنْ نَعُوْ فَقُمْتُ حَتَّى نَجَاؤُنِي الْغُثَى وَجَعَلْتُ أَصْبُ

فَوَقَّ رَأْيِي مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاثْنَى عَلَيْهِ
فَقَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَكُمْ أَرَاكُمْ قَدْ رَأَيْتُمْ فِي مَقَامِي هَذَا حَقَّ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
فَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ لَا أُخْبِرُ
أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يُوقِي أَسَدَكُمْ فَيَقَالُ لَكُمْ مَا عَلَيْكُمْ بِهَذَا أَلَا تَجْلِبُنَا مَا الْمُؤْمِنُ
أَوِ الْمُؤْمِنَاتُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا
بِالْبَيِّنَاتِ وَالْعِلْمِ مَا جِئْنَا وَإِنَّمَا وَاتَّبَعْنَا فَيَقَالُ فَهَذَا صَالِحًا فَهَذَا عَلِيمُنَا إِنَّ كُنْتُ
كَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُؤْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا
أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَتَوَلَّوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ -

ترجمہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت
عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ نبی اکرم صلم کے پاس اس وقت آئی جبکہ سوچ گرجن لگ چکا تھا۔ پس دیکھتی کیا
ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ حضرت عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھی رہی ہے تو میں نے
پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ اللہ
کی قدرت ہے میں نے کہا یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے تو اس نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا
ہاں! پس میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی۔ تو مجھے بے ہوشی نے ڈھانپ لیا جس کی وجہ سے میں نے اپنے
سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی۔ پس جب رسول اللہ صلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
بیان کی پھر فرمایا کہ جو جو چیزیں ہیں نے نہیں دیکھی تھیں اس مقام پر ان کو دیکھ لیا ہے۔ حتیٰ کہ بہشت
اور دوزخ کو بھی دیکھا اور مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ قبروں اس طرح یا قریب فتنہ دجال کے مبتلا کئے
جاؤ گے مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسمانے مثل کا لفظ کہا تھا یا قریب کا۔ بہر حال تم میں سے ایک کو لایا جائے
گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس آدمی کے ہمارے میں تمہارا کیا علم ہے۔ پس تو من یا موقن یاد نہیں
حضرت اسمانے کون سا لفظ بولا تھا۔ وہ تو کہے گا کہ وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل
اور ہدایت لاتے ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی تو کہا جائے گا کہ تو
ٹھیک ٹھاک سو جا۔ ہم نے علامتوں سے جان لیا تھا کہ تو تو من ہو گا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا
نہیں معلوم حضرت اسمانے کون سا لفظ کہا تھا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا لوگوں سے سنا تھا وہ ایک

بات کہتے تھے میں نے بھی اسے کہہ دیا۔

تشریح: از شیخ مدنی "مصنف" کا مسک نوم کے بارے میں بھی وہی ہے جو امام مالک کا ہے کہ نوم کثیر ناقض وضو ہے خواہ وہ کسی حالت میں ہو اور نوم قلیل ناقض نہیں ہے۔ اس کو غشی منقل سے تعبیر کیا گیا۔ جب غشی غیر منقل ناقض نہیں جیسے حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کیونکہ وہ اپنے اوپر پانی ڈالتی تھیں ہوش و حواس باختہ نہیں ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ مطلق نوم ناقض نہیں ہے۔

تشریح: از شیخ ذکر کیا غشی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک منقل دو سری مخفف۔ مخفف یہ ہے کہ حواس پورے طور پر زائل نہ ہوں۔ بلکہ کچھ باقی رہیں۔ اور منقل یہ ہے کہ حواس پورے زائل ہو جائیں اور کچھ خبر نہ رہے منقل تو سب کے نزدیک ناقض وضو ہے البتہ مخفف کے اندر بعض علما کا قول یہ ہے کہ وہ بھی ناقض ہے یہاں سے امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد فرماتے ہیں جو مطلق غشی کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ فقہت

بخاریؒ غشی حضرت امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ دیکھو نماز بھی پڑھ رہی تھیں غشی مخفف بھی تھی جب ہی تو سر پر پانی ڈال رہی تھیں۔ فیقال لہما علمک بهذا الوجه اس میں بحث گزر چکی ہے پانچ وجوہ بیان ہوئی تھیں اول یہ کہ اصل میں محمدؐ ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے راوی نے بخذا الوجه بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ فرشتہ بخذا الوجه کے ساتھ دریافت کرے گا۔ کیونکہ مقصود امتحان ہے اور امتحان میں اخفا ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک سلنے لاتی جلتے گی۔ اور چوتھے یہ کہ وہ عالم برزخ ہے اس لئے وہاں پر مے حائل نہ ہوں گے اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر ہی سے لوگوں کو نظر آئیں گے اور فرشتہ آپؐ کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ اور پانچویں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ فخذ علمنا ان کنت مؤمنا یعنی ہم تجھ کو تیرے چہرے سے ہی پہچان گئے تھے کہ تو مسلمان ہے۔ اور بھائی بات بھی یہی ہے کہ اچھا اور بُرا آدمی چہرے سے ہی پہچان لیا جاتا ہے شیعوں کو دیکھو ان کے چہروں پر لعنت برکت ہے۔

باب مَسْجِدِ النَّاسِ مُحَمَّدٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْجِدُ الْمَسْجِدُ الَّذِي تَجْلِسُ عَلَيْهِ وَأَسْمَا وَمَسَّحَ مَا لَكَ أَيُّجَنَّى أُنْتُ بِمَسْجِدِ بَعْضِ رَأْسِهِ فَأَحْتَجَّ بِعَدِيَّتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ۔

ترجمہ باب مسک کا مسح کرنا بوجہ اللہ تعالیٰ کے قول فامسحوا برؤوسکم اور حضرت مسجد بن

المیبت فرماتے ہیں کہ عورت بھی مرد کی طرح سارے سر کا مسح کرے اور حضرت مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا سر
بعض حصہ کا مسح کرنا جائز ہے یا کافی ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے دلیل قائم کی
حدیث نمبر ۱۸۱ اَحَدُ ثَمَاعِدُ اللّٰهِ بُنْتُ بَيْتُكَ الْمَاءُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ
وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى اَتَسْتَطِيعُ اَنْ تُرَبِّعَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بُنْتُ زَيْدٌ نَعُوْهُ فَدَعَا بِنَا وَفَاخْرَجَ عَلٰی يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَا
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضَمَضَ وَامْتَسَتْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهَمَا وَادْبَجَ بِنَا بِمَقْدَرِ
رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهَمَا اِلَى قَفَاكَ ثُمَّ دَعَاهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الْكَذٰى بَدَا مِنْهُ ثُمَّ
غَسَلَ رِجْلَيْهِ (الحديث)

ترجمہ، ایک آدمی جو عمر و بن یحییٰ کے دادا تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا کہ آپ ہمیں
جناب رسول اکرمؐ کے وضو کرنے کا طریقہ دکھا سکتے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں بیشک تو انہوں نے پانی
منگایا اور اپنے ہاتھ پر ڈالا پھر ہاتھ تو دو مرتبہ دھویا۔ پھر کلی کو تین مرتبہ اور تین مرتبہ ناک کو چھٹا اور پھر
تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر اپنے دونو ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا پھر دونوں ہاتھوں
سے اپنے سر کا اس طرح مسح کیا کہ دونو ہاتھوں آگے لے آئے اور پھر پیچھے لگے اور ابتداء سر کے لگے
جستہ سے کی پھر ان دونو ہاتھوں کی گڈی تک لے گئے۔ پھر ان دونو ہاتھوں کو اس جگہ تک لٹکایا جہاں سے
شروع کیا تھا۔ پھر اپنے دونو پاؤں دھوئے۔

تشبیح از شیخ مدنی، مصنف بھی امام مالکؓ اور امام احمدؓ کے قول کے مطابق جمیع راس کے
مسح کو فرض کہتے ہیں استدلال آیت کریمہ و مسحوا براسکم سے ہے اور راس منبت شعو سے
لے کر قضا تک کہتے ہیں مگر جہور راس کو اسم جنس قرار دیتے ہیں۔ اس لئے امام شافعیؒ شعوة واحدة
کے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اور امام صاحبؒ آیت کو محل قرار دیتے ہیں اور بعض روایات سے جو
استیعاب معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے مسح علی الناصیبتہ تو وہ مسح علی الناصیبتہ تو وہ مسح
علی الناصیبتہ کو فرض اور استیعاب کو مستحب کہتے ہیں۔

تشبیح از شیخ زکریا حضرت امام بخاریؒ مفسولات کے بیان سے واضح ہو گئے اور اس کے

متعلقات بھی بیان کر چکے تو اب مسوحات کا ذکر فرماتے ہیں یہاں مسحہ الرأس کا ذکر ہے اس کے بعد مسحہ الخفين کا ذکر فرمائیں گے۔ مسحہ الرأس میں ائمہ کے مذاہب یہ ہیں۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک استیاب فرض ہے۔ اور بھی امام بخاری کا مذہب ہے اور حنفیہ کے یہاں تاحصیۃ والی روایت کی بنا پر چار انگلی کے بقدر فرض ہے اور شوافع کے ہاں ادنیٰ کا یطریق علیہ اسعالمسحہ ولوکان بقدر ثلث شعرات مگر بھائی پورے سر کا مسحہ کر لیا کرو۔ کیونکہ اس میں اپنے امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ اور حق ان چاروں مذاہب کے اندر دائر ہے۔ اگر پورے سر کا مسحہ نہ کیا تو دو اماموں کے مذہب کی بنا پر نماز نہ ہوگی۔ اس لئے بہت خیال رکھو۔ وقال ابن المہیب المواتی بمنزلۃ الرجل المینى عورت کے لئے بھی مرد کی طرح مسحہ رأس کا حکم ہے اور یہاں بھی مقدار فرض کے اندر وہی اختلاف ہے جو مرد کے لئے مسحہ رأس میں ہے۔ البتہ امام احمد کے نزدیک عورت کے لئے استیاب شرط نہیں ہے و مثل ما لک یعنی حضرت امام مالک سے سوال کیا گیا کہ بعض رأس کا مسحہ کرنا کافی ہے تو انہوں نے عدم سوا مسحہ بعض الرأس پر عبداللہ بن زید کی روایت سے استدلال کیا۔ کیونکہ اس میں بدء بمقدم رأس الخ سے استیاب معلوم ہوتا ہے۔ ان رجلاً قال بخاری کی روایت بالکل صاف ہے اور ہوئی ضمیر رجلاً کی طرف راجع ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید سے یہ کہا۔ اور وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں یہاں ایک بات سنو! چونکہ دادا کے بھائی اور باپ کے چچا بھی دادا ہی ہو کرتے ہیں اس لئے یہاں بدحد سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقتاً وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے حقیقی دادا نہیں ہیں بلکہ حقیقی دادا تو عمارہ بن ابی حنہ ہیں اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ عمرو بن یحییٰ بن بن عمارۃ بن ابی الحسن اور وہ رجل عمرو بن ابی حنہ ہیں جو عمارہ بن ابی الحسن کے بھائی ہیں۔ بہر حال بخاری کی روایت میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابو داؤد شریف اور موطا امام مالک کی روایات میں کسی راوی سے اختصار واقع ہو گیا۔ اور اس نے ان رجلاً کو حذف کر دیا۔ اب وہاں عبارت یہ رہ گئی عن ابیہ انہ قال لعبد اللہ بن زید ہو جد عمرو بن یحییٰ اس صورت میں ضمیر عبداللہ بن زید کی طرف لوطی ہے۔ مگر یہ عبداللہ بن زید عمرو بن یحییٰ کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے فراح اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ وہ من قبل الائم رضاعی ہوں گے مگر یہ سب غلط ہے صحیح وہی ہے جو بخاری کی روایت میں ہے فاقبل بجماد ادبہ اقبال کے معنی ہیں پیچھے سے گئے کی طرف آنا۔ اور ادبار کے معنی ہیں آگے سے پیچھے کو جانا اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہیچھے کی جانب سے کی۔ اور آگے جو جملہ مفسراً آرہا ہے معنی بدہ بمقدم رأسہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ابتدا آگے کی جانب سے فرمائی لہذا جملتین میں تعارض ہو گیا بعض حضرات نے جملہ اولیٰ یعنی خاقیل بھما، ادب کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ وہ کسی راوی کی تفسیر ہے اور مدح ہے۔ اسی لئے دیکھ وغیرہ کہتے ہیں کہ مؤخر اس سے ابتدا کرنی چاہیے مگر اراج کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور جہور یہ کہتے ہیں کہ بدایت من مقدم الموائس سنت ہے اور بدہ بمقدم رأسہ سے استدلال کرنے ہیں اس کے مفسر ہونے کی وجہ سے اب ناقبل بھی داد بران کے خلاف پڑتا ہے۔ تو جہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اقبال باب افعال سے ہے جس کا خاصہ صاحب المآخذ ہونا بھی ہے۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ صاحب القبل ہو گئے اس صورت میں مخالف نہ رہا۔ کیونکہ مطلب یہ ہوا کہ بدہ بقبل الموائس اور دومل جواب اس سے اولیٰ یہ دیا گیا ہے کہ ناقبل بھی داد بر میں داؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے۔ اور اس پر دلیل باب الرضو من التور میں قادیبر بدہ ناقبل ہے وہاں ادبار کو مقدم کر دیا الغرض امام بخاریؒ نے مکہ کی قید لگا کر مسح اس میں استیاب کی طرف اشارہ فرما دیا خاقیل بھما وادبوا لہمیر والد صاحبؒ کہ روایت جس سے مؤخر اس سے ابتدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی ربیع بنت معوذہالی روایت جس کے اندر کل جمعة لنصب شعوا وکما قال کے الفاظ وارد ہیں کہ سر کے مسح کے لئے مآخذ پیتے۔ اور سر کا مسح کرتے تھے جس طرف بالوں کا رخ ہوتا تھا یہ دونوں روایتیں عارضی اور ایک خاص وقت کے لئے ہیں اور وہ یہ کہ حضور اقدس صلم ہال رکھتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ بالوں میں کبھی کبھی مانگ بھی نکال لیا کرتی تھیں۔ تو اس وقت حضور انور صلم پہلے سر کے پھلے حصہ کا مسح فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد آگے کے حصہ کا مسح فرماتے تھے۔ اس طرح پر کہ مانگ خراب نہ ہو۔ اور ابتدا مؤخر اس سے اس لئے کرتے تھے۔ کہ اگر مقدم اس پر پہلے مسح کریں گے تو سر کے پیچھے بال کھڑے ہو جائیں گے اور جب مؤخر کا مسح کریں گے تو ان کے ذنب سے آگے کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مانگ خراب ہو جائے گی۔ اس لئے ابتدا مؤخر اس سے کرتے تھے۔ اور عام حالات کے اندر ابتدا مقدم رأس سے فرماتے ہیں اور دو یا تین مرتبہ پانی لینے کی ضرورت جدید پانی کے لئے ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اس جواب پر تمام احادیث میں جمع ہو جائے گا۔

باب غَسِلَ التَّجْلِيئِي إِلَى الْكُحْبَيْنِ ترجمہ، پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا۔

حدیث نمبر ۱۸۲ | حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَسَنِ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ زُفَرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَايَنَّا مِنْ نَمَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وَضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْفَأَ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ التَّوْبِ فَقَسَلَ بِدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْبِ فَخَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَنَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَقَسَلَ بِدَيْهِ مَرَّتَيْنِ رَأَى الْوُضُوءَ فَقَبِلَ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَنَسَعَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِمِصْرَافٍ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زبیر سے جناب نبی اکرم صلم کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک تھال (پتیل کا یا پتھر کی ٹھلیا) منگوائی اور ان کے لئے حضور نبی اکرم صلم جیسا وضو کر کے دکھایا چنانچہ اس تھال سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی اندر دیا دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھونے پھر تھال میں ہاتھ داخل کر کے پانی لیا تو کلی کی۔ ناک میں پانی دیا اور ناک کو جھاڑا یہ سب تین چلو پانی سے کیا پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا اور تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا۔ تو دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو مرتبہ دھویا۔ پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا اور اپنے سر کا مسح کیا ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھوں کو آگے بھی لے گئے اور پیچھے بھی لاتے پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا مشائخ درس کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ باب ذکر کر کے رجل کا محل غسل بتا دیا کہ مسح راس کے بعد ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اب تک تو امام بخاریؒ کو ترتیب اعضا وضو کا خیال نہ آیا۔ اور اب ترتیب شروع کر دی۔ لیکن یہاں بات یہ ہے کہ یہ باب سابق کا تکملہ ہے اور امام بخاریؒ اس سے بھی استیاب راس ثابت فرما رہے ہیں کہ جب رجلین جو کہ اعضائے وضو میں سے ہے اس کو کامل دھویا جاتا ہے۔ تو مسح بھی سارے سر کا ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ سنن کی روایات میں لا اذن ان من الواس آلیہ ہے۔ وہ تو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہذا اس کو تو ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ اس کی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا۔ کہ جیسے رجلین کہیں تک دھوتے جاتے ہیں اسی طرح اذان سر کے لئے کہیں ہیں لہذا ان کا بھی مسح ہونا چاہیے۔

باب اسْتِغْثَالِ فَضْلِ وَضُوءِ النَّاسِ وَامْرِ جَوْرِئِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَهْلَهُ
أَنْ يَتَوَضَّأُوا بِفَضْلِ سِوَاكَ -

ترجمہ، لوگوں کے وضو کے بچے ہوتے پانی کو استعمال کرنا حضرت جبریل بن عبد اللہ رحمہ نے اپنے گھروالوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے سواک کے بچے ہوتے پانی سے وضو کریں۔

حدیث نمبر ۸۳۱۸۳ اَحَدُنَا اِذَا دَمَرَ الْاِيمَ مَتَّ اَبَا جَحِيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا الشَّيْخُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَاجِرَةِ فَاَتَى بِوَضُوْعٍ فَتَوَضَّأَ فَبَعَلَ النَّاسُ يَا خَدُوْنُ مِنْ فَضْلِ وُضُوْعِهِ فَيَنْتَسِحُوْنَ بِهٖ فَضَلَّ الشَّيْخُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَظْهَرَ كُفْتَيْنِ وَاعْصَرَ كُفْتَيْنِ وَبَيَّنَّ يَدَيْهِ عَنْ لَاحِظٍ وَقَالَ اَبُو مُوْسٰى دَعَا الشَّيْخُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَضَلَّ يَدَيْهِ وَوَضَعَهُ فِيْهِ وَكَبَّحَ فِيْهِ شَوْكًا قَالَ لَهِمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرَعَا عَلَى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا (الحديث)

ترجمہ، حضرت حکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جحیفہ رحمہ کو کہتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلم ایک دن دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے پاس پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا تو آپ کے وضو سے بچے ہوتے پانی کو لے کر لوگ وہ پانی اپنے کو ملنے لگے۔ پھر حضور نبی اکرم صلم نے ٹہرکی دو اور عصر کی دو رکعتیں اسی حال میں پڑھیں کہ آپ کے سامنے چھوٹے نیزے کا سترہ تھا۔ اور ابو موسیٰ اشعرمیٰ نہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو اس پیالے میں دھویا اور اسی میں کلی بھی کی پھر فرمایا کہ تم دونوں اس کو پیتو اور اپنے چہرے اور سینے پر ڈالو۔

تشریح از شیخ مدنی، فضل وضو الناس الخ اس میں دو احتمال ہیں ایک تو وہ غیر مستعمل پانی جو برتن میں رہ گیا ہے۔ دوسرا وہ جو مستعمل ہے ایسے پانی کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام صاحب اس مسئلے کو نجس کہتے ہیں امام مالک اور امام بخاری اس کو طاهر مطہر کہتے ہیں۔ اس نامستعمل پر روایات اس پر منطبق نہیں ہوں گی۔ آپ کے تھوکنے اور صحابی کے افتخار سے پانی کا طہر اور مطہر ہونا مفہوم ہوتا ہے جو لوگ اسے نجس کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی ہر ایک نامستعمل ایسا نہیں ہوتا یا یہ نامستعمل ہی نہیں تھا۔ اس لئے کہ نامستعمل تو وہ ہوتا ہے جو تفریب کے طور پر استعمال کیا جائے اور یہ پانی میخ کے لئے استعمال کیا گیا تو پھر نجاست کا ثبوت کیسے ہو گا۔ اور شراح ما باقی بعد الاستعمال پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں قطرات پڑ جاتے ہیں۔ مگر چونکہ نامستعمل کا غلبہ نہیں اس لئے اس کی

طہارت کا ازالہ نہ ہوگا۔ اکثر شراح کا یہی بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَيْحِ قَالَ هُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مَرَّتَ بِمَنْ هُوَ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ عَنِ الْمُسَوِّرِ وَغَيْرِهِ يُصَدِّقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ وَافَقَتْهُ لَوْنٌ عَلَى مَوْضِعِهِ (الحدیث)

ترجمہ، ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن الربیع نے خبر دی یہ وہ صحابی ہیں کہ جب وہ نہ پکے تھے تو ان کے کنوئیں کے پانی سے آپؐ بنی اکرمؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر تھوکا تھا۔ عروۃ مسور اور دوسرے سے روایت کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا تھا کہ جب بنی اکرمؑ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے تو لوگ آپؐ کے وضو کے پانی پر لڑتے تھے۔

ہشتیج از شیخ زکریاؒ فضل کے معنی پکے ہونے کے ہیں اور اس پانی میں دو احتمال ہیں ایک وہ پانی جو وضو کرنے کے لئے ٹوٹے میں پچ جلتے اور دوسرا وہ جو اعضا وضو پر بہا دیا جائے جس کو ماستعمل کہتے ہیں یہاں پر علما کے دو قول ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس کے بعد باب بلا ترجمہ آرہا ہے اور باب بلا ترجمہ باب سابق کا جزو ہوا کرتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب میں تو فضل بمعنی ماستعمل مراد لیا۔ اور دوسرے میں فضل بمعنی باقی فی الاناء۔ بعد الوضوء۔ کو ذکر فرمایا ہے۔ بظاہر باب کی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ چونکہ مسح راس کا ذکر فرمایا تھا۔ اور روایت میں بد مقدم راس ہے تو جب سر پر ہاتھ رکھ کر پھیر لیں گے تو ماستعمل کا استعمال لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو پانی ہاتھوں میں لگا ہوا ہے وہ سر کے کچھ حصے سے الگ ہو چکا ہے۔ تو اس سے امام بخاریؒ نے ماستعمل کی طہارت ثابت فرمائی۔ علما کے مذاہب اس میں یہ ہیں کہ مالکیہ کے یہاں طہور ہے اور شوافع اور حنابلہ کے یہاں طہور ہے۔ حنفیہ کے یہاں دو روایتیں ہیں ایک طہارت ایک نجاست کی ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ابھی وہ مستعمل کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو وہ ہاتھ ہی کو لگ رہا ہے امام بخاریؒ کا رجحان مالکیہ کی طرف ہے۔

ان يتوضوا بفضل سوا کہ یعنی حضرت جریر بن عبداللہؒ نے اپنی مسواک پانی میں ڈال ڈال کر مسواک کرتے تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیتے تھے تو یہاں ماستعمل کا استعمال لازم آیا۔ کیونکہ اسی پانی میں استعمال کی ہوئی۔ مسواک ڈالی جاتی تھی۔ لہذا اگر ماستعمل طہور نہیں تھا تو حضرت

جریش نے ایسا کیوں کیا؟ فیصل الناس یاخذون بہما مستعمل ہو اکیونکہ اگر لوگے کا بچا ہوا ہوتا تو کوئی ایک لے لیتا بین بد یہ عنترہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں فصل بد یہ و جہہ فیہ یہ مستعمل ہو گیا تھا قال لعمرا اللہ بوالہ یہ کتاب المغازی کی روایت ہے ان میں ایک حضرت بلال تھے اور دوسرے ان کے کوئی اور ساتھی تھے۔ اس سے بھی مستعمل کی مہارت معلوم ہوئی جب ہی تو پینے کا امر فرمایا و اخرعا علی و جھکما و نمحدا کما یہ تبرک کئے فرمایا و ہوا الذی حج رسول اللہ صلعم فی وجہہ یہ روایت متی بیع سماع الصغیر میں کتاب العلم کے اندر گزر چکی ہے۔ یہ بھی مستعمل بن گیا کہ حضور اقدس صلعم نے اس میں کلی فرادی و قال عروۃ الہیہ صلح حدیبیہ کی ایک طویل روایت کا لکھ لیا ہے جو کتاب الشروط میں آ رہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ عروہ نے جا کر دیکھا کہ حضور اکرم صلعم وضو فرما رہے تھے اور صحابہ کرام اس پانی پر جو گر رہا تھا۔ ٹوٹے پڑے تھے وہ جب قریش کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں کسی کے مصاحبین اس طرح اس کی عزتیں کرتے جس طرح کہ محمد صلعم کے اصحاب کرتے ہیں۔ کہ ایک قطرہ پانی کا زمین پر نہیں گرنے دیتے اور اپنے چہرے اور سینے پر ملتے ہیں۔ اگر کسی کو وہ پانی نہیں ملتا تو وہ اپنے دوسرے ساتھی سے لے کر اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتا ہے۔ یہ روایت میرے لئے اس بات پر دلیل ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں فضل سے مستعمل مراد لیا ہے۔ کیونکہ یہاں جو واقعہ ہے۔ وہ حدیبیہ کا ہے۔ یصدق کل واحد منہما صاحبہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عروہ نے مسور کے علاوہ ایک دوسرے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ سب کے مضمون ایک ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ استعمال فضل وضو میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مرجوع عنہ قول یہ ہے کہ وہ تجس ہے چہ کہ امام صاحبؒ پر ایک دور ایسا گزرا ہے۔ کہ ان پر اس چیز کا انکشاف ہو جاتا تھا کہ پانی سے کون کون سے گناہ صاف ہوئے۔ تو اس لحاظ سے پہلے وہ اس کی نجاست کا حکم لگاتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے بہت دعائیں کیں۔ کہ اے اللہ مجھ سے لوگوں کے عیوب چھپا لیجئے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد پہلے قل سے رجوع فرمایا۔ ان بتوضو بفضلہ سوا کہ الہی شراح کو یہاں یہ اعتراض ہے کہ یہ جملہ ترجمہ ابابک کے بالکل مناسب نہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ لغم مسواک کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ اسواک مظہق اللغم اور وضو بھی مطہرۃ للبدن ہے چونکہ دونوں مطہر ہونے کی صفت مشترک ہے اس لئے اس جملہ کو ذکر فرمایا قال ابو موسیٰ الغنیؒ سے بھی امام بخاریؒ نے استدلال کیا ہے۔ کہ فضل ما طابہر ہے۔

حدیث نمبر ۸۵ اَحَدَثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُونُسَ الْخَزَنَادِيُّ السَّامِيُّ بْنُ يَزِيدٍ يَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَقَعَ فَمَسَحَ وَأَمْسَحَ وَدَعَا لِي بِالْبُرْكَ ثُمَّ تَوَمَّنَا فَشَرِبْتُ مِنْ دُضُؤَيْهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَالَتِهَا لَتُبَوَّحًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ ذُرِّ الْحَبَلَةِ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے میری خالہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لی گئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ میرے بھانجے کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔ تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر وضو فرمایا تو میں نے آپ کے کچے ہوتے پانی سے پیار اور آپ کی پیٹھ کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح ہر نبوت دیکھی۔

تشریح: از شیخ مدنیؒ بظاہر باب سابق سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر یوں مناسبت ہو سکتی ہے کہ جب ماستعمل سے شفا طلب کی جاسکتی ہے وہ ظاہر ہو گا نجس سے شفا کیسے طلب کی جاتی ہے وَقَعَ مرض لاحق ہو گیا زوالجملہ جملہ بمعنی چھپر کھٹ جو عروس کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ جملہ سے کبک اور کبوتری مراد ہو زر (گھنڈی) کو کہتے ہیں جو کہ کبوتری کے انڈے کے برابر ہوتی ہے اگر کبک مراد ہو تو پھر اس کا انڈا مراد ہو گا۔ چنانچہ بعض نسخوں میں رز بھی ہے۔ رز کے معنی بیضہ یعنی انڈے کے ہیں۔

تشریح: از شیخ زکریاؒ باب یہ باب بلا ترجمہ ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے کہ چونکہ آنے

والی روایت میں احتمال یہ ہے کہ مابقی فی الاما مراد ہو تو باب اول کے مغائر ہے یا ماستعمل فی الاعضا ہو تو موافق ہوگی اور اس میں خاتم کا ذکر بھی تھا۔ اس لئے تنبیہ کے واسطے باب ما نذر دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ اول سے ماستعمل اور دوسرے مابقی فی الاما کے متعلق کلام فرما رہے ہیں چونکہ امام بخاریؒ نے فضل بمعنی استعمال کا حکم بیان کیا تھا۔ اس لئے تبعاً فضل بمعنی الباقی کو بھی ذکر فرما دیا وَقَعَ بمعنی وجع یعنی درد ہے۔ فمسح و امسح بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری سر میں تھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ سر میں ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ بچوں کے سر پر تو ہاتھ پھیرا ہی کرتے ہیں فشربت من وضوئے یہاں میرے نزدیک وضو سے مابقی فی الاما مراد ہے۔ کیونکہ فضل بمعنی استعمال تو گذر چکا۔

مثلاً فی الجملۃ یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک بتقدیم الوا علی الوا اس وقت اس کے معنی گھڑی کے ہوں گے اور جملہ کے معنی مہری کے ہیں بڑے اور امیر لوگوں کے یہاں شادیوں میں مہری کے اندر گھڑیاں استعمال کرنے کا رواج ہے اور دوسرے روز بتقدیم الوا علی الزاء اس وقت اس کے معنی انڈے کے ہوں گے اور جملہ کے معنی اس وقت میں ایک پرندہ ہوگا۔ جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔ یہ روایت کتاب الشائل کی ہے۔ یہاں الفاظ کی جھٹیت سے کلام کر دیا۔

باب مَن مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ -

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، الطَّرِيقُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي النَّائِظِ عَلَى يَدَيْهِ فَقُلْتُ مِمَّا شَرَعْتَ أَنْ تَضَمَّضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا فَخَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْقَطَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِمَا سَمِعَ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَذْ بَرَّ وَخَسَلَ وَجْهَهُ إِلَى الْكُفَّيْنِ ثُمَّ قَالَ لَهَكَ أَوْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زید نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا۔ پھر منہ کو دھویا یا کلی فرمائی اور ناک میں پانی ایک ہی تھیلی سے دیا۔ اور اس کو انہوں نے تین مرتبہ کیا پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے دو مرتبہ سر کا مسح کیا اگلے حصہ کا اور پچھلے حصہ کا۔ پھر ٹخنوں تک ہاتھ دھوئے پھر فرمایا اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو تھا۔

تشنق ہے از شیخ زکریا میرے نزدیک امام بخاری اس باب سے بھی ماستعمل کی طہارت ثابت فرما رہے ہیں اس طرح کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں امام شافعی کے پانچ قول ہیں ایک یہ کہ تین بار مضمضہ ثلاث غرات اور تین بار استنشق ثلاث غرات گویا ہر ایک کے لئے الگ الگ غرفہ۔ یہ امام شافعی کا ضعیف قول ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے لیکن یہی جہور کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ ایک غرفہ سے دونوں تین بار پھر اس کے اندر دو قول ہیں ایک یہ کہ ایک ہی غرفہ سے اولاً تین بار مضمضہ اور اسی غرفہ سے پھر تین بار استنشق دوسرے یہ کہ ایک ہی غرفہ میں ایک بار کلی پھر استنشق پھر کلی پھر استنشق یہ سب ایک ہی غرفہ سے ہوگا۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ دونوں غرفوں سے ہوں۔ پہلے غرفہ سے تین بار مضمضہ اور پھر دوسرے غرفہ میں تین بار استنشق اور پانچواں یہ کہ تین غرفوں سے۔ پہلے غرفہ

سے مضمضہ پھر استنشق اسی طرح دوسرے غرض سے دوسرا مضمضہ اور دوسرا استنشق اور تیسرے غرض سے تیسرا مضمضہ اور تیسرا استنشق تو ان پانچوں صورتوں میں صرف اول صورت میں تو نئے پانی کا استعمال ہوگا۔ ورنہ اس کے بعد کی چار صورتوں میں نامستعمل کا استعمال ہے اس لئے کہ جب ایک بار کھلی کر لی پھر استعمال ہو گیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ طاہر ہے وصل پر من کف واحد سے استدلال کیا ہے اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی ہیں من کف واحد لا من کفین یعنی ایک ہاتھ استعمال کیا دونوں ہاتھ استعمال نہیں کئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشق ایک ہی کف سے ہوا یہ نہیں کہ مضمضہ کئے یسین کا استعمال کیا ہو اور استنشق کئے یسار کا۔ اور مقصود اس توہم کا دفع ہے کہ یسار کا ذرات کئے سے تو ممکن ہے کوئی خیال کرے کہ پھر استنشق یسار سے ہونا چاہیے اس کا دفع کیا کہ دونوں کف یسین سے کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بیان جواز کے لئے فرمایا تھا اور میرے خیال میں اپنے مسلک کی تائید اور شواہح کی تردید کی ہے۔

باب مَسْحِ الْوَأْسِ مَرَّةً تَرْجَمَهُ سِدَّكَ بِحَرْفِ اَیْکِ مَرَّتِهِ مَسْحُ کَرْنَا۔

حدیث نمبر ۱۸۷۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَسَنِ سَالٍ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مَوْصُوْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَّ عَاتِقٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ بِهِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَرَتْ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ عَرَاكِ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَخْجَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْبُرْصَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بَيْدَهُ وَأَدْبَسَ بِمَا تَوَضَّأَ دَخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُكَ وَقَالَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً۔

ترجمہ، حضرت عمر ابن ابی الحسن نے حضرت عبداللہ بن زید سے جناب نبی اکرم کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے ایک تھال برتن پانی کا منگایا پھر ان کے لئے وضو کیا چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی اٹھایا تو ان دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل کیا تین مرتبہ تین چلو پانی سے کلی کی۔ ناک میں پانی دیا اور ناک کو جھاڑا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھ کہیں تک دو مرتبہ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور اپنے

سر کا مسح کیا کہ اپنے ہاتھ کو آگے لے گئے اور پیچھے لے آئے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا و صیبت فرماتے ہیں کہ سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

تشیع از شیخ زکریا۔ در میان میں ایک عارض کی وجہ سے فضل کا ذکر آگیا تھا۔ اب پھر مسح کا ذکر شروع کر دیا۔ اس باب کی غرض امام شافعی پر رد کرنا ہے ان کے نزدیک مسح راس میں مسنون تثلیث ہے اور جمہور کے نزدیک صرف ایک بار ہے۔

باب وَضُوءِ التَّجَلُّدِ مَعَ امْتِنَانِهِ وَفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ وَتَوَضُّعِ عَمُو
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْحَجِيمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو کے کچے ہوتے پانی کا حکم اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی کے ساتھ وضو کیا اور نصرانی عورت کے گھر سے لے کر کیا۔

حدیث نمبر ۱۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ
الْبَجَالُ وَالنِّسَاءَ يَتَوَضَّأُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے۔

تشیع از مدنی اگر عورت پانی کو استعمال کر لے اور جو پانی بیچ جائے۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ فضل رجل و امرأة دونو پاک ہیں۔ اور امام احمدؓ فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے تنہائی میں پانی استعمال کیا ہے تو پھر فضل مرأة سے وضو کرنا جائز نہ ہو گا۔ کیونکہ عورتوں کی طبیعت میں نفاست نہیں ہے اگر عورت مرہ کے ساتھ پانی استعمال کرے تو پھر بالاتفاق اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ و توضع عمو یہ اثر مصنف نے ذکر فرمایا مگر شرح فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی مناسبت ترجمۃ الباب سے نہیں ہے اس لئے کہ وضو بالجمیم کی عدم مناسبت تو ظاہر ہے اور وضو من بیت نصرانیۃ اس سے فضل مرأة نہیں سمجھا جاتا۔ تو بعض نے کہا کہ مصنف نے ان تعلیقات کو بطور زوائد کے پیش کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اثر ثانی کو ترجمۃ الباب سے مناسبت ہے اس لئے کہ عموماً پانی کو عورتیں ہی گرم کیا کرتی ہیں۔ من بیت نصرانیۃ سے معلوم ہوا کہ عورت نے تنہائی میں پانی کو استعمال کیا۔ مسلمہ عورت تو خیر کچھ احتیاط کرتی ہے لیکن نصرانیۃ جو خنزیر وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور اسے مس کرتے ہیں تو جب یہ عورت سختی ہالما ہوئی۔ تو ممکن ہے اس نے استعمال کیا ہو۔ اور

عدم نظافتہ فی طہا لٹھاکے علاوہ خمر اور خنزیر کو استعمال کرنے سے اس کی عدم نظافتہ کی اور تائید ہوتی ہے مگر ایسے پانی کو منگا کر حضرت فاروق اعظمؓ نے وضو فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ فضل مرآۃ نجس نہیں ہوتا۔ گرم پانی میں شبہ یہ تھا کہ مس نار کی وجہ سے عدم طہارت معلوم ہوتی ہے کہ نار منظر غضب الہی ہے تو ایسے ناجیم سے وضو جائز نہ ہوگا۔ اور نصرانیہ کے ہاں پانی کا ہونا اس کی عدم طہارت کا شبہ ہونا تھا تو فضل عمرؓ سے ان کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ تکثیر القائدہ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ جو علقۃ ام احمدؓ نے ذکر فرمائی ہے اس پر مصنفؒ نے بحث کی۔

نشیخ مع از شیخ زکریا۔ روایت باب ہے کہ کان الرجال والنساء یتوضون الخ اگر شبہ ہو کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے سانس پر پردہ کیسے ہوتے تھے تو بعض نے جواب دیا کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے اور بعض نے جواب دیا کہ برتن بڑا ہوا کرتا تھا اور وہ پردہ کا کام دیتا تھا حضرت امام بخاریؒ نے باب وضو الرجال مع المرأة باندھ کر تنبیہ فرمائی کہ روایت میں جو کان الرجال والنساء کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرتا تھا۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہ ترجمہ شارح ہوگا اور فضل وضو الموائع ترجمہ کے دو جزو ہیں اول تو شارح ہے جیسا کہ گذر چکا اور اس دوسرے ترجمہ سے خالبہ اور ظاہر یہ پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ اگر عورت نے غلوت میں پانی استعمال کیا ہو تو اس کا فضل استعمال کرنا جائز نہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے کہ جب لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ غسل کرتے تھے تو جب ایک نے پانی لیا تو اس کے بعد جو دوسرا پانی لے گا تو استعمال مافضل من الموائع لازم آگیا تو حاضراً عملاً علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ نے یہ کہہ دیا کہ دونوں اثر ترجمہ کے مناسب نہیں لیکن وجہ مناسبت کا انکار صحیح نہیں بلکہ امام بخاریؒ اس سے طہارۃ فضل الموائع ثابت فرماتے ہیں۔ وہ اس طرح ہر نہایت ہوتی کہ پانی عام طور پر گھر میں عورتیں گرم کرتی ہیں۔ اور اسی طرح گرمی دیکھنے کے لئے ہاتھ ڈالتی ہیں لہذا فضل المرأة ہو گیا اور من بیت نصوانیۃ یہاں حضرت عمرؓ نے سوال نہیں کیا کہ عورت نے استعمال کیا ہے یا نہیں تو بہت ممکن ہے کہ استعمال کیا ہو اور حضرت عمرؓ نے بلا سوال کئے استعمال کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی طہر ہے اور بعض علما خالبہ اور ظاہر یہ کہتے ہیں کہ غیر مسلم کا پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ امام بخاریؒ ان پر رد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سنو کہ یہاں نسخ میں یہ اختلاف ہے

کہ یہ دونو یعنی توضاً عمر اور من بیت نصیانیۃ دو الگ الگ اثر ہیں یا ایک ہی ہے اور داؤ عطف نہیں ہے۔ حافظ کی رائے یہ ہے کہ دونو الگ الگ ہیں اور داؤ عطف ہونا چاہیے۔

باب صَبَّ ابْنِی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصُوءٌ عَلَی الْمَغْطٰی عَلَیْہِ۔
ترجمہ، کہ کسی بیہوش آدمی پر آپ کے وضو کا پانی ڈالنا۔

حدیث نمبر ۱۸۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلَدِ یُنِیْدُ الْمَدَنِیُّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ یَقُوْبَ جَاءَ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ فِیْہِ وَانَا مَوْضِعٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبَّ عَلَی مِنْ وَضُوْعِہِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُولَ اللہِ لِمَ اَلْمَبْرُؤَاتُ اِنَّمَا یَرِیْہُنَّی کَلَامَکَ فَکُنْتَ اِمَامَ الْفَرَائِضِ
ترجمہ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسا بیاز تھا کہ کچھ نہیں سمجھتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیمار پر ہی کے لئے تشریف لائے پس آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کے پچھے ہوئے پانی کو میرے اوپر ڈالا تو مجھے ہوش آگئی سمجھنے لگیں نے کہا یا رسول اللہ میری میراث کس کے لئے ہوگی کیونکہ میری وارث تو کلاتہ ہے یعنی دلدادہ والد کوئی نہیں جس پر آیت الفرائض نازل ہوئی

تشریح از شیخ زکریا حبیب اللہی صلحوا الخ باب کی غرض ماستغسل کی طہارت کو بیان کرنا ہے یہاں وضو سے وہ پانی مراد ہے جو اعضا سے گما ہو۔ اور وہ جو برتن کے اندر باقی رہ گیا دو نومراد ہو سکتے ہیں۔ انما یرشخی کلاماً۔ کلام کی تعریف میں علما کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ کلام اس صورت کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں اور نہ فروع اور بعض نے کہا کہ اس وارث کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور بعض نے کہا کہ کلام اس مال کو کہتے ہیں جس کے لئے نہ اصول ہوں نہ فروع یہاں دوسرے معنی مراد ہیں

باب الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِی الْمَخْضَبِ وَالْقُدْحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ۔
ترجمہ باب ہے غسل اور وضو بڑے ٹپ میں اور پیلے میں اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں
حدیث نمبر ۱۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ بْنُ مُنِیْرِ الْمَدَنِیُّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَصَمْتُ الصَّلُوَةَ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِیْبَ الدَّارِ اِلٰی اَہْلِہِمْ وَبَقِیَ قَوْمٌ فَخَافَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَبِیْہِ مَا وَفَصَفَرُوْا الْمَخْضَبَ اَنْ یَّبْسُطَ فِیْہِ کَفَّہُ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ کُلُّہُمْ قُلْنَا کَوْنُکُمْ قَالَ ثَمَانِیْنِ وَزِیَادَۃً۔

ترجمہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کا گھر قریب تھا وہ تو اپنے گھر وضو کرتے چلے گئے۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک ایسا برتن لایا گیا جس میں پانی تھا وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ جناب کی تمھیلی اس میں نہیں سما سکتی تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ ہم نے پوچھا تم کتنے لوگ تھے فرمایا کہ اسیؐ اور اس سے زیادہ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس میں شبہ تھا کہ غضب وغیرہ برتن کھلے ہوئے ہوتے ہیں جن میں قطرات الوضو پڑتے ہیں تو فرمایا گیا کہ ان میں وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں غضب بمعنی کٹھڑا۔ پھیلا ہوا برتن قدح بمعنی پیالہ جو کہ مٹی اور پیتل وغیرہ کا ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غضب ایک برتن ہوتا ہے جس میں کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال جائز ہے اور ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے جو بعض انواع ظردف مثلاً پیتل کے برتنوں کو مکروہ کہتے ہیں اس کے بعد سنو! کہ میرے نزدیک چھوٹے برتن سے وضو کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرے دوسرے یہ کہ اس برتن کو جھکا کر اس سے پانی لے اس باب سے امام بخاریؒ نے پہلی صورت ثابت فرمائی ہے اور دوسرے باب الوضوء من التور سے دوسری صورت ثابت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْخَمَّانِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَخَجَّ فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوا جس میں پانی تھا اس کے اندر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو دھویا اور اس کے اندر جھکا۔

حدیث نمبر ۱۹۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْخَمَّانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَنَا لَهُ مَاءً فِي قَوْرِ مِنْ صُفْرِ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَعَسَلَ وَجْهَهُ۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لئے پیتل کے برتن میں پانی نکالا جس سے آپ نے وضو فرمایا کہ اپنے چہرہ مبارک کو دوسرے دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دھو دھر نہر دھویا پھر سر کا مسح فرمایا کہ آگے لے گئے اور پیچھے لائے

اور دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح از شیخ زکریا اس روایت سے ابن عمرؓ کا رد کرنا ہے جو پٹیل کے برتن کے استعمال کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹۳ حَدَّثَنَا أَبُو يَمَانٍ الْخَزَّازُ أَنَّ مَارِشَةَ قَالَتْ لَمَّا تَعَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَدْبَرَهُ وَجَعَهُ اسْتَأْذِنَ أَنْ يَخْرُجَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَحْطُرُ رَجُلًا فِي الْأَرْضِ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ وَرَجُلٍ آخَرٍ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَذَرُنِي مِنَ الرَّجُلِ الْآخَرِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَتْ عَارِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاسْتَدْبَرَهُ وَجَعَهُ هَرُّ يَقُولُ عَلَى مَنْ سَمِعَ قَرِيبَ لَمْ يُحَلِّدْ أَوْ كَيْفَ هُمُتَ لَعَلِّي أَفْعَدُ إِلَى النَّاسِ وَأُحْبِسُ فِي مَعْصِيَةِ لِحَفْصَةَ تَرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَوَّقْنَا كَهْمَبٌ عَلَيْهِ نِلَافٌ حَتَّى طَفِقَ يُكْشِرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْنَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ

ترجمہ ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرمؐ صلعم بیمار ہوئے اور آپؐ کا درد سخت ہوا۔ تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اس بات کی اجازت مانگی کہ آپؐ بیماری کے ایام میرے گھر میں گذاریں گے تو سب بیویوں نے اجازت دے دی۔ تو جناب دو آدمیوں کے سہارے اس طرح تشریف لائے کہ آپؐ دونوں زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ ایک ان دو میں سے حضرت عباسؓ تھے اور ایک دوسرا آدمی تھا حضرت عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے اور حضرت عائشہؓ یہ بھی بیان فرماتی تھیں کہ میرے گھر میں داخل ہونے کے بعد جب آپؐ کا مرض اور شدید ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے اوپر سات مشکبے پانی ڈالو جن کے کسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں چنانچہ آپؐ کو حضرت حفصہؓ زوجہ النبی صلعم کے ٹپ میں بٹھایا گیا۔ پھر ہم لوگ سات مشکبوں کا پانی آپؐ پر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ بس تم لوگ اپنا کام کر چکے پھر آپؐ باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنی: اُجَلَسَ فِي مَحْضَبِ اِي مِّن مَّحْضَبٍ جِيسے دوسری روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ باب الوضوء من التور کی روایات اس کی تفسیر کرتی ہیں۔ فی معنی من کے ہے کہ بذریعہ اغتراف کے وضو فرماتے تھے اغتراف کا معنی چلو بھرنا۔

تشریح از شیخ زکریا قال ہو علی: بعض نے کہا کہ چونکہ حضرت عائشہ رضہ حضرت علی رضہ سے ناراض ہو گئی تھیں جس کے نتیجہ میں جنگ جبل ہوئی۔ اس لئے ان کا نام نہیں لیا مگر میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت عباسؓ تو ایک جانب کے لئے متعین تھے بخلاف حضرت علی رضہ کیونکہ ابتداً حضرت ام ایمنؓ تھیں پھر حضرت اسامہ اور علی ہوئے اس لئے تعین نہیں فرمائی اھو یقوا علی الخ یہ طریقہ عرب کے اندر بخار زائل کرنے کے لئے مجرب سمجھا جاتا تھا۔

باب الْوُضُوءِ مِنَ التَّوْرِ۔ ترجمہ، لوٹے یا تھال سے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۹۴ اَحَدٌ تَخَالَفَ بَيْنَ مَخْلَدٍ الْخ قَالَ كَانَ عَجَى يَكْتُمُ مِنَ الْوُضُوءِ فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ اَحْبَبُ نِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَانِي مِنْ مَاءٍ فَلَغَا عَلَى يَدَيْهِ فَمَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضَمَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غُوفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ ادْخَلَ يَدَيْهِ فَاَعْتَوَفَ يَمِيْنًا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ رَاِلِي الْمَوْقَعَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اخَذَ بِرِجْلَيْهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَادْبَرَ بِرِجْلَيْهِ وَاَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت فرماتے ہیں کہ میرے چچا وضو بہت کرتے تھے۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضہ سے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم نے جناب نبی اکرم صلیم کو کس طرح وضو کرتے دیکھا تو انہوں نے پانی کا لوٹا لنگایا تو اس کو دونوں ہاتھوں پر جھکایا اور ان کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر اس برتن میں ہاتھ کو ڈالا اس سے کلی فرمائی اور تین مرتبہ ناک کو چھوڑا یہ سب ایک ہی چلو سے تھا۔ پھر ہاتھ ڈال کر ان دونوں ہاتھوں سے چلو کو بھرا تو تین مرتبہ چہرہ کو دھویا پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں سے پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو پیچھے لے گئے اور آگے لے آئے پھر دونوں پاؤں کو دھویا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم صلیم کو وضو کرتے دیکھا

تشیخ از شیخ زکریا۔ اس باب سے وضو من الاءاء کو ثابت کرنا ہے یعنی پانی لے کر چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا تو یہ فی التور ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا تو یہ من التور ہو گیا۔ اعتراض یہ ہے کہ تو رتھ کے پیالہ کو کہتے ہیں پہلے باب میں حجارہ سے وضو کرنے کو بیان کر دیا ہے تو اسے دوبارہ کیوں لائے بشرح کے نزدیک یہ تخصیص بعد التعمیم ہے میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے محض تور کو بیان کرنا نہیں وہ تو بیان ہو چکا۔ بلکہ یہاں اور بات بتلائی ہے۔ وہ یہ کہ پہلی حدیث میں تو مانی التور ہے۔ اس باب میں من التور ہے تو اوّل کا مطلب یہ ہوا کہ اس برتن کے اندر وضو کیا جائے۔ اور من التور کا مطلب یہ ہے کہ برتن سے پانی لے کر وضو کی جائے تو دونوں صورتوں کا جواز بتلانا مقصود ہے

حدیث نمبر ۱۹۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَى بِمَلْجٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ فَبَعَلْتُ أَنْظُرَ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْتٍ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَخَزَزْتُ مِنْ نَوْحًا مِنَ السَّبْعِينَ رَأَى الثَّمَانِينَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوا یا تو آپ کے پاس ایک بیج پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا جس میں آپ نے اپنی انگلیاں مبارک رکھ دیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں پانی کو دیکھنے لگا جو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا تھا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے وضو کیا تھا ان کا میں نے ۷۰ سے ۸۰ تک کا اندازہ کیا۔

باب التَّوَضُّؤِ بِالْمَدِّ ترجمہ، ایک سیر پانی سے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹۶ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخَمَّ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَفْئَكَ يَغْتَسِدُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَحْدَادٍ دَيَّتَوْضًا بِالْمَدِّ۔

ترجمہ، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار سیر لے کر پانچ سیر پانی تک سے غسل کرتے تھے اور ایک سیر سے وضو فرماتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ خوب پانی نکلا اور لوگوں نے اسے استعمال کیا جیسے کہ آخری روایت سے معلوم ہوا مگر بھائی! اسراف نہ کرے

بلکہ ایک استعمال کرے کہ یہی مقدار منوں ہے۔ بعض شراح مسلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ ایک مد سے زائد سے وضو کرنا۔ اخاف کے نزدیک ناجائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نہ اسراف کرے اور نہ کمی کرے بہر حال اخاف کے نزدیک کوئی حد متعین نہیں ہے۔

باب الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، ترجمہ ، موزوں پر مسح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْحَمَزِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ نَحْنُ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعَدُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَجْعَلْ عَنْهُ غَيْرَ (المحدث)

ترجمہ ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے دونوں موزوں پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے بارے میں اپنے باپ حضرت عمرؓ سے پوچھا تو آپؓ نے ہاں کہہ کہ ہمیں جواب دیا۔ اور فرمایا کہ جب حضرت سعدؓ جناب نبی اکرم صلیم سے کوئی حدیث تمہیں بیان کریں تو پھر اس کے بارے میں اور کسی سے نہ پوچھو۔

تفسیر : از شیخ زکریا مسیح علی الخفین تیس کے بھی خلاف ہے۔ اور نص قرآنی کے بھی کیونکہ قرآن پاک میں پاؤں کے دھونے کا حکم ہے چونکہ مسیح علی الخفین شتر یا اسی صحابہ کرام سے منقول ہے اور یہ روایات حدیث کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ اگر نہیں یہ کہہ دوں کہ حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں تو یہ بھی صحیح ہے اس سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ مسیح علی الخفین کا ائمہ میں سے کوئی منکر نہیں ہاں خوارج اور روافض مسیح علی الخفین کے قائل نہیں روافض اور خوارج باہم ضد ہیں۔ مگر یہاں دونوں ایک ساتھ ہیں۔ روافض تو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اہل بیت سے مسیح علی الرجلین کی روایات مروی ہیں اس لئے مسیح علی الخفین کچھ نہیں۔ حالانکہ خفین مروی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں۔ مسیح علی الرجلین اور ہے مسیح علی الخفین اور ہے اور خوارج کہتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ لیکن جب ۸۰ یا ۸۰ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ اور روایات شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے ان سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرق باطلہ مسیح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کو تو صحابہ سے بعض ہے حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے اہلسنت والجماعہ کی پہچان مسیح علی الخفین کا جائز قرار دینے والا کبھی گئی ہے فرماتے ہیں من علامات

اهل السنة والجماعة ان تفضل الشيخين ونخب المختنين وان ترمي المسح على الخفين
یعنی روافض کی طرح خلفاً ثلاثہ کو برا بھلا نہ کہے اور خوارج کی طرح حضرت علیؓ کو اور ان دونوں فرقوں کی
طرح المسح علی الخفین کا انکار نہ کرے۔ ان عبد اللہ بن عمروؓ اس روایت میں اختصار ہے واقعہ
یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فہم میں تھے۔ اور حضرت عمرؓ وہاں گئے ہوئے تھے حضرت سعدؓ نے
خفین پر مسح فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے اس پر انکار کیا حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اکرمؐ صلعم
نے خفین پر مسح فرمایا ہے اور جب مدینہ جانا۔ تو اپنے باپ عمرؓ سے پوچھ لینا۔ حضرت ابن عمرؓ جب
آئے تو حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ اولاً تو فہم
فرمایا۔ یعنی حضرت سعدؓ نے جو کہ کہا کہ رسول اللہؐ صلعم نے مسح علی الخفین فرمایا ہے۔ تو یہ درست ہے
اور دوسری بات بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرمائی کہ حضرت سعدؓ جو کچھ بیان کریں گے صحیح کہیں گے لہذا کسی
دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اشکال ہو کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مسح علی الخفین
کی روایت منقول ہے تو پھر ابن عمرؓ نے حضرت سعدؓ پر تکبیر کیوں فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت
ابن عمرؓ سے جن روایات میں مرفوعاً مسح علی الخفین کا ذکر ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
یہ فرماتے ہیں رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
ان رسول اللہؐ صلعم اور اس میں احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور رسول اللہؐ صلعم کے درمیان کوئی
واسطہ ہو۔ وہ حضرت سعدؓ کی اس روایت سے معلوم ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی روایت مرسل صحابہ
کے قبیل سے ہے اور مرسل صحابہ بالاتفاق مقبول ہیں ان سعداً فقال عمر لعبد الله الخ یہاں ان
کا اسم ذکر کر دیا اور خبر محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے ابن عمرؓ کے انکار پر مسح کیا۔
حضرت سعدؓ نے حدیث بیان کی اور ابن عمرؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ سے دریافت کر لینا۔ تو اس قدر
ذکر فرما کر پوری حدیث کی طرف اشارہ فرمایا

حدیث نمبر ۱۹۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَوَارِيُّ عَنْ أَبِيهِ الْمُخَيَّرِ بْنِ شَفِيعَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ فَاتَّبَعَهُ الْمُخَيَّرُ بِأَدْوَةٍ
رِيثًا مَاءً فَصَبَّ عَلَيْهِ حَبَبٌ فَوُغِيَ مِنْ حَاجَتِهِ فَمَضَى وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَيْنِ۔
ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جناب رسول اللہؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فصل حاجت

کئے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ایک جھاگلی لوٹا جس میں پانی تھا لے کر آپ کے پیچھے چلے جب آپ قضا حاجت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ پر پانی ڈالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور دونو موزوں پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۱۹۹ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْحَارِثِيُّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

ترجمہ، حضرت عمر بن ابیہ الزمری نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

حدیث نمبر ۲۰۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عَصَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ۔

ترجمہ، حضرت عمر بن زمری فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی پگھڑی اور موزوں پر مسح کر رہے تھے۔

تشریح، ایشیخ زکریا، مسح علی العمامۃ، ظاہر یہ اور خابہ کے یہاں تو جائز ہے مگر ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہ، شافعی اور مالک کے یہاں جائز نہیں ہے۔ یہاں مالکیہ اور شوافع نے بخاری کی حدیث چھوڑ دی، اگر حنفیہ چھوڑ دیں تو آسمان سربراٹھا لیا جاتا ہے۔ بہر صورت یہ حدیث خابہ اور ظاہر یہ کے موافق اور ائمہ ثلاثہ کے مخالف ہے۔ ظاہر یہ تو یہ کہتے ہیں کہ بلا توفیق جائز ہے اور خابہ کا مذہب یہ ہے کہ مسح علی العمامۃ ان شرط کے ساتھ جائز ہے جن شروط کے ساتھ مسح علی الخفین کا جواز ہے۔ یعنی طہارت پر پہنا گیا ہو اور مقیم کے لئے یوم ولیلۃ اور مسافر کے لئے ثلاثہ ایام اولیایما ہیں۔ ^{تین} اس کے ساتھ ان کی کتابوں میں ایک شرط اور بھی لکھی ہوتی ہے وہ یہ کہ عمامہ علی بیۃ المسلمین ہو۔ کفار اور اہل ذمہ کی طرح نہ ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شملہ لٹکا کر داڑھی کے نیچے سے لاکر دوسری طرف کو باندھ دیتے ہیں۔ چونکہ اس طرح نکلنے میں مشقت ہوتی ہے جیسے خفین میں اس لئے یہاں بھی مسح جائز ہے۔ مگر چونکہ یہ روایت ائمہ ثلاثہ کے خلاف پڑتی تھی اس لئے اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ایک تو سب سے قوی ہے جس کو امام محمدؒ نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں بلغنا انہ کان خنوک اور بلاغات امام محمد معتبر ہیں لہذا مسح علی العمامہ منسوخ ہو گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کسی خاص

سفر کا واقعہ ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے اَمَوْنَا اَنْ نَمْسَحَ عَلٰی الْعَصَاتِبِ وَالنَّسَاجِيْنِ مَعِيَ حَضْرًا كَرَمًا
 نے مذر کی بنا پر جہا تہ پر مسح کا حکم فرمایا اسی طرح کسی وجہ سے مسح علی لعامہ بھی ہوا ہوگا۔ اور نیز اس جواب
 خفیہ اور شافعیہ کے اصول پر چلتا ہے وہ یہ ہے کہ فرض مسح علی الراس مطلق المسح ہے عند الشوافع
 اور عند الاحناف ربع راس ہے تو ممکن ہے فرض کی ادائیگی مسح راس سے کر لی ہو اور تکمیل سنت کے لئے
 عمامہ پر مسح کیا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں مگر مالکیہ کی یہاں یہ جواب درست نہیں کیونکہ ان
 کے ہاں تو استنباب راس بالمسح فرض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسح علی الراس قرآن پاک سے ثابت
 ہے۔ اور مسح علی العمامہ کا ذکر اخبار احاد میں ہے جو محتمل ہیں۔ لہذا قطعی کو طہنی کی وجہ سے ترک نہیں
 کیا جائے گا۔ اور خفیہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں مسح علی ناصیۃ و عمامۃ وارد ہے
 معلوم ہوا کہ اصل فرض تو مسح علی الناصیۃ سے جوادا ہو گیا۔ اور باقی تکمیل سنت کے لئے تھا ان جوابات قویہ
 کے ہوتے ہوتے یہ تو حبیہ کو ناکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ درست فرما رہے تھے۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا
 کہ اس پر مسح فرما رہے ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے جوابات کی اس وقت ضرورت ہوتی جب یہ
 مذکورہ جوابات نہ ہوتے۔

باب اِذَا اَذْخَلَ رَجُلٌ يَدَهُ فِي حَقِيَّتِهِ وَهَمَّ طَاهِرًا تَابَ

ترجمہ باب جبکہ ماح اپنے دو ٹوٹے میں اس وقت داخل کرے جب کہ وہ دونوں پاک ہوں۔
 حدیث نمبر ۲۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو مُعْصِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدٍ فَاهْوَيْتُ لِأَنْزَعِ حَقِيَّتِهِ فَقَالَ مَعْصَمًا فَإِنِّي أَذْخَلْتُهَا طَاهِرًا تَابَ
 فَسَسَّحَ عَلَيْهَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ تھا میں آپ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے
 ان کو اس وقت داخل کیا تھا جب وہ دونوں پاک تھے۔ پھر ان پر مسح فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا یہاں اس باب میں ایک اور مسئلہ بیان فرمادیا کہ مسح علی الخنثین کے لئے
 ضروری ہے کہ رجليں کو پاک کر کے موزوں میں داخل کیا ہو اس طہارت سے مراد اتمہ ارجعہ کے نزدیک طہارت
 من الانجاس والاحداث جیسا ہے۔ اور ظاہر یہ کہ نزدیک طہارت من الانجاس شرط ہے طہارت

من الاحداث شرط نہیں جہور کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب طہارت مطلق بولی گئی تو اس سے طہارت کا لہرہ ہوگی خواہ وہ ار جاس ہو یا احداث و عہما اظہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑنے کے امر کو عمل فرمایا کہ رحلیں مبارکین بحالت طہارت داخل فرماتے ہیں لہذا ترجمہ ثابت ہوا۔

باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ تَحْوِ الشَّاةِ وَالشَّوَيْقِ وَآكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَ
عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَمَا فَلَوْ يَتَوَضَّأُونَ ۱۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو بکری کے گوشت اور ستوکے استعمال سے وضو نہیں کرتا حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے گوشت کھایا لیکن وضو نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔
ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے کدے کا گوشت کھایا نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنی اس باب کے تحت روایت میں سونق کا تذکرہ نہیں البتہ دوسرے باب کی پہلی روایت میں سونق کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں لحم کا ذکر ہے سونق اور مضمض عنہ کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ باب اصلی من لم يتوضأ من لحم الشاة المنہیہ درمیان میں جو اب آیہ ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ بادل کے تحت میں ہے جس کو بطور فصل کے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں لم يتوضأ کے ساتھ مضمض کی زیادتی ہے اس لئے روایت ثانیہ بھی باب اول میں داخل ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ مامستہ النار سے وضو نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ نے مولو بتوضأ مامستہ النار جیسی مختصر عبادت کو چھوڑ کر یہ طویل عبارت اختیار فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر باب سے ہی یہ معلوم ہو گیا کہ امام بخاریؒ کا میلان خا بلکہ مذہب کی طرف ہے کیونکہ حنابلہ کے یہاں لحم اہل کے استعمال سے وضو ضروری ہے اور جہور کے نزدیک کسی بھی مامستہ النار سے وضو واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔

كَانَ آخِرَ الْأَمْرِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَ وَالْوَضُوءَ مِمَّا غَيَّبَتْهُ النَّارُ لَكِنْ خُودَ الْأَمْرِ ابُودَاؤُ وَوَضُوءَ النَّارِ كَقَالِ هِيَ جِئَا كَإِنْ الْبَابُ سَعْلُومُ هُوَ تَابُ كَبْلُ تُو

فرك الموضوع مما مسته النار کا باب قائم فرمایا اور پھر باب التشدید فی ذالک منعقد فرما دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جابرؓ کی روایت ایک مخصوص واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔ واکل ابو یحیٰ بن یزید کہ امام بخاریؒ لحم الابل سے وضو کے قائل ہیں اس لئے جہاں مطلقاً اکل لحم وعدم توضی کا ذکر ہو۔ تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک لحم شاة پر محمول ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۰۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا رَأَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَرُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَذَرَعَهَا إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَى الْمَشْكِيَّ فَصَلَّى وَكُوَيْتُ وَضًا۔

ترجمہ حضرت عمرو بن امیہؓ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کو دیکھا کہ آپؐ بکری کے کندھے کا گوشت کاٹ رہے تھے کہ آپؐ کو نماز کی طرف بلا یا گیا۔ تو آپؐ نے چھری پھینک دی نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بحت من کتف شاة یعنی کتف شاة چھری سے کاٹ کر کھا ہے تھے اس پر اشکال ہے کہ چھری سے کاٹ کر کھانے کی مانعت ابو داؤد کی روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ شرح نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں بیان ادیلت ہے۔ اور یہاں بیان جواز ہے مگر میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ مانعت اس بات پر محمول ہے کہ چھری ہی سے کھاتے اور بخاریؒ کی روایت اس پر محمول ہے کہ چھری سے کاٹ کر ہاتھ سے کھائے جیسا کہ قربانی کا گوشت کچھ کچا ہو تو کاٹ کر اور پھر ہاتھ سے کھایا جائے فصلی ولو یتوضا یہ عدم توضی اکل لحم شاة سے ہو گئی۔ مگر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں ایک سو بقیہ اور دوسرے لحم شاة تو حضرت امام بخاریؒ نے لحم شاة سے عدم توضی کی روایات تو باب میں ذکر فرمادی۔ مگر سو بقیہ کی کوئی روایت ذکر نہ فرمائی۔ شرح نے جواب دیا کہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ کہ جب لحم شاة جس میں پکنا ہٹ ہو تو جب اس سے وضو نہیں فرمائی تو سو بقیہ کے اندر بطریق اولیٰ وضو نہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں دسومت ہوتی ہی نہیں یہاں امام بخاریؒ کا مقصود عدم وضو مما مست النار ثابت کر تلے مگر معلوم نہیں کیا بات ہے کہ شرح نے یہاں ترجمہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ حالانکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی تو ہے کہ جب کسی باب کی روایت میں کوئی فائدہ جدیدہ ہوتا ہے تو اس پر تنبیہ کرنے کے لئے نیا باب یا باب در باب باندھ دیتے ہیں یہاں جو روایت آنے والے باب میں آرہی ہے اس کے اندر سو بقیہ کا ذکر ہے۔ اور ترجمہ میرے نزدیک اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ مگر چونکہ روایت میں مضمضہ کا لفظ تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے لفظ فائدہ

جدیدہ ایک نیابا باندھ دیا اور تنبیہ فرمائی کہ وضو سونق کے کھانے سے تو نہ کی جائے لیکن چونکہ اس سے منہ بھر جاتا ہے اس لئے کلی کر لینی چاہیے۔

باب من مضمض من السَّوِيقِ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ

ترجمہ: باب اس شخص کے بارے میں کہ سونق کھانے سے کلی تو کی جائے اور وضو نہ کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي سُوَيْدٍ بَنِ النَّعْمَانِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرٍ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالنَّصَبَاءِ وَهِيَ أَرْضٌ خَيْبَرِ فَصَلَّى النَّعْمَانُ ثَلَاثًا زَوَادًا فَلَمَّا يُوتِرُ رَأَى بِالسَّوِيقِ قَامَرَةً فَتَوَضَّأَ فَكَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ رَأَى النَّعْمَانُ مَضْمَضًا وَمَضْمَضًا ثُمَّ صَلَّى وَلَوْ يَتَوَضَّأُ - (المحدث)

ترجمہ: حضرت سید بن نعمانؓ خبر دیتے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر دس سال باہر نکلے یہاں تک کہ جب وہ صحبہا مقام پر پہنچے جو کہ خیبر کے نزدیک ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر توشہ منگوایا تو سنتوں کے سوا اور کچھ نہ لایا گیا جس کو پانی میں بھگونے کا آپ نے حکم دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور ہم سب نے کھایا پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے بھی کلی فرمائی اور ہم سب نے کلی کی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح: از شیخ زکریا، ترجمۃ الباب کی غرض سابق باب سے معلوم ہو چکی اونی خیبیہ یحیر کے قریب ترجمہ ہے۔ تعدد عابلا زواد چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کھانے کے عادی تھے اکیلے نہ کھاتے تھے اس لئے سب کو بلایا تاکہ ساتھ نوش فرمائیں اور اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو دوسرے بھی لے کھلائیں۔

حدیث نمبر ۲۰۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَ مَا كَتَفَا ثُمَّ صَلَّى وَلَوْ يَتَوَضَّأُ -

ترجمہ: حضرت میمونہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کتیف کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

تشریح: از شیخ زکریا اس روایت پر علامہ عینیؒ اور کرمانیؒ کو اشکال پیش آ رہا ہے کہ یہ

بے جو طہارت کہاں سے آگئی۔ کیونکہ باب تو من مضمض من المویق کا ہے۔ علامہ کرمائی فرماتے ہیں کہ نسخ کا تصوف ہے۔ علامہ عینیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ دراصل سب کو اشکال اس لئے پیش آرہا ہے کہ اس کو مستقل باب سمجھا جا رہا ہے لیکن اس کو باب در باب مان لیں تو کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اس صورت میں نہ تو باب سابق کے ترجمہ کو قیاس سے ثابت کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی اس روایت کو بے موقعہ ماننا پڑے گا۔ بلکہ یہ کہل جائے گا کہ یہ پہلا ہی باب ہے فائدہ جدیدہ کے طور پر درمیان میں باب در باب منعقد کر دیا

باب هَذَا مِمَّضٍ مِنَ اللَّبَنِ۔ ترجمہ، کیا دودھ پینے سے کلی کرنی چاہیے۔
حدیث نمبر ۲۰۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا مِّمَّضًا وَقَالَ رَأَيْتَ لَكَ دَسًّا اَمْ لَا

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے دودھ پیا تو حضور صلعم نے کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکنا ہسٹ ہوتی ہے

تشیخ از شیخ زکریا چونکہ بعض علما کا مذہب یہ ہے کہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنی چاہیے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ شرب لبنا یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے دودھ پیا۔ اور کلی فرمائی پھر ترجمہ میں لفظ ہل لانے کی کیا ضرورت رہی۔ شرح جواب دیتے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت میں دلو مضمض ہے اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ ہل لے آئے تاکہ غور کرو کہ جس طرح یہاں مضمض کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ عدم مضمض کا ذکر بھی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم نے مضمض باللبن کو سطل فرما دیا۔ کہ اس کے اندر دسومت ہوتی ہے تو امام بخاریؒ نے لفظ ہل سے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اس میں دسومت نہ ہو تو پھر کوئی ضرورت نہیں اور بعض نے کہا ہل کا لفظ بسا اوقات اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے

باب الْوَضُوءِ مِنَ النَّوْمِ مَنْ كَوَّيَّرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفَقَةِ وَضُوءًا۔ ترجمہ، باب نیند سے وضو کرنے کا حکم۔ اور اس شخص کے ہلے میں جو ایک دفعہ اونگھنے یا دو دفعہ اونگھنے اور سر کے ہلنے سے وضو کے روادار نہیں۔

حدیث نمبر ۲۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ اَوْ هُوَ يَبْهَتُ فَلْيَتَوَضَّءْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ وَان

أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ -

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ کسی ایک کو نماز کی حالت میں ادنگھ آئے تو وہ سو جائے تاکہ اس کی نیند اس سے زائل ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی نے ادنگھنے کی حالت میں نماز پڑھی تو غیر شعوری طور پر شاید وہ مغفرت طلب کرنے کی بجائے اپنے آپ کی گالی دے رہا ہو۔

فتنیجہ از شیخ مدنیؒ حضرت امام مالکؒ اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ نوم کثیر تو ناقض ہے نوم قلیل ناقض نہیں مگر ائمہ ثلاثہؒ کے یہاں خواہ نوم کثیر ہو یا قلیل بشرطیکہ وہ استرخا مفاصل کا سبب نہ ہو ناقض وضو ہے۔ ہر ایک کے پاس اس کی تفصیل ہے۔ نسیہ اور سنتہ میں چونکہ اثر نوم کم ہوتا ہے اس میں نقص کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی اس لئے ناقض نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد بیان فرمائی ہے وہ لعلہ یستغفر فی خفیض وضوءہ نہیں فرمایا۔ اگر اس پر شبہ ہو کہ ظاہر حدیث کا تقاضا ہے کہ اگر غلبہ نوم ہو تو نماز چھوڑ دینی چاہیے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ حکم صلوات نافلہ کے بارے میں ہے۔ عادت بھی ہے کہ صلوات فرضیہ عشاء صبح وغیرہ میں یہ حکم نہیں ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ خلب لا ھیہ کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر لا یدری لعلہ یستغفر کے کیا معنی؟ تو کہا جائے گا کہ واقعی دعا ہی مقبول ہوتی ہے جو خلوص دل سے ہو۔ مگر بعض اوقات دعا کے قبولیت کے ایسے ہونے ہیں کہ جو لفظ زبان سے نکلا وہ قبول ہو گیا۔ اس لئے منع کیا گیا کہ ایسی حالت سے گریز کرنا چاہیے۔

فتنیجہ از شیخ زکریا، نسخہ کے معنی ادنگھنے کے ہیں اور خفۃ ادنگھ کی وجہ سے سر کا ہلنا یہاں باب میں اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ کے دو جز قرار دیے ہیں۔ ایک وضو من النوم دوسرا من لویہا الخ۔ روایت جو ذکر فرمائی ہے وہ نسخہ کی ہے نوم کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا کہ نوم اور نسخہ سے مراد ایک ہی ہے تو گویا ترجمہ میں بس ایک ہی چیز ہے اور من لویہا من النسخہ وضو من النوم کی تفصیل ہے اور بعض نے کہا کہ نوم سے چونکہ نقص مشہور تھا اس لئے اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اب نوم ناقض وضو ہے یا نہیں اس کے اندر تین مذہب ہیں۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ نوم مطلقاً ناقض ہے اور سلف ہی میں دوسری جماعت

کی لئے اس کے بالکل خلاف ہے کہ نوم کی کوئی قسم ناقض وضو نہیں ہے۔ اور ائمہ اربعہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں کہ نوم کی بعض انواع ناقض ہیں اور بعض ناقض نہیں جمع بین الروایات کا مطلب یہ ہے کہ نقص وضو بالنوم کی روایات مختلفہ ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقض ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نماز کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے سونے لگتے حتیٰ تخفق رؤسہم تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ناقض نہیں۔ اب پھر انواع ناقضہ وغیرہ ناقضہ میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک النوم متکیا علی شیئی لوازیل سقط کہ اگر کسی چیز کا سہارا لے کر نیند کر رہا تھا اگر وہ سہارا زائل ہو جائے تو اگر پہلے امام شافعی کے نزدیک النوم قاعداً ممکناً مقعداً من الاوض کہ نیند بیٹھے بیٹھے زمین پر سرین جلتے ہونے کی نیند ناقض نہیں باقی انواع ناقض ہیں تو معلوم ہوا کہ نوم فی نضہ تو ناقض نہیں ہے بلکہ چونکہ نوم منظرہ خروج رکع ہے اس لئے ناقض ہے۔ اور جب یہ صورت بالا ہو تو پھر خروج رکع کا منظرہ نہیں رہتا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک نوم ثقیل ناقض ہے اور نوم خفیف ناقض نہیں ہے۔ مثلاً اس طرح سو رہا ہو کہ ذرا سی حرکت ہو تو جاگ جائے اور خابلاً کے نزدیک نوم یسیر ناقض نہیں ہے۔ بلکہ نوم کثیر ناقض ہے۔ یسیر کا مطلب ہے۔ ایک آدھ منٹ سو جانا اور اس میں ایک قید یہ بھی ہے کہ وہ نوم قاعداً ہو قائماً ہو۔ کیونکہ روایات میں صحابہ کرام کا سونا انہیں دو صورتوں میں منقول ہے تو مالکیہ اور خابلاً میں فرق یہ ہو گا کہ ان کے نزدیک لیٹا ہوا آدمی اگر ہلکی نیند سو رہا ہے تو اس کی وضو نہیں ٹوٹ گی اور خابلاً کے یہاں حالتین قیام و قعود میں ہو۔ اگر لیٹ کر ہوگی تو وضو ختم ہو جائے گی فان احدکم اذا صلی وھو نائم من اس سے ترجمہ لطیف ثابت فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة بحالت نائم سے منع فرما رہے ہیں اگر نفس سے وضو ٹوٹ جاتا تو صلوة بحالت نعمہ کھنا کیسے صحیح ہوتا کیونکہ جب وضو ٹوٹ گئی تو نماز کہاں رہی۔ لعلہ یستغفر لہ سونے میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا۔ وہ کہنا چاہے گا اللھو اعضاؤر زبان سے نکلے گا۔ اللھو لا تقض دعا کرے گا اللھو ارزقنی کی اور زبان سے نکل جائے اللھو لا تزدقنی اور یہ سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ساعات اجابت ہیں اس میں جو بھی مسئلہ سے نکل جائے گا وہ قبول ہو گا۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اپنے لئے بددعا نہ کرے ایک ڈوم کہیں جا رہا تھا نیند آرہی تھی چلتے چلتے کہنے لگا کہ اے اللہ ایک گھوڑی دے دے راستے میں گاؤں کا سردار کھڑا تھا اتفاق سے اس کی گھوڑی نے بچہ دیا۔ اب دوا سے کیسے لے جانا اس نے ڈوم کو جو دیکھا تو بلایا اوڈوم یہاں آ۔ اور

اس کے کندھے پر بچہ لاد دیا۔ روم نے کہا کہ اے اللہ مانگی تھی نیچے کو مل گئی ادھر کو اس لئے چاہئے کہ آدمی حدیث کی دعاؤں سے دعا کرے کیونکہ وہ بالکل جامع مانع ہوتی ہیں

حدیث نمبر ۲۰۸ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصُورٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْتَوِضْ حَتَّى يَكُونَ مَا يَقْرَأُ

ترجمہ، حضرت انس بن جناب نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے سو جانا چاہیے یہاں تک کہ جان کیا پڑھ رہا ہے

باب الوضوء من غير حدث . ترجمہ، بغیر حدث کے وضو کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۲۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُ تَصْنَعُونَ قَالَ يُجِزِعُنِي أَحَدُنَا الْوَضُوءَ مَا لَوْ يُجِدُثُ

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم ہر نماز کے وقت وضو فرماتے تھے میں نے پوچھا آپ لوگ کیسے کرتے تھے فرمایا ہمیں وہی وضو کافی ہو جاتا تھا جب تک کہ بے وضو نہ ہوں

حدیث نمبر ۲۱۰ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْأَخْبَرِيُّ فِي سُوَيْدِ بْنِ الثَّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرٍ حَتَّى إِذَا لَنَّا بِالنَّهْضِ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ قُلْنَا صَلَّى دَعَا بِالدُّلْجَةِ فَلَوْ يُؤْتِ إِلَّا بِالسَّرْبِقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَى ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ - (الحديث)

ترجمہ، حضرت سويد بن ثمان خبر دیتے ہیں کہ ہم خیبر والے سال جناب رسول اللہ صلم کے ہمراہ نکلے یہاں تک جب ہم لوگ صبحاً منہم پر پہنچے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھانے کی چیزیں منگوائیں تو سنتو کہے سوا کوئی چیز نہ لائی گئی ہم نے کھایا پیا پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپ کی فرمائی ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمائی۔

تشریح از شیخ منیؒ۔ بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے بغیر بے وضوئی کے وضو فرمائی اور بعض سے عدم وضو معلوم ہوتا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ خصوصیت

کے ساتھ ہر نماز کے لئے آپ پر وضو فرض تھا امت پر نہیں تھا۔ واقعہ خیر سے معلوم ہوا کہ وضو عند کل صلوٰۃ نہ آپ پر فرض تھا اور نہ امت پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو حالتوں کو بیان کرنا ہے کہ پہلے وضو عند کل صلوٰۃ خاص کر آپ پر فرض تھا۔ مگر جب شاق ہوا۔ تو اسے اٹھایا گیا۔ آج نہ آپ پر فرض ہے نہ امت ہمارے چہرہ ظاہر آیت اس کی تقضی ہے۔

تشبیح از شیخ زکریا اس ترجمہ کی دو غرضیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو ان لوگوں پر ذکرنا جو ہر وقت کی نماز میں مستقل وضو کے قائل ہیں گو حدث نہ ہو۔ اور دوسرے وضو من غیر حدث کا استحباب بیان کرنا ہوا استحباب تو حضور اقدس مسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے گا اور ان لوگوں پر صحابہ کرام کے فعل سے رد ہو گا حضور اکرم مسلم کے متعلق تو فرماتے ہیں کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوضو عند کل صلوٰۃ اور صحابہ کرام کے بارے فرماتے ہیں یحییٰ احدا الوضو ما لم یحدث۔

باب مِنَ الْكِبَارِ اَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ -

ترجمہ: کبیرہ گناہوں میں سے جو شخص اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۲۱۱ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ مَوْلَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلُومٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ حَيْضَتَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتِ إِنْسَانٍ يُعَذِّبُ بَانَ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذِّبُ بَانَ وَمَا يُعَذِّبُ بَانَ فِي كِبَرِهِ ثُمَّ قَالَ بَلَى كَانَ أَحَدُ مَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخِرُ يَسْتَتِرُ بِالْبَغِيَّةِ ثُمَّ عَا بَعِيْدَةً فَكَسَرَهَا كَسَوْتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا نَعَى سَبَبًا

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم مسلم کا مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گزر ہوا۔ تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ ان جناب نبی اکرم مسلم نے فرمایا۔ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے کیون کسی بڑے گناہ میں نہیں پھر فرمایا کیوں نہیں بلکہ بڑے گناہ میں عذاب ہو رہا ہے۔ ایک ان میں سے اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری چلاتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ٹہنی منگوائی اس سے دو ٹکڑے فرمائے ان میں ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جس پر آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایسے کیوں کیا آپ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان

دونوں سے عذاب کو ہلکا کر دے جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں۔

قتیبہ از شیخ منیٰ: یہاں مصنف اپنا مسلک امام مالک کے مسلک کے مطابق بتلانا چاہتے ہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ بول انسان نجس ہے لیکن بول مایہ مکمل لحمہ یعنی بول ابدل بقدر غنم وغیرہ اس حکم میں داخل نہیں۔ جیسے من بولہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر جہور فرماتے ہیں کہ ہر بول کا یہی حکم ہے کیونکہ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے استنفر ہوا من البول فان عامة عذاب القبر منه اور یہاں بول مطلق ہے۔ لایستقر من بولہ سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ بولہ میں اضافۃ الی التصحیف لدنی مدویۃ کی وجہ سے ہے۔ روایات آتا ہے کہ جب آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بول ابل سے نہیں بچتا تھا۔ تو بول انسان کی خصوصیت نہ ہوئی۔

قتیبہ از شیخ زکریا صغائر توحشات سے معاف ہو جاتے ہیں اور کہا کر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ یہ تو قاعدہ ہے ویسے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ کہا کر کو بغیر توبہ کے معاف کر دے اور صغائر بعباد دیدے۔ ترجمۃ الباب کی غرض ان لوگوں پر رد کر لیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ عدم استنار من البول کبیرہ نہیں ہے۔ بلکہ صغیرہ ہے جیسا کہ ابن بطال کا قول ہے کیونکہ روایت میں وما یعذب بان فی کبیر آیا ہے تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ عدم فسق عن البول کیا تو میں سے ہے نما یعذب بان فی کبیر کا مطلب یہ ہے کہ جس امر کے اندر وہ معذب ہو رہے ہیں وہ ان معذبین کی نظر میں کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ یا یہ کہ اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نیز! خود حدیث کے الفاظ بلی انہ الکبیر ہے پھر کبیرہ کی نفی کہاں ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری نے من بولہ فرما کر ایک مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ تعذیب اپنے بول پڑھ ہی تھی اور اس سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ بول انسان ناپاک ہے بخلاف بول حیوان کے کہ وہ طہر ہے اس میں دو قول مشہور ہیں۔ ایک تو یہ کہ ماکول اللحم حیوانات کا بول پاک ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کی یہی رائے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سارے حیوانات کے ابوال ناپاک ہیں۔ یہی حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب ہے۔ اور امام بخاری اس مسئلہ میں مالکیہ اور حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ اسی لئے من بولہ فرمایا۔

بجائے من حیطان المدینہ ادمکہ یہ اوشک کے لئے ہے صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کلبے قسح صوحت انسانین اذ یہ دونوں معذب کون تھے مسلمان تھے یا کافر اس میں دونوں قول ہیں

اور روایت سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا ہے میں معاہذ بان فی کبیر تو اگر کافر ہوتے تو وہاں تو اکبر الکاثر ہوتا۔ اور آخر میں فرمایا ہے میں کہ لعلہ یخفف عنھا حضور اقدس صلعم تو عافیاں اور پھر اس میں لعلہ کے ساتھ تخفیف کو فرمائیں اور وہ بھی ایک زمان محدود تک۔ تو معلوم ہوا کہ کافر تھے اور مستقل روایات دونوں فریق کی الگ الگ توثیق موجود ہیں۔ ثوقال بلی یعنی فی نفسہ کوئی امر عظیم نہیں تھا۔ جس سے بچنا دشوار ہوتا لہذا اس سے تعارض نہیں رہتا۔ کہ جس کی نفی اسی کا اثبات ہو رہا ہے۔ کیونکہ یہاں اثبات نفس کبیرہ کا ہے قوض الخ یہ وضع حضور اکرم صلعم کے ساتھ خاص ہے یا عام یہ مسئلہ کتاب الجنازہ میں آئے گا۔ اور میرے نزدیک اقرب یہی ہے کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں من دخنتم الیوم کے الفاظ وارد ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ مدینہ کلبہ کیونکہ ایک روایت میں بقیع کا لفظ آیا ہے۔

باب مَا جَاءَ فِي غَسَلِ الْيَوْمِ وَقَالَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَوَيْدُ كُنْ سَوَى بَوْلِ النَّاسِ۔

ترجمہ: باب پیشاب کے دھونے کے بلے میں جو کچھ حکم آیا ہے جناب نبی اکرم صلعم نے بولنے کے بلے میں فرمایا کہ وہ اپنے پیشاب پر واہ نہیں کرتا تھا انسان کے بول کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱۲ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ النَّسَائِيِّ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَوَّزَ لِحَا جَتِهِ أَيْدِيَهُ بِمَا فِيهِ فَيَسْلُ بِهِ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب فضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے تو آپ کے لئے پانی لاتا تھا جس سے آپ دھوتے تھے۔

تشریح: از شیخ زکریا انسان کا بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے مگر بول مایوکل لمحہ میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کا قول واحد اور امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ اور مالکیہ کا قول واحد اور حنابلہ کی راجح روایت یہ ہے کہ ظاہر ہے امام بخاریؒ اس مسئلہ میں مالکیہ کے ساتھ ہیں اس لئے وہ فرمایا ہے میں کہ حضور اقدس صلعم نے لا یستتر من بولہ فرمایا سوائے اذ انتبوز لحا جتہ الخ چونکہ بول دبراز کے لئے تلامزم ہے اس لئے جب براز فرمایا ہو گا۔ اور پھر پانی سے طہارت فرمائی لہذا طہارة من البول ثابت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ دراصل براز جگل کو کہتے ہیں اور جگل عام ہے۔ خواہ بول کے

لئے اس میں جاتے یا براز کے لئے تو امام بخاری نے اس کے عموم سے استدلال فرمایا۔

باب حدیث نمبر ۲۱۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبُرُونِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَثِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمَسُّهُ بِالنَّجَسِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِو فَعَوَّرَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ يَجْفَأُ عَنْهُمَا مَا كُورِيْبَسَا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا دَرَكِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ جَعْدًا مِثْلَهُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم کا گذر ایسی دو قبروں کے پاس سے ہوا جس میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیتے جارہے لیکن ایک تو ان میں سے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چنل خوری کرتا تھا۔ تو آپؐ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے پھر ان میں سے ہر ایک ٹکڑے کو ہر قبر میں گاڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا حضرت آپؐ نے ایسا کیوں کیا تو آپؐ نے فرمایا شاید ان دونوں سے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں حضرت اعشؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت مجاہدؓ سے ایسا سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں باب کو بلا ترجمہ لایا گیا۔ غالباً اس سے وجوب غسل ثابت کرنا مقصود ہے کہ اس شخص نے غسل نہیں کیا تھا۔ اس لئے عذاب ہوا اور عذاب سے بچنا طبعی تقاضا ہے۔ لہذا غسل بول کا وجوب ثابت ہوا۔ ان نینوں بابوں میں سختی سے متفرق بول کا حکم بیان کیا گیا اور باب ترک النبی صلم سے بیان کرنا ہے کہ اگرچہ بول کے بارے میں اتنا سخت حکم ہے۔ مگر تلویث مسجد کے خوف سے پیشاب کرنے والے کو نہ روکا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب حضرت شاہ صاحب کے نزدیک یہاں بے محل اور بے موقع ہے اور بعض نسخوں میں یہاں باب کا لفظ نہیں ہے۔ وہی صحیح ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کا فصل من الباب السابق نہیں ہو سکتا بلکہ بظاہر یہ تشحیذ اذہان کے لئے ہے۔ اور باب کون البول موجباً لعذاب القبر مناسب ترجمہ ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کہ پیشاب کا عذاب قبر کے لئے موجب ہونا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد فرضیت غسل موقوف من البول علی المحل ثابت کرنا ہے۔ یعنی کسی جگہ پر پیشاب

قطرے پھیل جائیں تو ان کا دھونا فرض ہے۔ اور میرے نزدیک وجوب استنجاء من البول کا ثابت کرنا ہے کہ پیشاب سے استنجاء واجب ہے، چونکہ باب سابق سے وجوب غسل بول کا شبہ ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ مقصود تنزہ اور تشریف بول سے بچنا چاہیے جس طرح ہو پانی ضروری نہیں۔ تو میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں کہ استنجاء بدعت ہے۔ اور پیشاب کے لئے ڈھیل استعمال کرنا کہیں ثابت نہیں۔ عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس اس سند میں مجاہد ابن عباس سے بواسطہ طاؤس نقل کرتے ہیں اور اس سے قبل جو سند گزری ہے اس میں عن مجاہد عن ابن عباس گو یا طاؤس کا واسطہ مذکور نہیں، دارقطنی نے بلا واسطہ والی سند کو مستفاد میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک منقطع روایت ذکر کی ہے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ اس میں کیا استحکام ہے کہ ایک بار تو مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے اور پھر براہ راست ابن عباس سے سن لی ہو۔ حافظ ابن حجرؒ باب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے باب میں جو حدیث تھی اس میں تو پیشاب کے دھونے کا ذکر تھا۔ جو ذکر وغیرہ پر لگ جاتے یا بدن کے کسی حصہ پر لگ جاتے۔ اور یہ الگ باب اس لئے باندھا کہ اس کے اندر اس بول کے غسل کا ذکر ہے جو کپڑوں وغیرہ پر لگ جاتے۔

باب مَا رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ الْأَعْرَابُ كَحَتَّى خَرَعَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ۔ ترجمہ، جناب نبی اکرم صلعم اور لوگوں نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ مسجد کے پاک صاف رکھنے کا حکم روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگے تو اس کو روک دینا چاہیے ورنہ ان اوامر کا خلاف لازم آئے گا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ جب کوئی شخص مسجد پیشاب کرنے لگے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ پیشاب سے فارغ ہو جائے کیونکہ جب پیشاب چل پڑتا ہے تو رکتا نہیں۔ لہذا اگر روکا تو اور فتویٰ کا خوف ہے لہذا مسجد کا تہہ اس میں ہے کہ اسے فارغ ہونے دے۔

حدیث نمبر ۲۱۴۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوهُ حَتَّى إِذَا خَرَعَ دَعَا

بِمَاءٍ فَصَبَّ عَلَيْهِ - (الحديث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو تا کہ وہ فارغ ہو لے پھر آپ نے پانی منگایا اور اس کو پیشاب پر پلٹ دیا۔

تشخیص از شیخ زکریا چونکہ روایت سابقہ میں یہ مذکور تھا کہ جب وہ آدمی پیشاب سے فارغ ہو گیا تو پانی کا ڈال اس کے پیشاب پر ڈال دیا گیا۔ اس پر اشکال بظاہر یہ ہوتا ہے کہ پانی سے تودہ اور پھیل جائے گا لہذا اور ناپاکی پھیلے گی تو حضرت امام بخاریؒ نے فرمادیا کہ اگر باقی پلٹا جائے گا اور خوب پانی ڈالا جائے گا کہ جس سے پانی بہنے لگے۔ مغلوب ہو جائے تودہ جاری پانی کے طور پر ہو جائے گا۔ اور پاک ہو جائے گا۔ یہ رائج ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ باب کی غرض حنفیہ پر رد کرنا ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ زمین کو کھودا جائے تو امام بخاریؒ نے فرمادیا کہ کھودنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پانی ڈال دو۔ احناف کہتے ہیں کہ پانی ڈالنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ کھودنے سے طہارت حاصل نہ ہوگی کیونکہ جب ناپاک مٹی دور کر دی گئی تو نجاست بھی ختم ہو گئی۔ اب باقی طاہر ہے پانی ڈالنا بھی ایک طریقہ ہے۔ لہذا اس طریقہ سے کسی اور طریقہ کی نفی لازم نہیں آتی۔

باب صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ، مسجد میں پیشاب کرنے کی صورت میں اس پر پانی ڈالنا۔

حدیث نمبر ۲۱۵۲ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْخَزَّازُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَحَدُ رِجَالِنَا فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَّاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوهُ وَهَرِّقُوا عَلَى بَوْلِهِمْ سَجْدًا مِنْ مَاءٍ أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُ بِكُمْ يَسِّرِينَ وَلَعَلَّكُمْ تُبْعَثُوا أَمْعَرِينَ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کیا تو لوگوں نے اس کو دھر لیا۔ تو جناب نبی اکرم صلیم نے ان سے فرمایا کہ تم اس کو چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پانی کا ڈول دو تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

حدیث نمبر ۲۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دوسری سند میں ہے سَمِعْتُ أَلَسَّ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءُوا أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ

فِي طَافَةِ الْمَسْجِدِ فَنَجَّاهُ النَّاسُ فَنَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا
تَعْلَى بَوْلُهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُنُوبٍ مِنْ مَاءٍ فَأَصْرَفَ عَلَيْهِ
ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اس نے مسجد کے ایک کٹارے میں پیشاب
کرنا شروع کر دیا تو لوگوں نے اسے ڈانٹا جناب نبی اکرمؐ نے ان کو روکا جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو
آپ نبی اکرمؐ نے پانی کے ڈول لانے کا حکم دیا تو اس پر بہا دیا گیا
باب بَوْلِ الصَّبِيِّ - ترجمہ، بچوں کا پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ أَسْمَةَ
أَنَّهَا قَالَتْ أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبِي فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِمْ فَدَعَا بِسَاءٍ
فَاتَّبَعَهُ رَأْيَاكَ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنینؓ وضو فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ کے پاس ایک بچہ لایا
گیا جس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی مرگا کر اس کے پیچھے بہا دیا۔
تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئیں ہیں اس مسئلہ میں غالباً امام بخاریؒ۔
حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں کہ بول صبی میں نضح کافی نہیں بلکہ اتباع کیا جائے گا جیسے
اتبہ ایاہ کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض علماء نے کہا ہے کہ بول صبی امام شافعیؒ کے نزدیک ظاہر ہے۔ مگر یہ نقل
غلط ہے۔ ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ بول صبیان ناپاک ہے۔ البتہ ظاہر یہ ہے طہارت منقول ہے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ بول صبی کا غسل ضروری نہیں بس رش ہی کافی ہے تو اس سے طہارت
بول صبی کہاں لازم آتی ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کہ اخاف کے یہاں تلوار اور جوتا وغیرہ مسح سے
پاک ہو جاتا ہے۔ تو اس سے نجاست کا ظاہر ہونا کہاں لازم آ گیا۔ بلکہ بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے
ہاں اس کی تطہیر کے طریقہ میں اختلاف ہے۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک لی رش فی بول الغلام افضل
فی بول الجارية ہوگا۔ اور حضرت امام شافعیؒ کی دو روایتیں اور ہیں۔ مگر وہ دونو مرجوح ہیں ایک یہ کہ
دونو میں غسل ضروری ہے جیسے کہ مالکیہؒ اور اخاف کہتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونو میں رش کافی
ہے۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تو بول الصبیان ذکر فرمایا ہے اب احتمال یہ ہے کہ بچوں کا امام بخاریؒ کے

نزدیک دہی حکم ہے جو بچوں کا ہے۔ تب تو امام بخاریؒ اس قول ثابت کے قائل ہوں گے لیکن صبیان کا اطلاق صرف ذکر پر ہوتا ہے۔ اور حدیث بھی بچے کی ذکر فرماتی ہے۔ اس سے بظاہر یہ احتمال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں کہ بول صبیان میں شرس ہوگا۔ فاتبعہ ایسا خفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ کیلہ ہے۔ یہ اتباع غسل ہی تو ہے اور جو بعض روایات میں بول صبیہ میں تفسیق وارد ہے تو اس کا محل یہ ہے کہ چونکہ بول صبیہ میں عفونت اور لزوجت ^{چکناہٹ} ہوتی ہے تو اس میں کثیر علاج کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے غسل سے تعبیر فرمادیا۔ اور بول صبی میں عفونت اور لزوجت اتنے درجہ کی نہیں ہوتی اس لئے اتنے علاج کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کے غسل کو شرس سے تعبیر کر دیا۔ نیز اس حدیث میں جس بچے کو حضور اکرم صلیم کے پاس لانے کا ذکر ہے۔ انہریہ ہے کہ وہ عبداللہ ابن النضر بن مرہمیں اور ممکن ہے بنت محسن کے بیٹے ہوں جیسا کہ بعض شراح کی رائے ہے حضور صلیم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا ان کے نام کسی شاعر نے جمع کئے ہیں

قد مال فی حجر النبی اطفال - حسن حسین ابن الربیع بالوا

وکذا سلیمان بنی ہشام و ابن ام قیس جانی اختار

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلیم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا وہ حسن حسین اور ابن الربیع میں اسی طرح سلیمان بن ہشام اور ام قیس کا بیٹا آخر میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْسَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنِ لَهَا صَغِيرٍ لَهَا يَأْكُلُ الطَّعَامَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرٍ فَقَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِأَعْقِ فَضَعَا وَكَوَّ يَغْسِلُهُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ام قیس بنت محسن سے مروی ہے کہ وہ اپنا ایک چھوٹا بیٹا جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلیم کی خدمت لائیں تو آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھلادیا جس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا آپ نے اس کو چھینٹا دیا اور دھویا نہیں۔

باب الْبَوْلُ قَائِمًا وَقَاعِدًا - ترجمہ، کھڑے اور بیٹھے ہوئے پیشاب کرنا۔
حدیث نمبر ۲۱۹ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلُّوا سَابْطَةً قَوْماً فَبَالَ قَاتِلًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَنَجَّيْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ (لحدیث)

ترجمہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوٹھی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگایا جس سے وضو فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنی: اس پر اشکال یہ کہ بول قاتماً کی روایت تو لائی گئی مگر بول قاعداً کی روایت نہیں لائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ بول قاتماً جس میں رشتائیں بدن اور کپڑے پر پڑتے ہیں اور بھی وجوہ خوف پائی جاتی ہیں۔ بخلاف بول قاعداً کے اس میں یہ خطرات نہیں ہیں جب بول قاتماً جا ترہے تو بول قاعداً بطریق ادلی جائز ہو گا۔ گویا کہ اس کو قیاس سے ثابت فرمایا

تشریح از شیخ زکریا: امام بخاری نے بول قاتماً کی روایت تو ذکر فرمائی لیکن بول قاعداً کی روایت نہیں لائے۔ اور یہ قاعدہ یہاں چل نہیں سکتا کہ جب امام بخاری ترجمہ میں چند اجزاء ذکر فرمائیں اور ذات کسی کی ذکر نہ کریں۔ تو امام بخاری اس کو رد فرماتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کے اصول موضوعہ میں سے ہے ایک بات بطور جملہ معترضہ کے طور پر سنو کہ امام بخاری نے باب الصلوٰۃ قبل الحجۃ اور بعدہ میں بھی بعد ادلی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو ابن قیم اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک جمعہ سے پہلے سنن ہیں اس لئے وہ روایت ذکر نہیں کی۔ ابن قیم کا یہی مذہب تھا اس لئے امام بخاری کے باب کو اس پر حمل فرمایا۔ اور اس باب میں اس لئے نہیں چل سکتا کہ بول قاعداً تو عین سنت ہے۔ پھر اس کو کیسے رد فرمائیں گے۔ اب اس کے بعد علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ جب کوئی روایت ان کی شرط کے موافق نہ ہو تو امام بخاری اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب فرمایا۔ ایک آدمی نے دیکھ کر کہا۔ اَنْظُرُوا إِلَيْهِ يَسُولُ مَا تَبُولُ الصَّوْا۟ةُ یعنی تشرک کے ساتھ پیشاب کرتے ہیں۔ یہ حافظ ابن حجر کی توجیہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ چونکہ بول قاعداً مشہور تھا اس شہرت کی بناء پر اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ شہرت پر اکتفا کیا گیا۔ اور جیسا کہ میں نے باب الوضوء من النوم میں یہ کہا تھا کہ امام بخاری نے یہاں نوم کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو بعض نے اس کا جواب دیا تھا کہ شہرت کی بناء پر اکتفا کر لیا۔ اس کے علاوہ اور جوابات بھی دیئے گئے۔ اب بول قاتماً کا کیا حکم ہے۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے جعفریہ اور شوافع کے نزدیک سنت بول قاعداً ہے۔ اور قاتماً خلاف ادلی بلکہ مکروہ ہے اور حنابلہ

کے ہاں مطلقاً جائز ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اگر نظر قبول کا احتمال نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔
مثلاً چھت پر بیٹھ کر پیشاب کرے بشرطیکہ شیچے کوئی نہ ہو۔ خیال قائم ہے کہ روایت ترمذی کی روایت کے خلاف ہے کیونکہ ترمذی کی روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ من حدثکھوان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائماً فلا تصتقوا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے علم کے اعتبار سے ہے یا یہ کہ عادت کی نفی فرما رہی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ روایت خفیہ اور شافعیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خلافِ اولیٰ بلکہ مکروہ ہے۔ ان کی طرف سے اس روایت کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ پیشاب حسن طرف کو فرما رہے تھے وہ ادنیٰ جگہ تھی اگر بیٹھ کر فرماتے تو پیشاب کے اپنے اوپر کرنے کا احتمال تھا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا جیسا کہ بعض آثار میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک میں زخم تھا جس کی وجہ سے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو سب سے اولیٰ جواب ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بیان جواز کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دیر تک بیٹھنے کے بعد اگر کھڑا ہو جائے تو پھر جلدی سے بیٹھا نہیں جاتا۔ اور آپ کو اس وقت پیشاب کا تقاضا شدید تھا۔ اور بہت دیر تک بیٹھے بھی رہے تھے لہذا کھڑے ہونے کے بعد کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں۔

باب ابول عند صاحبہ والتستور بالحائض۔

ترجمہ، اپنے ساتھی کے پاس پیشاب کرنا اور دیوار کے ساتھ پردہ کر لینا۔
حدیث نمبر ۲۲۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الزُّهْرِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُنِي أُمًّا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَشَى فَأَتَى سُبْحَا طَةً قَوْمٌ خَلْفَ حَائِضٍ فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَا نْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَنَحْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ

ترجمہ، حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے چل رہے تھے کہ ایک دیوار کے پیچھے قوم کی کوڑی پر آپ تشریف لائے اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم میں کا ایک کھڑا ہوتا ہے۔ تو آپ نے پیشاب کرنا شروع کیا تو میں آپ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے میری طرف اشارہ فرمایا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس وقت تک آپ کے پیچھے کھڑا رہا یہاں تک کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔

تشیخ اگر شیخ ذکر کیا جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاری کا قاعدہ ہے کہ جب روایت سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہوں۔ تو ان پر متعدد ابواب باندھ کر ان مسائل کو ثابت فرماتے ہیں چونکہ اس روایت سے ایک اور مسئلہ ثابت ہو رہا تھا۔ اس لئے ایک جدید باب باندھ کر روایت کو دوبارہ ذکر کر کے اس مسئلہ کو بھی ثابت فرمادیا۔ کہ کسی آدمی کے قریب پیشاب کرنا دیوار وغیرہ کی آڑ میں جائز ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ دوسری روایت میں ہے اذا ذهب المذهب ابعديني حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تو اس سے چونکہ دور جانے کی عادت معلوم ہوتی تھی تو اس ترجمہ سے اشارہ فرمادیا کہ قریب میں کسی چیز کی آڑ لے کر بھی استنجا کر لینا کافی ہے اور جائز ہے۔ اور دور جانا صرف مستحب ہے۔ اور میرے نزدیک ترجمہ کی غرض بول و برازیں میں فرق کرنا ہے کہ اذا ذهب المذهب پاگلنے پر محمول ہے۔ یعنی برائے وقت دور تشریف لے جاتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ برازیں میں تمضن اور خروج ریح بالصوت ہوتا ہے جس سے جیالاحق ہوتی ہے اور پیشاب میں یہ بات نہیں ہوتی تو اشارہ فرمادیا کہ پیشاب کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قریب ہی تشریف لے کر کے ساتھ فارغ ہو جاتے خانتبذت منه الخ ابتداء کی وجہ یہ ہے چونکہ روایت ہے اذا ذهب المذهب ابعدا اس لئے انہوں نے سوچا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی عذر کی وجہ سے دور تشریف لے جاسکے۔ تو لاؤ میں ہی دور ہو جاؤں خانتبار الخ فحتمہ آپ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ قریب آ جاؤ۔ اور قریب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کھڑے ہو کر پیشاب فرما رہے تھے ممکن تھا کہ کوئی کھڑا ہوا سمجھ کر سامنے آ جاتے لہذا ان کو قریب کر لیا تاکہ آنے والے کو روک لیں فقمت عند عقبہ یعنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایڑیوں کے پاس پردہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ درمیان ضروری نہیں البتہ تشریف لے رہے۔

باب الْبَوْلُ عِنْدَ سَابِطَةِ قَوْمٍ، ترجمہ کسی قوم کی کوڑی کے پاس پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِذَا أَصَابَ ثَوْبٌ أَحَدَهُمْ قَرَصَهُ فَقَالَ حَدِيثُهُ كَيْتَهُ أَمْسَكَ أَقْبَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابِطَةَ قَوْمٍ قَبَالَ قَائِمًا (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو دائل فرماتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پشیا ب کے بارے میں بہت سختی برتتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل میں سے کسی ایک کے کپڑے کو پشیا ب لگ جانا تو وہ اسے کاٹ دیتے تھے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کاش حضرت ابو موسیٰ اس تشدد سے رک جاتے کیونکہ جناب رسول اللہ صلم اکرم کی کوڑی پر آئے تو کھڑے ہو کر پشیا ب فرمایا۔

تشنیح از شیخ زکریا روایت وہی قدیم ہے ترجمہ جدید باندھ دیا چونکہ بظاہر روایت کے اشکال ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلم نے دوسری کی کوڑی پر بلا اجازت کیسے پشیا ب فرمایا۔ کیونکہ اجازت کا کوئی لفظ یہاں نہیں ہے اور سباطہ دوسرے آدمی کی ملکیت ہے۔ لہذا تصرف فی ملک الغیر بدون اذن لازم آیا اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلم کو دلائلہ اجازت تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضور پاک صلم کے بول و براز پاک تھے۔ لہذا اس سے کوئی نجس نہیں ہوا۔ لہذا اجازت کی کیا ضرورت ہے اور میرے نزدیک وہ جواب ہے جو امام بخاریؒ اپنے ترجمے سے دے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلم نے سباط قوم پر پشیا ب فرمایا اور سباط اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوڑی ڈالی جاتی ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اشارہ فرما دیا کہ سباط تو پشیا ب پاخانے کے واسطے ہوتا ہی ہے وہاں اجازت کی کیا ضرورت ہے چنانچہ اب بھی اگر کوئی کسی کی کوڑی پر پشیا ب پاخانہ ڈال دے تو وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ کان ابو موسیٰ الخ تشدید کی وجہ وہ روایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے جس میں وارد ہے۔ استنن ہوا من البول الخ اور اس تشدید کی صورت یہ تھی جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک بوتل بنا رکھی تھی اس کے اندر احتیاط سے پشیا ب کرتے تھے تاکہ پشیا ب کے رشائش ^{بچھنے} اوپر نہ پڑیں اور پتھر ڈھیلے سے صاف کرتے اور اس بوتل کو دور لے جا کر آہستہ سے اس کا پشیا ب پھینک دیا کرتے ان بنی اسرائیل الخ کہ جب بنی اسرائیل میں سے کسی کے کپڑے پر پشیا ب لگ جانا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب وہ اتنا تشدد کرتے تھے تو ہمیں بھی احتیاط برتنی چاہیے۔ اس روایت میں تو اتنا ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں جلد احد ہم اور دوسری روایت میں جلد احد ہم ہے بخاری کی روایت میں تو اس کا جھگڑا نہیں ہے صرف تنبیہ کر دی بعض علما۔ کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے تہذیب و تمدن سرکشی کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر احکامات میں کچھ تشدد فرما دیا تھا۔ انہیں تشددات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر بدن کو کوئی بھت لگ جائے تو چڑا کاٹ ڈالیں۔ مگر میرے حضرت نور اللہ مرقدہ بذل الجہود میں جسد والی روایت میں جو

جلد احدہم ہے تو اس سے ان کی جلد مراد نہیں بلکہ چھڑہ پستین وغیرہ مراد ہے۔ جو وہ لوگ بطور لباس استعمال کرتے تھے کسی راوی نے جلد سے مراد ان لوگوں کی جلد کے کر دایتہ بالمعنی کے طور پر اسی کو جلد سے تعبیر کر دیا۔ فقال حذیفۃ لیتہ اسد جب حضرت حذیفہؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی تشدیات سنیں تو فرمانے لگے اگر ابو موسیٰ اپنی تشدیات سے رک جلتے تو اچھا ہوتا اور پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ جناب رسول اللہ صلم قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ اگر اتنا تشدد ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر کیوں پیشاب فرماتے۔ کیونکہ رشاش اٹھتے تھے۔

باب غَسَلِ الدَّمْرِ۔ ترجمہ، خون کے دھونے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۲۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْإِمْلِيُّ عَنْ أَهْلِ كَنْدِجَانٍ قَالَتْ جَاءَتْ امْرَأَةً رَأَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحَدًا نَا تَحِيضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحْتَهُ ثُمَّ تَقْرُمُهُ بِالنَّارِ وَتَنْضَحُهُ بِالنَّارِ وَتُصَلِّي فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت جناب نبی اکرم صلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ کہ حضرت بتلاتے ہیں جب ہم سے کوئی ایک کپڑے میں حیض کرنے تو کیسے کرے کہ پہلے اس خشک خون کو کڑی سے چھیل ڈالو پھر ناخن یا انگلی سے پانی ڈال کر رگڑ دے پھر اس کو پانی سے دھو ڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔

تشیع از شیخ زکریا، دم حیض۔ دم استخاضہ۔ دم نفاس۔ دم مسفوح (بہا ہوا) بالاتفاق سب ناپاک ہیں۔ پھر حضرت امام بخاریؒ نے باوجود مسئلے کے اس قدر واضح ہونے کے اس پر باب کیوں باندھ دیا اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ روایت میں تنضح کا لفظ موجود ہے یعنی نضح کا حکم ہے اور بول صبیان میں گذر چکا ہے کہ نضح سے مراد چھڑکنا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یہاں نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل مراد ہے۔ اسی طرح حنفیہ فرماتے ہیں کہ بول صبیان میں بھی نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل خیف مراد ہے۔ قال تَحْتَهُ وَتَقْرُمُهُ النَّارُ حضور اکرم صلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پہلے اس کو کھرج لے پھر رگڑ دے پھر اس کو ذرا سے پانی سے دھو دے اس کی وجہ یہ ہے کہ خون جامد ہوتا ہے کپڑے سے چپک جاتا ہے اگر یونہی پانی ڈالا جائے تو بہت سا پانی خرچ ہوگا اس لئے آپ نے اس کی ترکیب بتلا دی کہ اولاً اس کو کھرج لے پھر اس کو رگڑ دے تاکہ نرم ہو جائے

اور پھر ذرا سے پانی سے دھو ڈالے یہاں نفع سے بالاتفاق غسل مراد ہے۔ کیونکہ خون بالاتفاق ناپاک ہے اسی طرح احناف بول صبیان میں کہتے ہیں کہ نضح مراد غسل ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ امْرَأَةً اسْتَحْضَتْ فَلَا أَطْمَئِنُّ إِلَى صَلَاتِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِمْنًا ذَلِكَ عَلَيْكَ وَكَانَ يَحْيَىٰ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ فَإِذَا أَدْبَسَتْ فَامْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ تَوَضَّأِي ثُمَّ تَوَضَّأِي بِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجْئَكَ ذَلِكَ الْوَقْتُ ترجمہ، حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابوجہش رضی حضور اقدس نبی اکرم صلیم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ میں ایک ایسی عورت ہوں جو استحاضہ میں مبتلا ہوں اور کبھی پاک نہیں ہو سکتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے پس جب تیرا حیض اپنی مدت آجائے۔ تو نماز چھوڑ دے اور جب اپنی مدت عادت پر چلا جائے تو اپنے سے خون دھو کر نماز پڑھو۔ اور حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرو۔ یہاں تک کہ وہ حیض کا وقت آجائے۔

تفسیر ارشیخ زکریا انا امرأة استحضت فلا اطمس یعنی جب مجھے خون آنا شروع ہوتا ہے تو بس رکنا جانتا ہی نہیں مسلسل چلتا رہتا ہے تو کیا میں نماز چھوڑ دوں حضرت فاطمہ رضی نے یہ سوچا کہ جیسے حیض کے زمانے میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اسی طرح استحاضہ کے اندر بھی شاید نماز نہ پڑھی جاتی ہو اس لئے حضور پاک صلیم سے دریافت فرمایا اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ لا امانا ذلك عوق یعنی نماز مت چھوڑو۔ بلکہ پڑھتی رہو۔ یہ کوئی حیض کا خون نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رگ کا خون ہے جو کسی مرض یا رکھہ شیطان کی وجہ سے کھل جاتی ہے۔ اور اس سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اذا قبلت اقبال حیض اور ادا حیض سے کیا مراد ہے۔ اقبال بالمدة یا اقبال بالتمیز یہ مسئلہ باب الاستحاضہ میں آئے گا۔ توضی کھل صلوٰۃ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ استحاضہ جو وضو کرے گی وہ ہر نماز کے لئے کرے گی۔ یا ہر وقت صلوٰۃ کے لئے ہوگی۔ حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں تو ہر وقت صلوٰۃ کے لئے اور شوافع کے یہاں ہر نماز کے لئے اور مالکیہ کے نزدیک اس دم استحاضہ پر وضو واجب ہی نہیں اس کی

دوہر اختلاف مناط ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مناط نقص وضو مخرج متعاد اور خارج متعاد ہے، یہاں تالاج متعاد نہیں گو مخرج متعاد ہے۔

باب غَسْلِ الْمَنْجَى وَخَوِّ كَيْه وَغَسْلِ مَا يُصْنَبُ مِنَ الْمَوَازِي

ترجمہ، باب ہے منی کا دھونا اور اس کا پھیلنا اور جو عورت کی طرف سے لگ جائے تو اس کا دھونا۔

حدیث نمبر ۲۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ

تَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنْ لَبَّعَ الْمَاءُ فِي تَوْبِهِ

ترجمہ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلیم کے کپڑے سے جنابت کو دھوتی تھی آپ نماز کی طرف تشریف لے جاتے کہ پانی کے نشانات کے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ منی، روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اثر باقی رہ جائے تو کوئی قباحہ نہیں۔

روایت سے ترجمہ الباب والا فرق ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ فرک میں بالکیہ ازالہ نہیں ہوتا اس لئے لغت الہ

کی طرح یہ بھی جائز ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری منی کو نبس کہتے ہیں مگر جیسے امام مالک اس کے

ازالہ کے لئے فرک کو کافی نہیں سمجھتے ایسے یہ بھی کافی نہیں سمجھتے تو مصنف کا مقصد یہ ہوا کہ فرک جب

روایت سے ثابت نہیں تو جائز کیسے ہو گا۔ تو روایت کے نہ لانے سے اس کا عدم جواز ثابت کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریا غسل المنی و خوکہ الامام بخاری نے ترجمہ میں تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک غسل المنی دوسرے فرک المنی اور تیسرے غسل بالصیب من المرأة مگر روایت صرف غسل منی کی ذکر فرمائی

اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ سب سے پہلے مسئلہ سنو! منی کے اندر شافعیہ کے مختلف اقوال ہیں ان

کا اور حنا بلکہ کارج قول یہ ہے کہ منی ظاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ناپاک ہے جبکہ حنفیہ اور مالکیہ کہتے

ہیں اور تیسرا قول شافعیہ کے یہاں یہ ہے کہ مرد کی منی پاک ہوتی ہے اور عورت کی ناپاک۔ اب حضرت امام

بخاری صرف غسل المنی کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ شرح بالخصوص مالکی شراح کی رائے یہ ہے کہ غسل المنی میں

امام بخاری ہلے ساتھ ہیں ہلے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ نجاست منی پر تو متفق

ہیں مگر اس کی طہارت کا کیا طریقہ ہے۔ مالکیہ تو فرماتے ہیں کہ لا بد من غسل فی الوطی والیابس اور

حنفیہ تو فرماتے ہیں کہ رطب میں غسل ضروری ہے اور یابس میں فرک بھی کافی ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ امام

بخاری نے صرف غسل منی کی روایت ذکر فرمائی ہے اور فرک کو باب کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرک کو باب

کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرک کی روایت ذکر نہیں فرمائی اور امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں۔ اور روایت کسی ایک کی بھی ذکر نہ فرمائیں تو امام بخاریؒ کے نزدیک وہ مقبول نہیں ہیں لہذا معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ فرک کے قائل ہی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے امام بخاریؒ کے قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ جب ترجمہ میں کوئی چیز فرمائیں۔ اور اس کی روایت ذکر نہ فرمائیں۔ تو وہاں کسی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی اشارہ فرما دیا۔ اس صورت میں امام بخاریؒ حنفیہ کے ساتھ ہوں گے۔ کہ غسل کی روایت تو ذکر فرمادی۔ اور فرک کی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اب رہا تیسرا جزو غسل ما یصیب من الموائج اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اس لئے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ غلط ہے کسی کاتب کی غلطی سے یہاں کھا گیا۔ کیونکہ اس کا منتقل باب غسل ما یصیب من خضج الموائج آ رہا ہے وہاں روایت بھی ہے۔ یہاں تو روایت بھی نہیں۔ اب اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے۔ تو تکرار لازم آئے گا۔ بھی باب بخاری شریف میں قلم پر آ رہا ہے۔ لیکن اس سے تکرار نہیں ہوا اس لئے وہاں دوسری جگہ اصالت ہے۔ اور یہاں تعلق ہے۔ اور بعض شراح نے جواب دیا کہ امام بخاریؒ کا ارادہ روایت لکھنے کا تھا۔ مگر اجمعتہ المنبتہ کہ موت نے جلدی کر لی لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ میری تحقیق کے مطابق بخاری شریف ص ۳۳ میں محل ہو چکی تھی اور طبع میں امام بخاریؒ کا انتقال ہوا ہے۔ تو کیا اتنی بڑی مدت میں ان کو روایت نہ مل سکی۔ ایک جواب یہ دیا گیا کہ امام بخاریؒ کو نظر ثانی کی نوبت نہیں آتی۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیا وہ تیس سال کی مدت میں نظر ثانی بھی نہ کر سکے۔ اور بعض شراح کا یہ کہنا ہے کہ ان کی شرط کے مطابق روایت نہیں ملی۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں بیاض تھی۔ جس کو بعد میں آنے والوں نے ختم کر دی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی پسندیدہ نہیں اور میری رائے ان سب کے مقابلہ میں یہ ہے کہ امام بخاریؒ صاحب نے اس جزو کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ ایسے ہی آنے والے باب بھی مکرر نہیں ہیں۔ بلکہ دونو بابوں کی غرض اگلا گ ہے جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ میرے نزدیک یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر منی مرآة لگ جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا ہے دوسرے اگر عورت کے فرج کی رطوبت لگ جائے۔ تو اس کے دھونے کا کیا حکم ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں منی مرآة کے دھونے کا حکم بیان فرمایا ہے اور اس کی نجاست احنافؒ اور مالکیہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اور رطوبت فرج مرآة کی طہارت اور نجاست میں اختلاف ہے جو اپنی

جگہ آئے گا۔ کنت اغسل الجنابتہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ دونو الگ الگ مسئلے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حدیث میں یہ جملہ آیا ہے کنت اغسل ادا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل اختلام نہ تھا بلکہ غسل جنابت تھا۔ اور جنابت میں یہ ہوتا ہے کہ مرد کو جو منی لگتی ہے وہ عورت کی منی لگتی ہے خود مرد کو اس کی منی نہیں لگا کرتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی منی تو رحم میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر عورت کا رحم اس منی کو قبول نہیں کرتا۔ تو اس صورت میں عورت کی منی پہلے باہر نکلتی ہے۔ اور پھر مرد کی منی نکلتی ہے، بہر حال کہتا یہ ہے کہ جو منی حضور اکرم صلیم کے کپڑے کو لگی تھی۔ وہ حضرت عائشہ کی ہوگی۔ نہ کہ جناب نبی کریم صلیم کا۔ لہذا غسل منی المرأة ثابت ہو گیا۔ اور باب ما یصیب من خرج المرأة میں ہے کہ زید بن خالد جوی نے حضرت عثمان سے کہا۔ رأیت اذاجامع الرجل امرأۃ فخلو بین یمینی اگر کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے تو منی نہ نکلنے کے باوجود ما یصیب من خرج المرأة کا باب باندھ لے تو معلوم ہوا کہ وہ رطوبت فرج کے متعلق ہوگا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جب کھیل کود کیا جائے تو فرج رطوبت نکل آتی ہے۔ لہذا وہاں اس کا حکم بیان فرمایا اور یہاں اس کا ذکر فرمایا لہذا دونو مسئلے الگ الگ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۲۲۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَلِيمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَغْنِيِّ يَصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الْقَهْلَوْنِ وَأَكْرَمُ لُغْسِلٍ فَوْفَ ثَوْبِهِمْ بَقَعُ الْمَاءِ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی عنہا سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلیم کے کپڑے سے منی کو دھوتی تھی اور آپ نماز کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے کپڑے میں دھونے کا اثر یعنی پانی کا نشان دھبہ ہوتا تھا۔

باب إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةُ أَوْ غَنِيَّ مَا خَلَعَ يَدُ هَبْ أَشْرُكَ۔

ترجمہ، جب جنابت وغیرہ کو دھویا جائے اور اس کا اثر نہ جائے اس کا حکم کیا ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا ان ابواب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری منی کے حکم میں یا تو مالکیہ کے ساتھ ہیں یا احناف کے ساتھ مگر فرقہ کی روایت اس پتے ذکر نہیں فرمائی کہ وہ ان کا مذہب

نہ تھا۔ تو وہ مالکیہ کے ساتھ ہیں اگر ذکر کی طرف اشارہ فرما دیا تو حنفیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ غسل جنابتہ اور دوسری نجاست میں مساوات کر دی۔ اور جب دوسری نجاستوں کا حکم ان کے نجس ہونے کی بنا پر ہوتا ہے تو منی کا غسل بھی نجاست کی بنا پر ہوگا۔ اور امام بخاریؒ غلویدہب ائمہ سے یہ بتلا رہے ہیں اگر کی نجاست کو رگڑا کر دھو دیا جائے۔ اور پھر بھی اس کا دھبہ رہ جائے تو یہ مضر نہیں ہے۔ مگر باب میں جو روایت ذکر فرمائی۔ تو اس کی پہلی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اثرات جو کپڑے میں رہ گئے وہ غسل کے تھے نہ کہ منی کے۔

حدیث نمبر ۲۲۶ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَسْمَعِيُّ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ بَكَّارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَسْأَلُهُ مِنْ ثَوْبٍ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَكُوهُ فَأَغْسِلُ فِيهِ بُقْعَةَ الْمَاءِ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن بکار سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا جس کو جنابت لگ گئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی تھیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اس منی کو دھویا کرتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے الشریف لے جاتے تو دھونے کا اثر یعنی پانی کے دھبے اس میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الْإِمْلَاقِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تُغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَزَاكَ ذَنِبَهُ بُقْعَةً أَوْ بُقْعًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے منی کو دھویا کرتی تھیں پھر اس منی کو دھیتی تھی کہ اس کا دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں ہوتے تھے۔

خشیعہ از شیخ ذکر کیا ارادہ کی ضمیر بظاہر منی کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ وہی اقرب ہے اور یہی احتمال ہے کہ غسل سے جو غسل سمجھ میں آتا ہے اس کی طرف ہو۔ اب ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ استدلال بکل محتمل فرماتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روایت کے اندر مختلف احتمالات ہوں۔ تو امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال فرماتے ہیں یہاں بھی اسی قبیل سے ہے۔ ابوداؤد و شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عورتوں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے نشانات کے متعلق سوال کیا کہ وہ باقی رہ جاتی ہیں ان کا کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ حیض کے دھبوں پر کچھ ردی پھیر دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دھبہ کا زائل کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ چہرہ کا یہ مذہب نہیں ہے

بلکہ جمہور کے نزدیک کپڑا اس وقت پاک ہو گا جب پانی میں نجاست کے رنگ کا اثر ختم ہو جائے خواہ نشاۃ باقی رہیں یا نہ رہیں تو اس باب سے امام بخاریؒ نے جمہور کے مسلک کی تائید فرمائی۔

باب ، اَبْوَالُ الْاِمْلِ وَالْكَافَاتِ وَالْغَنَمِ وَمَا يَصْنَعُ اَبُو مُوسَى فَنَدَارِ الْبَرِيدِ وَالسَّرَقِينَ اِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ هَلُمْنَا اَوْ ثَوَّ سَوَاءً۔

ترجمہ، اونٹ اور دیگر جانوروں کے پیشاب کا حکم بچریاں اور ان کے بارے کا حکم۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ دار البرید میں نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ گوبر اور جھگلات ان کے پہلو میں ہوتے تھے وہ فرماتے تھے کہ اس جگہ اور اس جگہ نماز پڑھنا برابر ہے۔

فتنیح از شیخ منیٰؒ ما کول اللحو کے ابوال کے بارے میں امام بخاریؒ امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار کرتے ہوئے ہیں اگرچہ ترجمۃ الباب میں طہارت کے الفاظ نہیں مگر جو آثار بیان کئے ہیں ان سے طہارت بول ما یفعل لحمہ معلوم ہوتی ہے جو بید بیدہ سے ہے۔ ڈاک پہنچانے کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے بریدہ کا انتظام کیا تھا۔ ہر بارہ میل پر دم بریدہ گھوڑے بہتے تھے۔ ڈاک کی چوکی کو دار البرید کہا جاتا ہے۔ سرقین کلمہ معرب ہے۔ سرقین فارسی لفظ ہے۔ یعنی نجاست۔ کبھی سرقین کہا جاتا ہے اور کبھی سرقین سرقین کا عطف برید پر ہے۔ تو مجرد ہو گا۔ اور ممکن ہے۔ السرقین مرفوع ہو۔ والجبینۃ الی جنبہ جملہ حالیہ ہے۔ الغرض اس اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بول دواب پاک ہے شوافع و احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ دار البرید میں جمیع قطعات ارض کا مٹوٹ بالنجاستہ ہونا ضروری نہیں بلکہ جن جگہ سائیس رہتا ہے۔ وہ جگہ ابوال سے خالی ہو۔ تو اس سے اسند لال تام نہ ہوا۔ اور اسی طرح سرقین پر جو نماز پڑھی اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو ممکن ہے کہ مع حامل ہو یعنی سر پہنچا کر اس پر نماز پڑھی ہو۔ اور اس کے نیچے سرقین پڑے تھے۔ اگر یہ احتمالات نہ بھی ہوں۔ تو یہ محض حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی رائے ہوگی۔ ہم اس کے مقابل مرفوع حدیث استنہوا من البول الخ اور ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام سے روایات کثیرہ پیش کرتے ہیں جو نجاست بول و سرقین پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَرْبٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ أَنَسٌ مِنْ مَكَّةَ أَوْ مَدِينَةَ فَاجْتَمَعَ الْمَدِينَةُ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَهَارَةٍ وَأَنْ يَكْشُرُوا مِنْ أَوْعَالِهِمْ وَأَنْ يَنْظُرُوا فَلَمَّا حَمَمُوا قَالُوا لَا يَحْيَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَسْأَلُكَ التَّعَوُّفَ فِي أَوَّلِ الثَّمَارِ فَبِعَثِّ فِي الثَّأْبِ مَوْفَلَكَا ان تَفَعَ الثَّمَارُ رِجْمًا
رِجْمًا فَامَرَ فَقُطِعَ أَيْدِيهِمْ وَأُجْلِمَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوا فِي الْحَمَى يَسْتَقِمُونَ
فَلَا يُسْقَمُونَ قَالَ أَبُو قَلْبَابَةَ فَهَلْ لَكُمْ سَبْرٌ قَوْمًا وَقُلُوا وَكُفُوا وَابْعَدُوا يَمَانَهُمْ وَكَارِبُوا
اللَّهُ وَرَسُولَهُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مکہ یا عربینہ قبیلہ کے کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے مدینہ
کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دودھ دینے والی اونٹنیوں کے متعلق حکم دیا
کہ ان کا پیشاب اور دودھ پیتیں چنانچہ وہ چلے گئے اور جب تندرست ہو گئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنکا کر لے گئے۔ پس یہ خبر دن کے پہلے حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ
نے ان کے نشانات قدم پر ایک فوجی دستہ بھیجا جب دن اچھی طرح چڑھ آیا تو وہ لوگ لائے گئے ان
کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلتیاں بھری گئیں اور انہیں قرہ میں پھینک دیا گیا
وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ حضرت ابو قلابہؓ اس سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان
لوگوں نے سرقہ بالجبر بھی کیا۔ قتل کے مرتکب بھی ہوئے اور ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا اللہ اور اس کے
رسول سے لڑائی مول لی۔

تشیخ از شیخ مدنی مصنف نے عربین کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ مگر اس میں کئی
احتمالات ہیں کہ آپ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ ان کی شفا ابوال اہل میں ہے۔ تو اضطراری حالت میں
انہیں بول پلایا گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی ان کا کفر معلوم ہو گیا۔ جس کی بنا پر آپ
نے یہ حکم فرمایا۔ نیز ابوالہاک کے یہ فرضی نہیں کہ ان بشر ابوالہاک مفعول بہ ہو۔ ممکن ہے۔ بطول ابوالہاک
تقدیر ہو طلاء کریں۔

تشیخ از شیخ زکریا میں ما کول اللحم کے حکم قبل ازین بیان کر چکا ہوں کہ خفیہ اور ناخفیہ
کے نزدیک بالکل نجس ہے۔ اور حنابلہ کی دونوں روایتیں ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک طاہر ہے اور یہی امام بخاری
کا مذہب ہے یہاں امام بخاری نے بالتصریح فرما دیا وصلى ابو موہب فی ماد البیہید دا البیہید
کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ ریل گاڑیاں تو تھیں نہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ڈاک بھجوانے کا
کا انتظام فرمایا۔ دارا بربد ڈاک گھر کو کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دس دس بارہ بارہ میل پر چوکیاں

مقرر کی گئیں تھیں وہاں چند آدمی اور چند گھوڑے رکھ دیئے تھے تاکہ بالفرض مدینہ کی ڈاک پہنچانی ہوتی تو ایک آدمی مدینہ کی ڈاک لے کر گھوڑے پر چلایا اور دار البرید پہنچ کر اس گھوڑے کو چھوڑ دیتا۔ اور دوسرا گھوڑا لے کر اور وہاں آتی ہوئی ڈاک اٹھا کر مدینے آ جاتا۔ اور وہاں مدینے میں اگر دوسری جگہ کا آدمی آیا ہوتا تو وہ اس ڈاک کو لے جاتا تھا۔ ورنہ اس کی چمکی سے ایک آدمی جہاں کی ڈاک ہوتی دوسرا گھوڑا لے کر دوسرے دار البرید میں پہنچا دیتا تھا۔ مگر حضرت امام بخاری حضرت ابو موسیٰ بن جعفر کے اثر سے استدلال فرما رہے ہیں کہ ابو موسیٰ نے دار البرید اور گوبر پڑے کی جگہ پر نماز پڑھی باوجودیکہ جنگل پاس تھا۔ اگر چاہتے تو وہاں جا کر نماز پڑھ لیتے۔ تو معلوم ہوا کہ بول الماکول لحم طاہر ہے۔ جنغیر یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا۔ کہ خاص گوبر کے اوپر انہوں نے نماز پڑھی بلکہ کوئی کپڑا بچھا کر پھر نماز پڑھی ہوگی۔ اور طبیعت بھی اس سے راہ کرتی ہے کہ صاف جگہ کو چھوڑ کر گوبر پر نماز پڑھی جاتے جس سے اس کے کپڑے اور بدن و نہو ملوث ہوں۔ اور اگر ایسا ہوا بھی ہو۔ تو یہ صرف حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہو گا کیونکہ صحابہ کرام خود اس بلے میں مختلف رہے ہیں۔ قدما ناس من عکلا احو عکلا اور عربیہ کے کچھ لوگ آئے اور اپنے کو مسلمان ظاہر کیا۔ اور کچھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد انہوں نے حضور پاک صلم سے کہا کہ مدینہ کی آب ہوا ہمارے موافق نہیں ہے۔ ہم جنگل کے رہنے والے ہیں لہذا ہمیں جنگل میں جانے کی اجازت فرمادیں حضور اکرم صلم نے غایت شفقت سے ان کو اجازت دے دی کہ ابل صدقہ میں جا کر رہیں اور ان کے اہوال اور اہل ان پنا لیا کریں۔ وہ گئے اور صحت مند ہو گئے لیکن اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ حضور پاک صلم کے راعی کو قتل کر دیا اور اونٹ وغیرہ جگا کر لے گئے۔ حضور پاک صلم نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے وہ پیچھ لے گئے۔

فأمرهم أن يصلحوا ملبقح الخ اس سے ماکیز نے استدلال کیا کہ اگر پیشاب ناپاک ہوتا۔ تو حضور اقدس صلم اس کے شرب کا کیوں حکم دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی علاج نہ ہو اور کوئی طبیب ماذق کہہ دے تو جائز ہے۔ اور حضور اقدس صلم جو سب سے بڑے طبیب ہیں آپ نے اس کے شرب کی اجازت دی تو پھر کیا اشکال ہے۔ فقطع اید بھو یہ حضور پاک صلم نے جزا بالمثل دی، چونکہ انہوں نے نبی کریم صلم کے راعی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اب یہ کہ جزا بالمثل جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ کتاب القصاص میں آئے گا۔

قال ابو قتادۃ یہ روایت بالتفصیل باب القصاص میں پونے دو صفحات میں آ رہی ہے قسامة

ہیں اختلاف ہے کہ یہیں صرف مدعا علیہم سے لے جلتے گی۔ یا مدعی اور مدعا علیہم دونوں پر ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ صرف مدعا علیہم سے قسم لی جلتے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اولاً مدعی سے لے جانے کی اگر اس نے کسی شخص پر دعویٰ کیا اور بیٹہ قائم کر دیا تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ مدعا علیہ سے قصاص لیا جائے گا۔ یا نہیں۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ لیا جائے گا۔ اور ائمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ابو قلابہ مالکیہ کے خلاف ہیں۔ مالکیہ اس حدیث سے قصاص پر استدلال کرتے ہیں۔ ابو قلابہ جواب دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلم نے ان کو قتل۔ مرقہ کفر بعد الایمان اور عاصیہ مع اللہ والی رسول کی وجہ سے قتل فرمایا نہ کہ قصاصاً ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں اکابر اور علمائے حضرات کو جمع کیا۔ اور قسامت کے متعلق مشورہ فرمایا۔ سب نے یہی فیصلہ فرمایا کہ قصاص لیا جائے گا۔ اس مجمع میں ابو قلابہ بھی تھے۔ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سوال کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص پر زنا کی تہمت لگادی جائے اور پچاس آدمی اس کے زنا کرنے پر قسمیں کھالیں تو بتلاؤ حد لگائی جائے گی یا نہیں۔ سب نے انکار فرمادیا۔ پھر ایسے ہی چوری کے متعلق انہوں نے سوال کیا کہ قسامت کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سب نے انکار کر دیا تو انہوں نے فرمایا جب قسامت سے حد واجب نہیں ہوتی تو قصاص میں اس کا قتل کیسے جائز ہوگا۔ اس پر کسی دوسرے شخص نے ابو قلابہ سے کہا کہ حضور اکرم صلم کے زمانہ میں عکل اور عرنیہ والوں سے قسامت کے بعد قصاص لیا گیا تھا۔ لہذا جائز ہونا چاہیے اس پر حضرت ابو قلابہ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ جو یہاں امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ان لوگوں کو قسامت کے بعد قتل کے قصاص میں قتل نہیں کیا گیا۔ اور وہاں قسامت نہیں بلکہ ان لوگوں نے حضور اکرم صلم کے راعی کو قتل کر دیا تھا۔ اور یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور مرتد کی سزا قتل ہے اس جملہ کی بنا پر اور اس واقعہ کی بنا پر مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امام بخاریؒ قسامت کے قاتل نہیں ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ دونو حضرات قسامت کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اس کے اندر قتل کرنے کا قصاصاً انکار کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۹ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَدَائِنِ الْأَنْصَبِ -

ترجمہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم مسجد بناتے تھے ان سے پہلے بکریوں کے

بارے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشیخ از شیخ مئی مراہض جمع مراہض کی اور مراہض یعنی بیٹھنا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ بار مسجد سے پہلے غم کے بیٹھنے کی جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ بھیاں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر پیشاب کرتی ہیں تو یہ اس صورت میں ہے جبکہ بول کو نجس نہ کہا جائے۔ مگر کہا جانے لگا کہ مراہض غم میں سے ہر جگہ کا بول سے ملوث ہونا ضروری نہیں نیز ممکن ہے کہ وہ جگہ خشک ہو گئی ہو۔ کیونکہ ذکاۃ الارض بیسما فرمایا گیا۔ کہ زمین کی پاکیزگی اس کا خشک ہو جانا ہے۔ دوسرے یہ عادت نہیں ہے کہ سلیم الفطرت انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں پیشاب ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حامل کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جبکہ ملتِ عرب کے احکام نازل نہیں ہوتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا فی مراہض الغنم ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں اور مراہض غنم نہیں بلکہ مبارک الابل میں پڑھ سکتا ہے مگر کپڑا بچھلے تاکہ نجاست نہ لگے۔ اور مراہض میں نماز پڑھنے سے یہاں کہاں لازم آگیا۔ کہ پیشاب وغیرہ پر نماز پڑھی ہے۔ اب یہ کہ آپ نے وہاں نماز کیوں پڑھی اس کا جواب یہ ہے کہ غنم کے اندر مسکنت ہوتی ہے۔ تو آپ کو ان سے ایک قسم کی مناسبت تھی اس لئے آپ وہاں کمی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔

باب مَا يَنْقُصُ مِنَ النِّجَاسَاتِ فِي السُّنَنِ وَالْمَاءِ وَقَالَ التَّهَوُّيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَوْ يُخَيَّنُ طَعْمُهُ أَوْ رِيحُهُ أَوْ لَوْنُهُ وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرَيْشِ الْبَيْتَةِ وَقَالَ التَّهَوُّيُّ فِي غَطَاءِ الْمَوْتَى الْقَبِيلِ وَغَيْرِهِ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُونَ بِمَاءٍ يَدُهُنَّ وَفِيهَا لَا يَرُونَ بَأْسًا قَالُوا ابْنُ سِينَةَ وَابْنُ أَبِي هَانٍ لَا بَأْسَ بِنَجَاسَةِ الْعَلَّاجِ۔

ترجمہ: اب ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر پڑیں (نجس نہیں) اور امام زہریؒ نے فرمایا اس پانی میں کوئی حرج نہیں جب تک اس کا ذائقہ یا بو یا رنگ نہ بدلے اور حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ مردہ پرندہ کے پر میں کوئی حرج نہیں اور امام زہریؒ نے مردہ جانوروں کی ہڈیاں جیسے ہاتھی یا اور جانوروں کے ماکول اللحم نہیں ہیں۔ سلف علماء میں سے بہت سول کو پایا کہ وہ ان کی ہڈیوں سے کٹھی کرتے تھے اور ان میں

میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح ادریش مذیٰ میا کے بارے میں بھی مصنف کا مذہب وہی ہے جو امام مالکؒ اور اہل ظاہر کا ہے۔ اس باب میں حدیث بترضاء کو لانا تھا۔ مگر چونکہ وہ روایت مصنف کی شرط کے موافق نہیں اس لئے دوسری روایات کو لانا چاہتے ہیں۔ استدلال اس سے کرتے ہیں۔ کہ گھی کے اندر جب نجاست اثر نہیں کرتی۔ تو اکثر النفوذ ہے۔ اس میں بھی اثر نہ کرے گی۔ مردہ پرندے کے پر کے پڑنے سے ام شافعیؒ پانی کو نجس کہتے ہیں اگرچہ پانی صفوڑا سا کیوں نہ ہو۔ مگر مالکیہؒ اور احنافؒ پریسک بال وغیرہ پاک کہتے ہیں اس لئے کہ میتہ کا پر اگرچہ ناقیل ہو پانی میں تغیر پیدا نہیں کرتا۔ الغرض مصنفؒ کا مسک یہ ہے کہ وقوع نجاست سے اگر تیز ادا صاف ثلاثہ نہ ہو۔ تو پانی نجس نہیں ہوتا۔ لیکن یہ استدلال مالکیہ اور شوافع کے مسک پر تو صحیح ہو گا احنافؒ اور شیش عظم کو طہر کرتے ہیں۔ ان کے ہوا کا کہ یہ اشیاء پاک ہیں لا باس بالما سے میا کا مسئلہ معلوم ہوا لیکن شیخ کی بات کوئی مطابقت نہیں۔

حدیث نمبر ۲۳۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنْ يُمَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيلَ عَنْ خَارِ تَسْقَطَتْ فِي سَمَكٍ فَقَالَ اَلْفُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكَلُوا اَسْمَكُوْا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا جو گھمبے میں گر جلتے تو آپ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اس کے ارد گرد کے گھمبے کو چھینک دو کیونکہ ناپاک ہے اور باقی کو کھا دو وہ ناپاک نہیں ہے

تشیخ از شیخ مدنی بہ عمل استدلال منکلواسنکو ہے کہ اگر گھی سارا نجس ہوتا۔ تو آپ کھانے کا حکم کیوں دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد منا بہر ہے کہ یہ واقعہ جزئیہ ہے اب بحث یہ ہے کہ یہ سن جامد تھا یا ماتع تو ابو داؤد میں اس کی تفصیل آگئی کہ اگر سن جامد ہو۔ تو ماحول کو پھینک دیا جائے اور ماتعی کو استعمال کیا جائے۔ اگر ماتع ہو تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت میمونہؓ کی روایت میں یقین نہیں ہوئی کہ سن کیسا تھا۔ البتہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد سن جامد میں تھا۔ دلیل یہ ہے کہ انعام ماحول سن جامد میں ہوتا ہے ماتع میں نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ وضاحت نسائی کی روایات کرتی ہیں منہ انسانی پر ہے۔ مثل عن فاة خرقم فی سمن جامد

اور دوسری روایت میں ہے مسئل عن خاتمة تقع في سمن قال ان كان مائعا خلا فحق بوجه الماء
یہ وہی ابن شہاب کی روایت ہے تو مصنف کا استدلال روایات کی حیثیت سے تام نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۲۳۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ عَنْ يُمَيْمِ بْنِ أَبِي حَتْمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سُعِلَ عَنْ فَا رَجُلٍ سَقَطَتْ فِي سَعْنٍ فَقَالَ خُذْ فَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرُخْهُ فِي الْمَاءِ

ترجمہ حضرت یمیمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے اس چھوٹے کے بارے میں پوچھا جو
گھی میں گر جائے تو آپؐ نے فرمایا اس کو پکڑو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پیچیک دو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ طہارت ماہ میں ظاہر یہ اور مالکیہ کے ساتھی ہیں۔ کہ پانی اس وقت
تک ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے تین اوصاف میں سے کسی میں تبدیلی نہ آئے یہاں امام بخاریؒ فرماتے
ہیں کہ جیسے پانی کا حکم ہے گھی کا بھی وہی حکم ہے کہ جب تک اس کی بو۔ مزہ اور رنگ میں فرق نہ آئے اس وقت
تک وہ مضر نہیں۔ خال الزہوی لا یاس بالما۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا بھی ہے لا یاس
بحدیث المیتہ یعنی ریش میتہ کا جز ہے اگر پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا مگر یہ ریش
کی نجاست ان کے یہاں ہے ہمارے یہاں تو ظاہر ہے لہذا اگر پانی میں مردہ پرندہ کا پانی میں پڑ جائے
اور اس پر نجاست وغیرہ لگی ہوئی نہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ وَ قَالَ الْقَهْرَبِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى -

ہڈیاں ہمارے نزدیک مطلقاً طہر ہیں مالکیہ کے نزدیک مذہب کی پاک ہیں شوافع کے نزدیک عظام موتی
مطلقاً ناپاک ہیں حنفیہ کے ہاں مطلق طہر بشرطیکہ ان پر رطوبت نہ ہو۔ ان اقوال کے نقل کرنے کی
غرض یہ ہے کہ یہ سب اشیاء پاک ہیں لہذا ان میں سے کوئی اگر دود، گھی اور پانی وغیرہ میں گر جائے گا
تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔ الْقَوَاهُ وَمَا حَوْلَهَا الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ فِي اس روایت کے اطلاق سے

استدلال فرمایا ہے کہ رسول اللہؐ صلعم نے مطلقاً یہ فرمایا کہ خارہ اور ماحول کو نکال کر باقی کھالور باقی اور
جامد میں فرق نہیں فرمایا۔ لہذا خواہ جامد ہو یا مائع وہ نجس نہیں ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ بخاریؒ کی
روایت عام نہیں بلکہ جامد پر محمول ہے۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں خود حضرت یمیمہؓ نہ سے روایت ہے

ان کان جامداً فالقوہا وما حولها وان كان مائعا خلا فحق بوجه الماء لہذا جمعا بین الروایات یہ کہا
جائے گا۔ کہ بخاریؒ کی روایت جامد پر محمول ہے نیز اگر مائع پر مانا جائے تو حدیث کے معنی صحیح نہ ہوں گے
کیونکہ مائع کے اندر ماحول ہوتا ہی نہیں وہ تو سب ایک ہی ہے۔ دوسرے اقوال ماحول جامد کا ہوتا ہے

ماخ کا نہیں۔ قال معن حدثنا مالك اخ اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ روایت مسنید ابن عباس میں ہے یا مسنید میمون سے تو حضرت امام بخاریؒ نے معن کا قول نقل کئے اشارہ فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مسنید میمون نہ ہے

حدیث نمبر ۲۳۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَخْزَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ يُكَاْمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَقِيَمَتِهَا إِذَا طُعِنَتْ تَغْتَبِرُ وَمَا لَلْوَنِ لَوْنٌ إِلَّا مَرَدًا أَعْرَفَتْ عَرَفَتِ الْمُسْلِمَ۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچتا ہے وہ قیامت کے دن وہ اسی صورت اور شکل پر ہوگا جبکہ وہ زخمی ہوا تھا کہ وہ زخم خون بہاتا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنی۔ مصنف کی دلیل دم شہید ہے کہ قیامت کے دن اس کا زخم بالکل تازہ ہو جائے گا۔ کہ جس سے حجت قائم کی جائے گی مگر اس میں بدلہ نہ ہوگی۔ بلکہ مشک جیسی خوشبو ہوگی اور مشک ہر ایک کے نزدیک پاک ہے۔ اور وہ یقیناً تغیر لون و طعم کی بنا پر پاک ہے۔ تو دم شہید بھی پاک ہوگا۔ جیسے کھاد نے ترابی صورت اختیار کر لی۔ تو تحول کی وجہ سے طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ غرضیکہ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ تغیر مادہ کی ضرورت نہیں بلکہ تغیر صورت سے بھی طہارت کا حکم دیا جاتا ہے احناف اور شوافع تغیر احکام کافی الجملہ باعث کہتے ہیں ہماری بحث تو تغیر سے ہے شوافع اور احناف فرماتے ہیں کہ اگر ناقیل ہو تو وہ وقوع نجاست سے نجس ہو جائے گا۔ خواہ تغیر اوصاف ہو یا نہ ہو۔ اور اکثر نجس نہ ہوگا۔ اور روایت سے تغیر کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور ناقیل کی نجاست لا ینسل احدکھ فی الماء الواکد اور لا ینفس احدکھ یدہ فی الماء الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اللون لون الماء الخ امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تغیر اوصاف کو طہارت اور نجاست میں دخل ہے پہلے خون ناپاک تھا اب خوشبودار بن کر پاک ہو گیا اسی طرح اگر نجاست پڑ جائے اور وہ اوصاف کے اندر کوئی تغیر پیدا کر دے تو پھر وہ ناپاک ہوگا۔ ورنہ نہیں اور بعض لوگوں نے کہہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر اوصاف ثلاثہ میں سے دو وصف بدل جائیں گے جب حکم بدلتا ہے

کیونکہ یہاں صرف ایک وصف (درج) بدلا ہے جس کی بنا پر حکم بدل گیا۔

باب اَلْبَوْلُ فِي الْمَاءِ الذَّائِبِ

ترجمہ، کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۲۳۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا بِسْمِ اللَّهِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَحْنُ الْأَخْوَرُونَ السَّابِقُونَ وَبِإِسْنَادٍ قَالُوا لَا يَبْعَثُكَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الذَّائِبِ إِذَا كَانَ يَحْبِرُ حَتَّى يَتَوَضَّأَ فَيَغْتَسِلَ فِيهِ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہوں گے اور اسی اسناد کے ساتھ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں سے کوئی شخص مادام میں پیشاب نہ کرے جو چالو نہیں پھر اس میں غسل کرے گا۔

فتیح از شیخ مدنی در مسند نے ترجمہ میں کوئی ذکر نہیں فرمایا کہ اس باب سے کیا مقصد ہے مگر روایت سے کچھ پتہ چلتا ہے، نحن الاخرون فی الدنیا السابقون المنتقدون یوم النقیمة کیونکہ پہلے فیصلہ ان کا ہوگا دوسرے پہلے چھوٹی عدالتوں کے ہاں فیصلے ہوتے ہیں آخر میں بڑی عدالتوں میں جانا پڑتا ہے۔ اخیر میں فیصلہ بادشاہ کے یہاں ہوتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس عالم کی اصلاح اور فیصلے کے لئے مقرر فرمایا انبیاء حضرت نوح علیہ السلام پہلے آئے۔ اور آخر میں جناب خاتم الانبیاء تشریف لائے اور ان کے درمیان غیر اولو العزم تشریف لائے محققین یہی کہتے ہیں کہ سب سے اشرف آپؐ ہیں پھر حضرت عیسیٰؑ۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت ابراہیمؑ الخ تو مقدمہ کی ترتیب چھوٹے حاکموں سے ہوگی مگر بادشاہ جو نظر کرے گا وہ وزیر اعظم کے فیصلہ کی طرف نگاہ کرے گا۔ اس کے بعد وزیر خاص کے فیصلہ کو دیکھا جائے گا تو ایسے قیامت میں امت محمدیہ کے فیصلہ پر جلد نظر کی جائے گی۔ امت محمدیہ کو نہ برزخ میں انتظار کرنی پڑے گی۔ اور نہ عشر میں فیصلہ کا انتظار کرنا پڑے گا تو آپؐ کا آخر میں بھیجا جانا یہ بھی باری تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہے۔ اس لئے اگر ہم پہلے کہتے تو ہمارے عیوب دنیا پر ظاہر ہوتے مگر بفضلہ تعالیٰ ہمارے عیوب د قبائح دوسروں کو معلوم نہیں ہونے بلکہ دوسروں کے قبائح ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء کے زمانہ میں عیسٰی لمبی ہوتی تھیں۔ تو ان کو تکلیفات شاقہ کا سامنا کرنا پڑا ہماری عمریں تھوڑی ہیں۔ تھوڑے سے عمل پر بڑے اجر کے مستحق قرار پائے۔ الدائمہ اس ہانی کو بھی کہا جاسکتا تھا جو ہمیشہ جاری ہو۔ اور

ٹھہرے ہوئے پانی کو بھی دائم کہہ سکتے ہیں اس لئے الذی لا یجری سے اس کی تفسیر کر دی ثعلبی غفرلہ
خیمہ یہاں خیمہ فرمایا گیا۔ اور قلتین یعنی پانچ سیر پانی میں کوئی غسل نہیں کر سکتا۔ تو وہ قلتین سے زائد
ہوگا غسل کرنے کی عادت یہی ہے کہ قلتین جتنے پانی میں بیٹھ کر غسل نہیں کیا جاتا۔ یہی حدیث امام صاحب
کی دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کا مسلک مسئلہ الیاء میں امام مالکؒ کے موافق ہے اس کے
موافق نہی عن البول فی الماء الحاکد نقیدی ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہی سدا للباب
فرمائی گئی ہے اس لئے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا آدمی بھی پیشاب کرے گا۔ اور انجام کار پانی ناپاک ہوگا
گا۔ نحن الآخرون السابقون اس کا کیا مطلب ہے۔ فراح فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مادائم
میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ جب پانی میں پیشاب کرے گا۔ تو وہ پانی سے آخر ہوگا
اور جب کوئی اس سے وضو یا غسل کرے گا۔ تو اوّل ہوگا۔ لہذا نجاست کا استعمال ہو گیا اس لئے پانی
میں پیشاب نہ کرے یہ وجہ یہاں اچھی ہے۔ یہ جملہ نحن الآخرون السابقون جہاں کہیں گئے
ہے فراح اس کی مناسب توجیہ فرماتے ہیں۔ مگر حقیقی وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعدد
شاگرد ہیں ان میں سے ایک عبدالرحمن بن ہرمز الا عرج ہیں۔ دوسرے ہمام بن منیہ ان دونوں کے پاس
حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات کے صحیفے ہیں۔ ہمام بن منیہ کا صحیفہ تو حضرت امام مسلم کے پاس ہے۔ اور
ابن ہرمز کا صحیفہ حضرت امام بخاریؒ کے پاس ہے۔ اور دونوں اپنے صحیفوں سے روایت لیتے ہیں۔ مگر ہر ایک
ادا اور انداز روایات لینے میں جدا جدا ہے۔ حضرت امام مسلم جہاں کہیں روایت لیتے ہیں وہاں یوں کہتے
ہیں۔ حدثنا ہمام بن منیہ قال ہذا ما حدثنا بہ ابو ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت امام بخاریؒ جب ابن ہرمز کے صحیفے سے روایت لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے نحن
الآخرون السابقون ذکر کرتے ہیں پھر اصل روایت جو مقصود ہوتی ہے اس کو ذکر فرماتے ہیں
اور یہ جملہ نحن الآخرون السابقون ابن ہرمز کے صحیفے کی پہلی حدیث ہے تو اس کی طرف اشارہ فرمانے
کے لئے اس روایت کو پہلے ذکر فرمادیتے ہیں۔ لا یبولن احدکم ولا ظاہرہ کے نزدیک یہ نہی تہمدی
ہے اور جہور کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائے گا۔

باب اِذَا اُلْتُمِعَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ اَوْ حَيْفَةٌ كَفَرْتُ بِكَ صَلَواتُہ

ترجمہ، جب نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار کا جثہ پھینکا جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اور حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھتی حالت میں جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تھے تو کپڑے کو اتار کر رکھ دیتے اور اپنی نماز چالو رکھتے۔ ابن المسیب اور شعبیؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی ایسی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کے کپڑے میں خون ہے یا منی ہے یا اس نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور اسے نماز کے اوقات میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے **حشی** از شیخ مدنیؒ ایسی نجاستیں جن کے ہوتے ہوئے ثوب مکان وغیرہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگر اثناء صلوٰۃ میں یہ چیزیں نمازی کی پیٹھ پر ڈال دی جائیں۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایک رکن کے ادا کرنے تک براہ راست پر رہا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اسے پہلے زائل کر دیا۔ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اثناء صلوٰۃ میں بغیر قصد مصلیٰ کے کوئی نجاستہ آپڑے تو آخر صلوٰۃ تک اس حالت پر رہنا مفید صلوٰۃ نہیں ہے چنانچہ ابن المسیب اور شعبیؒ کا یہی مذہب ہے۔ مگر اور ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں اعادہ ہے مثلاً کپڑے میں خون تھا۔ اور نماز کے اوقات میں علم ہو گیا تو اعادہ کرے اس طرح قبلہ کا استقبال تحریری معنی کو تش سے کیا۔ اگر وقت میں علم ہو جائے تو اعادہ کرے۔ تیمم کر کے نماز پڑھی وقت میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ کرنا محبت ہے۔ امام بخاریؒ ان سب صورتوں میں اعادہ کے قائل نہیں ہیں۔

حدیث نمبر ۲۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَدُوٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُو جَهْلٍ وَاصْهَابُ لَهُ جُلُوسٌ إِذَا قَالَ لِبَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ ائْتِكُمُ بَحْبِي بِسَلَا جَرُونِي فُلَايَ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا مَجَّدَ فَأَتْبَعَتْ أَشَقَى الْقَوْمِ فَيَأْتِيهِمْ فَنَظَرُ حَتَّى إِذَا مَجَّدَ دَنَيْتُنِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ كَأَنَّي أُغْفَى شَيْئًا تَوَكَّأْتُ لِي مَنَعَهُ قَالَ فَعَلَوْنِي ائْتِكُمُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ

لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْهُ فَأَلَمَتْهُ فَطَرَحَتْهُ عَنْ ظَهْرِهِ خَرَفَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ
 اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ ثَلَاثَ مَرَاتٍ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوا
 يَبْرُونَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مُسْتَحَابَةٌ ثُمَّ سَمَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ وَعَلَيْكَ
 بِمُتَّبَعِ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمِّيَةَ بْنِ حُلَيْفٍ
 وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَقَعْدَ السَّالِخِ فَلَمْ يَحْفَظْهُ قَوْلًا لَمْ يَسْمَعْ لَقَدْ رَأَيْتُ الْكَذِبَ
 عَدَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْرَةَ فِي الْقَلْبِ قَلِيلٌ بَدْرٌ -

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم بیت اللہ
 کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں انہوں نے
 مشورہ کیا کہ کوئی فلاں قبیلہ کے ذبح شدہ اونٹ کی ادھیری گندگی سمیت لے آئے۔ اور جب محمد مصطفیٰ
 صلم سجدے میں جا میں تودہ گندگی آپ کی پیٹھ پر رکھ دے چنانچہ قوم میں سے سب سے بڑا بد بخت
 (عقبہ ابن ابی معیط) اٹھا اور وہ گندگی لے آکر منتظر رہا یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلم سجدے میں چلے
 گئے۔ تو اس نے یہ ادھیری آپ کے کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دی۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں
 کہ یہ سارا منظر میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں آپ کے کوئی کام نہ آسکتا تھا۔ کاش مجھے قوت ہوتی وہ فرماتے ہیں
 کہ قریش کے یہ لوگ ہنستے تھے اور ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوتے تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلم سجدہ
 میں سر نہیں اٹھاتے تھے۔ یہاں تک حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور اس ادھیری کو آپ کی پیٹھ سے نیچے
 پھینکا تو آپ نے کہیں جا کر سراٹھایا پھر بددعا فرمائی اے اللہ قریش کو پھوٹے تین مرتبہ فرمایا۔ تو یہ بات
 ان قریش کو گراں گوری جبکہ آپ نے خلاف بددعا فرمائی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر مکہ میں دعا قبول
 ہوتی ہے۔ پھر آپ نے نام لے لے کر بددعا فرمائی اے اللہ ابو جہل کو پھوٹے۔ عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ
 ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی مسیطر ان سب کو پھوٹے ساتویں کا نام بھی شمار کیا مگر انہیں
 یاد نہیں رہا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔
 جن لوگوں کا نام رسول اللہ صلم نے شمار کیا تھا وہ سب بدر کے اندھے کنوئیں میں گرے پڑے تھے

تشیخ از شیخ مدنیؒ سید بچہ دان۔ دوسری روایات میں فرث وغیرہ کا ذکر بھی ہے اور ان میں یہ
 بھی ہے کہ اخلا بن یظرون الخی هذا المرائی کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے۔ لا اغف ثبیتا اس لئے کہ

صنادید قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ قبیلہ ذیل کے آدمی تھے اور دیہات میں رہتے تھے ان شہر والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ دو کانت لفظ۔ لو تعجب اور شرط کے لئے ہو سکتا ہے بمعنی قوت یا جامعیت روایت باب سے مصنف کا استدلال اس طرح ہے کہ آپؐ پر نجاست ڈالی گئی لیکن آپؐ نے نماز کو نہیں چھوڑا۔ تو شوافع اور اخلاف کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں بعد بچہ دان کا ذکر ہے جو نجس نہیں تو نماز کیسے فاسد ہوگی۔ لیکن یہ جواب قابل اعتناء نہیں کیونکہ مسند کے ساتھ فرث دم کا ذکر بھی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اس وقت نجاست کی تفصیل نہیں آئی تھی۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ سورۃ مدثر میں ثیاب یک فطمہ کا حکم ہے اور سورۃ مدثر بعد فترۃ الوحی کے نازل ہوئی ہے۔ اور فترہ وحی کے تین سال ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سورۃ مدثر کے ترانے تک لوگوں کو آپؐ سے عداوت نہیں اس کے بعد آپؐ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ کیونکہ اس میں واند عشق تک الا قربان کا حکم موجود ہے۔ تیسری وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ آپؐ حالت استغراق میں تھے۔ آپؐ کو علم ہی نہیں ہو سکا کہ میری پیٹھ پر کیا چیز رکھی ہے۔ ظاہر ہے یا نجس ہے مگر یہ امر بھی بعید ہے کہ ایک شخص کی پیٹھ پر بدبودار چیز رکھی ہو۔ اور اس کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ البتہ حالت استغراق میں ایسا ہو سکتا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسا صریح ثبوت نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپؐ نے نماز کو پورا کرنے کے بعد بددعا فرمائی ہو۔ دونہ خوط قتاد ظاہر یہ ہے کہ آپؐ نے نماز پورا کرنے سے پہلے بددعا کی۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض آپؐ اپنی نماز پر قائم رہے ہوں۔ پھر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ آپؐ نے اس نماز کا اعادہ نہ کیا ہو۔ احتمال ہمارے لئے کافی ہے کہ آپؐ نے نماز کا اعادہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ نجاست کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس لئے ایک مسند جو اس کے متعلق تھا اسے بھی ذکر کر دیا کہ اگر کسی پر حالت نماز میں نجاست پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ٹوٹ جاتے گی۔ اور مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت اثواب ان کے نزدیک فرائض صلوٰۃ میں سے نہیں ہے۔ ہاں اگر چاہے تو وقت کے اندر اعادہ کرے اور اعمیٰ کے نزدیک طہارت ابتداء صلوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی وسط صلوٰۃ میں نجاست ڈال دیتے تو کوئی حرج نہیں۔ نثر افرطے ہیں کہ امام بخاری اس مسند میں امام اوزاعی کے ساتھ ہیں۔

دکان ابن عمرؓ اس دوسرے استدلال پر ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ خون جو ابن عمرؓ کے کپڑے پر تھا وہ قدر درم سے زائد تھا۔ شہ احدک الماء ہم بھی تمیم کے اندر یہی کہتے ہیں کہ اعادہ نہ کرے اس لئے تمیم طہارت کاملہ ہے فانعت اشقی القوم یہ عقیدہ بن ابی معیط تھا۔ وضو صلی ظہرہ ام بخاریؓ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ امام مالکؒ کے مسلک پر تو جواب کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک طہارت صلوٰۃ میں سنت ہے لیکن یہ حدیث جہو کے خلاف ہے امام نوویؒ نے جواب دیا کہ حضور اکرم صلیم کو استغراق کی وجہ سے پتہ ہی نہ چل سکا بعض نے جواب دیا۔ بلا جہرہ خشک تھی اور اس میں نجاست وغیرہ بھر کر پھر ڈلوایا گیا اور نجاست اپنے ملان میں مضر نہیں ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ یہ واقعہ نیا بیک فصل سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ حافظ نے کتاب التفسیر میں لکھا ہے وانا انظر اس لئے کہ اگر میں کچھ کرتا تو وہ مجھے مالتے۔۔۔ عجل بعضہ علی بعض ایک دوسرے کو مذاق میں کہہ رہے تھے۔ ذرا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے۔ حتی جأت فاطمہؓ عالمہ وہ بھی اسی خاندان کی تھی ان سے کیا بولتے۔ وعد السالغ یہ سابع عمارہ بن ولید ہے۔ اللہو علیک بھڑکائی یہ نبی اکرم صلیم کی بددعا ہے حالانکہ حضور اکرم صلیم کی عادت شریفہ بددعا کرنے کی نہیں تھی تو اس حدیث اور جہاں جہاں بددعا وارد ہوئی ہے۔ اس پر اعتراض ہو گا جس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلیم تعلیم غلی کے لئے تشریف لائے تھے تو جو جو چیزیں نشان نبوت کے خلاف تھیں ان کو آپؐ نے خود کر کے دکھلا دیا۔ ان ہی میں سے یہ بددعا بھی ہے۔ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ نبی اکرم صلیم کی یہ بددعا کے موقع پر تقریباً پندرہ سال بعد پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ دعا کا فوراً قبول ہونا ضروری نہیں کہیں تاخیر بھی ہو جاتی ہے

باب اَلْبُرَّاقِ اَلْمُخَاطَبِ فِي الثَّوْبِ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنْ اَلرَّسُوْدِ وَمَرْوَانَ
خَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ زَمَنَ الْحَدِّ یُبَیِّعُوْا فَاَکَرُ الْحَدِّ یُبَیِّعُوْا وَمَا تَنْتَحَوْنَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نَحْمَاةً اَللّٰہُ وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِنْہُمْ فَخَدَّ لَکَ بِمَا وَجْہُہٗ
وَجَلَدَ کَ۔

ترجمہ، گفتگوار اور نیک یا اسی طرح کی اور چیز جو کپڑے کو لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حضرت عروہؓ مسور اور مروان سے رہایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلیم حدیبیہ والے سال تشریف لائے پھر حدیث کا بیان کیا جس میں یہ بھی تھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلیم ناک سے جو سنک بھی

نکلتی وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں جا پڑتی تھی وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر بل لیتے تھے۔
 حدیث نمبر ۲۳۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ الْخِزْيَانِ.

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔
 تشریح از شیخ مدنیؒ ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ چیزیں طاہر ہیں کپڑا۔ بدن۔ مکان وغیرہ ان
 سے نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریا نجاسات کا ذکر چل رہا تھا تو مصنفؒ نے تھوک کا حکم بیان فرمادیا وجہ یہ
 ہے کہ حضرت سلمان اور بعض تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ بزاق نثارہ وغیرہ نجس ہیں اور بعض کا مذہب ہے
 کہ ہر ایک کا بزاق اس کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے امام بخاریؒ اس باب سے ان
 پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ قد لك بھاء جمہ و جلدہ اس سے امام بخاریؒ نے طہارۃ ریق پر استدلال
 کیا ہے اور یہ جو سب کچھ صحابہ کرامؓ نے کیا وہ عشق و محبت کی باتیں ہیں۔

غنا لب لباب دہن شربت وصال

یہ نسخہ چاہئے ترے بیمار کلتے

باب لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيدِ وَلَا بِالنُّسْكِ وَكَوْهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ
وَقَالَ عَطَاءُ التَّمِيمِيُّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيدِ وَالنُّسْكِ

ترجمہ کھجور کے پھوٹے اور نشہ دار چیز سے وضو جائز نہیں ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اور ابو العالیہؒ
 نے اسے مکروہ کہا ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ وضو بالنبید اور لبس سے وضو کرنے سے تیمم بہتر ہے
 حدیث نمبر ۲۳۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَيْءٍ بِإِسْكَ فَمَوْ حَرَامٌ۔

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا
 کرے وہ حرام ہے اور عرام سے وضو بالاتفاق جائز نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر نبید سے غیر مسکر مراد ہے۔ تو یہ روایات اس کی ممانعت پر دلالت
 نہیں کرتی۔ اور لا بامسک سے عطف الخاص علی العام ہوگا۔ ابو العالیہ اور حسن بصریؒ حضرت امام

ابو حنیفہؒ پر حجۃ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ دونوں تاجی ہیں امام صاحب بھی تاجی ہیں مہر جلال و نفع جلال
 خشک ہے از شیخ ذکر کیا۔ مسکری سے بالاتفاق وضو کرنا ناجائز ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے اس کو کہیں
 ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ وضو بالنبیذ کو ناجائز ثابت فرما رہے ہیں اور نبیذ کی روایت ملی
 نہیں اس لئے مسکری کی روایت سے استدلال فرمایا چونکہ مسکری کی روایت سے استدلال تھا۔ اسی کو ترجمہ
 میں بھی ذکر فرمادیا۔ اب رہا یہ سوال کہ امام بخاریؒ نے مسکری کی روایت سے نبیذ کے مسئلے کو کس طرح ثابت
 فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ نبیذ مقدمہ مسکری ہے۔ اور
 مقدمہ شئی خود شئی کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ لہذا جس طرح مسکری سے وضو ناجائز ہے اسی طرح نبیذ
 سے بھی ناجائز ہوگا۔ لیکن اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ پھر تو پانی بھی مقدمہ نبیذ ہونے کے سبب منوع
 ہونا چاہیئے۔ نبیذ اصل میں منہوز یعنی پھینکے ہوئے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ پانی کہلاتا ہے جس
 میں کھجور وغیرہ ڈال دی گئی ہو جس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ پانی میں کھجور وغیرہ ڈال دیا اور وہ
 شیریں ہو گیا۔ اس میں وضو کرنے میں ہمارے ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے
 ہاں کسی قسم کے نبیذ سے وضو جائز نہیں حتیٰ کہ اس قسم سے بھی جائز نہیں حالانکہ یہ مسکری نہیں ہے۔ مگر
 اس صورت میں اختلاف ایک اور اصل کلی مختلف فیہ پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ حنفیہ کے اصول میں ہے
 اگر پانی شئی جامدہ طہر مل جائے۔ اور اس کی ماتہیت میں فرق نہ آئے۔ تو اس سے وضو جائز ہے۔
 اور شوائع وغیرہم کے نزدیک جب پانی کے اندر کوئی شئی مل گئی تو وہ اپنے اطلاق سے نکل گیا۔ لہذا
 اس سے وضو جائز نہیں۔ حنفیہ کا مذہب اقرب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے غسل کے
 بلے میں روایات ہیں آئمہ ہے۔ کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے۔ شوائع کہتے ہیں کہ یہ غسل
 تعمیدی ہے۔ غسل نجاست نہیں ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ غسل فیصلہ لاسہ بالخطی کہ آپ گل خیرہ سے اپنے سر مبارک کو دھوتے تھے
 شوائع فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مار قراح سے دھویلتے ہوں گے۔ حنفیہ کا جواب دیتے ہیں کہ خود ابو داؤد
 میں ہے مکان یجتزی بہ یعنی آپ اسی پر اکتفا فرماتے تھے اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت ام
 سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو حضور پاک ﷺ کے اونٹ پر چھین آگیا حضور ﷺ نے فرمایا انفست اس
 بعد ارشاد فرمایا کہ جب تو فارغ ہو۔ تو پانی میں نمک ڈال کر غسل کر لینا۔ اور اس کا حضرت ام سلمہؓ نے

اتنا اہتمام فرمایا کہ مرتے وقت وصیت کی کہ میرے غسل کے پانی میں نمک ڈالا جائے۔ حنا بیلو نے یہ بات دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ نمک مستثنیٰ ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر تم پہلے ہی ایک اصل اور قاعدہ نہ مقرر کر لیتے تو تمہیں اتنے استثنائات اور تاویلات کی ضرورت نہ پیش آتی۔ دوسری قسم نبیذ کی اس قسم کے بالکل مقابل ہے کہ اس میں اسکار پیدا ہو جائے اس میں امہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اس قسم سے وضو کرنا جائز نہیں۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ پانی میں چھوڑے وغیرہ ڈال کر پکالیا جائے۔ اس قسم میں پہلے رائے کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں بعض منع کرتے ہیں۔ پھر بعض حضرات نے امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے جو اذ التوضیٰ بالنبیذ کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اگر رجوع نہ بھی ثابت ہو۔ تو بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اگر کسی شیئی طاہرہ کے ملنے سے باتیت میں فرق نہ پڑے تو اس سے وضو جائز ہے اور یہاں فرق نہیں پڑتا۔ اور علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ ابن مسعودؓ سے چودہ راویوں نے وضو بالنبیذ کی حدیث نقل کی ہے کہ ہوا الحسن و ابو العالیۃ یہ حضرت حسن کا مذہب ہو گا اور ان کی کراہت امام صاحب پر حجت نہیں کیونکہ امام صاحب خود تابعی ہیں۔ اور ابو العالیہ سے امام بخاریؒ نے یہاں اجماعاً نقل کیا ہے۔ ان کا اثر تفصیل کے ساتھ دارقطنی میں مذکور ہے۔ ہذل کے اندر میرے حضرت نے اسے نقل کیا ہے۔ انہوں نے جب وضو بالنبیذ سے منع کیا۔ تو کسی نے کہا حضور انور صلی علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کہتے تھے تو ابو العالیہ نے فرمایا کہ وہ تہاری نجس انبذہ نہیں تھیں معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی کراہت شدت اور غلیان کی وجہ سے قطعی اور ممکن ہے حضرت حسن بصریؒ نے بھی اسی قسم کو مکروہ سمجھا ہو وقال عطاء یہ ان کا مذہب ہے کل شرب اسکو فہو حرام اور نبیذ مقدمہ شراب ہے اور مقدمہ اشئی شئی کے حکم میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ بھی حرام اور حرام سے وضو جائز نہیں مثبت ترجمہ تو ترجمہ ثابت ہوا

باب غَسْلُ الْمَرْأَةِ آبَاهَا الذَّمُّ عَنْ وَجْهِهِ وَ قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ اسْتَحْوِ عَلَى رَجُلِي فَإِنَّهَا مَرِيضَةٌ۔

ترجمہ، عورت کا اپنے باپ کے چہرہ سے خون کا دھونا اور ابو العالیہ نے فرمایا کہ میرے پاؤں پر مسح کر لو اس لئے کہ وہ مریض ہے۔

حدیث نمبر ۲۳۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزْمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَمْعَانَ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ سَأَلْتُ النَّاسَ وَمَا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوبَى جُبْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَكَوْا فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِثْلِي كَانَ عَلِيٌّ يَجْعَلُ بَيْنَ سَيْفِهِ وَمَاءٍ وَفَا طَمَعْتُ
تَغْيِيلَ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَأَخَذَ حَصِيدًا فَأَحْرَقَ فُحْشِي بِهِ جَوْحَهُ -

ترجمہ، حضرت ابو حازم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے اس وقت
سنا جبکہ لوگوں نے اس سے سوال کیا تھا۔ میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نہیں تھا۔ ان سے پوچھا
گیا تھا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کسی چیز سے کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے سے زیادہ اس
کو جلانے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال لاتے تھے جس میں پانی ہوتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؓ
الزہراءؓ آپ کے چہرے سے خون دھوتی تھیں۔ پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کی خاک ترے
حضور کا زخم بھر دیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر اس باب کا مقصد استئمانۃ علی الوضوء ہے۔ تو روایت سے
ثابت ہے مگر یہ مبحث عنہ نہیں ظاہر ہے یہ کہ مصنفؒ اس جگہ تطہیر کے اندر استئمانۃ ثابت کرنا
چاہتے ہیں کہ ازالہ نجاستہ میں اس قسم کی استئمانۃ جائز ہے۔ وضو کے اندر تو مکروہ ہے لیکن غیر وضو
میں جائز ہے چنانچہ ابو العالیہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ توجب مسح میں استئمانۃ جائز ہے تو
ازالہ نجاستہ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ شرح فرماتے ہیں کہ استئمانۃ فی ازالہ النجاستہ کو بیان فرمایا اور میرے
نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ استئمانۃ فی الوضوء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا پانی لائے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ دوسرا پانی ڈالے اور متوضیٰ خود اپنے اعضا دھوئے اور تیسری صورت یہ ہے کہ متوضیٰ
خود کچھ نہ کرے۔ دوسرا شخص پانی بھی ڈالے۔ اور دھوئے بھی۔ تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرما
دیا کہ اگر مجبوری کی بناء پر ایسا کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو حضرت
فاطمہؓ دھوتی تھیں وقال ابو العالیہ الخ زہو العالیہ کے اس قول سے بھی میری تائید ہوتی ہے کہ
انہوں نے دوسرے پیر کے مسح کا امر فرمایا۔ اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ وہ مریض ہے اس کو
تسکین ہوگی۔ ہاں شیخ دوسری جرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احد میں چہرہ انور پر
چوٹ آئی تھی۔ اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ کہ کیا وہ حضور کو لگائی گئی تھی یا خذ حصید فاحرق
جب پانی ڈالنے سے خون بند نہ ہوا تو ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی۔ راکھ کو خون رکنے

میں ایک خاصہ ہے۔ اسی وجہ سے بچوں کی ختنہ کے بعد اس مقام پر رکھ لگادیتے ہیں۔

باب السَّوَالِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَشَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنْتَ.

ترجمہ، سواک کرنے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کے پاس رات بسر کی تو آپ نے سواک کیا۔

حدیث نمبر ۲۳۸ حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ الزُّهَلِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنْتُ بِسَوَالٍ يَقُولُ اُعْ اُعْ وَالسَّوَالُ فِي ذِيهِ كَأَنَّهُ يَتَخَوَّعُ.
ترجمہ، حضرت بردہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے سواک سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا سواک کر رہے تھے اور اے اے کہتے تھے جبکہ سواک آپ کے منہ میں تھا۔ گویا کہ تھے کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اشکال یہ ہے کہ نجاسات وغیرہ کا ذکر چل رہا تھا تو مسئلہ سواک کیلئے آگیا اس کو تو سنن وضو کے ساتھ ذکر کرتے اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے اس باب کو مسئلہ وضو سے الگ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ سواک وضو کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جب بھی ضرورت ہو کرے۔ جیسا کہ فقہا حنفیہ کہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ سواک جمہور کے نزدیک سنت ہے اور بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور ابن حزم جمعہ کے دن واجب کہتے ہیں۔ اور باقی ایام میں سنت ہے اے اے حاشیہ میں اہ اہ اور نسائی میں عامل ہے۔ یہ سب اس آواز کی تعبیرات ہیں جو سواک اندر کی جانب کرتے ہوئے پیدا ہوتی تھی کسی نے کچھ تعبیر کیا اور کسی نے کچھ۔ اختلاف کچھ نہیں سب کا مال ایک ہے

حدیث نمبر ۲۳۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي خَيْبَةَ الزُّهَلِيُّ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ السَّوَالُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُومُ فَلَا بِالسَّوَالِ.

ترجمہ، حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو سواک ملتے تھے۔

باب دَفَعَ السَّوَالُ إِلَى الْكُتُبِ وَقَالَ عَمَّاكَ حَدَّثَنَا صَخْوَةُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ

نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرَا فِي أَسْوَالِكُمْ بِسَوَالٍ فَمَاؤُنِي رَجُلًا يَأْخُذُ بِأَحَدِهِمَا أَوْ مِنْ أَلَا خَرَفْنَا وَلَيْتُ السَّوَالُ لَأَصْعَقَ مِنْهُمَا فَيَقِيلُ فِي كُتُبِ

فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا۔

ترجمہ، باب مسواک بڑے کو دینی چاہیے اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں مسواک استعمال کر رہا ہوں۔ اچانک میرے پاس دو آدمی آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک ان میں سے چھوٹے کو دے دیا تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے۔ چنانچہ وہ مسواک میں نے ان میں سے بڑے کو دے دی۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ مسواک بظاہر اشیا مستقذہ میں سے ہے کیونکہ اس سے منہ صاف کیا جاتا ہے اس لئے اس سے ایہام ہوتا تھا کہ بڑے کو دنیا کہیں ادب کے خلاف نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ نہیں بلکہ مسواک ایک بڑی چیز ہے مطہرہ فم ہے۔ لہذا بڑے ہی کو دینی چاہیے۔

باب فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ۔

ترجمہ باب اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جو وضو پر رات بسر کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجِعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ أَصْبَحْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لَكَ وَأَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَالْجَنَاتِ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مُنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبَيَّنَّيْتَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ أَخِي مَا تَشْكُلُونَهُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدَتْهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَتْ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِي قَالَ لَا وَبَيَّنَّيْتَ الَّذِي أَنْزَلْتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت، براہ بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ بستر پر لیٹنے کے لئے آئیں۔ تو نماز کی طرح وضو کریں پھر دائیں پہلو پر لیٹ جائیں۔ اور پھر یہ دعا کریں کہ اے اللہ میں اپنے چہرے کو آپ کے سپرد فرما رہا ہوں۔ اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنی پیٹھ کو آپ کی طرف سے سہارا دیتا ہوں۔ آپ کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور آپ سے ڈرتے ہوئے میری جان بچائے اور جانے نجات تیری گرفت سے تیری ہی طرف ہے۔ اور اللہ میں تیری اس کتاب پر ایمان

لے آیا جس کو تو نے اپنے اس نبی پر اتا رہیں کو آپ نے بھیجا۔ اگر اس رات تیری دفات ہو گئی تو تو فطرت اسلام پر ہوگا۔ ان کو اپنے آخری کلمات بنا نا حضرت فرطتے ہیں کہ یہ کلمات میں نے حضور نبی اکرم صلم پر دوبارہ لوٹتے جب میں ان الفاظ پر پہنچا کہ ۲ منت بکتابت الذی انزلنا تو میں نے کہا رسولک تو آپ نے فرمایا . نبیک الذی ارسلت کہو۔ فنبیک الذی ارسلت یا تو اس لئے فرمایا کہ اس طرح تم کو لازم نہیں آئے گا حالانکہ رسول نبی سے اخص ہے اسلئے اعم کو لانا چاہیئے۔

تشیخ از شیخ زکریا یہ ترجمہ میرے نزدیک شارح ہے اور اس سے امام بخاری روایت کی شرح دو طرح فرما رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ روایت میں ہے اذا اتیت مضطرب فتوضا الخ تو اس لفظ اذا سے ایہام ہوتا تھا کہ جب سونا چلے تو اس وقت وضو کرے چاہے پہلے سے وضو ہو یا نہ ہو۔ تو امام بخاری نے بتلا دیا۔ کہ مقصود نوم علی الوضو ہے۔ اب چلے پہلے سے ہو یا اسی وقت وضو کرے اور دوسرے یہ کہ فتوضا کے امر سے بظاہر ایجاب کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے تو امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب فضل کے لئے ہے۔ (فائدہ) اگر کوئی شخص با وضو سوتے تو بے خوابوں سے اور شیطان کے دساؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر آیت الکرسی پڑھ لے تو نور علی خود ہے۔ شحاطط علی شقک الا بن یہ ہمارے نزدیک بہت معمولی بات ہوگی۔ اور اگر کوئی طبیب کہے تو اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ اطباء کے نزدیک بائیں پہلو پر سونا بہتر ہے اس لئے کہ اسی طرح نیند اچھی طرح آتی ہے۔ مگر اس میں مضرت یہ ہے کہ بائیں طرف قلب ہے تو بائیں کروٹ سونے میں سارا دباؤ اور بوجھ دل پر ہوگا۔ اور ممکن ہے بخارات دل پر چھا جائیں اور ضعف قلب لاحق ہو جاتے۔ لیکن کسی کو اہتمام نہیں ہے لیکن اگر کوئی جدید تحقیق کا آدمی کچھ کہے تو اس کو نا معلوم کیا سے کیا سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نبی اکرم صلم کا ارشاد ہے۔ اور جدید سائنس والوں کی تحقیق ہے کہ جب شہوت سے منی خارج ہوتی ہے تو بدن کے سارے مسامات سے جراثیم باہر نکل آتے ہیں اگر فوراً غسل کرے تو وہ جراثیم ٹھہل جائیں گے۔ اور صحت خوب اچھی رہے گی۔ ورنہ پھر وہی جراثیم بدن میں داخل ہو جائیں گے اور صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔ اور اسی طرح ان کی تحقیق یہ ہے کہ مردوں کے لئے داڑھی کے بال اور عورتوں کے لئے سر کے بال یا پیرا کے لئے حاذب ہیں۔ حضرت اقدس صلم بہت اس کا امر فرما چکے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیراً۔ رغبۃ ای فی احسانک راہبۃ من

معاہدتہ فانت علی الفطرۃ قطرة الاسلام التي فطر الناس علیہا الخ فرد و تھا یعنی میں نے ان کلمات کو یاد کرنے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا تو جب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کو اس کے بعد میں نے نبیؐ کی بجائے دوسرے رسولؐ کہہ دیا۔ کیونکہ رسولؐ کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا ونبیؐ الخ یعنی رسولؐ مت کہو بلکہ ونبیؐ الخ کی اس علت کہو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ادیبہ میں ماثورہ کا اتباع کرنا چاہیئے اگرچہ ان صحابی نے ایک اعلیٰ لفظ کہا۔ کیونکہ رسولؐ کا درجہ نرمی سے بڑھ کر ہے مگر وہ لفظ کہاں سے آتا جو زبان مبارک سے نکلا تھا۔ باب فضل من ہات الخ حافظ بن حجر کے نزدیک اس آخر سے کتاب الوضوء کے اختتام کی طرف اشارہ ہے اور حافظ کی رائے کے ساتھ میری اپنی ایک رائے چل رہی ہے وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف اشارہ نہیں بلکہ خود تیرے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

(پارہ اول ختم)
ہر سبق سے پہلے کا خطبہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين .
اما بعد فات صدق الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم وشوا الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار وبالسند المتصل الى الامام الحافظه الحجة امير المؤمنين في الحديث ابى عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة بن بردويه الجعفي البخاري كففنا الله بعلمه آمين .

دوسرا پارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتابُ الْغُسْلِ

کتاب غسل کے بیان میں،

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اِلٰی قَوْلِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
وَقَوْلِهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِلٰی قَوْلِهِ عَفُوًّا غَفُوْرًا -

باب الوُضُوْء قَبْلَ الْغُسْلِ -

ترجمہ، غسل سے پہلے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ
بَدَأَ فَاَقْسَلَ يَدَیْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِی الْمَاءِ
فَیُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاسِهِ ثَلَاثَ غُرُوفٍ بِیَدَیْهِ ثُمَّ یُفِیضُ
الْمَاءَ عَلٰی جِلْدِهِ كُلِّهِ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ زوجہ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم جب جنابت سے
غسل شروع کرتے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے ایسے
وضو فرماتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑوں کا خلل کرتے پھر اپنے ہاتھوں
تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالتے۔ پھر باقی سارے بدن پر پانی بہاتے۔

تشریح از شیخ زکریا، امام بخاریؒ نے وضو سے فراغت کے بعد غسل کو شروع فرمادیا۔ اور دو آیتیں
استنبطیں گواہ مستندہ علی وجوب الغسل کے ذکر فرمائیں ایک سورہ مائدہ کی دوسری سورہ نسا کی مگر
یہاں امام بخاریؒ نے ترتیب قرآنی کا خلاف کر دیا۔ کیونکہ سورہ نسا سورہ مائدہ پر مقدم ہے اس کی وجہ

یہ ہے کہ آیتہ مائدہ مجمل ہے۔ اور آیتہ نسا مفصل ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اجمال کے بعد تفصیل ہو اگر نی ہے اس لئے آیتہ مجملہ کو اولاً اور آیتہ مفصلہ کو ثانیاً ذکر فرمایا۔

باب الوضوء قبل الغسل اس باب سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ کے نزدیک وضوء فی الغسل واجب ہے۔ باقی حضرات کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اسی اختلاف کو بتلارہے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں علما کا اختلاف ہو رہا ہے کہ وضوء قبل الغسل کوئی مستقل سنت ہے یا غسل کا جزو ہے اور تشریفاً و تمکیناً مقدم کیا گیا ہے اس میں ثمرہ اختلاف یہ ظاہر ہو گا کہ اگر کوئی شخص قبل الغسل وضوء کرے تو جو لوگ مستقل سنت نہیں مانتے۔ بلکہ غسل کا جزو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی دھونا غسل مفروض کی جانب سے کافی ہو جائے گا اور جو اس کو جزو نہیں مانتے ان کے نزدیک دوبارہ دھونا ضروری ہو گا لہذا فرض الغسل مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا باب ۱۲ پر مستقلاً آ رہا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک یہ مسئلہ وہاں کلمہ ہے۔ اگر وہاں کا نہ ہو تو ہم وہاں یہ توجیہ کریں گے کہ امام بخاریؒ وہاں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ مس ذکر سے وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ جب وضوء کرنے کے بعد غسل کرے گا تو ہاتھ ادھر ادھر چلے گا۔ اور امام بخاریؒ نے وضوء من مس الذکر کا کوئی باب نہیں باندھا تو معلوم ہوا کہ وضوء من مس الذکر کے قائل نہیں ہیں اور شوافع کے ہاں اگر ہاتھ پہنچ جائے تو دوبارہ وضوء کرنا ہو گا۔ تیسری غرض باب کی جو میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ وضوء قبل الغسل کی کیا صورت ہوگی۔ آیا پاؤں پہلے دھوے جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے ظاہر ہے یا بعد میں دھوئے گا جیسا کہ حضرت میمونہؓ کی روایت میں مصرح ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے الوضوء قبل الغسل باب باندھ کر دو نوح طرح کی روایات ذکر کر دی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی بھی اور حضرت میمونہؓ کی بھی۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ پوری وضوء کرے اور پیر بھی دھوئے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہے۔ اخاف کی بھی ایک روایت یہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک اگر مستنقع الما میں ہو۔ تو بعد میں دھوئے ورنہ پہلے دھوئے یہی حنفیہ کا قول ہے۔ اور حدیث عائشہؓ حدیث میمونہؓ کے اختلاف کو اسی احوال پر محمول کیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں جمع بین الاخبار ہے۔ اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے۔ کہ وضوء کرتے وقت اولاً بھی دھوئے عملاً علی حدیث عائشہؓ اور پھر بعد میں بھی دھوئے۔ عمدۃ علی

حدیث میمونہ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ۲۴۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ جُلْبَةٍ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَفَاهَنَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَى بِجُلْبَتِهِ فَمَسَحَ هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ زوجہ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا وضو کیا جیسے نماز کے لئے کرتے تھے سوائے دو نوپاؤں کے اور شر مگاہ کو دھویا، اور جہاں جہاں جنابت پہنچی تھی پھر بدن پر پانی ڈالا پھر پاؤں کو الگ کر کے دھویا فرمایا یہی آپ کا غسل جنابت ہے۔

باب غُسْلِ الْمَرْجِلِ مَعَ اِمْرَاَتِهِ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۴ حَدَّثَنَا اِدْرِيسُ بْنُ أَبِي اَيَّاسٍ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَانَاءٍ وَاحِدَةٍ قُلِحَ يُقَالُ لَهُ الْفَرْقُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ منہ سے روایت ہے کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ وہ پیالہ جس کو فرق کہا جاتا ہے جو تین صاحب یعنی بارہ سیر حجازی کا ہوتا تھا۔

تشریح، از شیخ زکریا حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے تو امام بخاری اس پر رد فرماتے ہیں اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری ایک دوسرے کے عضو مستور کے دیکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک دوسرے کے ساتھ غسل کریں گے تو یقیناً ایک دوسرے کے عضو پر نظر پڑے گی اور میرے نزدیک ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جیسا کہ امام بخاری نے اقبل میں وضو من فضل الموائع کو ثابت فرمایا تھا۔ یہاں سے غسل من فضل الموائع کا اثبات فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک ساتھ غسل کریں گے تو جس وقت ایک پانی لے گا تو وہ پانی اب اس کے لئے فضل بن جائے گا۔

باب الْغُسْلِ بِالصَّبَاحِ وَبِالْمَجْمُوعِ۔

ترجمہ، چار سیر یا اس کے برابر پانی سے غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ أَنَا وَآخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخْرَاجَ عَنْ غُسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَعَتْ بِإِثْمِ نَحْوِ مِنْ صَلَاحٍ فَأَغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ وَبُؤَيْرُ بْنُ الْجَدِّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْ رُفِعَ صَلَاحٌ -

ترجمہ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی حضرت عائشہ کے یہاں حاضر ہوئے تو ان کے رضاعی بھائی نے ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے صراح کے برابر ایک برتن منگوایا اور اس سے غسل فرمایا اور اپنے سر پر ڈالا اہلے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ شعبہ نے نحو صراح کی بجائے نذر صراح کا لفظ نقل کیا ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاری نے ونحو کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ روایات میں جو صراح کا لفظ غسل ابنی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے ہے۔ وہ محمد کے لئے نہیں بلکہ مراد اس کے قریب قریب ہے۔ واخو عائشہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کا نام عبد اللہ بن یزید بتلایا جاتا ہے۔ بانام نحو من صراح یہ ترجمہ کا ثبوت ہو گیا۔ اور لفظ کی تصریح یہاں آگئی۔ و افاضت علی راسہا حضرت عائشہ نے پردہ کر لیا اور سر کھول لیا کیونکہ وہ محرم تھے۔ اور اگر سر نہ کھولتیں تو غسل کی کیفیت کیسے معلوم ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ وَأَبُو كُؤُكٍ عِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيكَ صَلَاحٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِينِي فَقَالَ جَابِرٌ كَأَن يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْ فَلَاحٌ مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرٌ مِنْكَ ثَوْبٌ أَوْ مَنَافٍ ثَوْبٌ -

ترجمہ حضرت ابو جعفر محمد باقر وہ اور ان کے باپ امام زین العابدین علی بن حسین حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس موجود تھے جبکہ ان کے پاس اور لوگ بھی تھے۔ تو انہوں نے غسل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت جابر نے فرمایا کہ تجھے ایک صراح کافی ہو گا۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ مجھے تو کافی نہیں ہو گا۔ حضرت جابر نے فرمایا کہ وہ ذات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جو تجھ سے زیادہ باؤں والے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا پھر ایک

کھڑا پہن کر ہماری امامت کرائی۔

تشییع از شیخ زکریا فقال رجل المؤمن یہ رجل حسن بن محمد بن خفیه ہیں انہوں نے کہا کہ میں کثیر الشجر ہوں میرے لئے کافی نہیں ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ انجناب رسول اللہ صلم تم سے زیادہ بالوں والے تھے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا تعجب ہے نہیں کافی نہیں۔ اتنا فی ثوب ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم تو ابواب ستر عورت میں آنے کا۔ البتہ یہاں اس میں اختلاف ہے کہ امامت کس نے کرائی۔ حافظ ابن حجر عسکریؒ نے کہا ہے کہ حضرت جابرؓ نے کرائی۔ اور فرماتے ہیں جس نے حضور اقدس صلم کی طرف نسبت کی اس کو دہم ہو گیا اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ حضور پاک صلم نے کرائی۔

حدیث نمبر ۲۴۷۰ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِمْوْنَةَ كَانَا يُفْتَسِدَانِ مِنْ إِنَاءٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُمَيْرَةَ يَقُولُ أَخِيًّا عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مِمْوْنَةَ وَاتَّعِصِيحِي مَا رَأَى ابْنُ نُعَيْمٍ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم اور حضرت میمونہؓ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے ابن عیینہؒ اخیر میں فرماتے تھے رعن ابن عباس عن میمونہ لیکن صحیح وہ ہے جو الوغیم نے روایت کیا۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ روایت مسانید ابن عباس میں سے ہے یا مسانید میمونہ میں سے ہے۔ جوابتہ ہے کہ مسانید میمونہ میں سے ہے

باب مَنْ أَقْبَضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۴۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي جَبْرِ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأَفِضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا وَآشَاءُ بِسَيْدِي حُلَّتَيْهِمَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم نے فرمایا لیکن میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔

تشییع از شیخ زکریا۔ شرح نے اس باب کی کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ مگر میری ذاتی رائے ہے یہاں ایک اہم اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا وہ اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ غسل میں دو کب ہے

یا نہیں مالکیہ کے یہاں فرض ہے۔ اور جمہور کے یہاں فرض نہیں امام بخاریؒ نے ترجمہ میں لفظ افاض بڑھا کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ یہ روایت ابوداؤد اور بخاری میں اسی طرح مختصر ہے۔ مسلم شریف میں تفصیل سے مذکور ہے کہ ایک بار صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر فرما رہے تھے کہ کوئی کہتا تھا۔ میں تو اتنی بار پانی ڈالتا ہوں۔ اور کوئی کچھ کہتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں تو تین بار سر پر پانی ڈالتا ہوں۔ اب جس کو صرف مسئلہ سے کام ہے وہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف قول مبارک ذکر کر دیتا ہے اور جس کو واقعہ بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ سارا واقعہ بیان کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْرِغُ عَمَلًا رَأْسَهُ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۰ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْرِغُ عَمَلًا رَأْسَهُ ثَلَاثًا۔ كُنْتُ فِيهِمَا عَلَى رَأْسِهِ نَعْمَ يُغْرِغُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ رَأْيِي رَجُلٌ كُنْتُ فِيهِمَا شَعْرًا فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا ۱۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس میرے چچا زاد بھائی آتے تھے جن کا اشارہ حضرت حسن بن محمد حنفیہ کی طرف تھا۔ پوچھا کہ جنابت سے غسل کیسے کرنا چاہیے میں نے کہا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین چلو پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتے تھے پھر باقی بدن پر ڈالتے۔ حسن بن محمد نے کہا کہ میں بہت بالوں والا آدمی ہوں تو میں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ بالوں والے تھے۔

اتانی ابن عمک یہ مجاز ہے اور ابن عم سے مراد ابن عم والدک ہے یعنی بالحسن الخ یہ وہی حسن ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں روایت سابقہ میں تو مقدار ما کا ذکر تھا یہاں کیفیت غسل کا ذکر ہے لیکن میرے نزدیک دو واقعے کہنے کی کچھ وجہ ظاہر نہیں ہوئی۔ جبکہ وہی حسن بن محمد بن حنفیہ ہیں اور وہی حضرت جابرؓ ہیں لہذا صرف اتنی سی بات

ہے کہ وہاں مقدار بیان کرنی تھی اور یہاں کیفیت مقصود تھی اس کو ذکر کر دیا۔

باب الْغُسْلُ مَرَّةً وَاحِدَةً

ترجمہ، ایک مرتبہ نہانا

حدیث نمبر ۲۵۱ حَدَّثَنَا مُؤَمِّی بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَصَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَدَّ لِلْغُسْلِ فَعَسَلَ يَدَهُ مَرَّةً تَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَهْوَى عَلَى شِمَالِهِ فَعَسَلَ مَذَاكِيئَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأُخْرَى ثُمَّ مَضْمَضَ وَخَشَقَ وَفَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ
ترجمہ، حضرت ميمونہ فرماتی ہیں کہ میں نے اسجناب نبی اکرم صلعم کے غسل کے لئے پانی رکھا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے ہاتھ کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھویا پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنی شرنگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی فرمائی۔ ناک میں پانی دیا۔ چہرہ مبارک اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشیع از شیخ زکریا اقرب یہ ہے کہ امام بخاری کو اس بات پر تنبیہ کرنی ہے کہ جس طرح وضو میں درجہ فرض مرة مرة ہے۔ اسی طرح غسل میں بھی فرض ایک بار دھونے اور بعض علماء مثلاً مادروی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وضو میں تو ثلاثاً ثلاثاً وارد ہے۔ مگر غسل میں یہ قید نہیں ہے۔ اس لئے اس میں تثلیث کچھ نہیں لیکن جہو اس کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک غسل میں بھی تثلیث مستحب ہے۔ مذاکیر یہ جمع باعتبار انشین اور قصب کے ہے۔ اور اس باب کو منعقد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو داؤد و شریف میں ایک روایت ہے کہ سور کلب کا دھونا سات مرتبہ تھا اور غسل بھی سات مرتبہ ثواب امام بخاری یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام کا حکم تھا۔ اب ایک مرتبہ کا غسل بھی کافی ہے۔

باب مَنْ بَدَأَ بِالْجِدَابِ أَوْ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

ترجمہ، غسل کے وقت حلاب اور خوشبو کا استعمال کرنا۔

حدیث نمبر ۲۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْهَمْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِثِيغٍ نَمَحَ الْجِدَابَ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَيَدْفَأُ بِشِغْرِ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ لَا يُسْرِفُ قَالَ يَحْمَا حَلِي وَسَطَ رَأْسِهِ

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم جب جنابت سے غسل فرماتے تھے تو حلاب ایک ایسا برتن جس میں اوٹنی کا دودھ سما سکے منگاتے تھے۔ بتیلی سے اس کو پھڑپھڑاتے پہلے اپنے سر کی داہنی جانب سے شروع کرتے پھر بائیں جانب سے پھر درمیان سر پر ڈالتے تھے۔

خشش یعنی از شیخ مدنی اس ترجمہ میں شرح کے ہاں بحث ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ حلاب ایک قسم کی خوشبو کا نام ہے۔ آپ اس کو بعد غسل منگایا کرتے تھے۔ اور استعمال فرماتے تو اس کا اثبات مقصود ہوا۔ بعض نے کہا کہ حلاب وہ برتن ہے جس میں اوٹنی کا دودھ سما سکے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ غسل سے پہلے اتنی مقدار کا برتن منگاتے تھے جس میں اس قدر پانی ہوتا تھا۔ غرضیکہ لفظ حلاب دو نوعی میں مستعمل ہے لیکن مصنف طیب کا عطف حلاب پر کر کے پر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حلاب غیر طیب ہے اس میں قول راجح یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک جب کبھی معنی میں کوئی معنی راجح نہیں ہوتے تو وہ دونوں کو ذکر کر دیا کرتے ہیں تعین کسی معنی کی نہیں کی جاسکتی تو ادا الطیب بیان احتمالی کے ہوا اس لئے معنی کے لئے شکل پیش آگئی۔

خشش یعنی از شیخ زکریا اول تو حضرت امام بخاری کے سارے ابواب معرکۃ الآراء ہیں مگر یہ باب ان سب ابواب سے زیادہ معرکۃ الآراء ہے جس میں شرح نے بڑی کوشش کی مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاری کی غرض کیا ہے۔ ایک جماعت تو پکاراٹھی کہ غلطی سے کوئی مبرا نہیں۔ امام بخاری غلطی میں پڑ گئے کہ حلاب کو طیب سمجھ لیا غسل سے پہلے طیب کا کیا کام۔ جو لوگ امام بخاری کے ہمنوا ہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں حلاب بانی نہیں ہے۔ بلکہ بالجیم ہے۔ کاتب کی غلطی سے نقطہ نہیں لگا۔ اس لئے وہ بالعلاب رہ گیا۔ ان لوگوں نے امام بخاری کے ترجمۃ الباب کی خاطر حدیث میں تصرف کر دیا۔ یہ بڑی جرات ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر محققین ان دونوں صورتوں سے الگ ہیں اور مختلف توجہات فرماتے ہیں حضرت شاہ دلی اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ حلاب کے مشہور معنی دودھ کا برتن مراد نہیں۔ بلکہ یہ محبوب کے معنی میں ہے اور اس سے مراد وہ چیز ہے جو کسی چیز سے کھینچی گئی ہو۔ معنی عصاۃ الیذ و عرب کا دتلو یہ تھا کہ نہلنے قبل ناس بدور کا عصارہ اپنے ابدان پر ملا کرتے تھے جیسا کہ قبل غسل خوشبو استعمال کرتے تھے۔ لہذا اب حلاب اور طیب میں تنازعہ رہا اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں دودھ دوا جلتے۔ اور ایسے برتن میں چکنائی وغیرہ لگی ہوتی ہے اور وہ چکنائی ساری خوشبو

کی اصل ہوتی ہے تو امام بخاریؒ کا ذہن ابتداً جلاب سے اس چکنائی کی طرف گیا۔ چونکہ وہ ساری محطرات کی اصل ہے۔ اس لئے اس سے طیب کی طرف گئے۔ اس لئے لفظ طیب بڑھا دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے الطیب سے ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا جو باب من تطیب تھا غسل و یقی انقل الطیب میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی ازواج پر دور فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا ہے۔ تو یہاں پر خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہو گیا۔ اور بدایتہ بالجلاب دوایتہ الباب سے ثابت ہو گیا۔ لہذا ترجمہ کے دونوں جزو ثابت ہو گئے اور مقصد یہ ہے کہ دونوں ہی جائز ہیں۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ حدیث میں آتا ہے کان یغسل رأسه بالخطیئین من غسل من قبل بعض چیزیں طیب و تنظیف بدن کے لئے استعمال فرماتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ بدایتہ بالجلاب و الطیب میں تردد ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا کہ پانی کے علاوہ اور کوئی چیز استعمال کرنا ثابت نہیں ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ دو چیزیں جلاب و طیب ذکر فرمائی تھیں لیکن روایت صرف ایک کی بجائی جلاب کی ذکر فرمائی۔ دوسرے کی ذکر نہیں کی دعائشی نحو الجلاب دوایتہ بالکل واضح ہے۔ جلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا دودھ دہا جائے چونکہ اس وقت متعدد برتن ہر کام کے لئے مستعمل نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اسی برتن میں دودھ نکال لیا اور اسی میں دوسرے وقت پانی لے کر غسل کر لیا۔ فقہائے اہل سنت کا افعال عامہ میں سے ہے جہاں جیسا موقع ہوا ویسے ہی منع کر لئے جلتے ہیں۔ یہاں اس کے معنی اشارہ کے ہیں اور بعض لوگوں نے ترجمہ الباب کے لئے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آدمی میں فی حد ذاتہ خوشبو ہوتی ہے مگر پسینہ اور میل کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جب آدمی رگڑ کر اور مل کر نہائے گا تو میل اور پسینہ کی بدبو ختم ہو جائے گی۔ اور ذاتی خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ اب دیکھ کے بعد جلاب سے غسل کرے گا۔ تو جلاب اور طیب دونوں ہلنے لگے اور ایک تو جیہ یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ خطمی کے ذریعہ غسل فرمایا کرتے تھے اور اس میں طیب ہوتی ہے تو اس روایت کی طرف اشارہ ہوا۔

باب الْمَصْمُومَةِ وَالْمُسْتَشَقِّ فِي الْجَنَابَةِ

ترجمہ، جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینے کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۲۵۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَكْتَمٍ يَمُوتُهُ قَالَ لَيْتَ صَبَبْتُ بِلَيْحِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْتَحَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَمِينِهِ فَغَسَلَ ثَوْبَهُ فَوَضَعَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَسَحَّهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضَى وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ نَحَى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ رَأَى مِنْدِيلًا فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ڈالتی تھی چنانچہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر ٹرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی طرف لے گئے اس کو مٹی کے ساتھ رگڑا اور اسے دھویا تم کلی فرمائی تاکہ میں پانی دیا۔ پھر چہرہ اور دھویا اور اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر آپ کے پاس رومال لایا گیا جس سے آپ نے بدن کو نہ پونچھا یا نہ جھاڑا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ مسئلہ مختلف فیہا تھا۔ اور اہم تھا اس لئے مستقل باب باندھا۔ حنفیہ رو کے نزدیک غسل میں دونوں واجب اور وضو میں دونوں سنت ہیں اور حنابلہ کے یہاں تین روایتیں ہیں، ایک یہ کہ دونوں واجب ہیں دوسرے یہ کہ دونوں سنت ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اشتقاق تو دونوں واجب ہے اور مضمضہ میں دونوں سنت شوافع اور مالکیہ کے یہاں دونوں سنت ہیں۔ تھوڑی بہت بدل رومال استعمال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے تکلفات دور تھے۔

باب مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ يَتَكُونُ الْفُغْلُ

ترجمہ، ہاتھ کو زمین پر رگڑنا تاکہ ہاتھ زیادہ پاک صاف ہو جائے۔

حدیث نمبر ۲۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي حُمَيْدٍ يَمُوتُهُ قَالَ لَيْتَ صَبَبْتُ بِلَيْحِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْتَحَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَمِينِهِ فَغَسَلَ ثَوْبَهُ فَوَضَعَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَسَحَّهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ نَحَى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ رَأَى مِنْدِيلًا فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ڈالتی تھی چنانچہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر ٹرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی طرف لے گئے اس کو مٹی کے ساتھ رگڑا اور اسے دھویا تم کلی فرمائی تاکہ میں پانی دیا۔ پھر چہرہ اور دھویا اور اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر آپ کے پاس رومال لایا گیا جس سے آپ نے بدن کو نہ پونچھا یا نہ جھاڑا۔

منی وغیرہ دھوئے تھے۔ تو ہاتھوں کو دیوار پر یا زمین پر گرگا کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آبدست وغیرہ لینے کے بعد ہاتھ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بدبو کو زائل کرنے کے لئے مٹی کا استعمال فرماتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے صابون کی کثرت ہو گئی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ بدبو جو ہاتھوں میں باقی رہ جاتی ہے۔ وہ کیا ہے اس میں ہمارے یہاں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدبو نجاست کے اجزاء الطیفہ غیر مرتبہ ہیں جو لوگ بدبو کی اصل اجزاء غیر مرتبہ نجاست قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مٹی سے دھونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ ازالہ نجاست کے قبیل سے ہے۔ اور اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ بدبو وہ ہوا ہے جو ہاتھ کے پانی اور نجاست کے انصال کے وقت ہاتھ سے لگی ہوئی تھی۔ اور نجاست کے انصال سے کلیف بکیفیۃ النجاستہ ہو گئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کا ازالہ ضروری نہیں۔ اگر اشکال ہو کہ ہوا تو ایک ایسا جسم ہے جو حرکت کرنے سے ہٹ جاتی ہے۔ تو جب فراغت ہو گئی تو ہاتھ وہاں سے ہٹ گئے لہذا وہاں کی ہوا وہاں رہ گئی۔ اور ہاتھ دوسری ہوا میں داخل ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ استنجا کرتے وقت جب ہوا اور پانی کی ملاقات ہو گئی تو وہ ہوا پانی بن کر ہاتھوں کو لگ گئی یہی وجہ ہے کہ خشکی کے بعد بدبو جاتی رہتی ہے یہ بحث اصل میں حضرت نگوہی کی ہے۔ جو انہوں نے الوداد کی تقریر میں فرمائی ہے۔ یہ تقریر بذل میں بھی نقل کی گئی ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب اس بدبو میں اختلاف ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ انا بخاری نے انٹھ کے لحاظ سے ان لوگوں کی تائید فرمائی ہو۔ جن کے نزدیک اس بدبو کا ازالہ واجب نہیں بلکہ صرف اولیٰ ہے۔

بَابُ هَلْ يَدْخُلُ الْجَنْبُ يَدَكَ فِي الْوُثَا قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَوَّيْتُ عَلَى يَدَيْهِ قَدْ غَسَلُوا الْجَنَابَةَ وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَبَّاءُ بْنُ عَزَابٍ يَدَكَ فِي الظُّهُورِ وَلَوْ يَغْسِلُهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَكُتِبَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بِأَسَا بِمَا يَتَضَحَّوْنَ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

ترجمہ۔ کیا جنبی آدمی ہاتھ دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کر سکتا ہے جبکہ سولے جنباتہ کے اس کے ہاتھ پر اور کوئی گندگی نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ و برابر بن عازبؓ اپنا اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرتے تھے حالانکہ اس کو دھویا نہیں تھا پھر وضو فرماتے اور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ان

چھینٹوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے جو غسلِ جنازہ سے اڑتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الزَّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسِهِ وَاجِدٌ تَغْتَلِبُ أَيْدِيَنَا فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہمارے ہاتھ اس میں ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے تھے۔

تشیع از شیخ زکریا اگر ہاتھ پر کوئی نجاست بظاہر لگی ہوئی ہو۔ تو پھر سب کے نزدیک بالاتفاق پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر نجاست نہ لگی ہو۔ تو ظاہر یہ کہ نزدیک ناپاک ہو جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک نہ ہوگا۔ دخل ابن ہمام حضرت ابن عمرؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر جنبی پانی میں ہاتھ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ شراح نے اس کو بخاری کی روایت سے روک دیا مگر میرے نزدیک رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ بخاری کی روایت ^(بہ) محدث پر محمول کر لو۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت جنب پر محمول ہے بلکہ اس میں تو جنازہ کی تصریح ہے۔ ہما ینتضمم من غسل الجنائۃ یہ ترجمہ الباب کی دلیل ہے۔ اس ترجمہ الباب سے امام بخاریؒ کا مقصد بھی یہ بتلانا ہے کہ اذخالیہ سے پہلے کا دھونا ایجابی نہیں بلکہ استحبابی ہے۔ اور نجاستہ حکم میں اختلاف کی وجہ سے لفظ صل سے بڑھا کر اشارہ فرمادیا۔

حدیث نمبر ۲۵۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الزَّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْمَنَاءِ بَلَغَ غَسْلَ يَدَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم جب جنازہ سے غسل شروع کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھو یا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسِهِ وَاجِدٌ تَغْتَلِبُ أَيْدِيَنَا فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلُونَ مِنْ رَأْسِهِ وَاحِدًا زَادَ مُسَلِّطًا وَهَبَ ابْنُ جَبْرِ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَّا بَيَّاتٍ -

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ اور آپ کی بیویوں میں سے ایک عورت ایک ہی برتن سے اکٹھے ہی غسل جنابت کرتے تھے۔

باب مَنْ أَخْرَعَ بِبَيْتِهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الْفُسْلِ -

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو غسل کے اندر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۵۹ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّلَبِيُّ عَنْ يَمِينَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ

قَالَتْ وَصَّيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَ سَنَوْنَةً قَصَبَتْ عَلَى يَدَيْهَا فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُبْحَانَكَ لَا أَذْرِي أَذَكَ الْبَارِئَةِ أَمْ لَا تُحَرِّقُ أَخْرَعَ بِبَيْتِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ خُرْجَهُ ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَشَقَّ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَتْ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاقَا لُثْمَهُ خَوْفَةً فَقَالَ بَيْدٌ هَكَذَا وَ لَعْنُ يُرْذَلًا -

ترجمہ حضرت یمنہ بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہؐ کے لئے پانی رکھا اور آپ کے لئے پردہ کر دیا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر اس کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دھویا سلطان راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میرے استاد سالم نے تیسری مرتبہ کا ذکر کیا یا نہیں، بہر حال آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا جس سے اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا پھر کلی فرمائی تاکہ میں پانی دیا۔ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کو دھویا۔ پھر باقی بدن پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر پانی آپ کو ایک کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح بدن کو جھاڑ دیا اس کپڑے کا ارادہ نہ فرمایا۔

تشنیح از شیخ زکریا میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ بعض جگہ یہ بات مشہور ہے کہ دائیں ہاتھ

سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔ یہ عورتوں کا کام ہے۔ نوام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا اور میری رائے یہ ہے کہ غسل میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک پانی ڈالنا اور دوسرے ملنا۔ تو اب امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان میں جو افضل ہوگا۔ وہ داہنے ہاتھ سے کیا جائے گا۔ اور چونکہ پانی ڈالنا ملنے سے افضل ہے اس لئے

دائیں سے پانی ڈالاجائے گا۔ اور بائیں سے رگڑا جائے گا۔ ثَوَافِرُغ بِمِیْنِہ الخ یہاں پر شرح یہ اشکال کرتے ہیں کہ ترجمہ میں افراغ الیمین علی الشمال فی الغسل ہے۔ اور روایت میں افراغ بالیمین علی الشمال فی غسل المضج ہے۔ تو ترجمہ عام ہے۔ اور روایت خاص ہے۔ تو بعض شرح نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ غسل فرج غسل میں ہی ہوتا ہے۔ لہذا باقی تیاس سے ثابت فرمایا۔ مگر میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے دوسری روایت کی طرف جو ابھی گزری ہے جس میں ہے فَاغْرَغَ بِمِیْنِہ علی یسارہ فغسلھا اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

باب تَقْرِیْقِ الْغُضْلِ وَالْوُضُوءِ وَیُذْکَرُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّہُ غَسَلَ قَدَمَیْہِ بَعْدَ مَا جَفَّتْ وَضُوءًا ۛ

ترجمہ باب غسل اور وضو میں فاصلہ کرنا کیسا ہے حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں پاؤں کو اس کے بعد دھوتے تھے جبکہ اس کا ہانی خشک ہو جاتا تھا۔

حدیث نمبر ۲۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَبِیْبٍ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ قَالَ تَائِتٌ مِیْوَنَةُ وَصَبْتُ لِلرَّجُلِ صَلَی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَاءً یَغْتَسِلُ بِہِ فَاغْرَغَ عَلَی یَدَیْہِ فغسلھما مَرَّتَیْنِ مَرَّ ثَلَاثَ ثَلَاثَ اَغْرَغَ بِمِیْنِہِ عَلَی شَمَالِہِ فغسل مَذَکِیْرَہُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یَدَکَ بِالْیَمَنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَجْہَہُ وَیَدَیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ عَلَی جَسَدِہُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ مَّقَامِہِ فغسل قَدَمَیْہِ ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کے لئے غسل کرنے کے لئے پانی رکھا۔ تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پر پانی ڈال کر ان کو دھویا۔ دو مرتبہ بائیں مرتبہ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔ پھر کلی فرمائی ناک میں پانی دیا۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ اپنے سر کو دھویا پھر سارے جسم پر پانی بہایا پھر اس مکان سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا میریؒ رائے ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے موالاة پر رد کرنا چاہتے ہیں چونکہ مالکیہ موالاة فی الغسل الوضوء کے قائل ہیں اس لئے ان کا رد اور جہور کی تائید فرماتے ہیں اور یہ تائید غسل میں تو بالذات ہے۔ اور وضو میں بالیق ہے انہ غسل قدمیہ الخ یہ عدم موالاة

فی الموضوع ہوگئی شو تخی من مقامه یہ عدم موالاة فی العسل ہوگئی۔ پاؤں باہر
جا کر دھوئے تو موالاة کہاں رہی۔

باب رَاۤءَا جَامِعَ شَوْعَاۤءَ وَمَنْ دَارَ عَلَى نِسَاۤءٍ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ۔
ترجمہ، جب ایک مرتبہ جماع کر لے پھر دوبارہ جانا چاہے اور اس شخص کا حکم جو ایک ہی غسل میں
تمام بیویوں سے ہم بستر ہو۔

حدیث نمبر ۲۹۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ إِعْرَاشَةَ فَقَالَتْ بَيَّحُوا لِلَّهِ
أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أَطِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوفُونَ عَلَيَّ
نِسَائِهِمْ ثُمَّ يُصْبِحُونَ بِحُجْرَةٍ مَا يُنْصَحُ طَيِّبًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ اکبر کے سامنے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ذکر کیا تو انہوں نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمنؓ پر رحم فرمائے۔ ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو
لگاتی تھی۔ رات کو آپؐ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوتے پھر صبح کو اس حال میں محرم ہوتے تھے کہ ان
سے خوشبو بہکتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کی دو غرضیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ابوداؤد شریف میں ہے
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بیوی سے جماع فرمایا۔ ویغل عند هذه وهذه اور اس کے بعد
ارشاد فرمایا۔ هذا انک واطیب واطیب اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
ہی غسل میں سب کو نہلا دیا۔ امام ابوداؤد نے اسی دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ تو بہت ممکن ہے
کہ امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب فی غسل واحد کی قید بڑھا کر اسی کی طرف اشارہ کرنا ہو اور اسی کو
راجح بتلانا ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ معاد پر وضو واجب ہے یا نہیں
ظاہر یہ کہ نزدیک غسل مذکور وضو واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں تو امام بخاریؒ نے
فی غسل واحد فرما کر ظاہر یہ پر رد فرمایا۔ اور بتلایا کہ ایک ہی غسل کافی ہے اس لئے کہ وضو کا ذکر ہی
نہیں فرمایا۔ بیحوا للہ ابوعبدالرحمنؓ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ما احب ان
اصبح معي ما انضح طيبا حضرت عائشہؓ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمنؓ
پر رحم فرمائے ابو عبد الرحمنؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے کنت اطيب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ترجمہ الباب کی غرض ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدد علی النساء اس روایت پر دو اشکال ہیں ایک فقہی دوسرا تاریخی فقہی اشکال یہ ہے کہ ایک ساعت میں دو کیونکہ فرمایا کرتے تھے اور اس کی کیا صورت ہوتی تھی۔ جبکہ قسمت واجب ہے تو دوسری کی نوبت کے درمیان کیونکہ دو فرماتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے صاحب النوبت سے اجازت لے کر دو فرمایا ہو اور خفیہ کے مسئلہ پر تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم پر قدامت کا موجب نہیں تھی۔ دوسرا تاریخی اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کی تمام بیویاں گیارہ تھیں۔ مگر ان کا اجتماع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ سب سے پہلی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ ان کا انتقال ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا۔ دوسری بیوی حضرت زینب بنت عزیہ ہیں۔ ان کا وصال حضور اکرم صلعم کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اور سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ سے عمرہ القضاء میں ہوا تو اب صرف نو بیویوں کا اجتماع ہوا اور یہ واقعہ عہد کے بعد سے لے کر وفات کے درمیان کہلے۔ تو گیارہ بیویوں پر دو کرنا کیسے صحیح ہوا۔

حدیث نمبر ۲۶۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو نَسْرٍ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِمْ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهَكَذَا أَحَدَى عَشْرَةً قَالَ قُلْتُ لَا نَسْ أَوْ كَانَ يُطِيفُهُ قَالَ كُنَّا نَتَخَذُ ثَوْبًا أُعْطِيَ قُوَّةً تَدُورُ عَلَيْهِ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَسَادَةَ رَأَيْنَا نَتَخَذُ ثَوْبًا أَنْ نَسَاحِدَ تَهْوُ قُتْعُ نِسْوَةٍ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم دن اور رات کی ایک گھڑی میں اپنی بیوی سے جماع فرماتے تھے۔ جبکہ وہ گیارہ عدد تھیں میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا حضور انور صلعم اس کی طاقت رکھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آپس میں بائیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس آدمیوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت قتادہ سے مروی ہیں کہ ہم آپس میں بائیں کرتے تھے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اب اشکال یہ ہے کہ جب گیارہ کا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ تو پھر یہ کہنا کہ حضور اکرم صلعم گیارہ ازواج پر ایک ساتھ دو فرمایا کرتے تھے۔ کیسے صحیح ہوگا۔ جبکہ ازواج کی تعداد صرف نو ہے اس کا ایک جواب تو امام بخاریؒ دے رہے ہیں کہ تعداد ازواج موطوءة فی الساعة الواحدة میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں گیارہ اور دوسری روایت میں نو ہیں یہی نو والی روایت راجح ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ راوی کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حضور اکرم صلعم بیک ساعت گیارہ عورتوں

سے دلی فرماتے تھے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ منکوحہ ہوتی تھیں یا ملک میں لہذا جب اعم ہے تو ذوات صحیح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ لوازداج مطہرات ہو گئیں اور دو باندیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور دوسری حضرت ریحانہ تھیں۔

قال قلت لانس اداکان يطيقه الخ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ یہ جو آپ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ گیارہ عورتوں سے دلی فرماتے تھے۔ تو کیا حضور اکرم صلم میں اتنی طاقت تھی۔ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان ایک بار دلی کر لیتا ہے۔ تو قوت سست پڑ جاتی ہے۔ اگر بہت زیادہ قوی ہو تو ایک بار اور کر لے گا۔ تو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے یہ سوال کیا اس پر حضرت انسؓ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ حضور اکرم کو تیسٹ مردوں کی طاقت دی گئی تھی اس روایت میں تو تیس کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں سٹھ مردوں کے بقدر قوت کا ہونا مذکور ہے ظاہر ہے کہ جب حضرت سلمان علیہ السلام ٹھوٹوں سے دلی کر سکتے تھے تو حضور اکرم صلم ان سے بھی زیادہ قوی تھے حدیث متفقہ نسخۃ یہ امام بخاریؒ کا جواب ہے۔ قیمت کے بلے میں ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ آپؐ نے دوسری کی رضا مندی سے ایسا کیا ہو۔ اور یہ جواب بھی ہے کہ ممکن ہے کوئی دن ایسا آیا ہو جس میں باری سب کی پوری ہو چکی ہو۔ اور پھر ابتدا کا دقت ہو۔ تو ایک رات ایسی نکالی۔ کہ جس میں باری کی ابتدا نہیں فرمائی۔ بلکہ بعد میں فرمائی۔ تیسرے یہ کہ باری رات میں ہوا کرتی تھی ممکن ہے یہ دن کا واقعہ ہو لیکن الفاظ حدیث یصبر عموماً اس کی تائید نہیں کرتے

باب غَسَلِ الْمُسَوِّحِ وَالْوُضُوءِ مِنْهُ۔

ترجمہ۔ ندی کو دھونا اور اس سے وضو کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَدَّ أَعْفَامِي وَحَبَلًا يَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِمْ فَسَأَلَ فَقَالَ قَوْضًا وَغَسِلًا ذَكَرَكَ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں کثیر المذی آدمی تھا۔ میں نے ایک آدمی کو مکم دیا کہ جناب نبی اکرم صلم سے اس کے بلے میں سوال کریں آپ کی بیٹی میرے پاس ہونے کی وجہ سے میں سوال نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ استنجا کے وضو کر لو۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک اس باب کی مختلف غرضیں ہو سکتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذی کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اختلافات ہیں ایک غرض یہ ہو سکتی ہے کہ طحاوی شریعت ایک جماعت کا مذہب نقل کیا ہے کہ مذاکیر کا غسل واجب ہے اس جماعت میں حنا بلہ بھی شامل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ذکر (قضب) کا دھونا واجب ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ نزدیک قضیب کے ساتھ انیشین کا دھونا بھی ضروری ہے۔ تو ممکن ہے امام بخاری نے غسل المذی فرما کر جہور کی تائید اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مذی میں کلون کافی ہے یا نہیں۔ حنا بلہ کے ہاں بانی کا دھونا ضروری ہے۔ پہلے یہاں دو روایات ہیں راجح یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی طرح شوافع کے یہاں بھی دو روایات ہیں تو ممکن ہے امام بخاری نے غسل کے لفظ سے حنا بلہ کی تائید کی ہو۔ اور تیسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ امام طحاوی نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ خروج مذی کے بعد وضو کرنا فی الفور ضروری ہے۔ ائمہ میں سے یہ کسی کا مذہب نہیں بلکہ تاخیر بھی جائز ہے تو ممکن ہے امام بخاری نے والوضو منہ بڑھا کر اشارہ فرما دیا کہ موجب وضو تو ہے مگر فی الفور نہیں اس لئے کہ کوئی لفظ جو فور پر دلالت کرتا ہو۔ یہاں ذکر نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ غسل کے لفظ سے امام بخاری کا مقصود حنا بلہ کی ایک جماعت پر رد کرنا ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک منی میں شس کرنا کافی ہے خاصیت رجلا یہ یا تو حضرت مقدر ہیں یا حضرت عمار ہیں یا غسل ذکر ک جن روایات سے پورے ذکر کا دھونا۔ اور جن روایات سے مع الانیشین دھونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کے متعلق جہور فرماتے ہیں کہ وہ نظافت اور علاج پر محمول

باب مَنْ تَطَيَّبَ ثَوْبًا غَسَلَ وَ بَغِيَ أَثَرُ الطَّيِّبِ

ترجمہ: اب جس نے خوشبو لگائی غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہ گیا۔

حدیث نمبر ۲۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَزَنِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَ ذَكَرْتُ لَهَا

قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أَحَبُّ أَنْ أَصْبِيَهُمْ مَحْضَرًا أَنْ نَضِخَ طَبِيبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَ نَا طَبِيبٌ

وَيَسْئَلُ اللَّهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبًا فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَصْبِيَهُمْ مَحْضَرًا

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے پوچھا جبکہ میں ان کے سامنے حضرت عبد اللہ بن عمر کا یہ قول پیش

کیا کہ میں تو پسند نہیں کرتا کہ میں محرم ہوں کہ خوشبو مہکا تا ہوں۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا میں یا حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی پھر وہ اپنی بیویوں کے پاس جاتے پھر محرم ہو جاتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی غسل میں مکہ میں نہ کرے حتیٰ کہ جو خوشبو غسل سے قبل لگائی تھی اس کا اثر غسل کے بعد بھی باقی رہا تو کوئی حرج نہیں اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے جو اس طرح کے ازالہ کا عدم وجوب پہلے بیان فرمایا ہے تو اسی کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ خوشبو مضر نہیں تو بدبو بھی مضر نہ ہوگی۔ کیونکہ دو نواز قسم مسیح ہیں۔ ما احب الخ یہ وہی روایت ہے جس کو وہاں بالا اختصار بیان فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۶۵ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ كَأَنِّي أَنْظِلُّ رَأِي وَبَيْعِي الطَّيِّبُ فِي مِغْرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ -

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں گویا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوٹی مبارک میں خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ محرم تھے

تشیخ از شیخ زکریا۔ اس باب سے قبل ابواب میں غسل سے قبل نجاست کے زائل کرنے کا ذکر تھا اب یہاں غسل سے قبل خوشبو لگانے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اگر طہارت و غسل سے قبل خوشبو لگائے تو اس سے غسل میں فرق نہیں پڑتا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک غسل سے قبل خوشبو لگانا جائز نہیں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں

باب تَحْلِيلِ الشَّعْرِ حَتَّىٰ رَأَىٰ الظَّنَّ أَنَّكَ قَدْ أَزَلَيْ بَشَرَتَهُ أَخَاضَ عَلَيْهِ -

ترجمہ، بالوں کو خدال کرنا۔ یہاں تک کہ جب یقین ہو جائے کہ تمام چمڑا سیراب ہو چکا ہو گا تو پھر اس پر پانی بہائے۔

حدیث نمبر ۲۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ بِيَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وَصَوَّغَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَحَلَّلَ بِبَيْدِهِ شَعْرَهُ حَتَّىٰ رَأَىٰ الظَّنَّ أَنَّكَ قَدْ أَزَلَيْ بَشَرَتَهُ أَخَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَعْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا -

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے پہل اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر نماز والا وضو فرماتے۔ پھر

غسل فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے بالوں کا خلل کرتے یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے سر کے چمڑے کو سیراب کر دیا۔ پھر اس پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔ پھر باقی بدن کو دھوتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتی تھیں کہ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے کہ ہم اس سے اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بیان کرتے کہ بالوں کا خلل کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ پانی کا بالوں کی جڑوں میں پہنچا لینا کافی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض ایک اور اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ غسل جنابتہ اور غسل حیض میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں اور حنبلیہ کے نزدیک فرق ہے۔ کہ حالت جنابتہ میں مینڈھیوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے صرف بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا لینا کافی ہے۔ اور غسل حیض میں نقص صغیر ضروری ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے ابواب الحیض میں ایک باب ذکر کیا ہے۔ باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض تو میرے نزدیک امام بخاریؒ نے حاملہ کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں تو صرف بلوغ المألی اصول الشتر پر اکتفا کیا و غسل الحیض میں نقص الشعر کا ذکر فرمایا۔

باب مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجُنَابَةِ شَعْرًا غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَوْ بَعْدَ غَسَلِ مَوَاضِعِ النُّصُوعِ مِنْهُ مَوْكَاةً أُخْرَى

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر باقی حصہ بدن کو دھویا اور وضو کی جگہوں کو دوسری مرتبہ نہیں دھویا۔ اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۷۰ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَمِيْلٍ الرَّقِيقِيُّ عَنْ يُمَيْمَةَ نَزَتْ قَالَتْ وَضَعْتُ رُسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِمِئِينِهِ عَلَى يَسَارِي مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَيْهِ بِالْمَاءِ وَضَحَّ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ مَضَمَضَ وَأَمْسَكَ شِقَاقَ غَسَلٍ وَجْهَهُ وَذَرَأَ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَحَنَّنَ فَنَجَّلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِمِنْقَالَةٍ فَلَوْحًا جَعَلَ يَنْفُضُ بِسِدْرَةٍ

ترجمہ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابتہ کا پانی رکھا اور دائیں ہاتھ

سے ہاتھ ہاتھ پر دوسرے مرتبہ یا تین مرتبہ پانی انڈیلا جس سے شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر دو تین مرتبہ پر گڑا۔ پھر کلی کی ناک میں پانی دیا اپنے چہرہ اور اپنے بازوؤں کو دھویا۔ پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور سارے جسم کو دھویا۔ پھر اس مقام سے الگ ہو کر دونوں پاؤں کو دھویا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس پونچھنے کے لئے کپڑے کا ٹکڑا لائی جس کا آپ نے ارادہ نہ فرمایا بلکہ اپنے ہاتھ سے جھاڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے باب الوضوء فی الغسل میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ غسل میں وضو کرنا کوئی مستقل سنت ہے یا مستقل سنت نہیں ہے بلکہ جزو غسل ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جڑ ہے ان کے نزدیک اگر وضو کرنے کے بعد ان اعضاء کو پانی نہ پہنچائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو لوگ اس کو مستقل مانتے ہیں ان کے نزدیک دوبارہ غسل کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اگر نہ پہنچایا تو غسل متحقق نہ ہوگا۔ یہ باب اس مضمون کے اندر بالکل نص ہے وہاں میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اگر اس باب کی غرض یہ نہ ہو۔ تو پھر تو جیہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب ہو یا نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں واجب ہے تو امام بخاری نے اس باب سے وضو من مس الذکر کے قائلین پر رد فرمایا اس لئے کہ جب کوئی پہلے وضو کرے گا اور پھر غسل کرے گا۔ تو اس کی وجہ سے ہاتھ اور اعضاء دھوئے گا۔ اور اس کے بعد وضو کرنے کو کھسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قائل نہیں اور اس کا کوئی باب بھی ذکر نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک تو امام بخاری نے مس ذکر سے وضو کے قائل ہیں اور نہ مس مرآۃ سے ان دونوں میں سے کسی باب کا بھی ذکر نہیں فرمایا۔ اس باب کی روایت ثوعبل جہد سے بظاہر ترجمہ باب ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مقصود بقیہ جہد کے غسل کو ثابت کرنا ہے۔ اور یہ جہد عام ہے۔ لہذا یہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں فضل ماس جہد صلاحۃ مذکور ہے۔

باب اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ اَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ۔

ترجمہ جب کوئی شخص مسجد میں یاد کرتا ہے کہ وہ جنبی ہے تو اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے تتمم نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَفْتَتِ الصَّلَاةُ وَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَخْرُجُ رَأْسُكَ مِنْ رَأْسِكَ إِلَّا تَوَضَّعَ لَكَ رَأْسُكَ فَتَنَافَسَ فِيهِ مُصَلُّوهُ ذَكَرَ أَنَّ أَهْلَهُ جُئِبَ فَقَالَ لَنَا مَكَانُكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ الْهَمْدِيُّ

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کہی گئی کھڑے کھڑے صاف ٹھیک کی گئی تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب اپنی جائے نماز میں کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ توجہی ہیں۔ تو ہم سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر دو پس اگر غسل فرمایا۔ پھر اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کا سر مبارک قطرے ٹپکتا تھا۔ تکبیر کہی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ اس باب سے سفیان ثوریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ پر رد فرما رہے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر مسجد میں چلا گیا اور جلنے کے بعد اسے یاد آیا۔ کہ وہ جنبی ہے تو اب اس کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ بلکہ فوراً تیمم کرے اور پھر نکلے۔ کیونکہ اولاً وہ ناسی ہونے کی وجہ سے معذور تھا۔ اب ذکر ہونے کی وجہ سے اس پر ذکر کے احکام جاری ہونگے چونکہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہونے کی وجہ سے عادم المائے ہے۔ لہذا تیمم کرے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فوراً نکل جائے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت جنابت مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور یاد آنے کے بعد بلا تیمم کئے واپس تشریف لے آئے۔ نیز اتنی دیر بحالت جنابت مسجد میں مکث ہوگا۔ اس لئے جلدی ہی نکل جائے۔ ثعویج المینارؒ سے یہ روایت بڑی معرکہ الا را ہے۔ بالخصوص سنن کے اندر۔ اس میں تو صرف اٹلہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے آپ کو یاد آگیا کہ آپ جنب ہیں تو صحابہ کرام کو ٹھہرنے کو فرمادیا۔ اور تشریف لے گئے۔ پھر غسل فرما کر آئے اور تکبیر پڑھ کر نماز شروع فرمائی۔ مگر ابو داؤد میں ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد یاد آیا۔ اور باہر تشریف لے گئے اس وقت ان لوگوں پر بڑا اشکال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تکبیر تحریرہ رکن صلوٰۃ ہے اس لئے کہ رکن بحالت جنابت شروع ہوا تو کیسے ہوا۔ اس پر منتقل کلام تو ابواب الامامہ میں کہتے گا۔ ہاں ایک اشکال یہاں یہ ہوگا کہ اس موقع پر تکبیر اور اقامت صلوٰۃ کے اندر فصل طویل پایا گیا علی تعریف الفقہاء لہذا اعادہ

باب نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ عُسْدِ الْجَنَابَةِ -

[illegible]

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کے لئے پانی رکھا اور کپڑے سے آپ کے لئے پردہ کر دیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دہاتیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شترنگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو رگڑا پھر ہاتھ کو دھو کر کلی کی ناک میں پانی ڈالا چہرہ مبارک اور دونوں بازو دھوئے پھر سر

پر پانی ڈالا اور اپنے بدن پر پانی بہایا الگ ہو گئے۔ تو دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر میں نے آپ کو کپڑا دیا جو آپ نے نہیں لیا اور دونوں ہاتھ سے جھاڑنے لگے

تشریح از شیخ زکریا ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ امام بخاری کی غرض استعمال کی طہارت ثابت کرنی ہے۔ اس لئے کہ جب نفی کرے گا تو کپڑے وغیرہ پر چھینٹیں پڑیں گی اور اس کا دھونا کہیں منقول نہیں۔ اور میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے۔ لَا تَنْفُضُوا يَدَيْكُمْ فِي الْمَوْضِعِ فَانْهَضْتُمَا وَمَا بِيَدَيْكُمَا الشَّيْطَانُ کہ وضو میں اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑو کیونکہ یہ تو شیطان کے چکھے ہیں تو امام بخاری نے اس پر رد فرمایا ہے۔

باب مَنْ بَدَأَ بِشَيْءٍ وَأَمْسَهُ الْأَيْمَنُ فِي الْغُسْلِ

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو غسل میں اپنے سر کی دائیں جانب سے شروع کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۰ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى الْأَعْمَشِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَ

أَحَدُنَا جَنَابُهُ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوَقَّ وَأُسَمَّا ثُمَّ تَأَخَّذَ بِبَيْدِهَا عَلَى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ وَبَيْدِهَا الْخُرَى عَلَى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم سے کسی ایک کو جب جنابت لگتی تھی تو اپنے دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ اپنے سر کے اوپر اور پھر دائیں جانب اور دوسرے ہاتھ سے بائیں جانب لیتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنی روایت ترجمۃ الباب کے موافق نہیں اس لئے کہ روایت میں شق را اس

کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ شق الایمن سے شق را اس مراد ہے کیونکہ ایک ہاتھ سے تمام بدن کی شق الایمن و شق الایسر نہیں دھوئی جاتی البتہ سر کی شق الایمن ہو یا الایسر وہ ایک ہاتھ سے دھوئی جاسکتی ہے۔ لہذا یہاں بلفظ را اس نکالنا ضروری ہوگا۔ تو اب روایت ترجمۃ الباب کے مطابق ہو جاتے گی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں تو مَنْ بَدَأَ بِشَيْءٍ وَأَمْسَهُ الْأَيْمَنُ اور روایت میں ابتداء کا ذکر نہیں البتہ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ثَلَاثًا بِيَدَيْهَا أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا کی تفسیر تفصیل ہے۔ سر تک پانی پہنچانے کے لئے لیا اور شق الایمن و الایسر کو تلا۔ تو بدایتہ فاعلم شق الایمن سے ہوئی۔ تو شق الایسر پر تقدیم نہ ہوئی۔ تیسرا اشکال یہ ہے کہ روایات سائے

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر ازالہ نجاستہ فرماتے تھے۔ آخر میں ہا کہ سر پر پانی ڈالتے تھے تو بدایتہ شق اس سے کیسے ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ آپ غسل کے مبادی میں بدایتہ بالید کرتے تھے لیکن نفس غسل میں کس سے بدایتہ ہوتی تھی تو مصنف فرماتے ہیں کہ حقیقت غسل کے تحقق کے وقت ابتداء سے سر پر پانی ڈالا جاتا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ سر کی جانب امین سے بدایتہ ہوتی تھی۔

تشیخ از شیخ ذکر کیا اس میں اختلاف ہے کہ غسل کے اندر بدایتہ کہاں سے کی جائے۔ ہمارے یہاں بھی اقوال مختلف ہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اولاً دائیں مونڈھے پر پھر بائیں اور پھر سر پر ڈالے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ سر کے دائیں حصے پر پہلے ڈالے۔ پھر بائیں پر یہی امام بخاری کی غرض ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاری اس باب سے ظاہر یہ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک بالوضو واجب ہے۔ تو امام بخاری بدایتہ بشق اُمہ الامین کہہ کر ان پر رد فرمایا۔

باب مَنْ اغْتَسَلَ عَنْ يَأْنَا وَحْدَكَ فِي الْخُلُوعِ وَمَنْ تَسَوَّاهُ وَالتَّسَوُّهُ أَفْضَلُ
وَقَالَ جُمُوعٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْبَبَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو تنہائی میں اکیلا نہکا نہلائے اور وہ جو پردہ کرے اور پردہ کرنا افضل ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہیں لوگوں سے کہ ان سے حیا کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَءِيلَ يَغْتَسِلُونَ عِزَّةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِنَّهُ إِذْ فُذِّهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوْضِعَ ثَوْبِهِ عَلَى جَنْبِ فَقَرَأَ الْحَجَرُ بِشَوْبِهِ فَمَجَّحَ مُوسَى فِيهِ أَلْتَرَى يَقُولُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ حَتَّى لَطَفْتُ بَنُو إِسْرَءِيلَ إِلَى مُوسَى وَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مِنْ بَاسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ صَوْبًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ صَوْبًا بِالْحَجَرِ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا
فَحَنَّ عَلَيْهِ جَلْدًا مِنْ ذَهَبٍ فَبَعَثَ أَيُّوبُ يَحْتَضِي فِي ثَوْبٍ فَقَادَاكَ يَا أَيُّوبُ
أَلَمْ أَكُنْ أَعْبَيْتُكَ عَمَّا تَلِي قَالَ بَلَى وَعِزَّتِكَ وَتَكُنْ لِعَفْوِي بِعَنْ بَرِّكَتِكَ الْهـ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ننگے غسل کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہلتے تھے۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں اس چیز نے روکا ہے کہ وہ پہاڑ والے ہیں یعنی آپ کے خستین پھولے ہوئے ہیں تو ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کے لئے باہر چلے گئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے نقش قدم پر سر پٹ دوڑے فرماتے ہیں لے پتھر میرے کپڑے اور پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا کہ ان میں کوئی مرض نہیں ہے۔ اپنے کپڑے لے کر پتھر کو مارنے لگے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کی وجہ سے پتھر میں چھ یا سات نشان مارنے کے تھے نیز حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ ننگے غسل کر رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹٹیاں رگڑنے لگی حضرت ایوب صاحب اپنے کپڑے میں بک بھر بھر کے جمع کر لے گئے۔ تو ان کے رب نے ان کو پکڑا لے کر فرمایا کہ کیا تم نے قسم قسم کا مال دے کر تمہیں غنی نہیں بنایا۔ فرماتے ہو کہ نہیں میری عزت کی قسم مگر مجھے تو آپ کی برکت سے بے پروا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا محتاج ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی: تنہائی میں ننگا نہانا جائز ہے مگر تشریفی پردہ کرنا افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے جہاں کی جائے اگر اشکال ہو کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کر کے انسان بچ کیسے سکتا ہے۔ کپڑے پہنے تو بھی اس سے کوئی چیز عفی نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے کسی طرح چھپ نہیں سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں سے مراد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کی جائے اس کے منشاء کے خلاف نہ کیا جائے کسی چیز کا چھپنا تو اللہ تعالیٰ سے ممکن نہیں مگر اس کی رضا جوئی کا خلاف ممکن ہے۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ باری تعالیٰ کی رضا اسی میں کہ تم خلوت میں بھی ننگے نہ ہو۔ ہر حال میں تشریف کرنا چاہیے۔ ان اللہ جی سنیو آپ سے کہا گیا کہ

اگر کوئی شخص نہ ہو تو بھی ننگانہ ہونا چاہیے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا **وَالسُّتْرَافُضْلُ يَغْتَسِلُونَ حَتَّىٰ** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں ننگا نہانا ممنوع نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکمل کو اختیار کرتے تھے یا یہ کہ حضرت موسیٰ ہر شریعت محمدیہ کو اختیار کرتے تھے۔ کیونکہ آپ جمیع انبیاء کے رسول ہیں۔ ۳۳۔ یعنی نفع و خصیتیں چونکہ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ان سے نفرت پیدا ہوتی ہے اس کے ظاہر کرنے سے مبتلی بالمرض کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے لوگوں نے اس کا اظہار کیا جس سے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچی کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ اس میں انسان کی ذلت ہوتی ہے۔ بھجج بھی جلدی سے بھاگتا۔ فضل ابوب یحییٰ حضرت ایوبؑ پر بہت سے انعامات کئے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ شیطان کے بھی محسوس بن گئے۔ تو قسم و قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ سوائے ایک عورت کے سب اہل و عیال فنا ہو گئے۔ پھر نجات ملی۔ اور ان جیسے کئی انعامات ملے مگر پھر بھی سونے کی ٹڈی کو پکڑتے ہیں اس پر عتاب ہوا۔ مگر چونکہ فعل ایک ہوتا ہے نہات کے اختلاف کی وجہ سے حسن و قبح میں فرق آجاتا ہے۔ ایک مسجد کو بنانے کے لئے گنا تھے۔ یہ فعل حسن ہے۔ دوسرا بے حرمتی کے لئے گنا تھے یہ فعل حرام ہے ایسے حضرت ایوبؑ نے مال کی حرص کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ بلکہ برکت ایزدی کو احاطہ کرنے کے لئے جمع کیا۔ بہر حال ان دونوں پیغمبروں کا خلوة میں عریا ناغسل کرنا ثابت ہوا۔ **وَالسُّتْرَافُضْلُ** کے لئے آپ کا ارشاد **اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يَسْتَحْيَا**

تَشْرِیْحُ از شیخ زکریا مقصود عریا ناغسل کا جواز بیان کرنا ہے ۱۔ وستر کے ساتھ غسل کرنا افضل ہے۔ مگر یہ دونوں صورتیں اس وقت ہیں جب کہ غسل خانہ میں ہو اور ستر اس لئے افضل ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ قلت یا رسول اللہ ارایت ان کان احد خافی الخلوۃ تو اس پر آپ نے فرمایا **اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يَسْتَحْيَا** اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خلوت میں بھی عریا ناغسل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری اس پر رد فرما رہے ہیں۔ وکان موسیٰ یغتسل وحده چونکہ موسیٰ علیہ السلام بڑے چادر تھے۔ اس لئے وہ بنی اسرائیل کی طرح ایک دوسرے کے سامنے غسل نہ فرماتے تھے، بلکہ ستر کے ساتھ فرماتے تھے۔ ۲۔ در منورم الخصبیۃ فذهب یغتسل مرة ای فی خفا من الناس یعول ثوبی یا جبر الخ اس پر اشکال نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جماد کو کیسے خطاب فرمایا اس لئے کہ اس جماد سے ذوی العقول کا سافل صادر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نافرمانی

باب التَّشْرِيفِ الْقُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

حدیث نمبر ۲۷۲ ۱۰۰
اَوْ طَالِبٍ تَقُولُ ذَٰلِكَ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامًا لِّفَتْحِ مَكَّةَ
يُغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَشْرُكُ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَاجِرٍ -

تشریح از شیخ زکریا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کراہم بخاری نے باب سابق میں غسل خانہ میں نہ

کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت بیان کی تھی اور یہاں مجمع میں غسل کرنے میں تشر کا وجوب ثابت فرما رہے ہیں اور علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے حافظ کا اتباع کیلئے ہے۔ اور باب کی یہی غرض بیان کی ہے۔ میرے نزدیک یہ غرض نہیں اس لئے کہ جب تنہا غسل کرنے کے اندر تشر افضل ہے تو مجمع میں غسل کرنے میں تو تشر بدرجہ اولیٰ واجب ہوگا۔ لہذا میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ اگر مجمع کے سامنے لگی پہن کر غسل کرے تو صرف لگی پہننے پر اکتفا نہ کرے بلکہ کچھ آڑ کرے دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ آڑ کئے ہوئے تھیں اور حضور اکرمؐ غسل فرما رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ مسلم لگی ضرور باندھے ہوئے ہوں گے اور آڑ جو کی جا رہی تھی۔ وہ بقیہ بدن کی ہوگی۔ اگرچہ اس کا تشر ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۲۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَعَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَعَسَلَ فَوَجَّهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رَجُلِيكَ ثُمَّ أَقَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحَّى فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ ۖ

ترجمہ، حضرت ميمونہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پردہ کیا جبکہ آپ جنابت سے غسل فرما رہے تھے۔ تو آپ نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا جس سے شرمگاہ اور ہر اس جگہ کو دھویا جہاں منی پہنچی تھی۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر رگڑا بعد ازاں نماز جیسا وضو فرمایا سوائے دو نو پاؤں کے پھر اپنے جسم پر پانی بہایا پھر الگ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

باب إِذَا اخْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ ۖ

ترجمہ، جب عورت کو اختلام ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ امْرَأَةً ابْنُ طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ اخْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ صحابی کی بیوی حضرت ام سلمہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں رکھتے کیا عورت کو جب احتلام آئے تو اس پر غسل واجب ہے۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی کو دیکھے۔

خشیعہ از شیخ زکریا۔ فلاسفہ کی ایک جماعت تو انکار کرتی ہے کہ عورتوں کے اندر منی نہیں ہوتی اور فقہاء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے مگر چونکہ رحم کا منہ ٹھٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو احتلام نہیں ہوتا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ استقرار حمل اور ثبوت پوری ہونے کے لئے ٹانگ اٹھا کر دلی کرنا بہتر ہے امام بخاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت فرمایا کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ احتلام بھی ہوتا ہے

باب عَرَفِ الْجَنْبِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَجْنُبُ

ترجمہ، جنبی کے پسینے کا کیا حکم ہے اور مسلم نجس نہیں ہوتا کا کیا مطلب ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۵۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمَزِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهِ فِي بَعْضِ طَلِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جَنْبٌ فَأَغْتَسَلَتْ مِنْهُ فَذَهَبَتْ فَأَغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ ابْنُ كُنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جَنْبًا فَكَوْهُتُ أَنْ أَجَاسِدَكَ وَأَنَا عَلَى نَحْيِ طَهْرٍ لَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَجْنُبُ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بعض راستوں میں ان سے ملائی ہوئے۔ جبکہ ابو ہریرہؓ جنبی تھے فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کھسک گیا اور جا کر غسل کر لیا پھر آنے تو آپ نے پوچھا ابو ہریرہؓ تم کہاں چلے گئے تھے۔ کہا کہ میں جنبی تھا اور آپ کی خدمت میں بغیر طہارۃ کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا آپ تعجب کرتے ہوئے فرمایا سبحان اللہ تو منی نجس نہیں ہوتا۔

خشیعہ از شیخ مدنی۔ اگر شبہ ہو کہ ترجمۃ الباب میں عرق الجنب کا لفظ ہے جو روایت میں نہیں ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس لئے تو مصنف نے دوسرا ترجمہ رکھا اس کے رکھنے سے اس کا بھی اثبات ہو جاتا ہے کہ جنبی میں ایسی نجاست نہیں کہ جس کی وجہ سے مجالستہ اور معانقہ وغیرہ ممنوع ہو۔ تو اگر مصافحہ میں عرق لگ جائے تو پھر اس سے بھی نجس نہیں ہوتا۔ بلکہ مصافحہ بھی کر لینا چاہیے تو اب روایت

ترجمہ اہلب کے مطابق ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مقصد یہ ہے کہ عرق جنب ظاہر ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلعم نے جنبی ہونے کی حالت میں فرمایا تھا۔ ان المؤمن لا ینجس اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا پسینہ ناپاک ہے۔ یہی بعض علما کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور طہارت کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح کرنا جائز ہے جب نکاح ہو گا تو دلی میں پسینہ وغیرہ لگے گا۔ حالانکہ اس کے دھوئے لکھیں حکم نہیں فرمایا۔ تو یہاں سے امام بخاری نے جمہور کی تائید کی ہے کہ جنبی نجاست حکمیہ کی وجہ سے ناپاک ہے۔ اگر اس کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو جمہور کے نزدیک وہ پاک ہے۔ بعض ظاہریہ اور شوافع ناپاک کہتے ہیں۔

باب۔ الْجَنْبُ یَخْرُجُ وَ یَعِشُ فِی السُّوقِ وَ غَیْرَہٗ وَقَالَ عَطَا وَ یَجْتَجِرُ الْجَنْبُ وَ یُقَلِّمُوْا اَظْفَارَکُمْ وَ یُخْلِیْ رَاسَہٗ وَ اِنْ لَّوْ یَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ، جنبی آدمی بازار وغیرہ میں نکلے چلے پھرے۔ اس کے لئے جائز ہے حضرت عطا فرماتے ہیں کہ اگر جنبی پچھنے لگوائے اپنے ناخن کٹوائے اور سر منڈوائے سب جائز ہے اگرچہ وضو نہ کرے۔ حدیث نمبر ۲۷۶ حَدَّثَنَا عِدَّةُ الْأَعْلَى عَنْ حَمَّادِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَ لَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ۔

ترجمہ، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلعم اپنی بیویوں سے ایک ہی رات میں ہم بستر ہوتے تھے، ان ایام میں آپچی نو بیویاں تھیں۔ تشریح از شیخ مدنی۔ فی السوق وغیرہ۔ غیہ کا عطف السوق پر ہے تو مجرور ہو گا اور اگر مرفوع ہو تو فی غیر الخروج والمشي کے معنی ہوں گے۔ دو نو چیزیں حدیث سے ثابت ہوتی ہیں آپ کا طواف علی النساء کہ بغسل واحد ثابت ہوا۔ اگرچہ یہاں بغسل واحد کی زیادتی نہیں ہے۔ مگر پہلی روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ بغسل واحد طواف ہوتا تھا۔ اور آپ سے حضرت ابو ہریرہؓ کا راستے میں ملنا یہ مشی فی السوق ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ طریق مدینہ سوق میں ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ ان سے سوق میں ملے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ بعض سلف میں اختلاف رہ چکا ہے۔ بعض صحابہ جب تک

غسل نہ کر لیتے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لئے اس پر امام بخاری رد فرما رہے ہیں و قال عطاء
 یحتاج الجنب چونکہ حضرت حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ جنبی بجاالت جنابت نہ تو حجامت کرائے اور نہ
 ناخن کترولے اور نہ حلق راس کرے۔ بلکہ اگر کرنا ہو تو وضو کرے۔ اس لئے کہ اگر بجاالت جنابت
 حلق راس کیا۔ تو یہ بال و ناخن وغیرہ جنبی ہوں گے۔ ان پر امام بخاری رد حضرت عطاء کے قول سے
 رد فرما رہے ہیں۔ کان یطوف علی نسائه جب حضور اکرم سلم ہر ایک سے ایک رات میں وطی کرتے
 تھے اور غسل بھی آخر میں ایک ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ سب ایک جگہ تو ہوں گی نہیں بلکہ اپنے اپنے مکانوں
 میں ہوں گی۔ لہذا حضور اقدس سلم کا بجاالت جنابت گھر سے نکلنا اور چلنا ثابت ہو گیا۔

باب کَيُنَوِّضُ الْجَنْبُ فِي لَيْلَتِهِ رَاحًا قَوْضًا قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ۔
 ترجمہ۔ جنبی کا گھر میں ہونا جبکہ غسل کرنے سے پہلے وضو کرے۔

حدیث نمبر ۲۶۷ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَّ دُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْرُقُ قَدْ وَهُوَ جَنْبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَ يَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے پوچھا کہ کیا جناب
 نبی اکرم سلم جنابت کی حالت میں سویا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور وضو فرمایا لیا کرتے تھے
 تسبیح اذیشخ زکریاؑ چونکہ بعض روایات میں ہے ان املامکہ لا تدخل بیتا فیہ کلب
 ولا صورة۔ ولا جنب یعنی اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا۔ فوٹو اور جنبی
 ہو۔ اس لئے امام بخاری نے رد فرمایا کہ جنبی کو کلب اور صورت کے مساوی کرنا ہیج نہیں۔ کیونکہ حضور
 اکرم سلم کبھی اول شب میں قضا وطی فرماتے تھے۔ اور استراحت فرما کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی
 اخیر شب میں اور وجہ تاویل یہ ہے کہ جنبی والی روایت اس صورت پر محمول ہے۔ جبکہ وہ اس حالت
 میں رہنے کا عادی ہو گیا ہو۔ یا اس وقت اسی حال میں نماز کا وقت گزر گیا ہو۔

باب نَوَّضَ الْجَنْبُ۔

ترجمہ۔ جنبی کا نیند کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَمَّ دُ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْزُفْدُ أَحَدُنَا

هُوَ جُنُبٌ قَالَ لَمَعْرَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيُرْ قَدْ وَهُوَ جُنُبٌ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عمر بن الخطابؓ نے آنحضرت رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں جبکہ ایک تمہارا وضو کرے تو جنابت کی حالت میں نیند کر سکتا ہے۔

تشریح ایشیخ زکریاؒ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض نسخ میں یہ ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کے متعلق آگے ترجمہ آ رہا ہے۔ اور اگر یہاں ثابت مان لیا جائے تو پھر کیا جائے گا کہ یہ ترجمہ مطلق ہے۔ اور اگر ترجمہ مقید ہے۔ لہذا تکرار لازم نہ آیا۔ اور یہ ترجمہ بے محل بھی نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ اس باب سے غلطیہ پر رد فرما رہے ہیں جن کے نزدیک نوم سے پہلے توفی ضروری ہے۔ امام بخاریؒ جہوں کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ توفی افضل ہے واجب نہیں اور اگر جنبی بغیر وضو کے سو جائے تو جائز ہے۔ اور نوم کا خاص طور سے ترجمہ اس لئے باندھا کہ بعض آیات و احادیث میں نوم کو اخوالوت قرار دیا گیا ہے تو یہ مناسب ہے کہ موت اچھی حالت میں آنے اسی طرح اولیٰ یہ ہے کہ نوم بھی اچھی حالت (با وضو) آئے لیکن اگر وضو نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ نَوْمًا

ترجمہ۔ جنبی وضو کر کے پھر سوتے۔

حدیث نمبر ۲۷۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِلنَّوْمِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَانَ نَوْمًا وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ خُفَّيْهِ وَتَوَضَّأَ لِلنَّوْمِ

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو کر نماز والا وضو فرماتے تھے۔ بحث گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مَا أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ لَمَعْرَ إِذَا تَوَضَّأَ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے فتویٰ پوچھا کہ کیا کوئی شخص جنابت کی حالت میں نیند کر سکتا ہے۔ فرمایا ہاں سو سکتا ہے جبکہ وضو کرے۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ

ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَائِةُ مِنَ الْبَيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَافْعَلْ ذَكَرَكَ ثَوَعَوْ .

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب میرے والد عمر بن خطابؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ رات کے وقت ان کو جنابت لاحق ہوئی۔ تو حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا وضو کرو، نہر منگاہ کو دھو، پھر سو جاؤ۔ بحث گذر چکی کہ اہل ظواہر کے نزدیک وضو واجب ہے، جہوں کے نزدیک مستحب ہے۔

باب رَاَدَ التَّحْتَاطِ الْخِتَانِ

ترجمہ، جب دونوں شرمگاہیں بل جائیں تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنِ اتَّبَعَ صَلَاتَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَدَ اجْلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا لَا رُبْعَ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ إِذَا قَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ هَذَا أَجْوَدُ وَأَوْكَدُ رَاَتُمَا بَيْنَهُمَا الْحَدِيثُ الْآخَرُ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِمَا وَالْغُسْلُ أَحْوْطُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر ایلاج میں پوری کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ حکم بہت اچھا اور پکڑے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ختان کا اطلاق تغلیباً ہے۔ چونکہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا بھی دستور تھا۔ اس لئے ختان سے تعبیر کیا۔ اتفاقاً ختائن کنایہ ہے۔ دخول ختنہ اور ایلاج سے سلف صحابہ میں اختلاف رہا ہے۔ انصار کی ایک بڑی جماعت المائمن المائمتی کہتے تھے کہ غسل منی کے نکلنے سے ہے اور یہی ظاہر یہ کی رائے ہے اور بعض نے اس کو بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور اکثر مہاجرین اہل کمال بدون الانزال سے بھی وجوب غسل کے قائل تھے اور اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی حدیث باب ان کا مسئلہ ہے اور المائمن المائمتی کا جواب امام نسائیؒ نے یہ دیا کہ وہ احتلام پر معمول ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ المائمن المائمتی کا جواب منسوخ ہو گیا ہے۔ اب اسی پر اجماع ہے۔

اذا اجلس بین شعبی اللہ یح اس سے کیا مراد ہے ایک یہ کہ فرج کے شعب اربعہ مراد ہیں حقیقتاً تو وہاں شعب اربعہ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو ایک لمبوتری شکل ہے بلکہ مجازاً شعب اربعہ کہہ دیا۔ گویا کہ

جانہن میں شعب مان لے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر مراد ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں ٹانگیں اور دونوں سرین مراد ہیں۔ اس لئے کہ جب دلی کرے گا تو ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ اور میرے والد صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ جب ٹانگیں اٹھا کر دلی کرے گا۔ تو اس وقت دونوں سرین نیچے اور دونوں پیر اوپر ہوں گے اور وہ ان کے درمیان ہوگا۔ یہاں یہ بات سمجھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے فہروں میں بہت بڑے بڑے دنیا و آخرت کے مسائل حل فرما دیئے۔ خود دیکھ لو اس حدیث سے جہاں حکم شرعی معلوم ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دلی کا کیا طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ طہی طو سے بھی ادلی ہے۔ اور معاشرتی طور سے بھی۔ طہی طور سے تو اس طرح کہ دلی کرنے میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رحم کا منہ مکسوس ہوتا ہے یعنی الٹا ہوتا ہے۔ تو منہ شرمگاہ کے سامنے آجاتا ہے۔ اور پوری منی اندر چلی جاتی ہے۔ اضاعت منی نہیں ہوتی۔ اور استقرار حمل کے اندر معین ہوگی اور معاشرتی یہ کہ لذت زیادہ ملے گی

باب غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ -

ترجمہ، عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت مرد کو لگ جائے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْقِبٍ الزَّائِدُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا اجْتَمَعَ التَّحِجُّلُ أَمَّا أَفْئَةُ فَلَمْ يَمْنَحْ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَ يُغْسِلُ ذَكَرَهُ فَخَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَأَنْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ فَأَمْرُؤُهُ بِذَلِكَ - ترجمہ، حضرت زید بن خالد جھنی نے حضرت عثمان بن عفان سے پوچھا کہ فرمائیے جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور اسے منی نہ آئے۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ نماز جب پا دھو کرے۔ اور اپنی شرمگاہ کو دھو لے حضرت عثمان نے فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن العوامؓ طلحہ بن عبید اللہؓ اور ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی کا حکم دیا۔ اور ابو ایوب سے بھی یہی مروی ہے۔

تفسیر از شیخ زکریا میں باب غسل المنی ذکر فرمایا کہ وہاں میرے نزدیک غسل ما یصیب من فرج المرأة سے اس منی کا غسل مراد ہے جو عورت سے مرد کو لگ جائے۔ اور یہاں پر غسل رطوبت فرج المرأة مراد ہے۔ رطوبت فرج میں حنفیہ خلیلہ اور شافعیہ کے دو قول ہیں ایک

طہارت کا دوسرا نجاست کا۔ اور مالکیہ کا قول واحد ہے کہ نجس ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِزْمِيُّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا جَاءَكَ الْمَرْءُ فَكُلُّهُ يَنْزِلُ قَالَ يُغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْءُ مِنْهُ ثَعْتَيْنِ نَوَاضًا وَيُصْبِغُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ إِذَا جَاءَكَ الْمَرْءُ يَنْزِلُ لِيُخْتَلَا فِيهِ الْمَاءُ أَنْتَغَبُ (الحدیث)

ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے مگر انزال نہیں ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ عورت کو مرد کی طرف سے جو کچھ لگ جائے اسے دھو دے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور یہ آخری قول ہے ہم نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ اس میں اختلاف ہے۔ بہر حال پانی زیادہ صاف کرنے والا ہے۔

الغسل احوط اس میں اختلاف ہے کہ امام بخاریؒ من جبین غسل یا لا کسال بدون الانزال میں ہیں۔ یا المأمن الماء کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ الغسل احوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاریؒ وجوب غسل کے قائل نہیں ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ساتھ ہیں اور بعض کہتے ہیں الغسل احوط کہنے کا مطلب یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غسل فرض اور ضروری ہے۔ اور یہی میری رائے ہے۔ اس روایت میں ایک لفظ ہے يغسل ذکرہ اس سے معلوم ہوا ما یصیب من فرج المرأة ناپاک ہے۔ جبھی تو غسل کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لہذا اس سے شوافع پر رد ہو گیا۔ وذلک الآخر اس لفظ سے میرے نزدیک موت کی طرف اشارہ ہے اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اختتام باب کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْحَيْضِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَیَسْخَرُوْا نَفْسَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَدٰی فَاعْتَزِلُوْا اللّٰسَآءُ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْنُ بُوْمُھُنَّ حَتّٰی یَطْمَھُرْنَ فَاِذَا تَطْمَھُرْنَ فَاُتُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَ كُھُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۔

ترجمہ، یہ کتاب حیض کے مسائل کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں وہ تکلیف دہ چیز ہے۔ اس لئے ایام حیض میں عورتوں سے الگ تھک رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو اس مقام سے ہمسری کر دو جہاں سے اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور طہارت والوں کو پسند کرتا ہے

باب كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ اٰدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَوَّلُ مَا اُتِيَ سِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي اِسْرَآئِیْلَ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ ۔

ترجمہ، حیض کی ابتدا کیسے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلم کا فرمان تو یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنو آدم پر رکھ دی ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے پہل حیض بنی اسرائیل پر بھیجا گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حدیث النبی صلم اکبر ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخِیْطُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا اَلْحُجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرَفٍ حِطَّتْ فَدَخَلَ عَلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنٰی فَقَالَ مَا لَکَ اَفَسِیْتَ قُلْتُ لَعَنَ قَالَ اِنَّ هَذَا اَمْرٌ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ فَاَقْبَضِی الْحَیْضَ عَنِیْ لَا تَطُوْرِیْ بِالْبِیْتِ قَالَتْ وَضَعِیْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقْرِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ سے نکلے تو حج کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ پس جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو میں حالتہ ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلم میرے

پس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا مجھے کیا ہو گیا کیا حیض آ گیا۔ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ یعنی جو کچھ مناسک حاجی ادا کرتا ہے آپ بھی وہی سرانجام دیں مگر بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھنے کی اپنی بیویوں کی طرف سے قرانی کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: وما اقل ما ارسل الحيض على بنى اسرائيل یہ روایت مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ اولاً عورتیں مردوں کے ساتھ مسجد میں آیا کرتی تھیں، مرد جب جمے میں جاتے تو یہ بیٹھ کر ان کی فرنگیاں ہوں کو دیکھتی تھیں۔ اس تعدی کی وجہ سے ان پر حیض بھیجا گیا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آپ کو عورتوں کا فتنہ معلوم ہو جاتا تو بنی اسرائیل کی طرح مسجد سے روک دی جاتیں۔ اور آپ کے قول ہذا شیخ کتبہ اللہ علیہ بات ۳۱۷ ص ۱۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنو اسرائیل کی عورتوں کی خصوصیت نہیں تھی۔ بلکہ عام نبات آدم کا ابتلا ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا قول اکبر ہے یا اکثر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ چیز اکثر عورتوں کو پیش آیا کرتی ہے۔ بنو اسرائیل کی عورتوں اور ان کی غیر کو قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے تو دونوں روایات میں مطابقت ہو گئی۔ اور دوسری تو جہیہ ہے کہ کلام رسول قبولیت اور فوت کے اعتبار سے غیر رسول کے کلام سے اکبر ہے معنی اجل و اعظم ثبوتاً ہے اس لئے اس کا اعتبار ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حیض کے معنی توجع اور سیلان کے ہیں۔ خذ ما ذی ای الدملحاح فی الحيض لا خفق بوجہٗ یہ لفظ مرقم کے قربان کی نہیں کو شامل ہے۔ اپنے عموم کی وجہ سے اس لئے امام بخاریؒ کو جہاں جہاں استثنائے لے گا۔ وہاں وہاں ان مقامات کو اس عموم سے خاص کرتے رہیں گے۔ اور ان پر ابواب باندھتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الحيض کو اس آیت سے اس لئے شروع فرمایا کہ یہ آیت احکام حیض کو جامع ہے اور نیزاً ابتداء حکم حیض کی آیت ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو شمول اور دلالت علی الابتداء کی بنا پر اس آیت سے باب کو شروع فرمایا۔ اور کتاب بخند کرنے کے اندر صرف حیض کی کتاب باندھی۔ استخاضہ اور نفاس کو بھی اس کے اندر ذکر فرمایا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ چونکہ ابواب حیض ہی اکثر تھے۔ اس اکثریت کی بنا پر حیض کو ذکر فرمایا۔ اور باقی تابع ہو گئے اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو حیض ہی ہے۔ استخاضہ اور نفاس کوئی مستقل نہیں استخاضہ کیا ہے بگڑا ہوا حیض اسی لئے لفظ استخاضہ میں اختلاف ہے کہ اس میں معنی انقلاب پاتے جاتے ہیں

کہ حیض سے استحاضہ ہو گیا۔ یا کثرت کی رعایت ہے کہ مدت حیض سے زائد ہو گیا۔ اور نفاس کیا ہے وہ بھی حیض ہی کا خون ہے جو ایام حمل میں رحم میں جمع ہوتا رہا۔ چونکہ ایام حمل میں حیض نہیں آتا اس لئے کہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اور چونچ جاتا ہے وہ جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور ولادت کے بعد نکلتا ہے چونکہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ فرماتے ہیں کہ انسان کیا تکبر کرے اور کیا نخوت کرے باپ کی میانی سے نکل کر ماں کی میانی میں آگیا۔ اور خون کھاتا رہا۔ اور پھر بعد میں میانی ہی سے نکلا تو وہ کس بات پر تکبر کرتا ہے۔

باب بیف بدعہ یہ تیسرا باب ہے جو کیف مکان سے شروع ہوا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ وہ ان کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ہدایت حیض کی کیفیت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کب ابتدا ہوئی اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ ہذا الحيض کا کیا سبب ہوا تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہذا حیض کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچہ کی غذا بنتا ہے۔ اس لئے اس کی ابتدا ہوئی۔ تاکہ وہ ایام حمل میں اس کو کھائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو اسرائیل کے زمانہ سے ابتدا ہوئی۔ ان کے زمانے میں دستور تھا کہ مرد و عورت ساتھ ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے جو نہیں پہنچے کھڑی ہوا کرتی تھیں اور مرد جب سجدے میں چلے جلتے تھے تو یہ بھی ہتی جھٹیں۔ اور ان کو جھانک جھانک کر دیکھا کرتی تھیں۔ اس لئے اس کی منرا میں ان پر یہ حیض مسلط کر دی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام سے ہی اس کی ابتدا ہوئی۔ چونکہ حضور اکرم صلیم فرماتے ہیں کہ ہذا شیخ کتبہ اللہ علی بنات آدم اور امام بخاریؒ نے بنو اسرائیل والا قول نقل کر کے اس پر قول البنی کو ترجیح دی۔ اور فرمایا کہ قول البنی اکثر ادا کبر مطلب یہ ہے حدیث البنی اکبر قوۃ یا مطلب یہ ہے کہ حدیث البنی اکثر شمولاً اور علماء مجہدین فرماتے ہیں کہ دونوں کوئی تعارض نہیں۔ ابتداء تو حضرت حوا سے ہے اور شدت بنو اسرائیل کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی شرارتوں کی بنا پر امام بخاریؒ نے خانی امر کی شرح فرمادی غیر ان لا تطوف بالبيت اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائض کا مسجد جانا جائز نہیں۔ طواف الطواف بالبيت صلوة والمائت منوعة عن الصلوة فکذا عن الطواف۔ وضحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ازواج مطہرات احرام کھول کر متمتع ہو گئی تھیں اس لئے دم متمتع ایک گائے ذبح فرمائی۔

باب غَسْلِ الْخَائِضِ وَاسْتِنْزَاكِهَا وَتَرْجِيلِهَا

ترجمہ، عائضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس کا لنگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۲۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَرْجِلُ

رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا خَائِضٌ

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو لنگھا کرتی تھی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ لا تقرب بوهن سے ہر قسم کے قربان کی ممانعت معلوم ہوتی تھی تو جو جو استثنائات احادیث میں وارد ہوئے ہیں امام بخاریؒ ان کو ذکر فرمائیں گے جن میں قربان ثابت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے سر کو بحالت حیض دھو سکتی ہے اور لنگھی کر سکتی ہے ائصال یہ ہے کہ روایت میں صرف ترجیل کا ذکر ہے غسل الراس کا کہیں ذکر نہیں۔ تو عامہ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ عموماً غسل راس کے بعد ہی ترجیل ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو قیاساً ثابت کیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ آگے روایت آرہی ہے اس کے اندر غسل سر کا ذکر بھی ہے۔ تو دوسرے جہ سے اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ ترجیل اور دوسرے خدمات میں کوئی فرق نہیں۔

حدیث نمبر ۲۸۷ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ بْنُ مَوْسَى عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخَذَتْ مِنِّي الْخَائِضَ أَذْنًا لِمَا مَنَعِي الْمَرْأَةَ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَتْ عُرْوَةُ كُلُّ ذَلِكَ عَلَيْكَ هَيْئًا وَكُلُّ ذَلِكَ تَحْتَدُّ مِنِّي وَكَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بِأَمْسٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مَا تَشْتَهُ أَكْثَرُ كَانَتْ تُرْجِلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنُبٌ إِذْ تَجَاوَزَ فِي السَّجْدَةِ فِي كَهَا مَأْسَةٍ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا خُتِرَ جِلْدُهَا وَهِيَ خَائِضٌ

ترجمہ، حضرت عروہ بن مسود سے پوچھا گیا کہ کیا عائضہ عورت میری خدمت کر سکتی ہے یا جنابت کی حالت میں میرے قریب ہو سکتی ہے تو حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ ان میں ہر ایک چیز میرے اوپر آسان ہے اور ہر ایک میری خدمت کر سکتی ہے۔ ان میں سے کسی پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھے خبر دی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لنگھا کرتی تھیں جبکہ وہ عائضہ ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن مسجد میں مشغول ہوتے تھے تو انہاں سر مبارک حضرت عائشہؓ کے قریب کر دیتے تھے جبکہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہوا کرتی تھیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت حیض میں لگھا کرتی تھیں۔

باب قَوْلُهُ الرَّجُلُ فِي كَهْجَةٍ مَّا كَانَ وَهِيَ حَائِضٌ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَحْجِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَهْلِ نَدِيرٍ فَكَاتِبِيهِ بِالْمَصْحَفِ فَتَمَسَّكَهُ بِعِلَاقَتِهِ۔

ترجمہ: آدمی کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا جبکہ وہ حالت حیض میں ہو حضرت ابو بکرؓ تابعی اپنی خادمہ جو مائضہ ہوتی تھی اس کو حضرت ابی رزین کے پاس بھیجتے تھے تاکہ وہ ان سے قرآن مجید لائے چنانچہ وہ اس کو غلاف سے پکڑتی تھی۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْهَاتِمُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِحُجْرَتِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقُولُ الْقُرْآنَ۔ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں سہارا لیتے تھے جبکہ وہ مائضہ ہوتی تھی اور قرآن پڑھتے تھے۔

فتنیجہ از شیخ مدنی: وہاں ابو داؤد الخ اس اثر سے قرآن کے ساتھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ غالباً مصنف کا مقصد یہ ہے کہ جیسے مائضہ کے لئے مس قرآن بعد اقل جائز ہے ایسے اس کے لئے قرآن قرآن بھی جائز ہے۔ مگر یہ جمہوریہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ مائضہ اور جنبی دونوں کو قرآن کی اجازت نہیں دیتے۔ اور ابو رزین کا فعل جمہور پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ تاہی ہیں جبکہ وہ کوئی مرفوع حدیث بیان نہیں کرتے۔ مصنف کے نزدیک مائضہ کے لئے مس مصحف بعد اقل جائز ہے۔ جمہور حمل کو بھی ناجائز کہتے ہیں کیونکہ وہ منحل بالتعظیم ہے ^{ہاں} انکار حمل نہیں ہے

فتنیجہ از شیخ زکریا: شراح کی رائے یہ ہے کہ مسئلہ یہ بتلانا ہے کہ مائضہ خود تو قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ اب اگر کوئی اس کی گود میں بیٹھ کر پڑھے تو جائز ہے یا نہیں امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ جائز ہے اور میرے نزدیک ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مائضہ جزء دان کے ساتھ قرآن اٹھا سکتی ہے یا نہیں حنفیہ اور خابلیہ کے نزدیک اٹھا سکتی ہے۔ اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نہیں اٹھا سکتی تو امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کو ثابت کر دیا اور احناف کے مسلک کی تائید کی۔ فیہم خادمہ الخ سے بھی میری بات کی تائید ہوتی ہے۔

باب مَن سَمِيَ الْبَنَفَاسَ حَيْضًا -

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جو نفاس کو حیض نام دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۹ حَدَّثَنَا الْمُكَلَّمِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحِمْصِيُّ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ قَالَ لَمَّا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْطَبِعَةً فِي غَيْصَةٍ إِذْ حِصَّتْ فَأَنْسَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ أَنْفَسْتُ قُلْتُ نَعَمْ فَذَعَانِي فَأَصْطَبِعْتُ مَعَهُ فِي الْغَمِيلَةِ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گرم منقش چادر کے اندر لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ میں جلدی کھسک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہن لے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلایا تو میں آپ کے ساتھ اس منقش چادر کے اندر لیٹ گئی۔

تفسیر از شیخ مدنیؒ: ستمی کا تعدیہ دو معنوں کی طرف ہوتا ہے۔ مفعول ثانی عارضی ہوتا ہے اور مفعول اول اصل ہوتا ہے۔ مگر روایت میں اس کے برعکس ہے کہ وہاں حیض کا نام نفاس رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ستمی النفاس حیض کی بجائے ستمی الحیض نفاساً کہنا چاہیے تھا۔ اصل مسئلہ تو یہاں یہی ہے کہ حالت حیض میں جیسے دخول مسجد مس مسحف وغیرہ منوع ہیں ایسے نفاس کی حالت میں بھی۔ مگر چونکہ روایات جو نفاس کا حکم بتلاتی ہیں وہ مسنّف کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو نہیں لیا۔ تو من ستمی النفاس حیضاً بعض نے کہا کہ کاتب کی غلطی ہے کہ اس نے قلب کر دیا۔ دوسری تو جہ یہ ہے کہ ستمی معنی اطلاق کے ہے۔ نمبری تو جہ یہ ہے کہ مسنّف نے صفت قلب کو اختیار کیا ہے جو کہ بلاغت کی منافع میں سے ہے۔ کما طینت باذیقت الصیاع ^(مکمل) ^(مکمل) یہ صفت قلب کسی خاص فائدہ کی غرض سے اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً جس شخص کی آستین یا جیب لمبی ہو تو کہا جاتا ہے کہ جیب اور آستین میں کرتہ سیاہ ہے۔ یہ قلب اس امر کو بتلانے کے لئے ہے کہ جیب تمہاری بہت بڑی ہے اور کرتہ چھوٹا ہے۔ ایسے یہاں شعر میں بھی کیا نگار اتنا زیادہ لگایا گیا کہ کہا جا سکتا ہے کہ گلے میں قصر لگا دیا اسی کو اپنی ادنیٰ کے لئے کہنا چاہتا ہے۔ تو یہاں بھی بتلانا ہے کہ اگرچہ عرف عام میں اس حالت کو حیض کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے اصل قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ آپؐ کا تسمیہ اصل ہے۔ اس لئے اس نکتہ لطیف کی وجہ سے یہاں قلب واقع ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاء لغات کو بتلانے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے

بلکہ الاہسان قومہ مبعوث ہوتے ہیں تو مصنف کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے اطلاق کو مجاز پر محمول کر کے ٹالنا نہ جائے۔

فتنیج از شیخ زکریا یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت سے تو تسمیۃ النفاس بالحيض ثابت نہیں ہو رہا۔ بلکہ روایت سے تو تسمیۃ الحيض بالنفاس ثابت ہوتا ہے۔ بعض علما نے اس کا جواب دیا ہے کہ ترجمہ مقلوب ہے اصل میں من سقی الحيض نفاساً اور بعض علما نے جواب دیا کہ سقی اطلاق کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ من اطلاق النفاس علی الحيض اور میرے نزدیک رائج یہ ہے کہ امام بخاری نے روایت کے الفاظ کو باب میں الٹ دیا۔

میں تلازم ثابت کرنے کے لئے کہ دونوں کے احکام ایک ہیں۔ الا ما خص مثلاً مدت حیض دس دن تک ہے اور مدت نفاس چالیس دن اب امام بخاری کی اس ترجمہ سے کیا غرض ہے بعض کی رائے ہے کہ محض اطلاق النفاس علی الحيض کو ثابت کرنا ہے۔ اور میرے نزدیک تلازم فی الاحکام بیان کرنا ہے کہ نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لغت تہانے آئے اور نہ امام بخاری کی کتاب لغت میں ہے

باب مَبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

ترجمہ، حائضہ کے بشرہ جسم سے بشرہ جسم ملانا

حدیث نمبر ۲۹۰ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الْأَعْمَشُ عَنْ مَرْثَدَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنِّسَاءُ مَعِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْمَةٍ وَاحِدَةٍ كَلَدْنَا جَنْبَ وَكَانَ بَيْنَ مَرْثَدَةَ فَأَتَرْتُ نَيْبًا شَرِيفًا وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ نِسَاءَهُ رَأْمًا وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسَلَهُ وَأَنَا حَائِضَةٌ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔ تھے۔ اور آپ مجھے حکم دیتے تو میں چادر لٹکی باندھ لیتی تھی تو آپ اپنا جسم میرے جسم سے ملاتے تھے جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک میری طرف نکالتے جس کو میں دھو دیتی تھی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

فتنیج از شیخ زکریا۔ حائض سے مباشرت کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے۔ امام ابو حنیفہ

امام شافعی اور امام ابو یوسف تو فرماتے ہیں کہ مادون السرق یعنی ناف سے نیچے اور مافوق الرکبۃ یعنی گھٹنے سے اوپر جائز نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ بعد چادر لٹکی باندھنے کے جائز ہے۔ اور امام احمد بن حنبل

اور امام محمد فرماتے ہیں کہ صرف مقام خاص کے اندر تو مباشرت جائز نہیں باقی سب جگہ جائز ہے۔ ان حضرات
ائمہ اربعہ نے احتیاط برقی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ جو ان کو زیادہ جوش ہوتا ہے۔ اس لئے اس حد تک
اجازت دے دی۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ میں اگلوں کے ساتھ ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹۱ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَلِيلٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَا حُدَا
اِذَا كَانَتْ حَائِضًا كَانَ اِدْرَسُوهُنَّ اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُوْا اَنْ یَّبَاشِرَہَا اَمْرًا
اَنْ تَتَزَوَّجَ فَوَدَّ حَیْضُہَا تَحْتَ یَبَاشِرَہَا قَالَتْ وَاکْبَحُوْا یُمْلِكُ رَا بَہُ (الخ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ نہ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی ایک عالتہ ہوتی تھی اور جناب رسول اللہ
صلعم کریم حیض کے جوش کے وقت اس سے مباشرت کا ارادہ ہوتا تو اسے چادر لگی باندھنے کا حکم
دیتے اور پھر اس سے مباشرت فرماتے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتی کہ جیسے آنحضرت نبی اکرم اپنی
ماحت کے مالک تھے تم میں سے کون ان جیسا مالک حاجت ہے فی خود حیض تھا۔ بیابشر ہلکے
متعلق ہے۔ دایکھ میدف اربہ۔ یہ لفظ دو طرح سے منبط کیا گیا ہے۔ ایک ارب دوسرا ارب اول
ماحت اور دو طرح کے معنی میں ہے۔ اور ثانی عضو مخصوص کے معنی میں ہے۔ اس جملہ کے دو مطلب ہیں ایک
یہ کہ حضور اکرم صلعم باوجود اتنی قوت اور جوش کے اپنی حاجت پر قابو اور قدرت رکھتے تھے یہ نہیں
ہو سکتا تھا کہ کوئی امر خلاف ہو جلتے۔ اور تم کو اتنی طاقت نہیں ہے۔ لہذا اپنے آپ کو حضور پاک صلعم
پر قیاس مت کرو۔ بلکہ اس معاملہ میں احتیاط کرو۔ ایسا نہ ہو کہ من یمنع الحیض فیہ یعنی جو چراگاہ
کے ارد گرد چرتا ہے وہ اس کے اندر گھس جائے گا کے مطابق کہیں کسی خلاف امر کا ارتکاب ہو جائے۔ اور
دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم اپنے عضو اور اپنی حاجت پر قابو یافتہ تھے۔ اور باوجود اس کے
پھر بھی مباشرت فرماتے تھے تو پھر تم تو اتنے قابو یافتہ نہیں ہو۔ لہذا تم کو تو بدرجہ ادلی جائز ہوگا۔
یہ دونوں منضاد تو جہیں ہو گئیں۔ الغرض لا تقر یمن سے مباشرة کی نفی ہو رہی تھی۔ امام بخاریؒ یہاں
سے اس کا استثنائاً ثابت فرما رہے ہیں۔ مباشرة کے معنی ہیں کھال کو کھال سے ملانا۔ امام بخاریؒ اس
مسئلہ میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس باب میں تین حدیثیں وہ ذکر فرمائی ہیں
جو سب اترار کی ہیں۔ (یعنی چادر باندھنے کی ہیں)

حدیث نمبر ۲۹۲ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحِمْصِيُّ مِمَّنْ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آوَىٰ إِلَىٰ بَيْتٍ شَرِبَ مِنْ نِسَائِهِمْ أَمْرَهُمَا فَنَزَلَتْ وَهِيَ حَائِضٌ الْحِمْصِيُّ

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی سے بائٹھ کا ارادہ فرماتے تو اسے حکم دیتے وہ چادر لٹکی باندھ لیتی۔ جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھی۔

باب تَزْوِجِ الْحَائِضِ الْمَضْمُونَةِ

ترجمہ۔ حائض کا روزے کو چھوڑ دینا۔

حدیث نمبر ۲۹۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَىٰ أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَوْثَقَ أَهْلِ الْمَنَارِ فَعَلْنَ وَبَعَثَ يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ تَكْذِبْنَ أَلَعَنْ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَهَيْبٍ أَذْهَبَ لِلْبِطْلِ التَّجْلِي الْحَاذِرِ مِنْ إِحْدَكُنَّ قُلْنَ وَمَا نَقَصَانِ دِينَنَا وَعَقْلُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَىٰ قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَاتٍ عَقْلِنَا أَلَيْسَ إِذَا أَحَاضَتْ لَعَنُتُصَلَّ وَكُفِرُتُصَلَّ قُلْنَ بَلَىٰ قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَاتٍ وَبَيْنَهُمَا (الْحَدِيثُ)

ترجمہ، حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ قربانی کی عید یا عید الفطر میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لائے تو عورتوں پر آپ کا گذر ہوا۔ فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ خیرات کرو۔ اس لئے مجھے تم اکثر جہنم والی دکھائی گئی ہو۔ انہوں نے کہا کس وجہ سے یا رسول اللہ فرمایا ایک تم لعنت بہت کرتی ہو۔ دوسرے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ اور میں نے تم میں سے زیادہ کسی کو ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھا جو بچہ کار آدمی کی عقل کو لے جانی والی ہو عورتوں نے کہا اے رسول اللہ ہمارے دین اور عقل کا کیا نقصان ہے فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا بس یہ ان کے عقل کا نقصان ہے۔ کیا جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ پس یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کہتے ہیں کہ چونکہ نماز کا ترک ظاہر تھا اور اس کے ترک میں قضا نہیں ہے۔ اس لئے ترک الصلوٰۃ کا باب نہیں باندھا۔ میں کہتا ہوں کہ ترک الصلوٰۃ کا باب آگے آ رہا ہے۔ یہ دہر نہیں بلکہ چونکہ ترک صوم میں قضا ہوتی ہے اور ترک الصلوٰۃ میں قضا نہیں ہوتی۔ تو گویا دونوں کا ترک الگ الگ ہو اور اس لئے الگ الگ باب باندھا چونکہ صوم کے اندر قضا بھی ہے اس لئے اس کو مقدم کر دیا۔

فَقُلْنَا مَا نَفْعُكَ دِينًا. لیکن یہاں اشکال ہے کہ مسلم کی روایت میں ہے فقامت امرأۃ جنۃ جس کا ترجمہ علامہ قاری نے ذکیہ فطینہ سے کیا ہے۔ لہذا دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا عام طور پر ہے اس سے دو چار افراد مستثنیٰ ہو سکتے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم مجموعہ نسا کے لئے مجموعہ رجال کے مقابل ہے۔ حائضہ نماز قضا نہ کرے اس کی حکمت بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے کہ صلوٰۃ باللزام طہارت کو مقتضی ہے۔ لہذا حائضہ نماز کی اہل نہیں اور صوم میں طہارت باللزام لازم نہیں جیسے صائم سو جائے۔ یا احتلام ہو جائے یا اور کوئی نجاست نکل آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر نماز میں پیشاب کا قطرہ نکل آئے یا منی نکل آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ چونکہ حائضہ نماز کی اہل نہیں تھی اس لئے نماز کی قضا نہیں ہاں روزہ کی اہل ہے اس لئے اس کی قضا ہے۔

باب تَقْضِي الْحَائِضِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَلَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ آيَةَ وَلَوْ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ الْجَنِّبَ بَأْسًا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَا بِهِ وَخَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ كُنَّا نَوْمًا أَنْ تُخْرِجَ الْحَيْضَ نِيَكِرْتِ بِتَلْبِيهِمْ وَيَدْعُونَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَ فِي أَبُو سَفِينٍ أَنَّ هُوَ قَدْ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُونَ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَتَسَكَّتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّيَ وَقَالَ الْحَكَمُ رَأَيْتُ لَا دُخْرَ وَمَا نَجِيبُ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَعَنُوا كَرَاهًا لِمَا لَعَنَ اللَّهُ عَلَيْهِ۔

ترجمہ، باب ما نفع ج کے لئے احکام ادا کر سکتا ہے۔ سوائے بیت اللہ کے طواف کے (کیونکہ وہ

مسجد میں ہوتا ہے) ابراہیمؑ بھی فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جیسی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور جناب نبی اکرمؐ صلعم برحال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اور حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے نکالیں وہ مردوں کی طرح تکبیر کہتی تھیں اور دعا کرتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیانؓ نے خبر دی کہ ہر قیل عیسائی بادشاہ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کا خط منگایا اس میں بسم اللہ اور قل تعالوا الی کلمۃ سوا الذلۃ لکھا ہوا تھا جس کو اس کا فرنے پڑھا اور حضرت عطاء تابعی جناب حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نہ جب حیض والی ہوتی تھیں تو حج کے تمام اعمال ادا کرتی تھیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں اور حضرت حکمؓ فرماتے ہیں کہ بے شک میں ذبح کرتا ہوں جبکہ میں جنبی ہوں حالانکہ ارشادِ ربانی ہے کہ اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ جنبی اور حائض کے بارے میں مصنفؒ کا مسلک امام مالکؒ کا سا ہے کہ ان کے لئے قرآن کریم جائز ہے مگر جہور ان کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ ترمذی تشریف کی روایت اس کی مخالفت پر دلالت کرتی ہے۔ مصنفؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول پیش کرتے ہیں اور اسی قسم کے چھ اثر پیش کئے ہیں مگر ان سب میں مناقشہ ہے۔ جہور ان کو اپنے مخالف نہیں سمجھتے۔

تشریح از شیخ زکریا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ باب کی غرض یہ ہے کہ حائض طواف بال بیت نہیں کر سکتی مگر میرے نزدیک یہ غرض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جائے گا۔ اس لئے بعض علما کی رائے ہے کہ حائض عبادات بدینہ کر سکتی ہے۔ الاما استثنیٰ اور یہ قریب ہے اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ غرض یہ ہے کہ حائض سوائے مناسک حج ادا کر سکتی ہے۔ سوائے طواف کے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ قرآن القرآن للجنب کا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ جنب اور حائض میں کوئی فرق نہیں۔ دونو قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں۔ اور حنا بلہ و شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھ سکتے۔ اور حنفیہؒ کے نزدیک مادون آیت یعنی آیت سے کم اور مالکیہ کے نزدیک آیت اور آیتیں پڑھ سکتے ہیں۔ مقال ابراہیم امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ جب وہ سارے مناسک حج ادا کر سکتی ہے تو قرآن مجید کیوں نہیں پڑھ سکتی ضرور پڑھ سکتی ہے۔ ولو یأمن ابن عباسؓ

بالقرآنۃ للجنب باسًا جبب اور عائض میں کیا فرق ہے۔ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ وکات النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الہی کرتے تھے۔ اور ذکر کے اندر قرآن بھی داخل ہے و ما ہوا لا ذکر للعالمین اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی بھی ہوتے تھے۔ اور جنبی اور عائض میں کوئی فرق نہیں لہذا عائض بھی پڑھ سکتی ہے۔ فیکتبن بتکبیر وحوالہ دعا اور تکبیر جو ذکر الہی ہے۔ جب وہ عائض کئے جائز ہے تو قرآن بھی تو ذکر الہی ہے۔ وہ بھی جائز ہوگا۔ تعالوا الی کلمہ سواء یہاں یہ بات یاد رکھو کہ تعالوا کے بعد لا یتہ کہہ رہے ہیں اور اس کے بعد پھر آیتہ بھی ذکر فرمادی۔ یہ اختلاف نسخ کی وجہ سے ہے۔ ایک نسخے میں اول آیتہ کے بعد لا یتہ کا لفظ تھا۔ اور دوسرے نسخے میں پوری آیت تھی ناسخین نے دونوں کو جمع کر دیا۔ قال الحکماء لا ذبح مطلب یہ ہے کہ میں بجا بت جنابت ذبح کرنا ہوں اور اللہ تعالیٰ ذبح باہم اللہ کا حکم فرماتا ہے جس پر اس کا نام نہ ہو۔ اس سے منع فرماتا ہے۔ تو اگر مراد ذکر اللہ کرنا بسبب میری جنابت کے معتبر نہ ہوتا تو ذبح حلال نہ ہوتا حالانکہ حلال ہے معلوم ہوا ذکر اللہ جائز ہے

حدیث نمبر ۲۹۴ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْحِمْصِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ خُزَيْمَةَ بْنَ مَعْلُومٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْكُرُوا اللَّهَ الْحُجَّ فَلَتَا جُنَّا سِرْفَ طِبْشَتْ فَخَلَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَجْبَى فَقَالَ مَا يَكْبِيكَ قُلْتُ كَرِهْتُ وَدِدْتُ وَاللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ الْحُجَّ الْعَامَ قَالِ لَعَلَّكَ لُفْسَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَلِكَ شَيْعٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى رِبَاسِ أَدَمَ فَأَفْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحُجَّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهَرِي

ترجمہ، حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے ہم حج کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کرتے تھے۔ جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو میں عائشہ ہو گئی پس میرے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے رلا دیا۔ میں نے کہا واللہ میں شاید اس سال حج نہیں کر سکوں گی۔ آپ نے فرمایا شاید تجھے عین آگیا۔ میں نے ہاں کہہ کر جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا تم ہر وہ عبادت کرو جو حاجی سر انجام دیتے ہو۔ سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔

تفتیح از شیخ زکریا۔ یہ بڑا مشکل باب ہے میرے حضرت نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ چالیس

سال تک بخاری شریف پڑھائی اور اب تک یہ باب سمجھ میں نہیں آیا۔ سمجھتا تھا کہ بذل لکھوانے کے دقت سمجھ میں آجائے گا مگر پھر بھی سمجھ نہ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ استحاضہ عورتیں جن کے ذکر ابواب الاستحاضہ میں آتا ہے ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ کوئی تعین نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم ایک کے متعلق کوئی حکم مثلاً معادہ یا متمیزہ ہونے کا قطعاً لگا دیں اور جس نے اس کے خلاف لکھا اس کی تردید کریں اس باب پر جس قدر ربط سے کلام ابوداؤد نے فرمایا ہے۔ اور کسی نے نہیں کیا حتیٰ کہ امام بخاری نے صرف ایک باب کا ذکر فرمادیا۔ اور کوئی اختلاف روایت بھی ذکر نہیں فرمایا۔

باب الاستحاضۃ ترجمہ استحاضہ کے بارے میں باب ہے

حدیث نمبر ۲۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَافٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي جُبَيْشٍ رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَافِيًا لَا أَطْمَأُ أَخَذَ مِصْلَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُكَ ذَلِكِ عِرْقًا وَلَكِنَّهُ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلْتَ الْحَيْضَةَ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا غَسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِي. ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ میں پاک نہیں رہتی کیا نماز کو چھوڑ دوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ پس جب حیض آجائے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض کی مدت چلی جائے تو ان کے خون کو دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابوداؤد میں چونکہ اس کے متعلق بہت سے ابواب ہیں جس کی بنا پر وہاں بہت جھگڑا کرنا پڑتا تھا۔ امام بخاری نے نہایت سہولت دے دی ہے۔ کہ صرف ایک ہی باب ذکر فرمایا ہے اور مسئلہ بتلا دیا کہ استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ جب مدت حیض ختم ہو جائے تو ایک مرتبہ غسل کر لو۔ بس یہی کافی ہے۔ اور اب یہ کہ مدت حیض کتنی ہے اس کے متعلق ایک الگ باب اور باندھا ہے امام بخاری نے استحاضہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں جو احادیث ہیں ان کے اندر تعارض ہے۔ نیز وہ احکامات نہیں بلکہ علاجات ہیں اور میرے نزدیک چونکہ وہ انواع مختلفہ پر محمول ہیں اسی وجہ سے جھگڑا نہیں فرمایا۔

باب غَسَلِ دَمِ الْحَيْضِ ترجمہ حیض کے خون کا دھونا۔

ترجمہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ رضہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ بتلایے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جلتے تو وہ کیا کرے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کپڑے کو حیض کا خون لگ جلتے تو پہلے وہ اسے ناخن اور انگلیوں سے رگڑے بعد ازاں اسے پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھے۔

حنفیہ از شیخ زکریا میرے نزدیک یہ ترجمہ شاذ ہے چونکہ حدیث میں نضح کا لفظ ہے جس کے
 معنی چھڑکنے کے ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ نضح سے مراد غسل ہے۔ جیسا کہ غسل مذی میں فرمایا تھا
 حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح بول سببان میں بھی نضح غسل کے معنی میں ہے۔ فَاِذَا قُبِلْتَ الْحَيْضَہُ اَمْرٌ
 ثلاثہ کے نزدیک اقبال کے معنی ہیں جب کالا خون آنے لگے۔ اور ادبار کے معنی ہیں جب کالا خون ختم ہو
 جائے۔ تو یہ دو اصطلاحیں اہلحدیث کی ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ اسی سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ فرماتے ہیں
 کہ یہ جو ہم نے اقبال ادبار کے معنی بیان فرماتے ہیں یہ حدیث سے ثابت نہیں بلکہ تمہارے خود ساختہ ہیں
 لہذا یہ ہم پر حجت نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک اقبال کے معنی آگے کی طرف آنا اور ادبار کے معنی پیچھے کی
 طرف جانا لہذا اقبال کے معنی ہوئے حیض کا آنا عادت کے ساتھ اور ادبار کے معنی حیض کا چلا جانا عادت
 کے ساتھ اسی وجہ سے ہمارے نزدیک تمیز کا اعتبار نہیں ہماری دلیل یہی حدیث ہے کہ یہاں اقبلت کے
 معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے۔ کیونکہ اس کا مقابل اور برت نہیں آ رہا ہے بلکہ اذا ذهب قدرہا
 ہے جس سے معلوم ہوا کہ ادبار کے معنی حیض کا وقت سے ختم ہوتا ہے اس سے تمیز پر استدلال نہیں ہو سکتا
 حدیث نمبر ۲۹ حَدَّثَنَا اَصْبَغُ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَاحِدًا نَاظِعِيْنَ شَوْ
 تَقَرُّوْنَ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَرَفِهَا فَتَغْسِلُهَا وَتَنْضِجُ عَلٰی سَائِرِهَا ثُمَّ تَصْبِيْ فَيُؤْ
 ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک حیض والی ہو جاتی تھی تو اپنے کپڑے

سے خون کو گرزدیتی تھی۔ پھر دھو اتی اور باقی پر پانی بہا دیتی پھر اس میں نماز پڑھ لیتی۔ اس حدیث میں نفع کے معنی غسل کے ہیں۔

باب اِغْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

ترجمہ ۱۔ مستحاضہ کا اعتکاف بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۲۹۸ حَدَّثَنَا اسْلَحُ بْنُ شَاهِبٍ الْإِمْلَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِمْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرْمِزُ الدَّمُ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّلَسْتَ تَحْتَهُمَا مِنَ الدَّمِ وَرَعَا أَنْ لَا تُشْفَا رَأْسُ مَا عَالِصُهَا فَكَانَتْ كَانَتْ هَذَا شَيْخِي "كَانَتْ فَلَا نَهْ يَجِدُ ۛ"

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ عترمہ اعتکاف بیٹھیں جبکہ وہ مستحاضہ تھیں خون دیکھتی تھیں تو اپنے نیچے خون کی دھڑ سے مثال رکھ دیتی تھیں۔ اور رادی حکومہ کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہؓ یہ فرماتی تھیں کہ انہوں نے عصفر بمبئی سرخ پانی دیکھا اور فرماتی تھیں کہ یہ ایک چیز تھی جو زوجہ عترمہ پاتی تھیں۔

فتنیجے از شیخ مدنیؒ اگر اشکال ہو کہ ازدواج مطہرات میں سے کوئی بی بی مستحاضہ نہیں ہوتی تو بعض نے کہا کہ حضرت سودہؓ زینب بنت جحش اور ام حبیبہؓ مستحاضہ ہوتی تھیں۔ مگر روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو بعض نسائہ کی تاویل یہی کہنے لگی کہ بعض نسائہ من المتعلقین اور ان میں سے حضرت حمزہؓ بنت جحش کا نام مشہور ہے۔ مگر حافظ ابن حجرؒ کا اصرار ہے کہ جب بعض نسائہ کے الفاظ موجود ہیں۔ اگرچہ ہمارے پاس دلیل نہ ہو۔ مگر اس کا انکار نہیں کر سکتے دوسرے اس روایت میں اعتکاف معہ کے الفاظ بھی اسی پر دال ہیں۔ مگر اس پر ہدف شہ ہے کہ اعتکاف کے معنی یہ ضروری نہیں کہ اسی حجرہ میں اعتکاف کیا ہو۔ بلکہ اس کے قریب یا کچھ فاصلہ پر مستکف ہوتی ہوں۔ اس لئے ابن جوزیؒ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ازدواج مطہرات میں سے کوئی بی بی بھی استحاضہ میں مبتلا نہیں تھیں

فتنیجے از شیخ زکریاؒ غور سے سنو! اعتکاف مساجد میں ہوتا ہے اور مستقدرات اور نجاسات سے مساجد کی تطہیر کا حکم وارد ہوا ہے اور مستحاضہ کو خون آنا ہوتا ہے جو نجس اور قذر ہے اس سے بظاہر ظہر ہوتا تھا کہ مستحاضہ اعتکاف نہ کر سکے گی۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ مستحاضہ کا اعتکاف کرنا جائز

بعض علما نے کہا ہے کہ حضور اقدس مسلم کی ازدواجی مطہرات میں سے کسی کو بھی دم استخاضہ نہیں آتا تھا اور اس حدیث کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نساء آمنہ مراد ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت زینبؓ کو استخاضہ آیا ہے اور خود دوسری روایت میں امرأۃ من احوالہ وارہے اور اس سے اگلی روایت میں بعض امہات المؤمنین کے لفظ مذکور ہے جو ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے اور جو حضرات انکار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ استخاضہ نزع شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ازدواجی مطہرات نزع شیطان سے محفوظ ہیں۔ امہ اربعہ کے اعتکاف متخاضہ جائز ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ اَحْوَالِهِمْ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالْصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تَصَلِّي (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازدواجی مطہرات میں سے ایک بی بی نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی دیکھتی تھیں اور تمثال ان کے نیچے ہوتا تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ امْهَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ اِعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بعض امہات المؤمنین نے استخاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا

باب هَلْ تَصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ كَاسَتْ فِيهِ

ترجمہ، کیا عورت اپنے اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا۔

حدیث نمبر ۳۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ يُخَيِّضُ فِيهِ فَوَادٍ اَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ مَرِيقُهُمَا فَمَصَّتْهُ بِظُفْرِهَا۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس سوا ایک کپڑے کے کچھ نہیں ہوتا تھا اسی میں وہ حیض کرتی تھی جب اس کپڑے کو کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنی ٹوک سے تر کر لیتی اور پھر اپنے ناخن سے پھیل ڈالتی۔

باب الطَّيِّبِ لِلْمَرْأَةِ عَنْ غَسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ.

حديث نمبر ۳۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُنَّا نُنْهَى أَنْ يُجَدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ رِجَالٍ عَلَى رُوحٍ أَوْ بَعَثَ أَشْهُرٌ وَعَشْرًا وَلَا نَحْتَمِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نُلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوعًا إِلَّا ثَوْبٌ عَصِيْبٌ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلْتَ أَخَذَ نَاحِيَتَيْهِمَا فِي نَبْذَةٍ مِنْ كُسْتٍ أَوْ ظَهَارٍ وَكُنَّا نُنْهَى عَنْ رَاتِبِائِ الْجَنَائِزِ (الخ) الحديث

ترجمہ، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں میثت پر سوگ منانے سے تین دن کے اوپر سے روکا جاتا تھا مگر خاوند پر چار ماہ اور کس دن سوگ منا سکتی ہے وہ یہ کہ نہ ہم سرا لگائیں

اور نہ خوشبو استعمال کریں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں مگر عصب کا کپڑا کہ وہ بمبئی رنگی ہوتی چادر ہوتی تھی اور ہمیں طہارت حاصل کرتے وقت اجازت دی گئی تھی کہ جب ہم میں سے کوئی ایک اپنے حیض سے غسل کرے تو وہ کست اظفار کا خوشبودار ٹیکڑا استعمال کر سکتی ہے۔ اور ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا۔

تشییع از شیخ مدنی: کست چند کڑیاں ہیں جن کو جلانے سے خوشبو حاصل ہوتی ہے جیسے اگر بتی۔ اظفار میں کے ساحل پر ایک بندرگاہ کا نام ہے اور کست اولاً یہاں پہنچتا تھا۔ اس لئے اُسے کست اظفار و قسط اظفار کہتے تھے اور بعض نے کہا کہ اظفار ظض بمعنی ناخن کی جمع ہے یہ عطر کی ایک قسم تھی جو کہ ظفر انسان کی شکل پر تھی جسے بخور پر رکھا جاتا تھا۔

تشییع از شیخ زکریا: شرح کے نزدیک تاکد الطیب للمناض عند الفضل من الحیض کو بیان کیا ہے کہ حیض سے فراغت کے وقت حائضہ کو تاکیداً خوشبو استعمال کرنی چاہیے اور میرے نزدیک ترجمہ شارح ہے۔ چونکہ مسک کا لفظ آیا تھا اس لئے اس کی شرح فرمادی کہ اس سے خوشبودار ہے کسی خاص مسک کی تعیین نہیں البتہ بعض شوافعؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ مسک (کستوری) لگانا متعین ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خوشبو استقرار حمل میں مجبب ہے ممکن ہے امام بخاریؒ کا مقصود شوافعؒ پر رد کرنا ہو۔ کنا نفعی ان نجد علی میتہ الخ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ غیر زوج پر تین دن سے زیادہ احلاد اور سوگ کرنا جائز نہیں ہے رخصۃ النہاس سے شرح کا قول ثابت ہوتا ہے۔ کست اظفار۔ کست خوشبو کو کہتے ہیں۔ اب رہ گیا اظفار تو یہ لفظ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اظفار ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک خوشبو تک کہلاتی ہے۔ وہ ناخن کی شکل کی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اظفار کہتے ہیں دوسرے ظفار اگر ظفار مراد لیں تو یہ ملک مین میں ایک بندرگاہ کا نام ہے

باب ذَلِكَ الْمَرْأَةُ نَفْسُهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْحَيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ
فِيهِ مَاءً مَحْشُوكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَشْرَ الدَّمِ۔

ترجمہ: عورت جب اپنے حیض سے طہارت حاصل کرے تو اسے اپنا بدن ملنا چاہیے اور غسل کیے کرے کہ ایک ٹیکڑا پنہہ خوشبودالے کر اس سے خون کے نشانات زائل کرے۔

حدیث نمبر ۳۰۳ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ عَمْرِو بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ اِلٰهَ مُلْكِكَ وَسَلِّمْ عَنْ غُسَيْمًا مِّنْ لُّحْيٍ فَاَمَرَ مَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ حُذِرَ
فِرَاصَةً مِّنْ مَّسِكَ فَتَطَهَّرَ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ
قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرَ بِهَا فَاَجْتَنَدَ بَيْنَهُمَا اِلَىٰ فَنَلَتْ تَتَبَعْنِي بِهَا اَشْرَ اللّٰهِ

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلعم سے حیض سے غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ کیسے غسل کرے کہ کستوری کا ایک پنہ لے لے اور پہلے اس سے طہارت حاصل کرے اس عورت نے کہا میں کیسے طہارت حاصل کروں آپ نے فرمایا کہ اس پنہ سے طہارت حاصل کرو اس نے پھر عرض کی کیسے؟ آپ نے تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ فرمایا طہارت حاصل کرو۔ تو حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا کہ اس پنہ خوشبو سے خون کے نشانات زائل کرو۔

تشریح از شیخ مدنی "من مسك۔ مسك بفتح المیم کے معنی چمڑے کے ہیں جو مشک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور مسك بکسر المیم کے معنی کستوری کے ہیں اس پر اگر شبہ ہو کہ عرب کے لوگ تنگی کی حالت میں ایسی قیمتی خوشبو لیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسك سودان سے آتا تھا اور عرب کے قریب واقع ہے۔ ان دنوں ذرائع نقل و حمل قلیل تھے۔ اس لئے قریب کی دھڑ سے یہ کستوری عرب میں کثرت سے پائی جاتی تھی۔ اس لئے یہ باعث تعجب نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مسك کے معنی مطلق طیب اور خوشبو کے ہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب تنگی کی حالت میں تھے۔ مگر جب امراء انھیں اپنی محبوبہ کی تعریف میں کہتے کہ اس کے بستر پر نیت مسك معنی کستوری کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ یا اس کے عروش سے لہی خوشبو آتی ہے جیسے مسك کے ٹکڑوں سے خوشبو آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مشک عرب میں کثیر الاستعمال تھی فتنطہری بها اگر شبہ ہو کہ تطہر مانع چیز سے حال ہوتا ہے خشک چیز سے تطہر کیسے آسکتا ہے تو آپ نے جہاں دھڑ سے مراحت نہیں فرمائی سبحان اللہ کہا۔ مقصود یہ تھا کہ خوشبو کے ذریعہ بدبو کو زائل کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اہم بخاری نے تنبیی ہما اشارہ مکمل شرح فرمادی کہ اس سے دلک مراد ہے تاخذ فرصۃ مسك یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ مسكہ باب فعال سے اور مسكہ باب تفعل سے مسكہ کے معنی۔ بعض لوگوں نے پکڑے ہوئے کے بتلائے ہیں۔ مگر یہ بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ

ہر کپڑا کپڑا جاسکتا ہے۔ اور بعض نے کہا مسک کے معنی متبذلتہ کے ہیں یعنی پرانا کپڑا کیونکہ نئے میں عفت ہے اور عفت کی وجہ سے محل مخصوص کے نرم ہونے کی بنا پر غراش کا خوف ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ مسک سے ہے جس کے معنی چڑے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چڑے کا کوئی ٹکڑا ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ چڑے کا ٹکڑا لے کر اس سے خون صاف کرے کیونکہ وہ خون بہت دن سے لگا ہوا ہونے کی وجہ سے نہایت سخت ہو جاتا ہے جس کے ازالہ کے لئے سخت شئی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسے زائل کرے۔ کیف تفسیل اس جملہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ یہاں دکان مراد ہے۔ یہ کیف ان تیس ابواب میں سے نہیں ہے، جس میں مستقل کیفیت کو بتلانا ہوتا ہے۔ اور جن میں کسی تاریخی اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے بلکہ یہ تبعاً آگیا۔ امام نووی قسطلانی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے مہکتہ بضوالمیم الاولیٰ وفتح الثانیہ۔ فتح البین المہکتہ حرم کیا ہے۔

باب غُسلِ الْمَحِيضِ -

ترجمہ، حیض کا دھونا یا اس سے نہانا۔

حدیث نمبر ۳۰۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ اُمِّ اَبِي اَسْوَدٍ قَالَتْ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اغْتَسَلَ مِنَ الْحَيْضِ قَالَ خَذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً

وَتَوَضَّعِي ثَلَاثًا تُعْرَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَعْبِي فَأَعْرِضِي بَوَجهِهِ أَوْ قَالَ تَوَضَّعِي بِهَا فَأَخْذُهَا فَعَدَّ ثَلَاثًا مَا خَابَرْتُهَا بِمَا يَرِيدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انصار مدینہ کی ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں حیض سے غسل کیسے کروں آپ نے فرمایا کہ ایک روٹی کا پتہ جھے خوشبو لگی ہوئی ہو وہ لے کر اسی سے تین مرتبہ وضو کر دو۔ پھر آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرم آگئی تو اس سے منہ پھیر لیا یا فرمایا کہ اس سے وضو کر دو۔ میں نے اس عورت کو پھر کراچی طرف بھیجا اور جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے اس سے اس کو ماخبر کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس باب میں اور باب غسل دم الحیض دونوں میں

غسل بفتح الغین مصدر ہے۔ وہاں غسل یتاب، مراد ہے۔ اور یہاں غسل بدن۔ اور بعض کہتے ہیں کہ

غسل بضو الغین۔ اور دم الحیض کے غسل یا لغت ہے۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے وہاں

• غسل الدم کا ذکر تھا اور یہاں نفس غسل کا بیان ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک غسل الجنابة اور غسل الحيض میں فرق ہے جیسا کہ حنا بذا اور الکلبہ کا مذہب ہے کہ جنابتہ میں نقص ضعیف بیہودہوں کا کھولنا ضروری نہیں۔ اور حیض میں ضروری ہے۔ امام بخاریؒ اسی کو ثابت فرما رہے ہیں اور حنفیہؒ اور شوافعؒ کے نزدیک دونو برابر ہیں۔

باب اِمْتِشَاطُ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ -

ترجمہ - حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا لگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۳۰۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَمْدِيُّ عَنْ عَدُوِّ بْنِ أَبِي عَدُوٍّ قَالَ

أَهْلَيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَوْ لَيْسَ الْهَدْيُ فَرَضَتْ أَمَّا حَاضَتٌ وَلَوْ تَطَهَّرُ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّمَا كُنْتُ مَتَمَّتُ بِمَعْمَرَةَ فَقَالَ لِمَا سَأَلَكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَقْضِيَ رَأْسَكَ وَامْتِشِطِي وَأَمْسِكِي عَنْ عُمْرِكَ فَقَعْلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُمَيْلٍ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرْتُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ مَكَانَ عُمْرِي الَّتِي نَسَكْتُ -

ترجمہ، حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر جناب رسول اللہؐ صلعم کے ساتھ احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے تمتع کیا لیکن حدی نہیں چلائی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں اس وقت تک پاک نہ ہو سکی۔ یہاں تک عرفہ کی رات آگئی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ عرفہ کے دن کی رات ہے اور میں نے عمرہ سے تمتع کر لیا تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ سر کے بال کھول دو۔ کنگھی کر دو۔ اور اپنے افعال عمرہ سے رک جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب میں حج سے فارغ ہو گئی تو آپ نے میرے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو حصبتہ والی رات حکم دیا کہ وہ مجھے اس عمرہ کی بجائے جس کا میں نے احرام باندھا تھا تنعیم سے عمرہ کرائے۔ حصبتہ جگہ کا نام ہے۔ اور قضا ایام منی کے بعد ہوئی۔ لیلۃ الحصبۃ چودھویں ذوالحجہ کی رات کہلاتی ہے۔ اسی میں وادی محصب میں قیام ہوتا تھا۔

باب تَقْضِی الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ -

ترجمہ، حیض سے غسل کرتے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا۔

حدیث نمبر ۳۰۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَمْدِيُّ عَنْ عَدُوِّ بْنِ أَبِي عَدُوٍّ قَالَ

لَمَلَالِ ذِي الْحَيْضَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلََّ بِعُمْرَةٍ فَلْيَهَلِّ
فَإِنْ كُنَا لَا أَيَّْاهُ بَيْتٌ لَا هَلَلُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلِّ بِعُمْرَةٍ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلِّ بِعُمْرَةٍ بِعُمْرَةٍ
وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَذَرَ كَنِيَّ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكُوتُ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِي عُمْرَتِكَ وَانْقُضِي رَأْسَكَ وَامْسُحِي وَأَهَلِّ
بِمَحَجِّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَضْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَرَجْتُ
إِلَى النَّتْعِيمِ فَأَهَلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَ لَوْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ
هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا حِدْقَةٌ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آچکا تھا کہ ہمیں مدینہ سے نکلنے کا اتفاق ہوا
تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمرہ کے احرام باندھنے کو پسند کرے وہ عمرہ کا احرام
باندھے۔ اگر آپ نے ہدی ساتھ نہ لی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پس بعض نے عمرہ کا احرام باندھا
اور بعض نے حج کا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پس مجھے یوم عرفہ نے اس
حالت میں آیا کہ میں حلقہ تھی جس کی شکایت میں نے جناب اکرم صلم سے کی آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنا
عمرہ چھوڑے۔ سر کے بال کھول کر۔ کنگھی کر دو اور حج کا احرام باندھو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک
کہ جب لیلۃ الحصبۃ ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا تو میں نے تنعیم کے
مقام پر پہنچ کر اپنے قصا عمرے کی جگہ عمرے کا احرام باندھا۔ ہشام فرماتے ہیں کہ اس میں نہ ہدی اور
نہ روزہ اور نہ ہی صدقہ تھا۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ لہو یکن فی شیئی من ذلک ہدی الخ لیکن یہ بہت مشکل ہے۔
اس لئے کہ اگر حضرت عائشہؓ قارنہ تھیں جیسے کہ شوافع کہتے ہیں تو پھر ہدی کا ہونا ضروری ہے اگر
مفردہ ہوں۔ جیسے کہ اخلاف فرماتے ہیں تو فسخ الحج الی العمرة کے لئے ایک ہدی ضروری ہے
تو پھر ہشام کا لہو یکن فی شیئی من ذلک الخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ قارن اور متعین پر ہر حال لازم ہے۔
اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ دم شکر ہے یا غم جبر ہے۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ صحاح
ہی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ منیٰ میں ہمارے پاس لحم بقر لایا گیا۔ ہم نے
پوچھا یہ گوشت کیسا ہے بتلایا گیا۔ شیخ رسول اللہ ﷺ عن انعامہ یہ روایت

بخاری کی ہے اور صحیح ہے۔ تو پھر لعینک من شیئ الخ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہشام کو علم نہیں ہوگا امام نوویؒ اسے پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یوم خروج الی مکہ میں طواف نہیں کیا۔ غسل کیا۔ نقص راس اور امتشاط ہوا۔ ان تینوں چیزوں میں کوئی دم جنابتہ واجب نہیں ہوا آپ نے اس سال اس قسم کی جنایات کرائیں۔ مگر کوئی دم واجب نہیں فرمایا چنانچہ فسخ الحج الی العمہ ہوا اس پر بھی کوئی دم واجب نہیں ہوا۔ اسی طرح تقدیم و تاخیر مناسک پر بھی دم واجب نہیں اس پر فقہا کا اتفاق ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی اس جنابت پر کوئی دم واجب نہیں ہوا۔ عدم علم کی وجہ سے وہ لوگ معذور تھے۔ مگر آج عدم علم کی وجہ سے کسی کو معذور قرار نہ دیا جائے گا کیونکہ من کان یفداً فعلیہ فدیہ اور صدقہ فرمایا گیا۔ خواہ علم ہو یا نہ ہو۔ سرکھلا رہا تھا۔ جوں گر گئی تو بھی سٹی بھراناج دہنا پڑے گا۔ العرض حج میں قصد اذ بلا قصد جو بھی جنابت ہو جائے۔ تو اس پر صدقہ ہوگا قصد کے ساتھ تو گناہ بھی ہوگا۔ یہ عبادت عشق کے باب سے ہے۔ جس میں عاشق کو خوب تکلیف دی جاتی ہے۔ ثواب لعینک فی شیئ من ذلک الخ کہ فی ذلک السنۃ اس سال کوئی جزار اور صدقہ نہیں تھا۔ اور لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ جہت ارتکاب مخطورات میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس لئے قرآن مجید میں صرف حدی یا صوم کا ذکر ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ کوئی چیز حد حدی کو نہیں پہنچی تھی۔ فی القرآن لبس الالہدیٰ والصور۔

باب قول اللہ عزوجل خُلِقْتُمْ وَعَنْبَرٌ خُلِقْتُمْ

ترجمہ، یعنی خلق تام اور ناقص کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۰۷۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَنَدَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَخَلَقَ بِالنَّارِ جِوَمًا مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبِّ نُطْفَئُ يَا رَبِّ مَلَقَةٌ يَا رَبِّ مِضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَنْفِضَ خَلْقَهُ قَالَ أَذْكَرٌ أَمْ أُنْثَىٰ شَيْءٌ أَمْ سَوِيْدٌ فَمَا أَرَادَ قَالَ خُلِقَ قَالَ فَيَكْتَبُ فِي ذَنْبِكَ أَوْ فِي رِجْلِكَ

ترجمہ، حضرت انسؓ جناب نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رحم (بچہ دانی) پر ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں جو کہتا ہے اے رب اب یہ نطفہ ہے۔ پھر کہتا ہے یارب یہ علقہ ہے۔ گوشت کا ٹکڑا ہے پھر کہتے ہیں مِضْغہ ہے پھر اللہ تعالیٰ جب اس کی پیدائش کا فیصلہ فرمادیتے ہیں تو پھر فرشتہ کہتا ہے

نہ ہو یا مادہ۔ بد بخت ہو یا نیک۔ بخت پھر اس کی روزی اور اجل کیا ہوگا۔ تو یہ سب چیزیں فرشتہ اسے مار کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔

خشیجہ از شیخ مدنی: یہ ترجمہ ایسا ہے کہ اس کو کتاب حیض سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں چاہیے تھا کہ اسے کتاب التفسیر میں ذکر کیا جاتا۔ پہلے پہل ماں باپ کی منی نطفہ کی صورت میں رحم میں پڑتی ہے وہ رحم کی حرارت کی وجہ سے متغیر ہونے لگتا ہے۔ اور دم حیض جو غذا کے لئے ہے اس سے بھی تغیر ہوتا ہے۔ تو پہلے خون مجھد ہو جاتا ہے۔ اعصاب، ہڈیاں وغیرہ کی بنا ابتدا سے ہی ہوتی ہے۔ بڑھنے بڑھتے تین ماہ تک تمام الخلقہ ہو جاتا ہے۔ پھر روح حیوانی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے درمیان فرشتہ ہر چلنے پر لجاجت طلب کرتا ہے۔ یا رب هذه علقہ اگر حکم ہوا تو فحشاء و رنہ اسقاط کر دیتا ہے۔ جب نین چلے پڑے ہو گئے تو پھر پوچھتا ہے یا رب یہ تمام الخلقہ ہوگا یا نہ پھر تمام الخلقہ کے مراتب مختلف ہیں اس کے بعد روح ڈالی جاتی ہے جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ روح کے جسد میں ڈالنے سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے وزیر کو قید خانہ میں ڈالنے سے تکلیف ہوتی ہے مگر حکم ازیری ملنے سے کوئی چارہ کار نہیں ماں کے پیٹ میں بچے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ سر گھٹنوں کے درمیان ہے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے جس حالت پر انسان آج چار منٹ نہیں بیٹھ سکتا۔ ماں کے پیٹ میں اس حالت پر راضی ہے۔ دنیا میں آنے پر رد تلبے۔ پھر بھی بول نہیں سکتا۔ مرنے پر تو ہمیں تکلیف محسوس ہوتی ہے حالانکہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ موت کے بعد روح کو زیادہ وسعت ملتی ہے۔ اس وقت سے کہ جو جین کو پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ الحاصل جو مخلوق ہوگا اس کی تنہم کے لئے حیض کی ضرورت ہے اس حالت میں حیض نہیں آتا۔ ایسی حالت میں جو خون نکلے وہ امام صاحب کے نزدیک استخاضہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ بھی امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کے ساتھ ہیں۔ امام شافعیؒ اسے حیض کہتے ہیں امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں۔ تو امام بخاریؒ اس ترجمہ سے بے تامل چاہتے ہیں کہ جب مخلوق کی تنہم کی ضرورت ہے دم حیض اس پر صرف ہوگا۔ خون آنا بند ہو جائے گا۔ جو خون آئے وہ استخاضہ ہوگا مصنف اس پر متنبہ کرنے کے لئے یہ ترجمہ قائم فرماتے ہیں جس سے امام صاحب کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

خشیجہ از شیخ مدنی: اس باب کی غرض شراح کے نزدیک آیت کی تفسیر کرنا ہے۔ مگر اس وقت یہ مسئلہ کتب التفسیر کا بن جلے گا جس پر شاہ دلی الشہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے

بیان فرما دیا۔ اور این بطلان کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ حاملہ کو حیض آتا ہے یا نہیں خفیہہ اور متاثرہ کہتے ہیں کہ نہیں آتا ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ آسکتا ہے۔ امام بخاری نے قول اول کی تائید فرمائی ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ روایت میں حیض کے آنے یا نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ بیان فرمایا ہے کہ بچہ خواہ وہ تامل الخلق ہو جو مختلفہ کے معنی ہیں یا ناقص الخلق ہو جو غیر مختلفہ کے معنی ہیں۔ تو اب جب پیدا ہوگا تو اس موقع پر جو خون آنے کا وہ دم نفاس ہوگا۔ اس لئے کہ بعد ولادت ولد جو خون آتا ہے وہ نفاس کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ ناقص بھی ولد کہلاتا ہے یا رب نطفہ یہ چالیس دن تک کہتا ہے پھر یا رب علقہ بھی چالیس دن تک کہتا ہے جب نطفہ علقہ بن جاتا ہے اور جب علقہ مصنفہ بن جاتا ہے۔ تو اسی طرح چالیس دن تک یا رب مصنفہ کہتا رہتا ہے۔ صوفیا کام نے چلہ کئی کو اسی سے مستنبط کیا ہے۔ کیونکہ ایک چلہ کے اندر تغیر ہو جاتا ہے اور تین چلے میں تکمیل خلقت ہو کر جان پڑ جاتی ہے اسی لئے تبلیغ دالے بھی تین نہیں چلے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ اس سے دین کی جان پڑ جائے گی اور علما سے سات چلے کہ اس سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ فیکنب فی بطن امہ آدمی کی سعادت اور شقاوت ایک درق یا تختی پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈالی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكُلُّ انسان التماسا طائره فی عنقه الآیہ ح

پڑا سوڈں تھا ملک عدم میں : نہ پڑوں تھا دنیا کے غم میں ، قالہ الشیخ مدنی

باب کیف تهلّی الخائف بالحق والعصاة

ترجمہ، حائفہ حج اور عمرہ کا احرام کیسے باندھے۔

حدیث نمبر ۳۰۸ حدیثنا یحییٰ بن یحییٰ الخ عن عائشہ قالت خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَمَدَّ مِنَّا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَامَ بِعُمْرَةٍ وَكَوَيْهَدٍ فَلْيَعْلِكُ وَمَنْ أَحْرَامَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ نَحْرُهُدَّ بِهِ وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيَتَوَّعْ حَجَّهُ قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمَّا زَلَّ حَاضًا حَتَّى كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَكَوَيْهَدٍ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْضِيَ رَأْسِي وَأَمْشِي وَأَهْلًا بِالْحَجِّ وَاتَّوَلَّيْتُ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدًا تَرْحَمُنِ بَنِي الْأَنْبِيَاءِ

فَاَمَرَ فِي آتِيَا عَمَّتْ مَكَانَ عُمِّي قَبْلَ مِنَ التَّنْعِيمِ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ معظمہ میں پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور حدی نہیں چلائی تھی وہ تو حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا کہ حدی بھی چلائی تھی۔ وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قربانی کا جانور ذبح کر کے حلال نہ ہو جائے۔ اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ وہ اپنے حج کو پورا کرے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو گئی اور اس وقت تک حیض سے رہی یہاں تک کہ یوم عرفہ آگیا اور میں نے نحر عمرہ کا احرام باندھا تھا تو مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں سر کے بال کھول کے گلگی کر دوں اور حج کا احرام باندھوں عمرہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے عمرہ کی بجائے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھوں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت نے بتلادیا کہ غسل کر کے احرام باندھے اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حائض کے لئے ظاہر یہ ہے کہ نزدیک احرام کے واسطے غسل کرنا واجب ہے اور اگرچہ کے نزدیک تنظیف کے لئے ہے۔ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس غسل سے پاکی تو حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا جو امر فرمایا ہے وہ تعمیدی ہوگا۔ لہذا غسل واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب غیر حائض کے لئے مستحب ہے تو حائض کے لئے بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگا۔ یہ چوتھا باب ہے جو کیف کے ساتھ شروع ہوا۔ اھل بالحج والعمرة اس جملہ کو ذہن نشین کر لو کتاب الحج میں کام دے گا کیونکہ اس سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

باب اِقْبَالِ الْمُحِيضِ وَإِذَا بَارَكَ وَكَتَبَ نِسَاءُ تَبَعَاتِ إِلَى عَائِشَةَ بِالْوَرَجَةِ
فِيهَا الْكُوفَةُ فِيهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُولُ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَمُرِي بِالنَّصَةِ الْبَيْضَةِ تَرِيدُ
بِذَلِكَ الطَّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ وَتَبْلُغُ بِنْتُ زَيْدٍ بِنْتُ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءَ يَذْعُمُونَ بِالنَّصَةِ مِنْ
يَوْفِ الْكَيْلِ يَنْطُرْنَ إِلَى الطَّهْرِ فَقَالَتْ مَا كَانَ النَّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ -

ترجمہ، حیض کا آنا اور جانا۔ مدینہ کی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس وہ ڈبیہ بھیجا کرتی تھیں جس میں کپاس کا پنہ ہوتا تھا جس میں خون کی زردی لگی ہوتی تھی۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کر دو جب تک چمنے کی طرح سفید پانی نہ دیکھ لو۔ مقصد یہ تھا کہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جاؤ۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ عورتیں آدھی رات کو چراغ منگا کر اپنے گھر کو دیکھتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ عورتوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے گویا کہ ان کے اس فعل کو میعوب سمجھا۔

حدیث نمبر ۳۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ مَخْلُوفَةَ حَبِشِيَّةً كَانَتْ تَسْتَحْضِي فَمَا كُنْتُ إِلَيْهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي وَلِيٍّ وَفِيَّ قَالَتْ لَا يَكُنْتُ بِالنَّبِيِّ فَإِذَا أَقْبَلْتُ الْحَيْضَةَ فَخَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرْتُ فَأَغْتَسِلِي وَهَبْتُ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبشہؓ استحاضہ میں مبتلا ہو گئیں تو اس کے بالے میں انہوں نے جناب نبی اکرمؐ سے دریافت فرمایا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب چلا جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ اقبال کے معنی لغت میں آگے آنا اور ادبار کے معنی پیچھے جانا جیسا کہ خاقانی بھٹو و ادب میں معلوم ہو چکا۔ اس میں اختلاف یہ ہے کہ اس کی حقیقت شرعیہ کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقبال حیض کے معنی ایک خاص قسم کے خون مثلاً دم اسود کا آ جانا۔ اور ادبار کے معنی اس دم اسود کا چلا جانا ہے اور وہ حضرات اسی اقبال و ادبار کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور سنن کی روایات میں جو ہما سود یعرف وارد ہے اس سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ روایات اسی معنی میں نص نہیں ہیں۔ لہذا اس معنی پر اس کو حمل نہ کیا جائے اور جہاں وہ روایت آئے گی۔ وہاں تم کو اس کی توجیہ بھی معلوم ہو جائے گی حنفیہ فرماتے ہیں کہ لون کا حیض کے اندر کوئی اعتبار نہیں۔ مدار ایام پر ہے۔ ان روایات کی بنا پر جن میں فاذا ذهب قدحہا ہے جیسے ابو داؤد اور نسائی میں ہے اور ابویکیر کے نزدیک حنفیہ کے بالمقابل صرف تمیز اور لون کا اعتبار ہے ایام کوئی چیز نہیں۔ ان روایات کی بنا پر جن میں لون کا ذکر ہے۔ اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جہاں این روایات دونوں کا اعتبار ہے اس کے بعد جہاں کہیں لون اور ایام کے اندر اتفاق ہو جلتے۔ وہاں ائمہ کے نزدیک مدت حیض میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک ایام کی بنا پر ابویکیر کے نزدیک لون کی بنا پر اور

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں کی بنا پر لیکن جہاں کہیں اختلاف ہو جائے۔ تو حنابلہ ہمارے ساتھ ہیں شافعیہ مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ لا تعجل الخ اس سے بھی حنفیہ کی تائید اس پر ہوتی ہے کہ لون کا کوئی اعتبار نہیں قصہ بیضا اس سفید پانی کو کہتے ہیں جو اختتام حیض کے بعد نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ردنی وغیرہ تری کو پاک کئے۔

باب لَا تَقْضُوا لِحَائِضُ الصَّلَاةَ وَكَأَلِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذَعُ الصَّلَاةُ ترجمہ، حائضہ نماز کو قضا نہ کرے حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما جناب نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز کو چھوڑ دے

حدیث نمبر ۳۱۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَمْدِيُّ عَنْ نَجِيٍّ مَعَاذَةَ أَقِ امْرَأًا قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتَجِزِّي إِحْدَانَا صَلَوَاتَهَا إِذَا أَطْلَعَتْ مِنْهَا فَقَالَتْ أَمْحُو وَرَيْهًا أَنْتِ قَدْ كُنَّا نَحْيِضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا مَوْئَا بِهِنَّ أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَ لِهِنَّ

ترجمہ، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضہ سے کہا کہ ہم سے کسی ایک کو اس کی وہ نماز کافی ہو جائے گی جبکہ وہ پاک ہو جائے یعنی اسے قضا کرے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا تو مرد پر یہ ہے یعنی خارجیہ ہے جن کے نزدیک حائضہ کو نماز بھی قضا کرنی چاہیے۔ ہمیں حضرت نبی اکرم صلم کے زمانہ میں حیض آتا تھا۔ لیکن آپ ہیں قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز قضا نہیں کیا کرتی تھیں۔ مرد و اکوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں پر خارجیوں کا پہلا اجتماع ہوا تھا تشریح از شیخ زکریا۔ باب ترک الحائض الصوم میں شرح کا قول نقل کر چکا ہوں اور اپنی رائے بھی وہاں بیان کر دی ہے کہ چونکہ صلوٰۃ اور صوم احکام میں مختلف ہیں۔ اس لئے مصنف نے الگ الگ باب باندھا۔ اور قضا صلوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرج ہے اور صوم میں حرج نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حیض صوم کے منافی نہیں ہے۔ بخلاف صلوٰۃ کے کہ وہ حیض کے منافی ہے اس لئے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں ہے اور صلوٰۃ میں شرط ہے احروایۃ انت حضرت عائشہ رضہ نے اجماعاً انت کہہ کر اخراجیۃ انت مراد لیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خوارج نئے نئے مسائل بتلاتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ چیز فرکان میں نہیں یہ نہیں وہ نہیں اس لئے انہوں نے پوچھا کہ یہ جو نیا مسئلہ تو بتلا رہی ہے کیا تو خارجیہ ہے جن کے نزدیک حائضہ پر نماز کی قضا واجب ہے۔

باب التَّوَمُّعَ الْحَاضِبِ وَهِيَ فِي شَيْءٍ جَمًا

ترجمہ، حالتہ کے ساتھ سونا کیسا ہے جبکہ وہ اپنے حیض کے کپڑوں میں ہو۔

حدیث نمبر ۳۱۱ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الزَّيْنَبِيَّةُ ابْنَةُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ فَأَسْلَلْتُ فَمَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ نِيَابَ حِضَّتِي فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَسْتُ فَقُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثْتَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُهَا وَهِيَ حَاضِبٌ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسَاءِ قَاحِدٍ مِنَ الْجَنَائِمَةِ۔

ترجمہ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک منقش چادر میں تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں آہستہ سے کھسکی اور اس چادر سے نکل گئی اور اپنے حیض والے کپڑے لے کر پہن لے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلا کر پھر اسی چادر میں اپنے ساتھ داخل کر دیا نیز حضرت ام سلمہؓ یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ان کو بوسہ دیا کرتے تھے اور یہ کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے۔

تشیع سے اشیخ زکریاؒ چونکہ ابوداؤد شریف میں لحدیث سنی ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ زمانہ حیض میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں جاتی تھیں۔ تو امام بخاریؒ نے ان پر رد فرما دیا اور میرے نزدیک یہ ہے کہ وہاں عدم دنو ازواج مطہرات کی طرف سے تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قریب کر لیتے تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت کو حیض آتا تھا تو اس کا مزاج چڑھتا ہوا تھا کہ اسے اور شوہر کا قرب نہیں چاہتی۔

باب مَنِ اتَّخَذَ نِيَابَ الْمَحِيضِ سَوْىَ نِيَابِ الظُّهُرِ۔

ترجمہ، باب اس عورت کے بلے میں جو پردہ والے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے۔

حدیث نمبر ۳۱۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ضُفَالَةَ الزَّهْنِيُّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةً فِي الْخَمِيلَةِ حِضْتُ فَأَسْلَلْتُ فَأَخَذْتُ نِيَابَ حِضَّتِي فَقَالَ أَنْفَسْتُ فَقُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ۔

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اس اثنا میں کہ میں جناب اکرم مسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں نے وہاں سے کھسک کر اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہنے آپ نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا میں نے کہا ہاں تو آپ نے مجھے بلا کر اپنے ساتھ چادر میں لٹایا۔ کشتیجے از شیخ زکریا اگر کوئی عورت حیض کے لئے دوسرا کپڑا ہلے تو کیا حکم ہے۔ امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں کہ یہ اسراف میں داخل نہیں۔ فاخذت ثیاب خضقی اس روایت کی وجہ سے میں نے باب ہل نقصی المرأة میں لکھا تھا کہ چونکہ یہاں دو کپڑوں کی روایت ہے اور وہاں ایک ہے اس لئے امام بخاریؒ نے ہل کے ساتھ ترجمہ باندھ دیا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی رات کے لئے دوسرے کپڑے لے لے تو جائز ہے

باب شُمُودِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِينَ وَتَعْتَزِلُكَ الْمَصْلَى۔

ترجمہ، حائضہ کا عیدین کی نماز اور مسلمانوں کی دعوت میں حاضر ہونا اور عید گاہ سے الگ رہنا۔

حدیث نمبر ۳۱۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا

أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَكَانَتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ فَدَثَّتْ عَنْ أُخْتِهَا

وَكَانَ رَوْحُ أُخْتِهَا غَنَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ عَزَّةً وَقَالَتْ

أُخْبِنِي مَعَهُ فِي رِسْتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نُدَاوِي الْأُكْلَى وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى فَكَانَتْ أُخْبِنِي

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَى إِيحْدَانًا مِنْ إِذَا كُنَّا يَكُنُّ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ

قَالَ لِنَلْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلِنَشْمِدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا قَدِمَتْ

أُمُّ مَطِيَّةَ سَأَلَتْهَا أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا بَنِي نَعْمَ وَكَانَتْ لَا

تَذْكُرُهُ رَأَتْ قَالَتْ يَا بَنِي سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَوْبُوهُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْمُدُورِ وَالْحَيْضُ

وَلَيْشْمِدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعْتَزِلُكَ الْعِيْضُ الْمَصْلَى قَالَتْ حَفْصَةُ

فَقُلْتُ الْحَيْضُ فَقَالَتْ أَلَيْسَتْ تَشْمِدُ خَيْرَ وَكَذَّاءُ كَذَّاءُ۔

ترجمہ، حضرت حفصہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم نوجوان عورتوں کو عیدین میں حاضر ہونے

سے روکا کرتی تھیں چنانچہ ایک عورت بصرہ کے قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی۔ اور اپنی بہن کی طرف

سے حدیث بیان کی اور ان کی بہن کا خاوند جناب رسول اللہؐ کے ساتھ بارہ جنگوں میں شامل

ہو چکا تھا۔ اور میری چٹن اس کے ساتھ چھ جنگلوں میں شمولیت کی تھی کہ وہ خود فرماتی ہیں۔ کہ ہم زنجیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں تو میری بہن نے جناب نبی اکرم صلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی پر گناہ ہے جبکہ اس کے پاس لمبی چادر نہ ہو تو وہ باہر نہ نکلے۔ تو آپ نے فرمایا اس کی ہسپتالی اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے پہنا دے اور امور خیر اور دعوتِ مومنین ضرور حاضر ہو۔ جب حضرت ام حبیبہؓ تشریف لائیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے یہ جناب نبی اکرم صلم سے سنا تھا۔ انہوں نے کہا میرا باپ آپ پر قربان ہوں ہاں میں نے سنا تھا۔ اور جب حضور اکرم صلم کا تذکرہ کرتی تھیں تو بانی کے الفاظ کہا کرتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے سنا وہ کہتے تھے کہ نوجوان اور پردہ دار اور حیض والی عورتیں بھی نکل کر امور خیر اور دعوتِ مومنین میں حاضر ہوں۔ البتہ حیض والی عورتیں عید گاہ سے الگ رہیں حضرت حفصہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ حیض والی عورتیں بھی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا وہ عرفات و دیگر مقامات پر حاضر نہیں ہوتیں۔

قتنیج از شیخ زکریاؒ اس اعتزال من المصلیٰ کی وجہ کیا ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ مصلیٰ (عید گاہ) مسجد کے حکم میں تو ہے نہیں مگر چونکہ حائضہ اور نساء نماز نہیں پڑھیں گی اس لئے انہیں اندر جا کر قطع صفوف کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں دعوتِ المسلمین اور عیدین میں تکثیر صوا و مسلمین و شرکت فی الدعوات کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ اور دوسرے علماء کی رائے ہے کہ مصلیٰ چونکہ مسجد کے حکم میں ہے۔ اور حائضہ اور نساء کے لئے مسجد میں جانا ممنوع ہے۔ اس لئے یہ اندر نہیں جاسکتیں عَوَالِقْنَا اِیْ شَوَابِنَا عَلٰی اَحْذَانِنَا بِاسْمِ الْاِیْمَنِ اِگر ناداری کی وجہ سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو۔ اور وہ پردہ کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے۔ حضور اکرم صلم نے ارشاد فرمایا تلتبھا یعنی اس کی ہسپتالی اس کو چادر اڑھا دے۔ اس سے بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس صلم دوسرے کی چادر اوڑھ کر جلنے کو فرما رہے ہیں۔ من جلبا بھا اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دیدے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسی اپنے کپڑے میں ترکیب کر لے جو خود اوڑھے ہوئے ہے۔ لَاقَالَتْ مَا یٰی یہ لفظ چار طرح سے پڑھا گیا ہے۔ بانی الف کے ساتھ بیبی۔ ابدال الالف بالیا کے ساتھ۔ اور دو صورتوں میں ابدال یا آخرہ کے الف کے ساتھ یعنی باجی۔ بیبی۔ بابا۔ بیبا۔ فَقُلْتُ الْحَبِیْضُ۔ حیض حائض کی جمع ہے۔ اور اس سے پہلے

ہمزہ استفہام ہے۔ الف تملیف کے ساتھ مل کر بابا باند ہو گیا۔ ایست تشہد عرفۃ یعنی عرفہ وغیرہ میں حاضر ہو سکتی ہے۔ توصلی کی حاضری میں کیا اشکال ہے

باب اِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرِ ثَلَاثَ حَيْضٍ وَمَا بَصَدَّ قُلْتُ لَأَعْرِضَ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْدُ فِيمَا يُحْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَكْتُمَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَنْكَارِهَا وَمِنْ يَدِ كَرَمٍ عَنْ عَلِيٍّ وَشَرِيحُ رَأْيِ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا مِصْنَ يُرْضَى دِينُهُ أَمَّا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرِ صَدَقَتْ وَقَالَ عَطَاءٌ أَفْعَاءُ مَا كَانَتْ وَجِهَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ عَطَاءُ الْحَبِضُ يَوْمَ مَالِي خُمُسَةً عَشْرًا وَقَالَ مَعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ بَنِي سَيِّدِينَ عَنْ النِّسَاءِ تَرَى الذَّكَرَ بَعْدَ قُرْبِهِمَا بِخُمُسَةِ أَيَّامٍ قَالَ النَّسَاءُ أَعْلَكَ بِذَا لَكَ -

ترجمہ، باب اس عورت کے بارے میں جس کو ایک مہینہ میں تین حیض آئیں۔ اور ان امور کے بارے میں جن میں عورتوں کی بات کو سچا سمجھا جائے گا یعنی حیض اور حمل میں لیکن جہاں حیض ممکن ہو۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ترجمہ کہ عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاندان کے ان خواص میں سے جن کا دین پسندیدہ ہے اس بات کے گواہ پیش کر دے کہ ایک مہینہ میں اسے تین حیض آئے ہیں تو اس کی بات کو سچا سمجھا جائے گا۔ اس طرح حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ حیض جیسا بھی ہو اس کی مدت مقرر نہیں ہے اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں اور عطاءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حیض کی مدت ایک دن سے لے کر پندرہ دن تک ہے اور معمر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں پوچھا کہ جو عورت اپنے حیض کے پانچ دن بعد خون دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا کہ عورتیں ان معاملات کو ہم سے زیادہ جاننے والی ہیں۔

کشتیچ از شیخ مدنی: قلت اور کثرہ ایام حیض ہیں امام بخاری: امام مالک کے ساتھ ہیں کہ اس کی کوئی تحدید نہیں کسی بھی شعبہ میں جو جاتی ہے۔ امام شافعی: اقل حیض یوم ولیلۃ اور اکثر خمسہ عشر کو قرار دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اقل مدت حیض تین دن تین رات ہے۔ اور اکثر مدت دس دن ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت یومین و شبین من یوم ثلاثہ قمریہ میں قرر کے معنی اگر حیض کے

ہوں جیسے امام اعظم اور امام احمدؒ لیتے ہیں۔ تو تین حیض ساٹھ دن سے کم میں نہیں ہوگا۔ اور اگر قر کے معنی طہر کے ہوں جیسے امام شافعیؒ لیتے ہیں۔ تو ۳۲ دن ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک ۲۹ دن سے کم میں ثلاثہ قزو۔ پورے نہ ہوں گے۔ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ اقل حیض ایک ساعۃ بھی ہے۔ تو ثلاثہ ساعات میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعویٰ ممکن بھی ہو۔ یعنی حمل اور حیض میں جو اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعویٰ ممکن بھی ہو۔ یعنی حمل اور حیض میں اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ حضرت شریحؒ کو فہ کے قاضی تھے۔ بہت سمجھدار شخص ہیں حضرت عمرؓ کے عہد سے لے کر جلال بن یوسف کے زمانہ تک قاضی کے عہدے پر فائز رہے ہیں اور اہل فارس کی ایک زمانہ میں مین پر حکومت رہی ہے۔ جبکہ چند قیدیوں نے جا کر حبشیوں پر حملہ کیا تھا۔ اور فتح پائی تھی۔ قاضی بھی ان میں سے ہیں بطاۃ اندر کے پڑے کو کہتے ہیں چونکہ اس اثر کے ثبوت میں کمزوری ہے اس لئے یاد کر کہا گیا۔ اور قاضی شریحؒ کے فیصلے نہایت حیرت انگیز ہوتے تھے۔ خال عطا ماضی تھا ماکانت یہ اقوال تابعین امام اعظمؒ پر حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کے پاس روایات ہیں جن کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ ضعف سے خالی نہیں۔ مگر تعدد طرق سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے امام صاحب اقل حیض ثلاثہ ایام و اکثر عاشرۃ ایام کے قائل ہیں۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ اس باب میں اصل جملہ وما یصدق النساء ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس چیز کا باب ہے جس کے اندر عورتوں کی بات کی تصدیق کی جاتی ہے۔ حیض اور حمل کے بارے میں مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی ایسی بات کا دعویٰ کرے جو اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مثلاً حیض یا حمل اور اس کا دعویٰ اس کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ تو اس کا قول اس میں معتبر ہوگا لیکن اس سے پہلے اذا احتجت فی شہر ثلاث حیض ذکر فرما دیا۔ اس کے مہتمم بالشان اور کثیر الاختلاف ہونے کی بنا پر چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مجھ کو ایک ہی ماہ میں تین حیض آگئے تو اب اس کا قول معتبر ہوگا یا نہیں امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ معتبر ہوگا اس لئے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب ائمہ اربعہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اقل مدت کون سی ہے جس کے اندر اگر عورت انقضاءات کا دعویٰ کرے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ امام احمدؒ سے مشہور ہے کہ ۲۸ دن اور دو لحظے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لحظات ہیں اور امام شافعیؒ

کے نزدیک ۳۲ دن اور لمبائیتیں ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک ۶۰ دن ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک ۳۹ دن ہیں اور یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ اقل مدت حیض اور اکثر مدت حیض کیا ہے۔ اور اقل مدت طہر کیا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اکثر پندرہ دن ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اقل مدت حیض کچھ نہیں ایک لمحہ بھی ہو سکتا ہے اور اقل مدت طہر امام احمدؒ کے نزدیک تیرہ دن ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پندرہ دن ہیں تو جب امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اقل مدت طہر تیرہ دن ہے تو اب انقضائے عدت کی اٹھائیس دن اور لمبائیتیں کے اندر یہ صورت ہوگی کہ ایک لمحہ وہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور پھر ایک دن اقل مدت حیض اور پھر تیرہ دن اقل مدت طہر مجموعہ چودہ دن اور ایک لمحہ ہو گیا۔ پھر ایک دن اقل حیض اور تیرہ دن اقل طہر اور ایک لمحہ حیض کا۔ جس کے اندر وہ طہر ختم ہوا۔ یہ بھی چودہ دن اور ایک لمحہ ہو گیا۔ مجموعہ اٹھائیس دن اور دو لمحات ہو گئے۔ اور چونکہ ان کے نزدیک عدت بالا طہار ہوگی۔ لہذا ایک لمحہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور اس کے بعد تیرہ دن ایک دن کا فاصلہ دے کر اور پھر تیرہ دن درمیان میں ایک دن کا فاصلہ دے کر مجموعہ تین طہر ہو گیا۔ اور مالکیہ کے نزدیک تیس دن اور اربع لمحات اس طرح ہوں گے کہ ایک لمحہ طہر جس میں طلاق دی۔ پھر ایک لمحہ حیض ایک دن کی بجائے جو خابہ کے یہاں ہے۔ اور پھر پندرہ دن اقل طہر اور پھر ایک لمحہ حیض پھر پندرہ دن طہر پھر ایک لمحہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ پندرہ پندرہ مل کر تیس ہو گئے جو اقل طہر ہیں اور ایک لمحہ اقل طہر کا جس کے اندر طلاق دی ہے اور تین لمحات حیض کے مجموعہ تیس دن اربع لمحات ہو گیا اور شوافع چونکہ اقل طہر تین مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ اور اقل حیض میں خابہ کے ساتھ اس لئے پندرہ پندرہ دو طہر ہو کر تیس یوم ہو گئے؛ اور دو دن درمیان میں حیض کے اب سب مجموعہ ۳۲ ہو گیا اور ایک لمحہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور ایک لمحہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ اب مجموعہ ۳۲ دن اور دو لمحات ہو گئے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ عدت بالمحیض ہوگی۔ اور اقل مدت حیض تین دن اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہیں لہذا تین حیض کے مجموعہ ایام نو دن ہو گئے۔ اور درمیان میں دو طہر پندرہ پندرہ دن کے تیس ہو گئے اس طرح اب مجموعہ ۳۹ دن ہو گئے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دو نوجانب اقل ہی مراد لیا جائے طہر کے اندر بھی اور حیض کے اندر بھی۔ بلکہ ایک طرف اگر اقل ہوگا تو دوسری طرف اکثر چونکہ اکثر طہر کی کوئی حد نہیں اس لئے اکثر حیض لیں گے۔ چونکہ عدت بالمحیض ہے لہذا تین حیض اکثر مدت کے اعتبار سے ۳۰ دن ہو گئے

کیونکہ اکثر مدت حیض کس دن ہے۔ اور درمیان میں دو اقل طہر کے تیس دن ہو گئے۔ اب کل مجموعہ ساٹھ ہو گیا۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام بخاریؒ نے جو ایک ماہ کے اندر انقضائے عدت کو بیان فرمایا ہے۔ وہ غالبہ اور مالکیہ کے مذہب پر تو صادق آئے گا۔ لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب پر ایک ماہ کے اندر انقضاء عدت نہیں ہو سکتا۔ بقول اللہ تعالیٰ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَنْفُسِهِنَّ آیت تشریف سے ان عورتوں کے قول کے منبر ہونے پر استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مافی الارحام کے کتمان کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اگر ان کے قول کا اعتبار ہی نہ ہوتا۔ تو اس کے کتمان کی تحریم کا کیا فائدہ خواہ وہ کتمان کریں یا ظاہر کریں۔ قال عطاء اقراءها ما كانت معنی ہم کوئی مدت مقرر نہیں کر سکتے جو اس کو آتا ہو وہی اس کا حیض ہے۔ چاہے جتنے دن بھی آئے۔ الحيض يوم احدى خمسة عشر يوما قل ایک دن ہے اور اکثر پندرہ دن ہیں قال النساء اعلو بذالك معنی پانچ دن بھی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۱۴ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيبٍ سَأَلَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ رَأَيْتُ أُسْتَحَاضُ فَمَا أَطْعِمُ أَكَادِحِ الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا إِنَّ ذَلِكَ عَرَفٌ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدْ أَهْلَا يَأْمُرُكِ كُنْتُ تَحِيضِينَ فِيهَا تَشْرَبُ افْتَسِلِي وَحَلِي

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیب نے جناب نبی اکرمؐ سے دریافت کیا کہ میں مستحاضہ ہوں پاک نہیں رہ سکتی کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رنگ کا خون ہے لیکن تو اتنے دنوں کی مقدار نماز کو چھوڑ دے جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر کے نماز پڑھ لے۔

تشریح، اوشیخ زکریا، دعی الصلوة قدر الایام الخ یہ جملہ حنفیہ کی تائید ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک عادت معتبر ہے، رنگ اور تمیز کا کوئی اعتبار نہیں یہ روایت ان کے خلاف ہے جس روایت میں اقبال اور ادبار آتے ہیں اس سے تمیز لگے قائلین استدلال کرتے ہیں کہ اقبال سے مراد یہ ہے کہ رنگ ممتاز ہو جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ نسائی میں کثرت سے روایات ہیں جو عادت کے اعتبار پر دلالت کرتی ہیں۔

باب الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِي عَيْبِ آيَةِ الْحَيْضِ

ترجمہ، ایام حیض نہ ہوں اس میں خون میں زردی اور مٹیالے بن کا کیا حکم ہے۔ حدیث نمبر ۳۱۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعْدُ

الْكُدَّةُ وَالصُّفْرَةُ شَيْئًا (الحديث)

ترجمہ، حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میلہا بن اور زردی کو کچھ بھی اعتبار نہیں کرتے تھے۔

تشییع از شیخ زکریا۔ چونکہ مابقی میں حضرت عائشہؓ کا قول حتی ترین القصہ البیضا گزر چکا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر لون حیض ہو۔ وکتالا کعدا لکدرة الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیض کا لون نہیں ہے لہذا امام بخاریؒ نے دونوں کی جمع کی طرف اشارہ فرما دیا۔ جیسا کہ ان کا طریقہ ہے کہ روایات مختلفہ کو ترجمہ سے جمع فرماتے ہیں تو یوں جمع فرمایا کہ کدرة اور صفرة کا اعتبار نہ کرنا یہ غیر ایام حیض کے اندر تھا۔ اور حتی ترین القصہ الخ یہ ایام حیض کے اندر ہے تو حدیث باب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تمیز لون وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ بلکہ عادت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

باب عَرَفَتِ الْإِسْتِحَاظَةَ۔

ترجمہ، استحاضہ رگ کا خون ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۶ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الصُّنْدُورِ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ أُسْتَحِضَّتْ سَبْعَ مِائَتَيْنِ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هَذَا عَوَقٌ فَكَأَنْتِ تَغْتَسِلِينَ بِكُلِّ صَلَوةٍ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ سات سال تک استحاضہ میں مبتلا رہیں۔ تو انہوں نے اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کرتی رہے اور فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے پس وہ نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

تشییع از شیخ زکریا، چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ استحاضہ بگڑا ہوا حیض ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ رگ کا خون ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعاض نہیں بلکہ استحاضہ اس رگ سے متعلق ہے جو رحم کے اندر لگی ہوئی ہے

باب الْمَرْأَةُ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِسْتِحَاظَةِ۔

ترجمہ، طواف افاضہ کے بعد عورت کو حیض آجائے تو اس کا کیا حکم ہے

حدیث نمبر ۳۱۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ صَفِيَّةَ

بِئْتِ حُجِّي قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَلَّهَا تَحِيَّاتَنَا أَلَوْ
تَكُنْ طَافَتْ مَعَكِ فَقَالُوا بَلَى قَالَ فَاحْجُجِي (المحدث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ ابی سلمہ سے مروی ہے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت صفیہ بنت حیّیٰ رضی اللہ عنہا کو حیض آچکا ہے جس پر آپ نے فرمایا کہ شاید وہ ہمیں واپس جانے سے روک دے گی کیا اس نے تمہارے ساتھ طواف زیارت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یہی وہ طواف زیارت کر چکی ہے۔ آپ نے فرمایا اب سفر کے لئے نکلو۔

حدیث نمبر ۳۱۸ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَخَّصَ
رَبِّهَا لِي أَنْ تَنْفَرُ إِذَا حَاضَتْ وَكَانَ بَنُو عَصَى يَقُولُ فِي أَقْوَالِهِمْ أَمْرٌ أَنْهَاكَ تَنْفَرُ شَوْ
سَعَتُهُ يَقُولُ تَنْفَرُ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَصَّ لَهَا

حضرت ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ کو طواف زیارت کے بعد جب وہ حائضہ ہو جائے تو اس کو مکہ سے کوچ کرنے کی رخصت دی گئی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے یہ فرماتے تھے کہ اسے کوچ کرنے کی اجازت نہیں ہے پھر میں نے ان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ وہ کوچ کر سکتی ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہے

تشریح از شیخ منی، طواف افاضہ اور طواف دواع الگ الگ طواف ہیں طواف قدوم تو
تحت المسجد کے درجہ میں ہے اور طواف دواع آفاقی کے لئے گھر لوٹتے ہوئے واجب ہے اور طواف
قدوم سنت ہے۔ اور طواف زیارت جو دسویں ذوالحجہ سے بارہویں تک ہوتا ہے۔ یہ آفاقی اور غیر آفاقی دونوں
کے لئے فرض ہے۔ اگر یہ طواف افاضہ کسی نے نہیں کیا۔ تو بالاتفاق طواف افاضہ کے لئے ٹھیکہ پڑے گا۔
غیر حائضہ کے لئے بارہویں تک تاریخ مقرر ہے اور حائضہ اس کے بعد طہریں ادا کر سکتی ہے۔ اگر کسی نے طواف
دواع نہیں کیا۔ تو جہور فرماتے ہیں کہ اس کے لئے انتظار ضروری نہیں حیض صحابہؓ کو اس کا علم نہیں تھا۔
جیسے ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ طواف زیارت کی طرح اس کے لئے طہر کے انتظار کا حکم دیتے تھے جب علم ہو گیا تو اس
کے قائل نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریا، یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے یہاں بحیثیت حیض کے ذکر فرما دیا۔ یہ مسئلہ صحابہ
کے درمیان مختلف رہ چکا ہے۔ ایک جماعت جن میں ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ ہیں کی رائے یہ تھی کہ اگر عورت کو طواف

افاضہ کے بعد حیض آجائے۔ تو اس کو طوافِ صدر جو کہ واجب ہے۔ اس کے لئے ٹھہرنا ہوگا۔ اور جمہور کا مذہب حضرت صفیہؓ والی روایت کی بنا پر یہ ہے کہ اس کو بلا طوافِ صدر کئے رجوع جائز ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ لعلنا نختصنا اس لئے کہ اس کی وجہ سے مجھے رکنا پڑے گا۔ اور میری وجہ سے سارے لوگ رک جائیں گے۔

باب رَاَدَا تِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطَّمَنُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغَسَّلُ وَتَصَلَّى وَلَوْ سَاعَةً مِّنْ كَهَاتَرِ يَأْتِيَنِيَا إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَاةَ أَعْطُوْ-

ترجمہ، باب ہے کہ جب مستحاضہ انقطاعِ حیض کے بعد طہر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن کی ایک گھڑی میں بھی طہر دیکھے اور جب وہ نماز پڑھے تو اس کا خاوند اس سے بہستری کر سکتا ہے۔ کیونکہ نماز تو اعظم ہے۔ وہی اس سے کم درجہ ہے وہ بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۱۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْوَعْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَدَتْ فَافْغِصِلِي عَنْكَ الذَّمَ وَصَلِّ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب چلا جائے تو اپنے سے سخن دھو کر نماز ادا کر دو۔

تفسیر، شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ نے صرف اتنا ذکر فرمادیا آگے حکم کوئی نہیں لگایا۔ اب یا تو اس سے رد کرنا ہے ان لوگوں پر جو طہر کی کوئی حد مقرر کرتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ جب طہر دیکھ لے تو وہ پاک ہے چاہے کتنی خلیل مدت کیوں نہ ہو۔ اور اس کے لئے طاہرات کے احکام ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں امام بخاریؒ ائمہ اربعہؒ سے الگ ہو جائیں گے۔ لہذا میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ مالکیہؒ پر رد فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مالکیہؒ کے یہاں مسئلہ استطہار میں تین دن یا پانچ دن یا سات دن عادت پر زیادہ لگاتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں جب طہر دیکھ لیا تو بس وہی طہر ہے۔ قال ابن عباسؓ تَغَسَّلُ وَتَصَلَّى وَلَوْ سَاعَةً الْوَقُولِ اَوَّلِ پراس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ ایک ساعۃ طہر ہو۔ وہ طہر ہے اس کے اندر نماز پڑھے اور غسل کرے اور میرے قول پر مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ساعۃ طہر دیکھے تو وہ طہر استطہار کچھ نہیں دیکھا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے حنا بلانے نزدیک مستحاضہ سے وہی جائز نہیں گودہ نماز پڑھ سکتی ہے کیونکہ نماز اہم ہے

اور جمہود کے نزدیک جب نماز پڑھ سکتی ہے، تو اس کے ساتھ دلی بھی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ نماز تو اعظم ہے تو جب اعظم جائز ہے تو دلی جو ادنیٰ ہے وہ بھی جائز ہوگی۔

باب ۱۱۰ صَلَوةٌ عَلَى النَّفْسَاءِ وَ سُنَّتُهَا۔

ترجمہ، نفاس والی عورت کا جنازہ کیسے پڑھا جائے اور اس کا سنت طریقتہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ أَنَّ لِعُرْوَةَ مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ آفَ سَطْحًا۔

ترجمہ، حضرت سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کہ ایک عورت وضع حمل میں مر گئی تو جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ اس طرح پڑھا کہ اس کے درمیان قیام فرمایا۔

تشبیح ایشیخ مدنی اور حاتفہ اور نفسا اگر مر جائیں، تو چونکہ وہ پاک نہیں تھیں خدشہ تھا کہ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ مگر آپ نے نماز جنازہ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ نجاست بھلائی ہوئی ہے۔ مانت فی بطن یہ محاورہ ہے جو مانت فی الولا دت کی جگہ بولا جاتا ہے۔

باب ۳۲۱ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُذَرِّجٍ الْخِزَامِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا كَانَتْ تَكُونُ خَالِطًا لَا تَصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةً بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ يُصَلِّي عَلَى أَحْمَرٍ فَلَمَّا رَأَى اسْتَجْدَأَ صَاحِبِي بَعْضُ نَوَاسِئِهِ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ زوجہ سے سنا کہ وہ حاتفہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی تھیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے بالمقابل فرش پر لیٹی ہوئی تھیں جبکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا حصہ مجھے لگتا تھا۔

تشبیح ایشیخ مدنی: اس باب کو بلا ترجمہ لائے، جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جیسے نفاس کی نجاست حکمیتہ ہوتی ہے۔ ایسے حاتفہ کی نجاست بھی حکمیتہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاتفہ کے قریب ہونے کے باوجود آپ کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑا تو معلوم ہوا کہ حاتفہ پر بھی نفاس کی طرح نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا، امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ چونکہ نفساً خود نماز نہیں پڑھتی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تو امام بخاری تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ اپنے ناپاک ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی، لیکن اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، فقہاً و وسطاً یہ مسئلہ کہ امام میت کے کس حصہ کے مقابل کھڑا ہو، مسکے مقابل، یا سینے کے یا وسطاً ^(میت) عجز کے مقابل اس پر امام بخاری مستقل کتاب الجنائز میں ص ۷۷ پر باب ابن یوسف من المروءة والرجل منعقد فرمائیں گے بہر حال یہاں وسط میں کھڑے ہونے کو ثابت فرمایا۔

باب یہ باب بلا ترجمہ ہے شرح کی رائے یہ ہے کہ سنن کی روایت ہے تقطع الصلوة المروءة والکلب والحماد والخالص لہذا امام بخاری اس پر رد فرماتے ہیں کہ حائض قطع صلوة نہیں کرتی اس لئے کہ اس کا لیٹا رہنا اور گزر جانا برابر ہے، مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ مسئلہ ابواب السننہ کا بن جائے گا، مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری اس باب سے صلوة الجنائزہ علی الخائض ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ نفساً اور حائض کے احکام یکساں ہیں اس لئے جیسے نفساً پر صلوة الجنائزہ جائز ہے اسی طرح حائض پر بھی کیونکہ بحالت نجاست مصلی کے سامنے پڑے رہنا اور میت حائض کا پڑا رہنا برابر ہے بعض تو یہ اس جملہ سے غایت قرب بیان کر رہی ہیں بس باب کی آخری حدیث پر ہے کہ حضرت میمونہ سلمنے لیٹی رہتی تھیں تو اس سے موت کی طرف اتار دیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب النجس

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمَّ تَعُدُّوْا مَاءً فَتَيَمُّوْا (الآیہ)

اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔

حدیث نمبر ۳۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ وَأَفْكَادِ الْخَبِيشِ انْقَطَعَ مِقْدَرِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلُّوا عَلَى رُلْتَابِهِمْ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَكَيَسُوا عَلَى مَا رَفَاتِي النَّاسِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ
الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا وَالنَّاسُ وَكَيَسُوا عَلَى مَا وَكَيَسَ مَعَهُمْ مَا رَفَاتِي أَفْجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا وَصَنَعَ قَائِمًا عَلَى فِخْزِي قَدْ نَامَ فَقَالَ كَبَسَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا وَالنَّاسُ وَكَيَسُوا عَلَى مَا وَكَيَسَ مَعَهُمْ مَا رَفَاتِي فَقَالَتْ عَائِشَةُ هَذَا تَبَغِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ
مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِي بِسَيْدِي فِي خَامِصِي خَلَا يَنْعُنِي مِنَ التَّعَرُّكِ إِلَّا
مَكَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فِخْزِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِمَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّمِيمِ فَتَمِيمُوا فَقَالَ
أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِرِ مَاهِي بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ تَمَامَتْ فَبَعَثْنَا الْبُعَايَا الَّذِي
كُنْتُ عَلَيْهِ فَاصْبِنَا الْعَقْدَ تَحْتَهُ .

ترجمہ ، حضرت عائشہ رضہ زوجہ ابنی صلعم فرماتی ہیں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ کسی سفر
میں نکلے جب ہم بیدار یا ذات الجیش تک پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو جناب رسول اللہ صلعم اور دوسرے
لوگ آپ کے ساتھ اس کی تلاش کے لئے رُک گئے جبکہ وہ کسی پانی کے چشمے پر نہیں۔ پس لوگ حضرت
ابوبکر صدیق رضہ کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ کیا آپ نے حضرت عائشہ رضہ کی کارستانی نہیں دیکھی کہ انہوں
نے جناب رسول اللہ صلعم کو اور دوسرے لوگوں کو ایسی جگہ رکنے پر مجبور کر دیا ہے کہ جہاں نہ تو کوئی پانی کا چشمہ
ہے اور نہ ہی خود ان کے پاس کچھ پانی ہے۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے مجھ پر
ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور وہ وہ کلمات کہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے اور وہ مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ میری
کو کھ میں چوک دیتے تھے۔ اور مجھے حرکت کرنے سے اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔ سو اے اس کے جناب
رسول اللہ صلعم میری ران پر آرام فرماتے۔ تو جب حضور رسول اکرم صلعم صبح کو اٹھے تو پانی موجود نہیں تھا
پس اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ جس پر لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی اس پر حضرت
اسید بن حضیر رضہ بول پڑے کہ اے خاندان ابوبکر رضہ آپ کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی
ہیں جس اونٹ پر میں سوار تھی جب ہم نے اس کو کھڑا کیا تو ہمیں وہ ہار مل گیا جو اس اونٹ
کے نیچے تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ تیم کے معنی لغت میں قصد کرنے کے آتے ہیں۔ اور حج کے معنی بھی قصد کے ہیں لیکن اس حج سے مراد قصدانی معنی الہی ہے۔ چونکہ تیمم کے لغوی معنی کے اندر نیت و قصد داخل ہے اس لئے اگرچہ حنفیہ و شوافعیہ میں نیت کو شرط نہیں مانتے مگر تیمم میں نیت ضروری مانتے ہیں۔ کیونکہ معنی شرعی کے اندر معنی لغوی ملحوظ ہوا کرتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ پانی ذات طہارت کے لئے موضوع ہے بخلاف مٹی کے کہ اس سے بجلئے طہارت کے اور تلویث ہوتی ہے۔ لہذا مٹی سے طہارت حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے تیمم نیت تمام ائمہ کے یہاں شرط ہے، البتہ امام اوزاعیؒ سے عدم اشتراط نقول ہے۔ قول اللہ فلو فجد واما فقیہوا الامام بخاریؒ آیت کریمہ سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں فضیلت آیتہ التیمم مذکور ہے اور آیت کی کوئی تعبیر وارد نہیں ہے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں یہ آیت ذکر فرما کر تنبیہ فرمادی۔ کہ آیت التیمم کا مصداق یہ آیت المائدہ ہے۔ اور وجہ اس تفسیر کی یہ ہے کہ دو آیتوں میں تیمم کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ نسا میں دوسرے سورۃ مائدہ میں اور دونوں آیتوں کو آیت التیمم کہتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر مسئلہ کتاب التفسیر کا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں صعب طیب جو مذکور ہے۔ حدیث الباب سے اس کی تفسیر فرمانا مقصود ہو۔ مگر یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ صعب طیب کا باب ص ۹ پر آ رہا ہے اب میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابتداء کتاب میں مبدع حکم کی طرف اشارہ فرمایا کرتے ہیں یہاں بھی تیمم کی ابتداء کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تیمم کی ابتداء اس وقت ہوتی جبکہ یہ آیت نازل ہوئی۔ تیمم کی ابتداء یا تو شہۃ یا سلسۃ میں غزوہ بنو المصطلق میں ہوئی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ چونکہ حدیث کے اندر فضیلت آیتہ التیمم ہے تو امام بخاریؒ نے آیت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ آیت التیمم سے مراد یہ آیت شریفہ ہے، یہاں فقیہوں کے بعد الایۃ لکھ دیا اور پھر صعباً طیباً ذکر فرمایا حالانکہ وہ خود ہی آیت میں داخل ہے۔ اس کی وجہ اختلاف نفع ہے اس وجہ سے کہ علامت بھی بنی ہوئی ہے۔ فی بعض اسفار یہ غزوہ بنو المصطلق ہے یا بلیداً اودات الحبش یہاں شک کے ساتھ ہے۔ اور بعض روایات میں صرف بیداء کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف ذات الحبش کا اور بعض روایات میں اودات الحبش ہے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ آبادیوں یا پانی کے ہم ہیں کیونکہ جس جگہ پانی ہوتا ہے۔ آبادی دہیں ہوتی ہے پھر یسوعا علی ملو کا کیا مطلب اس کا جواب یہ ہے کہ مقام نزول یہ آبادیاں نہیں تھیں بلکہ کہیں راستے میں وقتی طور پر نزول ہو گیا تھا۔ اور یہ امکان ہے کہ یہ

کسی نے ایک جگہ کا ذکر کر دیا کسی نے دوسری جگہ کا ذکر کر دیا۔ اختلاف ذکر المکنہ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ فقال ماشاء اللہ ان ینزل اولاً تو قولاً عتاب کیا۔ اور جو کچھ منہ میں آگیا کہتے گئے۔ اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ہاتھ سے بھی عتاب کیا۔ اور کمر میں ٹوک مارا۔ خلا یمنعی من التھوک یعنی میں حضور اکرم صلیم کی وجہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی، اس ڈر سے کہ کہیں بیدار نہ ہو جائیں اور ابو بکرؓ کو غصہ میں دیکھ کر خود بھی غصہ فٹانے لگیں، ماحی باذل برکتکھوانہ کہاں تو شکایت کرتے پھرتے تھے۔ اور جب ایسی آسانی دیکھی تو تعریف کرنے لگے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سہولت کی یہ صوت اس واقعہ کے ساتھ تو کوئی خاص نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی اور کوئی صورت پیش آ سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے جب یہ آسانی دیکھی تو خوش ہوئے اور تعریف کی۔

حدیث نمبر ۳۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخِزَّانِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُعْطِيتُ خُمَسًا لَوْ يُعْطِيهِ أَحَدٌ قَبْلِي نَصَرْتُ بِالْوَعْبِ مَسِيئَةً شَمِيمًا وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّمَا نَجِلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَذْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ فَلَبِصْلٌ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَكُلُّ نَجِلٍ إِلَّا حَدَّ قَبْلِي وَاعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمٍ خَاصَّةٍ وَ يُعِثُّ إِلَى الثَّانِيَةِ عَامَّةً۔

ترجمہ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے فرمایا کہ مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو میرے سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی ایک تو یہ ہے کہ میری مہینہ بھر کی مسافت کے رعب سے مدد کی گئی۔ اور تمام روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ اور طہارت قرار دیا گیا۔ پس میری امت کے جس آدمی کو جہاں نماز پڑھنے کی جگہ مل جاتے وہاں پر پڑھ لے اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا جو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ کا اعزاز بخشا گیا۔ اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور مجھے عام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ لَوْ يُعْطِيهِ أَحَدٌ قَبْلِي یہ پانچ اشیاء میرے خصائص میں سے ہیں۔ نصرت بالعرب یہاں اشکال یہ ہے کہ جب ایک ماہ کی مسافت سے رعب چھا جاتا تھا تو کفار و قتال کرنے کے لئے کیوں چلے آتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ قلبی تاثر اور چہرے۔ جوش اور جذبات اور مزاج یہی وجہ ہے کہ بہت سے کفار قتال کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر ان کو ان کی عورتیں غار دلائی تھیں اس لئے وہ لوگ مجبور ہو کر میدان میں آتے تھے جعلت لی الارض مسجد او طہورا بخلاف اہم سابقہ کے کہ

ان کے واسطے صرف ان کے معابد میں ہی عبادت جائز تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ ان کے واسطے ساری زمین مسجد و طہور تھی۔ اس صورت میں یہ حضرت عیسیٰ کے خاص ہیں سے ہو گا نہ کہ ان کی امت کا خصبہ ہو گا۔ و احلت لی المغانم اتم سابقہ کے اندر یہ قاعدہ تھا۔ کہ مال غنیمت کو جمع کیا جاتا تھا۔ اور آگ آکر اس کو کھا لیا کرتی تھی یہی دلیل قبولیت کی تھی و بعثت الی الناس عامہ اور حضرت نوح کی بعثت عام تھی اس حیثیت سے کہ ایک ہی امت وہاں تھی۔

نوٹ :- اس حدیث میں غمناکی قید استرازی نہیں علامہ سیوطی نے خاص کبریٰ میں نبی اکرم صلم کی تمام خصوصیات جمع کر دی ہیں جو آب طبع بھی ہو گئی ہے۔ اعطیت الشفاعۃ یہاں شفاعت سے شفاعت کبریٰ مراد ہے کیونکہ اور انبیاء علیہم السلام بھی شفاعت کریں گے۔ انقطع عندی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن اسماء سے ہارستار لیا تھا۔ اور یہ دومرتبہ سنوار لیا گیا جو دو مرتبہ سفر میں گم ہو گیا۔ ایک مرتبہ غزوہ بنی المصطلق میں اور دوسری مرتبہ قصہ انک میں۔

باب رَاَدَا لَکُمْ یَجِدُ مَا تَدْعُوْنَ لَا تَنْرَآہُ۔

ترجمہ، جبکہ سفر میں نہ تو پانی ملے اور نہ ہی مٹی دستیاب ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا زَكَیَّا بْنُ یَحْیٰی الْخَمَّیْیُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَمَّكَتْ فَبَعَثَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُوْا رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَادَّكَ كَتَمُوْا الصَّلَیَّ وَكَلِمَیْنِ مَعَهَا مَاءً فَفَضَلُوْا اَمْتَكُوْا اِذْ لَیْلًا رَاٰی دُسْعِلَ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُوْا نَزَلَ اللّٰهُ اٰیَةً اَلْتَجَمُّ فَقَالَ اَسْبَدُ بُوْنُ حَضْبِیْ لِعَائِشَةَ جَلَّی اللّٰهُ خَبْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِیَدِیْ اَمْوَنُ تَكْرُمِیْنِ اَلَا یَعْلَمُ اللّٰهُ اِذْ لَیْلَ کَلِّ وَبِیْنِ مَسْلَمِیْنِ ذِیْہِ خَیْرًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ہارستار لیا جو گم ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلم نے ایک آدمی تلاش کے لئے بھیجا جسے اس حال میں وہ ڈھونڈ لایا کہ مسلمانوں کو نماز کے وقت نے پایا۔ جبکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے بنیہ وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر اس بات کا شکوہ جناب رسول اللہ صلم کی خدمت میں کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ تو حضرت اسید بن الحضر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم جب بھی آپ پر کوئی مصیبت پڑی جس کو آپ ناپسند کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے اس میں بھلائی پیدا کر دی

خشیشیہ از شیخ زکریاؒ یہ قاضی الطہودین کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں امام شافعیؒ کی چار روایتیں ہیں (۱) کہ وہ نماز کو مؤخر کرے جس وقت طہور ملے اس وقت نماز پڑھے امام اعظمؒ بھی یہی فرماتے ہیں دوسرا

قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو نماز پڑھ لے جب احد الطہودین دستیاب ہو تو پھر اعادہ کرے۔ یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت واجب ہے کہ بلا وضو نماز پڑھے اور پھر قضا کرے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو پڑھنا واجب ہے قضا واجب نہیں یہی قول امام مزنیؒ کا ہے اور بھی اسے لیتے ہیں حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ طہارت شرط صلوٰۃ ہے۔ بغیر شرط کے مشروط کا تحقق کیسے ہوگا۔ امام محمدؒ سے تین روایتیں ہیں، ایک امام صاحبؒ کی طرح۔ دوسری امام ابو یوسفؒ کی طرح اور تیسری امام مزنیؒ اور نوویؒ کی طرح مصنفؒ بھی امام مزنیؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہے کہ یہاں تو تراویح موجود ہے تو پھر قاضی الطہودین کا حکم کیسے معلوم ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تک تنہا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے جب پانی نہ ہوا تو گویا کہ تراویح بھی نہیں ہے۔ اور صلوٰۃ کے لفظ سے استدلال کیا ہے۔ کہ ان لوگوں نے جب بلا وضو نماز پڑھ لی تو آپؐ نے ان پر کوئی نکیر نہ فرمائی۔ بلکہ اسی پر اکتفا کر لیا گیا۔ اگر اشکال ہو کہ پہلی روایت میں تھا کہ ہار اونٹ کے نیچے سے ملا۔ اور یہاں فوجد ہا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ وجد ہا تحت بعیر یا فجد ہا بعد ماد جمع نعمت البعیر۔ اونٹ کے نیچے ہار کو پایا یا لوٹنے کے بعد اسے اونٹ کے نیچے پایا۔

خشیشیہ از شیخ زکریاؒ یہ قاضی الطہودین کا مسئلہ ہے۔ اس کے اندر ائمہ کے مذاہب یہ ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک اس پر ادا ضروری پھر بعد میں قضا ضروری نہیں۔ احناف کے نزدیک اس پر قضا ضروری ہے ادا ضروری نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ادا اور قضا دونوں ضروری ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک نہ ادا ضروری نہ قضا ضروری۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہ اور حنابلہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور مالکیہ اور شافعیہ ایک دوسرے کے مقابل اور صاحبین تشبہ بالمصلین کا حکم فرماتے ہیں مع وجوب القضاء امام بخاریؒ اس مسئلہ میں حنابلہ کے ساتھ ہیں قاضی الطہودین کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ایسی جگہ بند کر دیا جلتے کہ وہ کمرہ کسی ناپاک چیز کو بر دغیرہ سے طوت ہوا اور پانی اس کے پاس نہ ہو۔ آجکل تو ہوائی جہاز میں ایسی صورت پیش آسکتی ہے تو وہ کیا کرے کیسے نماز پڑھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ بلا وضو پڑھے اور وہ باب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ تو انہوں نے بغیر وضو نماز پڑھ لی بخاری جلد ثانی ص ۶۵۹ پر بھی یہی ہے تو جیسے ماہ ایک مطہر ہے ایسی ہی مٹی بھی لہذا جس طرح اس کے نہ ہونے کے وقت بلا طہارت

نماز کا تم ہے ایسے ہی تراب میں بھی ہوگا۔

باب التیمم فی الحضر اذ التویجید الماء وخاف فوت الصلوة ۱۰ قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَاءِ وَلَا يَجِدُ مَن يُنَادِيهِ يَتَمَوَّوْا قَبْلَ ابْنِ عَمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُمُوعِ فَخَضَرَتِ الْعَصُ بِعِزِّ بَدِ النَّعْوِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَوْ يُعَدُّ.

ترجمہ، شہر میں یا آبادی میں آدمی پانی نہ پائے تو تیمم کرے اسی طرح جب نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو بھی تیمم کرے۔ یہی حضرت عطاء تا بھی کا قول ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ اس مریض کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ پاس پانی تو موجود ہے مگر اسے اٹھا کر دینے والا کوئی نہیں تو وہ بھی تیمم کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عرف کے مقام پر جو ان کی زمین میں داخل ہوئے تو سوچ بہت ادب تھا۔ انہوں نے نماز نہیں پڑائی۔

حدیث نمبر ۳۲۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكِينٍ أَخْبَرَنَا قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جَهْمٍ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ الصَّهْمَةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو جَهْمٍ أَقْبَلَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَحَوُّبِي بَلَّ فَلَعْنَتِي رَجُلٌ فَسَلَّوْا عَلَيْهِ فَلَوْ يَرَى عَلَيْهِ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَسَلَّ بِوَجْهِهِ وَيَدِيهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

ترجمہ، حضرت عمر مولى ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن یسار مولى حضرت مایمونہ زوج النبی صلعم حضرت ابو جہم بن الصمہ انصاری کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت ابو جہم نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلعم بیرجل کی طرف سے تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں ایک آدمی آپ کو بل گیا جس نے آپ پر سلام کہا۔ آنجناب نبی اکرم صلعم اس وقت تک سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک ایک دیوانہ کے پاس تشریف تیمم کے لئے اپنے جہرہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر سلام کا جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں ہے فات لوتجدوا ماء فتمسوا صعيدا طيبا۔ آیت دلالت کرتی ہے کہ آبادی میں تیمم نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ تعقید بال سفر نہ ہوتی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر حالتِ حضر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے۔ اعادہ نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اعادہ کو واجب کہتے ہیں۔ اور امام اعظمؒ تین جگہ اجازت دیتے ہیں۔ نماز جنازہ

فوت ہونے کے وقت ۲۰ صلوٰۃ عیدین کے فوت ہونے کے وقت نیسرا پانی موجود ہے۔ مگر بروکے خوف سے کہ کہیں ضرر رساں نہ ہو۔ وہ ان مقامات پر حضور میں تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ مصنفؒ مطلقاً اجازت کے قائل ہیں اور امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار فرماتے ہیں۔ جو ف مدینہ کے قریب تین چار میل جبل احد کی طرف ایک جگہ ہے۔ اور مسجد النعم مدینہ اور حرف کے درمیان ایک جگہ ہے۔ حرف میں حضرت ابن عمرؓ کی زمین تھی۔ ابن عمرؓ کے اس فعل سے امام مالکؒ تیمم ثابت کرتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پانی بین انسان کے تھین کا مدار ہے۔ ایسے مواقع پر پانی کا نہ ملنا فادہ ہے۔ لہذا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر پانی موجود نہ ہو تو دو میل تک اس کی تلاش کرے یا ایک تیر پھینکنے کی مسافت تک لکاش کرے۔ امام بخاریؒ کے دلائل پر علماً اخافؒ فرماتے ہیں کہ آیت تیمم میں حالت سفر کو تیمم کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مقابل ابن عمرؓ کا فعل کیسے معتبر ہوگا۔ مالکیہ آیت میں اس قید سفر کو اتفاقی کہتے ہیں۔ مگر یہ محل بحث ہے اس لئے اگر یہ قید اتفاقی ہو تو خلو نجد والما کی قید بھی ہے اور ان کو ممکن تھا کہ مدینہ پہنچ کر پانی حاصل کر سکتے تھے۔ لہذا یا تو ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ یا آیت کریمہ کے مقابل میں ان کے فعل کی کیا حیثیت ہے۔ اور ردابت میں ہے کہ آپؐ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا۔ امام بخاریؒ اس سے بولائند لال کہتے ہیں کہ جب حضورؐ میں رد سلام کے لئے تیمم جائز ہے تو صلوٰۃ کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ لیکن علما اخافؒ جواب دیتے ہیں ایک تورۃ سلام کے لئے طہارت شرط نہیں نماز کے لئے شرط ہے اس کو سلام پر تیکس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ دوسرے عدم وجدان مارکی وجہ سے تیمم نہیں تھا بلکہ یہاں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہ سلام کرنے والا آدمی چلا نہ جائے۔ پھر رد سلام بے فائدہ ہوگا۔ صلوٰۃ جنازہ اور صلوٰۃ عیدین میں جو امام اعظمؒ تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ اولاً تو صلوٰۃ جنازہ کو صلوٰۃ کہنا مجاز ہے اور صلوٰۃ عیدین واجب ہے۔ دوسرے ان کا فوت لازماً خلف ہے کہ ان کی قضا نہیں اس لئے ان کے لئے حضورؐ میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ میں ارکان صلوٰۃ کم ہیں رکوع و سجود نہیں اس کی وجہ شے طہرۃ میں بھی تخفیف آجائے گی۔

تشیخ از شیخ زکریا، اگر شہر یا آبادی میں پانی نہ ملے۔ تو تیمم کرنے میں ائمہ اربعہ کے یہاں دو قول ہیں بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض منہج کرتے ہیں جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ تیمم کرے وہ کہتے ہیں کہ پانی کا ملنا ممکن نہیں ہے اس لئے تیمم کرے۔ اور جو لوگ منہج کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بھلا ایسا بھی ہو سکتا

ہے کہ آبادی میں پانی نہ ملے ہم لوگ پہلے خود بھی اس چیز کو بعید سمجھتے تھے کہ شہر میں پانی نہیں مل سکتا لیکن جب سے یہ ٹینکیاں چلی ہیں کہ جب چاہیں بند کر دیں اور جب چاہیں کھول دیں چاہے سارا شہر پیاس سے مر جائے اس وقت سے سمجھ میں آ گیا۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ حضر میں تیمم جائز ہے۔ بشرطیکہ وہاں پانی موجود نہ ہو۔ ولا یجد من یناولہ تیمم کیونکہ فاقدا الماء کے مثل علی عدم قدرت علی استعمال الماء میں ہو گیا۔ بعد النعمو یہ ایک تمام کا نام ہے اور آثار نقل کرنے کا حاصل یہ ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔ حق د خلنا علی الی جہیم افر یہاں غور سے سن لو کہ ابو جہیم تین جگہ آئے ہیں۔ ایک اسی کتاب تیمم میں دوسرے ابواب استترہ میں اور تیسرے ابواب الباس میں تو ابو جہیم مکرر ہے اور ابواب استترہ اور ابواب التیمم میں ابو جہیم مضر ہے جو اس کے خلاف کہے وہ غلط ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ ابواب استترہ اور ابواب التیمم میں جو ابو جہیم ہیں وہ ایک ہیں یا دونو الگ ہیں اس میں اصحاب رجال کے دونو قول ہیں اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ یہ الحارث ہیں یا ابن الحارث اس میں بھی دونو قول ہیں فسخ بوجه دیدہ اس سے تیمم فی الحضر کے قائلین استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ سلام کے جواب کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضور پاک صلعم نے تیمم فرمایا اور نمازیں فوات نہیں اگر ادا نہ ہو تو قضا پڑھی جاسکتی ہے۔ بخلاف سلام کے کہ اگر اپنے وقت پر جواب نہ دیا تو بے کار ہے پس سے اخلاف نے ایک قاعدہ متبسط کیا کہ جو عبادت فوت لا الی خلف ہو اس کے واسطے تیمم جائز ہے جیسے صلوٰۃ جنازہ و صلوٰۃ عیدین اور جو فوت الی خلف ہو اس کے لئے تیمم ناجائز ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو شہر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے امام بخاریؒ کا اپنا مسلک ہے امام شافعیؒ ادار مع التیمم اور پھر قضا واجب کہتے ہیں ماکلیہ کے نزدیک صرف قضا ہے حنفیہ اور خبابہ دونو قول ہیں قضا کرے اور ایک یہ کہ تیمم کر کے ادا پڑھے پھر قضا کرے۔

باب هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيدَ لِلتَّيْمُمِ

ترجمہ، تیمم کے لئے دونو ہاتھوں کو مٹی پر مارنے کے بعد کیا ہاتھوں میں مچھونک مار سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۶ حَدَّثَنَا دُرَّاهِمٌ عَنْ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ جُلَّ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

فَقَالَ إِنِّي أَجَبْتُ فَلَوْ أُصِيبَ الْمَاءُ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لَعَمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذَكَّرُ
أَنَا كُنَّا فِي مَسْجِدٍ أَمَّا وَأَنْتَ فَاجْعَلْنَا خَامًا أَنْتَ فَلَوْ تَصَلَّيْتَ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعْتُ فَذَكَرْتُ

ترجمہ، حضرت ابنی نے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت حاضر ہوا۔ کہ میں صبی ہو

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ جب روایت میں موجود ہے کہ جناب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفخ فرمایا تو پھر لفظ حل کا کیا مطلب ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ چونکہ احتمال تھا کہ یہ نفخ مٹی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی تنکے وغیرہ کے لگ جانے کی وجہ سے ہو۔ اس احتمال کی بنا پر ترجمہ میں لفظ حل کا اضافہ فرمایا جیسا کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں احتمال ہو ترجمہ کو حل کے ساتھ مقید کر دیتے ہیں اور میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جو غبار فی سبیل اللہ ناک میں داخل ہو وہاں جہنم کی آگ داخل نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے من اغبیت قدما ماہ فی سبیل اللہ لحقہ النار کہ جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے اس کو جہنم کی آگ میں نہیں کرے گی۔ ان جیسی روایات سے اس گرد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جو اللہ کے راستہ میں حجم کو لگا ہو اور تیمم کا گرد بھی اللہ ہی کے واسطے لگتا ہے۔ لہذا اس کا تقاضا ہے کہ اس کو پھونک نہ ماری جائے بلکہ ایک روایت میں تو توبہ و جہت مصتوح ہے جس سے چہرہ کو غبار آلودہ کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ نے ان روایات کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے لفظ حل کا ذکر کر دیا۔ فقال عماد بن یاسر: چونکہ حضرت عمر بن تیمم جنہ سے منع کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عمارؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا جس میں یہ تھا کہ حضرت عمرؓ و حضرت عمارؓ دونوں کو غسل کی ضرورت پیش آئی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو اس وقت نماز نہ پڑھی اور حضرت عمارؓ نے دابہ کی طرح مریخ کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا انما یکھنیک ہکذا۔ حضرت عمرؓ یا جنہی کے لئے تیمم کے قائل ہی نہ تھے یا سیاست منع کرتے

باب التَّيَمُّمِ لِلْوُجْهِ وَالْكَفَّيْنِ -

[illegible]

تکشیح از شیخ ذکر کیا اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں ایک مقدار ضربات کے اندر اور دوسرے مکان
مسح کے اندر اول اختلاف یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک ضریۃ الوجه والکفین ہے اور امام ابوحنیفہ
اور امام شافعی کے نزدیک ضریۃ للوجه اور ضریۃ للکفین الی الصفتین ہے اور امام مالک کے
ز نزدیک ایک ضربہ فرض اور ضربہ ثانیہ سنت ہے اور بعض تابعین کے نزدیک ثلث ضربات ہیں ضریۃ
للکفین و ضریۃ للوجه و ضریۃ للذراعین دوسرا اختلاف مکان تیمم میں ہے حنا بلہ کے نزدیک

صرف کفین کا مسح فرض ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک کفین کا مسح فرض اور الی المرفقین سنت ہے اور خفین اور شوافع کے نزدیک الی المرفقین فرض ہے۔ پھر امام زہری اور بعض تابعین کے یہاں الی الالباب (تک) ہے۔ اور مسح وہر میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام بخاری و حاکم کے ساتھ ہیں۔ شعاع و جہا و جہہ و کفینہ چونکہ اس میں صرف کفین کا ذکر ہے اس لئے امام بخاری نے اس پر ترجمہ باندھ دیا۔ اور حاکم نے کی تاہد فرمادی۔ چہرہ و حجاب دیتے ہیں کہ یہ حرا خانی ہے۔ یعنی سائے بدن کے نکوٹ کی بجائے اسی کفین والے تیمم کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں کیفیت اور نوعیت کو بیان کرنا مقصود ہے جمیع تیمم کی صورت بیان نہیں کی۔ کیونکہ ان کی تفصیلی صورت پہلے سے معلوم تھی۔

حدیث نمبر ۳۲۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِي أَيْبَةَ أَنَّهُ شَهِدَ عَمْرًا وَقَالَ لَهُ عَمَّا كُنَّا فِي سِرِّيَتِهِ فَأَجَبْنَا وَقَالَ تَقَلُّ فِيهِمَا (الحدیث)
ترجمہ: حضرت ابزیؓ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت عمارؓ نے ان سے فرمایا ہم ایک جگہ میں تھے کہ ہم جنبی ہو گئے اور قفل فیہما ای نفع فیہما۔

حدیث نمبر ۳۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَيْسٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ عَمَّا كُنَّا فِي سِرِّيَتِهِ مَا تَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيكَ الْوُجْهَ وَانْكَثَبِي۔

ترجمہ: ذرا رادی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ روایت عمارؓ بن ابی ابزیؓ سے بھی سنی اور ان کے باپ ابزیؓ سے بھی سنی ہے۔ عمارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں زمین پر بیٹ گیا بعد ازاں حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے چہرے اور کفین کا مسح کفایت کر جانا۔
حدیث نمبر ۳۳۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَمَّا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِدْرَةِ الْوُضْءِ فَسَمِعَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ابزیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرمؐ نے اپنا ہاتھ زمین پر بار بار چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

باب الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَصَوَّءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَغْزِيهِ النَّبِيُّ مَا لَمْ يُجِدْ وَأَمْرٌ مِنْ عِبَادٍ وَهُوَ مُنِيْمٌ وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ لَوْ بَايَسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ وَالنَّبِيِّ بَعْدَهُ

ترجمہ، پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے۔ جو اسے پانی سے کفایت کرے گی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اسے اس وقت تک تیمم کافی ہو گا جب تک بے وضو نہ ہو۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے تیمم کرنے والے کی حیثیت سے امامت کرائی۔ یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ شوزین پر نماز پڑھنا اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے بتا رہے کہ طیب کے معنی طاہر کے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْإِمْلَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى أَنَا سُرَيْنَا حَتَّى كُنَّا فِي الْخِيَالِ وَقَعْنَا وَقَعَةً وَلَا وَقَعَةً آخِلَى عِنْدَ الْمَسَاكِينِ مِنْهَا فَمَا يَنْقُطُ إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَمَا كَانَ أَقْوَلَ مِنْ اسْتِيقَظَ فَلَوْ كُنْتُ لَوُ فُلَانٌ ثَوْبٌ فَلَوْ كُنْتُ يُسَيِّمُهُمْ أَوْ بَدَجَاءُ فَتَسْبِي عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ يُوقِظْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِئَلَّا نَذَرِي مَا يَخُذُ لَهُ فِي نَوْمِهِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مَضَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيلًا كَبِيرًا وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالشَّكْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيُرْفَعُ صَوْتَهُ بِالشَّكْرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ لِيَصُوتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا إِلَيْهِ الْكَدَى أَصَابَهُ فَقَالَ لَا ضَرِيرَ وَلَا يَضِيرُ أَنْ تَحِلُّوا فَإِنْ تَحَلَّ قَدَّ غَيْرُ بَعِيدٍ ثُمَّ تَوَلَّى قَدَّ عَابًا لَوْ مَضَى فَتَوَضَّأَ وَكُوِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْقَضَتْ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِجِلٍّ مُتَعَزِّلٍ لَوْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تَصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصُّعُودِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ ثُمَّ سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنْ الْغَطَشِ فَأَمَرَ قَدَّ عَابًا لَوْ كَانَ هَيْتَهُ أَوْ بَدَجَاءُ لَسِيَهُ عَوْفٌ قَدَّ عَابًا لَوْ كَانَ أَذْهَبًا فَأَتَبَغَا الْمَاءَ فَا تَطْلُقَا فَتَلْقَا مَرَأَةً بَيْنَ مَرَأَتَيْنِ أَوْ سَطِيعَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلَى بَعِيرٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسَ هَذِهِ السَّاعَةَ وَنَعَمْ نَاخِلُ فَا مَالَ لَهَا أَنْ تَطْلُقِي إِذَا قَالَتْ إِلَى أَيْنَ قَالَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ الصَّابِ قَالَتْ هُوَ الْكَدَى تَعْنِي فَا تَطْلُقِي فَجَاءُوا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَا أَنَّ الْحَدِيثَ قَالَ فَا سَتَنَزَلُ لَوْ مَاءٌ عَلَى بَعِيرٍ مَاءً وَهَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَضَرَعَ فِيهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَوَادِّ تَيْنِ أَوْ السَّطِيعَتَيْنِ وَأَوْ كَمَا أَفْوَاهُ مَا وَاطْلُقَ الْقَمَارِي وَتَوَدَّى فِي النَّاسِ اسْتَقْوَا وَاسْتَقْوَا فَسَقَى

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ الْكَدَى قَالَتْ

مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مِنْ شَاوٍ وَكَانَ اخِرُ ذَلِكَ اَنْ اَعْطَى الَّذِي اَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ رِثَاوَةً
مِنْ مَاءٍ قَالَ اَذْهَبْ فَاخْرِفْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ اِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَا يَمْنَعُ وَيَاوُ
اللَّهُ لَقَدْ اُفْلِحَ عَنْهَا وَادَّاهُ لِيُخَيِّلَ اِلَيْنَا اَنْهَا اَسَدٌ مَلْدُوَةٌ مِنْهَا حَوَائِثُ ابْتَدَأَ فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ
بِجَمْعٍ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ اَلِهَاجِجُكُمْ
فَقَالَ لَهَا تَعْلَمِينَ مَا رَزَيْتُنَا مِنْ مَاءٍ بِكَ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللَّهَ هُوَ الَّذِي اسْقَانَا فَاتَتْ اَهْلَهَا
وَقَدِ احْتَبَسَتْ مِنْهُمْ قَالُوا مَا حَبَسَكَ يَا فُلَانَةُ قَالَتْ الْعَجَبُ لَقِيْتُ رَجُلًا فَذَهَبَ اِلَيَّ
اِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَقَالُ لَهُ الصَّاحِبُ فَمَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اللَّهُ اِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْ النَّاسَ
مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ بِأَصْبَحِيهَا الْوُسْطَى وَاسْبَابُهُ فَرَفَعَتْهُمَا اِلَى السَّمَاءِ تَعْرِى
السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ اَوْ رَأَيْتُمْ لِرَسُولِ اللَّهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَدَبَّرُونَ عَلَى مَنْ حَوَّلَهُ
مِنْ الشُّرَكَائِ وَلَا يُعَيِّبُونَ الصِّرَافَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمٍ مِمَّا اُلْهِىَ اَنْ
هَلْ دَاوُ الْقَوْمُ قَدْ يَدْعُو نَكُوْ عَمْدًا فَمَعَلَ لَكُمُ فِي الْوَسْطَى مَا فَادَحَلُوْا فِي
الْوَسْطَى مَقَالَ اَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَبَا خَرَجَ مِنْهُ دُيُوبٌ اِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ اَبُو عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِرْقَةٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَشْرَعُونَ اِلَى بُوْدُ اَصْبِ اَمِلْ.

ترجمہ :- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی اکرمؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم رات بھر
چلتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ جب آفریل میں داخل ہوئے تو ہم پر سخت نیند کا غلبہ ہوا اور آخر رات کی نیند
سے مسافر کے نزدیک کوئی نیند سیٹی نہیں ہوتی۔ یہاں تک سوئے کہ ہمیں دھوپ کی گرمی نے ہی بیدار کیا پہلے
پہل شخص بیدار ہوا وہ فلاں پھر فلاں پھر فلاں جن کے ابو رہنے لگے تھے مگر خوف بھول گئے پھر
حضرت عمرؓ بن الخطابؓ چوتھے بیدار ہونے والے تھے اور جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب سو جاتے تھے تو ہم لوگ
آپؐ کو نہیں جگایا کرتے تھے جب تک حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار نہ ہوتے۔ اس لئے کہ ہم لوگ نہیں جانتے
تھے کہ نیند میں کیا کیا چیز آپؐ کو پیش آتی ہے (شاید وحی آرہی ہو) چنانچہ جب عمرؓ بیدار ہوئے اور وہ
مسیبت جس میں لوگ مبتلا تھے اس کو دیکھتے بڑے زبردست سخت آدمی تکبیر اللہ اکبر کہنا شروع کیا اور
تکبیر کو ادنیٰ آواز سے کہتے تھے چنانچہ تکبیر کہتے رہے اور آواز کو ادنیٰ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آواز کی

وجہ سے جناب نبی اکرم صلعم بیدار ہو گئے۔ جب آپ پوری طرح بیدار ہو چکے تو لوگوں کو جو مصیبت آئی تھی حضور انور کو اس کی شکایت کی (کہ میند کی وجہ سے نماز فوت ہو گئی) تو جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا چونکہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا اس لئے نہ کوئی نقصان ہوا اور نہ نقصان ہو گا۔ یہاں سے کوچ کر دو چنانچہ آپ نے بھی کوچ کیا تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ سواری سے اتر پڑے پانی منگایا وضو کیا۔ نماز کے لئے تکبیر ہوئی آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے، تو دیکھا ایک آدمی الگ تھک بیٹھا ہے جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا اے فلان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمھے کس چیز نے روکا۔ اس نے کہا جناب مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مٹی کو لازم پکھڑ یعنی تمیم کر دو (یہی موضع ترجمہ ہے) کیونکہ یہی مٹی تمہیں پانی سے کفایت کرے گی۔ پھر حضور اکرم صلعم چلنے لگے تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ سواری سے اتر پڑے فلان (عمران) کو بلایا جس کا نام ابورجلانہ تو لیا تھا مگر اسے خوف بھول گئے اور دوسرے حضرت علیؓ کو بلایا جب دونو حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کر کے لاؤ۔ دونو چلے تو ان کی ایسی عورت سے ملاقات ہوئی جو پانی سے بھر رہی تھی دوسرے چلے گئے دو مشکیزوں کے درمیان اپنے ادنٹ پر بیٹھی تھی۔ ان دونو حضرات نے ان سے پوچھا کہ پانی کتنی دور ہے اس عورت نے کہا کہ کل گزشتہ اس وقت میں دہاں اس چشمہ پر تھی۔ اور ہمارے گھر کے لوگ کسی کام کے لئے گھر سے غائب ہیں ہم صرف عورتیں باقی رہ گئی ہیں تو ان دونو حضرات نے اس سے کہا اب چلو اس نے پوچھا کہاں چلو انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلعم کی طرف اس عورت نے کہا دی جس کو صابی کہا جاتا ہے اپنے دین سے پھر جانے والا۔ ان حضرات نے جواب دیا ہاں وہی جو تیری مراد ہے پس تو چل چنانچہ یہ دونو اس عورت کو جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے۔ اور آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا اس عورت کو ادنٹ سے نیچے اتار دو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ رادی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اس عورت کو ادنٹ سے اترنے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ اتری۔ اور نبی اکرم صلعم نے ایک برتن منگایا جس میں ان دونو مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے اور پھر ان دونوں کے منہ تسموں سے باندھ دیئے گئے دیکھو کہ آپ نے کئی کر کے اس میں ڈالی تو آپ کی کھلی کی برکت سے پانی زیادہ ہو گیا) اور مشکیزے کا پھلنا منہ کھول دیا گیا۔ اور لوگوں کو آواز دی گئی کہ آؤ خود بھی پیو اور جانوروں وغیرہ کو بھی پلاؤ۔ پس جس نے پینا تھا پیا جس نے کسی کو پلانا تھا اسے پلا دیا۔ اور آخری شخص جس کو پانی دیا گیا وہی شخص تھا جس کو جنابت لاحق ہوئی تھی اس

کو پانی کا برتن دیا گیا اور آپ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اپنے اوپر پلٹ دو۔ وہ عورت کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی جو اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم حالانکہ پانی اس شگینے سے اندیل لیا گیا تھا۔ مگر ہمیں خیال یہ گذرتا تھا کہ جب سے اس سے پانی نکالنا شروع ہوا اب وہ اس سے زیادہ سوت بھرا ہوا تھا۔ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ نہ کچھ جمع کر دو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس عورت کے لئے کچھ عجمہ کھجور۔ کچھ تھوڑا آٹا اور تھوڑا ستوج جمع کیا یہاں تک اس کے کھانے کا انتظام ہو گیا تو صحابہ کرام اس کھانے کو ایک کپڑے میں جمع کر کے اس عورت کو اونٹ پر سوار کیا وہ کھانے کی گھڑی اس کے آگے رکھ دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہارے پانی سے کچھ بھی کمی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت سے سیراب کر دیا۔ پس وہ عورت کافی دیر کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی جنہوں نے اس تاخیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی چنانچہ مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس شخص کی طرف لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے جس نے ایسے ایسے کیا اللہ تعالیٰ کی قسم یا تو وہ اس آسمان اور زمین کے درمیان سب سے بڑا جادوگر ہے اس نے اپنی انگلیوں درمیان اور شہادت والی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ مراد اس کی اس سے آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ یادہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی مسلمان ارد گرد کے مشرکوں پر لوٹ مار کرتے تھے۔ تو ان گھروں کو جن میں یہ عورت رہتی تھی کوئی چھوڑ چھاڑ نہیں کرتے تھے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ مسلمان لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا تمہیں اسلام کی رغبت ہے۔ جیسے اس کا کہنا مان کر اسلام قبول کر لیا۔ صابی کے نفی کی تفسیر کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صاب کے معنی لغت میں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے کے ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ صابون اہل کتاب کا ایک فرقہ تھا جو زہر کو پڑھتے تھے۔ اور سورہ یوسف میں جو اَصْبُ ایچمن ہے اس کے معنی ہیں کہ میں ان کی طرف جھک جاتا۔

تشیخ از شیخ مدنی رحمہ اللہ کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ آیا تیمم طہارت کا ملہ ہے یا طہارت ضروریہ ہے۔ اگر طہارت ضروریہ ہے تو پھر ہر نماز کے لئے وضو کرنا پڑے گا۔ جیسے صاحب عذر ہر نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ ام شافعی کا مسلک ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تیمم عند الضرورت مشروع ہو ہے۔ مگر اس کو آپ طہور اسلم فرما رہے ہیں۔ تو میں طرح ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں ایسے تیمم بھی پڑھی جاسکتی ہیں کیونکہ یہ بھی وضو کی طرح طہارت کا ملہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں

چنانچہ ام ابن عباس و ہونیتو سے استدلال کیلئے ہے۔ اور صاحب عندا مات نہیں کرا سکتا۔ سبغۃ
شورز میں کو کہتے ہیں ایک جماعت اس سے تیمم کرنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ صعب طیب سے تیمم کا حکم دیا گیا
ہے یہ حضرات طیب کے معنی حلو میٹھے کے لیتے ہیں جنہوں نے طیب کے معنی طاہر کے کئے وہ شورز میں سے تیمم کو
جائز کہتے ہیں اور قرآن مجید میں طیب کے دو نو معنی طاہر اور حلو مستعمل ہیں، جمہور طیب کے معنی طاہر کے لیتے
ہیں۔ اقل من استیقظ فلات بعض روایات میں حضرت ابو یوسف صدیق نہ کا نام آتا ہے۔ اور تھلا یہ جملہ
احناف کا استدلال ہے کیونکہ شوافع فرماتے ہیں کہ نام جس وقت بھی بیدار ہو۔ وہ نماز پڑھ سکتا ہے بخلاف وقت
مکروہ ہی کیوں نہ ہو۔ احناف فرماتے ہیں کہ ذالک وقت سے مراد یہ کہ جلدی کرنا چاہیے۔ موانع دور کر دینا
مکروہ وقت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ چنانچہ اس جگہ سے آپ نے کوچ کا حکم دیا یہ تاخیر یا تو اس وجہ سے تھی کہ
ابھی آفتاب نیرے برابر نہیں آیا تھا۔ یا اس جگہ کوئی شیطانی اثر تھا جس کو جنابت نے محسوس فرما کر کوچ کا حکم دیا
بہر حال آپ دہاں سے چل رہے تھے۔ ماسک یا فلان کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خلا بن رافع تھے علیہ السلام
یہ موضع ترجمۃ الباب ہے کہ جنابت کے لئے بھی تیمم ہوا کرتا ہے۔ مزادہ اور سطحیہ دوہرے چڑے کی مشک
مزادہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک پر دوسرا چڑا چڑھایا جاتا ہے اور سطحیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک
چڑے کی سطح دوسرے چڑے سے ملی ہوتی ہوتی ہے۔ ایسے مشکیزوں کو ادنٹوں پر لادتے تھے اور اس کے
دو منہ ہوتے تھے۔ عزالی جمع عزلا کی مزادہ کے نچلے منہ کو کہتے ہیں۔ اور پرلے منہ سے پانی بھرا جاتا ہے
چونکہ یہ مشک شلت ہوتی ہے اس لئے بیچے بھی دو منہ ہوتے ہیں۔ تو چار منہ ہو گئے اس لئے جمع لایا گیا۔
عجوبہ کھجور کی تعریف آپ نے بہت بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ صبح کو روزانہ اس کے دو تین دانے کھانے
والا شخص زہرا در سحر سے محفوظ رہتا ہے۔ آجکل یہ جنس مفقود ہے۔ یہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے علامہ زعزعی
فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عجوبہ لگانا بند کر دیا ہے اس لئے کہ اس کا پھل بہت دیر سے آتا ہے اور انہ
رسول اللہ یا تو وہ مسلمہ نہ تھی یا مصلحتاً اس نے اپنی قوم پر اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔

خشخاش از شیخ زکریا یہاں امام بخاری نے دو مسئلوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ اول یہ کہ آیت پاک کے
اذر ہے فیتھوا صیداً طیباً اس لفظ صید کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض سے منقول ہے
کہ صید کے معنی تراب (مٹی) کے ہیں۔ یہ قول امام شافعی کی طرف منسوب ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ تراب کے
علاوہ اور کسی چیز سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جمہور کی رائے ہے کہ صید سے مطلق وجہ ارض مراد ہے اسی طرح

ہر جزوِ راضی سے تمیم کرنا باز ہے۔ کوئی تراب کی خصوصیت نہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے کہ مسجد سے ساری زمین مراد ہے۔ کیونکہ روایت میں علیک بالصعید فرمایا گیا ہے۔ اس سے کسی چیز یا کسی زمین کی تخصیص سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمیم طہارت ضروریہ ہے لہذا ایک تمیم سے ایک فرض پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے فرض کے لئے دوسرے تمیم کی ضرورت ہوگی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ تمیم طہارت کاملہ ہے۔ ایک تمیم سے متعدد فرض پڑھ سکتا ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرماتے ہیں یکتیہ من المداود ارض طیب وضاہلہ۔ پانی کی طرف سے اس کی کفایت کرے گی۔ لہذا تمیم جب وضو مسلم ہے اور پانی کے قائم مقام ہے۔ تو جیسے وضو سے متعدد فرض پڑھے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح تمیم سے بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

قال المحسن یحییٰ بن علی بن ابی عمیر رحمہ اللہ بعدت اس سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جب تک حدث نہ ہو تمیم کافی ہے۔ کسی فرض کی قید نہیں ہے۔ واما ابن عباسؓ وہو تیمم اس سے امام محمدؒ کے قول پر رد فرماتے ہیں جن کی رائے ہے کہ تمیم متوضی کی امامت نہیں کر سکتا۔ ائمہ اربعہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کر سکتا ہے۔ لا یامس بالصلوۃ علی السبغۃ اس سے بھی جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ زمین شور پر نماز پڑھنے اور اس سے تمیم کرنے کے اندر کوئی حرج نہیں۔ یہ بتا رہے ہیں کہ ارض سجہ عام ہے و قطعاً و قطعاً چونکہ ساری رات چلے تھے تو جگہ کان ہو گیا تھا۔ اس لئے آخری رات کے اندر ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اور ایسے پڑ کر سوئے کہ اس پڑنے سے نیاؤ مسافر کے نزدیک اور کوئی چیز میٹھی نہیں ہو سکتی۔ فما یقظن الا حزن انفس گہرے نیند سوئے اور پھر جب صبح کو گرمی پہنچی اس وقت آنکھ کھلی۔ کان النبی صلوا اذا نام لہو فوق ظہر حضور اکرم صلیم کو سوتے ہوتے نہ جگانے کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس وقت خواب کا سلسلہ شروع ہو جائے لیکن ہے اس وقت خواب میں وحی ہو رہی ہو۔ فکثیر دفع صوتہ احتمال وحی کی وجہ سے جگانا تو غیر مناسب تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی یہ تدبیر کی کہ زور زور سے تکبیر کہنے لگے تاکہ حضور اکرم صلیم کے کان میں آواز چلی جائے۔ پھر حضورؐ بیدار ہو جائیں لاضیاء ولا یضیی یہ اوشک کے لئے ہے۔ معنی دو نو کے ایک ہیں۔ وہ یہ کہ یہ کوئی بی طور پر کرایا گیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس روایت پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کسی پیر کا مرید ہوتا ہے۔ گو وہ عامی ہو۔ تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ جب سے حضرت سے مرید ہوا بس تہجد کے وقت نیند اڑ جاتی ہے۔ اور یہاں اجلہ صحابہ اور خود سب کے آقا حضور اکرم صلیم باوجود انہی صفائی قلب کے فجر کی نماز میں کیوں سو گئے اس قسم کے واقعات کا

جواب یہ ہے کہ نبی تعلیم فعلی کے واسطے آئے ہیں۔ لہذا جو افعال شان نبوت کے خلاف نہ ہوں۔ گودہ ہاری نذر میں چھوٹے معلوم ہوتے ہوں۔ مثلاً نماز میں سہو ہو جانا۔ یا سو جانا وہ نبی کمالاً بھوکے کرائے جاتے ہیں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا فی لا افسی و لکن افسی اور جو کام شان نبوت کے خلاف ہوتے تھے وہ صحابہ کرام سے کرائے گئے۔ چونکہ تعلیم فعلی مقصود تھی۔ اس لئے حضرت عائشہؓ سے زنا صادر ہوا۔ اور اسی طرح بعض دوسروں سے چوری کا صدور ہوا تاکہ حدود جاری کی جاسکیں۔ اب خدا نخواستہ نبی کے ہاتھ تو نہیں کاٹے جاسکتے۔ اسی طرح نبی سے زنا کبھی بھی صادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شان نبوت کے خلاف ہے۔ لہذا اس کے واسطے صحابہ کرام نے اپنے آپ کو پیش کیا اور اس کی وجہ سے صحابہ میں نہ کوئی خرابی آئی اور نہ ہی کوئی نقص آیا۔ اسی طرح تعلیم فعلی کی تیسری سیڑھی مشاجرات صحابہ ہیں۔ اس کو بھی دنیا میں کرنا تھا۔ اور وہ خلافِ راشدہ میں ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ہونے نہیں سکتی تھی کیونکہ حضور اکرم موجود ہوں گے تو آپ ہی بادشاہ ہوں گے آپ کے ہوتے ہوئے جو ملک طلب کرے گا وہ باغی ہو گا۔ اور کافر اور خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد پھیل رہا تھا اس کے قلع قمع کی ضرورت تھی۔ اگر باہم اختلاف ہو جاتا تو معلوم معاملہ کہاں کا کہاں پہنچ جاتا۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس لئے کہ اسلامی شوکت کی ضرورت تھی۔ اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بایں تکمیل کو پہنچ گئی۔ اب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہونی چاہیے تھی اور بنیاد بھی پڑ گئی تھی۔ مگر چونکہ ثروت کی بنا پر اختلافات ہو کر تے ہیں۔ اس لئے ان کے زمانے میں کثرت ثروت ہوئی۔ اب حضرت علیؓ کا زمانہ رہ گیا تھا۔ اور انہی تک خلافت راشدہ تھی۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنة لہذا مشاجرات صحابہ ان کے زمانہ میں رونما ہوئے اور جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہ مشاجرات صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے تعلیم فعلی اور مستند خلافت کی تکمیل ہوئی۔ اب یہاں ایک دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ جس شب میں پیش آیا۔ اس کو لیلة المنقریس کہتے ہیں۔ اور اس حدیث کو لیلة المنقریس والی حدیث کہتے ہیں۔ منقریس کے معنی آخری شب کو نزول کرنے کے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لیلة المنقریس ایک ہے یا متعدد جمہور کی رائے ایک کے بارے میں ہے۔ مگر واقعات اور روایات میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ کا ہونا کسی طرح نہیں بنتا۔ اس لئے محققین کی رائے ہے کہ لیلة المنقریس کم از کم دو مرتبہ ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ تین مرتبہ ہوئی۔ اور مجھے بھی کوئی اشکال نہیں نہ سہی دو۔ تین بھی ہو سکتی ہیں، چونکہ اس روایت

کے الفاظ مختلف ہیں اور مختلف طور سے بروی ہیں اس لئے امام بخاریؒ اس سے مختلف جگہوں میں مختلف مسائل ثابت کریں گے جس کو میں بھی اپنی جگہ پر بیان کر دوں گا۔ صوفیہ فرماتے ہیں اس شب کے اندر بیدار نہ ہونا بہت عجیب ہے اور اس شب کو حضرت بلالؓ کی انا (میں) نے کھو دیا۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلیم نے دریافت فرمایا من یکلوننا اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا انا اذا نام لونی نخطہ لا حتمال انتہ یولی ایہ فی ذلک النور۔ اور تھلوا یہ ارتحال کا امر کیوں فرمایا۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس دھج سے فرمایا کہ وہ وقت وقت کر رہا تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ روایت میں ہے۔ حتیٰ اذا ارتفع الشمس نزل یعنی جبکہ ارتفاع شمس ہو گیا۔ اور وقت کراہت جاتا رہا۔ تو اس وقت نزول فرمایا ہے۔ فما یقظنا اذا حل شمس اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اگر گرمی کا زمانہ ہو تو دھوپ کی گرمی تو جلد ہی پڑنے لگتی ہے۔ بالخصوص جبکہ میدان میں ہوں۔ اور خصوصاً عرب کی گرمی کہ دن سخت گرم اور راتیں سخت سرد۔ لہذا اس سے کوئی اشکال نہیں پڑتا۔ اس کے بالمقابل شوافع وغیرہ کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ اس وادی میں حضور اکرم صلیم کو نیند آتی۔ اور نماز قضا ہوئی۔ اس لئے اس وادی میں ایک قسم کا نحوست ہوئی اس لئے ارتحال کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں بھی ہے ذات فیہا شیطانا اس وادی میں شیطان ہے حنفیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلیم کا یہ ارشاد ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ سوج تو خود بین قرنی الشیطان طلوع ہوتا ہے۔ فان علیک بالصبر اس جملہ کے واسطے پوری روایت کو ذکر فرمایا۔ ہیمتہ ابو جہاد ان کا نام عمران تھا۔ بین مزادینین دو بہت بڑے شکیزے اور سطحین اونٹنک راوی کے لئے ہے۔ اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ دوہرے چڑے کا شکیزہ عہدی بالمارامس یعنی اتنی دوری پر ہے کہ کل میں اسی وقت پانی پر سے چلی ہوں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ایک منزل ہے۔ وتغزنا خلونا حب اس عورت نے دیکھا کہ یہ دو مرد ہیں تو وہ ڈری۔ کہ یہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں کہیں مجھ سے پانی نہ چھین لیں تو اس نے بطور معذرت کے کہا کہ ہمارے مرد گھر خالی چھوڑ کر باہر گئے ہوئے ہیں۔ لہذا میں بچوں وغیرہ کے پاس جا رہی ہوں۔ خلوف کے معنی پیچھے چھوڑنے والے اور خلونا یا تو خبر سے کانٹا عذوق کی یا حال قائم مقام خبر سے واو کا۔ افواہما شکیزہ میں دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کا جو بڑا ہوتا ہے۔ اور نیچے کا چھوٹا ہوتا ہے۔ افواہ اوپر کے منہ کو کہتے ہیں۔ غزناؤ نیچے کے منہ کو کہتے ہیں۔ افواہ کو اس لئے بند فرما دیا کہ سارا پانی گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اگر اس کو کھول دیتے

اور عزلا۔ چونکہ چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس سے تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ضائع بھی نہیں ہوا وہی قائم رہا۔
 تنظر وہ عورت کھڑی یہ منظر دیکھتی رہی۔ کہ اس ذرا سے پانی میں کیا کیا ہو گیا۔ سب نے پانی پی بھی لیا۔
 برتن بھی بھرنے اور ایک نے غسل بھی کر لیا۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ تصرف فی ملک الغیر کیوں ہوا۔ اصحابِ علوم
 ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مضطر ایسے وقت میں بے اجازت
 لے سکتا ہے۔ اور حقیقی جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو پہلے سے بھی
 کہیں زائد بھرا ہوا تھا۔ اجمعوا لہا یعنی ہم نے اس کے پانی سے انتفاع حاصل کیا ہے۔ لہذا اس کے بدلے
 میں اس کے واسطے کچھ جمع کر کے لاؤ۔ ما حبسک باخلاصۃ چونکہ یہاں دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ ای
 قدر تاخیر سے اپنے گھر پہنچی تو گھر والوں نے دریافت کیا کہ کیا بات تھی۔ جو اتنی دیر تک گئی ادا نہ ہو سکی
 اللہ حقا یعنی اگر وہ ساحر نہیں ہیں تو بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ ولا یصیبون الصومۃ صومۃ کہتے ہیں
 گاہ کو اور یہاں مراد قبیلہ ہے قال ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حدیث شریف میں صابی کا لفظ آگیا
 تھا اس لئے اس کی تفسیر فرمادی۔ اور اس سے ان کا ذہن قرآن پاک میں لفظ صابین کی طرف منتقل ہو
 گیا تو ساتھ ہی ساتھ اس کی شرح بھی فرمادی۔ پھر آیت کریمہ لا تصرف عفی کیدہن اصبا الیہن
 کی طرف ذہن گیا تو اس کی تفسیر فرمادی۔

باب اِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلَى نَفْسِهِ الْعَرَضِ أَوِ الْمَوْتِ أَوْ خَافَ أَنْ يُعْطَشَ يَتَوَضَّعُ
 وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبٌ فِي لَيْلَةٍ بِأَرْضِ قَيْسِ بْنِ كَعْبَةَ وَتَلَا وَلَا تَسْتَلُوا
 أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَجِيمًا خَذُّكَ ذَا بَلَاةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ يُعْزِفُ۔
 ترجمہ:- جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض کا یا موت کا ڈر ہو۔ یا پیاس کا خطرہ ہو تو تیمم کرے اور
 ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ سخت ٹھنڈی رات میں جنبی ہو گئے تو تیمم کر کے یہ آیت تلاوت
 کی کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ جب اس کا تذکرہ جناب
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا تو آپ نے کوئی ملامت نہ فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۳۲ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ
 بْنِ مَسْعُودٍ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يَصِلُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ نَعُوذُ بِكَ اللَّهُ أَرَجِدُ الْمَاءَ فَهَذَا اللَّهُ
 أَصْلَ كَوْنِهِ نَحْصَتْ كَيْفِيَّةٌ فِي هَذَا كَانَتْ إِذَا وَجَدَ أَحَدُ هُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَجْعَلُ يَتَوَضَّعُ

وَحَلَّتْ قَالَ قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لَعَمْرِي قَالَ إِنِّي لَكُمُ أَرْعَمُ فَكُنَّ بِقَوْلِ عَمَّارٍ -

ترجمہ، حضرت ابو دآل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ کیا جب تک کوئی ہانی نہ پائے نماز نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ہاں اگر میں ایک مہینہ تک ہانی نہ پاؤں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔ اگر میں ان کو اس بارے میں رخصت دے دوں تو جب بھی کسی کو ٹھنڈک پہنچے گی تو اسی طرح کرے گا۔ یعنی تیمم کرے گا۔ اور نماز ادا کرے گا۔ تو ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر عمارؓ نے جو حضرت عمرؓ کو تیمم کے بارے میں فرمایا تھا وہ کہاں جلتے گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کے قول کو پسند کیا ہو۔

تشیخ از شیخ مدنی، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ جنہی کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے ممکن ہے یہ ان کا مذہب ہو۔ جو کہ جمہور کے خلاف ہے۔ اس باب میں دو روایتیں بیان کی گئی مگر ان میں ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب مصلحت بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ نفس مسئلہ کے مخالف نہیں لیکن پھر حضرت عمارؓ کے واقعہ پر رد کرنے کے کیا معنی؟ تو دوسری روایت نے بتلادیا۔ کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے اولاً ذیل عمارؓ پیش کیا۔ پھر آیت کو پیش کیا جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حقیقت بیان کر دی کہ میں نفس مسئلہ کے خلاف نہیں ہوں تو دوسری روایت نے اسے صاف کر دیا پہلی روایت میں راوی نے تقدیم و تاخیر کر دی۔

حدیث نمبر ۳۳۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْخَطَّابِيُّ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ

كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ تَوَحَّشْتَ إِذَا أُجِنِبَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَيْفَ تَصْنَعُ يَقُولُ عَمَّارٌ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عَمْرًا كَوْنَهُ يَدُلُّكَ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ هَذِهِ الْأَبِيَّةُ فَمَا دَلَّى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْنُ خَصْنَا لَهْمُ فِي هَذَا كَوْنُكَ إِذَا ابْتَدَأَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَّعَاهُ وَيَتَبَيَّنُوا فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا فَقَالَ لَعَنَ

ترجمہ، حضرت امش بن فراتے ہیں کہ میں نے حضرت شقیق بن سلمہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبداللہ اور ابو موسیٰؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن

کہ جب کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جب تمک اسے پانی نہ ملے نماز نہ پڑھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ حضرت عمارؓ کے اس قول کو کیا کرو گے جبکہ جناب بنی اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ یہ تیمم ہی نہیں کافی تھا جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کے اس قول پر قناعت اور رضا مندی ظاہر نہیں کی۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ چلو ہم حضرت عمارؓ کے قول کو چھوڑتے ہیں۔ اس آیت تیمم کا کیا جواب ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئی جواب نہ بن پڑا صرف اتنا کہا کہ اگر ہم ان لوگوں کو ایسی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ جس کو پانی ٹھنڈا لگا۔ وہ پانی کو چھوڑ کر نیم کرنے لگے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شفیق سے کہا کہ اچھا اس وجہ سے حضرت عبداللہ تیمم للجنبی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ، فما ذلی عید اللہ ما یقول اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وہ مذہب ہوتا جو لاستم کے بارے میں شواہد کا ہے کہ اس آیت سے سمرۃ کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن عباسؓ لاستم کے معنی جامعہ کے لیتے ہیں تو یہاں پر ان کو جواب دینا آسان تھا کیونکہ اختلاف حدیث اکبر میں ہو رہا ہے۔ وہ آسانی سے کہہ دیتے کہ لاستم سے مراد سمرۃ ہے یعنی حدیث اصغر ہے۔ حدیث اکبر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ عاجز ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو معلوم ہوا کہ وہ لاستم کے معنی ستم کے نہیں لیتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ سے استدلال کیونکر ہوا کیونکہ تیمم کا حکم تو عدم وجدان مار کی صورت میں ہے۔ یہاں مریض کے لئے عدم وجدان نا نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ عدم وجدان مار سے مراد عدم القدرۃ علی استعمال الماء مراد ہے۔ اور وہ کبھی عدم وجدان مار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی مانع کی وجہ سے مثلاً برد کا خوف ہے۔ یا کسی مرض کے زیادہ ہونے کا خطرہ ہے۔

تشیخ از شیخ ذکر یابا۔ مرض کا سلسلہ تو صحابہؓ کے مابین مختلف فیہ رہ چکا ہے۔ مگر موت کے خوف اور پیاس کے خوف سے تیمم کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ اگر حدیث مرض کا خوف ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے متفق علیہ پر مختلف فیہ کو قیاس فرما کر بتلایا ہے کہ تیمم جائز ہے۔ اور اب ائمہ کا بھی مذہب ہے کہ خوف مرض کی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے و یدکما ان عصروہن العاص اجنب فی لیلۃ بارکۃ یہ واقعہ غزوہ ذات السلاسل میں پیش آیا۔ ابو داؤد میں یہ پوری روایت مذکور

ہے مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر بن العاصؓ امیر مہملہ غل کی حاجت ہو گئی۔ سردی زیادہ تھی۔ تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ لوگوں نے حضور اکرم صلم سے شکایت کی۔ حضور اکرم صلم نے وجہ دریافت فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلم سردی زیادہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس پر حضور انور صلم نے کچھ نہیں فرمایا۔ لہذا اس پر آپ کی تقریر ثابت ہو گئی۔ قَالَ عِبْدُ اللَّهِ لَا يَصِلُ إِلَا حضرت عمر بن العاصؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فقہ الامت جنہی کے تیمم کے بارے میں بڑے سخت تھے کہ اس کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ ان حضرات کا مذہب تھا یا سدا للباب ایسا کرتے تھے۔ علماء دونوں طرف لگتے ہیں حضرت عمرؓ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا مذہب تھا۔ پھر جوع کر لیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سدا للباب منع کرتے تھے اسی سختی میں حضرت ابو موسیٰ اور ابن مسعودؓ کا مناظرہ پیش آیا۔ جو عمر بن حفص کی روایت میں ہے اور وہی مرتب ہے۔ اور بقیہ روایات میں جو آتا ہے وہ غیر مرتب ہے کہیں اس میں تقدیم ہے کہیں تاخیر ہے۔

بَابُ التَّيْمُومِ ضَرْبُهُ

ترجمہ ۱۔ کہ تیمم ایک مرتبہ زمین پر ہوتا تھا یا نہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ شَيْبَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجَنَّبَ خَلْعَهُ يَجِدُ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَّمُ وَيُصَلِّي قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَيَّمُ وَإِنْ كَانَ كَوَيْدًا شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى مَكَيْكَ تَصْنَعُونَ بِهَذَا الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَوْ نَجِدُ مَاءً فَيَتَيَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ رُجِّصَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ لَا وَشَكُّوا إِذَا بَدَّ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَّمُوا الصَّعِيدَ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا إِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَوْ تَسْمَعُ قَوْلَ عَمَّارِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْخَطَّابِ يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجَنَّبْتُ فَلَوْ أَجَدَ الْمَاءَ فَنَمَتُ فَنُتِ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمْنَعُ الدَّائِمَةُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا إِذَا ضَرَبَ بِكَفِهِ حُرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَهُ كَقَوْلِهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرِهِ شِمَالَهُ بِكَفِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَوْ تَرَعُمَرُ لَوْ يَقْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارِ

وَلَا يَخْلِي عَنِ الْأَمْعَشِ عَنْ شَيْقِي قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى فَقَالَ ابْنُ مُوسَى
الْوَسْمَعُ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَيْرَاتٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ
فَأَجَبْتُ فَمَكَثْتُ بِالصَّغِيرِ فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَذُ بِنَا فَمَا قَالَ إِنَّمَا
كَأَنِّي يَكْفِيكَ هَذَا وَسَوَّجَهُ وَكَفَّنِي وَاحِدَةً -

ترجمہ، حضرت شقیقؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس تھا تو حضرت ابو موسیٰؓ
نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اگر ایک آدمی جنبی ہو جائے اور اسے مہینہ بھر پانی نہ ملے۔ تو کیا وہ تیمم کرے نماز
نہ پڑھے جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تیمم نہ کرے اگرچہ اسے ایک مہینہ بھر تک پانی نہ ملے تو حضرت ابو موسیٰؓ
نے فرمایا کہ پھر وہ آیت تیمم جو سورہ بقرہ میں آس کو کیا کر دے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب تمہیں پانی نہ ملے
تو پاک مٹی سے تیمم کر دو جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر اس بارے میں ان کو تیمم کی اجازت دی گئی۔ تو
قریب ہے کہ جب بھی کسی کو پانی نہ ملے گا۔ تو وہ مٹی سے تیمم کرنے لگے گا۔ تو میں نے کہا اچھا تم اس وجہ سے
مکروہ سمجھتے ہو۔ انہوں نے فرمایا ہاں تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے حضرت عمارؓ کی وہ بات نہیں سنی
جو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہی تھی۔ کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضرورت کے لئے بھیجا مجھے بنا بت
لاحق ہو گئی پانی ملا نہیں تو میں زمین پر ایسے لیٹنے لگا جسے جانور لیٹتا ہے تو میں نے اس کا ذکر جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے انشا ہی کافی تھا۔ اور بتھیل زمین پر ماری۔ پھر اس مٹی کو جھاڑا پھر
اسی مٹی سے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہر کا مسح کیا یا اپنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی
کا مسح کیا پھر ان دونوں سے چہرہ کا مسح کیا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
عمارؓ کے قول کو پسند نہیں کیا۔ یعلیٰ نے امش سے اور اس نے شقیقؓ سے زائد الفاظ روایت کئے ہیں کہ میں حضرت
عبداللہؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس تھا حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے حضرت عمارؓ کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں
نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو کسی ضرورت کے لئے روانہ کیا میں جنبی ہو گیا
اور مٹی پر لیٹ گیا۔ پھر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا
بس تمہیں اس قدر کافی تھا کہ چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی ضربہ سے مسح کرتے۔

تشریح از شیخ منیؒ یہاں ضربہ واحدہ ہے اور کہیں ضرب بکفہ ضربہ ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی
قابل نہیں ہے جو ضربہ واحدہ کے قابل ہیں وہ کفین کہتے ہیں اور یہاں مسح بجا ظہر کفہ ہے۔ حالانکہ یہ لوگ

باطن کفن کے مسح کے بھی قائل ہیں۔ اور دوسری روایت میں کفن کا ذکر ہے۔ ان اضطرابات کی وجہ سے روایت عمار صحیح ہونے کے باوجود قابل استدلال نہیں ہو سکتی۔

تشریح از شیخ زکریا، یہ مسئلہ گزر چکا ہے۔ حالہ کا مذہب یہ ہے کہ التیموضیۃ واحدة للوجه والیدین اور خفیۃ وشافیۃ کے نزدیک ضربات ضریۃ للوجه و ضربۃ للیدین اور مالک کے نزدیک ضربۃ واحدة فرض ہے اور ضربۃ ثانیہ سنت ہے اور بعض "اہل مذہب" یہ ہے کہ التیموضیۃ ثلاث ضربات ضریۃ للوجه و ضربۃ للکفین و ضربۃ للذراعین اہل بخاری حالہ کے ساتھ ہیں۔ اور ان کا مسئلہ انما یکفیک ان تصنع ہکذا ہے جمہور اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت مسح بیان نہیں فرما رہے تھے بلکہ اس کی کیفیت کی طرف اشارہ کیا تھا۔

باب حدیث نمبر ۳۳۵ حَدَّثَنَا عَيْدُ اللَّهِ بْنُ شَاعِرٍ عَنْ أَبِي حَصِينٍ الْخُرَاسِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَضَى لَا يُصَلِّي فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَحَا بَيْتِي جَنَابَةً وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ۔

ترجمہ، حضرت عمران بن حصین خراسانی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو الگ تنگ دیکھا جس نے قوم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا اے فلان تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا جواب دیا یا رسول اللہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مٹی کو اختیار کر دہ نہیں کافی ہوگی۔ یعنی تیمم کر لو۔

تشریح از شیخ مدنی، بعض نسخوں میں لفظ باب نہیں ہے۔ تو باب اول میں داخل ہو گا کہ جنابت کے لئے تیمم ہے اگرچہ تیمم ضربۃ کے مناسب نہیں۔ تو کیوں نہ دو نو کو پہلے باب میں داخل کر دیا جائے اور ہو سکتا ہے کہ بوجہ افادہ زائدہ کے بطور فضل کے ہوں۔ اور داخل بھی ہو سکتا ہے کیونکہ علیک بالصعید خاتمہ یکفیک الخ یہ مطلق ہے۔ اس کا ادنیٰ فرد ضربۃ واحدة ہے۔ پھر بھی مناسبت ہو جائے گی اس اضطراب کا وجہ سے حضرت عمار کی روایت قابل استدلال نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا فرمان تعلیم کے موقع پر نہیں ہے۔ بلکہ ایک شبہ کا ازالہ ہے اس لئے صرف لیا اوقات لطفن مخاطب ہو کر تا ہے۔ حضرت عمار یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جنابت کے لئے جو تیمم ہو اس کے لئے تمام بدن کو مٹی پہنچانی چاہیے

آپ نے اسی شبہ کے ازالہ کے لئے اشارہ فرمادیا اور اسی پر اکتفا کیا۔ کہ تمیم کی تعلیم تمہیں پہلے دی جا چکی ہے وہاں جنابت کا تذکرہ نہیں تھا۔ اس جملہ سے بتلایا گیا۔ کہ درہی تمیم اس کے لئے کافی ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ شاہ دلی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باب غلط ہے اس لئے کہ یہ روایت پہلے اب کی ہے اور دیگر شراح کی رائے یہ ہے کہ روایت آیت سے ضربۃ واحدة بالتفريع نہایت نہیں ہوتا تھا اس لئے باب باندھ دیا۔ اور مقصود درہی ضربۃ واحدة ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی یہ غرض نہیں بلکہ اس باب سے ایک اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ اگر حضرت عمارؓ کو آیت تمیم معلوم تھی تو ترغیبوں کیا۔ اور اگر معلوم نہ تھی تو ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مٹی پانی کے قائم مقام ہو جائے گی۔ حالانکہ اس کے اندر تو اور تلوث ہو تو ہے۔ شراح اس کا جواب دیتے ہیں کہ آیت صرف قیتمہ صعید اطیباً نازل ہوئی تھی۔ اگر حصہ نازل نہیں ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے جیسے غسل کرتے وقت سارے جسم پر پانی بہانے کا سلسلہ رکھا تھا۔ اسے ہی مٹی میں ترغیب کر لیا۔ مگر مجھے اشکال یہ ہے کہ یہ محتاج دلیل ہے۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت تمیم کا نزول الگ الگ ہوا ہو کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے جو امام بخاریؒ دے رہے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے صرف علیک بالصعيد سن رکھا تھا۔ اور سارے صحابہ کا آیت سن لینا ضروری نہیں ہے۔ لہذا علیک بالصعيد کے عموم کو دیکھتے ہوئے تمیم کو غسل پر قبض کر کے ترغیب کر لیا۔ علیک بالصعيد سے خاتمہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ مٹی میں مٹی مل گئی انجام دنیا دیکھ لے۔

يَسْمُوا لِلَّهِ الشُّحْمُ التَّحِيمُ ط

کتاب الصَّلَاةِ

باب كَيْفَ قُرِئَتِ الصَّلَاةُ فِي الْيَوْمِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُيَاسٍ ابْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيثٍ هَرَقْلُ فَهَذَا يَأْمُرُنَا بِعَيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ۔

ترجمہ، بیلۃ اسراء میں نماز کیسے فرض ہوئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیان بن حرب نے ہرقل والی حدیث میں بیان کیا کہ انہوں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے اور

پاکستان رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَكْيُومٍ الْهَمَّانِيُّ أَبُو ذَرٍّ يُعَدُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَكَرَلَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَفَرَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءٍ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّضْطَلٍّ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جَبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُعْتَدٌ فَقَالَ أُرْسِلْ إِلَيْهِ قَالَ لَعَوْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا نَجَلٌ قَائِمٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى شِمَالِهِ أَسْوَدَةٌ إِذَا نَظَرَ قَبْلَ يَمِينِهِ ضَمِكَ وَإِذَا نَظَرَ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ لَجَبْرِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ قَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرْتُ عَنْ يَمِينِهِ ضَمِكَ وَإِذَا نَظَرْتُ قَبْلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِحَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلُ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ أَلَسْتُ فَذَكَرْتُ أَنَّكَ وَجَدْتَنِي السَّمَوَاتِ آدَمَ وَمَوَادُّرَيْسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ وَلَمْ يُثَبِّتْ كَيْفَ سَنَّا لَقْنَهُ عَزَّ وَجَلَّ فَذَكَرْتُ أَنَّكَ وَجَدْتَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ وَقَالَ أَلَسْتُ فَلَمَّا مَرَّ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذْرَيْنِ قَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عِيسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ ابْنُ قُحَيْمٍ فِي بَنِي حُزَيْمَةَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَآبَا حَبِشَةَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتَّى ظَهَرَتْ لِي مَسْتَوَاتُ السَّمَاءِ فَبَيْنَمَا أَنَا فِيهَا إِذَا بَنِي حُزَيْمَةَ وَآلُ بَنِي مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي تَحْسِينَ صَلَواتِهِ فَجَعَلْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى

مُوسَى فَقَالَ مَا خَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أَمْتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَوةً قَالَ فَا رَجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُصِيقُ فَرَا جَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا خَرَجْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ قَاضٍ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَا جَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَا جَعْتُهُ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ كَذِبًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَخَلْتُ سِتْعَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى التَّيْدَةِ انْتَهَيْتُ وَخَشَيْتُهَا أَلَا أَدْرِي مَا هِيَ ثُمَّ ادْخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيهَا جَبَّارٌ لَوْنُهُ إِذَا تَوَّجُّهَا لَوْنُهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کیا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہؐ سلم نے فرمایا جبکہ میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت کھولی گئی جبرائیلؑ اترے اور میرے سینے کو کھول کر اسے زہر م کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا تھال لانے جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا۔ جس کو میرے سینے میں انڈیلا پھرا سہی کر جمع کر دیا۔ پھر میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرائیلؑ نے آسمان کے نگران سے کہا دروازہ کھولو غازن نے پوچھا یہ کون ہے کہا جبرائیل ہوں کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ فرمایا ہاں میرے ساتھ محمد مصلم ہیں فرمایا کیا آپ کی طرف معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے فرمایا ہاں پس جب دروازہ کھلا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اس کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ ہیں۔ اور بائیں جانب بھی جب وہ دائیں طرف نظر آتا ہے تو ہنس دیتا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا تو رونے لگتا ہے۔ اس نے کہا نبی صالح اور ابن صالح کا آنا مبارک ہو۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں فرمایا یہ آدم ہیں۔ ان کے دائیں اور بائیں جانب جو مجھے نظر آتے ہیں وہ ان کی اولاد کے مجھے ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے اہل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اہل ہنم ہیں جب وہ دائیں طرف نگاہ کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک پہنچا گیا تو نگران سے دروازے کھولنے کو کہا اس آسمان کے نگران نے بھی وہی گفتگو کی جو پہلے آسمان والے نے کی تھی۔ بہر حال دروازہ کھلا تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے ذکر فرمایا کہ آپؐ نے آسمانوں میں حضرت آدمؑ۔ ادریسؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور

ابراہیمؑ کو موجود پایا۔ لیکن ان کے مقامات اچھی طرح محفوظ نہیں کئے۔ سوائے اس کے کہ پہلے آسمان پر آدمؑ اور چھٹے آسمان پر ابراہیمؑ تھے حضرت انسؓ نے فرمایا جب جبرائیلؑ جناب نبی اکرمؐ صلعم کو لے کر ادریسؑ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا نبی صالح اور ابراہیمؑ کا آنا مبارک ہو میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں فرمایا کہ حضرت ادریسؑ ہیں پھر میرا گذر موسیٰؑ کے پاس سے ہوا تو انہوں نے بھی کہا کہ نبی صالح اور ابراہیمؑ کا آنا مبارک ہو۔ میں نے پوچھا کون صاحب ہیں فرمایا حضرت موسیٰؑ علیہ السلام ہیں پھر میرا گذر حضرت عیسیٰؑ کے پاس سے ہوا انہوں نے بھی مرجانی صالح اور ابراہیمؑ کے پاس سے ہوا۔ تو انہوں نے ان کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ہیں پھر میرا گذر حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے ہوا۔ تو انہوں نے نبی صالح اور ابن صالحؑ کہہ کر خیر مقدم کیا۔ میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ ابن شہابؒ زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن عمرؓ نے بتلایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابو جہل انصاریؓ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ مجھے اور اپنے بھائی کو میرے سامنے ایک سہوار میدان ظاہر ہوا جس میں میں نے قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ ابن حزمؒ اور انس بن مالکؓ دو نو فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بلند درجے پر پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ میں اس حکم کو لے کر واپس آیا تو میرا گذر حضرت موسیٰؑ کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی امت پر آپؐ کی وساطت سے کیا فرض کیلئے ہیں میں نے کہا پچاس نمازیں فرض فرمائی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر تخفیف کی درخواست کر دو۔ کیونکہ آپؐ کی امت پچاس نماز ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں نے نظر ثانی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے کچھ حصہ نماز کا معاف کر دیا چنانچہ موسیٰؑ علیہ السلام کے پاس آ کر ان کو بتلایا کہ کچھ نماز کا ساقط ہو گیا ہے جس پر موسیٰؑ نے فرمایا کہ پھر واپس جا کر سوال کر دو۔ آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے نظر ثانی کی درخواست گزاری تو کچھ اور حصہ ساقط ہو گیا حضرت موسیٰؑ نے پھر بھی رب کی طرف جا کر تخفیف صلوات کا مشورہ دیا۔ میں نے درخواست گزاری تو حکم ہوا کہ یہ نمازیں ہیں تو پانچ لیکن ثواب میں پچاس ہیں۔ ہمارے پاس بات نہیں بدلا کرتی حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پھر بھی واپس جا کر سوال کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ بعد ازاں مجھے صدقۃ المنتہیٰ ایک پہنچایا گیا جس کو مختلف رنگوں کے ڈھانچے یا تختیاں نہیں جانتا دیکھا تھا۔ پھر مجھے جنت میں جس میں مزیوں کے گندھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔

تشیخ از شیخ مدنی خرج عن متنف بیعتی اور بعض روایات میں ہے۔ سقف بیت ام ہانیؓ تو اس

میں تعارض نہیں کیونکہ وہ مگر حضرت ام ہانیؓ کا تھا جس میں آپؐ قیام فرما تھے۔ فطیح صدیقی اگر شبہ ہو کہ شق صدر سے تو آدمی مر جاتا ہے۔ لہذا شق صدر ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ شق صدر چار مرتبہ کی روایات ملتی ہیں شق صدر کی سب سے پہلی قوی روایت لیلۃ المعراج والی ہے۔ اس سے دوسرے درجہ کی بچپن کے شق صدر والی ہے۔ یہ دونو صحاح کی روایات ہیں اور تیسرے درجہ میں بلوغ کے وقت شق صدر کی ہے۔ اور چوتھی روایت میں شق صدر بوقت بعثت ثابت ہے۔ منکرین شق صدر لے کہا تھا کہ اس سے انسان زندہ نہیں رہ سکتا حالانکہ آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ آپریشن سے شق اعضا ہوتا ہے لیکن پھر بھی انسان زندہ رہتا ہے۔ تو قدرت باری تعالیٰ سے کیا محال ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ شق صدر کے ذریعہ جو چیزیں نکالی گئیں ان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح روحانی حیثیت سے آپؐ کمال کھتے ہیں۔ ایسے جسمانی حیثیت سے بھی آپؐ کو کامل پیدا کیا گیا۔ مگر پھر حلقہ سودا جو اہود لعب کا باعث ہے اسے نکال دیا گیا۔ اور پھر بلوغ کے وقت ایک ایسا مادہ ہوتا ہے۔ جو جنون شباب کا باعث بنتا ہے اس کو بھی شق صدر کے ذریعہ سے زائل کیا گیا۔ وحی الہی کے تحمل کے لئے قلب مبارک میں حکمت بھری گئی جس سے قوت پیدا ہوئی اور جو تھا موقع ہے کہ عالم علوی کی میر کرانی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تجلی کا اس دنیا میں تحمل نہیں کر سکے تھے۔ تو اب شق صدر کر کے قوت بھری گئی۔ تاکہ آپؐ عالم علوی کی اشیاء کو برداشت کر سکیں من ذہب الخ فصب کا استعمال اگرچہ دنیا میں منع ہے۔ مگر چونکہ تعمیل و تحریم کے احکام مدینہ منورہ میں آئے لیلۃ المعراج میں حرمت نہیں آئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ملائکہ استعمال کر رہے ہیں (۳) یہ فعل بحکم اللہ تعالیٰ ہے۔ جب حکم الہی کی وجہ سے قلت و حرمت ہوتی ہے تو پھر بحث ہی نہیں رہتی۔

متملاً حکمت اگر شبہ ہو کہ ان اعراض کو مادیات میں کیسے رکھا گیا۔ جواب یہ ہے کہ حکمت اور ایمان کا مادہ ان مادیات میں بھرا گیا۔ یا بطور تشبیہ کے مثلاً ہے یا اصابۃ حق فی العمل والقول کو حکمت و ایمان سے تعبیر کیا گیا۔ اور حکمت و ایمان کو بصورت مادہ بنا کر پھر بھر دیا گیا۔ اسلئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ملکوت میں آپؐ کے عروج کی اطلاع ہو چکی تھی مگر وقت کی تعیین نہیں تھی اس لئے سوال کیا گیا اسودہ جمع سواد کی یعنی شخص کیونکہ اس کا سایہ سیاہ پڑتا ہے۔ کتنا ہی گئے سے گورا انسان کیوں نہ ہو دور سے سیاہ ہی نظر آتا ہے، یہ ادواح بعض کہتے ہیں کہ وہ ہیں جو دنیا سے آئی ہیں مگر ظاہر یہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دوسری روحیں ہوں اہل تصوف فرماتے ہیں کہ علیین اور سجین دونو حضرت آدم علیہ السلام کے قریب

ہیں ان کو مبین و شمال سے تعبیر کیا گیا یا اصل علیین اور سبحین آپ کو نظر آئے ختم جمع ختمہ کی بمعنی روح اگر شہد ہو کہ آپ نے جمع انبیاء علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت فرمائی۔ ان کے پاس براق وغیرہ کا انتظام نہیں تھا تو پھر یہ حضرات سمواست پر کیسے پہنچ گئے۔ بعض نے کہا کہ وہ بیت المقدس میں انبیاء نہیں تھے اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں روہیں تھیں اور سموات پر ان کے اجساد تھے۔ اور بعض نے اس کے برعکس کہا کہ تجدد روح کی وجہ سے انسان اپنے جسم کو مختلف مقامات پر ظاہر کر سکتا ہے ثَوَمَزْدَتْ موعیٰ یتم ترتیب ذکر میں کے لئے ہے۔ صریف اخلاص بمعنی چڑھڑا ہٹ اگر شہد ہو کہ آپ نے فرمایا جف القلم پھر صریف اقدام سننے کے کیا معنی؟ اور اختصام ملا اعلیٰ کے اندر مختلف اعمال کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا اجر بھی مل رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قلم دوسم ہے۔ قلم تشریحی وہ تو ہر نبی کے زمانہ کے مطابق تیار ہوتی ہے۔ اور قلم تکوینی پہلے سے ہے۔ اس میں ہر چیز ازل میں مقرر ہوتی ہے، جیسے ہر بادشاہ کے ہاں اس کا انتہام ہوتا ہے۔ پھر قلم تشریحی اور تکوینی کا اصل اور فرع ہے۔ قلم تشریحی کے اصل میں کلیات وغیرہ متعین ہوتے ہیں۔ اور قلم فرعی میں ہر سال شب بارات میں متعین ہوتے ہیں یہاں قلم تکوینی نہیں ہے۔ بلکہ قلم تشریحی کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لناد القلم و ما یسطوعت فرمایا گیا۔ ما سطر نہیں فرمایا گیا یہاں ہی قلم تشریحی مراد ہے۔ لا یبدل القول لدیٰ الخ کا یہ مطلب نہیں کہ اب صلوة میں بالکل تغیر نہیں ہوگا بلکہ باری تعالیٰ نے جو اپنی طرف سے ثواب مقرر کر رکھا ہے اس میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ لہٰذا متعلق قول اور تبدل دونوں سے ہو سکتا ہے۔ جنات اور بعض نسخوں میں جنابذ کا لفظ ہے جو کہ جمع ہے۔ جفا بذ جنبد کی جمع ہے جس کے معنی گنبد کے ہیں۔ اور جنات جمع جبل کی مراد لڑیاں ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ باب کیف فرصت الصلوٰۃ الخ یہ کیف سے پانچواں باب شروع ہو رہا ہے۔ اس باب سے کیفیت فرضیہ صلوٰۃ بیان فرما رہے ہیں کہ اولاً پچاس نمازیں فرض ہوتی ہیں اور انتہا پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے حضور اکرم صلیم بار بار تشریف لائے۔ جیسا کہ روایات میں آرہا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اسرار اور معراج ایک رات میں ہوئی ہیں یا دو راتوں میں۔ اسرار تو بیت المقدس سے بیت المقدس کی سیر کہلاتی ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اکثر علما فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی رات میں ہوئیں۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے اس نے فرضت الصلوٰۃ فی الاسرار فرمایا۔ حالانکہ فرضیت آسمان پر ہوئی۔ اور وہ معراج ہے پھر بھی فی الاسرار فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک ہی رات میں ہیں

اور کتاب الانبیاء میں منتقل دو باب آئیں گے۔ ایک باب اسراء کا دوسرا باب معراج کا۔ اس لئے کہ وہاں مقصود نصہ کو بیان کرنا ہے۔ فی حدیث متخل بی نے کہا تھا۔ امام بخاریؒ حدیث ہرقل تیرہ جگہ ذکر فرمائیں گے انہی میں ایک مقام یہ بھی ہے۔ اور یہاں یہ ممکن اس لئے ذکر فرمایا کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان سے پوچھا کہ وہ نبی تم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا یا موصی بالصلوة والصدق والعفاف تو چونکہ اس میں صلوة کا ذکر ہے اس لئے یہ جملہ ذکر فرما دیا۔ نیز امام بخاریؒ نے اس جملہ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ فرضیہ صلوة مکہ میں ہوئی۔ کیونکہ ابوسفیان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات بعد الحجۃ ہرقل سے گفتگو تک ثابت نہیں خنح عن سقف بخی دروازہ چھوڑ کر چھپتے آنا۔ دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے تھا ایک تو یہ کہ جو امور آج کی رات میں پیش آئیں گے وہ خارق عادت اور خلاف معهود ہوں گے۔ اور دوسرے یہ کہ شق صدر کا واقعہ پیش آنے والا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ شق صدر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال گزرتا کہ میرا سینہ شق ہونے کے بعد اب کیسے درست ہوگا تو چھپت پھار کر اشارہ کر دیا کہ جیسے یہ باوجود اپنی غلاطت کے درست ہو گیا۔ اسی طرح آپ کا صدر اطہر بھی درست ہو جائے گا۔ خنح صدوی یہ شق صدر کہلاتا ہے یہ کتنی مرتبہ پیش آیا ایک تو یہ ہے اور دوسرا مشہور یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے یہاں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اسی وقت پیش آیا یہ دونوں شق صدر عند المحدثین مشہور ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ایک تیسرا اس وقت ہوا جب کہ عمر مبارک دس سال کی تھی اور چونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ غار حراء میں نزول وحی کے وقت پیش آیا۔ پانچویں مرتبہ بھی لوگوں نے بیان کیا ہے۔ مگر حافظؒ فرماتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں، شق عسلہ عماء زمزم اس سے زمزم کے پانی کے جنت کے پانی سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب جنت سے طشت آسکتا تھا تو کیا پانی نہیں آسکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ زمزم افضل ہے۔ ما جنت سے مننلی حکمة وایمانا اب سے پچاس سال قبل لوگوں کو اس روایت پر بڑا اشکال تھا کہ ایمان بھی کوئی ایسی محسوس چیز ہے۔ جسے طشت میں رکھ دیا جائے مگر جب سے بجلی کے ذریعہ علاج ہونا شروع ہوا۔ کہ بوتل میں طاقت بھری ہوئی ہے۔ جسے بجلی کے ذریعہ بدن میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہ نظر آتی ہے اور نہ وہ محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت سے سب خاموش ہیں اب اگر کوئی کہے کہ ایمان بھی کوئی جسم ہے جو نظر آجائے اس کا جواب بس یہی ہے کہ یہ برقی طاقت جو بوتل میں ہوتی ہے وہ کیسے نظر آتی ہے فعن علی الشہداء اس روایت پر قدیم اشکال تھا کہ آسمان پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تشریف لے گئے اس لئے کہ بین السماء والارض کوہ مار اور کرة زہرہ حامل ہیں ان کو کس

طرح پار کیا گیا۔ لیکن راکٹ وغیرہ کی سائنسی تحقیقات نے ان سب شبہات کا ازالہ کر دیا۔ فقال ارسل الیہ شرح اس کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ کیا ان کو نبوت عطا کی گئی ہے۔ رسالت دی گئی ہے لیکن میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو مشہور تھا۔ بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کیا ان کو یہ مرتبہ عطا ہوا کہ فرشتے کو ان کے لینے کے لئے بھیجا گیا۔ فاذا ارجل قاعدہ یہ رجل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کما یأقیقون یمینہ اسودۃ وعن یمینہ اسودۃ سواد کی جمع ہے۔ بمعنی شخص یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ سارے ان کے پاس کیونکر جمع ہو گئے۔ حالانکہ ارواح صاحبین علیہم ہیں ہوں گی اور ارواح غیر صاحبین سبب میں ہوں گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وقتی طور پر حضور اقدس صلم کی آمد کے اہتمام میں تھا سب کو جمع کیا گیا تھا۔ دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ عالم برزخ ہے۔ اس میں پردہ وغیرہ کوئی نہیں ہوتا ممکن ہے کہ وہ اپنی جگہ بہتے ہوئے حضور اکرم صلم کو وہاں سے نظر آ رہے ہوں۔ جیسا کہ ایک قول کے مطابق مردہ کو جناب نبی اکرم صلم اپنی قبر میں ہوتے ہوئے نظر آ دیں گے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عالم مثالی کی چیزیں ہیں۔ وہاں پر ان کی صور مثالیہ موجود تھیں۔ اذا نظرت فیل یمینہ صمدک الخ درجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نسلات حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ اولاد کے اچھے کاموں پر خوشی اور برے کاموں پر رنج ہوتا ہے۔ مدح یا البنی الصالح ذابن صالح۔ ابن صالح اس لئے فرمایا کہ حضور اکرم صلم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ قال انسؓ حضور اکرم صلم نے ان انبیاء مذکورین کا ذکر فرمایا اور ان کے مراتب سادہ بھی ذکر فرمائے مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ ہاں یہ یاد ہے کہ آدم علیہ السلام سادہ پر اور حضرت ابراہیمؑ سادہ سادہ پر تھے۔ فلما تزجبا یمیل علیہ السلام بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہما و لیق الخ حضرت ادریسؑ کو مؤخر ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت ادریسؑ سارے مؤرخین کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ مگر چونکہ امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں اس لئے مؤخر ذکر فرمادیا ان کا اسناد لال یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ نے الانح الصالح کہا۔ اگر حضرت نوحؑ کے دادا ہوتے تو الان ابن الصالح فرماتے۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی سے ساری دنیا ہے۔ ثم وئیت جمعی، ثم محض ترتیب ذکر کے لئے ہے نہ کہ ترتیب سادہ کے لئے۔ کیونکہ علوم اچھا کہ ترتیب سادہ یاد نہیں رہی تھی قال ابن شہلب الخ یہاں سے امام زہریؒ آگے کا واقعہ جو دطری سند سے سنا ہے۔ اس کو ذکر فرماتے ہیں۔ فقوض اللہ علی امتی خمسین صلوة چونکہ حضور اکرم صلم اللہ تعالیٰ کے مہمان تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ

نے حضور علیہ السلام کو تحفہ نماز عطا فرمایا اور ہر جگہ کا تحفہ اس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ وہاں کا تحفہ یہ تھا۔
ہمارے یہاں کا تحفہ کھانے پینے کی چیزیں بن گئیں خانہ امتک لا نظیف ذلک کیونکہ میں بنی اسرائیل کا
انتہا کر چکا وہ دو وقت کی نماز بھی نہ بنا سکے۔ فقال حی تمس وہی خمسون یہ تو تلوینی طور پر طے
تھا کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہوگی۔ مگر چونکہ نواب پچاس نمازوں کا دینا تھا۔ اس لئے پہلے پچاس اور پھر
اس کے اندر تخفیف فرمائی۔ فرض اللہ الصلوۃ الا اس حدیث سے ترجمہ تو بالکل واضح طور پر ثابت
ہے کہ ابتداءً دو دو رکعتیں تھیں اور انتہا صلوۃ المصوبین اضافہ ہوا۔ اور صلوۃ سفر وہی دو رکعت ہی
گزر اس روایت پر دو اشکال ہیں۔ ایک تو آخرت صلوۃ السفر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید
میں لا جناح علیکوا ان نقصوا من الصلوۃ اس آیت کریمہ کا مقتضی یہ ہے کہ قصر فی صلوۃ
السفر ہوا ہے۔ اور روایت کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے تم ہی رہی۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ
خود آیت ہی کے اندر اختلاف ہے کہ آیا یہ صلوۃ السفر کے بارے میں ہے یا صلوۃ الخوف کے بارے میں
خود امام بخاری صلوۃ الخوف میں ذکر کریں گے۔ اگر صلوۃ الخوف کے بارے میں ہے تو قصر سے وہ قصر مراد
ہوگا جو صلوۃ الخوف میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں اشکال ہی نہیں رہتا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قصر
مجازاً فرمادیا باعتبار صلوۃ الحضرة کے چونکہ صلوۃ الحضرة اربع رکعات ہے اس لئے اس کے اعتبار سے صلوۃ
السفر کو قصر کہہ دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے تو سفر و حضر دونوں کی دو دو ہی رکعات
تھیں۔ مگر جب حضور انورؐ صلعم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دونوں میں ایک دم اضافہ ہو گیا اور
دو کی بجائے چار ہو گئیں اور پھر سب میں صلوۃ السفر میں قصر واقع ہوا۔ اور صلوۃ الحضرة ویسی ہی رہی۔ اس صورت
میں حضرت عائشہؓ کے قول فاقرت صلوۃ السفر کے اندر توجہ کرنی ہوگی کہ طاقت باعتبار حال کے
فرمادیا۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی روایت کی رو سے صلوۃ السفر میں قصر ہے۔ اور
وہ دو رکعتیں ہیں۔ تو پھر حضرت عائشہؓ تمام کیوں کرتی تھیں جیسا کہ روایات میں آتا ہے اس کا جواب یہ
ہے کہ جہاں روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام کیا کرتی تھیں وہیں یہ بھی آتا ہے کہ تاتولت کما تاول عثمان یعنی
ان کا اتمام ایک تاول اور ایک عارض کی وجہ سے تھا وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں ام المؤمنین ہوں اور یہ سارے
میرے بچے ہیں لہذا میں جہاں جاؤں گی وہیں میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں قصر کیسے جملہ کما تاول عثمان
کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی تادل کی تھی کہ میں سب کا باپ ہوں۔ بلکہ تمثیل نوح تادل کے

اندر ہے حضرت عثمانؓ کی یہ تادیل ابواب السفر میں آئے گی

حدیث نمبر ۳۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
قَالَتْ مَرَّ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْهِنَّ حِينَ هَرَّهِنَّ كَعَتَيْنِ رَكَعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقْرَبَتْ
صَلَوَةَ السَّفَرِ وَزَيْدٌ فِي صَلَوَةِ الْحَضَرِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو حضرا و سفر
دونوں میں دو دو رکعات متعین پھر صلوٰۃ سفر کو برقرار رکھا گیا اور صلوٰۃ حضر میں اضافہ کیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ان دونوں باتوں سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نماز کی فرضیت بہت
عظیم الشان طرح سے ہوئی کہ اپنے ہاں بلا کر حکم سنایا گیا۔ اس سے مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز کی
فرضیت بہت سنت اور اہم ہے۔ اہم حکم سنانے کے لئے بادشاہ دوزیر اعظم کو خود بلا تلے چنانچہ
آپؐ کو آسمانوں پر بلوا کر نماز کا حکم سنایا گیا۔ اوقات صلوٰۃ السفر اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ سفر میں قصر واقع نہیں
ہوا حالانکہ قرآن مجید سے قصر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ شوافعؒ اس کے قائل ہیں اوقات یعنی ارجحت اور
احنافؒ فراتے ہیں کہ صلوٰۃ سفر اسی حالت پر رکھی گئی، چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول ہے، صلوٰۃ السفر
رکعتان وصلوٰۃ الخوف رکعةً تمام غریب قصی الخ حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کی روایات
بھی ایسی ہی ہیں چنانچہ امام ابو حنیفہؒ بنا بریں فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے دو رکعت پڑھنا عزیمت
اگر کوئی اتمام کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ احنافؒ ان روایات کو ظاہر و محمول کرتے ہیں کہ صلوٰۃ قصر
میں زیادتی کی گئی۔ سفر کی نماز میں نہیں کی گئی۔ اور آیت کریمہ میں جو لاجنح علیک ان تقصر وہاں
وہاں صلوٰۃ خوف کا تذکرہ ہے۔ صلوٰۃ سفر کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آگے صلوٰۃ
خوف کی ترتیب بتلائی گئی۔ اور صلوٰۃ الخوف رکعةً مع الا مامر ہے۔ یا ایک جواب یہ ہے کہ قصر کیا
گیا مگر جیسے قصی کو الحجة میں ہے مطلب یہ ہے کہ ابتداء ہی سے جبہ تنگ بنایا اور ضیق فسو
الوکية میں یہی مطلب ہے کہ کنوئیں کہن ابتداء ہی سے تنگ بنا تا تو یہاں بھی یہ مطلب ہوگا کہ ابتداء ہی
سے قصر کرنا۔

باب وَجُوبُ الصَّلَاةِ فِي النَّيَابِ وَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خُذُوا مِنْ يَتَكَوُّعِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَ مَنْ صَلَّى مُتَعَفِّفًا فِي تَوْبَةٍ وَاحِدَةٍ ذَيْدٌ كَرِهَتْ سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزُكُّوا وَلَوْ بِشَوْكَةٍ وَفِي رَأْسَادِهِ لَا تَطُوفُ مَنْ صَلَّى فِي
التَّوْبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا كُورَ فِيهِ أَذَى وَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ مُخْرِيًا -

ترجمہ: کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ بزرگ و بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے
وقت زینت اختیار کرو۔ اور جس شخص نے ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھی۔ اس کا کیا حکم ہے اس
طرح حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اس کپڑے کو بن لگا لو اگرچہ
کانٹے کا بھی کیوں نہ ہو۔ بہر حال اس کی سند پر اعتراض ہے اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس
میں اس نے جماع کیا تھا۔ بشرطیکہ اس میں گندگی نہ ہو۔ اور آنحضرتؐ صلعم نے حکم دیا کہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ
کا طواف نہ کرے

حدیث نمبر ۳۳۸۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَمْرِ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرَنَا أَنْ
نُخْرُجَ الْحَيْضَ يَوْمَ مَا لَعِبَدُ بَيْنَ وَذَوَاتِ الْحُدُودِ فَبَشَّهَدُونَ جَمَاعَةً الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْهُمْ
وَتَعَزَّزُوا الْحَيْضَ عَنْ مُصَلَّاهُمْ قَالَتْ أَمْرًا لَا يَأْتِي سَوَّلَ اللَّهُ أَحَدَنَا كُنْيسَ لَهَا جَلْبَابٌ
قَالَ لِلْنَّبِيِّ مَا صَاحِبَتُهُمَا مِنْ جُلْبَابٍمَا وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عَمْرَانُ قَالَ تَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ سَبْرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ -

ترجمہ: حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ ہمیں آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ ہم عیدین کے موقعہ پر حیض
والی پردہ نشین کو بھی باہر نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعوت میں حاضر ہوں البتہ حیض والی
اپنی عید گاہ سے الگ رہیں (کیونکہ وہ مسجد کے حکم میں ہے) ایک عورت نے آنحضرتؐ صلعم سے سوال کیا
کہ یا رسول اللہؐ ہم میں سے کسی ایک کے پاس لمبی چادر نہیں ہوتی تو وہ کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی پہلی
اسے اپنی چادر پہنا دے۔ ابورجاءؓ کی سند میں ہے کہ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ یہ الفاظ میں نے خود نبی
اکرمؐ صلعم سے سنے تھے۔

تشیع از شیخ مدنیؒ: نیاب جمیع کا لفظ لایا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک میں کم از کم
نہیں کپڑے ضرور ہونے چاہئیں مگر بوجہ مقابلہ الجمع بالجمع توزیع کے لئے ہوگا۔ تغذیر عبادت ہوگی۔
وجوب الصلوة للناس في الثياب مصنف کا مقصد صلوٰۃ کے لئے وجوب ستر ثابت کرنا ہے جہو کا

بھی یہی مسلک ہے بعض لوگ وجوب کے قائل نہیں۔ دوسرا ترجمہ بطور دلیل کہے۔ آیت کریمہ میں جو زینت ذکر کی گئی ہے۔ اس سے اس جگہ ثیاب مراد ہیں۔ اگرچہ دوسری جگہ ثیاب مراد نہ ہوں مگر اس جگہ بالاتفاق ثیاب مراد ہیں۔ مسجد سے مراد نماز ہے۔ تسمیۃ الحال باسواء المحلل کے طور پر وَمَنْ صَلَّى یہ دوسرا ترجمہ ہے جس میں حکم کو بیان نہیں کیا گیا۔ مگر ید کو عن سلمہ ابن الکعب سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز ہا نہ ہے۔ اور تیسرا ترجمہ وَمَنْ صَلَّى فی الثوب الخ سے ثابت کیا ہے کہ جو ثوب نماز کے لئے استعمال کیا جائے اس کے لئے طہارت شرط ہے۔ اگرچہ وہ طہارت غلبۃ ظن کے اعتبار سے ہو۔ ان تینوں تراجم کے لئے ایک روایت پیش کرتے ہیں روایت سے ثابت ہے کہ طواف بالبت کے لئے ستر عورت شرط ہے حالانکہ طواف اس قدر مباح ہے کہ اس میں اتنی تنگیاں نہیں ہیں جس قدر نماز میں ہیں بلکہ اس میں ممنوع نہیں جبکہ نماز میں منع ہے۔ توجیب طواف میں ستر عورت شرط ہے۔ تو صلوٰۃ جس میں زیادہ تنگیاں ہیں اس میں بطریق ادلی ستر عورت شرط ہوگا۔ اور ایسے نماز عید جو صلوٰۃ خمسہ سے کم درجہ کی ہے جب اس میں ستر ضروری ہے۔ جو زیادہ ہوگا۔ اس میں ستر عورت بطریق ادلی شرط ہوگا۔ اور ایک جلیاب کے اوڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ثوب واحد کافی ہو جاتا ہے۔ تستق من الناس شواف کے ہاں ضروری نہیں۔ امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے مگر علما احناف فرماتے ہیں کہ تستق من الناس وعن نفسه دو ضروری ہیں۔ ان کا استدلال تزیح ولو لبثت کفة سے ہے اور موسیٰ بن محمد اتنے ضعیف نہیں کہ ان کی روایت درجہ حسن سے بھی نکل جاتے۔ تو تستق من الناس وعن نفسه دو ضروری ہوتے۔ یعنی لوگوں سے اور اپنی ذات سے بھی پڑھ کرے۔

تشیخ از شیخ ذکریا۔ حضرت امام بخاری کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں آئمہ کا اختلاف قوی ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ اور جہاں کوئی قوی اختلاف نہیں ہوتا وہاں ان کے نزدیک جو راجح ہوتا ہے اس پر چلتا حکم فرمادیتے ہیں۔ یہاں پر اختلاف یہ ہے کہ آیا صلوٰۃ کے لئے ثیاب شرط ہے یا نہیں امام مالک کے نزدیک ثیاب للصلوٰۃ شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی بلا ثیاب نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ بقیہ ائمہ کے نزدیک ثیاب نماز کے لئے شرط ہے۔ اور یہی امام بخاری کے نزدیک ارجح ہے۔ اور امام مالک کا قول ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب کا باب منعقد کیا۔ اور وجوب ثیاب کے لئے خذوا زینکم سے استدلال کیا۔ آیت چونکہ لباس کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کا استدلال صحیح ہے۔ اور زینت سے مراد کپڑے ہیں چونکہ تعزیری کے مقابلہ میں یہ زینت ہیں لباس کے لفظ سے زینت کے لفظ کے طرف عد دل کر کے اشارہ فرما دیا کہ نماز کے وقت اچھے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اور میرے نزدیک اگر کوئی شخص بازو میں بلاشبیر دانی کے نہ جاسکتا ہو تو ایسے کو نماز بھی بلاشبیر دانی پہننے نہ پڑھنی چاہیے۔ بصورت دیگر نماز بلاشبیر دانی پڑھ سکتا ہے اور دوسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت کریمہ خذوا زینتکم میں اختلاف ہے کہ یہ امر ایجابی ہے یا استنبہی امام بخاریؒ نے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ امر ایجابی ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے چار محلے اور ذکر فرمائے ہیں۔ ایک من صلی ملتخفا الخ دوسرا یدک عن سلمہ تیسرا من صلی فی الثوب الخ چوتھا من السنی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ان چاروں جملوں کو شرح جزو ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر ایک کو روایت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جملہ اول من صلی ملتخفا الخ سے شرح پر ایک اشکال ہوتا ہے۔ کما کہ اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جائے تو تحویر ترجمہ لازم آئے کہ یونکہ اس سے آگے مستقل باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتخفا آرہا ہے۔ اس کا جواب شرح یہ دیتے ہیں کہ یہاں تبعاً ذکر فرما دیا۔ اور مستقل باب اسانۃ ذکر فرما دیا۔ مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی جزو ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایسے جملے کبھی مثبت بفتح الباء ہوتے ہیں اور کبھی مثبت بکسر الباء تو میرے نزدیک یہ مثبت بالفتح نہیں بلکہ مثبت بالکسر ہے۔ مثبت بالفتح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جزو ترجمہ ہوتا ہے۔ اور اس کا اثبات روایت وغیرہ سے مقصود ہوتا ہے۔ اور مثبت بالکسر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کو ثابت کرتے ہیں اب یہ مثبت بالکسر باین طور ہوا کہ امام بخاریؒ نے وجوب ثیاب کا باب کا منقذ کیا۔ اب اس کے بعد من صلی ملتخفاً ذکر فرما کر بتلاتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک کپڑا ہو تو التحاف کرے یعنی پھیٹ لے تو اگر کپڑا شرط فی الصلوٰۃ نہ ہوتا۔ تو التحاف وغیرہ کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح سلمہ بن الکرکوش کی روایت نقل فرماتی ہے۔ جو ابو داؤد میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کرتا ہوں۔ اور ایک سی قمیض ہوتی ہے۔ نماز کے وقت کیا کر دوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اندودہ و لوبثو کہ یعنی گھنڈی لگا لیا کر دو اگر اور کچھ نہ ملے تو کانٹے سے بند کر لیا کر دو۔ یہ روایت امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہیں اس لئے مذکور سے بیان کیا۔ مگر اس سے استدلال اس طرح پر ہے کہ اگر ثیاب شرط نہ ہوتے تو از رہ کو کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور من صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ الخ سے استدلال

اس طرح ہے کہ اگر ایک ہی کپڑا ہو۔ اور اسی کو پہن کر جماع بھی کرتا ہو۔ تو پھر بھی اس کو پہن کر نماز پڑھنے کو فرما رہے ہیں اس سے معلوم ہوا ثیاب شرط ہے اور ان لا یطوف با بیت عریان سے استدلال بالکل واضح ہے۔ کہ آپ نے عریاناً طواف سے منع فرمایا۔ اور خود ہی فرمایا الطواف با بیت صلوٰۃ تو جبکہ جو چیز صلوٰۃ حقیقی بھی نہیں بلکہ اس کے حکم میں ہے۔ اور اس کو تنگے ہو کر ادا کرنے سے منع فرمایا جارہا ہے تو اصل چیز یعنی نماز وہ کیسے عریاں ہو کر پڑھی جاسکتی ہے۔ تبسما صاحبہا من جلبابہا اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے سوال کو جائز قرار دے دیا۔ حالانکہ السؤال ذل اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ثیاب فی الصلوٰۃ شرط ہے۔ یہ روایت کتاب المحیض میں گذر چکی ہے یہ روایت ترجمہ کے لئے تائید کرنے والی ہے۔

باب عَفَدِ الْإِنَارِ عَلَى الْفَقَائِ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازٍ مِرْعَنُ سَمْعٍ بِنِ سَعْدٍ صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَرْتُمْ أَذْرَ صِرَ عَلَى عَوَالِقَتِهِمْ۔
ترجمہ باب ہے کہ نماز میں اپنی گڈی پر چادر کو باندھنا حضرت ہبل بن سعد سے ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جناب نبی اکرمؐ مسلم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ وہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳۳۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَارِيٌّ فِي إِنْارٍ قَدْ عَفَدَ مِنْ قَبْلِ قَهَاةٍ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةً عَلَى الْمَشْجَبِ فَقَالَ لَهُ تَابِلُ تَصَلَّى فِي إِنْارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِئَلَّا يَأْتِيَ أَحَدٌ مِثْلَكَ وَأَيْنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن المنکدر تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر انصاریؓ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس کو گڈی کی طرف سے گرہ لگائی ہوئی تھی اور ان کے کپڑے کھونٹی پر رکھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے کہا کہ حضرت کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تیرے جیسا احمق مجھے دیکھ سکے جناب رسول اللہؐ مسلم کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھی جائے تو اس کی دو حالتیں ہیں کہ وہ کپڑا وسیع ہو گا یا تنگ اگر چھوٹی چادر ہو۔ تو اسے قضا پر باندھ لیا جائے۔ در نہ کشیف عورت ہو گا۔ بخلاف وسیع ثوب

کے کہ اس سے کہ اس کا التحاف کافی ہے۔ تمنا پر باندھنا ضروری نہیں مشجب لکڑی کے تین کوٹنے ملا کر اس پر کپڑے رکھے جائیں۔ ایسی لکڑی کو مشجب کہتے ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ دوسرے کپڑے موجود ہونے کے باوجود ثوب واحد میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ عمل صحابی کا بیان جواز کے لئے تھا۔ جہود دوسرے کپڑوں کی موجودگی میں ثوب واحد کے اندر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ بیان جواز مقصود نہ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۰ حَدَّثَنَا مُطَرِّقٌ أَبُو مُصْعِبٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدَرِ قَالَ رَأَيْتُ

جَابِرًا يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ

ترجمہ، حضرت محمد بن المنکدر تاہمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ انصاری صحابی کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اہم بخاریؒ نے جملہ ومن صلی ملتخصاً فی ثوب واحد سے ایک کپڑے میں

نماز پڑھنے کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اب یہاں سے تین باب باندھیں گے۔ کیونکہ کپڑے تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یا تو خوب بڑا ہو گا یا متوسط ہو گا یا چھوٹا تو اہم بخاریؒ نے بڑے کپڑے کے لئے التحاف کا

باب باندھ کر بتلا دیا کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو اس کو التحاف کرنا چاہیئے۔ اور التحاف کا مطلب یہ ہے کہ

اس کے دونوں جانب کو ادھر ادھر ڈال لے اور اگر متوسط ہو تو کندھے پر ڈال لے۔ اگر قصیر ہو تو اس

کو حقوہ پر باندھ لے۔ یہ باب متوسط کپڑے کے بارے میں ہے۔ مشجب کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے

کہ تین لکڑیاں شنبے سے چوڑی رکھ دی جاتی ہیں۔ اور ان کے اوپر کے سرے باندھ دیئے جاتے ہیں

اس پر بیچ میں تو گھڑا وغیرہ رکھ لینے ہیں۔ اور چاروں کونوں پر کپڑے وغیرہ ٹانگ دیتے ہیں صورت

اس کی یہ ہے * ۱۶ یتاکان لہ ثوبان یعنی ہم میں سے کسی کے پاس دو دو کپڑے ہوتے تھے میرے

والد صاحب ایک مرتبہ موچیوں کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاگردوں بھر بھر کر پانی کے ڈالتے جا

رہے تھے۔ ایک آدمی جو میرے والد صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت جی یہ کیا

کر رہے ہو یہ تو اسراف ہے۔ میرے والد صاحب نے فرمایا میرے لئے اسراف نہیں تمہارے لئے اسراف

ہے۔ انہوں نے کہا کیوں فرمایا اس لئے کہ میں مولوی ہوں اور تم نہیں۔ وہ کہنے لگے جب ہی تو لوگ الزام دیتے

ہیں۔ کہ یہ مولوی اپنے لئے جو چاہے حلال کر لیں، اور دوسروں کے واسطے جو چاہیں حرام، میرے والد صاحب

نے فرمایا کہ بات یہی ہے کہ ہمارے واسطے حلال ہے اور تمہارے واسطے حرام۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔

فرمایا پہلے ہم سے پڑھو۔ پھر معلوم ہو جائے گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ والد صاحب کی نیت تبرید کی تھی جب تک تبرید نہ ہو۔ ہانی ڈالتے جاؤ۔ بخلاف غسل طہارت کے کہ جس وقت وہ حاصل ہوگئی تو اس سے زیادہ کرم ہوگئی

باب الصَّلَاةُ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ مُتَحَفًّا بِهِ فَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ الْمَلْفُ الْمُتَوَشَّعُ وَهُوَ الْمَخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَقَالَ أَبُو أُمْدَهَانٍ اَلْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ لَهُ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ۔

ترجمہ باب، ایک کپڑے کو پیٹ کو نماز پڑھا حضرت امام زہریؒ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ ملحف کے معنی متوشع کے ہیں کہ کپڑے کے دو کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈالنے والا اسی کو اشتمال علی المنكب کہتے ہیں اور حضرت ام ہانیؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی نے اپنے کپڑے کو اس طرح پٹیا کہ اس کے دونوں کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈال دیا۔

حدیث نمبر ۳۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى الْوَاحِدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی نے ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کر دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ملحف متوشع کو کہتے ہیں کہ جس میں کپڑے کے دونوں کونوں کو کندھوں پر ڈالا جائے۔ اس باب میں تو تشریح کو ضروری بتلایا گیا ہے۔ خواہ وہ ثوب واحد میں کیوں نہ ہو۔ یا اس سے زائد میں ہو اور دوسرے باب میں التحاف نے کو بیان کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ دوسری صورت ہے کہ جب کپڑا بہت بڑا ہو تو التحاف کرے بعض تراجم فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے ایک اور مسئلہ ثابت فرماتے ہیں وہ یہ کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں۔ وان كان اوسع من السماء اس لئے امام بخاریؒ جو ازاا صلوة فی الثوب الواحد ثابت فرما رہے ہیں اور ملحفاً قید احترازی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے کہ یہ صورت ہونی چاہیے قال الزہری فی حدیثہ امام زہریؒ نے ملحف کی تفسیر المتوشع سے فرمائی ہے۔ المتوشع و شاح سے ماخوذ ہے۔ ہار کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْوُحْدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّكَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتٍ أَمْرٍ سَلَمَةَ قَدْ أَتَوْا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ (المحدث)

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام المومنین ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا جبکہ اس کپڑے کے دونوں کونے آپ نے اپنے دونوں کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْوُحْدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّكَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَرَاكِهِ فِي بَيْتٍ أَمْرٍ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضرت ام سلمہ کے گھر میں نماز پڑھتے دیکھا اس حال میں کہ آپ نے اس کپڑے کے دو کونے اپنے دونوں کندھوں پر ڈالنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۴ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ الْوُحْدِيُّ أَنَّكَ سَمِعَ أُمَّ هَانِئَةَ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامًا لَفْتِي فَوَجَدْتُهُ يُغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ كَسَلْتُ كَسَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئَةَ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئَةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ مُتَحَرِّقًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ بَنُو أَبِي أَنَّكَ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجْرَتْهُ خِلَاتُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجْرَ فَا مَنِ اجْرَتْهُ يَا أُمُّ هَانِئَةَ قَالَتْ أُمُّ هَانِئَةَ وَذَلِكَ فَهِيَ۔

ترجمہ: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ نفع کے والے سال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئی۔ جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء آپ کے تے پردہ کر رہی تھیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا۔ آپ نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں۔ آپ نے ام ہانی کا آنا مبارک ہو۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر آٹھ رکعات

نماز ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے ادا فرمائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرا مال جایا بجائی (علی بن ابی طالب) کہتا ہے کہ وہ اس آدمی کو جس کو میں نے پناہ دی ہے وہ فلاں جبیر کا بیٹا ہے وہ اس کو قتل کرنے والا ہے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلم نے فرمایا ام حانی؟ جس کو تم نے پناہ دی ہے ہم نے بھی اس کو پناہ دے دی اور یہ واقعہ اشراق کے وقت کا ہے۔

فشیخ از شیخ زکریا فصّلتی ثمان رکعات الخ یہ رکعات ثمانیہ کیسی تھیں اکثر علماء کے نزدیک چاشت کی تھیں اور جو چاشت کے منکر ہیں ان کے نزدیک فتح مکہ کے شکریہ میں تھیں صلوٰۃ الصلّی کے متعلق ام بخاری مستقل باب قائم فرمائیں گے وہاں اس کی تفصیل آجائیں گی۔ زعو ابن امی ابن اقی کہہ کر انہوں نے اشارہ کیا کہ دونو ایک ہی شکم سے پیدا ہوئے اور پھر حضرت علیؓ میری مخالفت کرتے رہے۔ اور فلاں بن جبیر کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ حضرت علیؓ میرے قریب تھا میری بات ماننا۔ فلاں بن جبیر اس فلاں کے متعلق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نام معلوم نہ ہو سکا۔ اور جبیر وہ ام ہانی کے شوہر کا نام ہے۔ یہ ابن جبیر کون تھا یا تو انہی کا لڑکا تھا۔ یا جبیر کا بیٹا دوسری بیوی سے اور ان کا بیب تھا قد اجبرنا من اجرت یہ مسئلہ کتاب الجہاد کا ہے۔ کہ اگر عورت امان دے دے تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں جہود کے نزدیک معتبر ہوگی۔ اگر اس سے خوف ہو تو صرف قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے۔ ذہبت الخ مبارزی کا روایت میں ہے کہ آپ فتح مکہ کے دن ام حانی کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں نماز پڑھی اور یہاں حدیث میں لفظ ذہبت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اور کا گھر تھا۔ ام حانی کا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ انہی کے گھر کا ہے۔ لیکن ام حانی تشویشناک حالات کی وجہ سے اپنے خاوند جبیر کی تلاش میں گئی تھیں۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ان کے سگے بھائی ان کے خاوند کے لڑکے کو کپڑے ہوئے ہیں اس لئے وہ جلدی سے حضور اکرم صلم کے پاس گئیں جو کہ ان کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ اس لحاظ سے ذہبت کہہ دیا۔ اور چونکہ نبی اکرم صلم خود بھی داخل ہوئے تھے اس لئے دخل النبی کہہ دیا حدیث نمبر ۳۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَاحِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلْبَةِ فِي تَوْبَةٍ وَاحِدَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ يَكْفُكُو تَوْبَتَيْنِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک پوچھنے والے نے آنحضرت رسول اللہ صلم سے ایک

کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے تھے۔

باب رَاٰذَا صَلَّیْ فِی الثُّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمْ یَجْعَلْ عَلٰی مَا تَقْبَعُ۔

ترجمہ، جب کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے۔

حدیث نمبر ۳۴۶ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْحَمَّانی عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِی الثُّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی مَا تَقْبَعُ شَيْءٌ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تمہارا ایک کپڑے کے اندر نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھے پر کوئی چیز نہ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۷ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْحَمَّانی قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّی فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ طَوْفَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مخالفت کرے۔
تشریح از شیخ زکریا۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ خابلہ کے نزدیک اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھے اور وہ اتنا بڑا ہو کہ مخالف بین الطرفين کہا جاسکتا ہے۔ تو مخالف بین الطرفين واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو ایک قول کے مطابق نماز نہیں ہوتی۔ اور ایک قول کی بنا پر ترک واجب کا گناہ ہوگا۔ ادا جہور کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ اور چونکہ یہ مخالفت دو ہی صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کپڑا خوب بڑا ہو یا متوسط ہو۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ان دونوں بابوں کے ذکر کرنے کے بعد اس کو بیان فرمایا اذان کا رجحان اس مسئلہ میں خابلہ کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ جعل علی العاتق یعنی کندھے پر ڈالنا واجب ہے اور ثوب قصیر کو اس کے بعد ذکر فرما رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خلیج جعل اگر اس لفظ کو ایجاب کے لئے مانا لے تب تو امام بخاریؒ، امام احمدؒ کے شریک ہو جائیں گے اگر استحباب کے لئے ہوں تو جہور کے ساتھ ہوں گے امام احمدؒ پر رد نہ ہوگا۔

باب اِذَا كَانَتِ الثُّوْبُ ضَيِّقًا۔

ترجمہ، جب کہ کپڑا تنگ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الزَّاهِرِيُّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلَاةِ

فِي التَّوْبَةِ الْوَاحِدَةِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ
فَجِئْتُ لِكَلَّةٍ بَعْضُ أَمْرِئِ فَوَجَدْتُهَا يُصَلِّي وَ عَلَى ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَأَشْتَمَلْتُ بِهِ وَ مَسَيْتُ إِلَى
جَانِبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرَى يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا جِئْتُ بِهَا فَرَعْتُ قَالَ مَا هَذَا
لَا شَتْمَ لَكَ الَّذِي رَأَيْتَ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَأَتَعِثُ بِهِ وَإِنْ كَانَ
ضَيْقًا فَأَتَزِدُّ بِهِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے ایک کپڑے
میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور اکرم صلیم کے ساتھ نکلا ایک رات
میں اپنی کسی ضرورت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا جبکہ میرے
اوپر صرف ایک کپڑا تھا جس کو میں نے لپیٹ لیا اور حضور اکرم صلیم کے ایک طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی جب
آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا جابر ارات کو کیسے آنا ہوا۔ میں نے اپنی ضرورت بیان کی جب
میں اپنے بیان سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ اشتمال (کپڑے کا لپیٹ لینا) کیسا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں
میں نے کہا حضرت! کپڑا ہی اتنا تھا۔ فرمایا اگر کپڑا وسیع اور بڑا ہو۔ تو اسے سارے بدن پر لپیٹ لینا چاہیے۔
اگر تنگ ہو تو اس کی چادر باندھ لینی چاہیے۔

تشریح از شیخ ذکریاء اس باب سے تیسری صورت بیان فرمائیے ہیں صلیت الی جانبہ یہ
اس لئے کیا تاکہ حضور اکرم صلیم کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے ما السُّرَى یا جابر! سے
جابر یہ رات کا آنا کیسے ہوا۔ فا خبرتہ بما جئتی روحاً جئتی یہ تھی کہ دشمنوں کی خبر کرنے گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ سَمْعَانَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاذِي أُنْزِلَ مَوْعِدًا عَلَى أَغْنَا قَوْمَهُ كَهَيْئَةِ الصَّيْبَانِ وَيُقَالُ لِلنَّسَاءِ
لَا تَرَفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرَّجُلُ مَجْلُوسًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم کے ساتھ صحابہ کرام اس حالت میں نماز پڑھتے
تھے کہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر ایسے باندھنے والے تھے جیسے بچے گلاری باندھتے ہیں۔ اور عورتوں سے
کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت سجدے سے اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ جب تک مرد ٹھیک ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

تشبیح از شیخ زکریا، کھیٹا الصبیان یعنی بچوں کی طرح مطلب یہ ہے کہ جب بچے نامکھ ہوتے ہیں تو ان کے گلے میں کپڑے کو باندھ دیتے ہیں تاکہ کہیں گرنے نہ جائے، ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ ہے لا ترفعن رؤسکم الا حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کے پورے طریقے سے بیٹھنے کے بعد سجدہ سے سر اٹھانے کا حکم دیا ہے یہ اس لئے کہ جب کپڑے چھوٹے ہوں گے، اور مرد سجدہ کرتے ہوئے ہوں گے تو اگر عورتوں نے پہلے اپنا سر اٹھایا تو ممکن ہے کہ مرد کسی نامناسب جگہ پر نظر پڑ جائے اس لئے احتیاطاً یہ حکم فرمایا۔

باب الصَّلَاةُ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْتَفِخُهَا الْمَجْنُونُ لَمْ يَرِ بِهَا بَأْسًا قَالَ مَعْمَرٌ وَآيَةُ التَّوَهُُّتِ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صَبَّحَ بِالْبُؤْلِ وَصَلَّى عَلَى بَنِي إِدْرِيسَ طَالِبٍ فِي تَوْبٍ كَثِيرٍ مَقْمُورٍ - (الحديث)

ترجمہ :- شامی جہد میں نماز پڑھنے کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ مجوس کے مٹے ہوئے کپڑوں کے بارے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اور حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہریؒ کو یمن کے وہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جن کو رنگنے میں پیشاب استعمال ہوتا تھا۔ شاید وہ دھونے کے بعد استعمال کرتے ہوں۔ یا بول ماء کول اللحم کو وہ طاہر سمجھتے ہوں۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ غیر نچوڑے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے یعنی نیا کپڑا جس کو دھویا نہ گیا ہو۔

حدیث نمبر ۳۵۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْدَاوَةَ فَاخْذُ ثَمَامًا نَطْلُقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَالِيَ عَتَّى فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمَتِهِ فَخَوَّجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَّغَتْ عَلَيْهِ فَنَوَضًا وَضَعَتْهُ لِّلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ ثُمَّ صَلَّى - (الحديث)

ترجمہ :- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں جناب نبی اکرم صلی علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا اے مغیرہ! لوٹا پانی کالے لور میں نے لوٹ لے لیا۔ آپ قضائے حاجت کے لئے اتنی دور چلے گئے کہ میری ہاتھوں سے چھپکے اوجھل ہو گئے۔ جب حاجت سے فارغ ہوئے اور آپ پر ایک شامی جہد تھا جس کی آستین سے آپ اپنا ہاتھ نکالنے لگے چونکہ جبہ تنگ تھا اس لئے اس کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔ میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا۔ آپ نماز کے وضو کی طرح وضو فرمایا۔ دونوں موزوں پر مسح کیا پھر نماز ادا فرمائی۔

مسیح از شیخ مدنی بر شام کا علاقہ آپ کے عہد میں بلاد عرب میں سے تھا۔ یقینی بات ہے جو کپڑا وہاں سے آنے کا وہ مغل نجاستہ ہوگا۔ اس لئے کفار نجاست سے نہیں بچتے۔ تو مصنف فرماتے ہیں کہ ایسے کپڑوں کو بغیر دھوئے استعمال کیا جاسکتا ہے اگرچہ ابن سیرینؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں مگر جمہور اس کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں امام ذہریؒ کا مسلک بولے مایقہ کل لمحہ کے بارے میں امام مالکؒ کا سامسک ہے۔ آج ہم بدیشی کپڑے کے استعمال کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بالیقین نجاستہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یورپ میں یا ہندوستان میں جتنی ملیں ہیں۔ ان میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ان کو مادا لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں چربی یا تیل جزد فردری ہے۔ تیل ہنگا ہے۔ غیر ذہیم جانوروں کی چربی سے یہ بل والے مادا دیتے ہیں انگلستان میں یہودی تو ذہیم استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عیسائی جو سرد ملک کے رہنے والے ہیں ان کی بسر اوقات گوشت پر ہے ذبح ہو نہیں سکتی۔ اس لئے وہ ہمیشہ غیر ذہیم کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی ہے اور خود ان کے اعلانات بھی ہیں۔ بخلاف ہندوستان کے کاری گروں کے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم وہ سب چاول کا مادا دیا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ علاوہ مسلمان کے لئے تو طہارت و نجاستہ کا مسئلہ بھی ہے اس کے علاوہ مشرکین کی اعانت بھی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں ۸۰ کروڑ روپے اسی کپڑے سے ان کو حاصل ہوئے تیسرے ہم اپنے ہم وطن مہاتموں کو جن کی بسر اوقات اسی صنعت کپڑا پر ہے۔ سستے اور خوبصورت کپڑے خرید کر ان کو نقصان پہنچاتے ہیں آنحضرت صلیم کے زمانہ میں یہ چیزیں موجود نہ تھیں اور نہ ہی آپ کے شہر میں کپڑے بننے کا انتہام تھا۔

مسیح از شیخ زکریا۔ میری اور شراح کی رائے یہ ہے کہ کفار کے ہاتھوں کے بنے ہوئے کپڑوں کے پہننا جواز ثابت کرنا ہے۔ چونکہ اہل کفر نجاست اور پاکی کی کوئی پردا نہیں کرتے۔ قیاس کا تقاضا تھا کہ ان کے کپڑوں کا استعمال ممنوع ہوتا۔ امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ سے صرف کراہت منقول ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اصل طہارت ہے اس لئے ایسے کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔ امام بخاریؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ بعض مشائخ درس کی رائے یہ ہے کہ اس ترجمہ سے ان کپڑوں کے پہننے کا جواز ثابت کرنا ہے جو علی ہیئۃ الکفار بنے ہوئے ہوں جیسے تلوں کوٹ۔ چٹر وغیرہ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ روایت اور آثار میں سے کوئی چیز اس کا مساندہ نہیں کرتی۔ فی ثیاب المسجوس اس جملہ سے کفار کے مسجوس کپڑے پہننے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ثابت انہری المؤمنین میں کفار وغیرہ رہا کرتے تھے مسلمان اس وقت غامۃ نساجی یعنی کپڑے بننے کا کام نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال کا جواز ثابت ہوا۔ اب رہا ان کا مصبوغ بالبول کپڑا پہننا یا تو وہ دھو کر پہنتے تھے یا وہ بول مایہ کل لحصہ ہوتا تھا جس کو وہ پاک سمجھتے تھے وصالی علی المؤمنین چونکہ مسلمان عام طور پر اس وقت نساجی نہیں کرتے تھے ظاہر ہے کہ وہ کفار ہی کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جن کے پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ بعد جبۃ شامیہ یہ مقصود ہے حضرت علامہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ چونکہ وہ کپڑے ان کی صنعت پر بنے ہوئے ہوتے تھے۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید کفار کی مصنوعات ہمارے لئے جائز نہ ہوں۔ تو امام بخاریؒ نے جواز بتلادیا۔ گویا کہ علامہ کشمیریؒ کے نزدیک دار و مدار نجاستہ عدم نجاستہ پر نہیں بلکہ صفت اور عدم صفت پر ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرت علامہ کشمیریؒ سے زیادہ راجح شرح والی توجیہ ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے تأیید میں جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام زہریؒ مصبوغ بالبول کپڑے پہنتے تھے تو معلوم ہوا کہ یہاں نجاستہ اور عدم نجاستہ کے وہم کو رفع کرنا مقصود ہے جہور کا راجح مذہب یہ ہے کہ کفار کے بنے ہوئے کپڑے بغیر پاک کئے ہوئے اگر نماز پڑھ لے تو نماز مکروہ ہے۔ مالکیہ کے نزدیک اعادہ فی الوقت ضروری ہے۔ اور بعد الوقت ضروری نہیں حضرات صاحبین کے نزدیک جب تک نجاستہ متحقق نہ ہو اس سے نماز وغیرہ سب جائز ہے اسی پر ہمارے ہاں فتویٰ ہے۔ مک شام آپ کے زمانہ میں فتح ہوا۔

باب بَرَّاهِیَّةُ التَّحْرِیْمِ فِي الصَّلَاةِ وَ عَنِیْہَا۔

ترجمہ :- نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا مکروہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۱ حَدَّثَنَا مَطْرِبْنُ الْفَضْلِ الْإِسْمَاعِيلِيُّ بْنُ جَابِرٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُ الْجَبَاةَ لِلْكُفَّةِ وَعَلَيْهِ إِذَا رَأَاهُ وَقَالَ لَهُ الْقَبَائِسُ عُمَةُ يَا ابْنَ أَخِي كَوْنُ حَلَّتْ رَأَاكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مُنْكَبِكَ دُونَ الْجَبَاةِ قَالَ فَجَعَلْتُ عَلَى مُنْكَبِي فَسَقَطَ مَعَشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رَأَى بَعْدَ ذَلِكَ عَمَلًا۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے لئے لوگوں کے ہمراہ پتھر اٹھا رہے تھے جبکہ آپ کے اوپر لنگی تھی۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بھتیجے اگر لنگی کو کھول کر پتھروں سے بچاؤ گے تو اپنے کندھوں پر ڈال لینے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ آپ نے لنگی کو

کھول کر اپنے کندھوں پر ڈالنا تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اس واقعہ کے بعد کبھی آپ کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔
 تشبیح از شیخ مدنی: اس جگہ آپ کا باوجود ضرورت کے ننگا ہونا بیہوشی کا باعث ہوا جس سے
 معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے ننگا ہونا جائز نہیں۔ ہنسنے میں بھی ایسی احتیاط برتنی چاہیے۔ اور
 نماز میں بھی ایسا کرنا چاہیے۔ وغیرہ۔ یہ لفظ مطابقت دلاتا ہے کہ صلوٰۃ اور غیر صلوٰۃ میں تعریٰ
 سے احتراز واجب ہے۔ اور بعض نسخوں میں وغیرہ کا لفظ نہیں ہے۔ تو وہاں بطریق اقتضا۔ انفس نکالا
 جائے گا۔

تشبیح از شیخ زکریا۔ شراح کی رائے ہے کہ اولاً لباس فی الصلوٰۃ ثابت فرمایا ہے۔ اب عموم
 ثابت فرماتے ہیں۔ خواہ فی الصلوٰۃ ہو پانی غیر صلوٰۃ مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ
 اس صورت میں اس کو ابواب اللباس میں ذکر کرنا چاہئے تھا۔ بلکہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ سابق کے
 اندر تو لباس بقدر فرض ثابت فرمایا ہے۔ کہ ستر عورت ضروری ہے۔ اور یہاں بقیہ بدن کے تستر کو ثابت
 فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس کپڑے ہوں۔ تو اس کو ستر کے علاوہ دوسرے جسم کو بھی ڈھانکنا چاہیے۔
 فحلت علیٰ منکبیک چونکہ پتھر کی رگڑ سے بدن چھل جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے ایسا فرمایا نہ فقط
 مغشیا علیہ چونکہ نبی ہونے والے تھے۔ اس لئے جو کام بھی جہاں کے خلاف ہوتا۔ اسی کا اثر ہوتا تھا چنانچہ
 وہ اثر یہاں بھی ہوا غمازی بعد ذالک عیانا اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا
 ہے تو امام بخاری نے اس سے کیسے استدلال کر لیا۔ جواب یہ ہے کہ جملہ غمازی بعد ذالک اپنے
 عموم کی وجہ سے زمانہ نبوت وغیر نبوت سب کو شامل ہے اس شمول سے امام بخاری کا استدلال بے واقعہ
 یوں ہے کہ کبھی کی جب تممیر ہو رہی تھی۔ تو آنحضرت مسلم کی عمر شریف علی اختلاف الاقوال ۱۵-۲۵-۳۵
 کے درمیان تھی۔ ہر حال اس وقت وہ لوگ تممیر میں مشغول تھے۔ اور ان لوگوں کے نزدیک کلمہ سو
 سو لا تحف کہ سب سب برابر ہیں کوئی خوف نہ کر دے تحت ننگے پیرنے میں اشکال نہیں تھا اس
 لئے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ازار کو اتار دو تاکہ پتھر لانے وقت دقت نہ ہو۔ مگر چونکہ
 آپ کو نبوت والی دولت ملنے والی تھی۔ اس لئے آپ پر فوراً غشی طاری ہو گئی۔

باب الصلوٰۃ فی التیمیض والسترا ویل والتبانی والتبانی
 ترجمہ: تیمیض، استلوار، جاگلیہ۔ اور جبہ میں نماز ادا کرنا۔

عَلَيْهِ السَّلَامُ

راکھنے آئیے

سازمان

نہ ہوتوان میں

رہے ہیں۔ اور

ہے اور میرا استدلال اذاتبع اللہ اوسع اسے ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی دو کپڑے پر قادر ہو تو اس کے لئے ان کو پہننا افضل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۳ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّاهِرِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرُئْسَ وَلَا تَوْبًا مَسَكَةً وَغُفْرَانًا وَلَا كَفْرًا فَمَنْ لَعَنَ يَحْيَى الثَّعْلَبِيُّ كُلَّيْسَ الْخَطِيئِ وَيُلْقِطُهُمَا حَتَّى يَكُونَ نَا آسَفًا مِنَ الْكَعْبِيِّينَ وَمَنْ نَافَعَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ احرام باندھنے والا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا قمیص نہ پہنے شلوار نہ پہنے اور لمبا کوٹ نہ پہنے اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو زعفران اور دوسرے خوشبودار بوٹی نے رنگ دیا ہو۔ اور جس کو جوتے نہ ملے وہ موزوں کو پہنے بشرطیکہ اس کا پخلا حصہ کاٹ دے یہاں تک کہ یہ موزے ٹخنوں کے نیچے تک پہنچ جائیں حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تشریح: از شیخ مدنی:۔ یہ دوسری روایت جو ممانعت پر دلالت کرتی ہے یہ محرم کے لئے یہ حالانکہ باب کا انعقاد اس باب میں نہیں ہے۔ غالباً مصنف اس حدیث سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں قمیص کے نہ ہونے سے کوئی حرج نہیں جبکہ محرم کے لئے قمیص نہیں ہوتی اور وہ نماز پڑھتا ہے تو پہلی روایت سے پس مصلیٰ کو وجود اثبات کیا اور دوسری روایت سے عدم اثبات کیا۔

باب مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

ترجمہ:۔ ننگ کا کتنا حصہ ڈھانپنا چاہیے!

حدیث نمبر ۳۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الزَّاهِرِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ التَّوَجُّلَ فَنُؤِبَ قَاحِدٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء یعنی مرفا ایک کپڑے کو لپیٹ لے جس سے کشف عورت کا اندیشہ ہو۔ منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک

کپڑے سے احتبا کرے جبکہ اس کے تنگ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو احتبا کرادڑاٹھن کو کپڑے سے روکا
 کشیج از شیخ مدنی۔ احتبا کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ اوپر کا حصہ کھلا ہوا ہو۔ اگر اوپر کا
 حصہ ستر ہے تو پھر احتبا سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔

کشیج از شیخ زکریا۔ یہاں سے ستر کی مقدار مفروض بتلاتے ہیں۔ امام مالک کا مشہور قول بکلمہ مذہب
 اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ صرف سوتین یعنی قبل اور در کا ستر ضروری ہے۔ امام احمد کا راجح
 قول اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ران بھی عورت میں شامل ہے۔ اور اخاف کے نزدیک ران کے ساتھ
 رکتہ یعنی گھٹنا بھی ستر کے اندر داخل ہے۔ امام بخاری مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جیسے
 متقدم ہیں ویسے وہ آدھے مجتہد بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خلاف طبیعت تین چیزوں پر مجبور کیا گیا۔ ایک
 تو تقلید مگر یہ اختیار دیا گیا کہ جس کی چاہے تقلید کر دے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلم سے روحانی سوال کیا کہ ان
 مذاہب اربعہ میں سے کون سا افضل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب برابر ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان
 میں مذہب حنفی کے ساتھ تہذیبی کے ساتھ بھی وابستہ ہے۔ تہذیب سے مراد رحمت خاصہ ہے۔ کہ اس کی مخالفت کرنا سنت
 ہنسک ہے۔ ایک مرتبہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ خدمی علی رقبۃ کل ولی کہ مراقب
 ہر دلی کی گردن پر ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا انا حضرت پیران پیر نے فرمایا کہ جس کے کندھے پر میرا
 قدم نہیں اس کے کندھے پر سو رکا قدم ہے۔ چنانچہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ حج کو جا رہے تھے راستہ
 میں ایک نصرانیہ پر نظر پڑ گئی۔ جس پر آپ فریفتہ ہو گئے۔ اور شاگردوں کو رخصت کر دیا۔ پھر کچھ دنوں بعد
 اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مرید اور شاگردان کی دعاؤں سے ہدایت دی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں دوسری
 چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ تفضیل شیخین ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت علی رضہ افضل ہوں اس لئے کہ
 وہ حضور اقدس صلم کے داماد اور تمام سلاسل سے ادیان کے مرجع ہیں۔ مگر مجھے فرمایا گیا کہ شیخین سے تو ظاہر
 دین کا تحفظ اور بقا ہے۔ اور حضرت علیؓ باطن شریعت علوم اور اسرار کا اور یہ سب ظاہر شریعت کے تابع ہیں
 اور تیسری چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ اختیار اسباب ہے میرا جی چاہتا تھا کہ اسباب کو ترک کر دوں۔
 مگر مجھے اس سے روکا گیا۔ ان حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے بھی یہ ہے کہ صرف سوتین یعنی قبل اور در مزدوول
 کے لئے عورت میں متمدن حضرات کے لئے ران بھی عورت ہے۔ نھی رسول اللہ صلم عن استعمال النساء

حدیث نمبر ۳۵۵ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ إِذَا كَانَ كَيْتَبُ الصَّوْمِ وَأَنْ يُحْتَسَبَ الْمَرْجُلُ مِنْ تَوْبَةٍ وَاحِدَةٍ (المحدث)

تشخیص از شیخ زکریا۔ لمس اور نبازمانہ جاہلیت کی بیسیں تھیں، جن کا بیان کتاب البیوع میں آئے گا۔ لمس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بیع کو چھوئے خواہ دوسرا آدمی رخصی ہو یا نہ ہو یہ بیع ہو جا یا کرتی تھی۔ اور نباز کا مطلب یہ ہے کہ کلکری پھینک دیا کرتے تھے جس چیز پر وہ کلکری گر جاتی تھی وہ بیع شمار ہوتی۔ ان دونوں قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ لاٹری جوئے کی قسم ہے۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان اطلاع کنندگان میں بھیجا۔ جنہوں نے اس حج کے موقع پر کس ذی الحجہ یوم النحر میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ فی تلك الحجة حضور اقدس سلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اذکار اور حضرت علیؓ کو ثنائیاں ۹۷ میں حج کے لئے بھیجا اور بہت سے اعلانات

کرنے کے لئے بھیجا ایک یہ بھی تھا بَرَاءَةُ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ الخ اور ایک اعلان یہ تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ خود اپنی آواز اتنے کثیر مجمع میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اعلان کرنے والوں کو مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مادرزاد نگے ہو کر طواف کرنا اچھا سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش کے لباس کے علاوہ کسی دوسرے لباس میں طواف کرنے کی اجازت نہ تھی اس لئے جس کے پاس ان قریش کے کپڑے نہ ہوتے تھے اس کو نگے ہی طواف کرنا پڑتا تھا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَوَّارٌ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا مَا مَرَكَا أَنْ يُؤْذَنَ بِبِرِّ آخِرَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَإِذَا كَانَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مَنْحَى يَوْمَ مَا لَنَحْوِ لَا يَجُوزُ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرُوكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ۔

حضرت حمید بن عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کریں چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی منیٰ والوں میں قربانی کے دن ہمارے ساتھ اعلان کرتے تھے۔ کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

باب الصلوة بخیر رداء

ترجمہ :- بغیر چادر کے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدَرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاءُ لَا مَوْضُوعَ فَلَئِمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ نُصَلِّي وَرِدَاءُ لَكَ مَوْضُوعٌ قَالَ نَعَمْ أَجَبْتُ أَنْ يَرَى فِي الْجَمْعِ مَثَلُكَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي كَذَا۔

ترجمہ :- حضرت محمد بن المنکدرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ آپ ایک کپڑے کو لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ کی چادر رکھی ہوئی تھی فرمایا ہاں مجھے یہ بات پسند آئی کہ آپ جیسے جاہل لوگ مجھے دیکھ لیں میں نے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں لیکن پھر بھی وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو جائز ہے۔ قبل ازیں ایک باب الصلوٰۃ فی السراويل میں حضرت عمر کا ایک مقولہ اذا قسع اللہ فادسوا گذرا تھا جس سے دہم ہوتا تھا کہ شاید وسعت کی صورت میں ایک کپڑے سے نماز جائز نہ ہو تو اس دہم کو دفع کرنے کے لئے اس باب کا انعقاد کیا۔ یہ میری اپنی رائے ہے اور دلیل حضرت جابرؓ کی وہ روایت ہے جس میں یہ نقل ہوا کہ حضرت جابرؓ نماز ایک کپڑے میں پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے دوسرے کپڑے مشجب پر رکھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ وسعت کے باوجود ایسا کرنا جائز ہے عام شرح کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے بغیر دار کے نماز پڑھنے کا جواز بتلا ہے ہیں۔

باب ، مَا يَذْكُرُ فِي الْفَخْذِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَيُزَوَّى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرَّ هَدٍ وَ مُحَمَّدٌ بْنُ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَعَ عِثْمَانُ وَ قَالَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَعَ عَلَى فَخْذَيْهِ فَتَقَلَّتْ عَلَيْهِ حَتَّى نَفِضَتْ أَنْ تَمُوتَ فَخُذَيْهِ

ترجمہ باب ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ۔ جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ عنہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران تنگ ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو کھول دیا۔ امام بخاری کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے۔ لیکن حضرت جرہد کی روایت میں زیادہ احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ صحابہ کرام کے اختلاف سے ہم لوگ نکل جائیں چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانک لیا اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں وحی نازل فرمائی کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ وحی کا بوجھ مجھ پر اتنا پڑا کہ مجھے ران کے ٹوٹ جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ ابْنِ أَبِي هَرْمَلَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَوةً الْخَدَاةِ بِخَلِيسِ ذُرْكَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو مُلْحَنَةَ وَأَنَا وَدَيْفُ رَأَى طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُقَاتِ خَيْبَرَ وَإِنْ رُكْبَتِي لَتَمْسُ فَيَذَرَنِي اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَى الْإِزَارَ عَنْ فُجْذِهِ حَتَّى رَأَيْتُ أَنْظُرَ إِلَى بَيَاضِ فُجْذِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَوْمُ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ حَرَبْتُ خَيْبَرَ إِنَّمَا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَهُمَا تَلَدُّنَا كَالْفَخْرِجِ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَخَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعِزِّ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْحَبِيشُ يَعْنِي الْجَبِشُ قَالَ فَأَصْبَنَاهَا عَنُوةً فَجُمِعَ السَّبِيُّ فَجَاءَ دُحْيَةَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَعْطَنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبِيِّ فَقَالَ أَذْهَبُ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتُ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَعْطَيْتَ دُحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتُ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قَوْمِ لُطَّةَ وَالنَّضِيرَةَ تَصْلُحُ إِلَّا ذَلِكَ قَالَ أَذْهَبُ لَهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبِيِّ عَلَيْهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ لَفَسَمَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَعَزُ ثَمَالَهُ أُمُّ سَلِيمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَلْيَسْطِقْ طَعَامًا فَيَعْمَلُ الرَّجُلُ يَجِئُ بِالثَّمَرِ فَيَعْمَلُ الرَّجُلُ يَجِئُ بِالثَّمَنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوْلِيُّ قَالَ لَهَا سَوْ أَحِبُّهَا فَمَا كُنْتُ وَكَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ، حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی تو ہم نے خیبر کے پاس اندھیرے میں صبح کی نماز ادا کی۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے حضرت ابو طلحہ بھی سوار ہوئے جن کا میں ردیف تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی گلیوں میں چلنے پھرنے لگے جبکہ میرے گھٹنے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہے تھے۔ پھر آپ نے اپنی ران سے تہ بند کو کھول دیا۔ یہاں تک کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو نمرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا کہ خیبر ویران ہو گیا پھر آیت پڑھی جب ہم کسی قوم کے مہمان میں اترتے ہیں تو ان ٹراتے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے ان کلمات کو آپ نے تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قوم یہود اپنے اپنے کاموں کو نکل کر جا رہے

تھے آپ کو دیکھ کر کہنے لگے محمد (صلعم) حضرت عبدالعزیز استاذ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا انجینس مینی لشکر بھی ہے۔ الغرض ہم نے یہ شہر طاقت کے زور پر فتح کر لیا۔ تین عورتیں جمع کی گئی حضرت وجیہ کلبیؒ تشریف لا کر فرماتے لگے یا نبی اللہ ان قیدی عورتوں میں ایک باندی مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا جا کر لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حُجَیجہؓ کو لے لیا تو ایک آدمی جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگائے اللہ کے نبی! آپ نے حضرت وجیہ کلبیؓ کو صفیہ بنت حُجَیجہؓ عطا کر دی جو قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نفیر کی ملک ہے وہ تو آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم بمعہ باندی کے حضرت وجیہؓ کو بلوایا۔ چنانچہ جب حضرت وجیہؓ اس کو لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے منہور حضرت صفیہ کو دیکھا اور حضرت وجیہؓ سے فرمایا آپ ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لیں حضرت بی بی صفیہؓ کو آپ نے آزاد فرما دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا اے ابو حمزہ! ان کا سہی تہر کیا مقرر فرمایا۔ فرمایا ان کی ذات ہی حق مہر ہوا کہ اس کو آزاد کر کے آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہاں تک داپسی میں راستہ میں حضرت ام سلیمؓ نے ان کو بنا سنوار کر رات کو حضور اکرم صلعم کے پاس بھیج دیا جب صبح کو حضور اکرم صلعم شب زفاف گزار چکے تو حکم دیا جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دسترخوال بچھا دیا۔ نو کوئی کھجور لا رہا تھا کسی نے گھی پیش کیا۔ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ مستو کا ذکر بھی ہوا۔ پھر انہوں نے ان سب کو رُلا ملا کر خلط ملط کر کے ایک قسم کا صلہ بنا لیا۔ پس یہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

قتیبہ از شیخ مدنیؒ: خنذ کے عورت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا قول راجح اور امام احمدؒ کا راجح قول یہی ہے کہ خنذ عورت ہے۔ دوسرا قول ان حضرات کا یہ بھی ہے کہ خنذ عورت نہیں ماکیدہ کا عمل اسی پر ہے۔ جہور ران کو ننگ شمار کرتے ہیں مصنفؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ یوسفی عن ابن عباسؓ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کو اس کی سند میں کچھ کلام ہے مگر دیگر روایات اس کا اثبات کرتی ہیں اور بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ خنذ عورت نہیں ہے۔ مصنفؒ تطبیق بین الروایات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث انسؓ سند کے اعتبار سے نہایت صحیح ہے اور اختلاف کو دور کرنے کی وجہ سے حدیث جرحہ حوط ہے۔ وخنذہ علیٰ خنذی اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا استدلال تام تب ہوتا۔ جبکہ خنذ مشکوف

ہو وہ روایات سے ثابت نہیں تو کہا جائے گا کہ ایک شخص کی عورت کو دوسرے کی عورت پر رکھنا عادتاً منکر ہے اور
 طبعی طور پر نازیبا ہے بالخصوص آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں جیسا بہت زیادہ تھا۔ جس کی آپ نے بہت زیادہ
 تاکید بھی فرمائی تو اگر فخذ عورت ہوتی تو ہاں وجود منکر ہونے کے ایک دوسرے پر رکھنے کی نوبت نہ آتی حس
 الا زار عن فخذہ اس سے بھی مصنف استدلال کر رہے ہیں مگر جمہور فرماتے ہیں کہ الفخذ عورۃ اور فریابی وغیرہ
 کی روایت میں ہے یا علی لا تنظر فخذ حجت و میت کہ علی زندہ اور مردہ کسی کی ران کو نہ دیکھو ان قوی
 روایات کی وجہ سے جمہور فخذ کو عورت کہتے ہیں اور یہ تین وجوہ جو مصنف نے ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے
 رکبتہ کے عورت ہونے میں خود باہن الائمہ اختلاف ہے۔ رکبتہ کی تین ہڈیاں ہیں۔ اس میں فخذ کا بھی کچھ حصہ
 ہے جب رکبتہ کے ستر کا حکم دیا گیا تو فخذ کے ستر کا حکم بطریق اولیٰ ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ پہلے تو اجزاء فخذ
 کو ثابت کیا جائے کہ ان میں رکبتہ داخل ہے دوسرے یہ ثابت کیا جائے کہ آپ کا فخذ کاننگا رکھنا اختیار
 ہو۔ ممکن ہے بے خیالی میں کشف فخذ ہو گیا ہو حضرت عثمانؓ جب تشریف لائے تو ان کے غلبہ حیا کی
 وجہ سے آپ کو خیال آیا کہ جھٹ پٹ رکبتہ کو ڈھانک لیا۔ دوسرا استدلال فخذہ علی فخذی سے تھا۔
 اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں کشف کا ذکر نہیں دوسرے یہ کہ نزدیکی کی حالت بے اختیاری کی ہے
 جس میں آپ نے عملاً قصد کشف فخذ نہیں بلکہ بغیر قصد کے ہو گیا۔ اور حسو الا زار عن فخذہ یہاں سے
 بھی قصد کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلم جلد ثانی ص ۱۱۱ پر ہے انحصار الا زار عن فخذہ اس سے بھی قصد
 کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ خود بخود ازار کھل گئی۔ اور گھوڑ دوڑ میں عموماً ایسا ہوتا ہی ہے۔ بہر حال ان میں
 سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ واقعات جبرئیلہ ہیں احادیث قولیہ قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔ نیز اس واقعہ
 میں یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ آیا یہ نبی سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ لہذا احادیث قولیہ قابل عمل ہوں گی
 حش ج از شیخ زکریا۔ چونکہ فخذ کے اندر اختلاف تھا۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب منعقد فرمایا چونکہ
 امام بخاری خود ران کے عورت ہونے کے متعلق رائے نہیں رکھتے۔ اس لئے "یدکر بصیغہ مجهول ذکر فرمایا۔ مگر
 چونکہ حضرت جرہد کی روایت بھی غلط فخذ کا حکم وارد ہوا ہے وہ روایت اگرچہ روایت السنن کے بالمقابل
 قوی نہیں ہے مگر پھر بھی اسوط بھی ہے۔ اس لئے اس کی طرف بھی متوجہ فرمادیا۔ کہ اصل تو عورت سوتین یعنی
 قبل ادر بر ہیں۔ لیکن ستر فخذ بھی اختیار کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث جرہد کا مقتضی ہے غلطی اسٹی صلی اللہ
 علیہ وسلم اور کتبہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی من پر تشریف فرمائے تھے۔ اتنے میں

حضرت ابو بکرؓ نے داخل ہونے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی تو ان کو بھی مل گئی۔ مگر جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؓ نے اپنی ران ڈھانک لی۔ تو امام بخاریؒ کا اس سے استدلال یہ ہے کہ اگر کبہ عورت ہوتا تو اس کو نبی اکرمؐ پہلے ہی ڈھانک لیتے جو لوگ اس کے عورت ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کھلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کرتہ ہٹا ہوا تھا اور تہبند نیچے کو تھا۔ اس کو درست فرمایا نہ یہ کہ بالکل ران کھلی ہوئی تھی اس کو ڈھکا حضور اکرمؐ کا یہ فعل اس لئے تھا کہ جب کوئی ایسا دیسا آدمی آئے تو کرتہ درست کرتے ہیں۔ و فخذ علی فخذی۔ امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا جاتا ہے کہ فخذ پر فخذ ہونے سے اس کا مکشوف ہونا کہاں سے لازم آگیا۔ علامہ سندھیؒ نے امام بخاریؒ کی طرف سے توجیہ فرمائی ہے کہ اگر فخذ عورت ہوتا تو اس کا کاحائل سے چھونا بھی جائز نہ ہوتا۔ جیسے ستونین کا چھونا جائز نہیں۔ علامہ سندھیؒ نے توجیہ بھی کی مگر یہ کہنا کہ اگر ستر ہوتا تو ستونین کی طرح اس کا بھی چھونا جائز نہ ہوتا۔ یہ کچھ نہیں اس لئے کہ ستونین چونکہ محل شہوت ہیں اس لئے ان کا چھونا ممنوع ہے بخلاف فخذ کے وہ محل شہوت نہیں ہے۔ فقہت علیٰ حتی خفت الہیہ وحی کا بوجھ تھا جو بوقت نزول وحی حضور اکرمؐ پر ہوا کرتا تھا حتیٰ کہ اونٹنی بھی بیٹھ جاتا کرتی تھی۔ وان رکبتی لمنت فخذی اللہ صلوعہ اس واسطے کہ اونٹ کے چلنے سے جنبش بہت ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ تیز بھی چل رہا ہو۔ ثوح حلالہ زار اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ فخذین عورت نہیں ہیں۔ جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں انحصار کا لفظ ہے۔ تو گویا یہاں حص سے انحصار مراد ہے یعنی وہ خود بخود کھل گئی نہ کہ نبی کریمؐ نے اسے خود کھول دیا ہو۔ والخصیص یعنی الجیش جیش کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پانچ طبقوں پر منقسم ہوتا ہے۔ مقدمۃ الجیش۔ مؤخرہ، میمنہ۔ میسورہ۔ قلب۔ قلب کے اندر امیر ہوتا ہے۔ مشہور اور چیدہ چیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ فتح و ہزیمت سردار کے اوپر موقوف ہوتی ہے۔ وہ قتل ہو جائے تو گویا لشکر شکست کھا گیا۔ فاخذ صفیۃ بنت جیحیؓ حضرت صفیہؓ بڑی خوبصورت اور سردار قوم کی لڑکی تھیں جب حضرت دجہلؓ نے انہیں لے لیا تو ایک آدمی نے حضور اکرمؐ سے آکر کہا۔ کہ یا رسول اللہؐ حضرت صفیہؓ آپ کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہے۔ اگر آپ اس سے نکاح کر لیں گے تو بہت لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے ان کو لے لیا آزاد کر کے نکاح فرمادیا۔ نبی اکرمؐ نے جتنے نکاح فرمائے ان میں دینی مصلحتیں تھیں۔ وہ کسی شہوت اور تعیش کی بنا پر

العیاذ باللہ نہیں تھے۔ اس لئے کہ جب شباب کا زمانہ تھا۔ تو ایک چالیس سالہ عورت سے نکاح کیا جو پہلے دو غاوند کر چکی تھی اور تیرہ سال کی عمر تک دوسری شادی نہ کی۔ گو حضرت عائشہؓ کی شادی قبل از ہجرت ہو گئی تھی مگر زنا ف بعد از ہجرت ہوا۔ اگر کہیں موقعہ ہوا تو اس کو پھر بیان کر دوں گا یا اباحتمہ یہ حضرت انسؓ کی کہنت ہے۔ قال نفسہما یہ مسئلہ کتاب النکاح ہے تفصیل تو وہاں آئے گی مختصر یہ ہے کہ اس کے قائل صرف امام احمدؒ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ غلیحیہ یہ اس وجہ سے تھا تاکہ حضور اکرمؐ صلعم دعوت ولیمہ فرمائی۔ کیونکہ گھر تو تھا نہیں کہ اپنے گھر لے جا کر ولیمہ فرماتے ادعویٰ تھا حضرت وجیہ کلمیٰ سے حضرت صفیہؓ کو اس لئے واپس لے لیا۔ کیونکہ خود آپ کے ان سے نکاح کرنے میں ساری قوم کی دلداری تھی اور عوام کے فائدہ کی وجہ سے خواص کے نقصان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ قال نفسہما اعتقہا اس سے امام احمدؒ نے استدلال کیا ہے کہ بنجر مہر کے محض اعتاق پر اگر نکاح ہو جائے تو جائز ہے اور وہ اعتاق ہی اس کا مہر ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ جائز نہیں اور اس حدیث کا پہلا جواب امام طحاویؒ نے دیا ہے کہ اگر اعتاق نکاح سے پہلے تھا۔ تو اب نکاح کے وقت وہ اعتاق مہر نہیں ہو گا۔ اگر نکاح کے بعد آزاد فرمایا۔ تو یہاں نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں تھا۔ تو یہاں یہی کہا جائے گا۔ کہ اعتاق پر نکاح نہیں ہوا بلکہ مہر پر ہوا ہے۔ اگرچہ اس وقت مہر مستی نہ ہو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات میں تصریح ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم نے نکاح میں زرینہ نامی ایک باندی مہر میں دی تھی۔ اور یہاں حضرت انسؓ کا فرمانا ان کے علم پر موقوف ہے

باب فی کھو تَصْرَفِ الْمَرْأَةِ مِنْ الْبَيْتِ بِقَوْلِهَا كَذِبًا
فی ثَوْبٍ بَازِلٍ

ترجمہ :- عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا اگر عورت ایک کپڑے میں اپنے سارے بدن کو چھالے تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْخَزَّازُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيَ الْفَجْرَ فَيُشْرِدُ مَعَهُ نِسَاءً مِنْ الْأُمَمَاتِ مُتَلَفِعَاتٍ فِي مَوَاطِنَ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُنَّ أَحَدًا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہؐ صلعم صبح کی نماز پڑھتے تھے تو مومن عورتیں

بھی آپ کے ساتھ اس حال میں حاضر ہوتیں کہ وہ اپنی اپنی کبلیوں میں لیٹی ہوئی ہوتی تھیں جب وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹیں تو انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

تشیخ می از شیخ مدنی بر مصنف نے کوئی عدد تو ذکر نہیں کیا۔ مگر جو اثر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کپڑا بھی نماز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ حدیث سے ترجمہ الباب کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ روایت میں کہتے ہیں کہ کوئی پتہ نہیں مگر چونکہ اس زمانہ میں کپڑے بہت کم تھے جب مرد دو کپڑے نہیں رکھتا تھا تو عورتیں کیسے پہن سکتی ہیں۔ اب جو عورتیں متلفعات یعنی لیٹی ہوئی آتی ہیں۔ ان میں بھی احتمال ہے کہ صرف یہی ایک کبلی ہو۔ بقیہ بدن نکلا ہو۔ تو اس سے جواز فی ثوب ثابت ہوا۔ اثر عمرہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

تشیخ می از شیخ ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے ستر کے لئے جس قدر کپڑا کافی ہو اسے استعمال کرے۔ بعض کی رائے ہے کہ دو کپڑے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تین۔ اس طرح ایک قول چار کا بھی ہے۔ عورت کا تمام بدن ستر ہے الا الوجه والکفین واخلط فی القمیدین یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں ستر نہیں پاؤں کے ستر ہونے میں اختلاف ہے۔ متلفعات بمروط من اس معلوم ہوتا ہے کہ صرف تلفیض ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک ہی کپڑا تھا۔ امام بخاری کے استدلال پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ وہ گرم چادر برقعہ کے طور پر ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ اس کے علاوہ جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں استدلال بطریق احتمال ہے کیونکہ احتمال ہے کہ کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ صحابہ کرم کے زمانہ میں کپڑوں کی تنگی تھی اس لئے ہو سکتا ہے کہ عورتوں کے پاس صرف ایک چادر ہو۔

باب رَاذَا صَلَّیٰ فِیْ تَوْبٍ لِّہَا اَعْلَا مٌ مِّنْ نَّظَرِہَا عَلَیْہَا۔

ترجمہ: جب آدمی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے کہ جس میں نقش و نگار ہوں اور وہ ان کی طرف نماز میں دیکھ رہا ہو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خِمِيصَةٍ لِّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلَى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِذَا هُوَ بِخِمِيصَتِي هَذِهِ اِلَى اِبْنِ جُمُوحٍ اَتُوْنِي بِاَبْجَا نِيَّةٍ اَرَبِي جُمُوحًا لِّهَا اَلْمَثْنِي اَلْقَاعَن

صَلَوْتِي فَقَالَ هَشَامُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي عَرَبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عِلْمِهَا وَكَانَ فِي الصَّلَاةِ فَخَافْتُ أَنْ يَفْتَنَنِي (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی سیاہ چادر میں نماز پڑھی جس کے کناروں پر بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک نگاہ بھر کر ان نفوش کو دیکھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم کی طرف لے جاؤ اور ابو جہم سے انجا بیہ والی چادر میرے پاس لے آؤ کیونکہ اس نے تو ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔ حضرت ہشام کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس چادر کے نقش و نگار کو نماز میں دیکھتا رہا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔

تشریح از شیخ مدنی: روایت باب سے معلوم ہوا کہ ایسا کپڑا جس سے نماز میں خیال بٹ جائے اس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریا: اس روایت سے معلوم ہوا کہ پھولدار کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہی امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز میں ادھر ادھر کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے۔ اگرچہ پھولدار کپڑے پہننے کی وجہ سے خیال دل میں آجائے صلی فی خمیصۃ الخ یعنی ایک کلمی میں نماز پڑھی جو ابو جہم نے خدمت اقدس میں بدیہ کی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمی کو واپس کرنے اور ابو جہم کی موٹی چادر لانے کا حکم اس لئے دیا کہ کہیں ابو جہم میں بدیہ واپس کرنے کا خیال نہ گزرے لہذا آپ نے انجا بیہ چادر منگوائی تاکہ ان کی دل جوتی ہو۔ اور کلمی اس لئے واپس فرمادی کہ اس کی دھبے پھولوں کی خوشنما

کا خیال آگیا تھا۔ فاتھا الھتھی آنفا شرح بخاری کی قاطبہ رائے یہ ہے کہ کماحت ان تلھنی یعنی ^{منقول ہوا} فاتھا واقع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ واقع ہونے کے قریب تھا۔ اس کی دلیل اخاف ان نفصنتی ہے جس کو امام بخاریؒ

نے تعلیقاً ذکر فرمادیا ہے۔ اور اس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا کہ الھتھی کی تفسیر فرمادی کہ الھتھی واقع نہیں ہوا بلکہ قریب تھا کہ واقع ہو جائے۔ تو گویا شرح کے نزدیک روایت ثانیہ معلقہ کی بنا پر روایت اولیٰ مؤول ہے۔ مگر میرے نزدیک دلیل کی ضرورت نہیں چونکہ یہ دونوں لفظ حدیث پاک میں آگئے ہیں۔ اس لئے جب

تک ان کے معنی بلا تاویل کے بن سکتے ہیں۔ بدلے جاتیں۔ پہنچتے یہاں معنی بن سکتے ہیں اور وہ یہ کہ الھتھا سے مراد الھا خفیف یعنی ادھر ادھر کا تھوڑا سا خیال آجانا اور افتنان یہ ہے کہ ان خیالات اور تفکرات کی شدت

جائے۔ تو اگھنی کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ خیال آیا۔ اور اتخاف ان یقننی کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بھرمار نہیں ہوتی۔ اور میرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقہانے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر ادھر ادھر کا خیال آجائے۔ تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر یہ خیالات بہتر نہیں ہیں اور فقہاء دلیل میں اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں تو اگر الہا واقع نہ ہوا تو فقہاء کا استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ لیکن خیالات وغیرہ لانا مکروہ ہوگا اور جس درجہ کا الہا ہوگا۔ اسی درجہ کی کراہت ہوگی، حتیٰ کہ کبھی تنزیہی اور کبھی تحریمی تک نوبت پہنچ جائے گی اور اس واقعہ کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اعادہ نہیں فرمایا۔ تو اس سے نماز کی صحت معلوم ہوگئی اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس سے کراہت معلوم ہوتی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کسی قسم کا بُرا خیال نہ لایا جائے کیونکہ آپ تعلیم فعلی کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کر کے دکھلا دیا۔ کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو کام ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ ان کے کرنے پر آپ کو واجب پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ اسی واسطے آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی پورا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام سے گنا سرزد ہوئے جیسے چوری زنا وغیرہ یہ سب امت کی تعلیم کے لئے تھے۔ کیونکہ ان کی تعلیم امت کے لئے ضروری تھی۔ چونکہ یہ سب نبی کی شان کے خلاف تھے اس لئے نبی کے اصحاب سے کرائے گئے

باب اِنْ صَلَّیْتَ فِیْ نَوَیْبٍ مُّصَلِّبٍ اَوْ تَصَاوِیْرٍ مَلَّ تَفْسُدُ صَلَوتُہٗ وَ مَا یُنْجِیْ عَنْ ذٰلِکَ۔

ترجمہ :- جب صلیب اور تصویروں والے کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصَرٍ الْوَعْدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ قَرَامِطًا كَثَنَةً سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرِي عَنَّا قَرَامِطِي هَذَا فَارْتَدَّ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُكُمْ تَعْرِضُ فِي صَلَوتِكُمْ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا ایک تصویروں والا پردہ تھا جس سے وہ اپنے گھر کے کٹارے کو چھپا لیتی تھیں یا پردہ کر لیتی تھیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں پیش آتی ہیں یا سامنے آتی رہیں۔

تشریح از شیخ مدنی، قرام ایک باتصویر پردہ تھا جس کو حضرت عائشہؓ نے الماری پر لگا رکھا تھا آپ کے جسم پر یہ کپڑا نہیں تھا۔ دوسرے اس پر صلیب کی تصویر بھی نہ تھی۔ تو مطابقت کیسے ہوئی۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب کپڑا اپنے بدن پر نہ ہو جب تصادیر کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو جب اپنے بدن پر ہو پھر تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ مصلوب کے معنی میں وہ نقش جو صلیب کی مانند ہو۔ اور آپ جہاں تصویر کو دیکھتے تھے اسے مٹا دینے کا حکم دیتے تھے۔ لہذا جب تصویر سے ممانعت آئی تو صلیب کی تصویر سے بھی ممانعت ہو جائے گی۔ اور بعض نے مصلوب کے معنی مصور کے لئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت سے معلوم ہوا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ صلیب اس صورت کو کہتے ہیں جس پر یہودیوں کے زعم فاسد کے مطابق انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی تھی جس کی صورت + اس قسم کی ہوتی ہے اور یہ نصرانیوں کے پاس ہوتی ہے۔ وہ اسے بابرکت سمجھتے ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں دو جزو ذکر فرمائے گئے۔ ایک تصادیر کے متعلق اور دوسرا صلیب والے کپڑے کے متعلق اقل جزو تو روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر دوسرا جزو ثوب مصلوب وہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت سی جگہ ترجمہ کو قیاس سے ثابت فرماتے ہیں یہاں بھی قیاس سے اس طرح ثابت فرمادیا کہ جب تصویر والے کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے تو مصلوب میں بطریق اولیٰ ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی تصویر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک قیاس سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود یہی روایت جلد ثانی ص ۸۸ پر آ رہی ہے۔ اس میں صلیب کا لفظ موجود ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں پر اس آنے والی روایت سے استدلال کر لیا۔ اب یہ مصور کپڑا بہن کر کوئی نماز پڑھے تو مذہب کیا ہے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ اور یہ فعل مکروہ ہوگا۔ یہی رائے جہور کی ہے۔ اور امام بخاریؒ اس کی تائید فرما رہے ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک وقت اندر اندر اعادہ کرے۔ اگر وقت میں اعادہ نہ کیا تو پھر اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ مخالف کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ نماز نہ ہوگی۔ امام بخاریؒ اسی پر رد فرما رہے ہیں قرام باریک پردہ کو قرام کہتے ہیں۔ لہذا نزاع و جہاد واجب حضور اکرم صلیع کی نماز میں وہ تصادیر معاوضہ کر سکتی ہیں۔ اس پر بھی آپ نے نماز پوری فرمائی اعادہ نہیں کیا تو معلوم ہوا نماز ہو گئی اور چونکہ مٹا دینے کا حکم فرمایا۔ اس سے اس کی کراہت معلوم ہوتی۔

باب مِّنْ صَلَٰتٍ فِی فَرْجٍ حَرِّی ثُمَّ نَزَعَهُ۔

ترجمہ :- جس شخص نے ریشم کے چٹڑ میں نماز پڑھی پھر اسے کھینچ ڈالا۔

حدیث نمبر ۳۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الزُّعَنِيُّ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَهْدَىٰ إِلَيَّ السَّيِّئَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَوَّجَ حَرِيرٍ فَلَبَسَهُ فَصَلَّىٰ فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَانْزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَأَنَّكَ بِهٖ لَكَ قَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُحْتَشِبِ۔

ترجمہ :- حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ریشم کا ایک چٹڑ جناب نبی اکرم صلم کو بد یہ میں دیا گیا آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھی پھر اس کو اتنا سخت کھینچ کر پھینکا گویا کہ آپ اس سے نفرت کرنے والے ہیں۔ فرمایا یہ بربیزگاروں کے لائق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا :- فروج حریر پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلم نے اس میں نماز پڑھی نفرت کا اظہار کیا۔ اعادہ نہیں فرمایا۔ لیکن مکروہ ضرور ہے اس لئے آپ نے اس کو نکال پھینکا اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ دفت کے اندر اندر اعادہ کرے۔ خروج ریشم کا وہ جو نہ ہے جس میں چاک کھلے ہوتے ہوں جسے آجکل چٹڑ کہتے ہیں اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن جہو کے نزدیک صرف مکروہ ہے۔ آپ نے کیوں پڑھی۔ علامہ عینیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور صلم کا یہ فعل تحریم صریح پہلے کا ہے۔ ایسی صورت میں حضور اکرم صلم کا اس کو کاٹنا (تکلیف) نکالتا قلب اطہر کی صفائی اور آئندہ جو حرام ہونے والی ہے اس سے نفرت کا اظہار کرنا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اسے قبل از تحریم پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں آپ نے بیان جو ازا اور تعلیم کے لئے پڑھی ہے اور یہ بتلادیا کہ نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ ریشم کے استعمال کا گناہ بھی ہوگا۔

باب الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْأَخْمَرِ

ترجمہ :- سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ الزُّعَنِيُّ عَنْ أَبِي حَبِیْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِيَابِهِ حُمْرًا مِنْ أَدَمٍ قَدِ رَأَيْتُ بِأَدَلَا أَخَذَ وَصَّوَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ رَأَيْتُ النَّاسَ يَجْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوُصُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ فَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بِلَلٍ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِأَدَلَا

أَخَذَ عَنَّا لَهُ فَرَكْزَهَا فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حُمْرَاءَ مُشْتَمِلًا
صَلَّى إِلَى الْعَتَمَةِ بِالنَّاسِ وَكَعَتَيْنِ وَوَأَيُّتِ النَّاسِ وَاللَّحَابَ يَمُوتُ وَتَمِثُ
بَيْنَ يَدَيِ الْعَتَمَةِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے ایک سُرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچہ ہوئے پانی کو لے رکھا ہے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کی طرف لپک رہے ہیں۔ جس کو اس پانی میں سے کچھ مل جاتا ہے وہ اپنے بدن کو مل لیتا ہے۔ جس کو کچھ نہیں ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے لے لیتا ہے۔ پھر حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا نیزہ لے آئے جسے لاکر گاڑ دیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر اٹھائے ہوئے سُرخ جوڑے میں باہر نکلے۔ نیزہ کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ لوگوں اور جانوروں کو میں نے اس عتیمہ کے آگے سے گزرتے دیکھا۔

تشیع از شیخ مدنیؒ: ثوب احمر کے بارے میں امام صاحبؒ سے آٹھ روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ وہ کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ حلتہ حمراء سے مراد امام صاحبؒ حلتہ حمراء لیتے ہیں۔ جس میں دھاریاں ہوں۔ لہذا حنفیہ کے خلاف استدلال نہیں ہو سکے گا۔

تشیع از شیخ زکریاؒ: ثوب احمر کے بارے میں روایات بہت مختلف ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس بارے میں شراح نے سات اقوال نقل کئے ہیں اور خود اخاف کے یہاں باوجود قلت روایات کے اس مسئلہ میں آٹھ روایات ہیں جن کو میں نے حاشیہ کوکب میں لکھ دیا ہے۔ منجملہ ان کے تحریم۔ استحباب اور کراہت بھی ہے حضرت گنگوہیؒ نے اپنی تفسیرات اور فتاویٰ میں جو قول اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ جن روایات سے بہن لینا ثابت ہے۔ وہ بیان جواز پر محمول ہیں اور جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ خلافِ ادلیٰ ہونے پر محمول ہیں۔ یعنی فی نفسہ جائز مگر خلافِ ادلیٰ ہے۔ اور میرے نزدیک اختلافِ روایات اور اختلافِ مذاہب کا سبب رنگ کی حقیقت میں اختلاف اور تشبہ بالنساء ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ان رنگوں پر محمول ہیں جن کے اندر ناپاک چیز کی ملاوٹ کا احتمال ہو مثلاً اب سے چالیس سال پہلے یہ مشہور تھا کہ سُرخ رنگ میں خون پڑتا ہے۔ لہذا جس رنگ میں خون ہو گا وہ روایات منع اس پر محمول ہوں گی۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ

ن میں خون نہیں پڑتا۔ تو روایات جواز اس پر محمول ہوں گی۔ پھر چونکہ سرخ رنگ میں تشبہ بالنساء ہے۔ تو جہاں جیسا تشبہ ہوگا۔ وہاں ایسی ہی کراہت ہوگی۔ مثلاً کوئی سرخ قبض پہنے اس کے اندر کراہت ہے؛ کیونکہ یہ تشبہ بالنساء ہے۔ اگر یہ رنگ کوئی چادر کوڑے پھر کوئی مرد اس کو پہنے تو اس میں مزید تشبہ بالنساء ہے لیکن رضائی اور لحاف کا استز اگر سرخ رنگ کا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی کراہت ہے۔ کیونکہ یہ خاص نوع عورتوں کے ساتھ خاص نہیں لہذا تشبہ بھی نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر سرخ دھاریاں ہوں تو اس میں تشبہ نہیں۔ لہذا یہ بھی جائز ہے۔ خرج النبی صلوا علیہ عتہ حمراء جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دھاریوں والا حکم تھا۔ ان پر کوئی اشکال نہیں ایسے ہی اس میں تشبہ بالنساء بھی نہ ہوا۔ لا یت الناس والدواب الا یہ جملہ حدیث محدثین مدنی المصلی سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوا کہ عنقریب سے آگے گذرنا قاطع صلوة ہے اور نہ ہی سبب گناہ ہے۔

باب الصلوة فی السطوح والمنابر والخشب۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَكَتَبْنَا الْحَسَنُ بِأَسْمَاءَ أَنَّ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْفَنَاطِيرِ وَإِنْ جَلَى نَحْمَتُهَا بَوْلٌ أَوْ قَوْحَا أَوْ مَامَا لَا فَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُنَّةٌ وَصَلَّى أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْأَمَامِ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الشَّلْحِ۔

ترجمہ :- چھتوں پر۔ منبر پر اور کھڑیوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ اس میں کوئی عرج نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص جمے ہوئے پانی پر نماز پڑھے اسی طرح پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ ان کے بیچے یا اوپر یا آگے پیشاب ہو جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد کی چھت پر امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے برف پر نماز پڑھی۔

حدیث نمبر ۳۶۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَّازِيُّ قَالَ أَبُو حَازِمٍ مِمَّنْ سَأَلُوا اسْمَ الْهَيْمَنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي شَيْخٍ الْهَيْمَنِيُّ فَقَالَ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي هُوَ مِنْ أَثَلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فَلَا تَنْوَلُوا سَوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْكَ دَسْوَلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَمِلَ وَوَضَعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَتَبُوا وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَالَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ دَجَعَ الْقَمْفَرِي مُسْجِدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ

عَلَى الْمُنْبَرِ ثَقَرًا ثَقَرًا كَعِ ثَقَرٍ رَأْسُهُ ثَقَرٌ رَجَعَ قَهْقَرًا حَتَّى سَجَدَ بِأَلَا رُضٍ فَمَلَأَ
 مَنَانُهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مَلَأَ الْحَدِيثُ
 قَالَ وَ إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ
 أَنْ يَكُونَ الْإِمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ
 يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَلَئِنْ سَمِعْتَهُ مِنْهُ قَالَ لَا -

ترجمہ: حضرت ابو حازم تا بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد آفری صحابی سے پوچھا
 کہ منبر رسول کس چیز سے بنایا گیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ لوگوں میں میرے سے زیادہ اس کو جاننے
 والا باقی نہیں رہا۔ وہ غایتہ مقام کے جھاؤ کے درخت سے بنایا جس کو فلان فلانہ کے غلام نے جناب رسول اللہ
 صلعم کے لئے بنایا جب وہ منبر بنا کر رکھا گیا تو جناب رسول اللہ صلعم اس پر کھڑے ہوئے۔ قبلہ کی طرف
 متوجہ ہو کر تکبیر کہی۔ لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قرأت کی رکوع کیا لوگوں نے بھی آپ
 کے پیچھے رکوع کیا۔ پھر آپ نے سر مبارک کو اٹھایا پھر پیچھے کو لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر لوپ
 آئے۔ قرأت کی۔ رکوع کیا پھر سر مبارک اٹھایا پھر لٹے پیچھے کی طرف لوٹ کر زمین پر سجدہ کیا پس یہ
 اس کا حال ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے استاد علی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن
 حنبل نے اس حدیث کے متعلق میرے سے سوال کیا تو شیخ علی بن مدینی فرماتے ہیں۔ میرا منشا یہ ہے کہ
 چونکہ نبی اکرم صلعم تمام لوگوں سے بلند و برتر تھے تو ایسی ہستی اگر لوگوں سے اونچے مقام پر ہوتا اس میں
 کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت سفیان بن عیینہ محدث سے اس حدیث کے بارے
 میں بہت پوچھ گچھ کی جاتی تھی کہ آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تو امام احمد نے فرمایا نہیں

خشیج از شیخ مدنی: حدیث پاک میں ہے جُعِلَتْ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَلَهُمْ فِيهَا حُجُومٌ جس سے معلوم
 ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کو زمین پر کھڑا ہونا چاہیے اگر زمین پر کھڑا نہ ہو تو ایسی چیز پر کھڑا ہو
 جو زمین سے متصل ہو۔ جگہ جگہ جہاں سردی کی وجہ سے پانی جم جاتے جیسے سرد ملکوں میں تالاب کے
 پانی جم جاتے ہیں جیسے مسترقہ ای مانعہ من ملاقات النجاسة ثلث یعنی برف کی وہ صورت مراۃ
 جبکہ اس پر کھڑا ہونا ممکن ہو۔ تو تلخ بمعنی مراد ہو گا۔ غایتہ بمعنی جھاؤ یعنی ملتف الا شجر اس جگہ لغوی
 معنی مراد نہیں بلکہ جبل احد کے پیچھے ایک جگہ کا نام ہے جسے غایتہ کہتے ہیں اثل بمعنی جھاڑ منبر بنانے کی

درخواست اولاً عورت نے پیش کی تھی جب دیر ہو گئی تو آپ نے پھر ارشاد فرمایا اس طرح دونوں کی طرف نسبت صحیح ہوگی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام کا لوگوں سے مترفع ہونا جائز نہیں اور جمہور مکرمہ کہتے ہیں جبکہ اس مقام کی اونچائی ایک ذراع ہو۔ اگر امام کے ساتھ کچھ اور مقتدی بھی ہوں تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے۔

تشییح از شیخ زکریا۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ جعلت الارض مسجداً وطہوراً جس سے بظاہر ابہام ہوتا ہے۔ کہ زمین ہی ہر نماز پڑھی جائے۔ تو امام بخاریؒ اس دہم کو دفع فرما رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس مسئلہ کے زیادہ موافق باب الصلوۃ علی الفرش ہے۔ یہاں تو امام بخاریؒ دوسرے اختلافات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ گو یہ اختلافات ہمارے اس زمانہ میں کچھ نہیں رہے۔ کان لہو یکین ہو گئے۔ چونکہ امام بخاریؒ کے سامنے یہ اختلافات تھے اس لئے انہوں نے اس پر باب باندھا۔ اور بہت سے اختلافات ایسے ہیں جو بہت زائد شہرت پذیر ہو گئے۔ مثلاً مسئلہ رفع الیدین یہ ایک ایسا معرکہ الارار نہ تھا جیسا کہ اب ہو گیا۔ بہر حال میرے نزدیک امام بخاریؒ بعض تابعین پر رد فرما رہے ہیں جیسا کہ بعض شرح سے منقول ہے کہ وہ لوگ صلوٰۃ علی السطوح کی کراہت کے قائل ہیں نیز اس باب سے مالکیہؒ پر بھی رد ہے کہ وہ صلوٰۃ علی المنبر کی کراہت کے قائل ہیں۔ اور ایسے ہی خشب سے حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کے قول پر رد فرمادیا کیونکہ ان حضرات سے صلوٰۃ علی الخشب کی کراہت منقول ہے ولو جبرالحمن باسا یجحد جما ہوا برف اس کے متعلق کوئی اختلاف نظر سے نہیں گذرا مگر کچھ بھی ہو صلوٰۃ علی السطح تو ثابت ہو ہی جاتے گی۔ کیونکہ وہ جہد مثل سطح کے ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ علی القناطیر سے صلوٰۃ علی السطح صاف طور پر ثابت ہے اذاکان بینہما مستویۃ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نجاستہ کے اور اس نمازی کے درمیان سترہ معروف ہو بلکہ اس سے مراد حامل ہے من اشئ المنبر اس میں اختلاف ہے کہ منبر کب بنا۔ تین قول ہیں شہر، شہر، شہر، شہر ما بقی فی الناس اعلو بہ منی اس لئے کہ وہ سارے صحابہ جو اس وقت موجود تھے۔ وہ اب انتقال کر گئے۔ بس میں ہی زندہ ہوں۔ اس لئے مجھے اس کی زیادہ خبر ہے۔ ہومن اثل الغابۃ۔ آئل کے معنی جھاؤ کے ہیں۔ اور غابہ ایک جگہ کا نام ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ غابہ مقام کے جھاؤ سے بنایا گیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اثل کے معنی تو جھاؤ کے ہیں اور غابۃ خوب گنجان کو کہتے ہیں اس صورت میں مطلب

یہ ہوگا۔ کہ گنجان درخت کا جھاد تھا۔ مگر اضافہ زیادہ واضح پہلی صورت میں ہوتی ہے، میرے نزدیک بھی وہی اولیٰ ہے عملہ خلوں اس کا نام میمون ہے ثور رجع الفقہی الخ چونکہ سجدہ میں سب برابر ہوتے ہیں کوئی کسی کو نہیں دیکھتا اس لئے نیچے اترے نیز اس پر سجدہ کرنا دشوار تھا اب یہاں اشکال یہ ہے کہ عمل کثیر پایا گیا اور یہ بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ گو اس کی جزئیات میں اختلاف ہو اور پہلی تو توالی حرکات پائی گئی ہیں۔ بار بار سجدہ کئے چڑھنا اترنا نیز خطوات بھی پائے گئے اس لئے کہ پیچھے کو ایک دم تو لوٹ نہیں سکتے۔ آہستہ آہستہ قدم رکھ کر لوٹے گا۔ اور توالی حرکات و خطوات عمل کثیر ہے شرح یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز میں عمل کثیر جائز تھا۔ اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ رجوع الی الفقہی کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سیدھے پیچھے کو ہٹے۔ بلکہ ذرا ایک جانب مائل ہو کر رجوع الی الفقہی فرمایا۔ اس صورت میں ایک ہی قدم کے اندر رجوع ہو گیا۔ اور توالی حرکات جو پائی گئیں وہ ارکان مختلفہ میں تھیں۔ اور جو توالی مفسد اور عمل کثیر میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی رکن میں ہو۔ لہذا حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل کثیر کے جائز ہونے کے وقت کی روایت ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں قال علی بن عبد اللہ یہ علی بن مدینی ہیں۔ جو مشہور امام ہیں۔ قال انما دُیْتُ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بین السطور میں قال کا فاعل شیخ الاسلام کے حوالہ سے علی بن مدینی کو لکھا ہے مگر میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ قال کا فاعل امام احمد بن حنبل ہیں۔ اس لئے کہ وہ امام الفقہ ہیں۔ اور مسند بھی علم فقہ کا آرا ہے۔ لہذا اب مطلب یہ ہوگا کہ امام احمد بن حنبل نے امام علی بن مدینی سے کہا کہ میں نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے۔ فلا یأمن ان یکون الامام علی من الناس اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اوپر تھے اور حضور امام تھے۔ تو معلوم ہوا کہ امام کا مقتدیوں سے اوپر ہونا جائز ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ کتنا اوپر ہو سکتا ہے۔

احناف اور شوافع کے یہاں ایک ذراع سے کم اوپر ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اس سے زائد میں روایات مختلف ہیں اور مالکیہ اوپر ہونے سے منع کرتے ہیں۔ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم کی غرض سے ارتفاع جائز بلکہ مستحب ہے اور اس کے ماسوا مکروہ ہے قال فضلت اس قال کے قائل علی بن مدینی ہیں اور یہ اگلیے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان سفیان بن عیینہ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ علی بن مدینی نے حضرت امام احمد سے فرمایا کہ تمہارے استاد سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق کثرت سے سوال

ہوتا تھا۔ تم نے ان سے کچھ نہیں سنا حضرت امام احمدؒ نے نفی میں جواب دیا۔

یہاں حافظ بن حجر نے فتح الباری میں ایک اشکال کیا ہے کہ مسند احمد میں بھی روایت امام احمدؒ نے سفیان عینیؒ کے واسطے سے نقل کی ہے۔ پھر یہاں نفی کا کیا مطلب؟ ایک جواب جو خود حافظؒ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ بخاری کی روایت متصل ہے وہ تو انہوں نے ابن عینیؒ سے سنی نہیں۔ اور مسند احمد کی روایت جو مختصر ہے وہ انہوں نے ابن عینیؒ سے سنی۔ مگر میرے نزدیک اس سے اچھا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اولاً ابن عینیؒ نے نہ سنی ہو۔ جب علی بن المدینی سے سن لی۔ تو پھر سفیان بن عینیؒ سے اس کے بعد سنی اور پھر ان کے واسطے سے نقل کی۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ امام احمدؒ نے یہ سوال علی بن المدینیؒ سے حضرت سفیان بن عینیؒ کے انتقال کے بعد کیا ہے تو پھر یہ جواب نہیں چلتا۔ مگر اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْحِمْصِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرْسِهِ فَجَحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كِفْطُهُ إِلَى مِثْقَالِ ثَمَلٍ فَنَجَسَ فِي مَشْرِيقِهِ لَمْ يَدْرَجْتُمَا مِنْ جُدُوعِ النَّخْلِ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يُعَوِّذُونَ وَفَنَّهُ فَصَلَّى بِمِصْبَحٍ بَالِسًا وَهُوَ قَائِمٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُمَا جَعَلَ اللَّهُ مَا مَرَّ لِي بِهِ خَيْرًا أَكْبَرُ فَنَكَبُوا أَوْ إِذَا رَكِعَ فَإِنْ رَكِعُوا إِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا فَإِنْ صَلَّيْنَا فَاغْتَابُوا فَفَضَلُوا أَتَيْنَا مَا وَفَّرَ لَنَا لَتَسْعَ تَعْرِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ الْبَيْتُ شَمْرُ أَهْلِكَ رَأَتْ الشَّمْرُ تَسْعَ وَعِشْرُونَ -

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپؐ کی پنڈلی یا کندھا چھل گیا۔ اور آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے مہینہ کی قسم کھالی تھی۔ تو آپؐ ایک بالاخانہ میں تشریف فرما ہوئے جس کا زینہ کھجور کے تنے کا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے صحابہ کرام آپؐ کی عبادت کے لئے تشریف لائے۔ آپؐ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ وہ لوگ کھڑے تھے۔ پس جب سلام پھیر لیا تو امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جلتے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور آپؐ ۲۹ دن بعد بالاخانہ سے اتر آئے۔ تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے تو مہینہ بھر کا ایلا۔ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ مہینہ انیس دن کا بھی ہوتا ہے

تشریح ادریش زکریا۔ سقط عن فوسہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار گھوڑے پر سوار تشریف لے جا رہے تھے۔ گھوڑا بد کا جس کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داہنی طرف گر گئے جس سے دائیں بازو اور دائیں ساق میں چوٹ آئی۔ اور دائیں قدم میں موج بھی آئی۔ بعض روایات میں جحش ساقہ الا یمن اور بعض میں شقہ الا یمن اور بعض میں انفکت رجلہ آگے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں فجحش ساقہ و کشفہ بدہ و شقہ راوی ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اصدھا میں جحش ہوا۔ بلکہ راوی کو شک ہو گیا کہ میرے استاذ نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا والی من لسانہ شمس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازدواج سے غصہ ہو کر قسم کھالی تھی کہ ایک ماہ تک ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں گے۔ یہاں اشکال ہے جن سے شرح نے یہاں تو نہیں بلکہ کتاب التفسیر میں تعرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایلا کا یہ واقعہ شہر میں پیش آیا۔ اور سقوط عن الفرس کا قصہ ۹۷ھ کا ہے تو جب ان دونوں میں چار سال کا فاصلہ ہے تو راوی نے دونوں کو کیوں جوڑ دیا۔ اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ کسی راوی کو وہم ہو گیا اور اسی نے ان دونوں اقوال کو ایک ہی زمانہ کا سمجھ کر جوڑ دیا۔ مگر میرے نزدیک اس کو راوی کے وہم کی طرف منسوب کرنے سے بہتر دوسرا جواب ہے۔ کہ چونکہ دو تو واقعات ہیں آپ نے مشربہ (بالا خانہ) پر قیام فرمایا تھا اس لئے راوی نے جب سقوط عن الفرس کا واقعہ بیان کیا تو بتایا ایلا کا قصہ بھی ذکر کر دیا۔ اور بتلایا کہ آپ نے دونوں وقت مشربہ میں قیام فرمایا۔ مشربہ عرفہ کو کہتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے فصلی بھو جالسا وھو قیام الخ یہ وہی سقوط عن الفرس کا واقعہ ہے جس کی بنا پر آپ نے بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔ فاذا صلی قائما فصلتا قیامًا۔ خابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام راتب کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا چاہیے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں مقتدیوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں امام بخاری اس پر مستقل باب باندھ کر خابلہ پر رد فرمائیں گے۔ یہ حدیث امام احمد کا مستدل ہے لیکن ائمہ ثلاثہ انکار کرتے ہیں کہ مقتدیوں کو قیاماً اقتدا کرنی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری زندگی میں بیٹھ کر نماز پڑھائی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیثیت سے کھڑے ہو کر لوگوں کو تکبیرات پہنچا رہے تھے اور اس وقت تمام صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو یہ فعل آخری آپ کا تمام افعال سابقہ کے لئے ناسخ ہو گا۔ خابلہ اس قسم کی روایات کی تاویل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں حضرت ابو بکر ہی امام تھے۔

باب اِذَا اَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّيْ امْرَاَتَهُ رَاٰذَا سَجَدَ

ترجمہ :- جب نمازی سجدہ میں جاتے اور اس کا پٹرا اس کی بیوی کو لگ جائے تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ الْحُمَيْمِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حَذَاوُهُ وَأَنَا حَاضِرٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ رَاٰذَا سَجَدَ فَلَا كُفَّ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُصْوَةِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی اور حیض والی ہوتی تھی جب آپ سجدہ میں جاتے تو بسا اوقات آپ کا پٹرا مجھے لگ جاتا تھا اور حضورؐ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا :- چونکہ مسیٰ مرآۃ بعض حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے۔ تو ممکن ہے کسی کو وہم ہو کہ اگر نمازی کا پٹرا بجالا صلوٰۃ عورت کو لگ جائے تو باعث کراہت ہوگا۔ اس لئے امام بخاریؒ اس وہم کا دفع فرما رہے ہیں کہ اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔ مگر میں نے بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے تو مسیٰ مرآۃ سے وضو کے قائل ہیں نہ ہی مسیٰ ذکر سے اور نہ ہی فقہ سے وہ ان مسائل میں نہ اخاف کے ساتھ ہیں نہ شوافع کے ساتھ اور دوسری غرض امام بخاریؒ کی حنفیہ پر رد کرنا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حنفیہ روایات میں مرآۃ کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ اور یہاں روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے جو قی نہیں۔ بلکہ روایت میں مقابل کا لفظ موجود ہے لیکن اس سے اخاف پر رد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حنفیہ مطلقاً محاذات کو مفسد نہیں مانتے بلکہ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ مثلاً امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔ اور عورت نماز میں اس کے ساتھ شریک ہو۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ عموماً سے استدلال کرتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ لفظ حذرا سے استدلال کر لیا ہو۔

باب اَلصَّلَاةُ عَلَى الْحَصِيْرِ

ترجمہ :- چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

وَصَلَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو سَعِيدٍ السَّفِينِيُّ قَائِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّي قَائِمًا مَا لَوْ تَشَقَّى عَلَى أَحْمَا بِكَ تَذُو مَعَهَا وَرَأَاهُ فَقَاعِدًا۔

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تک آپ کے ساتھیوں پر شاق اور گراں نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور کشتی کے ساتھ گھومتے جائیں۔ ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ الْأَنْبَسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَطَعًا مَرَّعَةً لَهُ فَأَخَذَهُ مِنْهُ قَالَ تَوَمَّأَ وَأَصَلَّى لَكُمُ قَالَ أَنْتُمْ فَفُضْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَفُضْتُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَّوْا لَيْتِيْمٌ وَرَأَوْا وَالْعَجُوزُ مِنْ قَدَانَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی حضرت ملیکہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے کی دعوت پر بلا یا۔ جو انہوں نے آپ کے لئے تیار کیا تھا چنانچہ آپ نے کھانا کھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی چٹائی لے آیا جو طول استعمال کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی۔ میں نے اس کو نرم کرنے کے لئے اس پر پانی پھیرا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ اور بڑھیا ہم سب کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپ واپس چلے گئے۔

تشریح از شیخ منیٰ بیضی لوگ کہتے ہیں کہ چٹائی پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ جو چیز غیر ارض میں سے ہو۔ یعنی آگ لگانے سے جل جائے یا پگھل جائے اس پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ مگر جہور حصیر لکڑی وغیرہ پر نماز ادا کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس حدیث سے استدلال ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شراح نے یہاں حدیث جعلت الارض مسجداً وطمہوا ذکر کر کے غیر ارض پر جواز صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض ایک اور مسئلہ کو بیان کرنا ہے غالباً ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ صلوٰۃ علی الحصیر کو مکروہ بتلاتی ہیں۔ ان کا استدلال آیت کریمہ وجعلنا جہنم لکافرین حصیر سے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو کافریں کے لئے حصیر بنایا ہے۔ چونکہ یہاں اشتراک اسی پایا جاتا ہے۔ لہذا حصیر پر نماز مکروہ ہوگی۔ تو حضرت امام بخاریؒ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنجناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ علی الحصیر ثابت ہے۔

صلی جا برین عید اللہ الخ اس سے غیر ارض پر نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اس لئے کہ صلوٰۃ علی الحصیر

بھی صلوٰۃ علی غیر الارض ہوتی ہے۔ قال الحسن یُصلی قائماً او اتمہ ثلاثہ اور صاحبین کا یہی مذہب ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو پڑھ لے ورنہ بیٹھ کر ادا کرے۔ مگر امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کشتی میں ابتداء ہی سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ کشتی میں مسافر مسافت میں ہوتا ہے جبکہ وغیرہ آتے ہیں تدوین معما کا مطلب علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ جدھر کشتی رُخ پھیلے ادھر ہی نمازی اپنا چہرہ پھیرتا رہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کشتی جانب قبضہ سے پھر جائے اور نمازی قبلہ کی طرف مرنخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو۔ تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف مڑ جائے۔ ان جدتہ ملیکۃ، جدتہ کی ضمیمہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیمہ اسحاق کی طرف راجع ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس کی طرف راجع ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کی بھی یہی رائے درج ہے کہ اس کی طرف راجع ہے قوموا خلو صلی لکو یہ بطور حد جناء الاحسان الا حسن کے ہے کہ تم نے کھانا کھلایا لاکہ ہم تمہیں نماز پڑھائیں البتیم و ذاکہ یتیم کا نام نہیں ہے ۱۔ معجز و رائنا اس جملہ سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اگر لڑکا ایک ہو تو امام کے پاس کھڑا ہوگا۔ اگر عورت اکیلی ہو تو پیچھے کھڑی ہوگی امام بخاریؒ اس پر مستقل باب باندھیں گے یہاں پر اشکال ہے کہ حصیر کے باب میں سفینہ کا ذکر کیسے آگیا۔ جن لوگوں نے باب کی غرض یہ بتلانی ہے کہ بغیر ارض پر نماز پڑھنا۔ جعلت الارض مسجد و طہوراً کے خلاف معلوم ہو گیا ہے۔ ان پر رد کرنا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ سفینہ اور حصیر دونوں غیر ارض میں ہیں۔ مگر میری رائے میں اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ ترجمہ میں استدلال عادت سے ہوتا ہے۔ چونکہ عام طور سے سفینہ کے اندر حصیر بچھانے کی عادت ہے تو اس عادت کے تحت گویا کہ سفینہ میں نماز مثل صلوٰۃ حصیر کے ہے۔ قداسود من طول ما لیس یہاں بچھانے کو لباس سے تعبیر فرمایا۔ اس سے استدلال ہے کہ بچھانا بھی لباس ہے، لہذا اگر ریشم کا بستر ہو تو وہ بھی مرد کے لئے ناجائز ہے۔

باب الصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ

ترجمہ:۔ چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْحَارِثِيُّ عَنْ ثَمِيمٍ ثَقَاتٍ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

ترجمہ، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلوٰۃ چھوٹی سے چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

فتشیح از شیخ زکریا چونکہ صلوٰۃ علی الخمرہ کی گراہت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے منقول ہے اس لئے اس باب سے امام بخاریؒ اس پر رد کرنا چاہتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ خمرہ اس چھوٹی سی چٹائی کہتے ہیں۔ جو مصلیٰ کے لئے پوری نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں بعض حصہ نماز توارض پر ہوگا۔ اور بعض غیر ارض پر تو اس کے جواز پر تنبیہ فرمائی

باب ۱۰ صَلَوَاتُ عَلَى الْفِرَاشِ

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْكَ عَلَى فِرَاشٍ أَسْتَمَ وَقَالَ أَلَسْتُ كُنْتُ نُصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبٍ بِهِ -

ترجمہ :- بستر پر نماز پڑھنا کیا ہے حضرت انسؓ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب نبی اکرمؐ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہمارا ایک نماز میں اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا حدیث نمبر ۳۶۹ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ عَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلِي وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهَا قَالَتْ وَابْنُ مَرْثَدٍ يَكْسِبُ فِيهَا مَعَابِيحُ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ زوجہ النبیؐ فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہؐ کے سامنے بیند کیا کرتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کو جاتے تو میرے چپکی کاٹ لیتے تو میں اپنے پاؤں سیکڑ لیتی تھی جب آپ سجدہ سے اٹھ جاتے تو پھر ان کو پھیلا دیتی تھی وہ فرماتی ہیں ان دونوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

فتشیح از شیخ ذہبیؒ فرماتے ہیں چونکہ غیر جنس الارض ہوتا ہے اس پر جماع بھی کیا جاتا ہے اور بچے پیشاب بھی کر دیتے ہیں روایت سے ثابت ہوا کہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن روایت سے فراموش کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ پاؤں کا پھیلا نا فراموش پر دال ہے اس لئے کہ عموماً انسان قدم کے مطابق فرش بناتا ہے۔

فتشیح از شیخ زکریا۔ یہ وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے بیان کیا تھا کہ جعلت لی الارض مسجداً وطمہونکے جو دہم ہوتا ہے۔ اس کو اس باب سے دفع فرما رہے ہیں۔ اور ابواب سابقہ سے

ان اغراض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابوداؤد میں ہے لا یصلی فی الحفنا کہ آپ ہمارے لحافوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس سے عدم جواز الصلوٰۃ فی ثیاب الموآلا معلوم ہوتا ہے اس کو اس باب سے رد فرمادیا یہ آخری قول حافظ کا ہے والبیوت یومئذ الخ یہاں سے حضرت عائشہ دفع دخل مقدر فرما رہی ہیں کہ مجھ پر یہ اعتراض کرنا کہ میں پیر کیوں نہیں موڑ لیا کرتی نہیں اس لئے کہ چراغ تو تھا نہیں کہ کچھ نظر آ جاتا۔ اور یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپ کا قیام کتنا طویل ہو گا۔ چار چار پانچ پانچ ہلکے پڑھا کرتے تھے اس لئے پیر پھر دوبارہ پھیلاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْخِزَّانِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُبْلَةِ عَلَى فَوَاشِلِهَا هَلْ إِعْتَمَلَتْهُ رَدَّةٌ

ترجمہ:- حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے حضرت عروہ کو بتلاتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان اپنے بستر پر ہوتی تھیں جیسے جنازہ سامنے ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی دائیں طرف سے بائیں جانب کی طرف ہوتی ہوتی تھیں

حدیث نمبر ۳۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخِزَّانِيُّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فَعَائِشَةُ مُعْتَبِرَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُبْلَةِ عَلَى الْفَوَاشِلِ لَذِي يَأْمَانِ عَلَيْكَ

ترجمہ:- حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے قبلہ درمیان سلمے پڑی ہوتی تھیں اس بستر پر جس پر آپ دونو سو یا کرتے تھے۔

باب السُّجُودِ عَلَى التُّوبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْعَوْدُ مَيْتُجَدُّوْ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَسُوقِ وَ يَدَاؤُ فِي كَيْتِهِ

ترجمہ:- سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنا حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنی گڑبڑوں اور ٹوہنیوں پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے دونو ہاتھ آستین میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخِزَّانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَوْفَ التُّوبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانٍ السُّجُودِ

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو سخت گرمی کی وجہ سے ہمارا ایک کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ پر رکھتا تھا۔

فتنیجہ از شیخ مدنی۔ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ آستین چھوٹا ہو یا بڑا اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ امام مالکؒ اس کی کراہت کے قابل ہیں امام شافعیؒ اس کو منوع قرار دیتے ہیں البتہ اگر وہ آستین اتنا بڑا کپڑا ہو جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ نہ ہل جائے۔ تب جائز ہے۔ مسنف مطلقاً بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔

فتنیجہ از شیخ زکریا۔ اس باب سے امام بخاریؒ شوافعؒ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ثوب متصل پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ثوب^(الک) متصل ہونا چاہیئے۔ اور جمہور کے نزدیک جائز ہے امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ بسجود و علی العمامۃ الخ اس سے ثوب متصل پر سجدہ ثابت ہو گیا فیض احمد نا طوف الثوب یہ موضع ترجمہ ہے۔

باب ۱ صلوٰۃ فی النّحَال

ترجمہ جوتے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۳۷۳۳ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّحْيُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَحْلٍ قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسلمہ از دی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں! یعنی پڑھتے تھے۔

فتنیجہ از شیخ زکریا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ ابواب الثياب چل رہے تھے اور لٹاں بھی تھیں۔ میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر فرما دیا۔ اور میرے نزدیک ایک غرض یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنِىْ اَمْرًا فَاعْلَمْ کہ صلوٰۃ فی النحل جائز نہ ہو۔ کیونکہ مقام طوی میں خلع نعلین کا حکم ہے۔ تو مسجد میں تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہونا چاہیئے۔ تو اس دم کو دفع کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرما دیا۔ اس باب کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ کے جوتوں میں نماز نہیں ہوگی۔ بلکہ عرب والے جو جوتے ہیں ان میں نماز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ گندگی لگی ہوئی نہ ہو۔

باب ۲ الصّٰلٰۃُ فِی الْخِصَافِ

ترجمہ۔ موزوں کے اندر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

ترجمہ: حضرت امام بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جریر بن عبد اللہ صحابی کو دیکھا کہ انہوں نے پیشاب کیا۔ پھر وضو فرمایا۔ اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو ان سے بوجھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم مسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت جریر ان کو پسند آتے تھے کیونکہ حضرت جریرؓ آخر میں مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ شرح اس باب کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ چونکہ خفاف لباس میں داخل ہے اس لئے اس کا ذکر فرمادیا۔ اور میری رائے ہے کہ صلوٰۃ فی الخفاف کی ادویۃ بیان فرما رہے ہیں اس لئے کہ البرداء میں ہے خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی بعالہم ولا خفافہم یعنی یہودی کی مخالفت کر دو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نیاز نہیں پڑھتے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس کی ادلالت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ فکان یعجبہم وجہ اعجاب یہ تھی کہ احتمال تھا کہ مسح علی الخفین آیت وضو سے منسوخ ہو گیا ہو۔ مگر حضرت جریرؒ نے مسح کیا۔ اور یوں فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم صلم کو مسح کرتے دیکھا ہے حضرت جریرؒ اخیر میں اسلام لائے اور انہوں نے حضور اکرم صلم کے مسح کا ذکر فرمایا تو معلوم ہوا کہ آیت وضو اس کے واسطے ناسخ نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۵ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الْحَكَمِ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلَى خَدَّيْهِ وَصَلَّى -

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی

ترجمہ :- جبکہ کوئی سجدہ پورا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۳۷۶ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَدَنِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يَتَمَّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ كَلَّمَاهُ فَقَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالِ

وَأَحْبَبُهُ قَالَ لَوْ مِتُّ مِتُّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ :- حضرت عذیرہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت عذیرہؓ نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اسی حال میں مر گیا تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

باب یُبْدِئُ حُضْبُعَيْهِ ذُیْجَارَ فِی السُّجُودِ -

ترجمہ :- بازو کو ظاہر کرے اور اپنے پہلو کو سجدے میں دھرے رکھے۔

حدیث نمبر ۳۷۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْبُوبٍ الْخَلَّالِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ الْإِنْبِزِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَتَرَجَّحَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدَأَ بِأُضْرَاطِطَيْهِ -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مالک بن یحییٰؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ کی انگلیوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

فتنیع از شیخ مدنی :- ما یبیدی ضعیفہ اور عدم اتمام السجود والے دونوں اب اپنے موقع پر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ صفت صلوٰۃ میں سے ہیں۔ ذکر ثیاب صلوٰۃ کا ہو رہا تھا۔ جس نے کہا کہ سہو کہ ہیں سے ہے مگر مصنف ان ابواب کے بعد ان دونوں کو اس لئے لایا تا کہ معلوم ہو کہ تعدیل ارکان ضروری ہے۔ لیکن وہ سجدہ جو سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر لیا جائے۔ اس کی اجازت ہے جیسے ام صاحب فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے پر بھی نمازی سجدہ کر سکتا ہے۔ خواہ اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے سے حرکت کرے یا نہ کرے۔ اس سے تعدیل ارکان میں فرق نہیں پڑتا۔

فتنیع از شیخ زکریا :- یہ دونوں باب صلا پر آتے ہیں اور دو باب باب عقد الثیاب اور باب لا کیف ثوبہ فی الصلوٰۃ ۱۱۳ پر اب شرح یہ فرماتے ہیں کہ یہاں تو ابواب الثیاب چلے گئے تھے یہ درمیان میں دو باب سجود کے کیسے آگئے۔ ہونہ ہو یہ کسی کاتب کا تصرف ہے کہ غلط جگہ پر آگئے۔ اور لباس کے دو باب جو صلا پر آ رہے ہیں۔ وہ باب السجود میں چلے گئے یہ بھی کاتب کا تصرف ہے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ اور انہوں نے فربری سے اس کی تائید نقل کی ہے۔ چنانچہ فربری فرماتے ہیں کہ بخاری کی نقل میں کہیں کہیں غلطی واقع ہو گئی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بخاری

کے نسخوں میں یہ دونوں باب یہاں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی توجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امام بخاریؒ قیاس اور نظر سے ستر عورت کی اہمیت ثابت فرماتے ہیں کہ من تنك شرطاً تصحی صلوٰۃ جس نے کسی شرط نماز کو چھوڑ دیا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی من تنك كذا جیسے کوئی رکن صلوٰۃ کو چھوڑ دے مگر میری رائے یہ ہے کہ ہر باب اپنی جگہ پر ہے اور صحیح ہے وہ اس طرح پر کہ امام بخاریؒ ابواب الثیاب ذکر فرما رہے تھے۔ تو امام بخاریؒ نے باب یدری صنبعہ منعقد فرما کر یہ بتلا دیا کہ اگر کپڑے چھوٹے چھوٹے ہوں تو سجدہ میں انخاف نہ کرے۔ بلکہ ابدار کرے کیونکہ خود نبی اکرمؐ نے کپڑے چھوٹے ہونے کے باوجود ابدار فرمایا۔ اگر کپڑا چھوٹا نہ ہوتا۔ تو منکل کی سفیدی کیسے نظر آتی۔ اور اس کے اثبات کے واسطے باب اذا لویتم السجود منعقد فرمایا۔ کہ اگر تھانی نہ کرے گا۔ تو اتمام السجود نہ ہوگا۔ اور وہاں بحیثیت کیفیت السجود کے آئے ہیں جن پر مستقل کلام ہوگا۔ اس روایت میں جو ماصلیت وارد ہوا ہے۔ اس سے ائمہ ثلاثین نے استدلال کیا کہ نماز کے اندر اغتسال فرض ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی ہلے نزدیک تعدیل ارکان واجب ہے۔ بغیر اس کے بھی نماز ہو جانے لگی۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ ماصلیت کاملاً ہمارا استدلال بھی اسی مدینہ سے ہے۔ لومیت۔ من علی غیر سنتہ محمد صلواتہ علیہ وسلم ہوا کہ یہ واجب کا

درجہ رکھتی ہے۔ فرضیت کی صورت میں ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہاں سے کتاب القبۃ شروع ہو رہی ہے امام بخاریؒ کو جب لکھنے میں فترہ واقع ہو جاتی تھی۔ تو بسم اللہ سے افتتاح فرماتے تھے۔

کتاب القبۃ

باب فُضِّلَ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ۔

يَسْتَقْبِلُ بِالْخَوَافِ رَجُلٌ الْقِبْلَةَ قَالَهُ أَبُو حَجِيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ :- قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔ یہ ابو حبیہؒ نے جناب نبی اکرمؐ سے بیان فرماتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۸ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَثَامٍ الْخَرَسِيُّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا اَوْ اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَ اَكَلَ ذَبْحَتَنَا فَاِنَّ لَكَ اَمْسِلَهُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفَوُ وَاللّٰهُ فِ ذِمَّتِهِ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص نے ہماری

نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ اور ہمارا ذبح کردہ جانور سے کھایا۔ تو یہ وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ شرائط صلوٰۃ ذکر ہو رہے تھے۔ اولاً تو وضو کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ وہ سب سے اہم ہے۔ پھر لباس اور استقبال قبلہ کو ذکر فرمایا۔ اور ابتداء اس کی فضیلت سے شروع فرمائی مگر یہاں پر دو اشکال ہیں بلکہ تین اشکال ہیں اول یہ کہ ابھی تو استقبال قبلہ کی فضیلت شروع فرمائی تو ابھی سے کہاں استقبال اطراف رحلین الی قبلہ کے اندر پہنچ گئے۔ حالانکہ استقبال اطراف رحلین سجدہ میں ہوتا ہے تو چاہیے یہ تھا کہ اولاً استقبال قیام وغیرہ ذکر فرماتے پھر بتدریج استقبال اطراف رحلین کا ذکر فرماتے اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ ص ۱۱۲ پر باب استقبال القبلة باطراف رحلیہ آرہا ہے۔ لہذا یہ باب مکرر ہو جائے گا۔ اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں اطراف رحلین کا ذکر فرمایا ہے تو اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر قال ابو حمید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا جس میں اطراف رحلین کے استقبال کا ذکر ہے (تو وہ روایت تو اب تک نہیں آئی۔ کہ اسی سے اشارہ ہو جاتا کیونکہ یہ روایت سننے الصلوٰۃ میں آئے گی۔ اب جوابات سنو! امام بخاری نے مستقبل باطراف رحلیہ القبلة کو جزو ترجمہ نہیں بنایا۔ اور مثبت بفتح ابدال قرار نہیں دیا۔ بلکہ مثبت بکسر الباء قرار دیا ہے۔ اور غرض اس کے ذکر سے استقبال کی تاکید اور فضل استقبال کو منع کرنا ہے۔ کہ استقبال اس درجہ مذکور ہے کہ بحالت سجدہ بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور پاؤں کی انگلیوں تک سے کیا جاتا ہے۔ اور قال ابو حمید سے اس روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ جو کہ آری ہے۔ اب کوئی اشکال بھی باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ مسئلے اشکال کا مدار یہ تھا کہ اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جاتا اسی وجہ سے تکرار بھی لازم آ رہا تھا۔ روایت کی بھی ضرورت ہو رہی تھی۔ اور کچھ بے ترتیبی معلوم ہو رہی تھی رہا یہ اشکال کہ ترجمہ مکرر ہے اس کا جواب شراح نے یہ دیا ہے کہ یہ باب یہاں بالیقین ہے اور وہاں ص ۱۱۲ پر بالقصد آرہا ہے۔ مستقبل قبلتنا اگرچہ استقبال کا ذکر من صلی صلوٰۃ میں ضمایا گیا تھا۔ اس لئے کہ نماز استقبال قبلہ کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہود وغیرہ کے یہاں بھی نماز ہے اس لئے ان سے امتیاز کا نہ ہری محض لفظ صلی صلوٰۃ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ گو فی نفسہ تو ہو جاتا تھا۔ اس لئے اس کو واضح کرنے کے لئے مستقبل قبلتنا فرما دیا۔ اس طرح اس میں یہود نصاریٰ کی بالکلیہ مخالفت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ اور ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہے

اور مقصود ان چیزوں کے ذکر کرنے سے شہداء اسلام کا ذکر کرنا ہے اور تبلا نا ہے کہ شہداء اسلام اختیار کر دوں۔ اکل ذہبیجتنا کوئی ہمارے ساتھ ہی خاص نہیں یہود بھی کھاتے ہیں لہذا ذمہ اللہ یہاں دوسرے مراد حفظ باری تعالیٰ میں آجانبہ ہے اور دوسرے سے ذمہ اصطلاحی مراد نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۹ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَسْتَوْفُوا لَنَا لَالَهُ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَؤُلَاءِ صَلَوَاتُنَا وَاسْتَقْبَلُوا إِبِلَتَنَا وَأَكَلُوا إِذْ يَجِئَتُنَا فَقَدْ حَرَمْتُ عَلَيْكَ وَمَا تُحْمَوُ وَأَمْوَالُكُمْ وَلَا بِحَقِّهَا وَحَسَا بَهُمْ عَلَى اللَّهِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَذَبْتَ خَالِدُ بْنُ الْخَارِثِ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سَيَّاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا أَبَا حَمَزَةَ وَمَا يُحَرِّمُكَ مِنَ الْعَبْدِ وَمَالِهِ فَقَالَ مِنْ تَبَعِهِ أَنْ لَا مَالَهُ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَقْبَلُ قِبَلَتَنَا

وَصَلَّى صَلَوَاتُنَا وَأَكَلَ إِذْ يَجِئَتُنَا فَمَنْ الْمُسْلِمُونَ عَلَى مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي ثَوْبٍ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ نَا أَنَسُ عَنِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جہاد و قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ کلمہ لا الہ الا کہیں پس جب یہ کلمہ کہہ دیا۔ اور ہماری نماز جیسی نماز پڑھیں ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ اور ہماری ذبیحہ کو کھالیں۔ تو ان کے خون اور اموال ہم پر حرام ہو گئے مگر ان جان و مال کے حقوق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ مہمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ ابو حمزہؓ کسی بندے کے خون اور اس کے مال کو کون سی چیز حرام قرار دیتی ہے۔ فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الہ الا کہ شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری ذبیحہ کو کھایا۔ پس وہ مسلمان ہے۔ جو مسلمان کے حقوق ہیں وہی اس کے ہوں گے۔ اور جو مسلمان پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہی اس پر عائد ہوں گی۔ اور یہ سب کچھ حضرت انسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امرت ان اقاتل الناس الخ امام بخاری نے اس روایت کو ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ روایت سابقہ میں صلوة۔ استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ پر جو مسلم کا حکم لگایا ہے۔ اور اس کے لئے ذمہ اللہ و ذمہ رسولہ ثابت ہے یہ اس کے لئے ہے۔ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو۔ اور اگر اس

باب قُبِلَتْ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَأَهْلُ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ كَيْفَ فِي الشَّرِيفِ وَلَا فِي
الْمَقْرُبِ قِيلَ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقُبْلَةَ بِعَاطِلٍ أَوْ
بَوْلٍ وَلَكِنْ شَرِّ قُوٍّ أَوْ غَرَبُوا -

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّحْمَنُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْتُمْ أَلْعَاظُ فَأَنْتَقِلُوا لِيُقْبَلْ وَلَا تَسْتَدِيرُوا مَا وَلَكِنْ
شَرُّكُمْ أَوْ غَيْرُكُمْ قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدْ مَنَّا الشَّامُ فَوَجَدْنَا مَوْجِعَ مِنْبِتِ قَبْلِ الْقِبْلَةِ
فَنَحَرْنَا وَنَشْتَفِئُوا اللَّهَ وَرَجَلٌ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ -

ترجمہ:- حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ

پاخانہ پھرنے کے لئے نشیبی جگہ میں آذ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیٹھ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابویوبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شام کے ملک میں آئے تو بیت الخلا کو قبلہ کی طرف بنائے ہوئے پایا۔ تو ہم قبلہ سے پھر جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرتے تھے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابویوب کو نبی اکرمؐ سے اسی طرح کہتے سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ترجمہ اباب میں مصنفؒ نے تین جگہ کے قبلہ کو بتایا ہے۔ مگر روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان تینوں کو شامل ہو۔ روایت میں صرف اہل مدینہ کو خطاب ہے و لکن شوقوا و عوجا میں بھی وہی مخاطب ہیں۔ تو اس جگہ تاویل یہ کی جائے گی کہ عبارت یوں تھی قبلة اهل المدينة و غیرہ اس کی بجائے مصنفؒ اہل شام کہہ دیا۔ اور پھر آگے فرمایا کہ اہل مدینہ اور جو ان کی جانب رہنے والے ہیں ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں نہیں ہوگا۔ تو یہ صحیح ہوا۔ تو روایت سے اہل مدینہ اور جہتہ مدینہ میں رہنے والے لوگوں کا حکم معلوم ہوا۔ اور جو مشرق و مغرب کے رہنے والے ہیں۔ ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں ہے۔ یہاں مشرق و مغرب حصہ کے لئے نہیں بلکہ جہات اربعہ مراد ہیں تو ان کا قبلہ اہل مدینہ کے قبلہ کے علاوہ ہوگا۔ اور غیر اہل مدینہ دو قسم ہیں ایک وہ جو جہتہ مدینہ میں رہتے ہیں ان کا قبلہ وہی اہل مدینہ کا قبلہ ہے۔ اور دوسری جہات دالوں کا مشرق و مغرب میں ہوگا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ مصنفؒ اہل مدینہ اور اس جہتہ کے رہنے والوں کا قبلہ بتلانا ہے کہ المشرق ہیں الف و لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای مشرقہ و ای مشرق اهل المدينة و اهل شام اور ایسے معنی کے معنی ہیں اور مشرق و مغرب سے مشرق قریب اور مغرب قریب مراد ہے۔ اس میں غیر اہل المدینہ کی حالت کو بیان کرنا نہیں عوالی اور قریٰ مدینہ کا بھی وہی حکم ہے؛ جو اہل مدینہ کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کی ساری کتاب ان کے تراجم ہیں اور میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ چونکہ امام بخاریؒ کا وظیفہ طرق استنباط ہے۔ اس لئے تعلیم کے لحاظ سے بخاری شریف درجہ ثالث میں ہے۔ گو فضیلت کے لحاظ سے سب سے مقدم ہے اور ساری روایات بخاریؒ کا صحیح ہیں جس کسی نے کلام کہا ہے تو ان کے تراجم کا اثبات خود ایک معرکہ الآراء چیز ہے۔ اور پھر میں نے باب من بعدہ بالحدیث و الطیب میں یہ بتلایا تھا کہ کچھ تراجم ایسے بھی ہیں جن کے اندر شرح اور شاخ نے طبع آزمائی کی ہے۔ اور اپنی کشش صرف فرماتی ہے اور پھر بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاریؒ کی غرض ان

الواب سے کیا ہے۔ گو تو عجیب ہر جگہ کرتے ہیں چنانچہ توجیب یہاں بھی بیان کر دیں گے۔ کیونکہ یہ باب بھی انہیں ابواب میں سے ہے جو معرکہ الارار ہیں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ باب قبلة اهل المدينة واهل الشام اهل اهل مدینہ کا قبلہ کا قبلہ توجیب میں ہے۔ کیونکہ مکہ مدینہ سے جنوب میں واقع ہے اور اہل شام کا قبلہ بھی جنوب میں ہے۔ اس لئے کہ شام مدینہ سے شمال کے اندر واقع ہے یہاں تک کہ کوئی اشکال نہیں لیکن آگے جو والمنشق بڑھا دیا۔ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ توجیب میں ہے مگر اہل مشرق کا قبلہ مغرب میں ہوگا۔ نہ کہ جنوب میں جو اہل مدینہ و شام کا ہے اس لئے بعض شراح کی رائے تو یہ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ اشکال اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کو جو (مرد) کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگر اس کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور خبر محذوف مانی جائے۔ تو پھر کوئی اشکال نہیں اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ والمنشق بخلاف قبلة اهل شرق غیر خلاف قبلة اهل المدینہ و اهل الشام مگر اس توجیب پر یہ اشکال ہے کہ پھر اس مخالفت میں مشرق ہی کی کیا تخصیص ہے۔ مغرب والوں کا بھی قبلہ ان دونوں کے خلاف ہے۔ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں دا لغرب محذوف ہے۔ علی طریقہ قولہ لغالی و سربیل تفتیکو الحروا لحدود مینی اھل المتقابلین کے ذکر پر اکتفا کر لیا کیونکہ دوسرا خود سمجھ میں آجائے مگر پھر اس مجموعے پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ ترجمہ شان بخاری کے موافق نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ جو ایک جہت والوں کا قبلہ ہوگا وہ دوسری جہت والوں کا نہیں ہوگا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ دا المشرق میں جو روایت مذکور ہے وہ حجر کے ساتھ ہے۔ اب تم پسو کہ المشرق جز کے ساتھ ہے نہ کہ رفع کے ساتھ۔ اب اشکال جو یہاں پیش آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ المشرق سے عام مراد لیا گیا ہے حالانکہ حضرت امام بخاری کی غرض اس سے عام نہیں ہے۔ بلکہ خاص ہے۔ اور خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے خاص خطے کے لوگ مراد ہیں جو بخارا اور مرد وغیرہ کے ہیں۔ یہ علاقے اس زمانہ میں مشرق کہلاتے تھے۔ اور شام چونکہ اس سے مغرب میں واقع ہے۔ اس لئے وہ مغرب کہلاتا تھا۔ تو یہاں پر مشرق سے مراد خاص بخارا اور مرد وغیرہ ہیں جو شام کے مقابل میں مراد ہیں اور اہل شام ان کے مقابل میں مغرب میں ہیں۔ اور بخارا و مرد وغیرہ سے قبلہ جنوب کی جانب میں ہے۔ لہذا جو اہل مدینہ و شام کا قبلہ ہے۔ وہی اہل مشرق خاص یعنی اہل بخارا و مرد وغیرہ کا قبلہ ہوا۔ مگر چونکہ مرد وغیرہ متھوڑا سا مشرق میں ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن المبارک امام ترمذی نے ترمذی شریف

ما ختار ابن المبارک لاهل العرب والناس نقل کیا ہے کہ ذرا سا بائیں طرف کو آئل ہو کر نماز وغیرہ پڑھیں۔
اب اشکال نہیں رہا۔ اور کوکب الدری ملا ج اول کے حاشیہ میں جہاں حضرت ابن المبارک کا یہ مقولہ ترمذی
میں مذکور ہے۔ وہاں بخارا، مردیکہ، مدینہ اور شام کی صورت بنا کر میں نے واضح کر دیا ہے اور مطلق اہل شرق
کا قبلہ مغرب ہے۔ جیسے ہم بالکل مشرق کے اندر واقع ہیں لہذا ہمارا قبلہ مغرب ہے لیکن فی المشرق
ولا فی المغرب قبلتہ یہ اہل مدینہ کے لئے ہے اور حوران کی سمت پر واقع ہیں نہ کہ مطلقاً۔ اب اس کے
بعد امام بخاریؒ نے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تستقبلوا القبلة الا ذکر فرما کر ایک تو یہ ثابت
فرمادیا کہ مشرق و مغرب میں اہل مدینہ ومن علی ستممہ کا قبلہ نہیں ہے اس کے ساتھ ان لوگوں کے
قول پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ملکہ شرقاً وغرباً کا خطاب عام ہے۔ اہل مدینہ اور
ان کے غیر سب مشرق و مغرب کی طرف بحالت استیجا استقبال کر سکتے ہیں خواہ قبلہ سامنے یا پیچھے ہی کیوں
نہ ہو۔ لا تستقبلوا القبلة استقبال دا استدبار میں تین مذاہب مشہور ہیں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا
ہوں ایک تو ظاہر کیا کہ یہی منسوخ ہے اور مطلقاً جائز ہے۔ اور دوسرا تنقیہ کا کہ مطلقاً ناجائز ہے نیز
امثلہ ثلاثہ کا کہ بیان کے اندر تو جائز ہے۔ اور صحابی میں ناجائز۔ اس کے علاوہ دد قول اور بیان کئے
ہوتے ہیں۔ ایک استدبار فی البیان کا اور دوسرے یہی تنزیہی کا۔ اس کے علاوہ اور بھی چند اقوال نقل
کئے جاتے ہیں جو غیر مشہور ہیں قال ابویعوب فقت من الشام الخ نسائی کی روایت میں عن رافع بن
اصحاق انه سمع ابا یعوب الانصاری وهو بصري يقول ہے۔ علماء نے نسائی کی اس روایت کو غلط
قرار دیا ہے۔ اور علماء مرجعین فرماتے ہیں کہ قدم شام میں تھا۔ اور روایت مصر میں بیان کی تھی۔
فوجدنا موا حیف الخ مراجعین معارض کی جمع ہے جس کے معنی بیت الخلا کے ہیں۔

کفنا نخرق ولست خفر الخ قاعدہ یہ ہے کہ جو مشغول لوگ ہوتے ہیں وہ پانتخانہ میں اس وقت جاتے
ہیں جبکہ شدت کے ساتھ تقاضا جو صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا کہ انتہائی مشغول ہوتے تھے اور جب
شدت کے ساتھ طبیعت پر تقاضا جوتا تب بیت الخلا کا رخ فرماتے اور جلدی میں اس کا خیال نہ رہتا
اور ان مراجعین میں جو قبلہ کی طرف ہنرتے گئے تھے بیٹھ جاتے۔ مگر جب یاد آ جاتا تو اپنا رخ پلٹتے اور
اپنی اس غلطی پر گودہ نہیانا ہوتی تھی۔ نادام ہوتے اور استغفار پڑھتے اپنے فعل پر، اور جن لوگوں نے یہ
کہہ دیا کہ وہ ان بننے والوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ ان کے بننے والے تو

کفار تھے ان کے لئے استغفار کے کیا معنی! اب تم یہ سنو! کہ حضرت ام بخاریؓ نے اس کو وہاں ذکر نہیں فرمایا جہاں استقبال اور استنبار کا ذکر ہے۔ بس صرف حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کر دی، کیونکہ وہ ان کے موافق تھی۔ دوسری بات یہ سنو کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے اس مقولہ سے یہ معلوم ہوا کہ نبی بنیان و صحابی کو عام ہے۔ کیونکہ وہ بنیان کے اندر استقبال ہو جانے پر استغفار کرتے تھے۔ اگر یہ نبی عام نہ ہوتی تو استغفار کرنے کا کیا مطلب؟ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ عام صحابہ کرام کا یہی مذہب تھا۔ اور اس کا علم اس سے ہوتا ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ نے جمع کا معنی استعمال کر کے کتنا تخفیف و استغناء اللہ فرمایا ہے۔ کوکب کے اندر منقش کی صورت یہ ہے

مغرب	شمال	مشرق
مغرب	جزائرت	سجاء
مغرب	کرمان	مشرق

اس نقشے کے اندر جو چار پانچ شہروں کے نام ہیں یہ سب مدینہ کی جانب مشرق میں ہیں۔ مگر جنوب کی طرف مائل ہیں۔ لہذا جنوب ہی ان کا قبلہ ہے

اگر یہ بالکل جانب مشرق میں ہوتے مگر سے تو پھر کہہ کی سیدہ میں ان کا نام آتا۔ حالانکہ ان کا نام اس سے ہٹ کر آ رہا ہے معلوم ہوا کہ یہ بالکل مشرق میں نہیں تاکہ غرب ان کا قبلہ ہو۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی یہ روایت نبی خفیہ کا مستدل ہے کہ استقبال قبلہ داستانبار مطلقاً ممنوع ہے

باب قول اللہ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ تَفَاقُرِ بَنِي إِسْرَءِیْلَ مَثَلًا

ترجمہ :- مقام ابراہیم کو جاتے نماز بناؤ۔

حدیث نمبر ۳۸۱ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الرَّحْمَنِيُّ قَالَ سَأَلْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ طَافٍ بِالْبَيْتِ لِلْمَكِّيِّ وَكَوَيْطُفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْوِدَةِ أَيْ قَائِلُ أَمَّا أَنَّهُ فَقَالَ قَدَرِ مَا رَأَيْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْبُقَاعِ كَعَتَائِلٍ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْوِدَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَقْرَأُ بِهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْوِدَةِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جس نے عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کیا اور بکین صفا مرفوعہ کے درمیان سعی نہیں کی کیا وہ اپنی عورت سے ہمبستر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرمؐ معلوم تشریف لائے بیت اللہ کا سات مرتبہ

طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اس وقت تک بیوی کے قریب نہ جلتے جب تک صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان سعی نہ کرے۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف نے ترجمۃ الباب میں آیت کو ذکر کیا ہے۔ اس سے کیا مقصد ہے؟ یہ تو مسلم ہے کہ مصلیٰ سے مراد مصلیٰ الیہ ہے۔ کیونکہ مقام ابراہیم اتنا وسیع نہیں کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکے تو اس نے مصنف نے اس کو باب قبلہ میں داخل کیا کہ مصلیٰ معنی میں مصلیٰ الیہ مستقبل الیہ کے ہے تو معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنایا جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے غالباً مصنف کو بھی بتلا ہے کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا یہ حکم عام ہے۔ اور مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانا۔ یہ حکم خاص رکعتی الطواف کے لئے ہے چنانچہ روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ مسجد الحرام میں اگرچہ خلف المقام رکعتی الطواف پڑھی جاسکتی تھی۔ مگر آپ نے مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانے کا حکم دیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حکم بطور استصحاب ہے اور ضروری وجہ کو الخ یہ حکم بطور فریضہ کے ہے۔ اگر فاتخذوا خزینۃ پر دلالت کرتا تو آپ کبھی اس کو ترک نہ کرتے۔ حالانکہ آپ نے خانہ کعبہ کی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے پھر مراد نہیں۔ بلکہ خانہ کعبہ مراد ہے کہ خانہ کعبہ کے کسی جزو مستقبل الیہ بنا لور۔ اس مسئلہ کو بتلانے کے لئے مصنف نے تین روایات ذکر کر دی ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ آپ نے خلف المقام نماز پڑھی ہے وہ بھی اس طرح کہ خانہ کعبہ کا طواف استقبال بھی ہو جاتا ہے۔ اور پھر قبل کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور مقام ابراہیم کی طرف پشت کی گئی تو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا چاہتے اور تمام کعبہ کا استقبال ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے۔ اس وقت میں فیض ہو گا۔ اور خانہ کعبہ کی نسبت ابراہیم کی طرف اس لئے کی گئی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بنانے والے ہیں اور عرصہ تک اس میں رہے ہیں اس صورت میں آیات میں تضاد نہ رہے گا۔

تشریح از شیخ ذکریا: حضرت امام بخاری کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے ہے کہ اتخذوا امر کا منیف ہے اس سے بظاہر وجوب سمجھ میں آتا ہے۔ تو حضرت امام بخاری نے یہ باب منعقد فرما کر بتلا دیا کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے اور یہی میرے والد صاحب کی رائے ہے اور بعض علما کی رائے یہ ہے

کہ اتخذوا اپنے اطلاق کی درجہ سے مطلقاً اشخاص صلوٰۃ پر دلالت کرتا ہے تو امام بخاریؒ اس کو ترجمہ گردان کر اور روایات ذکر فرما کر تہلہ دیا کہ اس سے خاص رکعتی الطواف مراد ہے اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ من مقام ابراہیم کے لفظ سے بظاہر اس مقام کی تخصیص معلوم ہوتی تھی تو امام بخاریؒ نے روایات ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا کہ کوئی تخصیص نہیں بلکہ اس کے آس پاس کا حصہ بھی مقام ابراہیم میں داخل ہے۔ مقام خاص مراد نہیں۔ قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس سائل کے جواب میں حضرت ابن عمرؓ یہ فرما کر اشارہ کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔ لہذا اب تم سوچ لو کہ یہ جائز ہو گیا یا نہیں۔ اور مقصود اصلی امام بخاریؒ کا صلی خلف المقام رکعتیں ہے۔ خلف المقام یہ تعمیم ہو گئی۔ نیز رکعتیں کھے تعین بھی ہو گئی۔

حدیث نمبر ۳۸۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَوَّازِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا قَبِلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَاجِدٌ بِأَوَّلِ قَائِمًا بَيْنَ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلْتُ بِأَوَّلَهُ فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِقَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى كِسَارِهِ إِذَا دَخَلَتْ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي جُوهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ:۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے تواسپ سے کہا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر داخل ہوئے ہیں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جیب میں آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ سے باہر نکل چکے تھے۔ حضرت بلالؓ کو میں نے دو نود و ازدوں کے درمیان پایا تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں اپنے دو رکعتیں ان دو ستونوں کے درمیان پڑھی ہیں۔ جو داخل ہونے والے کے بائیں جانب ہیں۔ پھر آپ نے دو رکعتیں خانہ کعبہ کے سامنے پڑھی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ فاقبلت والنبي صلوات الله عليه وسلم فدخل الكعبة فخرج الخ حضرت ابن عمرؓ چونکہ سخت متبع سنت تھے۔ اس لئے جب ان کو خبر ملی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہ بھی چلے کہ دیکھیں کہ آپ نے وہاں جا کر کیا کیا۔ اور جو کچھ آپ نے کیا۔ وہی میں کروں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا چکے تھے السارقتین الخ اس میں روایات مختلف ہیں کہ آپ نے خانہ کعبہ کے اندر نماز کہاں پڑھی ایک روایت

تو یہ ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بین المکنتین ایما ینین پڑھی تیسری روایت میں یہ ہے کہ تین سواری پیچھے تھے۔ اس پر مزید کلام الصلوٰۃ بین السواری میں آئے گا۔ روایات بھی وہیں آئیں گی فضلی فی وجہ الکعبۃ رکعتیں اس سے تعمیم بھی ہو گئی۔ اس لئے کہ جب وجہ کعبہ میں نماز پڑھی تو مقام ابراہیم پیچھے رہ گیا۔ تودہ رکعتیں جو مقام کے ساتھ متعلق ہیں ان کا ایجاب ہی نہ رہا۔

حدیث نمبر ۳۸۳ حَدَّثَنَا مُطْعَمُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَايَةَ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَخَلَ فِي نَوَاحِيهِ مَحَلًّا وَكَوْنُ يُصَلِّي حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ دَخَلَ رَكَعَتَيْنِ فِي قَبْلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ۔

ترجمہ: حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوتے تو اس کے تمام جوانب میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اس سے نکل آئے۔ جب نکل چکے تو کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا یہی قبلہ ہے۔

لوعیصل اللہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں صحیح ہے اور اس روایت میں لوعیصل ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب نخی واثبات میں تعارض ہو جلتے تو اثبات کو ترجیح ہوا کرتی ہے ابن عمرؓ کی روایت مثبت ہے۔ لہذا یہی رائج ہو گی۔ اور بعض علماء نے جمع کہا ہے کہ آپؐ کا دخول کعبہ میں دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک فتح مکہ کے موقع پر دوسرے حجۃ الوداع میں تو نماز کا پڑھنا محمول ہے ایک مرتبہ کے دخول پر اور نہ پڑھنا دوسرے دخول پر وقال هذا القبلة اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ اس میں نسخ نہیں ہو گا۔ یا یہ کہ واخذوا من مقام ابراہیم میں جو امر ہے اس سے مقام ابراہیم کا قبلہ ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ قبلہ تو یہ ہے۔ لہذا اوقات امام بخاریؒ آیت کو تبرکاً ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی اس کو تبرک کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت کریمہ تحیۃ الطواف کے متعلق ہے کہ یہ دو رکعت طواف مقام ابراہیم پر پڑھنا واجب ہے سنا ابن عمرؓ عن رجل الخ۔ دراصل اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محرم احرام سے کب نکلتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک حدود میں داخل ہونے کے بعد اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض حضرات جن میں ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کہ راتے یہ ہے کہ جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑے اس وقت احرام ختم ہو جاتا ہے لہذا دلی وغیرہ سب منوعات اس کے لئے حلال ہیں لیکن جہورائے مکہ کے نزدیک جب تک طواف ہی اور طعن نہ کرائے اس وقت تک دلی جائز نہیں۔

یہی سلمہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، بین الساتین اس بارے میں روایات مختلف ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ستون غیر مرتب ہوتے تھے۔ ہمارا اور بالکل خط مستقیم کے ذریعہ سیدھے ایک

لائن میں نہیں ہوتے تھے تو اس زمانے میں کعبہ کا نقشہ اس قسم کا تھا۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کھڑے تھے کہ بیار میں بھی دستوں تھے اور

بین میں بھی دستوں تھے۔ اس طور پر آپ کا بین الساتین ہونا بھی

صادق ہو گیا اور یہ کہ آپ کے سامنے دستوں ہیں کیونکہ جیسے تین ہیں ایسے ہی ادرامد صر مقابلہ ہیں دو ہیں انہی کا ذکر کر دیا۔

باب ، اتَّوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكُنْتُ

ترجمہ :- جہاں بھی ہو نمازی کو قبلہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے بتکیر کی۔

حدیث نمبر ۳۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الزَّعَفَرِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْقَدْسِ يَتَوَجَّهُ شَمْسًا أَوْ سَبْعَةَ عَشْرَ شَهْرًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يَتَوَجَّهَ إِلَى الْكَبَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَذَابًا جَدًّا قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَتَوَجَّهْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ اسْتَفْهَمُوا مِنَ النَّاسِ وَهُوَ الْيَمُودُ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمْ أَلْتَجَى كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنْ آلِ نَضَارٍ فِي صَلَاةٍ أَعْصَرُ يُصَلُّونَ نَحْرَ بَيْتِ الْقَدْسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ فَخَرَفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوا إِلَى الْكَبَةِ -

ترجمہ :- حضرت براہ بن عازب فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف سولہ یا ستر ماہ تک نماز پڑھتے رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ آپ کعبہ کی طرف متوجہ کئے جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف الٹ پلٹ ہونا دیکھ رہے ہیں پس آپ کو

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو بیوقوف لوگوں نے جو یہود تھے کہنا شروع کیا کہ ان لوگوں کو کس چیز نے اس قبلہ سے ہٹا دیا جس پر یہ پہلے تھے۔ فرما دیجئے اللہ کے لئے مشرق و مغرب سب سے (آلاتیہ) آپ کے ساتھ ایک آدمی نے نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد وہ نکلا تو اس کا گذر انصار کی ایک قوم کے پاس سے ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس نے گواہی دے کر کہا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا آیا ہوں تو وہ ساری قوم پھر کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

تشریح از شیخ منیؒ۔ ظاہراً اس سے عموم مراد معلوم ہوتا ہے کہ ہر مکان سے مستقبل الیہ نہ کعبہ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نحو کعبہ جب مستقبل الیہ ہو تو اس نے قول تو اوجوہکم شطرا المسجد الحرام کی تفسیر کر دی کہ شطر کے معنی نحو کے ہیں۔ نصف کے نہیں ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مواجہۃ الی الکعبۃ کے لئے بھی نحو قبلہ ضروری ہے۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مستقبل الیہ سین قبلہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح کی رائے حیت کان کے بارے میں یہ ہے کہ سفر میں جہاں کہیں بھی ہو توجہ الی الکعبہ کرے۔ چونکہ خابنا تو لو اذ ختم وجہ اللہ سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سفر کے اندر استقبال قبلہ شرط نہیں بلکہ جس طرح بھی بن پڑے پڑھے۔ وہی قبلہ ہے۔ کیونکہ آیت کا نزول سفر کے اندر ہے تو حضرت ام بخاریؓ نے اس وہم کو دفع کر کے بتلادیا کہ نہیں مسافر کو بھی توجہ الی قبلہ کرنی ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت ام بخاریؓ کی غرض ترجمۃ الہا سے یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قبلہ کی قبلت متحقق ہو جائے۔ پس متوجہ ہو جانے خواہ ابتدا صلوة میں ہو۔ یا وسط صلوة میں یا آخر صلوة میں خواہ مسافر ہو یا مقیم ہو سب کو یہ حکم عام ہے جیسا کہ مسئلہ تحریری میں ہے کہ جب بھی جس طرف تھری ہو اس طرف کو رخ کرے۔ وغالی ابوہنیرۃؓ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کو حضرت ام بخاریؓ نے کتاب الاستیذان میں ذکر فرمایا ہے۔ ستۃ عشر اثموا ذ سبقة عشر ثموا اجمالا یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجت فلک مدینہ تشریف لائے اور اخیر رجب میں تحویل قبلہ واقع ہوئی۔ تو جس نے ان دونوں مہینوں کو مستقل شمار کر لیا اس نے سبقت عشر کہہ دیا اور جس نے ان دونوں کو ایک شمار کیا اس نے مستۃ عشر کہہ دیا۔ کیونکہ دونوں ربیع الاول کے تھے اور کچھ دن رجب کے تھے۔ فتاویٰ علی قوما الخ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ تحویل کب دائمی ہوئی بعض کا رائے یہ ہے کہ ظہر کی نماز میں ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ عصر کی نماز میں واقع ہوئی اس بارے میں روایات

ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے زیادتی کی یا کمی کر دی پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی آپ نے نماز اس اس طرح پڑھائی ہے۔ پس آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو پھیرا قبلہ کی طرف متوجہ ہوتے، دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا جب اپنے چہرہ مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی تو میں تمہیں ضرور اس کی خبر دیتا لیکن بے شک میں انسان ہوں میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول باؤں تو مجھے یاد کرادیا کہ درجب تم سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک گزے تو وہ سوا ب کو تلاش کر کے اپنی نماز کو پورا کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے ہو کے ادا کرے

تشیع از شیخ زکریا۔ لا ادری زاد او نقص یہ سجدہ سو کی روایت ہے وہاں اس پر کلام آئے گا نیز اِکلام فی الصلوٰۃ کے جواز اور عدم حجاز کی بحث بھی وہاں آئے گی۔ فتیٰ جلیبہ الخ یہاں حضور اقدس صلم نے سجدہ ہو کے لئے استقبال قبلہ کیا۔ اس سے مراد استدلال ہے کہ جہاں بھی ہو آخر صلوٰۃ یا اوّل صلوٰۃ استقبال قبلہ کیا جائے گا۔ فلیتبعوا لصواب الخ ہمارے یہاں اصل تحریر ہے۔ اگر یہ ہو تو بنا علی الاقل ہے اور امام شافعیؒ کے یہاں اصل بنا علی الاقل ہے اور تحریر کی روایات اس پر معمول ہیں امام احمدؒ کے نزدیک امام تحریر کرے اور منفرد بنا علی الاقل کرے اور امام مالکؒ کے یہاں بھی بنا علی الاقل اصل ہے اور تحریر کی روایات اس پر معمول ہیں۔

باب مَا جَاءَ فِي التَّبَلُّغِ وَمَنْ لَوْ يَرِ الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ التَّبَلُّغِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْ الظُّهْرِ وَاقْبَلَ عَلَى النَّاسِ يَوْجُهُمْ ثُمَّ أَتَوْا مَا بَقِيَ۔

ترجمہ۔ جو کچھ قبلہ کے بارے میں وارد ہوا ہے جس شخص نے غلطی کی اور غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی تو بعض لوگ اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں سمجھتے اور جناب نبی اکرم صلم نے ظہر کی دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور باقی ماندہ نماز کو پورا فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَافَقْتُ رَجُلًا فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ذَنَزَلَتْ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَآيَةُ الْحَجَابِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمَرْتَ بِسَاءَ لَكَ أَنْ يُحْجَبَتْ فَإِنَّهُ يَكْفُرُ الْبُرُ وَالْفَاجِرُ ... فَقُلْتُ آيَةُ الْحَجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاؤُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْبِ وَكَانَ عَلَيْهِ قُلْتُ لَهَتْ عَلَى رُبِّهِ رَأَتْ حُلَّتْ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَوْ اجْأَاهُ أَوْ تَنَكَّتْ مُبْلَاطٌ فَقُلْتُ هَذِهِ آيَةُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کی تین باتوں میں موافقت کی ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے تو آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلى اور دوسری پر میں نے عرض کی یا رسول اللہ کاش آپ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیتے کیونکہ ان سے ہر ایک نیکو کار اور بدکار کلام کرتا ہے تو پردہ کی آیت

نازل ہوئی اور تیسری بات یہ کہ جناب نبی اکرم صلیم کی بیویاں آپ پر غیرت کرنے کے لئے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آنحضرت صلیم تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو تمہارے بدلے ایسی بیویاں دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی۔ فرمانبردار ہوں گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حشریج از شیخ مدنیؒ اس جگہ ماجاد فی القبلة سے وہ مراد ہے جو آثار سے معلوم ہوتا ہے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ جزو صلوٰۃ میں نہ پائی جائیں تو صلوٰۃ فاسد ہوگی۔ جیسے ہمارے اور سکوت یہاں امام حشریؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہوا علم الناس پایا جائے تو نماز فاسد ہوگی تو آیا قبیلہ استقبل بھی اسی طرف ہے یا نہیں جیسا یا ناسیاً کسی نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا ساہیبا کوئی قبلہ کی طرف سے پھر گیا۔ بعد میں اسے یاد دلایا گیا تو مصنف فرماتے ہیں کہ نحو قبلہ استقبال فرض ہے کہ اگر اس کی طرف سے تھوڑی دیر چہرہ پھر جانے تو نماز فاسد ہو جانے لگا یا نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے اس کا صدور ہوا لیکن نماز فاسد نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے آپ نے نماز کا اعادہ کیا ہو۔

حشریج از شیخ زکریاؒ شرح کی نزدیک ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی طرف بھول کر نماز پڑھ لے تو اس کا حکم بتلا رہے ہیں اور من لو میرا لا عاده الخ ما جاء فی القبلة کا عطف تفسیری ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ دونو مستقل ہیں۔ اس لئے کہ اگر صرف من لو میرا لا عاده علی من بھی کو بیان کرنا ہے تو روایت صرف ایک ہے جو مسند ہے جس سے ہو معلوم ہوتا ہے اور ہقیہ روایات مساعدت نہیں کرتیں۔ اس لئے اس میں تاویل کرنی ہوگی۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ ماجاد فی القبلة بطور مسائل شتی کے ہے اور من لو میرا لا عاده الخ بمنزلہ جزئیات کے ہے۔ جیسے کتابوں میں مسائل شتی مسنفین اخیر کتاب میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاریؒ نے یہاں مسائل شتی بیان فرماتے ہیں اور ان مسائل میں سے مسئلہ ہو چونکہ اہم تھا اور اختلافی تھا اس لئے خاص طور سے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب اللہ کا مذہب اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے ہمارے نزدیک اعادہ نہیں ہے اور یہی ضابطہ اور امام بخاریؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی کی تائید فرما رہے ہیں۔ قد سلوا النبی، صلعمو یہ حضرت ذوالیدینؒ کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے جو مفید اپنی جگہ آئے گا۔ اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلیم نے بھول کر سلام پھیر دیا۔ اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے

قبلہ کی طرف سے بھی رخ پلٹ لیا پھر صحابہ کرام کے خبر دینے پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر باقی نماز پوری کی اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا تو کہنا یہ ہے کہ اگر وہ پہلی نماز صبح نہیں تھی تو بنا کیسے ہوگی۔ اور اتنا کہ چونکہ صبح ہوا اور سجدہ سہو کیسے فرمایا۔ اور اگر حضور اقدس صلیم ابھی تک نماز ہی میں تھے تو بنا تو صبح ہوئی۔ لہذا صلوٰۃ الی غیر القبیلہ ساہیلاً لازم آئی اور حضور صلیم نے اسی پر بنا کی۔ تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الی غیر القبیلہ سملاً سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

واخفت ربی فی ثلاث: ا) اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ان چیزوں کو چھپاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی منشاء کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ اور یہ موافقات عمری کہلاتی ہیں حضرت عمرؓ کی موافقات پندرہ شمار کی گئی ہیں۔ اور اس روایت کا یہ عدد پندرہ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ مفہوم عدد مقبر نہیں ہوتا۔ اور یہی مطلب ان الحق یصلق علی لسان عمر کہ ہے کہ حق حضرت عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے یہ روایت حضرت عمرؓ کے ہائے میں ابوداؤد میں ہے۔ خذلتنا آیتہ الحجاب روایت گزری چکی ہے۔ باب خروج النساء الی لبراز کے اندر کہ حضرت سودہؓ نکلیں حضرت عمرؓ نے کہا ہم پہچان لیا ہے حضرت سودہؓ اس وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ واجتمع ضامدا حتی صلحو الخ غیرت یا تو اس بات کی محی کہ حضرت مار یہ قبیلہ سے دہلی فرمائی۔ یا اس واسطے کہ حضرت ام سلمہؓ کے یہاں شہد ہوا۔ یہ پورا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ فرمایا۔ اس پر ان کی بیوی نے ان کو ٹوک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کون جوتی ہے بولنے والی! اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی عورتیں تو اپنے شوہروں کے ساتھ بلا تکلف دو بد و گفتگو کرتی تھیں اور نسار قریش بالکل چپ بہمت زیادہ اپنے ازدواج کے سامنے بہت رہتی تھیں صحابہ کرام ہجرت کر کے جب مدینہ آئے تو انصار کی عورتوں سے قریش کی عورتوں نے ان کے عادات و اطوار سیکھ لئے غریبوزہ غریبوزہ سے رنگ پکڑتا رہی ہے۔ بیوی نے مرض کی اپنی بیٹی کو نہیں دیکھتے کہ وہ جناب رسول اللہ صلیم کو کس طرح جواب دیتی ہے حضرت عمرؓ سن کرام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم حضور اقدس صلیم کو بلا تکلف جواب دیتی ہو۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ ہاں ہم ایسا کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا آئندہ ایسا ہرگز مت کرنا۔ اور اپنی سوکن کی ریس مت کرنا۔ وہ اپنے حسن کی وجہ سے لاڈلی ہے۔ اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت ام سلمہؓ پاس آئے۔ فرمایا کہ ہم۔

نہا ہے کہ حضور مسلم کو جہاں دیتی ہو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ عمرہ حضور انورؐ کی ازواج کے ہاں میں ہر بات پر ٹانگ اڑاتے ہو غرض اس واقعہ حضرت ماریہؓ پر پیش آیا۔ اور آپؐ نے شربہ نہیں قیام فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَا فِي صَلَوةٍ الصُّبْحِ رَاجِعًا وَمُؤَاتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ خُرٌّ إِنَّ قَدْ أَمَرَ أَنْ يَسْتَمِيلَ الْكَفْبَةَ فَاسْتَعْبَلُوها وَكَانَتْ رُجُومُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَأَسْتَدَارُوا إِلَى الْكَفْبَةِ

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک کمنے والا آیا اور اس نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن اترا ہے جس پر حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کعبہ کو اپنا قبلہ بنائیں چنانچہ وہ سب اہل قبا کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ ان کے ہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بین الناس بقیاد فی صلوة الصبح کہ میں کہہ چکا ہوں کہ قبلہ کے اندر صلوٰۃ صبح میں اعلام ہوا اور نبو سالم میں عصر کی نماز میں۔

حدیث نمبر ۳۸۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَمْسًا فَمَا لَوْ أَرَادَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَلِكَ قَالُوا صَلَّيْتُ خَمْسًا قَالَ خَمْسًا رَجُلُهُ وَبِحَدِّ سَجْدَةٍ تَبِينَ

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو صحابہ کرام نے عرض کی کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا آپؐ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں۔ آپؐ نے اپنے پاؤں کو پھیرا اور دو سجدے کئے۔

باب حَكَّتِ الْبُزَاحُ بِالنَّيْدِ مِنَ الْمُسْجِدِ ط
ترجمہ :- مسجد میں سے کلہار کو ہاتھ سے کھڑچ لینا۔

حدیث نمبر ۳۹۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَحَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَوَّ ذَإِلَافَ عَلَيْهِ حَتَّى رَوَى فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِبَيْدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ رَادًّا قَامَ فِي صَلَاتِهِ حَتَّى يَنْجَحَ رَبُّهُ أَوْ رَأَتْ

وَبَيْنَ الْقُبُلَةِ فَلَا يَبْرُقُ أَحَدُكُمْ قِبَلَ رَقَبَتِهِ وَ لَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ
قَدَمِهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِمْ فَبَصَقَ فِيهِمْ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ
أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا (الحديث)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے قبلہ کی طرف کسی دیوار میں لٹکا
دیجھا تو آپؐ کو یہ فعل ناگوار گذرا یہاں تک کہ ناراضگی کے آثار چہرہ انور میں دیکھے گئے۔ آپؐ لٹھے اور اپنے
ہاتھ مبارک سے اس کو کھرچ دیا۔ اور فرمایا جب ایک تمہارا نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے
سرگوشی کرتا ہے اور رب کی توجہ اس بندے اور قبلہ کے درمیان ہوتی ہے۔ پس قبلہ کی طرف کوئی نہ تھو کے
لیکن ہاتھیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھو کے پھر آپؐ نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا اس میں تھوکا اور
بعض کو بعض سے مل دیا فرمایا یہ اس طرح کر دیا کرے۔

تشیخ از شیخ مدنی رحمہ اللہ: مناجات سے ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ لیکن
مناجات کا اطلاق تب ہوگا جبکہ دونوں طرف سے کلام خفی ہو۔ باب مناعہ اسی کا مقتضی ہے مگر یہاں
دونوں طرف سے کلام خفی نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کی طرف سے تکلم ہے ہی نہیں ہماری طرف سے کلام ہے۔
کان میں گفتگو کرنا نہیں کیونکہ ہر گفتگو کو مناجات نہیں کہا جاتا۔ ان دونوں اعتراضات کے جواب مختلف ہیں۔
(۱) معنی مجازی مراد ہیں کہ بندے کی طرف سے آہستہ گفتگو کرنا اسی کو مناجات کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی
معنی گوش سے سنا باری تعالیٰ میں مستحیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کان سے منزہ ہیں۔ تو سر کلام کرنے کے
معنی ہوں گے اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارادہ قبولیت خیر بطور التفات باری الی العبد یہ گفتگو کے
قائم مقام ہے۔ یہ مشہور تو جہیہ ہے۔ دوسری تو جہیہ یہ ہے کہ یہاں حقیقت مناجات ہوتی ہے کیونکہ باری
تعالیٰ یخت اقرب الیہ من حیل الودید ہیں اور کان میں گفتگو کرنا بہ قرب کی وجہ سے ہوتا ہے
یہاں بھی ہم باری تعالیٰ سے مخاطب کر رہے ہیں ان کو سنار ہے ہیں اور اپنے کلام کو آپ کی قوت
سامعہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے اس سے گفتگو کرنا ہماری طرف سے مناجات ہوگی اور باری تعالیٰ بھی
کلام کرتے ہیں اس لئے کہ جب مالک یوم الدین کہا تو اس کے جواب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں
محمد بن عبدی میرے بندے میری بزرگی بیان کی اور قسمت الصلوٰۃ ای القوۃ بینہ و بین عبدی الخ
تو باری تعالیٰ کی طرف سے سرگوشی ہوئی جسے ہم سن نہیں سکتے، ہمارا ادراک کرنا غیر صادق کی خبر کے بعد

ہمارے آلہ ادراک کا تصور ہے اور جب کسی سے سرگوشی کی جلنے تو پھر اس کی طرف تھوکنا اور بے ادبی کرنا التفات کے لئے مانع ہوگا۔ اور رحمت ایزدی بھی متوجہ نہ ہوگی۔ اِنَّ رَبَّهٖ بَیِّنٌ وَّ بَیِّنُ الْقَبْلَیْنِ ہاری تعالیٰ بینوتہ سے منفرہ ہیں تو یہاں مجازی معنی ہوں گے کہ جیسے کوئی چیز حامل نہیں ہوتی۔ اور قرب ہوتا ہے ایسے ہاری تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ سو فیہا کرام تو فرماتے ہیں کہ جب تم نماز میں شروع ہوتے ہو تو اس وقت تجلی ربانی تمہاری طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور تجلیات الہیہ لا یمین ولا عین ہیں جیسے آئینہ اپنے تعلق کی بنا پر دوسری چیز کو روشن کر دیتا ہے اس لئے اس کا اپنے آپ کو آفتاب کہنا صحیح ہے جیسے آتش شیشہ میں آفتاب کا پڑنا ڈپڑتا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی ربانی اس کے اور قبلہ کے درمیان آجاتی ہے۔ اگر نمازی کو جس ہے تو اس تجلی کا اسے ادراک ہوگا۔ اگر ہو ولسب کیا تو وہ تجلی نظر نہ آئے گی۔ اور اسی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا فلیما کلمہ رَبَّہٗ

تشریح: ادشیخ ذکر کیا، چونکہ قید کا ذکر ہو رہا تھا تو امام بخاریؒ نے اس کے ذیل میں مساجد کے احکام ذکر فرمادیئے اس لئے کہ مساجد کے اندر قبلہ کا خاص لحاظ ہوتا ہے اسی طرف کو مساجد بنائی جاتی ہے یہاں سے لے کر ابواب استرہ تک پچپن ابواب امام بخاریؒ نے مساجد کے متعلق منعقد فرمائے ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مساجد کے بائے میں تشددات اور دعیدات وارد ہوتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا (انشاء اللہ) حضور اکرم معلوم نے فرمایا لا ردھا اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ وہ چیز تجھ پر واپس نہ کرے۔ اور کنز العمال میں ہے مساجد کے آداب میں ایسی روایات ذکر کی گئی ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ مساجد میں کسی قسم کا کلام نہ کرے صرف تلاوت قرآن۔ ذکر اللہ اور نماز پڑھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسجد میں ہننا قبر کے اندر ظلمت کا سبب ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں دو آدمیوں کو زور سے بات کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہاں کے باشندے ہوتے تو تمہاری پٹائی کرتا۔ تو امام بخاریؒ نے ابواب المساجد منعقد فرمائے ہیں اور اس کے اندر دو چیزیں ذکر فرمائیں ہیں ایک تو وہ جو امام بخاریؒ کے نزدیک آداب سے ہیں۔ ان کو ثنات فرمادیا۔ جیسے حکمت براق اور دوسرا ان چیزوں کا استثناء فرما دیا جن کا مسجد میں کر لینا جائز ہے، گویا ان کے عموم کو مفید فرمادیا جیسے من دعی الی الطعام فی المسجد امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں ید کی قید لگائی ہے۔ ید کا ذکر صرف ایک روایت میں ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اندر نعیم ہے بالید او بغیر الید ید قید احترازی نہیں۔ اور بعض علما کی رائے یہ ہے

کہ امام بخاریؒ نے باید کی قید سے تولی ہنہ کی طرف اشارہ فرما دیا کہ خود کرنا چاہیے۔ اب چارے ہاتھ سے دور کر دے یا کسی اور چیز سے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے اپنے تراجم میں یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد بایاوت ابواب نہیں ہونے بلکہ روایات ہوتی ہیں چنانچہ یہاں بھی غرض ابواب نہیں ہیں بلکہ روایات ہیں اور باب المخاط روایات کا لحاظ کرتے ہوئے تفسیر کے طور پر باندھ دیا۔ درنہ دونوں باب (باب البزاق۔ باب المخاط) کی غرض ایک ہی ہے۔ اور وہ ان کا ازالہ کرنا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے دو باب باندھ کر بزاق اور مخاط میں تفریق فرمادی کہ بزاق میں تو بید کافی ہوگا۔ کیونکہ اس کے اندر لزوجت نہیں ہوتی۔ اور مخاط میں بید کافی نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے لئے ننگریوں وغیرہ کی ضرورت ہوگی، کیونکہ اس میں لزوجت ہوتی ہے۔ ان مہینہ و بین القبلة اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے بات کر رہا ہو اور اس درمیان میں اس کے منہ پر تھوک دے تو وہ مخاطب کم از کم اس کے ایک تھپڑ تو مار ہی لے گا۔ یہ کلام علی سبیل التنبیہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی مکانیت ثابت نہیں ہوتی۔ تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ مصلی جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہے تو حق تعالیٰ اپنی عنایات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَادًا فِي جَدَارِ الْقِبْلَةِ فَخَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يَصُصُّ فَلَا يَصُصُ قَبْلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا هَلَّى۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار میں کھنگار کو دیکھا تو اسے کھرچا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنے سامنے نہیں تھوکرنا چاہیے کیونکہ وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف متوجہ ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مَخْطَاً وَبُصَادًا أَوْ نَحْوَهَا فَخَكَّهُ۔

ترجمہ:- حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار میں تھوک یا کھنگار کو دیکھا تو اسے پھیل ڈالا۔

تشریح:- از شیخ زکریا، قبل و جمعہ یعنی سامنے مخاطا و بصا قا و نختا۔ یہ اوشک کے لئے

یا تنویح کے لئے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی سا ایک تھا جس کو آپ نے زائل فرما دیا مخاط جو ناک سے نکلے بصری جو منہ سے نکلے اور نفاثہ جو سینے سے نکلے۔

باب حَلِ الْمَخَاطِ بِالْحِطْيِ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَأَتْ وَطِئَتْ عَلَى قَذِيرٍ طَيْبٍ فَأَغْسَلَهُ وَإِنْ كَانَ يَأْخُذُ

ترجمہ: مسجد سے اس بیک کو کنکریوں سے زائل کیا جائے۔ ابن عباس نے فرماتے ہیں اگر کوئی ترگندی کو پاؤں تلے روند ڈالا تو اسے دھو ڈالو اگر خشک ہو تو دھونا ضروری نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِشْوَيْنٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَحْمَةً فِي جَدَارِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ حَصَاةٌ تَحْتُمَا فَذَكَرَ إِذَا تَخَشَّعَ أَحَدُكُمْ فَلَاحِظَةً قَبْلَ رُجُلَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَا عَنْ شِمَالِهِ أَوْ قَعَتَ قَدَمَيْهِ أَلَيْسُوا (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدریؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بیک کو دیکھا تو ایک کنکری کو لے کر اسے کھرچ دیا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ناک صاف کرے تو نہ تو اپنے سامنے صاف کرے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرے۔

تشریح: از شیخ منیؒ حضرت ابن عباسؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاط فی نفسہ نجس نہیں بلکہ نذر اور گندگاہ ہے اگر ترجمہ تو اسے دھو دینا چاہیے جب خشک ہو جائے تو کھرچ دینا کافی ہے دھونے کی ضرورت نہیں اگر تذر سے نجس مراد ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے بہر حال ترک احترام قبلہ میں دوزخ برابر ہیں اسی سے ترجمہ الباب سے مناسبت ہو جائے گی۔

تشریح: از شیخ زکریاؒ یہاں سوال یہ ہے کہ اثر ابن عباسؓ کو ترجمہ الباب سے کیا مناسبت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ موطیٰ اور مسجد کے اندر فرق کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ مکہ بزرگ وغیرہ احترام مسجد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہذا اس میں رطب دیا بس کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہیے چونکہ یہ فی حد ذاتہ احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے بہر صورت اس کا ازالہ کرنا ہو گا خواہ رطب ہو یا بس اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر موطیٰ روندنے کی جگہ کے لئے میں ہے کہ وہاں رطب دیا بس میں فرق ہو گا

اگر رطب ہو تو دراصل اس لئے کہ وہ مستقذر ہے۔ اگر یابس ہو تو ضرورت نہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں بلکہ امام بخاریؒ نے اثر این جاس ذکر فرما کر اشارہ کر دیا۔ کہ حاکمؒ یابس کے اندر ہے اگر بھاق وغیرہ رطب ہو۔ تو پھر دعونا ضروری ہوگا۔

باب لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ :- نماز میں دائیں طرف نہ تھو کے۔

حدیث نمبر ۳۹۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَكْنِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَأَبَ سَعِيدَ أَخْبَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَا مَةً فِي حَاطِطِ الْمَسْجِدِ فَمَنَّا وَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَاءً فَمَنَّا ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّعَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّعُ قَبْلَ وَثِيهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَيَبْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید الخدریؒ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں نیک کو دیکھا آپ نے خود ایک انگری لی اور اسے کھرج لگا لایا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی ناک صاف کرے تو اسے نہ تو اپنے سامنے ناک صاف کرنا چاہیے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۹۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمْرٍاءَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَنَخَّعُ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَ لَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ اپنے سامنے تھو کے اور نہ اپنے دائیں بلکہ اپنے بائیں یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھو کے۔

تشریح :- شیخ منیؒ امام بخاریؒ کا مقصد ان احادیث سے یہ بتانا ہے کہ عتہ نبی احترام قبلہ سے محض تاؤی بالہراق مقصود نہیں۔

باب لَيَبْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

ترجمہ :- اپنے بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھو کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۹۶ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَوَاتُ الْمَلَائِكَةِ إِذَا كَانَتْ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ ذَلِكُمْ قَوْلُ يَسُوعَ دَاوُدَ
عَنْ يَسُوعَ دَاوُدَ أَنَّكَ عَنْ يَسَارٍ ۚ أَوْ نَحْنُ قَدْ مِمَّ - (الحدیث)

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ سلمے فرمایا، بیشک تو من جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اسے نہ تو اپنے سلمے ٹھوکتا چاہیے اور نہ اپنے دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب اور اپنے قدم کے نیچے ٹھوک سکتا ہے۔

تشیخ از شیخ مدنی رح: ان روایات سے معلوم ہوا کہ جانب یسار تھوکنے کی اجازت ہے سالانہ جانب یسار سیات لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے تو جیسے ملک حنات لکھنے والے کی تعظیم مقبورہ ہے ایسے سیات لکھنے والا فرشتہ بھی قابل تعظیم ہے۔ کیونکہ بڑے سے تو زیادہ بچنا چاہیئے۔ مگر چونکہ کاتب حنات دین امیر ہے اور کاتب سیات مامور ہے اس لئے اہل البیت کو اختیار کیا گیا۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے۔ جبکہ تمہارا یسار کسی دوسرے کا یسار نہ ہو اگر کسی دوسرے کا یسار ہو تو پھر صرف تحت قدم البیری پر عمل ہوگا۔

تشیخ از شیخ زکریا: شرح نے ان ابواب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ روایت سے مختلف احکام ثابت ہوتے تھے اس لئے امام بخاریؒ نے ہر ایک پر مستقلاً باب باندھ دیا مگر میرے نزدیک ہر ایک باب سے ایک الگ غرض ہے چنانچہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف مورثت کہ بسان عن البیین کی بنی صلوٰۃ کے ساتھ خاص ہے۔ باعام ہے صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ سب کو کیونکہ روایات دو نوطح کی ہیں حضرت امام مالکؒ سے تخصیص بالصلوٰۃ منقول ہے اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عام ہے اور دہر اختلاف اختلاف فی التعلیل ہے جو لوگ عام مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی بصاق الی البیین کو دائیں جانب فرشتے کے ہونے کے ساتھ معلل کیا گیا ہے۔ اور وہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ لہذا نبی عام ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کے احترام کے خلاف ہے۔ لیکن اس پر انکال یہ کیا جاتا ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ کاتب سیات ہوتا ہے اس کا وہ حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ ملک یسار جو کاتب سیات ہے وہ مامور ہے۔ اور دائیں جانب کا فرشتہ جو کاتب حنات ہے وہ امیر ہے و یباعی للذمیر عالا یباعی للما مود علا وہ ازیں کاتب حنات کاتب سیات کو کاتب حنات سے رد کرتا ہے۔ لہذا اس کا ہم پر احسان ہے اس لئے ہم کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیئے اور حضرت امام بخاریؒ نے فی الصلوٰۃ کا لفظ بڑا سا کر امام مالکؒ کی تائید کی ہے اور میری بھی یہ رائے ہے کہ نبی صلوٰۃ کے ساتھ محض ہے۔ اور جو علت شرح نے بیان کی ہے اور ملک سے کاتب حنات

کو مراد کیا ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح نہیں گوڑوں سے منقول ہے اور صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کاتب
 سیات گو کاتب سیات ہے۔ مگر فرشتہ بھی تو ہے اور فرشتے سائے کے سائے مکرم ہیں صو عباد مکرمین
 نیز ا وہ کتابت سیات خود نہیں کرتا بلکہ وہ تو ماتور ہے لہذا اس کا بھی احترام ہونا چاہیے نیز ا تھوک نیچے
 کو گرتا ہے۔ اور فرشتہ اوپر ہوتا ہے لہذا میرے نزدیک یہ درست نہیں کہ مکہ سے مراد ملک حنات مراد
 ہو۔ بلکہ اس سے مراد اس کے علاوہ فرشتہ ہے جو خاص طور سے نماز کے اندر آتا ہے اور دائیں جانب کھڑا
 ہوتا ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں
 جو اس کی دائیں جانب آکر کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کے قلب کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شیطان آتا ہے
 جو بائیں جانب کھڑا ہو جاتا ہے اور قلب میں دساوس ڈالتا ہے تو اس فرشتہ سے مراد یہ فرشتہ ہے اور
 یہ چونکہ نیچے کھڑا ہوتا ہے اس لئے اگر تھوک کا تو تھوک اس پر پڑے گا اور لیصتی عن ینا دہ سے
 امام بخاری نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بساق فی المسجد جائز
 ہے اور اس کا دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور امام نووی فرماتے ہیں کہ بساق فی المسجد گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس
 کا دفن کرنا ہے۔ یہ دونو حضرات قدیم شارحین میں سے ہیں۔ قاضی عیاض مقدم ہیں اور مالکی مذہب ہیں امام
 نووی مؤخر ہیں اور شافعی ہیں۔ تو لہذا اوقات معافی حدیث بیان کرنے میں دونو اختلاف کر جاتے ہیں اور
 مہران کے بعد آنے والے دو فریق ہو گئے۔ ایک امام عیاض کی موافقت کرتا ہے اور دوسرا امام نووی کی تائید
 کرتا ہے اسی میں سے یہ اختلاف بھی ہے۔ امام بخاری نے مختار عیاض کی طرف اس باب سے اشارہ فرمایا
 ہے مختار عیاض کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام بخاری نے مختار عیاض سمجھ کر اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ
 چونکہ شہرت امام عیاض کے ساتھ ہوئی تھی اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَبْصَرَ نَحْمًا فِي فَرْجِهِ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ رَحْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكَ أَنْ تَبْذُرَ فِي النَّجْلِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْ
 تَبْصُرَ نَحْمًا فِي فَرْجِهِ أَوْ تَكُنَّ قَدَمُكَ فِي النَّجْلِ أَوْ تَكُنَّ قَدَمُكَ فِي النَّجْلِ أَوْ تَكُنَّ قَدَمُكَ فِي النَّجْلِ
 سَعِيدُ بْنُ الْحَزْزِ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے مسجد کے قبلہ کی طرف ہنک کو دیکھا
 تو اسے ٹکڑی کے ساتھ کھینچ دیا۔ پھر منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے سونے اور اپنی دائیں جانب نہ تھو کے

بلکہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے امام زہری سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے استاد
حمید سے حضرت ابو سعید خدری سے اس طرح سنا۔

باب کَفَّارَةُ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ ۱۔ مسجد میں تھوکنے کا کفارہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸ حَدَّثَنَا ۱۲ مَوْلَاہُ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا کہ مسجد میں تھوکانا گناہ ہے اس کا
کفارہ اسے دفن کر دینا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے امام بخاری نے امام نووی کے مختار کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

باب دَفْنِ النَّجَسِ مَقْرُونِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ ۱۔ سنگ کو مسجد کے اندر دفن کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۹ حَدَّثَنَا اَبُو شَيْخٍ عَنْ نَصْرِ بْنِ نَصْرِ الْوَلَدِ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مَسْرُورٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ إِلَى السَّلَاةِ فَلَا يَمْسُكُ مَا مَكَتْ فَإِنَّمَا
يُنَاجِي اللّٰهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكٌ وَلِيَمُصُّ عَنْهُ
الْبَسَارَةَ أَوْ تَنَحَّيَتْ قَدَمُهُ فَيَكْفُرُ فَوَقُفَا۔ (الحديث)

ترجمہ ۱۔ حضرت ہمام بن زید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرمؐ سے روایت کر رہے تھے
کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے اس لئے کہ وہ اپنے
اللہ سے سرگوشی کر رہا ہو تلہے جب تک وہ اپنی میلے نماز پر رہے اور نہ ہی دائیں جانب تھوکے اس لئے کہ
اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔ البتہ بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اسے دفن کر دے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ نجامہ مسجد کے اندر دفن کر دینا جائز ہے۔ علامہ رایانی فرماتے ہیں کہ مسجد
تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک ہے۔ لہذا اگر مسجد کے اندر دفن کر دیا گیا۔ تو مسجد ہی میں رہے گا۔ اور حاکم
مسجد کے احترام کی وجہ سے ہوتا ہے بواب بھی احترام کے خلاف رہا لہذا دفن سے مراد اس کا اخراج ہے
حضرت امام بخاریؒ دفن کا جواز ثابت فرماتے ہیں اس لئے کہ اب وہ مٹی کے نیچے چلا گیا اور اس کے نیچے

بَابُ إِذَا يَدْرَكَ الْبُزَاقُ فَلْيَاخُذْ بِطَوْرِ تَوَكُّمٍ.

تشیخ از شیخ (رحمہ اللہ) امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ روایت میں بصاق فی الیسار اور تحت القدم اور فی الثوب کے اندر تسویہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹو بسکے اندر لے کر کل دے

بلکہ یہ اس وقت ہے کہ جب بھاق اس پر غالب آجائے اور کوئی چارہ کار نہ رہے تو ایسا کرے گو ترجمہ
شمار ہے جس میں ایہام کی توضیح خاص کی تفہیم اور عام کی تخصیص ہوتی ہے ورنہ منہ کھادیتے قاعدہ یہ
ہے کہ جب کوئی شخص حسین ہوتا ہے تو رنج و غم اور خوشی و مسرت اس کے چہرہ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون حسین ہو سکتا ہے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پیدا ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

روح مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں ہے نہ دکان آئینہ سازی میں

چنانچہ غایت حسن کی وجہ سے جو بات ہوتی تھی وہ چہرہ انور سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ تبھی کے مدوح کا فوراً
طرح نہیں کہ غایت سیما ہی کی وجہ سے کسی چیز کا اثر ہی ظاہر نہ ہوتا تھا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اذا بددہ
البنیاق بڑھا کر بتلایا کہ یہ کپڑے سے براق کو رگڑا دینے سے تھوکنے کے مساوی نہیں جیسا کہ لفظ
آو سے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اذا بددہ البنیاق سے مقید ہے اور اس کا درجہ نیچے تھوکنے سے کم ہے
اور نیچے تھوکنے اس فعل ثوب سے بڑھا ہوا ہے

باب مِظْلَعِ الْإِمَامِ مَا رَأَى مِنْ فِيهِ اَشْمَا وَالصَّلَاةُ وَذِكْرُ الْقِبْلَةِ

ترجمہ :- نماز کے پورا کرنے میں امام کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هُمْنَا فَوَاللَّهِ مَا يَخْتَلِي عَلَيَّ نَشْوُكُمْ وَلَا
ذِكْرُكُمْ عَلَيْكُمْ إِنِّي لَأَكُونُ مِنْكُمْ قَرَابًا وَظِلًّا وَحُكْمًا

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میرا قبلہ اس
جگہ سمجھتے ہو اللہ کی قسم تمہارا نشووع یا سجدہ اور رکوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتا میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے
بھی دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: انا ادا کو من ودا مظهری بعض نے کہا کہ روس ابودہ کی طرح یعنی
سوئی کے ناکہ کی مقدار آپ کے کندھوں میں باری تعالیٰ نے آنکھیں رکھی تھیں اور بعض نے کہا کہ یہ کہیں سے
منقول نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام نے اس کا اساس کیا۔ بلکہ انہیں آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر باری تعالیٰ
اشیاء متغلفہ کو منقطع کر دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ دیکھتے تھے جیسے سلوۃ کسوف میں آپ نے جنت

اور نار کو دیکھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ قلب کی آنکھوں سے دیکھتے تھے جس کے لئے مواجد اور قرب و بعد کوئی شرط نہیں۔ یہ آنکھیں بینک کے مرتبہ میں ہیں، درحقیقت یہ روحانی آنکھیں ہیں جب کسی کی وہ آنکھیں کھل جائیں تو پھر دور دور کی چیزیں نظر آتی ہیں جیسے اشراقیہ اور جوگی ریاضات کر کے اسے حاصل کرتے ہیں۔ آپ کو بغیر ریاضت کے یہ آنکھیں حاصل تھیں

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے مصنفؒ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ امام کو چاہیے کہ متنبہ رہیں کہ احوال کا تفحص کرے اگر وہ نماز وغیرہ صحیح نہ پڑھتے ہوں تو ان کو تہلائے اور تنبیہ بھی کرے۔ مگر بھائی یہ بھی ضروری ہے کہ پہلے اپنے حالات کو درست کرے۔ مقصود بالذات تعظیفاً الامام تھا مگر چونکہ حدیث میں حل قعود قبلتہ صحتاً آیا تھا اس لئے لفظ حدیث کی رعایت میں ذکر المقلدہ باندھ دیا۔ اور یہ بتا دیا کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ میں جہد رکھتا ہوں، بس ادھر ہی کی مجھے خبر ہوتی ہے

اور شیخ کی خبر نہیں ہوتی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے۔ ما یخفی علیٰ ختمہ مکہ و مدینہ کو بعض علمائے رکوع کا لفظ دیکھ کر خشوع کی تفسیر سجود سے کی ہے۔ مگر میرے نزدیک ادلی یہ ہے کہ خشوع کو اپنے عموم پر رکھا جائے۔ تاکہ سارے افعال صلوٰۃ کو شامل ہو جائے۔ در نہ پہلی صورت میں صرف سجدہ اور رکوع کا ذکر ہو گا۔ اور باقی کا نہیں جب سارے افعال صلوٰۃ خشوع کے اندر آ گئے۔ اور پھر خاص طور سے رکوع کو اس واسطے ذکر کیا کہ زیادہ گڑ بڑ رکوع کے اندر ہوتی ہے۔ اس کا انعام نہیں ہوتا۔ سجدہ کا تو تھوڑا بہت ہو ہی جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ میں سر زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں تھوڑی دیر رک جاتا ہے بخلاف رکوع کے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جلد بازی کی وجہ سے ان کا رکوع ہی نہیں ہوتا۔ انی ادا کو من و دلاطہری اس روایت کے اندر شراح کے پانچ قول ہیں جن کو مختلف شراح نے الگ الگ ذکر کیا ہے مجھ کو کہیں ایک جگہ نہیں ملے۔ اول یہ کہ اتفات کے ساتھ دیکھتے تھے۔ مگر اس پر ائیکال ہے کہ پھر اس میں حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے۔ آپ کے علاوہ دوسرا بھی اتفات سے دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ علم ہو جاتا تھا۔ یہ اول سے زیادہ صحیح ہے مگر اس صورت میں انی ادا کو من و دلاطہری سے زیادہ مناسب انی ادا وحی تھا۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جدار قبلہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم کے لئے مثل آئینہ ہو جاتی تھی۔ صحابہ جو کچھ کہتے تھے وہ حضورؐ کو نظر آ جاتا تھا۔ عام مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور جو تھا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی قضا میں دو آنکھیں تھیں جن سے حضور پاک صلی علیہ وسلم دیکھا کرتے تھے۔ مگر اس کو محققین نے رد کر دیا اس لئے

کہ اگر یہ بات صحیح ہوئی تو آپ کے احوال میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا اور پانچواں قول سننے سے پہلے ایک تمہید
 سنو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی روایت دنیا میں ممکن نہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ یہ روایت جنت
 میں ہوگی۔ لیکن معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے
 جہت ہو کہ مرنے والی کے سامنے ہوتا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جہت کا ہونا روایت کے واسطے اس
 عالم کے ساتھ خاص ہے۔ عالم آخرت میں جہت ضروری نہ ہوگی۔ تو جیسے عالم آخرت میں سارے لوگ اللہ تعالیٰ
 کو بلا جہت دیکھیں گے۔ اسی طرح کیا عجیب کہ دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نماز میں یہ خصوصیت ہو کہ آپ
 مقتدیوں کو بلا جہت دیکھتے ہوں۔ یہی میرے نزدیک راجح ہے نیز میرے نزدیک ابواب المساجد شروع ہونگے
 لیکن اس باب کا سمجھ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ نیز آگے جو دوسرا جز باب کا ہے۔ یعنی ذکر القبۃ اس
 پر اشکال ہوتا ہے کہ اس صورت میں اس کا تعلق باب استقبال القبۃ سے ہو گیا۔ ابواب المساجد سے نہ
 ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ قبلہ کا ذکر تنبیہا دستطردا آگیا۔ اور مقصود اول جز ہے۔ اور عام طور سے لوگ
 جماعت کے ساتھ مساجد میں نماز پڑھتے ہیں اس اعتبار سے یہ ابواب مساجد سے متعلق ہو گیا من
 و لدہ ظہوری بعض لوگوں نے اس سے علم غیب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ
 اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خود نمازیوں کے حالات دیکھتا رہتا ہوں۔ اور اس طرح مجھے علم ہو جاتا ہے
 نیز یہ حالت کلی بھی نہیں خود ابو بکرؓ کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آتے۔ وہاں جماعت ہو رہی تھی انہوں
 نے دور ہی سے رکوع کر لیا۔ نماز کے بعد یہ بات آپ کو دریافت کرنے پر معلوم ہوئی۔ اسی طرح ایک روایت
 میں ہے کہ ایک شخص ہانپتا ہوا آیا اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ذرا بلند آواز سے حمد طیبہ کثیرا مبارکاً پڑھا آپ
 نے نماز کے بعد دریافت کیا تب معلوم ہوا کہ فلاں شخص تھا۔ لہذا یہ قاعدہ کلیہ نہ ہوا اور بعض ظاہر یہ اپنے
 ظاہر کی وجہ سے یوں کہتے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی مراد میں یعنی حضور کی گدی میں دو خرید آنکھیں لگی
 ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں در نہ کسی نہ کسی حدیث میں اس کا تذکرہ ہوتا۔ جیسے ہر نبوت کا بہت سی احادیث
 میں اس کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۴ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَةٌ تُؤْتِي الْمُنْبَرَّ فَتُخَالِكُ فِي الصَّلَاةِ وَفِي التَّكْوِينِ رَأْيٌ لَكَ أَوْ رَأْيٌ لَكَ أَوْ رَأْيٌ لَكَ أَوْ رَأْيٌ لَكَ أَوْ رَأْيٌ لَكَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ نے ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر منہ پر چڑھ کر نماز اور رکوع کے بلے میں فرمایا۔ کیونکہ میں نہیں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں نہیں دیکھتا ہوں۔

باب ھذا یقالُ مسجدُ بنیِ مُلَدٍ۔

ترجمہ :- کیا مسجد بنو ملہ کہ جا سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۳ ھَذَا ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْخَمَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ بَيْنَ الْخَيْلِ الْغَنَى أَصْبَرْتُ مِنَ الْخَفْيَةِ وَآمَدُ هَائِنَتِهِ الْيُودَاعِ وَسَأَلَ بَيْنَ الْخَيْلِ الْغَنَى كَوْنُ تَضَمُّنٍ مِنَ الْكَلْبَةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ ذَرَأَتْ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَأَلَ بِهَا۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے ان گھوڑوں کو درمیان جو دبلے کہتے تھے۔ حقیقتاً سے گھوڑ دوڑ شروع کرائی جن کا آخری نشان ثنیۃ الوداع تھا۔ اور جن گھوڑوں کو ڈبلا نہ کیا گیا تھا ان کی دوڑ کا مقابلہ ثنیۃ سے مسجد بنی زریق تک تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو گھوڑ دوڑ میں آگے نکل گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی :- ان المساجد اللہ الخ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی طرف مساجد کی نسبت نہ کی جائے۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر جمیع اشیاء باری تعالیٰ کی ملوک ہیں مگر مساجد کو محلہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے سابق بین الخیل الخ اگرچہ گھوڑ دوڑ لہو و لعب میں داخل ہے مگر آپ نے تین لہو کی اجازت دی ہے۔ لہو الوجہ بخیلہ و بسہمہ ہا مرائتہ اپنے گھوڑے تیر اور بیوی سے لہو جائز ہے کیونکہ مسابقۃ الخیل داعیۃ و اللہ ما استطعم الخ تبین سے خیل دو قسم کے ہوتے تھے۔ ایک خیل مضمر دوسرے غیر مضمر۔ مضمر کے معنی ڈبلا ہونے کے ہیں جن گھوڑوں کو سابق کے لئے تیار کیا جاتا تھا ان کو اور کوئی چیز نہیں کھلاتے تھے۔ صرف گھی وغیرہ کھلاتے تھے۔ دوسری خداک کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کی کمال سمٹ جاتی تھی جس سے وہ ڈبلا ہو جاتا تھا۔ مگر گھی کی وجہ سے طاقتور ہوتا تھا یہ مضمر گھوڑے دوڑنے میں تیر ہوتے تھے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے ڈبلا پن آجاتا تھا۔ غیر مضمر گھوڑے بہت نہیں دوڑ سکتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مسجد بنی فلان کہنا نہیں اس لئے کہ اضافہ مفید تک ہوتی ہے۔ اور مسجد اللہ تعالیٰ کی ہیں کسی کی ملک نہیں ہیں ان المساجد للہ اور جمہور کے نزدیک یہ اضافہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ اضافہ ان کے نزدیک تعریف کی ہے نہ کہ ملک کے لئے جیسا کہ خود ہمارے شہر سہارن پور میں فرخ کی مسجد بنونے کی مسجد مشہور ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید اور امام نخعیؒ کی تردید فرما رہے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ شیعہ الوداع سے مسجد بنی زریق تک گھوڑ دوڑ ہوتی تھی۔ تو روایت میں تو مسجد بنی زریق موجود ہے۔ پھر ترجمہ میں لفظ حل کیوں لائے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت باریک بین ہیں۔ اس لئے حل سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ روایت میں مسجد بنی زریق کا جو لفظ آیا ہے۔ تو ممکن ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہاں مسجد نہ تھی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بنی ہو۔ اور راوی نے تعریف کے واسطے بنی زریق کہہ دیا اس کے اسی نام سے مشہور ہونے کی وجہ سے۔ رخصت الخ جن کی خرید کی گئی تھی گھوڑوں کو خوب کھلاتے پلاتے تھے اور ایک جگہ باندھے رکھتے تھے۔ خوب پسینہ نکلتا رہتا جس کو گھوڑے والے صاف کرتے رہتے اور ان کو ہنلاتے رہتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ خوب حاق و حوہ بند اور چیت ہو جاتے تھے اور انہیں فربہ ہی نہیں آتی تھی۔ بہر حال خرید والے گھوڑوں کے لئے میدان سابقہ پانچ میل اور ان کے غیر کے لئے ایک میل ہوتا ہے۔ غنیۃ الوداع اور خیابان جگہ کا نام ہے۔ ان دونوں کے درمیان قریباً پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ اور مسجد بنی زریق سے خیابان تک فاصلہ ایک میل ہے۔

بَابُ الْقُسْمَةِ وَ تَقْلِيحِ الْقِنَوفِ الْمَسْجِدِ -

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْقِنَوفُ الْحَنْظَلِيُّ وَالْحَنْظَلِيُّ قِنَافٌ وَالْجَمَاعَةُ رَابِعُ قِنَافٍ مِثْلُ صِنَافٍ صِنَافٌ وَقَالَ رَاجِي إِيَّاهُمْ يَعْنِي ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُمَيِّزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلَأُ مِنَ الْخَمْرِ يُنْفِقُ قَالَ أَلَمْ تَرَ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ أَكْثَرُ مَا لِي بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَكَوَيْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَهُ فَمَسَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَمْلَأُ أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطِنِي بِأَنْفِ نَادَيْتُ نَفْسِي وَقَادَيْتُ مَعْنِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَمَنْ

فِي تَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمْ فَلَمَّا يَسْتَبِطُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ مَسَّ بَعْضُهُمْ تَرْفَعُهُ إِلَيَّ
قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا رَفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَمَنْ تَرَفَعُهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُولُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَنْ بَعْضُهُمْ يَرَفَعُهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا رَفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَمَنْ تَرَفَعُهُ ثُمَّ اخْتَلَعَهُ
فَأَلْفَاكَ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُهُ بَصَرُهُ
حَتَّى خَفِيَ عَلَيْكَ مَجْهًا مِنْ جِزْمِهِ فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَمَّتْهُ مِنْهُ دُرُودُ (الحدیث)

ترجمہ :- مسجد میں مال بانٹنا اور مسجد کے اندر خوشی لگانا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ قزو کا مہی
خوشہ ہے اس کا نشیہ اور جمع تنوان ہے جیسے صنوکا تشنہ اور جمع صنوان ہے۔ اور حضرت انسؓ سے
روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم کی خدمت میں بحرین سے مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں
پھیلادو آج تک جس قدر مال جناب رسول اللہ صلیم کی خدمت میں لایا گیا ان سب سے زیادہ بھی مال
تھا۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلیم نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے۔ اس مال کی طرف تو ہر
ہی نہ فرمائی۔ البتہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور جو کوئی بھی آپؐ
کو نظر آیا اس کو اس مال میں سے عطا فرما دیا۔ اچانک جناب چچا حضرت عباسؓ تشریف لاتے فرماتے
گئے یا رسول اللہ مجھے بھی عطا فرمائیے۔ اور بہت دیتے کیونکہ بدر کی لڑائی میں میں اپنا اور مجھے قلیل کا
فدیہ ادا کر چکا ہوں، جناب رسول اللہ صلیم نے فرمایا جن قدر لینا ہے لے لو چنانچہ وہ اپنے کپڑے
میں چلو بھر بھر کے جمع کرنے لگے۔ اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ فرمانے لگے
یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوالے تو آپؐ نے فرمایا نہیں جو خود اٹھا سکتے ہو لے جاؤ
تو انہوں نے فرمایا آپؐ خود اٹھوا دیں آپؐ نے فرمایا نہیں تو انہوں نے کچھ مال کپڑے سے نکال کر
پھینک دیا۔ پھر اٹھانے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوالے آپؐ نے
فرمایا نہیں پھر کہنے لگے آپؐ خود اٹھوا دیں آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں پھر اس کپڑے میں سے کچھ
مال نکال کر پھینک دیا۔ پھر اس مال کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال دیا اور چل ڈیئے پس جناب
رسول اللہ صلیم برابر ان کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم سے چھپ گئے یہ برابر دیکھتے رہنا ان کے
حرص پر مہجوب کرنے کی دھج سے تھا۔ پس جناب رسول اللہ صلیم اس جگہ سے کھڑے نہ ہو جب تک

ایک درہم بھی وہاں موجود رہا۔

تشریح از شیخ مدنی: حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص اگر مسجد میں کسی گم شدہ چیز کے متعلق اعلان کر رہا ہو تو تم لا ید الله علیہ کہ اللہ تعالیٰ تیری گم شدہ چیز واپس نہ کرے لان المساجد لہو تبین لہذا کہ مسجد میں اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا جو کام مسجد کے سبب نہیں وہ مسجد میں نہ کرنے چاہیں تو مال کا تقسیم کرنا اور کھجور کے خوشہ کا لٹکانا بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ مسجد ان کے لئے نہیں بنائی گئیں تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ غنیمت خراج کے مال کا مسجد میں تقسیم کرنا جائز ہے اس طرح مساکین کے لئے مسجد میں کھجور کے خوشوں کا لٹکانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ بھرمین سے خراج کا مال لایا گیا۔ تو آپ نے اسے مسجد میں ڈلوایا اور پھر اس کی تقسیم فرمائی۔ اس اثنا میں ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ تشریف لاتے اور فرمایا کہ میں نے حضرت عقیل برادر علی المرتضیٰؓ کی طرف سے فدیہ دیا تھا۔ اور یہ دونو بدر میں پکڑے گئے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ فدیہ دے کر میں نے احسان کیا تھا۔ اس لئے مجھے زیادہ مال دیا جائے۔ تو آپ نے فرمایا ہے۔ تو انہوں نے اس قدر مال جمع کر لیا۔ کہ خود نہیں اٹھا سکتے تھے۔ الی آخر ہذا الفاظ ایسے ہیں جن کا ثلثہ پاور جمع ایک ہیں ان میں قنود قنوان و صنود صنوان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا: قسمت مال انہی استثنائات میں سے جن کا مسجد میں کرنا جائز ہے اور تعلیق القنوان بطلال کے قول کے مطابق امام بخاریؒ سے غفلت ہو گئی کہ اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔ بعض لوگوں نے امام بخاریؒ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کا ارادہ لکھنے کا تھا مگر کچھ نہ سکے۔ یا ض چھوڑ دی گئی جسے کاتبوں نے ہلا دی بعض کہتے ہیں کہ شرط کے موافق کوئی روایت نہیں ملی یا بھول گئے وغیرہ وغیرہ۔ مگر میرے نزدیک یہ لفظ صحیح ہے اور حضرت امام بخاریؒ نے اس سے ابو داؤد شریف کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ آدمی نے شرف بھی ردی کھجور دل کا ایک خوشہ مسجد میں لٹکا رکھا ہے۔ آپ کے دست مبارک میں لاطمی تھی۔ آپ نے اس خوشے میں مار کر فرمایا کہ اگر اس خوشے والا چاہتا تو اس سے بہتر صدقہ کر سکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلم نے حکم فرمایا کہ ہر بائخ میم سے ایک خوشہ مسجد میں مساکین کے لئے لٹکایا جائے۔ اور حضرت امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ روایات کی طرف

خانہ خادیت تفسیؑ اس کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں غریب ہو گیا ہوں مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اگر یہ معنی ہوں تو اس صورت میں اس ہدایت کے معنی درست نہ ہوں گے جس میں یہ مضمون ہے کہ حضور پاک صلعم نے دو سال کی پیشگی زکوٰۃ حضرت عباسؓ سے لے لی تھی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ میرے اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں فادفعہ انت علی اس لئے فرمایا کہ میرے چچا ہونے کا حق آپ پر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ اس میں عامۃ المسلمین کا حق ہے۔ اور باب کی غرض خابہ پر رد کرنا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ایسی چیزیں مسجد میں لگانا جائز نہیں اس لئے کہ یہ شور و غضب اور مسجد کے طوٹ کا سبب بن جائے گا۔ امام بخاریؒ نے فتوے تنقیہ کو اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ سورۃ اعراف میں قنوان دانیہ وارد ہے۔ حال ابو عبد اللہ یہاں معافی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ان کے معافی کیا ہیں۔

ترجمہ :- مسجد میں کسی شخص کو کھانے کے لئے بلایا جائے اور جو اس کو قبول کرے

حدیث نمبر ۲۰۴۰
 حَكَمْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ إِذْ أَتَاهُ سَيْحٌ أَلَسَا قَالَ وَجِئْتُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّجْدِ وَمَعَهُ ثَمَنٌ فَحُمْتُ فَقَالَ لِي أُرْسَلُكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ
 نَعَوْ قَالَ لَطَعًا قُلْتُ نَعَوْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَكَ قَوْمُوا فَأَنْطَلَقَ وَأَنْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
 ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ کو مسجد میں پایا جبکہ آپ کے ساتھ
 کچھ اور لوگ بھی تھے میں کھڑا تھا کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں ابو طلحہؓ نے بھیجا ہے میں نے ہاں میں جواب دیا
 آپ نے فرمایا کھانے کے لئے میں نے ہاں میں جواب دیا پس آپ نے اپنے ارد گرد بیٹھے ہوئے آدمیوں

سے فرمایا اٹھو چنانچہ آپ چل پڑے اور میں ان کے آگے چل رہا تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ چونکہ دعوت کرنا امور دنیویہ میں ہے اور مساجد بنیت لذلک اللہ و الصلوٰۃ وغیرہ ہیں۔ لہذا امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرما چکے ہیں۔ اس لئے کہ روایت میں اس کا ثبوت ہے۔

باب انْقَضَاءُ وَ اِلْعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ترجمہ :- مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد کے اندر فیصلے کرنا اور لعان کرنا۔

حدیث نمبر ۴۰۵ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ الْخَلْفِيُّ عَنْ سَمِيعِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّكَ كَجَدَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكَايَتْ كَجَدَّ وَجَدَّ مَعَ امْرَأَةٍ كَجَدَّ أَيْقَتْلُهُ فَتَدْعَانِي الْمَسْجِدَ أَنَا شَاهِدٌ۔

ترجمہ :- حضرت سہیل بن سعدؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پلے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے پھر ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ شرح مثلاً علامہ عینیؒ قسطلانی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ بین الرجال والنساء کے الفاظ یہاں لغو ہیں اس لئے کہ لعان تو ہوتا ہی بین الرجال والنساء ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بین السطور لہذا حشو لکھا ہوا ہے۔ اور بہت سے نسخوں میں یہ پایا ہی نہیں جاتا۔ میری رائے یہ ہے کہ شرح حضرات کو اشکال پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بین الرجال والنساء کو اللعان سے جوڑ دیا۔ اور اس کے متعلق کر دیا۔ حالانکہ یہ لعان سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق انقضاً سے ہے اب مطلب یہ ہوا کہ باب انقضاً فی المسجد بین الرجال والنساء اور مقصود بالذات بھی یہی ہے لعان کا لفظ تو روایت کی صحیح سے بڑھا دیا۔ کیونکہ اس میں لعان کا لفظ موجود ہے در نہ اصل مسئلہ تو قضاً کا بیان کیا جا رہا ہے اور اس مسئلہ کو امام بخاریؒ نے اسی واقعہ خاصہ سے استنباط فرمایا ہے تو جب قضاً بین الرجال والنساء ثابت ہو گئی تو بین النوع الواحد بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ نیز امیرے نزدیک لعان کا لفظ بھی لغو نہیں ہے کتاب النکاح کے اندر ہی باب آئے گا مگر وہاں بین الرجال والنساء کا لفظ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں بحیثیت لعان کے ذکر فرمایا ہے اور وہ رجال اور نساء کے درمیان ہی ہوتا ہے اور یہاں مقصود قضاً بین الرجال والنساء ہے اور جواز

فی النوع الواحد جواز فی النوع الا طر کو مستلزم نہیں اس لئے قضاء بین الرجال والنساء کا ذکر فرمایا ہے اور جب دونوں میں ثابت ہو جائے گا تو ایک نوع میں بدرجہ ادلی ثابت ہو جائے گا۔ اور روایت کا لحاظ کرتے ہوئے لعان کا لفظ بھی ذکر فرمادیا۔

وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ دَجَلًا ۱۲ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ کتاب الطلاق میں امام بخاریؒ اس روایت کو مکمل اور متعدد طرق سے ذکر فرماتے ہیں۔ اور متعدد مسائل ثابت فرماتے ہیں۔ مثلاً یہ لعان ایمان متوکرہ بالاشهاد ہیں یا شهادات متوکرہ بالایمان ہیں۔ اور روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی حضرت حمیر کے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر کو پائے اور وہ آدمی اسے قتل کرے تو کیا اسے قصاصاً قتل کر دیں گے۔ حضرت شیخ نے بطور جملہ معترضہ کے یہاں یہ بھی فرمایا کہ یہاں تو اتنی غیرت تھی کہ کسی کو بیوی کے پاس دیکھ لیں تو قتل کرنے کو تیار۔ اور دوسری طرف اہل عرب کا یہ حال تھا کہ دوسرے کا لفظ بجا بت دلہ کے لئے عورت کو دوسرے آدمی کے پاس بھیج کر حاصل کرتے تھے) اور اگر بیوی کو قتل نہ کرے تو کیسے برداشت کرے۔ اب اگر کوئی آکر یہ کہہ دے کہ فلاں شخص میری بیوی کے پاس تھا۔ تو چار گواہ طلب کریں گے۔ اور پھر اس وقت چار گواہ کہاں ہوں گے۔ تو اس وقت آیت لعان نازل ہوئی۔ اور چار شہادتوں کی بجائے چار بار لعان قائم مقام ہو گیا۔ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کہا یا اس واقعہ سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت ہو گیا کہ لعان کرنا مسجد کے اندر یہ قضائی المسجد ہوا۔ اور لعان چونکہ بین الرجال والنساء ہوتا ہے۔ لہذا قضا بین الرجال والنساء بھی ثابت ہو گیا۔ یہ واقعہ اگرچہ خاص ہے مگر چونکہ قواعد کلیہ واقعات جزئیہ سے ہی مستنبط ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے قاعدہ کلیہ قضا بین الرجال والنساء مستنبط کر لیا۔ اب یہ کہ قضائی المسجد کا کیا حکم ہے۔ ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قضائی المسجد اولیٰ ہے کیونکہ وہاں کوئی روک ٹوک نہیں سب آسکتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔

باب اِذَا دَخَلَ بَيْنَنَا يَصِلُ حَيْثُ شَاءَ اَوْ حَيْثُ اَمَرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ۔

ترجمہ ۱۔ جب آدمی کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں مرضی آئے نماز پڑھے یا جس جگہ کا اسے حکم کیا گیا ہو اور جاسوسی نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخَزَنَتِيُّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِي مَنْزِلٍ لَهُ فَقَالَ أَيْنَ تَحْبُتُ أَمْ صَلَّيْتَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاشْتَرْتُ لَهُ رَأْسَ مَكَاةٍ فَكَبَّرْتُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّيْتُ وَكَفَعْتَيْنِ۔

ترجمہ :- حضرت عثمان بن مالک سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے گھر کے کون سے حصے میں پسند کرنے ہوں کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں تو میں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا چنانچہ آپ نے تکبیر کہی ہم نے آپ کے پیچھے قطار بنائی تو آپ نے دور کھٹ نماز پڑھی۔

تشریح :- شیخ زکریا۔ عام شرح کی رائے یہ کہ ترجمہ کے دو جزو ہیں ایک بصلی حیث شفاء اور دوسرے حیث امر و اب اختلاف لا یتجسس میں ہو رہا ہے کہ اس کا تعلق جزو اول سے ہے یا جزو ثانی سے ہے۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ جزو ثانی کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جہاں حکم دیا جائے وہیں پڑھے تجسس نہ کرے اور امر اور صر نہ دیکھے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ اب یہ سنو کہ یہاں روایت سے صرف حیث امر ہو سکتا ہے اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ کہاں پڑھوں اس پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ فلاں جگہ یہ حیث امر ہو گیا۔ اور حیث شفاء کی روایت میں کوئی ذکر نہیں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے اصول میں ہے کہ ترجمہ میں بسا اوقات روایت کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں تو یہاں امام بخاری نے ایک اور طریق کی طرف اشارہ فرمادیا جس کے اندر تنجیہ کا ذکر موجود ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں لفظ حل مفرد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذا دخل بیتا ھل یصلی حیث شفاء و حیث امر و اور روایت سے اس کا جواب معلوم ہو گیا۔ ای بصلی حیث امر اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ محل غور و فکر ہے اس لئے کہ روایت کے لفظ سے امر ثابت ہوتا ہے اور بلا نا دلیل ہے۔ اختیار کی جہاں چاہیں پڑھیں عن محمود بن النبیج یہ وہی ہیں جن کی روایت باب متى یصلی سماع المصغیر میں گذر چکی ہے یہ حضرت عثمان کی روایت ہے کہ اس کو امام بخاری نے متعدد جگہوں میں ذکر فرمایا ہے اور متعدد مسئلے ثابت فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک یہی کہ

حضرت عثمان کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اؤلاً نماز پڑھی اور حضرت ام سلمہ کے واقعہ میں ہے کہ اؤلاً نوحس فرمایا بعد ازاں ظہر کی نماز پڑھی۔

باب الْمَسَاجِدِ فِي الْبَيْتِ وَصَلَّى الْبَنَاءُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي مَسْجِدِ فِي دَارِهِ جَمَاعَةً۔
ترجمہ: گھروں میں مساجد کا ہونا۔ اور حضرت براہ بن عازبؓ نے اپنی گھر کی مسجد میں جماعت کو نماز پڑھائی۔
حدیث نمبر ۴۰۷۰ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ مَالِكٍ فِي هَوَمٍ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ تِهْدٌ بَدَلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَتَيْتُكَ بِبَصْرِي وَأَنَا أَصْلِي يَقُولُ فَإِذَا كُنْتُ الْأَمَطَاءُ سَأَلَ الْوَادِي الْأَنْزِي بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَوْ اسْتَطَعْتُ أَنِ اتَيْتُ مَسْجِدَهُمْ فَأَصِلْتُ بِمَعْوَدٍ دُمْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ مَا تَبْتَغِي مَقْصِدِي فِي بَيْتِي مَا تَبْتَغِي قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلْتَ إِنَّكَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ عُثْمَانُ فَقَدْ عَلِمْتُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذْ نُسْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حِينَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ آيُنُ نَحْبُكَ أَنْ أَصِلَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى تَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا نَقْصِفُنَا فَمَقْصِفُنَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَكَبَسْنَا عَلَى خَيْرِ بَرٍّ صَنَعْنَا هَالَهُ قَالَ فَتَابَ يَا بُنَيَّ رَجَائِي مِنَ أَمَلِ الدَّارِ دَوُومَةٍ فَاجْتَمَعُوا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ آيُنُ مَالِكُ ابْنُ الدُّخَيْنِ أَوْ ابْنُ الدُّخَيْنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مِنَّْا فَوَيْلٌ لِيُحِبَّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَلِكَ إِلَّا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ قَالَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَوَمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَوْلَا إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِحٍ هُوَ مِنْ سَالِحِي عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ وَبْنِ الرَّبِيعِ فَصَدَّقَكَ بِذَلِكَ

ترجمہ: حضرت محمود بن الربیع الانصاری خبر دیتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مالک جو جناب رسول اللہ صلی

کے ان صحابہ میں سے ہیں جو انصار میں سے ہر کی لڑائی میں حاضر ہوئے وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میری بیٹائی میں ضعف آگیا ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھانا ہوں جب بارشیں ہوتی ہیں۔ تو یہ دادی جو میرے اور ان کے درمیان حامل ہے اس میں سیلاب آجاتا ہے تو میں ان کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا کہ میں انہیں پڑھا سکوں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں وہاں میرے گھر میں آپ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے ملے نماز بنا لوں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا انشاء اللہ میں عنقریب ایسا کروں گا۔ حضرت متبان فرماتے ہیں کہ دن چڑھ چکا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صبح سویرے میرے پاس تشریف لائے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دے دی جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آیا کہ گھر کے کون سے حصہ میں تم میری نماز پڑھنا پسند کرتے ہو۔ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر نماز کے تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر صف بندی کر لی آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی سلام پھیرا حضرت عتبان بن فراتے ہیں کہ آپ کو گوشت اور آٹے کے بنے ہوئے ٹریڈ پر روک لیا جو آپ کے لئے ہم نے بنایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں اہل محلہ ہیں بہت سے لوگ کود پڑے جب اکٹھے ہو گئے تو ایک کہنے والا نے ان میں سے کہا کہ مالک بن النخیش یا ابن کدخشن کہاں ہے یعنی وہ تو نہیں آیا کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو کیا دیکھتے نہیں کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ خلوص سے کہہ چکا ہے جس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ وہ بولا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تم تو اس کی توجہ اور خیر خواہی سب کی سب منافقین کی طرف سمجھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ بلند و برتر ہر اس شخص کو جہنم پر حرام قرار دے چکا ہے جن نے خلوص سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے مصعب بن محمد انصاری سے محمود بن الرزیح کی روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

قتیبہ از شیخ مدنی: مساجد بیروت (گھر دل کی مسجد میں) چونکہ عام لوگوں کے لئے نہیں ہوتیں۔ کیونکہ شرعی مسجد عند الاضافہ وہ ہے جس میں اذن عام ہو۔ اور اسی میں ماضیہ وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں اور بعض حضرات اذن عام کی قید نہیں لگاتے۔ مصنف بھی یہی کہتے ہیں کہ مساجد بیروت مکرم

بھی مساجد کہے اگرچہ اس میں اذن عام نہ ہو۔ خریرہ تودہ ہے کہ پہلے پہل آئے کو گھی میں بھونتے ہیں۔ پھر اس میں پانی ڈالتے ہیں۔ اگر نمک ڈالا جائے تو اسے عصید کہتے ہیں۔ اگر مٹھائی اور دود وغیرہ ڈالا جائے تو اسے خریرہ کہتے ہیں۔ اگر گوشت اور آٹا ہو تو اسے خریرہ کہتے ہیں۔ بنید بذلت وجہ اللہ اشکال ہو تلہ ہے کہ ارادہ غیر مرتی ہے۔ آپ نے یہ کیسے ارشاد فرمادیا تو کہا جائے گا کہ علامات اور دلائل سے بھی کبھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ مسئلہ احناف گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر اس معنی کو مسجد شرعی نہیں کہتے۔ کیونکہ اس کے لئے قیود ہیں در نہ آپ نے جمیع ارض کو مسجد کہلے اس جگہ قیود کے ثبوت اور عدم ثبوت پر کوئی چیز دلائل نہیں کرتی۔ ہماری بحث مسجد نبوی میں نہیں مسجد اصطلاحی میں ہے

خشش از شیخ زکریا۔ ابو داؤد شریف کے اندر حضرت سمرہؓ کے خط میں ایک روایت ہے جس میں وارد ہے ان رسول اللہ صلوٰۃ کاں یا مونا بالمساجد ان تضغطا فی حودنا اس روایت کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی خاص جگہیں بنانے کا امر فرمایا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم کو اپنے محلہ میں مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت کی تائید کرتے ہوئے بیوت کے اندر کسی خاص جگہ کو نماز کے لئے خاص کرنے کا استحباب بیان فرماتے ہیں گویا کہ اول معنی کی تعین کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں۔ اصل البیوت فی مسجد فی داہہ جماعت اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے گھروں کے اندر نماز پڑھنے کے لئے مستقل جگہ بنا رکھی تھی۔ یہاں حضرت براہہؓ کے اثر میں مسجد کا لفظ مجازاً بول دیا گیا۔ اسی طرح جہاں بھی گھر کے اندر مسجد کا ذکر ہو کیونکہ مسجد شرعی کے اندر ضروری ہے کہ اذن عام ہو۔ اور گھر کی مسجد میں اذن عام نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے فاتحہ مصحف فرمایا ہے جس سے اقتضا المسجد فی البیوت ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست کی کہ گھر کے اندر نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنالیں۔

تنبیہ ! ہم نے بیان کیا ہے کہ ابو داؤد کی روایت میں حضرت سمرہؓ کے خط میں ایک بیطابیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ نے اپنے بیٹوں کو خط لکھا تھا جس کے اندر روایات لکھی گئی تھیں ان میں سے چھ امام ابو داؤد نے نقل کی ہیں تین جلد اذل میں اور تین جلد ثانی میں البتہ مسند بزار

میں تئو روایات اسی خط سے نقل کی گئی ہیں، این نخب الزیہاں روایت میں یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچے ہی فرمایا ابن نجیب اور حضرت ام سلیمہ کے واقعہ میں ہے کہ کھانا تبادل فرما کر استراحت فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود اصلی نماز پڑھنا تھا۔ اس لئے اس کو مقدم کر دیا اور کھانا تابع تھا اس کو مؤخر فرمایا۔ فتاویٰ البیت و چال اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ حب کوئی بزرگ آجائے۔ تو لوگ اس سے ملنے کے لئے اس کی زیارت کے لئے آجاتے ہیں ایسا یہاں بھی ہوا پھر حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا بوجھنا۔ ابن مالک بن الاخنس یا ابن الاخنس یہ کسی راوی کو شبہ ہو گیا مصنف نے یا کبراً ہے۔ مگر یہ دونوں غلط ہیں صحیح مالک بن الاخنس بالیم ہے۔

فانا نؤی وجہ اگر ان حضرات نے ان کے نہ آنے پر غصہ کی وجہ سے یہ بات کہی ہے تو اس میں کوئی بات نہیں غصہ میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ اگر غصہ نہ تھا بلکہ واقعہ میں ایسا سمجھ کر کہا تو انہوں نے معلوم نہیں ہو گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وجہ معلوم ہو گیا ہو گا۔ اس لئے آپ نے لا تقولوا الا ما سمعتم فرمایا۔ قال ابن شہاب سوال کی وجہ یہ ہے کہ روایت سے بظاہر اہمال عمل سمجھ میں آتا ہے اور دوسری روایات عمل چاہتی ہیں تو انہوں نے سوال کیا کہ آیا یہ صحیح محفوظ ہے، یا نسیان کا ظریبان ہو گیا۔

باب التَّيَمُّنُ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَخَيْرُهُ وَكَانَ بَنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِحِلْمٍ
الْيَمْنُ فَإِذَا حَجَّ يَدُؤُ بِحِلْمٍ الْيُسْرَى۔

ترجمہ :- مسجد میں داخل ہونے کے لئے دائیں جانب اختیار کرنی چاہئے اور اس طرح دیگر معاملات میں بھی حضرت ابن عمرؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دائیں پاؤں سے ابتدا کرتے اور جب باہر نکلتے تو دائیں پاؤں سے شروع کرتے۔

حدیث نمبر ۴۰۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخَزَمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُوبُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطْلَعَ فِي شَأْنِهِ حِلْمٌ فِي طَهْرِهِ وَتَحْلِيمِ تَوْبِهِ

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام حالات میں جس قدر طاقت رکھتے دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے وضو کرنے میں گلگھا کرتے اور جوتا پہنتے۔

تشیع از شیخ مدنی :- وغیرہ میں دو نزاحتمال ہیں کہ غیر کا عطف دخول پر ہو یا مسجد پر ہو۔ غیر الاحوال وغیر المسجد حضرت ابن عمرؓ کا اثر بھی کسی چیز کو متعین نہیں کرتا کہ مسجد میں تھا یا غیر مسجد

میں مگر دوسری روایات سے دخول مسجد کا ثبوت ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں مسجد کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر وغیرہ کہنے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اور مہمہ شریفہ میں تین کو ترجیح دیتے تھے ان میں سے دخول مسجد بھی ہے چنانچہ فی شانہ کلمہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

باب مَا يَنْبَغُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانًا مَسَاجِدَ

يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يَجْنُونَ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ رَفَايَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَلَسَ بَنُو مَرْثَدٍ يَكْفُرُونَ عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ الْقَبْرُ الْقَبْرُ وَكَلِمَاتُ مَرْثَدٍ يَا لِمَا دَخَلَ

ترجمہ :- کیا جاہلیہ کے مشرکوں کی قبروں کو اکھیر کر ان کی جگہ مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔ ابوہریرؓ نے کہا کہ نبی اکرمؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود پر لعنت فرمائی جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدوں کا بنادیا۔ اور یہ کہ قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر سے بچو قبر سے بچو لیکن انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ آیا حدیث نمبر ۴۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْوَقْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يَجْنُونَ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ رَفَايَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَلَسَ بَنُو مَرْثَدٍ يَكْفُرُونَ عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ الْقَبْرُ الْقَبْرُ وَكَلِمَاتُ مَرْثَدٍ يَا لِمَا دَخَلَ

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے اہل بیت المؤمنینؓ اس گرجے کا ذکر کرتی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی نیک آدمی ان میں فوت ہوتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں بھی تصویریں رکھتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے اہل بیت المؤمنینؓ اس گرجے کا ذکر کرتی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی نیک آدمی ان میں فوت ہوتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں بھی تصویریں رکھتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے اہل بیت المؤمنینؓ اس گرجے کا ذکر کرتی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی نیک آدمی ان میں فوت ہوتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں بھی تصویریں رکھتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

وقت ہے جب قبور باقی ہوں اگر قبور مٹ چکی ہوں تو پھر ممانعت نہیں ہے اور قبور مشرکین کا اکھڑانا ضرورت و بلا ضرورت ہر طرح صحیح ہے۔ مگر بغیر ضرورت قبور تو منین کا بنش جائز نہیں اور وہ ضرورت شدیدہ یہ ہے کہ دریا کا پانی قریب آگیا۔ یا کسی دوسرے کی زمین میں قبر بنائی گئی۔ اب وہ اکھڑانے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس وقت بنش قبور تو منین بھی جائز ہے۔ بغیر ضرورت شدیدہ سے بنش قبور تو منین جائز نہیں۔ اگر قبور کے درمیان کوئی چیز حاصل ہو یا ان کا استقبال نہ ہو تو پھر نماز مقبرہ وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے۔ ہل بینش کا جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے امام بخاریؒ اس لئے احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سواء کانت علیہا او الیہا او بینہما یعنی خواہ نماز قبور کے اوپر پڑھی جائے یا ان کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے یا دو قبروں کے درمیان پڑھی جائے۔ نماز صحیح ہوگی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ یہ عدم فساد پر دلیل ہے۔

تشریح اشیخ ذکر کیا۔ تشریح کی قاطبہ راجع ہے کہ یہاں ہر لفظ حل قد کے معنی میں ہے جیسے حل اقی علی اللسان الآتہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے اور اس میں تصریح ہے کہ قبور مشرکین کا بنش کیا گیا تھا تو پھر لفظ حل کو اپنے اصل معنی پر رکھنا غلط ہے اس لئے یہ قد کے معنی میں ہے اور میرے نزدیک اپنے اصل معنی پر ہے جیسا کہ میں آئندہ بیان کر دوں گا۔ لعن اللہ الیہود اس سے استدلال اس طرح ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ تو مشرکین کا کیا حال ہوگا۔ لہذا اگر وہاں مسجد بنانے کی ضرورت ہو۔ تو مشرکین کی قبور کا بنش کیا جائے گا۔ ما یکوہ من الصلوٰۃ فی القنود یہ ترجمہ کا جزو ہے اور باب کے تحت میں داخل ہے اور اس پر عطف کا نشان بھی لگا ہوا ہے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ کواہۃ صلوٰۃ فی المقابر کی کوئی روایت امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمائی تشریح اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثر انس بن مالکؓ پر اکتفا کیا گیا اور اس سے استدلال یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبور کے پاس نماز پڑھنے سے لوکا۔ اور اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ مکروہ تو ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔ اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو اعادہ کا حکم فرماتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس کے بعد ایک مستقل باب باب کواہۃ الصلوٰۃ فی المقابر منعقد فرما رہے ہیں۔ لہذا ترجمہ مکرر ہو گیا۔ اور یہ بات اصول میں معلوم ہو چکی ہے کہ اگر تراجم کی غرض ایک ہو تو وہ الفاظ بدل جائیں تو یہ تکرار ہوگا۔ اگر الفاظ ایک

ہوں لیکن اغراض الگ الگ ہوں تو یہ تنکار نہیں جوتا۔ لیکن یہاں دونوں باتوں کی غرض ایک ہی ہے
 تشریح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں کا باب بتاتا ہے اور آنے والا باب قصد ہے۔ مگر میرے
 نزدیک اس پر اشکال یہ ہے کہ قصد اور تبع کہنے کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی ہے۔ جبکہ کوئی
 اور صورت ممکن نہ ہو۔ یہاں اس کے علاوہ ایک صورت اور ہے۔ وہ یہ کہ میرے نزدیک لفظ اصل
 اپنے اصلی معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا قبور مشرکین جاہلیہ کا بنش کر دیا جائے اور ان کو
 مساجد بنا دیا جائے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور انبیاء کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی
 ہے تو قبور مشرکین کا کیا حال ہو گا۔ اور اس لئے کہ صلوٰۃ فی المقابر مکروہ ہے تو میرے نزدیک
 مَا يَكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ یہ ترجمہ کا جز نہیں بلکہ لام کے تحت میں داخل ہے۔ اور قول پر
 حلف ہے اور یہ بھی ایک علت ہے میرے قول کی بنا۔ پر جب یہ ترجمہ میں داخل ہی نہ رہا۔ تو
 روایت کی ضرورت نہ رہی اس لئے اثر سے ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی تکرار ہوا۔
 جس کے دفع کی بھی کو شیش کی جاتے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حل اپنے اصلی معنی میں کیونکر
 درست ہو سکتا ہے۔ حالانکہ مسجد نبوی کی تمبیک کے وقت بنش قبور مشرکین ہوا اس کا جواب یہ
 ہے کہ چند ابواب کے بعد باب الصلوٰۃ فی مواضع الخسف والعذاب منعہ فرمائیں گے
 اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے بابل کے اندر موضع عذاب ہونے کے سبب نماز پڑھنی کر دہ
 سمجھی تو حضرت علیؓ کی غرض کراہت موضع عذاب ہونے کی وجہ سے تھی اور جہاں مشرکین مدفون
 ہوں گے وہ خود موضع عذاب ہے لہذا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ اصل لے
 آئے اگر کوئی یہ کہے بنش قبور کے بعد وہاں کیا کچھ رہ گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بابل میں خسف
 کب واقع ہوا تھا۔ اب بھی وہاں کچھ باقی رہ گیا تھا۔ بالکل نہیں۔ لہذا جس طرح وہاں باد جوہر
 نہ ہونے کے موضع عذاب ہونے کی وجہ سے کراہت ہے تو یہاں بھی عذاب ہو چکا ہے یہ موضع
 عذاب ہے پچنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۴۱۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيِّ ثِقَالٍ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ
 فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى

بَنِي النَّجَّارِ فَمَا أَوْفُوا مُتَقَلِّدِينَ الشَّلُوحِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِهِ وَابْنُ بَكْرِ رَدَّ عَنْهُ وَمَلَأْتُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَتَى بِفَنَاءِ ابْنِ أَبِي قُحَيْفَةَ كَانَ يُحِبُّ أَنْ يَصِلَ بَنِي حَيْثُ أَدَّ كَتَمَهُ الْقُلُوبُ وَيَصِلَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاتَّكَأَ أَمْرًا بِنَاءِ الْمُسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ إِنَّمَا مَنَعُونِي بِمَا تَطْلُكُمُ هَذَا فَأَمَّا الْوَالِدُ لَا تَطْلُبُ تَمَنُّهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَلَسْتُ فَكَانَ فِيهِمْ مَا أَمُورُ لَكُمْ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِمْ خَرِبٌ وَفِيهِ تَخَلُّ فَأَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبُرُ الْمُشْرِكِينَ فَكُنْتُ نَعُوذُ بِالْخُرُوبِ قَسْوَيْتُ وَبِالْتَّخَلُّ فَنُقِطِعُ فَصَفُّوا تَخَلُّ قُبُلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِصَادَ تَبِيْعِ الْحِجَابَةِ وَجَعَلُوا أَيْقُلُونَ الصَّخَرِ وَهُوَ يَوْمُ تَجْزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرٌ إِلَّا خَيْرٌ فَخَفِصُوا إِلَّا نَصَارَ وَالْمُهَاجِرِينَ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حوالی مدینہ کے ایک قبیلہ میں رہائش پذیر ہوئے جسے بنو عمرو بن عرف کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں آپ نے جو ہیں یا میں پیام فرمایا۔ پھر بنو نجار کو پیغام بھیجا کہ تم لوگ اس لئے تشریف لائے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گویا کہ میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور ابو بکر صدیقؓ آپ کے ردیف ہیں۔ اور بنو نجار کی ایک جماعت آپ کے ارد گرد گھیر ڈالے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ آپؓ حضرت ابوالدب انصاری کے گھر کے صحن میں پڑاؤ کیا۔ اور جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تھا وہاں پر حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بکریوں کے باڑ میں بھی نماز پڑھتے تھے چنانچہ آپؓ نے مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنو النجار کی جماعت کو پیغام بھیج کر فرمایا کہ اے بنو نجار! آپؓ لوگ یہ اپنا باغ ہمیں قیمت پر دے دیں انہوں نے فرمایا ہنیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں نہیں بنا رہا ہوں مشرکین کی قبریں تھیں کچھ دیر ان ٹکڑا اٹھا اور کچھ حصہ میں کھجور تھیں پس حضور نبی اکرم کے حکم کے مطابق مشرکین کی قبروں کو اکھیر دیا گیا۔ دیران حصہ کو ہموار کیا گیا۔ اور کھجوروں کو کاٹ دیا گیا جن کی قبلہ مسجد کی طرف قطار بنا دی گئی۔ اور اس کے دونوں بازوؤں میں پتھر رکھ دیئے گئے۔ اور

پتھروں کی نقل و حمل کے وقت وہ لوگ رجز یہ اشعار پڑھتے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مل کر یہ کہتے تھے اے اللہ! آخرت کی مہلائی کے سوا کوئی مہلائی نہیں ہے اے اللہ! انصاف اور مہارم کی منفرت فرما۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ اربعہ عشرین لیثہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ ہے جس میں روایات مختلف ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائیں کتنے دن قیام فرمایا۔ اس روایت سے چوبیس راتیں معلوم ہوتی ہیں اور خود بخاری شریف کی ایک روایت میں چودہ دن کے قیام کا ذکر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ان میں سے ایک خلاف واقعہ ہوگی تو اس سے ہتہ چلا کہ بخاری شریف کی روایات کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری روایات واقعہ کے مطابق ہوں بنا بریں حنفیہ اس قاعدہ کے مطابق کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں رفع یدین کا ذکر آجھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ کے مطابق بھی ہو یعنی آپ کا آخری فعل جو۔ اب یہاں دونوں روایات مشکل ہیں اس لئے کہ سارے محدثین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قبائیں پہنچے اور پیر کے دن مکہ سے چلے گئے تو پیر کو چلے اور پیر کو قبائیں پہنچے اور مدینہ میں جمعہ کو تشریف لے گئے اور سب سے پہلا جمعہ بنو سالم میں پڑھا۔ ان دونوں دنوں پر اتفاق ہے کہ پیر کو قبائیں پہنچے اور جمعہ کو قبائیں سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اب روایات دو طرح کی ہیں، ایک چوبیس کی اور دوسرے چودہ کی۔ ان دونوں میں سے ایک بھی ان اقوال متفقہ کے پیش نظر صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر چودہ کو لیا جائے۔ تو پیر کو حضورؐ قبائیں تشریف لائے ہیں پیر سے پیر تک آٹھ اور تیس پیر تک پندرہ ہو جاتے ہیں لہذا چودہ حوالہ دن یک شنبہ کو پڑتا ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کو مدینہ گئے اور چوبیس والی روایت بھی نہیں بنتی اس لئے کہ پیر سے پیر تک آٹھ اور تیس پیر تک پندرہ اور چوتھے پیر تک بائیس دن جوتے ہیں۔ منگل تیس اور بدھ کو چوبیس دن جوتے ہیں پھر بھی جمعہ کو چوبیس دن نہیں جوتے۔ اب یہ دونوں صحیح نہ ہوتے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ چوبیس والی روایت صحیح ہے اس کی صورت یہ ہے کہ راوی نے یوم الدخول اور یوم الخروج کو شمار نہیں کیا۔ تو پیر تو یوم الدخول فی قبا تھا۔ اور جمعہ یوم الخروج منہ تھا۔ اب دونوں کو نکال کر چوبیس صحیح ہو جاتے ہیں اور قول متفق علیہ سے بھی تعارض نہیں ہوتا اس لئے کہ اب شمار منگل سے ہو گا۔ کیونکہ پیر تو منگل گیا۔ تو منگل سے منگل تک آٹھ

تیسرے مشکل تک پہنچ رہے تھے مشکل کو بانیس اور بدھ تیس اور جمعرات چوبیس ہو جاتے ہیں اور
 اور جمعہ یوم النحر دس ہے وہ بھی خارج ہے لہذا اب بالکل درست ہو گیا۔ اب اس سے میری ایک تائید
 ہو گئی۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں قیام تین جمعوں تک فرمایا۔ اور کوئی سا جمعہ دیہات ہونے سے نہیں
 پڑھا ورنہ اور کیا بات تھی۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک جمعہ فرض نہیں ہوا تھا اس لئے
 جمعہ نہیں پڑھا اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ پر جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہو چکی تھی۔ مگر دارالحرمین
 کی دھڑ سے مکہ میں اقامت جمعہ نہ فرما سکے اور قبا میں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکے
 احناف کا مسئلہ ابوداؤد کی روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کی اذان
 سنتے تھے تو اسعد بن زرارہؓ کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے، صاحبزادے نے پوچھا کہ یہ اسعد بن
 زرارہ کون ہیں جن کے لئے آپ ہر جمعہ کو دعا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ انہوں نے سب سے پہلے ہمیں
 جمعہ کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل پڑھائی۔ صاحبزادے نے کہا کہ آپ لوگ اس وقت کتنے آدمی تھے
 فرمایا چالیس آدمی تھے۔ شافعیہ اور حنابلہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لئے
 چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات روایت کے آخری حصہ کو تو لیتے
 ہیں۔ اس کے پہلے حصہ کو کیوں نہیں لیتے۔ دوسری دلیل حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر جمعہ مکہ میں فرض
 نہیں ہوا تھا تو اتنی جلدی بنو سالم میں کیسے اطلاع ہو گئی۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ ادا فرمائیں گے جس
 کا انتظام کیا گیا۔ حتیٰ اقصیٰ۔ بفناء ابی ایوب حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے دروازے کے سامنے
 اونٹنی جا کر بیٹھ گئی۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزل فرمایا تَمَنُّونِي بِمَا تُكَلِّمُوهُ هَذَا يَوْمَ تَقِيَمُونَ
 زمین تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس زمین کی قیمت تمناؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو بلا قیمت
 دیں گے۔ مگر سورا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور نہ فرمایا اور قیمت دے کر زمین لی۔ کیونکہ وہ قیہوں کا مال تھا
 یہاں روایت مختصر ہے۔ ابواب ہجرت میں پوری کہے گی۔

تقلیدت السیف یہ اس زمانہ کا شمار تھا کہ جب کسی کے استقبال کے لئے جاتے تھے تو تلوار وغیرہ
 ساتھ لے کر جاتے تھے۔ جیسے آجکل شیردانی وغیرہ پہننے کا رواج ہے۔

بَابُ التَّلَوُّنِ فِي مَرَاتِعِ النِّعَمِ
 ترجمہ :- بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۱۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي مَوَاضِعِ الْغَنَمِ ثُمَّ يَمْعُمُهَا بَعْدَ يَقُولُ كَانَ يُصَلِّي فِي مَوَاضِعِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ - (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم بکریاں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد انہیں نماز سے سناوہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے بناتے جانے سے پہلے۔ موابض غنم میں نماز پڑھتے تھے۔

تشبیہ از شیخ زکریاؒ اس باب سے بیان جواز کرنا ہے یا استحباب بتلانا ہے۔ اگر استحباب ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم بکری کو اس کی مسکنت کی وجہ سے پسند فرماتے تھے۔ اور آدمی جس کے پاس اٹھے بیٹھے اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور بکری سب جانوروں میں مسکین اور متواضع ہے اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں نیز آدمی جب اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے تو شدت اور سختی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور گائے بھینوں کے اثر سے آدمی کی زبان پر گالیاں کثرت سے آنے لگتی ہیں نیز چنڈوں اکثر جب بوجہ وغیرہ اٹھا یا جائے اور کچھ زبان سے بولا جائے تو اس کا اثر اور وزن کم محسوس ہوتا ہے جیسے چہرہ وغیرہ اٹھانے وقت کتنا شور مچایا جاتا ہے۔ بنا بریں حضور اکرمؐ صلعم اور صحابہ کرام اجزیہ اشعار پڑھتے تھے

باب الصَّلَاةُ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

ترجمہ :- اونٹ کی جگہوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ الْهَمْدِيُّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرَةٍ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ -

ترجمہ :- حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

تشبیہ از شیخ زکریاؒ بعض روایات سے معائن اہل میں نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے حالانکہ امام احمدؒ بولے اہل کو حلال سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ معائن اہل میں نماز جائز نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل موجود نہ ہوں تب بھی ممنوع ہے۔ اور اہل جنگل میں بیٹھا ہو۔ معائن میں نہ ہونے

بھی نماز ممنوع ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں اتہ یخلق من بول الشیطان کہ وہ شیطان کے پیشاب سے پیدا شدہ ہے۔ لیکن روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ممنوع نہیں کیونکہ آپؐ نے ایسے کیا ہے۔
تشریح ہے از شیخ زکریا۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک صلوٰۃ فی المراءض و المعاطن میں کوئی فرق نہیں دوں جبکہ نماز جائز ہے اور خبابہ کے نزدیک معاطن اہل کے اندر نماز باطل ہے۔ اب بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ روایت جو ذکر فرمائی ہے۔ وہ جواز دالی ذکر فرمائی ہے اور پھر اہل کا مستقل ترجمہ اس لئے باندھ دیا کہ خبابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور علامہ سندھیؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ مرايض غنم اور معاطن اہل میں فرق بیان کر رہے ہیں کہ معاطن اور شعی ہے مرايض اور شعی ہے۔ لہذا تفریق کرنے سے پھر امام بخاریؒ خبابہ کے ساتھ ہوں گے۔ خبابہ کا استدلال اورداد کے کی روایت سے ہے کہ مرايض غنم میں اجازت اور معاطن اہل میں ممانعت وارد ہوتی ہے۔ اور فرمایا فانما من الشیاطین جمہور فرماتے ہیں کہ اہل کے نفار کی وجہ سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

رأیت النبی صلی علیہ وسلم علامہ سندھیؒ کے قول کے مطابق امام بخاریؒ نے صلوٰۃ فی معاطن اہل اور صلوٰۃ الی اہل میں فرق فرمایا ہے کہ صلوٰۃ الی اہل صلوٰۃ فی معاطن اہل نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے لحوم اہل سے وضو کو ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے چنانچہ خبابہ کے ہاں اعطان اہل میں نماز نہیں ہوتی اور خود حضور اکرم صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے تووضوا من لحوم اہل اس سے خبابہ کو تقویت پہنچی۔ ائمہ ثلاثہؒ اس کی تاویل میں تین جواہات دیتے ہیں۔ اول یہ کہ منسوخ ہے۔ دوم یہ کہ وضو سے وضو لغوی مراد ہے۔ سوم یہ کہ استعجاب پر محمول ہے۔ اور خبابہ وضو سے وضو اصطلاحی مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک لحوم اہل ناقض وضو ہیں۔

باب مَنْ صَلَّى وَخِذَّ امَةً تَتَّقُوْهُ اَوْ نَاثًا اَوْ شَيْعًا وَمَعَا يُعْبِدُ فَاَنَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ التَّوْحِيْدُ اَحَبُّ بِيْ اَشْكُ بَيْنَ مَا لَدِيْكَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيْكَ النِّثَارُ وَاَنَا مُبْكِيٌّ۔

ترجمہ :- جو شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور ہو یا وہ چیز ہو جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اس سے اس کا ارادہ صرف ذات باری تعالیٰ ہو۔ تو نماز صحیح ہوگی۔ جناب امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میرے سامنے پیش کا گئی جبکہ میں نماز پڑھ

رہا تھا۔

حدیث نمبر ۴۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَبَّازٍ قَالَ أُنْخَفَتِ
الْفُسُكُ فَمَهَّلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ أُرِيتُ النَّارَ فَلَوْ أَنَّ مَنْظَرًا
مِثْلَ يَوْمِ مِرْقَطٍ أَقْطَعَ - (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا۔ تو جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مجھے جہنم دکھائی گئی آج کے دن جیسا بھی ایک منظر میں نے کبھی
نہیں دیکھا۔

تشبیہ از شیخ مدنی :- علماء احناف فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے تشبیہ یا کفر لازم آتا ہے
اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ عبادت الہی کا ارادہ کیوں نہ ہو تشبیہ کی وجہ سے
اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف میں اپنے آگے نار کو
دیکھا تو نماز پڑھتے رہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ نار دنیاوی نہیں بلکہ اخروی ہے ہم اس نار کے سامنے
ہونے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جو دنیا میں معبود بنائی جاتی ہے۔ ہاں البتہ چراغ اور لالٹین جی وغیرہ
کو سامنے لانے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی وہ نار جو کفار کے طریقہ پر معبود بنتی ہے اس کو سامنے
لانا ممنوع اور مکروہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ ہالا اختیار اسے
سامنے لایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو نار بلا اختیار لائی گئی تھی۔ لہذا اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔
تشبیہ از شیخ ذکریاؒ تنور۔ نار وغیرہ کی طرف نماز پڑھنا محمد بن سیرین اور بہت سے تابعین
خفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ مائتین کراہت پر رد فرما رہے ہیں کہ نماز میں مقصود
حق تعالیٰ کی ذات ہے اور جب کوئی اللہ واسطے نماز پڑھے۔ تو نار وغیرہ اس کے اندر کوئی خلل و جزو
پیدا نہیں کر سکتی۔ اور استدلال اس سے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کسوف پڑھ رہے تھے اور آپ نے
نماز کے دوران آگ دیکھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اس کو دنیا کی آگ پر قیاس نہیں کیا
جا سکتا۔ نیز وہ نار آپ کے اختیار سے آپ کے سامنے نہیں تھی، اور ممکن ہے کہ نار جہنم اپنی ہی مقام
پر ہو۔ اور آپ کو وہیں سے دکھایا گیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آگ ہو اور حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دیکھ لیا جس طرح مفسدین کو نماز کے اندر دیکھ لیتے تھے نیز! ہماری طرف سے یہ جواب بھی ہے

کہ امام بخاریؒ خود ما قبل میں وہ حدیث بیان کر آئے ہیں جس میں مکان میں تصاویر ہوں وہاں نماز مکروہ ہے
مزید برآں آگے باب الصلوٰۃ فی البیۃ منقطعہ فرما کر مجدد نصاریٰ میں نماز کی کراہت ثابت فرمائیں
گئے۔ رہ گیا امام بخاریؒ کا مسئلہ کہ حضورؐ صلوٰۃ کسوف میں جنت جہنم دکھائی گئیں تو اس کا جواب یہ ہے
کہ وہ آگ آپ کے سامنے نہیں تھی۔ بلکہ وہ اپنی جگہ سے نظر آرہی تھی نیز یہ تکوینی امر ہے اس پر اغتیابی
معمول کو قیاس نہ کرنا چاہیے۔

باب کثر اہیۃ الصلوٰۃ فی المقابر

ترجمہ :- قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے

حدیث نمبر ۴۱۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَّانِيُّ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَواتِكُمْ وَلَا تَتَخَذُوا هَاقِبُودًا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے
گھروں کے اندر بھی کچھ نماز کا حصہ کر لیا کرو گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: روایت میں تو اجعلوا فی بیوتکم الخ ہے اس سے کراہت کیسے
ثابت ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ فرما رہے ہیں کہ گھروں کو قبر مرت بناؤ، اور قبور میں نماز نہیں پڑھی جاتی
معلوم ہوا کہ مقابر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

تشریح از شیخ ذکر گیا: صلوٰۃ فی المقابر خالبہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور غیر خالبہ کے ہاں مکروہ
تنبہ یہی ہے ولا تتخذوا هاقبُودًا اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں اول یہ کہ تشبیہ عدم صلوٰۃ
میں ہے۔ یعنی جیسے مقابر میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو تم اپنے گھروں کو ایسا مت بناؤ کہ اس کے اندر بالکل
ہی نماز نہ پڑھو اور مقصد امام بخاریؒ کا یہی ہے اور اسی سے ترجمہ ثابت ہے اس صورت میں لا تتخذوا

قبوراً جملہ اولیٰ اجعلوا فی بیوتکم الخ کی تائید ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں اپنے
مرے دفن نہ کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ مقابر میں گھر نہ بناؤ کیونکہ قبور سے عبرت حاصل کی جاتی ہے تاکہ
قبریں گھروں میں بنائی جانے لگیں تو مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ الحاصل اصلوفاً بیوتکم مت
صلواتکم سے مراد نوافل ہیں کہ نوافل گھر کے اندر پڑھنے چاہئیں اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس
سے فرائض مراد ہوں کہ جب مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہ ملے تو گھر کے اندر جماعت کر لیا کرو۔ اور

تخصوا قبولہ کا مطلب بطور لطیفہ کے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی تمہارے گمراہی کی کچھ خاطر تواضع کر لیا کرو۔ ایسے نہ ہو جیسے قبرستان چلا جائے تو ڈھلوان کوئی پان کھلانے والا بھی نہ ملے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔

باب الْقَلْوَةُ فِي مَوَاضِعِ الْخُشْفِ وَالْعَذَابِ وَيُذَكِّرُ أَنَّ عَذَابَ اللَّهِ عَظِيمٌ

کِرَاةُ الْقَلْوَةِ بِخُشْفِ بَابِلَ -

ترجمہ: خشف اور عذاب کی جگہ پر نماز پڑھنا کیلئے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی خشف کی جگہ نماز کو مکروہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۱۵ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصَمَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَذْخُلُوا عَلَى هَذِهِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ لَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ وَلَا يُعْرِيْبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان عذاب دہنے گئے لوگوں پر داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے۔ اور ان پر داخل نہ ہو کہیں تم پر وہ مصیبت نہ پڑ جائے جو ان پر پڑ چکی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: خشف کے معنی دھنسنے کے ہیں۔ اس سے مطلق عذاب مراد ہے۔ بابل میں ایک ایسا بازار بنایا گیا تھا جس کا تعلق زمین سے کچھ نہیں تھا۔ بلکہ جو اور فضا میں جا کر بیچ وشر کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے۔ انہوں نے ان لوگوں کو اس تعلق سے روکا مگر وہ نہ رُکے۔ اس لئے وہ چھت ان پر گر پڑی اب یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت میں تو ہے کہ لَا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ اس سے کراہت کیسے ثابت ہوئی تو کہا جائے گا کہ جب وہ رونے کی جگہ ہے۔ تو اس میں التفتات اور توجہ الی اللہ نہیں ہوگی۔ اس لئے نماز مکروہ ہے۔ یا یہ کہ روتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بجا بھی خوف عذاب بعد میں میں سے ہے۔ تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر بجا ہو اللہ ہو۔ تو پھر مکروہ نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ایسے مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ کا استدلال

لَا تَدْخُلُوا سَعَةً، کیونکہ اگر نماز میں مشغول ہوگا۔ تو بجا کہاں سے حاصل ہوگا۔ بجا میں مشغول ہوگا یا نماز میں اگر اشکال ہو کہ نماز باعث رحمت ہے موضع خشف میں نماز پڑھنی چاہیے تھا تا کہ عذاب کا اثر کم ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز اگرچہ رحمت ہے، لیکن دعا بھی ہے۔ اور موضع خشف میں اگر زیادہ

اخلاص نہ ہو۔ نور و دعا کا اندیشہ ہے۔ یہ یاد رہے کہ امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی مواضع الخسف کے قائل ہیں۔

باب الصلوٰۃ فی الْبَيْحَةِ ، وَ قَالَ صُمْرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدَّخُلُ كُنَّا نَسْكُو مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الْكُفَى فِيهَا الصُّورُ وَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبَيْعَةِ لَا يَبُيعُهُ فِيهَا تَمَاثِيلٌ۔

ترجمہ :- اگر جاگرمیں نماز پڑھنا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تمہارے گرجوں میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان مورتیوں کی وجہ سے جن میں تصویریں ہوتی ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اگر جاگرمیں نماز پڑھتے تھے گمان گرجوں میں نماز نہیں پڑھتے جن میں مورتیاں ہوتی تھیں۔

حدیث نمبر ۴۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَاةٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِكَرْبِ الْبَيْحَةِ يَقُولُ لَهَا مَا رَأَيْتُ فَذَكَرْتُ لَكَ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّورِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ قَوْمُ إِفَامَاتٍ فِيهِمْ أَعْبَدُ الصَّالِحِ أَوْ التَّجِلُّ الصَّالِحِ بَنُو أَعْلَى قَلْبِهِمْ مَسْجِدًا وَ صَوْرًا فِيهِ تِلْكَ الصُّورُ أَوَلَيْسَ شِعْرًا أَوْ الْخُلُقِ عِنْدَ اللَّهِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس گرجا گھر ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا جسے ماریہ کہا جاتا تھا۔ تو حضرت ام سلمہؓ ان تصویروں کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے اس گرجا گھر میں دیکھی تھیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے جب ان میں کوئی نیک بندہ مرجاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور یہ تصویریں بھی اس میں بنالیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوقات میں سے ہیں۔

خشوع از شیخ مدنی بیچہ نصاریٰ کے معبد کو کہتے ہیں اور کنیسہ بھی کہا جاتا تھا۔ اور یہودیوں کے معبد کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اور راہبوں کے رہنے کی جگہ کو صومعہ کہا جاتا تھا۔ التماثیل اور التقیٰ فیہا الصود و دونو ایکس چیز ہیں تو تعریف الشیخ بنفہ لازم آئے گی تو کہا جائے گا کہ التقیٰ فیہا الصود مستقل جملہ ہے اور تماثیل سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ اس روایت سے امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی البیعة ثابت فرما رہے ہیں۔ مگر اکثر ائمہ ایسی جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس سے تشبہ بالکفر لازم آتا ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ الصور عطف بیان ہو اور بعض لوگ تماثیل اور صور میں عموم و خصوص مطلق مانتے ہیں کہ تماثیل صور سے عام ہے اور الصور ذوی الارواح کے لئے خاص ہے تو اب مقصد یہ ہو گا کہ وہ تماثیل جن میں صور ہیں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جن میں صور نہیں ان میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے جمہور یہی فرماتے ہیں کہ چونکہ اس سے فرک اور شبہ بالکفر لازم آتا ہے۔ امام بخاری، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول اور فصل سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بیچہ میں نماز ممنوع نہیں۔ یہاں تک کہ کراہت کا قول بھی نہیں کرتے، جمہور جواز مع الکراہت کے قائل ہیں۔

فتشیح از شیخ زکریا۔ بیچہ معابد نصاریٰ کو کہتے ہیں صلوة فی البیہ حنا بلہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہے خواہ اس کے اندر تصاویر ہی کیوں نہ ہوں اور مالکیہ کے نزدیک تفریق ہے۔ اگر تصاویر ہیں تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔ اور احناف دشوائف کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے قال عمرؓ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان مالکیہ کی طرف ہے۔ قال عمرؓ ان کا استدلال ہے مگر اس سے ان کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے دخول کے متعلق فرمایا ہے۔ نماز کا تو اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب

حدیث نمبر ۴۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ اَوْ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِسُورِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُفُوحٌ خَبِيصَةٌ لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اَغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ كَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحْذَرُ مَا صَنَعُوا ۱۔ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو وہ چادر منقش جو آپ کے چہرہ انور پر تھی اس کو پھینکنے لگے جاتے جب اس سے گھٹن محسوس ہوئی تو اپنے چہرہ انور سے اس کو کھول دیتے پس آپ اسی حالت میں تھے کہ فرماتے لگے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت بھیجے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی اس کارگزاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈراتے تھے اور بچانا چاہتے تھے۔

فتشیح از شیخ مدنی یہ باب بلا ترجمہ ہے جو کہ اب سابق کا فصل ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ پہلے باب سے معبد نصاریٰ میں نماز پڑھنے کی کراہت معلوم ہوتی تھی اس باب سے بھی کراہت معلوم ہوتی ہے

مگر پہلے باب میں کما ہمت کی وجہ سے دور کا ہونا تھا۔ اور یہاں قبور کی وجہ سے کراہت ہے۔ اگر قبور انبیاء علیہم السلام کو مسجد بنایا جائے تو یہ شرک ہے۔ اگر مسجد علیہا ہوں تو بھی قبور کی توہین ہے۔ اس لئے وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہو گا۔ اب اس سے قبور کے قریب نماز پڑھنا جائز ہو گا جیسا کہ روضۃ اقدس کے چاروں طرف مسجد نبوی بنائی گئی ہے۔ یہ عمل مسجد نہیں۔ روایت میں منافقت اسی منع کے اعتبار سے ہے کہ انہیں محل مسجد نہ بنایا جائے۔ اور کلاس میں قبور پر کھڑے ہو کر آج بھی مسجد کے کرنے ہیں قبور کا مسجد بنایا ہونا یہ تو شرک ہے۔ اس کو یہاں بتلانا نہیں ہے، دوسرے آپ کے روضۃ اقدس کے ارد گرد محض دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ حجرہ کی دیوار کے ساتھ تماس نہ ہو۔ یہ دیواریں پتھر کی ہیں۔ ان کے اندر کوئی دروازہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حجرہ نبوی کو آج کوئی بھی دیکھنے والا نہیں پایا جاتا۔ اس محض دیوار کے باہر لوہے اور پتیل کی جالی لگی ہوئی ہے۔ اس میں چار دروازے ہیں جانب مشرق کا دروازہ ہر روز کھلتا ہے۔ اور جانب شمال کا دروازہ صرف رمضان المبارک میں کھلا کرتا تھا۔ اور جانب مغرب میں جو دروازہ ہے وہ تب کھلتا تھا جب کہ اہل اسلام پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ تو روضہ من رماض الجنۃ کے اندر مصحف عثمانی رکھا رہتا تھا۔ وہاں لوگ جا کر دعا مانگتے تھے۔ جانب جنوب یعنی قبلہ کی جانب کا دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا غرضیکہ حجرہ کی دیوار کو کسی نے نہیں دیکھا البتہ سلسلہ میں جبکہ مسجد نبوی محل گئی تو حجرہ مبارکہ بھی جل گیا تھا اس کی بنائے وقت لوگوں نے دیکھا۔ خلاصۃ الوفایں کبوتر کا واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس مرے ہوئے کبوتر کو نکلنے والے نے حجرہ کی دیوار کو دیکھا۔ مگر وہ انتقال کے وقت تک کسی سے ہم کلام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق اس نے کچھ بتلایا۔ سلطان محمود زنگی والے دمشق نے جو سیہ کی دیوار بنوائی تھی۔ وہ بھی حاجز عبد العزیز کے باہر ہے۔ الغرض یہاں جو شبہ ہوتا تھا کہ جوار قبور صالحین و جوار قبر البقیۃ میں نماز ممنوع نہیں کیونکہ روضۃ اطہر کے باہر تو کئی دیواریں ہیں حجرہ مبارکہ کو کچھ تک کسی نے دیکھا نہیں ہے تو اس کا مسجد بنانا کیسے لازم آئے گا۔ باقی جوار میں نماز ممنوع نہیں ہے

خشوع از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ اس کا فی الجملہ تعلق ما قبل سے فصل کی طرح ہے۔
والجامع النجی عن اقتضاء القیود مساجد کہ قبور کو مساجد بنانے سے روکنا ہے امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں کے قول کی طرف اشارہ فرمادیا جو مطلقاً کما ہتھ صلوٰۃ فی البقیۃ کے قائل ہیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ باب سابق سے صلوٰۃ فی معبد الفزاری ثابت فرمایا تھا۔ اور اس سے صلوٰۃ فی معابد الیہود

ثابت فرماتے ہیں اور یہی میری رائے ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْوَحْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلِ اللَّهَ أَيْمُونَهُ وَاتَّخِذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔
ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو مارے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنا دیا۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَهَيْئًا۔
ترجمہ:- جناب نبی اکرمؐ کا ارشاد کہ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد گاہ اور طہور بنائی گئی۔

حدیث نمبر ۴۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَابِلٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ مَسْجِدًا يُعْطَمُونَ أَحَدَهُمْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصْرَتُ بَالِغُ عِيبِ مَسِينَةٍ شَرِيفٍ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيْمَانًا جَلِيلَةً أَوْفَى كِتَابِ الْفَلَاةِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْفَنَاءُ وَكَانَ الشَّيْءُ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبَعْثُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی جو میرے لئے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد کی گئی اور تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور بنائی گئی۔ اور میری امت کے جس آدمی کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لے اور غنیمتیں میرے لئے حلال کی گئی۔ اور پہلے نبی خاص ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی

تشیخ از شیخ مدنی یہاں پانچ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں اور بھی بہت خصوصیات ہیں جن کو امام سیوطیؒ نے اپنے دور سالوں میں جمع کیا ہے۔ اور خصوصیات نبوی ایک ہزار سے بھی زائد بتلائی ہیں تو یہاں مختصر کر کے نہ ہو گا۔ اور نہ ہی ذکر مدد اس بات کا مقتضی ہے کہ مازاد کی نفی کرے۔ جعلت لی الارض مسجداً سب روئے زمین آپ کے لئے مسجد بنا دیا گیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے بعض مقامات کا استثنا کیا گیا ہے، جیسے بنو قارمۃ العلویق وغیرہ واعطیت الشفاعۃ اگر شبہ ہو کہ شفاعت آپ کی خصوصیت نہیں بلکہ انبیاء سابقین بھی شفاعت کریں گے۔ بلکہ اطفال بھی اپنے ماں باپ کے لئے بھی شفاعت کریں گے۔ تو اس کا جواب

تشیخ و ذکر کیا۔ ترجمہ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اوپر سجدہ کرنا ہر صلوٰۃ ان مقامات کے متعلق ذکر کی گئی وہ خلاف اولیٰ پر محمول ہے

ترجمہ :- عورت کا مسجد کے اندر سونا

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی رنگ دالی چھو کر تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ ان کے پاس رہنے لگی۔ وہ بیان کرتی ہے کہ ان کی ایک چھوٹی لڑکی گھر سے اس حال بچلی ان کی کہ چٹے کے تسوں کا ایک سرخ ہار اس کے اوپر تھا اس نے اسے رکھ دیا یا وہ ہار گھر پڑا بہر حال ایک چھوٹی سی گدھ (چیل) اس کے پاس سے گزری جبکہ وہ ہار پڑا ہوا تھا کہ

گدھ نے اسے گوشت سمجھ کر اچک لیا۔ وہ کہتی ہے کہ ان لوگوں نے خوب تلاش کیا مگر ہارنے نہ ملتا تھا اور نہ وہ ملا۔ تو انہوں نے مجھ پر اس کی تہمت لگائی چنانچہ انہوں نے میری تلاش یعنی شروع کی یہاں تک کہ میرے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی وہ کہتی ہے کہ اللہ کی شان میں ان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چھوٹی سی گدھ (جیل) اس ہار کو لے کر گزری پھر اسے پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ ہار ان کے درمیان آکر گرنا تو وہ کہتی ہے کہ میں نے کہا یہ وہ ہار ہے جس کے ساتھ تم نے مجھے منہم کیا اور خدا جانے کیا کیا کہا حالانکہ میں اس سے بری تھی۔ اور وہ تھلے سے منہم یہ ہے۔ پس وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ یا ایک چھوٹا سا گھر تھا وہ میرے پاس آکر بائیں کرتی تھیں اور جب بھی میرے پاس اس کی مجلس ہوتی۔ تو وہ شہر بڑھا کرتی تھی۔

ہار والادن ہمارے رب کی عجاibat میں سے ہے

بہر حال اس نے کفر کے شہر سے مجھے نجات دلائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی تو میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہ شعر ضرور پڑھتی ہے۔ پھر وہ مجھے اپنا وہ واقعہ سناتی اور بیان کرتی تھی۔

تشییع از شیخ مدنی روایت باب سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جس طرح عند الضرورت مردوں کے لئے نوم فی المسجد جائز ہے۔ ایسے عند الضرورت عورتوں کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ سیور جمع سیور کی یعنی چڑے کی لمبی پٹا حدیثۃً بمعنی چیل زعمتم ای ذعتم الخ مسختہ ثواب اس لڑکی کو اپنے متعلقین کے قبیلہ سے نفرت ہو گئی۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مسلمان ہو گئی چونکہ اگے اس کے لئے کوئی مکان نہیں تھا۔ اس لئے اس کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگایا گیا۔ یوم النبیؐ وہی چیل والا واقعہ ہے کہ اگر وہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ میں دارالاسلام میں آسکتی اور نہ اسلام سے مشرف ہوتی اس لئے اس رب العزت کے اعاجیب میں شمار کرتی ہوں۔

تشییع از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں۔ ایک نوم المرأة فی المسجد کا اور دوسرا نوم الرجال فی المسجد کا۔ لہذا ہر امام بخاریؒ کی غرض دونوں بابوں سے جواز بیان کرنا ہے جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے مگر نوم المرأة کو نوم الرجال پر مقدم کر دیا۔ انتہام کی بنا پر۔ کیونکہ عورت محل فتنہ ہے ممکن ہے عدم جواز کا وہم ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اسے مقدم کر کے جواز کو واضح فرما دیا۔ اور اسی محل فتنہ میں

ہونے کی وجہ سے مالکیہ کا مذہب ہے کہ عورت کو مطلقاً مسجد میں سونا جائز نہیں وان كانت معجزة اگرچہ برصیا کیوں نہ ہو۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے اور نوم الرجال کے اندر امام مالک کے یہاں تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سونے کی جگہ نائم کے لئے نہ ہو۔ تو مسجد میں سو سکتا ہے۔ اگر جگہ ہو تو سونا جائز نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ٹھکانا نہ ہو تو باہر سوئے۔ فاعتقواھا الزیہ اس زمانے کا دستور تھا کہ اگر کسی کے غلام ہوتے اور وہ آزاد کر دیتا تو ان کے اخلاق کی بنا پر اس کے دلی نعمت ہونے کے سبب اس کے پاس رہتے تھے۔ اور کہیں نہیں جاتے تھے۔ ان صحابی نے بھی ایسا کیا۔ مگر بعض تو ایسے تھے کہ غلامی کو پسند کرتے تھے۔ اگر مالک اجازت دیدے اور گھر والے لینے کے لئے آئیں جب بھی جلنے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت زید بن حارثہؓ کو ان کے گھر والے لینے کے لئے اور بہتری کوشش کی مار دلائی مگر حضرت زیدؓ نہ گئے اور حضورؐ کی غلامی کو پسند کیا۔ فَاْتَمَّوْا بِہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر گھر کی کوئی چیز کھو جائے۔ اور کوئی بھنگن یا نوکرانی وہاں ہو۔ تو اسی کو متہم کیا کرتے ہیں اسی کے موافق ان کو بھی متہم کیا گیا۔ نکات لھا جلد فی المسجد یہ عمل ترجمہ ہے۔ اور مقصود بالذات ہے کہ وہ مسجد کے اندر خیمہ ڈال کر رہا کرتی تھی اور جگہ میں اوشک بادی کھینچے حضرت کے معنی جھوٹے ہیں فلا تجلس مجلساً یعنی وہ جب بھی آئیں اور بیٹھتیں تو ایک شعر پڑھا کرتی تھیں، یوم الوشلح اس لئے کہ اس واقعہ کی وجہ سے اس نے قبیلہ کو چھوڑا

باب نَوْمِ النَّبِيِّ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ أَبُو قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُمَّلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ۔

ترجمہ:- مردوں کا مسجد میں سونا حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ قبیلہ عکمل کے کچھ لوگ جناب بنی اکرم صلعم کے پاس آئے اور وہ صفہ اور چہوز تھے حضرت عبدالرحمن ابی بکرؓ نے فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔

حدیث نمبر ۴۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُصَوَانَةَ كَانَ يَتِيمًا وَهُوَ شَابٌ أَعَزَّ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خبر دی ہے کہ وہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے جو مسجد نبوی

میں سویا کرتے تھے۔

خشیشیہ از شیخ مدنیؒ۔ اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ معتکف کے لئے مسجد کے اندر سونا جائز ہے۔ بلکہ اس کے لئے نوم خارج مسجد جائز ہی نہیں حالانکہ تلوث مسجد کا اندیشہ ہوتا ہے ریح نیکنے کا اندیشہ ہے۔ البتہ غیر معتکف کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض حضرات نے مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر نوم فی المسجد کو ناجائز کہا اور بعض حضرات نے کہا کہ بغیر میسیت اور مفیل کے بنانے کے صاحب مکان بنانے کے مسجد میں نوم کو سکتا ہے۔ عامہ فقہاء اور شوافع کا یہی مسلک ہے اور بعض نے اجازت عام دے دی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اصحاب صفرہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ستر کے قریب تھے اور حضرت علیؓ صاحب مکان تھے تو معلوم ہوا مطلقاً اجازت ہے مسیت نہ بنائے۔

حدیث نمبر ۴۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَمِئِيلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ خَاطِمَةَ فَلَوْ يَجِدُ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ آيَنَ ابْنُ عَبْدِكَ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَمَا ضَبَنْتُ فُجُوحَ لَوْ يَقُولُ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَارِنِ انْظُرَا إِنِّي هُوَ فُجَاءُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِذَائِي عَنْ شَيْءٍ وَأَصَابَهُ شَرَابٌ فَعَمَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسُحُهُ عَنْهُ وَيَقْنُ قُفُوًا ثَابِتًا قُفُوًا ثَابِتًا

ترجمہ:- حضرت اہل بن سعد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؑ کو گھر میں نہ پایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی کہاں ہے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی جس کی بنا پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے فرمایا کہ اس کو دیکھو کہ کہاں ہیں اس نے وہاں آ کر بتلایا کہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ایک کنارہ ان کی چادر کا ان کے پہلو سے گرا ہوا ہے جس کو مٹی لگی ہوئی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مٹی کو پونچھنے لگے اور فرماتے تھے او مٹی دالے اٹھو او مٹی دالے اٹھو۔

خشیشیہ از شیخ مدنیؒ حضرت علیؓ صاحب مکان تھے اور شادی شدہ تھے۔ مگر مسجد نبوی میں سو گئے جس سے نوم الرجال فی المسجد ثابت ہوا۔

تشیح از شیخ زکریا۔ قدم رط من عکال الخ یہ درہی عکال دلے میں جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اسلام ظاہر کیا اور کہا کہ ہم کو مدینہ کی ہوا موافق نہیں آتی۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کے اونٹوں میں چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں جا کر غداری کی لٹکانٹ کو قتل کر دیا۔ اونٹ لے کر بھاگ گئے الی آخرہ نکاحانی الصفۃ الخ یہ صفہ مسجد کا حصہ تھا اس کے اندر قیام کیا تو یہ قیامی المسجد ہو گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہانوں کے لئے کوئی مستقبل جگہ نہیں تھی۔ کوئی وفد وغیرہ آتا تو یہیں ٹھہراتے تھے۔ صحابہ الصفۃ الفقراء یہ حضرات غریب ہوتے تھے۔ ان کے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا۔ دین کے واسطے آتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ انہی آثار کی بناء پر امام مالک فرماتے ہیں کہ جس کے گھر کا انتظام نہ ہو وہ مسجد میں سو سکتا ہے

فقال ابن عمر ہذا جاز فان علیہم لیس ہا بن عوف طمۃ النہو اور نہ بل
ہو ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کات بینی و بینہ یثنیٰ یعنی کوئی بات ہو رہی تھی تو وہ مجھ پر ناراض ہو گئے۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی میاں بیوی میں کسی بات پر ناراضگی ہو جاتی ہے، فلو یقلد و یکبس
القاف من القیلولة ہونی المسجد راقد موضع المتجہ۔ قویا ابانراب اسی دن سے ان کی
کنیت ابونراب ہو گئی۔ مائیت سبعین من اصحاب الصفہ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تک پہنچی ہے۔ اور
اس سے زائد دو سو بلکہ چار سو تک پہنچی ہے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ لوگ علم سیکھنے
کے لئے آتے تھے اور صفہ میں قیام فرماتے تھے۔ اس لئے کبھی زیادہ ہو جاتے کبھی کم ہو جاتے۔ اور یہی صفہ
اصل اہل مدارس کی ہیں اور اصل خانقاہیں ہیں اصل مدارس تو اس لئے کہ یہ لوگ علم حاصل کرتے تھے اور اصل
خانقاہیں اس لئے کہ فیض روحانی اہل مقصد تھا۔ اور یہاں یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ بعض علمائے مدارس کو بیت
حسن میں شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ مدارس کی خاص ہیئت۔ مدرسین کا ہونا ملازمین کا ہونا اوقات کی پابندی۔
یہ سب کچھ وہاں نہ تھا۔ تو گویا ہیئت خاصہ حادث ہے اور اصل تعلیم اور متعلین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے
سے ہیں اسی طرح خانقاہیں کا ہے کہ یہ ہیئت خاصہ نہ تھی۔

حدیث نمبر ۴۲۳ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ
سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصَّفَةِ مَا مِنْهُمْ وَلَا جُلٌّ عَلَيْهِمْ وَلَا آؤُا رِمَارًا وَلَا وَاقًا وَلَا كَسَاؤُا
تَذَرُ يَطْوُونَ أَعْنَاقَهُمْ فَمِنْهُمْ مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاتِيَيْنِ وَمِنْهُمْ مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْعَلُهُ بَيْدًا

كَانَ أَهْبَةً أَنْ تُبْرَى عَوْدَةً (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ٹیکہ نے شراب صاف صاف کو دیکھا جن میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر ادھر کی چادر ہو یا تو تہ بند ہوتا تھا یا گرم چادر ہوتی تھی جس کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے گردنوں میں باندھ رکھا تھا۔ پس بعض کو وہ پٹلیوں کے نصف تک پہنچنے اور بعض کو ٹخنوں تک پہنچنے تھے۔ تو وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتا تھا کہ کہیں اس کا ٹنگ نہ دکھائی دے۔ جس کو وہ پسند کرتے تھے۔ (تشریح گزر چکی ہے)

باب الصَّلَاةُ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ يَدَّأُ بِالسُّجْدِ فَصَلَّى فِيهِ۔

ترجمہ: جب سفر سے آئے تو نماز پڑھے چنانچہ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ابتداً سجدہ سے کہتے کہ اس میں نماز شکر ادا فرماتے تھے۔

تشریح: از شیخ زکریاؒ یہ نئیجۃ الفکر ومن السفر کہلاتا ہے۔ یہ ائمہ کے یہاں ہے کہ جب سفر سے آئے تو اول مسجد میں جا کر دو رکعت نماز نئیجۃ السفر پڑھے۔ تاکہ ابتداً مقام متبرک سے تلبیس ہو اور برکت حاصل ہو۔ اور اس لئے بھی کہ لوگ مساجد میں جمع ہوتے ہیں، تو ان سے ملاقات بھی ہو جائے۔ حدیث نمبر ۴۲۴ حَدَّثَنَا خُذَّذِلَةُ بْنُ يَحْيَى الْخِزَاعِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَكُنْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي السُّجْدِ قَالَ مَسْعُورٌ أَرَأَيْتَ قَالَ مُعَى فَقَالَ صَلِّ دَعَتَيْنِ وَكَانَ رَجُلًا عَلَيْهِ وَنَيْنٌ فَقَضَى فِي مَكِّيٍّ أَدْلَفُ (الحديث)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ مسجد میں تھے۔ معرادی کہتے ہیں کہ میں سمجھا ہوں کہ یہ ضعیفی کا وقت تھا۔ فرمایا دو رکعتیں پڑھ لو اور میرا آپ پر قرضہ تھا جو آپ نے ادا کر دیا۔ بلکہ زیادہ بھی دیا۔

تشریح: از شیخ زکریاؒ یہ درسی ادنیٰ والا واقعہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ادنیٰ فروخت کیا تھا جب مدینہ میں آئے تو حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں قیام فرماتے تھے۔ یہ اپنا قرضہ لینے آئے تھے۔ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نئیجۃ السفر کا حکم فرمایا۔ پھر ان کا قرضہ ادا فرمایا اور خوب فرمایا غرضیکہ ادب و سفر

میں سے یوں ہے کہ جب سفر سے واپس آئے تو پہلے جا کر مسجد میں تہیۃ المسجد پڑھے کچھ دیر وہاں بیٹھے تاکہ اجاب وغیرہ کوٹنے میں تکلیف نہ ہو۔ صرف نماز پڑھنا تو ہر ایک کے لئے مندوب ہے اور نماز کے بعد بیٹھنا صرف ان کے لئے ہے جن کے اجاب اور تلاذہ زیادہ ہوں۔ اس باب کی حدیث میں قدم و من السفر کا ذکر نہیں لیکن امام بخاری کے اصول میں سے استدلال بالعموم بھی ہے۔ اور یہی حدیث آگے آئے گی جس میں سفر کا ذکر بھی ہے۔

باب إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَبْسُطْ رِجْلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ۔

ترجمہ:- جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔

حدیث نمبر ۴۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّعْدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَبْسُطْ رِجْلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ (المحدث)

ترجمہ:- حضرت ابو قتادہ سلمیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب تہیۃ المسجد کے بیان میں ہے، یہاں امام بخاری نے الفاظ حدیث کو ترجمہ بنایا ہے اس لئے کہ تہیۃ المسجد میں پانچ بحثیں ہیں تو الفاظ حدیث کو ترجمہ گردان کر اشارہ فرمادیا البعث الاول اذا دخل میں دو مسئلے ہیں اول یہ کہ اذا دخل اپنے عموم کی وجہ سے، شافعیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ کو بھی شامل ہے۔ لہذا جب بھی داخل ہوگا۔ اس کی طرف تہیۃ المسجد کا امر متوجہ ہوگا۔ اگرچہ دفت مکروہہ۔ اورائم ثلاثہ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت کی بنا پر اوقات مکروہہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں یہ حکم اگلے علاوہ کے لئے ہے۔ خالبہ اس عموم کو اوقات مکروہہ سے مقید کرتے ہیں تو مالکیہ حنفیہ کے ساتھ ہیں مگر جب خطیب خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس دفت یہ حضرات دخل کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں اور شافعیہ کے ساتھ ہو جاتے ہیں تو دو مسئلے ہوئے۔ ایک اوقات مکروہہ میں اس عموم دخول سے مستثنیٰ کرنے میں خالبہ حنفیہ اور مالکیہ کے ساتھ ہیں تو گویا تین ایک طرف ہیں اور امام شافعی عام رکھتے ہیں۔ اور دخول عند الخطبہ میں خالبہ شافعیہ کے ساتھ ہیں اور دخول کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں سلیک غطانی روایت کی بنا پر جس میں اذا دخل احدكم المسجد والامام بخطب فليبس رجليه۔

البحث الثانی۔ دخل اپنے اطلاق کی بنا پر اس بات کا متقاضی ہے کہ جب بھی دخول ہو اس وقت تحیۃ المسجد پڑھے۔ یہی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دخول للجلوس تو پھر تو اس کو پڑھنا چاہیے اگر صرف مردہ ہے تو نہیں۔ کیونکہ حدیث کے اندر دخول کا ذکر ہے مرد کا نہیں ائمہ ثلاثہ دخول کو عام رکھتے ہیں خواہ دخول للجلوس یا للمرد تعصیم کی بنا پر امام بخاریؒ کا مہلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔ البحث الثالث فلیزکع کا امر اہل ظواہر کے نزدیک وجوب کے لئے ہے اور جاہل کے نزدیک استحباب کے لئے ہے۔ ۱۔ البحث الرابع شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تنفل برکعتہ جواز ہے مگر تحیۃ المسجد میں رکعتہ واحدہ کافی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں رکعتین کی تصریح ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک تنفل برکعتہ ناجائز ہے، ۱۔ البحث الخامس حنابلہ کے نزدیک قبل ان یجلس کی بنا پر اگر کوئی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ تو تحیۃ فوت ہو گیا۔ ہاں اگر فوراً اٹھ کر پڑھ لے تو آتی بالتحیۃ ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک عمداً جلوس سے تحیۃ فوت ہو جائے گا۔ اور اگر بھول کر بیٹھ گیا اور جلوس طویل ہو گیا۔ تو بھی تحیۃ فوت ہو گیا تو حنابلہ اور شافعیہ کے مذہب میں یہ فرق ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً بیٹھنے سے فوت ہو جائے گا۔ سواءً کان عمداً او سهواً الا ان یقوم علی الفؤاد اور شافعیہ کے نزدیک جلوس عمداً سے فوت ہو جائے گا۔ اب وہ کسی طور سے آتی بالتحیۃ نہیں ہو گا۔ اور نہ بیان کی صورت میں جلوس طویل سے فوت ہو گیا۔ تو گویا نسیان میں سب کی رائے ایک ہے عمداً کے اندر فرق ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مطلقاً فوات اور حنابلہ کے نزدیک فوات بطول المجلس ہو گا۔ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً فوات نہ ہو گا۔ سواءً کان الجلوس عمداً او سهواً طال المجلس او قصراً۔

باب المحدث فی المسجد

ترجمہ :- مسجد میں بے وضو ہونا۔

حدیث نمبر ۴۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أُمِلَّ عَلَيْكَ تَصَلَّى عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَهْلِكِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ہر اس شخص پر دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اس نماز کی جگہ پر ہے جہاں اس نے نماز پڑھی جب تک

کہ بے وضو نہ ہو وہ فرماتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت و بخشش فرما اے اللہ اس پر رحم فرما
 تشبیح از شیخ مدنی:۔ اس باب میں امام بخاری نے یہ نہیں بتلایا کہ حدث فی المسجد جائز ہے کہ نہیں
 مگر مامو یحدث الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدث نہ کرنا چاہیے۔ ^{تعمد}تعمد وغیرہ میں انقطاع مغفرت کا ذکر نہیں
 کیا گیا مگر اس میں یا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدث مسجد میں جائز نہیں در نہ ملائکہ طلب مغفرت
 نہیں کریں گے۔

تشبیح از شیخ زکریا: شرح کے نزدیک باب کی غرض جواز حدث کو بیان کرنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ
 اگر مسجد کے اندر بیٹھے بیٹھے ریخ خارج کرنے کی ضرورت ہو جائے۔ تو اس کا خارج کرنا جائز ہے میرے نزدیک
 بیان جواز کے ساتھ ساتھ خلاف اولویت کو بھی بیان کرنا ہے جس کو میں آگے چل کے بیان کروں گا۔ ان
 اللہ ۱۱۱۱۱۱۱۱ علی احد کواۃ شرح فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حدث سے صلاۃ ملائکہ
 بند ہو جاتی ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ کرے یا نہ کرے معلوم ہوا کہ جائز ہے یہی کہتا ہوں
 شرح جو کچھ کہتے ہیں درست ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔
 لہذا جو اس محرومی کا باعث ہو وہ خلاف اولیٰ ہوگا

تقول اللہوا غفرلہ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ سورہ مومن میں ہے الذین یعملون العوفین
 حولہ یمحون بحد ر بہو ویستغفرون للذین آمنوا الخ اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ حملہ العوفین
 ومن حولہو سارے مومنین کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور من حولہو سب فرشتوں کو عام ہے تو پھر
 وہ کون سے فرشتے ہیں جو ان جماعۃ مصلین مادامانی مصداقہو مادہ یحد ثوا کے لئے مغفرت
 کی دعا کرتے ہیں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ من حولہو عام نہیں ہے۔ بلکہ اس پاس کے فرشتے مراد ہیں
 اور فرشتوں کی دو جماعتیں ہیں ایک حملہ العوفین ومن حولہو وہ تو عام مومنین کے لئے دعائے مغفرت
 کرتے ہیں۔ اور دوسری وہ جماعت ہے۔ جو صرف مصلین کی جماعت کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں
 اگر من حولہو کو ہم عام مانیں تو دوسرا جواب یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مغفرت جب محل مغفور سے
 مصادف ہو تو وہ رفع درجات کا سبب ہوا کرتی ہے فکذا لک علیہا حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض
 تابعین کے نزدیک حدث اصغر حدث اکبر کے حکم میں ہے۔ لہذا جیسے حدث اکبر کے اندر دخول مسجد جائز
 نہیں ایسے حدث اصغر میں بھی جائز نہیں امام بخاری نے یہ باب منعقد فرما کر اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا

ہے اس رائے کا بھی احتمال ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ زیادہ رائج ہو جو یہی اب بیان کروں گا سنو! اس باب سے ایک مسئلہ پر تشبیہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ مسجد کے اندر بدبودار اشیا کالے جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ریح بھی بدبودار ہوتی ہے تو اس سے وہم ہوا کہ ریح کا خارج کرنا ممنوع ہے تو یہاں سے جواز بتلادیا البتہ غیر اولیٰ ہے۔

باب بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ:- مسجد کا بنانا

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ كَانَتْ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ بَجْرِ يَدِ الْخَطِّ وَآمَعَ عَصَى بَنِي إِسْرَءِيلَ وَكَانَ
اِمْرَأَتُ النَّاسِ مِنَ الْخَطِّ وَابْنُ الْاَنْبَاءِ اَنْ تُقَعِّبَتْ اَوْ تُصَفَّرَ فَتَمْنَعُ النَّاسَ قَالَ اَنْتَ سَيِّئٌ هُوَ
بِمَا تُوَلَّى لَا يَعْصِي وَنَهَا اِلَّا قَدِيدًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ تَزُجْ فَنَهَا كَمَا تَزُجُّ فَتَلِيهِمْ
وَالنَّصَارَى

ترجمہ:- حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی حضرت عمرؓ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس میں لوگوں کو بارش سے چھپانا چاہتا ہوں۔ مگر خبردار ان سرخ اور زرد پتوں سے بچتے رہنا کہیں وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ لوگ ان مسجدوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بلو جانے میں فخر کریں گے۔ پھر ان کو آباؤ نہیں کریں گے مگر تھوڑا اور ان عمارتوں نے فرمایا کہ تم اپنی مسجدوں کو اس طرح مرتن کر دے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معابد کو مرتن کیا۔

حدیث نمبر ۴۲۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَخْبَرَنَا أَنَّ
الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللِّبْنِ وَاسْقُفُهُ الْجُرَيْدُ وَ
عَمْدُهُ خَشَبُ الْخَلِّ فَلَمَّا بَزَّ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ سَبِيئًا قَوَّادَ فِيهِ عَصَى وَبَنَاءٌ عَلَى مَبْنِيٍّ
فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللِّبْنِ وَالْجُرَيْدِ وَأَعَادَ عَمْدَهُ خَشَبًا ثُمَّ عَمَّرَهُ
عُمَاسُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةٌ كَثِيرَةٌ وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمُنْقُوشَةِ وَالْقَصَصَةِ وَجَعَلَ
عَمْدَهُ مِنَ الْحِجَارَةِ الْمُنْقُوشَةِ وَاسْقُفُهُ بِالسَّلَاجِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی گئی تھی اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور اس کے ستون کھجور کی کڑیوں کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے

نے اس میں کئی چیز کا اضافہ نہ کیا۔ البتہ حضرت عمرؓ نے اس میں اضافہ فرمایا۔ اور اس کو ان بنیادوں پر تعمیر کیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں یعنی مٹی اینٹ کھجور کی ٹہنی اور اس کے ستون کھجور لکڑی کے بدلے بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے اس میں تبدیلی کی اور خوب تبدیلی کی۔ کہ اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں سے بنائیں جو نا لگا یا اور اس کے ستون نقش پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت سا گوان کی لکڑی سے بنائی۔
تشریح از شیخ مدنی: بنیان مسجد کے عنوان سے تو کیفیت معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی پتھر معلوم ہوتا ہے البتہ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ جو مساجد خلوص اور عبادت کی نیت سے بنائی جاتیں وہ مستحب ہیں اور جو زینت اور تفاخر کی بناء پر ہوں ان کی بناء مستحب نہیں۔

تشریح از شیخ ذکریا ترجمہ کی غرض دو امر ہیں اول بناء مسجد کے اہتمام کو بیان کرنا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بنانے کا نظام بنایا۔ امر ثانی جیسا کہ میں بیان کیا ہے۔ اہم بخاریؓ کی غرض ان آثار سے معلوم ہوا کرتی ہے۔ جن کو وہ ترجمہ میں ذکر فرماتے ہیں تو یہاں بد جو آثار ذکر فرماتے ہیں ان میں مسجد کو نقش و نگار سے بالکل صاف ہونا مذکور ہے۔ بلکہ نقشے بھی آثار ذکر فرماتے ہیں ان سے تزخرف کی ممانعت اور سادگی کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ان آثار کے پیش نظر اہم بخاریؓ کی غرض بناء مسجد میں تجتنب عن المزخرفات ہے۔ و نادفہ عیڈ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ جلد اولیٰ چاہتا ہے کہ بناء مسجد تعمیر کی زیادتی کے بعد بدل گئی۔ اور جلد ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بناء وہی رہی جو سابق میں باقی تھی۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے کیا زیادتی کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جانب قبلہ میں بمقدار دو صف کے زیادتی فرمائی تھی اور باقی بناء حال سابق پر رکھی تو جلد اولیٰ جوار قبلہ کے متعلق ہے اور دوسرا جلد آلات بناء سے متعلق ہے۔ ثو غیریہ عثمان الخ جب حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ یہ تو روز روز کا جھگڑا ہے ہر چند سال بعد تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی بھی کثرت ہو گئی تو انہوں نے اس کو آگے پیچھے دائیں بائیں جانب ہر طرف سے زیادہ کردیا اور نقش پتھروں سے بچتہ بنادی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے بد اعتراضات بھی کئے گئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء کو بدل ڈالا۔ مگر یہ سب کچھ بحضرت الصحابہ ہوا۔ اور پھر میرے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زمانہ کے اندر تہذیب و تمدن آچکا تھا۔ مکانات عمدہ بن رہے تھے تو اگر مسجد کو اس حال پر باقی رکھا جاتا تو مکانات کے مقابلہ میں مسجد کی اہمیت ہوتی۔ اس بناء پر حضرت عثمانؓ نے یہ سب کچھ کرا دیا۔

باب التَّعَاقُوتِ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ عَالِيَةً (

ترجمہ :- مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ بلند و بزرگوار شاہد ہے کہ مشرکوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں۔

حدیث نمبر ۴۲۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَزِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا بُدَّ مِنْ عَلِيٍّ أَنْ تَطْلُقَ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَأَسْأَلَهُ عَنْ بَيْتِهِ فَمَا نَطْلُقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَاطِطٍ يُصْلِحُهُ مَلَكٌ رَدَّ أَعْوَاءَ مَا حَتَبَى ثَوًى أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبَنَةً لَبَنَةً وَعَمَاءَ لَبَنَتَيْنِ لِيَكُنَّ بَيْنَ قَرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْفُضُ الثُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ وَيُحْ عَمَارٍ نَقُتْلُهُ الْفُسْهُ الْبَاغِيَّةُ يَدُ عَوْصُو رَأَى الْجَنَّةَ وَيَدُ عَوْسَةَ رَأَى النَّارَ فَتَالِ يَقُولُ عَمَارٌ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ مجھے اور اپنے بیٹے علیؓ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو سعیدؓ کے پاس جا کر اس کی حدیث سنو۔ ہم چلے تو وہ اپنے باغ کو اصلاح ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے یہاں پہنچے اپنی چادر لی اور اس سے اجنبی کیا پھر میں حدیث سننے لگے یہاں تک کہ ہاتھ کے ذریعہ پہنچے تو فرمایا کہ تم لوگ تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور حضرت عمارؓ دو اینٹیں اٹھاتے تھے تب نبی اکرمؐ نے ان کو دیکھا تو ان سے ملی کہ تم اٹھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے افسوس ہے عمار کیلئے کہ اسے ایک ہاتھ لوطہ قتل کرے گا۔ وہ انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلائے ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ فرماتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

تشیخ از شیخ منی۔ مسجد چونکہ بیت اللہ ہے اس لئے یہاں کہا جاسکتا تھا کہ اس میں تعاون نہ ہو۔ تو یہاں آپس میں تعاون کو ثابت کرنا ہے کہ مسلمان مل کر یہ کام کریں یا یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارا مسجد میں مشرکین سے امداد نہ لینی چاہیے۔ کیونکہ ارشادِ ربانی ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ (وہ عمار الخ حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور یہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے جب ان کو قتل کر دیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جماعت باغیہ نے ان کو قتل کر دیا تو حضرت سادہؓ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت علیؓ نے کیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو میدانِ جنگ میں کیوں لاتے تھے، یہاں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان جنگ اجتہادی تھی۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعہ کا مسلک ہے

کہ مشاجرات اور حرب صحابہ اجتہادی تھیں۔ لیکن یہ دعویٰ الی الناس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کی جہات باغیہ تھی اور ان کی جنگ اجتہادی نہیں تھی۔ تو کہا جائے گا کہ جنگ تو اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا میں معطلی سختی نار ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اجتہاد سے اپنی طاقت کے مطابق حکم الہی کا ادراک کرنا چاہا لیکن خطا ہو گئی تو فی نفسہ سختی نار تھا۔ مگر عارض کی وجہ سے وہ زائل ہو گیا۔ تو حضرت امیر معاویہ کا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں کہ باغیہ سے طالبہ دم یعنی خون عثمان طلب کرنے والے مراد لیا جائے۔ بلکہ اہل سنت کے نزدیک صلح سے قبل تک باغی کہا جاتا ہے، جب حضرت عثمان سے صلح ہو گئی تو پھر ان کو باغی نہیں کہا جائے گا اور حضرت عثمان کو ملک عادل کہا جاتا ہے خلیفہ راشد نہیں۔

فتنہ الحج از شیخ زکریا۔ اما لغرض بیان جواز النفاذ فی بنی المسجد دفعا لما یتوہو من عدم جواز ذلک لان البنتی صلی اللہ علیہ وسلم لما سا و منی الخاراض المسجد قالو لا نطلب ثمنہ الا فی اللہ عز وجل فافی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ فہذا قد یتوہو منہ عدم جواز النفاذ فی بنی المسجد فانہ ثبت الجواز و اما ان یکون لغرض بیان اولویتہ التعاون لان المسجد لجمیع المسلمین و فیہ فائدہ فاعلا ولی لہ التعاون فی نہاد و بنا ہوا لا ولی عندی

ترجمہ، وہم ہوتا تھا۔ بنی المسجد میں باہمی امداد نہ کرنی چاہیے اس لئے جب آپ نے بنو النجار سے زمین مسجد کا سودا کرنا چاہا تو بنو النجار نے کہا ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہہ قبول کرنے سے انکار فرما دیا تو اس سے عدم جواز تعاون کا دہم ہوتا تھا۔ امام بخاری نے اس کا جواز ثابت فرمایا یا امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ بنی مسجد میں تعاون کی اولویت کو بیان کرنا ہے کیونکہ مسجد تمام مسلمانوں کے لئے ہے جس میں ان کا فائدہ ہے۔ لہذا اولیٰ اور افضل ہے کہ اس کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اور یہی میرے نزدیک اولیٰ اور افضل ہے۔

مشائخ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے آیت کریمہ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ مسجد کے بنانے میں مسلمانوں سے تو تعاون لیا جائے گا۔ مشرکین سے مدد نہ لی جائے گی۔ ایسے ہی وہ لوگ جو ریاء کی وجہ سے تعاون کریں ان سے بھی تعاون حاصل نہیں کیا جائے گا۔ شراح فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ذکر کر کے آیت کے اندر عمارت کے معنی میں دو احتمالوں میں سے ایک احتمال کی تفسیر کر دی اور وہ دو احتمال یہ ہیں کہ عمارت

تقتلہ! الفتنۃ! ابلاغیتہ! الخ یہ حضرت عمار بڑے تسنم تھے۔ صبح دشام نیا جوڑا پہنتے تھے۔ مگر جب اسلام لائے تو یہاں تک پہنچے ایک چادر بھی مشکل سے ملتی تھی۔ حضرت علیؓ کی جماعت میں تھے اور جنگ صہبہ میں حضرت معاذؓ کے لوگوں سے شہید ہوئے۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کا باغی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ جماعت یہ دیتی ہے کہ باغیہ بغادت سے شتقی نہیں بلکہ بغیہ سے شتقی ہے۔ اب معنی ہوئے تقتلہ! الفتنۃ! ابلاغیتہ! ای الطالبة لدم عثمانؓ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ان کو تہذیب حضرت علیؓ نے قتل کیا کیونکہ وہی تو قتال کرنے کو لائے تھے لیکن حضرت علیؓ کو جب ان کا یہ جواب پہنچا، تو فرمایا کہ پھر تو حمزہؓ وغیرہ کو حضور اکرمؐ نے قتل کیا ہوگا۔ کیونکہ وہی تو میدان جنگ میں انہیں لے کر گئے تھے اور پہلا جواب بھی مشکل ہے۔ کیونکہ حدیث میں آگے یہ دعویٰ الی الجنة ویدعونہ الی لئان بھی وارد ہوا ہے۔

در یہ خطا بہت ہی بڑی توفیق ہے جو

باب الاستعانة بالنجار والصناع في اعادة المنبر والمسجد۔
ترجمہ:- مسجد اور منبر کی کڑیوں میں بڑھنی اور کاری گر سے مدد طلب کرنا

حدیث نمبر ۴۲۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ سَمِيعٍ كَثَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ مَرْثَى غُلَامٍ مَلَكَ الْجَنَّةَ يَجْعَلُ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْكَ -

ترجمہ: حضرت اہل سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پہنچا کہ اپنے بھائی
غلام کو حکم دو کہ میرے لئے لکڑیوں کا منبر تیار کرے جس پر میں بیٹھ کر خطبہ دوں۔

تشریح: از شیخ زکریا: میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاری نے کچھن ابواب ذکر فرمائے ہیں جن میں
آداب کو بیان کیا ہے اور جن میں کسی دوسری روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو یہاں کنز العمال کی ایک
روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اس میں ہے جبکہ مساجد کو صناعہ کو تو شرح کے نزدیک امام بخاری
نے اس باب سے رد فرمایا ہے اور میرے نزدیک اس کے عموم کو مقید فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نہی جو
کنز العمال میں ہے اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے جبکہ صناعہ خود اپنا کام مسجدوں میں کرنے لگیں
اور اگر مسجد کا کام مسجد میں کریں تو کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۰ حَدَّثَنَا خَلْدُ بْنُ يَحْيَى الْخَزَنَدِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ امْرَأَةً
قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَوَلَّيْتُ غُلَامًا نَجَّيْنَا مَا حَالَ
إِنْ شِئْتَ فَعَمِلْتَ الْمُنْبَرُ (الحديث)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ
کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بناؤں جس پر آپ بیٹھا کریں اس لئے کہ میرا ایک بڑھئی غلام ہے۔ آپ نے فرمایا
کہ اگر تم چاہو تو بنا لو تو اس نے منبر بنوا لیا۔ (منبر کی محبت گذر چکی ہے۔)

باب مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

ترجمہ: جس نے مسجد بنوائی

حدیث نمبر ۴۳۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ سَمِيعٍ عَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّاسُ فِيهِ جِبْتٌ بَنَى مَسْجِدًا لِلرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى كُفْرًا
أَكْثَرُ تُحْرَاجِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ يَكُونُ
حَبِيبُ آخٍ قَالَ يَكُونُ بَيْنَهُ وَجْهَهُ اللَّهُ بَيْنَ اللَّهِ لَهُ مِثْلُهُ فِي الْجَنَّةِ -

ترجمہ: حضرت عبید اللہ خولانی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہتے سنا جبکہ لوگوں نے ان سے

چھ میگوتیاں شروع کیں جبکہ انہوں نے مسجد رسول اللہ صلعم کو بنوایا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت کچھ کہہ سن لیا۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلعم سے میں نے سنا کہ جس نے چھوٹی سی مسجد بنائی بکیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس بناء مسجد سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس جیسا محل بنائیں گے۔

تشیخ از شیخ مدنی: عہد نبوی میں مسجد نبوی نہ تو پختہ تھی اور نہ ہی اتنی وسیع تھی، عہد عثمانی میں فتوحات بہت زیادہ ہوئی ہیں مسلمانوں کے پاس مال بہت تھا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص صدقہ و زکوٰۃ قبول کرنے والا نہیں رہا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ اور تجارت کی وجہ سے مال بہت جمع رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی مال سے مسجد نبوی کو مزین کیا۔ اور اس کی دیواریں منقش پتھر کی بنوائیں اور چھت سا گوان کی بنوائی۔ جو بصرہ سے منگوا لیا گیا تھا صحابہ کرام نے اس قسم کی تزئین دیکھی تھی۔ بنا بریں انہوں نے اعتراضات کرنے شروع کئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث سنائی۔ مثلاً فی الجنة اگر شبہ ہو کہ دنیا کا گھر جنت کے گھر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ جنت کے محل کی دیواریں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔ اور اس کی مٹی مشک ہوگی۔ تو مماثلت کیسے ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ مماثلۃ فی السعۃ ہے یعنی جتنا وسیع گھر مسجد یہاں بنایا جائے گا وہاں بھی دیا وسیع گھر ہوگا۔ لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض تو زیب و زینت کی وجہ سے کیا جا رہا تھا۔ وسعت پر نہیں۔ تو دوسرا جواب یہ ہے کہ مماثلت باعتبار تینوں کے ہے کہ دنیا میں جو مسجد اس شان کی بنائی کہ وہ دوسرے بیوت سے ممتاز ہو تو جنت میں بھی اس قسم کا ممتاز گھر بنا دیا جائے گا۔ اگرچہ وسعت اور زیب و زینت میں اس سے زیادہ ہو۔ نیز اس جواب پر ہے کہ ہر ملک کے کیفیات مختلف ہیں پہاڑی علاقوں میں گھر پتھر کے بنائے جاتے ہیں۔ شہروں میں اینٹوں سے اور دیہات میں مٹی کے گھر بنائے جاتے ہیں اور کہیں لکڑی کے گھر بناتے ہیں اور کہیں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں جیسے افریقہ میں گرمی کے ایام میں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں الغرض ہر ملک کے لئے مکانات کا مادہ علیحدہ ہے اور صورت مکانات علیحدہ ہے۔ اسی طرز پر جنت میں بھی اس کی شان کے مطابق ہوگا۔ تو مماثلۃ فی الجملة مراد ہوئی من کل الوجوه نہ ہوئی۔

تشیخ از شیخ زکریا: اچھا اور عمدہ مسجد بنانے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں کہ جو جیسی مسجد بنائے گا ویسا ہی مکان جنت میں ملے گا۔ عمدہ ہوگا۔ انکو اکثر نفع جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ان کے مسجد میں تعمیر کر دینے کی وجہ سے لوگوں نے کثرت سے اعتراضات کئے تو انہوں نے ان کو خاموش کرنے کے لئے اور اپنی محبت

بیان کرنے کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ لہذا میں تو جنت میں اچھا مکان بنانا چاہتا ہوں اس لئے میں نے مسجد عمدہ بنادی۔ اس سے پہلے بھی ایک علت بیان ہو چکی ہے یہ دوسری علت ہوئی۔

اگر مشدہ پر اعتراض ہو کہ فلہ عشر امثالہا کے مطابق کس مثل لانا چاہیے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں کمیت کے اعتبار سے عشر امثال فرمایا گیا ہے اور حدیث پاک میں مشدہ نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے ہے۔

باب یَا خُذْ بُنْصُولَ النَّبْلِ رَاذًا مَوْفِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:- جب مسجد سے گزرنے تو تیرے پھل کو پھوٹے تاکہ کسی کو لگ نہ جائے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخِمْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَنْ رَجَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحَا وَنَحَا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنَبْلِهَا
ترجمہ:- میں نے حضرت عمرو سے پوچھا کہ تو نے حضرت جابر عبد اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک آدمی کا گدڑ مسجد سے جو اس کے پاس تیرتے تو اس سے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تیروں کے پھلوں کو روک کے رکھو۔

تشریح از شیخ ذکریا:- اگر کوئی جارح چیز لے کر مسجد میں جاوے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ کسی کو اس سے زخم نہ لگ جائے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

باب الْمَوْفِی الْمَسْجِدِ

ترجمہ:- مسجد سے گزرنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۳ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخِمْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ اقْتَنَّا بِنَبْلِهَا خُذْ عَلَى نَفْسِهِ لَا يَعْزُزُ بِكَفِّهِمْ مُسْلِمًا (الحديث)

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص ہماری کسی مسجد یا کسی بازار سے گزرنے تیرے کہ گزرنے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اپنی ہتھیلی سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

من مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ مِنْ صَفِّهِ عَلَى الْإِطْلَاقِ

تشریح از شیخ مدنی

من مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ کی اجازت ثابت کر رہے ہیں اور اس روایت کا اعتبار نہیں کرتے جن میں ہے مَنْ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ نَجِيَّةً الْمَسْجِدِ پڑھے اور پھر جانے فقہاء اس روایت کا اعتبار کرتے ہیں اور من مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

کے معنی من دخل فی المسجد کے لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ علامہ یعنی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا ترجمہ ناقص ہے۔ کیونکہ ترجمہ کا مقصد مرد مع النبل فی المسجد ہے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ترجمہ میں مع النبل کا ذکر نہیں۔ میرے نزدیک مطلقاً مرد در فی المسجد کا جواز بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ میں جہاں مساجد کی روایات میں منیات کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے ان تتخذ طریقاً کہ حضور پاک صلعم نے مساجد کو راستہ بنانے سے منع کیا ہے۔ تو امام بخاری نے اس پر رد فرمایا۔ اور جواز ثابت فرمادیا۔ اور بھی آئمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ اور خفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ حضرات احناف فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ کی روایت نبی کے اندر نص ہے اور بخاری کی روایت جواز کے اندر نص نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ مرد سے مراد مردور لل دخول ہو۔ لہذا نص اپنے معنی پر رہے گی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہاں مردور فی المسجد کا ذکر ہے، تو ایک درق بعد باب الخوۃ والامر آ رہا ہے اور مردور اور مر ایک ہی ہے۔ یہ مصدر بھی ہے صرف لفظی فرق ہے۔ جو تکرار کے دغیہ کے لئے مؤثر نہیں اس کا جواب اسی باب میں دوں گا۔ نیز ترجمہ مکرر ہونے کی صورت میں ایک تفسیق یہ بھی ہو سکتی کہ پہلے مطلق لے جانے کا ذکر تھا۔ اب نصال کے لے جانے کا ذکر ہے

باب الشَّعْرِ فی الْمَسْجِدِ

ترجمہ: مسجد میں شعر کہنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْثَانَ الْإِسْطَاقِيُّ عَنْ أَبِي نَصَارَةَ أَنَّ سَمْعَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشِيرُهُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَشُدَكَ اللَّهُ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِأَحْسَنِ أَجِبَ عَنْكَ وَسُئِلَ اللَّهُ اللَّهُمَّ أَتَيْدُهُ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعُو۔

ترجمہ: حضرت حسان بن ثابت الانصاری نے حضرت ابو ہریرہؓ کو گواہ بنانا چاہتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے نبی اکرم صلعم سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان اللہ کے رسول کی طرف سے (مشرکین) کو جواب دو اے اللہ روح القدس کے ذریعہ ان کی امداد فرما کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ہاں میں جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنی: آنحضرت صلعم نے شعر کی بہت قباحت بیان فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں وما علمناك الشعر وما ينبغي له۔ والشعر ما يجمعها الفحشاء والفسق کار شاذ ہے۔ لان يتلى جوف

احدکھ من الغیج خیر من ان یمتلی شعراً او کما قال ان آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاد الشعر فی المسجد نہ ہو تو امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہر شعر کے لئے ممانعت نہیں بلکہ وہ اشعار جن میں باری تعالیٰ کی حمد و ثناء ہو۔ یا نصیحت آموز اشعار ہوں۔ ان کا پڑھنا جائز ہے چنانچہ آپ نے خود حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھا اور دعا فرمائی اللہم ابدہ بروح القدس لے اللہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔ اس لئے علمائے فرمایا ہے کہ علم ادب اور اشعار جاہلیہ کا پڑھنا پڑھانا فرض عین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ معارف قرآنیہ اور دیگر کتب کے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے علیکو بدو ادین العرب کہ عرب کے دیوان لازم پکڑو

فتیہ از شیخ زکریا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی جن روایات سے مساجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ ان پر رد کرنا ہے۔ اور جواز ثابت کرنا ہے۔ دوسرے علما فرماتے ہیں کہ دونو قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونو کا محمل الگ الگ ہے۔ ممانعت کی روایات ان اشعار پر محمول ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور جواز کی روایات اشعار و بیہ پر محمول ہیں لہذا وہ ضرورت کے موقع پر جائز ہوں گے۔ اور صرف تفریح کے لئے ناجائز ہوں گے نستشهد اباہریرہ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت حسانؓ اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے سنا تو اس پر نکیر کی۔ حضرت حسانؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ تم گواہی دو کہ میں حضور اکرمؐ کے زمانہ میں خود آپ کے سامنے منبر پر اشعار پڑھا کرتا تھا۔ تفصیلی روایت ص ۲۵۶ پر آئے گی۔

باب اصحاب الجواب فی المسجد۔

ترجمہ:- چھوٹے نیزے والوں کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَوِي بِي وَأَنَا أُنْظَرُ إِلَى لَعِبِهِمْ حَتَّى إِذَا بَلَغَ ابْنُ الْمُنْذَرِ كَمَالَ تَنَاقَبْتُ وَهَبْتُ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحُجْرَتِهِ

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہؐ کو اپنے حجرے کے دروازے

پر دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی چادر سے چھپا رہے تھے اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی ابراہیم نے زائد کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے نيزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

خشش ہے از شیخ مدنی؟ روایت باب سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آلات حرب کا مسجد میں لانا اور نیزہ بازی کرنا جائز ہے اگرچہ فقہاء اہانت مسجد کی وجہ سے اس کی ممانعت کرتے ہیں اور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ فعل مبشر مسجد میں نہیں تھا بلکہ فناء مسجد میں تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں فناء مسجد کا لفظ وارد ہے اگر محض مسجد ہی مراد ہو۔ تو کہا جائے گا کہ اس وقت جنگ کی وجہ سے آلات حرب کی مشق کرنا فرض عین ہو چکا تھا۔ اس لئے محض مسجد میں مشق کی گئی۔ چونکہ آیت الحجاب از محکمہ تھی اور حضرت عائشہؓ نہ حدیث اسن تھیں اس جنگی کھیل کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس لئے بہت دیر تک آپ کے پیچھے پردہ میں کھڑی رہیں۔ آپ بھی ان کی وجہ سے کافی دیر تک ٹھہرے رہے جس سے آپ کا من معاشرہ بالازواج حدیث اسن ثابت ہوتا ہے اگر شبہ ہو کہ حضرت عائشہؓ کے لئے انہیں کو دیکھنا کیسے جائز ہو گیا۔ تو اس کے دفعیہ کے لئے فرماتی ہیں کہ انظاراً لجمعہ کہ میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی۔ لعب دیکھنا مقصود بالذات تھا لا عبین کو دیکھنا مقصود نہیں تھا۔ یہ جائز ہے جیسے رقعہ اڑھے ہوئے چلے تو گڈنے والوں پر ضرور نظر پڑے گی۔ مگر وہ مقصود بالذات نہیں ہے تو آیت حجاب کا خلاف نہ ہوگا۔

خشش ہے از شیخ زکریا۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر شہر سلاح سے منع فرمایا ہے۔ لا یثم فیہ سلاحاً لہذا امام بخاریؒ جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ یہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے یلعبون فی المسجد یہ سب نزل (مشق) اور اعداد للمشرکین یعنی مشرکوں کے لئے تیاری کرنے کے واسطے تھا۔ لہذا اعدوا لعموماً استطعم میں داخل ہوگا۔ انظاراً لجمعہ و انبی مردوں کے دیکھنے کا جواب دے رہی ہیں۔ کیونکہ مرد کا عورت کو دیکھنا خواہ شہوت کے ساتھ ہو بلا شہوت دو صورتوں میں نا جائز ہے۔ لیکن عورت کا مرد کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے۔ یہ تنفیہ کا مسلک ہے جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس کے بالقابل حضور اکرمؐ نے حضرت فضل ابن عباسؓ کے چہرے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جس وقت وہ ایک جانبیہ کو دیکھ رہے تھے اور دیکھنا شہوت کے ساتھ نہیں

باب ذکر النبیج والشرار علی المنبر فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا۔

حدیث نمبر ۴۳۶۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَمَّتَا بِرَبِيَّةَ نَسَا لَهَا فِي بَيْتَا بَيْنَهُمَا فَعَالَتْ رَأْسُ شَعْتٍ أُعْطِيَتْ أَهْلُكَ وَبِكَيْفِ الْوَلَدِ لَمْ يَلِدْ وَقَالَ أَهْلُهَا رَأْسُ شَعْتٍ أُعْطِيَتْهَا مَا بَغَى وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً رَأْسُ شَعْتٍ أُعْطِيَتْهَا وَبِكَيْفِ الْوَلَدِ لَمْ يَلِدْ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّا عِبْنَاهَا فَأَعْتَقْنَاهَا فَإِنَّمَا الْوَلَدُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرُونَ شُرْطًا كَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ أَشْئَرِ طَرِيقٍ كَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ أَشْتَرْتَ طَرِيقًا مِثْلَهُ مِثْلَهُ مِثْلَهُ (الخ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ان کے پاس حضرت بریرہؓ نہ آکر اپنی کتابت کے بارے میں کچھ مانگتی تھیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں بدل کتابت تیرے مالکوں کو دے دوں اور دلار میرے لئے ہوگا۔ ان مالکوں نے کہا کہ اگر حضرت عائشہؓ چاہے تو دے دے اور سفیانؓ نے کہا کہ اگر چاہے تو آزاد کر دے لیکن دلار ہمارے لئے ہو گا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے سارا واقعہ ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر سکتی ہے، دلار اسی کا ہو گا جس نے آزاد کیا ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سفیان فرماتے ہیں کہ منبر پر چڑھے اور فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ کے اندر نہیں ہیں۔ سنو! جو شخص ایسی شرط لگاتے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ شخص اس شرط کا مستحق نہیں اگرچہ وہ سونترہ شرطیں لگائیں (الحديث)

تشریح: از شیخ منیؒ مساجد میں بیع و شراء کی ممانعت ہے۔ مگر ان کا ذکر کرنا ممنوع نہیں کیونکہ یہ بھی احکام الہیہ کا ذکر کرنا ہے۔ حضرت بریرہؓ کی روایت سے بہت سے مسائل ثابت کئے گئے ہیں مگر اس میں بہت سے اشکالات بھی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دس سال تک کس اوقیہ پر ان کے موالی نے مکانات کی تھی دو برس تک دو اوقیہ مانگ مانگ کر ادا کر دیتے تھے۔ تیس سال یہ حضرت عائشہؓ کے پاس آتی ہیں کہ مجھے کچھ بدل کتابت دیجئے جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو خرید لوں

نوتھے آزاد کر دوں گی۔ اور دلار میرے لئے ہوگا۔ اگرچہ مسکاتب کی بیع عقد کتابت تک جائز نہیں مگر جب وہ اپنا حجر ظاہر کر دے تو پھر اس کا بیچنا جائز ہے۔ موالی بریر بن خنیس نے اس کو منظور کیا مگر انہوں نے ایک شرط فاسد لگا دی۔ کہ دلار ہمارے لئے ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو نہ مانا آپ سے جب اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم شرط مان لو۔ حضرت عائشہ فرید لیتی ہیں۔ اس کے بعد آپ منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ بیع میں شرط نہ لگانی چاہیئے تو کیا یہ دھوکہ بازی نہ ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں من غشنا فلیس منا جس لہم سے دھوکہ کیا وہ ہم ہیں سے نہیں ہے۔ یہاں آپ خود دھوکہ کر رہے ہیں تو امام شافعیؒ نے جواب دیا۔

و انتعطی و لعمرو اللہ و یہ رشام کی روایت میں ہے چونکہ من غشنا اذ کے خلاف ہے اس لئے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ اور بعض نے کہا کہ لعمرو یعنی علیہم کے ہے۔ اور سنی یہ ہیں کہ انتعطی علیہم ابوہدایہ یہ تاویل تو ہے مگر وہ بیچیں گے کیسے؟ اور بھی اس میں توجیہات ہیں سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اسے اپنے ظاہر پر رکھا جائے۔ کہ آپ یہاں اہازت دیتے ہیں تاکہ عقد راسخ ہو جائے۔ پھر جمع میں کھڑے ہو کر ان شروط فاسدہ فی الیبع سے ممانعت فرمادی جو کہ اذق فی النفس ہے جیسے اعرابی نے تین مرتبہ بغیر اعتدال کے غار پڑھی آپ اسے اہازت دیتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ تو بیخ راسخ ہو جائے الغرض مصالح کی بنا پر آپ نے ایسے کام کئے ہیں۔ یہاں بھی غشش واقع ہوئی مگر اس سے ایک بڑی منفعت کو حاصل کرنا ہے۔ اس کا امام کو اختیار ہے۔

یشتطون شروطا لیس فی کتاب اللہ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شروط کی ممانعت کا تذکرہ تو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ کتاب اللہ بمعنی حکم اللہ کے ہے اور حکم اللہ عام ہے خواہ وہ صراحتہ کتاب اللہ میں مذکور ہو۔ یا ضمناً مفہوم ہو یا وحی غیر منلو سے معلوم ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا ما انا کو الیہم و غنودہ (الکافی)

فتنیج از شیخ زکریا۔ مسجد میں بیع اشراء کرنا جائز نہیں ہے۔ روایات اس کے متعلق متضرب ہیں اور یہی فقہ کا مذہب ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ عقد بیع و شرط ممنوع ہے۔ مسئلہ کا ذکر ممنوع نہیں۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ غرض بیان کرتے ہیں اگر بیع حاضر نہ ہو تو بیع ایجاب و قبول کرنا جائز ہے۔ مگر واضح وہی ہے جو شراح فرماتے ہیں اس لئے کہ ایجاب و قبول کبھی کثرت کلام اور تنازع کی طرف منحرف ہو جاتا ہے۔ روایت بھی شراح کی مسامتہ کرتی

ہے کیونکہ اس میں نفس مسئلہ کے بیان کا ذکر ہے کہیں بھی معاملہ بیع من غیب احصاء لمبیع کا ذکر نہیں۔ ذکر تہ یہ مجرور اور مزید دو نوسر سے ضبط کیا گیا ہے۔ مزید سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ پہلے کہ چکی تھیں مگر حضور پاک کی اور کام میں مشغول ہو گئے تو حضرت عائشہ نے دوبارہ یاد دلایا۔ نیز اشراح کے نزدیک اس حدیث کے ہشت ظروف شروط سے ترجمۃ الباب ثابت ہے لیکن میرے نزدیک ترجمہ کا اثبات اس سے ہے یہی حدیث دوسری جگہ آئے گی۔ اس میں بیع و شراء کا ذکر بھی کیا ہے۔

باب التَّقَاخُی وَالْعُقُودُ مَعَ الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- مسجد میں قرضہ کا تفتا کرنا اور غریم کو چٹ جانا

حدیث نمبر ۴۳۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْإِمْلَیُّ عَنْ كَعْبِ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ

أَبِي حَذْرَةَ دَدْنِيَّ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ تَقَعَتْ أَصُولُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِمْ فَنَزَحَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَثَفَ رَجْفُ حُجْرَتِهِمْ فَنَادَى يَا كَعْبُ قَالَ كَبَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ خُذْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا أَوْ مَارَ إِلَيْكَ أَيْ السَّطْوَةَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قَوِّ قَاتُصِمَ۔

ترجمہ :- حضرت کعبؓ نے ابن ابی حذوہ سے مسجد کے اندر اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ ان دونوں کی آواز اس قدر اونچی ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے گھر میں سن لیا۔ جناب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ کھول دیا۔ اور یا کعبؓ پکڑے انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اتنا قرضہ اس کا معاف کر دو اور ہاتھ سے نصف کا اشارہ فرمایا حضرت کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا اٹھ اور ادا کر دے۔

تفسیر :- از شیخ مدنی رحمہ اللہ روایات میں آتا ہے کہ مسجد میں دنیاوی کلام حنات کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ تو امام بخاریؒ روایت باب سے نبلا نا چاہتے ہیں کہ کیا تو یہ روایت سنداً ثابت نہیں اگر ثابت ہو تو اس کلام دنیاوی سے ممانعت ہے جو فضول اور لغو ہو۔ مگر جو کلام دنیاوی تقاضا دین اور اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے ہو وہ جائز ہے۔ تذل علیہ روایت الباب۔

تفسیر :- از شیخ زکریا۔ چونکہ ابن ماجہ کی روایت سے ممانعت معلوم ہوئی ہے اس لئے بیان حوا

باب كُنِيَ الْمَسْجِدِ وَالتَّقَاتِ الْحَرَمِ وَالْقُدْحِ وَالْعَيْدِ -

حدیث نمبر ۴۳۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَةَ أَنَّ رَجُلًا
أَسْوَدَ أَوْ أَمْرًا سَوْدَاءً كَانَ يَمُوقًا لَسَجْدَةٍ فَمَاتَ فَسَأَلَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ عَنْهُ
عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ فَقَالَ أَهْلَهُ كُنْتُمْ أَذْنُومِي بِهِ وَلَوْ نِي عَلَى قَبْرِهِ أَذْنُومِي بِهِ
فَأَقْبَقَ قَبْرَهُ فَصَلِّ عَلَيْهِمَا (الحدیث)

فتیح الدین زکریا۔ البرادہ شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے نکلتا ہے۔

تو وہ اس کو قسم دلاتی ہے کہ تو مجھ کو مت نکال کیوں نکال نہ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر پڑی ہوئی ککری "نکاحِ خس و خاشاک جو بھی پڑ جائے اس کو نہ نکالا جائے۔ امام بخاریؒ یہاں اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ ککری وغیرہ کا قسم دلا نا عام نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو چیز بھی مسجد میں داخل

ہو جائے اس کو مسجد سے نہ نکالا جائے۔ اور کیا ٹخانہ بنا دیا جائے۔ بلکہ مسجد سے خس و خاشاک دُور کیا جائے۔ اور ابو داؤد کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کجور کے پتوں اور اس کی شاخوں کی بنی ہوئی تھی۔ سچے مٹی بھی ہوئی تھی جب بارش ہوا کرتی تھی تو مسجد ٹپکنے لگا کرتی تھی اور کچڑا ہو جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کچڑا دیکھ کر کچھ کنگریاں لا کر ڈال دیں حضور اکرمؐ نے جب دیکھا تو فرمایا ما احسن هذا یہ کس قدر اچھا ہے۔ جب حضور اکرمؐ نے یہ فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے بہت کنگریاں لا کر بچھا دیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ وہ کنگریاں ضرورت کی وجہ سے تھیں۔ ان پر خس و خاشاک کو فاس نہ کیا جلتے۔ بلکہ وہ تو مسجد کا فرش نہیں پیری حجاز میں دو مرتبہ ماضی ہوئی ایک شہر میں دوسرے شہر میں دو مرتبہ یہیں نے دیکھا کہ دونوں جگہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں صحن مسجد میں کنگریاں بھی ہوئی تھیں اب تک تو حال معلوم نہیں۔ مگر دونوں جگہ میں فرق یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی کنگریاں نہایت خوبصورت چھوٹی چھوٹی تھیں ان پر بال کچھ مصلیٰ وغیرہ بچھاتے نماز پڑھنے اور بیٹھنے کو جی چاہتا تھا۔ بخلاف مکہ معظمہ کی کنگریوں کے کہ وہ بڑی بڑی تھیں۔ اور ہم جیسوں کو اگر یوں ہی اس پر چلنے لگیں تو زخمی کر دیں۔ لہذا ان پر چلنے کے لئے ایک خاص قسم کے سیلپہ ہوتے تھے اس کو پہن کر چلا کرتے تھے۔ وہ مسجد کے بوابوں کے پاس مسجد سے نکل کر رکھ دی جاتی تھیں اور مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ لوگ دے دیا کرتے تھے۔ دھڑ دھڑ دوڑوں جگہ ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں تو شمالی مجربیت تھی اور مکہ مکرمہ میں شمالی عاشقیت اس لئے ہر چیز ہر جگہ کے مناسب تھی۔ قال النبی صلواتہ علیہ وسلم جب آپؐ نے اسے گم پایا تو اس کی وجہ پوچھی خاتی قبۃ الخ کیونکہ حضور اکرمؐ مسلم ان پر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے مامور تھے۔ فصل علیہما ان صلواتک سکون لہو اور حدیث شریف میں کہ ان کی قبریں تاریکی سے بریز رہتی ہیں جب میں نماز پڑھ لیتا ہوں تو وہ روشن ہو جاتی ہیں یا اس وجہ سے کہ آپؐ ہر مومن کے دلی ہیں۔ دلی کو بعد از دفن میت پر نماز پڑھنے کا حق ہے۔ جبکہ اس نے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔ تو آپؐ کی نماز پر بغیر کو فاس نہیں نہیں کیا جائے گا گویا کہ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ امام بخاریؒ اس روایت کو بہت سی جگہ ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ مثلاً مردہ کا رات کو دفن کرنا اس کی قبر پر نماز پڑھنا ہر باب پر کلام آئے گا بس اتنا یاد رکھو کہ نبی اکرمؐ کے اس فعل سے عام استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ صرف آپؐ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ آپؐ مثل دلی کے ہیں اس لئے آپؐ کو حق تھا کہ آپؐ

۱. قذی وغیرہ

مَكْتُبُ الْإِيمَانِ

کے بارے میں تزیں

تخم کی غرمت

۱۰۰

۱۰۰

اورچیز اسے

کماذر مسئلہ ہیں

نت نازل ہوئیں

گو بیان فرمایا

عزیز

۱۰۰

یہیں سوال دریا

سے پار پاتھ

تو یہ ہے کہ !

تختِ خمر کو بھی بیان

فرمادیا: یہ مطلب نہیں کہ اس وقت غمر کی حرمت نازل ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس حرمت غمر تو رہا
کی حرمت سے مقدم ہے۔ ممکن ہے تجارت غمر ممنوع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ ربوہ کی تحریم کے بعد نازل ہوئی۔
اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان فرمادیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ رادی نے اس وقت سنا ہو۔ اور اپنے
خیال کے مطابق بیان کر دیا۔

**باب الخدم للمسجد، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَذَرْتُ لَكَ مَائَ بَطْنِي
مُحَوَّرًا فَحَوَّرَهَا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ۔**

ترجمہ: مسجد کے لئے خادم کارکھنا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نذرت لک مائے بطنی
محوّر یعنی آزاد ہو مسجد کے لئے خدمت کرتا ہو۔

**حدیث نمبر ۴۴۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الْوَعَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أُمَّ أَلَا أَوْ
رَجُلًا كَانَتْ تُفْعَلُ الْمَسْجِدَ وَلَا أَرَاهُ إِلَّا أُمًّا فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا (الحديث)**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد نبویؐ میں جھاڑو دیتی تھی میرا
خیال یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپؐ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔
تشریح از شیخ زکریا: شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مسجد کے واسطے
خادم رکھنا سنت قدیمہ ہے جیسے کہ ابن عباسؓ کے اثر سے ثابت ہے اور بعض نے کہا کہ صرف مسجد کے
لئے خادم رکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں اور میرے والد صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ مسجد کے پیسے کے
واسطے خادم رکھنے کا جواز بیان فرما رہے ہیں۔ بہر حال امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ وہ شخص مسجد
میں صفائی کرتا تھا یا وہ باندی صفائی کیا کرتی تھی۔ اور آپؐ نے کبھی نکیر نہیں فرمائی۔ اس سے مطلق جواز معلوم
ہوا۔ چونکہ وہ ضروریات میں سے ہے۔ لہذا والد صاحب دالی غرض بھی ثابت ہو گئی۔

باب الْأَسْبِيرَاءُ وَالْفَرِيقُونَ بِطَرَفِ الْمَسْجِدِ۔
ترجمہ: قیدی اور مقروض کو مسجد میں باندھا جاسکتا ہے۔

**حدیث نمبر ۴۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَفْوِيَّكَ مِنَ الْجَنِّ تَفَلَّتْ عَلَى الْبَا رِحَةً أَوْ كَلِمَةً**

تَحَوُّهَا يَنْقُطَعُ عَلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّكَ تَنَافَى اللَّهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي
الْمَسْجِدِ حَتَّى تَصْبَحَ أَوْ تَمُتَ وَإِلَيْكَ مُلْكُكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أُنْجِي سَلِيمَانَ رَبِّ هَبْ لِي
مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِإِخْوَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ خَرَدًا خَاسًا (الحديث)

ترجمہ ۱۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک نہایت ہی
شریر جن گزشتہ رات اچانک میرے پیش آیا تاکہ میری ناز خراب کرے۔ یا اس تغلت کی طرح کا اور کلمہ فرمایا
تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی تو میرا ارادہ ہوا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے
ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب کے سب لوگ اس کو دیکھ لو۔ مگر مجھے اپنے بھائی حضرت
سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آئی جو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے رب مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے
بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تو روح راوی فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شیطان کو نامراد اور ذلیل کر کے واپس فرمایا۔

حقیقہ از شیخ مدنی: ”ایک شیطان کے قید کر لینے سے آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے برابر نہیں
ہو جاتے اور نہ ہی اس سے ان کی خصوصیت باطل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوا۔ جواب یہ ہے
کہ خصوصی چیز جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے وہ جنات پر حکومت کرنا ہے جو انات اور طیور پر حکومت
کرنا دوسروں کے لئے بھی ہے مگر جنات کو مسخر کرنا حضرت سلیمان کی خصوصیت ہے۔ اگر ایک جن کو قید کر لیا
جائے تو اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جنات آپ کے مسخر ہو گئے تو اس وقت حضرت سلیمان کی دعا
دب حب لی الخ میں عدم قبولیت کا احتمال پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے اس سے اجتناب کیا

حقیقہ از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر قیدی یا قرضدار کو مسجد کے ستون کے
ساتھ باندھ دیا جائے تو جائز ہے اور روایت جو ذکر فرماتی ہے وہ گزری ہوئی ہے۔ اس میں ہر غامضی
اللہ منہ الخ اس میں اشکال ہے کہ شیطان کیسے باندھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان جب انسان
کی شکل میں آتا تو انسان کے لوازمات اس میں آ جاتے لہذا باندھنے میں کیا اشکال ہے۔ من تنزیا بزقہ شیخی
یاخذ حکم یعنی جس شخص نے جس چیز کی شکل اختیار کر لی تو اس پر حکم ہوگا۔ اس میں اشکال ہے کہ نوات
ہیں اسیر کا تو ذکر ہے مگر غریم کا نہیں۔ شرح جواب دیتے ہیں کہ قیاساً علی الاسیر ثابت فرما دیا۔

باب اَلَا غُتْبَالٍ اِذَا اسْلَخَ وَرَبُّهُ اَلَا سَبِيْرٌ اَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ - وَكَانَ شَيْخٌ
يَا مُرَا لَعَرِيْكَو اَنْ يُجْبَسَ رَا لِي سَارِيَةٍ الْمَسْجِدِ -

ترجمہ :- جب سلام لائے تو غسل کرنا اور مسجد کے اندر قیدی کا باندھنا - قاضی شریعہ مغروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَتَلَ نَجْدًا فَمَجَّاءَتْ بِمَجْلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثَمَمَةُ بْنُ أُثَالٍ خَوْ بَطُونًا بِسَارِ يَدِ مِثْ سَوَاوِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثَمَامَةَ مَا تُطْلِقُ رَأَى نَجْلٍ قَرِيبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ۔

ترجمہ، حضرت سید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت نبی اکرمؐ نے نجد کی طرف ایک گھوڑ سوار دستہ روانہ فرمایا جو بنی حنیفہ کے ایک ایسے آدمی کو گرفتار کر لائے جس کو ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا۔ تو انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جناب نبی اکرمؐ اس کے پاس تشریف لائے گفتگو کے بعد حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو چنانچہ وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گیا غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہو کر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ مسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ منیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ اغتسال کو احکام مسجد سے کیا تعلق ہے مگر کہا جائے گا کہ اگر اغتسال کا باب مستقل ہوتا۔ پھر اشکال تھا یہاں اغتسال کا باب متعلق نہیں ہے۔ ضمناً ہے۔ اگر مستقل بھی ہو تو بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لئے ہیں۔ اخواج الکافر المربوط من المسجد للاغتسال اذا اسلحو اور ربط الاسیر بطور فائدہ جدید کے ہے۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ پہلے باب سے متعلق ہے اور اس کا تتمہ و تکملہ ہے پہلے باب میں اسیر اور غریم کہا گیا تھا۔ غریم کا ذکر تو پہلے باب میں آچکا ہے مگر اسیر کا ذکر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ مستقلاً اس باب میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ ثمامہ بن اثال اسیر کو سارہ مسجد سے باندھ دیا گیا تھا۔ تو اس باب میں اسیر اور غریم دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور باب اول میں غریم کو اسیر اور غریم کہنا تکلف ہے۔ تو گویا باب اول میں ہی ہے۔ یہاں سے ایک شبہ کا زائل کرنا مقصود ہے کہ بسا اوقات کافر اسیر و غریم جنسی ہوتا ہے۔ لہذا اسے مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ محض احتمال کی بنا۔ پران کو مساجد سے نہ روکا جائے۔ البتہ اگر ضرورت پیش آئے تو اسے مسجد سے

نکالا جلتے۔ ہاں امام مالکؒ کسی مسجد میں کافر کے داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

خشیعہ از شیخ زکریا۔ یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا تو کیا اس پر غسل ضروری ہے یا نہیں اس پر اشکال ہے کہ اس باب کو ابواب الطہارت میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ ابواب الساجد میں اس کا ذکر کیسے آگیا۔ دوسری چیز ربط الاسیر ہے اس پر اشکال یہ ہے کہ ربط الاسیر کا مسئلہ تو امام بخاریؒ گذشتہ باب میں ذکر فرما چکے ہیں۔ پھر یہاں تکرار کیوں فرمایا۔ اب پہلے تو مسئلہ سنو! امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہو تو اس پر اسلام لانے کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہے اور واجب ہے خواہ موجب غسل پایا گیا ہو یا نہ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی موجب غسل پایا جا رہا ہو جیسے اختلام، جماع اور عورت کے لئے حیض و نفاس تب تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ پھر ان تینوں حضرات کے اندر ایک اور مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ اگر اسلام لانے سے پہلے موجب غسل پایا گیا اور اس نے بحالت کفر غسل کر لیا تو اس کا اعتبار ہو گا یا نہیں منہجہ کے نزدیک یہ غسل معتبر ہو گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط نہیں ہے اور مالکیہؒ اور شافعیہ کے نزدیک یہ غسل معتبر نہیں ہو گا۔ کیونکہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط ہے اور نیت کافر کی معتبر نہیں۔ یہاں امام مالکؒ ایک اور بات فرماتے ہیں وہ یہ کہ اگر اس کو اعتقاد حازم ہو گیا ہو اور اس نے زمان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھا اور اس سے قبل غسل کر لیا تو اس جرم اور اعتقاد کی بنا پر اس کی نیت معتبر ہوگی اور غسل صحیح ہو جائے گا چونکہ امام ابو داؤد و حنبلیؒ ہیں اس لئے انہوں نے اس روایت پر باب ما لم یصلی۔ باب العجل فیؤم ما تفضل اور امام ترمذیؒ نے باب الاغتسال اذا اسلمہ باندھلے جیسا کہ امام بخاریؒ نے باندھلے۔ اب رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ کو تو اسے ابواب الطہارت میں بیان کرنا چاہیے تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل ترجمہ نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ اگر روایت باب کے اندر کوئی نئی بات ہو تو بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں حقیقۃً یہ باب در باب ہے اور پہلے ہی باب کا جزو ہے۔ اب جیکہ اس کو باب سابق کا جزو مان لیا تو یہ اشکال نہیں رہتا کہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں دو جزو ذکر فرماتے ہیں ایک ربط الاسیر اور دوسرا ربط الغریم لیکن روایت صرف ربط الاسیر کی ذکر فرمائی ہے۔ غریم کی ذکر نہیں فرمائی۔ تو ربط الغریم کیسے ثابت ہو گا اور تشریح کے جواب دینے کی ضرورت نہیں رہتی کہ قیاس سے ثابت کیا ہے۔ بلکہ یہ پہلے باب کا کلمہ ہے۔ اور ربط الغریم کا ہا مشیج یا مؤ الغریم سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی اشکال نہیں رہتا کہ باب تو امام بخاریؒ نے اغتسال کا باندھا اور ربط الاسیر

کہاں سے ذکر فرما دیا۔ غیج السجۃ صلحہ یہاں روایت مختصر ہے قصہ یہ ہوا تھا کہ ثمامہ بن اُثال پہلے
 کر لائے گئے۔ اور انہیں مسجد کے ستون سے ہانڈھ دیا گیا۔ پہلے دن آپ تشریف لاتے تو فرمایا ما عندک
 یا ثمامہ انہوں نے جواب دیا ان تقتل تقتل اذا مروا تنعو تنعو علی شاکر وان وددت انما
 فہولک یعنی آپ نے پوچھا ہے ثمامہ اب تمہارا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو
 ایک خون دالے کو قتل کریں گے جس کا قصاص لیا جائے گا۔ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک ٹکڑا پر احسان
 کریں گے۔ اور اگر آپ کو مال کی خوشی ہے تو یہ سب مال آپ کا ہے حضور پاک صلعم پس من کر چلے گئے، دوسرے
 دن پھر تشریف لائے اور یہی سوال و جواب ہوا تیسرے دن بھی یہی بات ہوئی حضور صلعم نے جب دیکھ لیا کہ
 اسلام ان کے قلب میں راسخ ہو گیا ہے تو فرمایا اطلقواہ اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا وہ
 مسجد کے قریب ایک باغ میں جا کر غسل کرتے پھر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس حدیث میں ہے کہ پہلے
 غسل کیا پھر کلمہ شہادت پڑھا یہ حنفیہ کے موافق ہے کہ کافر کا قبل از اسلام غسل کر لینا معتبر ہے۔

باب النبیۃ فی المسجد للہم منی و غیبی

ترجمہ :- مریضوں وغیرہم کے لئے مسجد میں خیمہ لگانا۔

حدیث نمبر ۴۴۳۳ حَدَّثَنَا زَكَوِيٌّ بْنُ يَحْيَىٰ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدُ
 يَوْمَ الْفَتْحِ فِي إِذَى الْكَلْبِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوذَ
 مِنْ قَرِيبٍ فَلَوْ يَعْلَمُونَ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ
 مِنْ بَنِي غِفَارٍ إِذَا الدَّمُ كَيْسِلٌ رَأَيْتَهُمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْحَبَشَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَا نَبِيَّنَا مِثْ
 فَعَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَحْدُو وَجْهَهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا ر (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کی بازو والی ایک
 رگ میں تیر لگا تو جناب نبی اکرمؐ نے مسجد میں خیمہ لگایا تاکہ قریب سے ان کی بیمار پرسی کر سکیں مسجد میں
 ایک اور خیمہ بنو غفار کا بھی تھا جن کو خون سے ہی خوفزدہ کر دیا۔ جو ان کی طرف بہہ کر آیا تھا۔ تو کھینچ لگے کہ
 اے اہل خیمہ یہ کیا چیز تمہاری طرف سے ہمارے پاس پہنچی ہے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعدؓ کا زخم خون بہا رہا
 تھا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

تشریح از شیخ مدنی: مریض کو مسجد میں رکھنے سے تلوث بالنجاستہ کا احتمال تھا۔ امام بخاری نے

ظاہر الفاظ خیمہ فی المسجد سے استدلال کر کے اس احتمال کو رد کر دیا۔ اگرچہ انہیں نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ مسجد نبوی نہیں تھی۔ بلکہ خیمہ کے قریب نماز پڑھنے کی ایک جگہ تھی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ مسجد میں خیمہ لگانا امام بخاریؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اکمل ما تھیں ایک رگ ہوتی ہے جس کا نامادہ رگ جو بند تھی اس کا بند کھل گیا جس سے خون جاری ہو گیا۔ اور اسی میں وفات ہوئی۔ یوں کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ ہوتی ہے تو مجھ کو باقی رکھ۔ درنہ اٹھا لے۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ اور اس کے بعد قریش سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

باب اِذْ خَالَ النَّبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ ۶

ترجمہ :- مسجد میں کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو داخل کرنا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُمَيْسٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ كُنْتُ رَاحِلًا وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاشْتَرَكِي قَالَ طُوفِي مِنْ دَاخِلِ النَّاسِ وَأَنْتِ مَلَائِكَةُ فَطُفْتُ وَاسْتَأْذَنَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْرِفُ رَاحِلًا جَنْبَ الْبَيْتِ يَقِفُ الْبِاطُونُ وَكَانَ سَطُورُ نَزْجِهِ :- حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت سپیش کی کہ میں بیمار ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرو۔ چنانچہ میں طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور البطون کتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

تشیخ از شیخ مدنی۔ جمہور تو اس کے قائل نہیں ہیں کہ دواب کو مسجد میں لایا جائے بغیر ضرورت شدید کے کیونکہ یہ باعث تلویث مسجد ہے کہ اس سے مسجد کے تلوث ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ کی ناظرہ مدبرہ تھی میں وہ سدھائی ہوئی تھی اس پر ٹیکس نہیں کیا جاسکتا۔ مگر امام بخاریؒ اسے بھی ثابت فرما رہے ہیں۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ حال اور اونٹ وغیرہ کو کسی عذر کی بناء پر مساجد میں داخل کرنا جائز ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے مرض کی وجہ سے طواف عمرہ اونٹ پر کیا۔ اور جیسے ام سلمہؓ نے مرض کی وجہ سے اونٹ پر طواف کیا۔ بعض شراح نے عذر سے مراد ضعف و بیماری لی ہے۔ پھر امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ ام سلمہؓ کی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے لیکن ابن عباسؓ کی حدیث موافق نہیں ہے حافظ فرماتے ہیں کہ

باب

ترجمہ :- حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت انسؓ نے حدیث سنائی کہ اصحاب نبی اکرم صلم ہیں سے حضور اکرم صلم کے بس تاریک رات میں باہر تشریف لائے ایک ان میں سے حضرت عباؓ دین بشیر تھے اور دوسرے کے متعلق میرا گمان ہے کہ وہ حضرت اسید بن حضیرؓ تھے اور اس کے پاس دو چراغوں جیسی لاٹھی تھی جو ان کے سامنے روشنی کرتی تھی۔ جب دونو جدا ہونے لگے تو ہر ایک کے ساتھ ایک روٹی تھی، یہاں تک کہ ہر ایک اپنے گھر پہنچ گیا۔

تشریح از شیخ مدنی: یہ باب بلا ترجمہ لایا گیا ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم کے ایک معجزہ کا تذکرہ ہے جو کہ عزت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ ید بیضا کا معجزہ نبی کے سامنے اور اس کے

جسم سے متعلق تھا۔ مگر یہاں پر مصباحین اشخاص اجنبیہ کے سامنے آ گئے۔ اور وہ بھی ان کے جسم میں سے نہیں ہیں دہاں پر روشنی نبی کے قلب سے آئی تھی یہاں قلب نبی سے نہیں آتی بلکہ خارج سے ہے اس باب کا ابواب مسجد سے کیا تعلق ہے۔ اکثر ایسا باب سابق کا مفصل ہوا کرتا ہے۔ لیکن کمی کمی اہم بخاری تفسیر الاذہان کے لئے ترجمہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ کہ خود ترجمہ مقرر کر لو۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے زمانے میں مساجد کے اندر مصابیح نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے مصابیح کا رواج پڑا تو مقصد ہو گا کہ مسجد میں بخیر روشنی کے داخل ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باب اذخال الانوار فی المساجد ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا۔ بَشِّرِ الْمَشَّاكِبِينَ فِي الظُّلُمِ بِالنُّورِ النَّامِ بِحَقِّ تَارِكِيوں میں چلنے والوں کو نور نام کی بشارت دو۔ اور یہاں پر آپؐ نے ان کے روشنی ہمیا کر دی۔ تو جب فروج کے لئے نور ہوا تو دخول کے لئے بطریق ادلی ہو گا۔ اور بَشِّرِ الْمَشَّاكِبِينَ فِي الظُّلُمِ کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ اوقات تاریکی میں کتے جلتے ہیں ان کو نور نام کی بشارت دو۔ اگرچہ نور موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ادخال النور فی المساجد بھی جائز ہے۔ اور اسی مناسبت سے اسے کا فصل عن الباب السابق بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے باب میں استغاثۃ بالبعیر تھی اس میں استغاثۃ بالنور ہے۔

تشریح اذشیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے غرض یہاں عاجز ہو گئے اور انہوں نے کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ بعض نے کہا کہ کتابت ترجمہ کا ارادہ تھا۔ مگر فرصت نہ ملی۔ بعض نے کہا اصل میں بیاض تھا۔ تاہم میں نے اسے ملا دیا۔ اور بعض نے کہا کتاب سے ہی رہ گیا۔ لیکن ہمارے مشائخ نے توجیہ فرمائی ہے کہ احکام المساجد کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور بلا ترجمہ باب کافی الجملہ باب سابق سے متعلق ہوتا ہے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے مسجد کے اندر بیٹھنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بَشِّرِ الْمَشَّاكِبِينَ فِي الظُّلُمِ بِالنُّورِ النَّامِ ہے۔ پھر ان دونوں صحابہ کی روایت بیان فرمادی جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ مات اندمیری تھی جب جانے لگے تو ایک نور ان کے سامنے آ گیا۔ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ اور جب وہ الگ الگ ہو گئے تو اس نور کے دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک کے پاس الگ الگ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو منورہ کے طور پر دہاں چیری اور دہاں کا منظر دکھا دیتے ہیں ان دونوں کو بھی یسوی نور ہوا بین ابید بھو۔ و بَشِّرِ الْمَشَّاكِبِينَ دلی روایت کا نمونہ دکھلا دیا جس زمانہ میں میں فضائل قرآن لکھ رہا تھا۔ تو مجھ کو خواب میں ایک تاج دکھلایا گیا۔

بالکل موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ دعا گارنا باریک کہ نظر نہ آتا تھا اس کا حسن بیان سے باہر تھا۔ اور میرے والد صاحب کی رائے ہے کہ ان دونوں صحابیوں کے پاس جو کھڑی تھی۔ اس کا سراونٹ کے منہ کے مثل تھا۔ لہذا اخلاص البیہ ثابت ہو گیا۔ مگر چونکہ صراحت نہیں اس لئے باب بلا ترجمہ باندھ دیا۔ اور باب سابق میں ذکر نہیں فرمایا۔ یہ مضمون بہت تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ اگر مل جاتے تو اس سے عمدہ ترجمہ نہیں ہو سکتی۔ شاہ ولی اللہ دفرماتے ہیں کہ کلام فی المسجک کا جواز ثابت فرماتے ہیں آجکل ادباً اللہ کی کرامات کے متعلق بہت سی کتابیں مل جاتی ہیں لیکن صحابہ کرام کی کرامات کے متعلق نہیں ملتی۔ حالانکہ ان کی بھی ہزاروں کرامات موجود ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک کرامات و خوارق عادت کوئی بڑی چیز شمار نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ ان کے یہاں اتباع سنت و شریعت کو اہمیت حاصل تھی اور آجکل کسی سے کوئی خرق عادت کام صادر ہو جائے تو اس کو بہت بڑا دلی سمجھا جاتا ہے صحابہ کرام کی کرامت پر کوئی ترجمہ نہیں کرتا۔

بابُ الْخَوْفَةِ وَالْمَصْرِفِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- مسجد کے اندر کھڑکی یا گزرگاہ بنانا داخل ہونے کے لئے

حدیث نمبر ۴۴۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ خُطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْعَاثُ خَيْرِ عِبَادِهِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَكَ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَنَّا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَكُنْ إِنَّ آمَنَ النَّاسُ عَلَى فِي صُحْبَتِهِ كَمَا لَمْ أَبْذُبْكَ وَكَوْنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيدًا لَا تَخْذُلُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ آمَنَّا بِالْمُسْلِمِينَ وَمَوَدَّةُ تَحْتَهُ لَا يُبْقِيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں سے ایک اختیار دیا ہے اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دل میں کہا کہ بڑھے کو کس چیز نے دلایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ دنیا اور عند اللہ میں کسی

ایک کو اختیار کرے تو اس نے ما عند اللہ اختیار کر لیا۔ نور رسول اللہ صلعم وہی عہد تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سب میں سے زیادہ عالم تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تم دو بے شک تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنی صحبت اور اپنے مال کی بدولت مجھ پر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکرؓ ہے اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دلی دوست بنانا تو ابو بکر صدیقؓ کو بنانا۔ لیکن اسلامی بھائی چارہ اور اسلامی محبت رہ گئی ہے۔ مسجد میں کسی دروازہ کو باقی نہ رکھا جائے بلکہ اسے بند کر دیا جائے مگر حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ باقی رکھا جائے۔

خشیخ از شیخ مدنی: "خود چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں (کھڑکی) اگر مسجد کی طرف کھڑکی اور گذرگاہ کو کھولا جائے گا۔ تو ایک نو مسجد کو راستہ بنانا پڑے گا۔ اس میں امانت مسجد ہے اور قطرق فی المسجد یعنی مسجد کو راستہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ دوسرے بنی وغیرہ اس سے گذریں گے ان کے لئے دخول فی المسجد ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ اس کا خلاف کر رہے ہیں اور الا عابری سبیل سے استدلال کرتے ہیں کہ عابری سبیل کے لئے دخول فی المسجد جائز ہے۔ خواہ جنبی ہو یا غیر جنبی علماء احناف "دشوائف" اس کو منع کرتے ہیں خبیب عبد ا۔ عبد ا نکہ سخت میں اثبات کہہ رہے۔ اس سے عموم تو مراد نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ فرد غیر معین مراد لیا جاسکتا ہے اور قرآن خارجیہ سے اس کی تعبیر کی جاسکتی ہے حضرت صدیق اکبرؓ اس کو سمجھ گئے دوسرے صحابہؓ نہ سمجھ سکے۔ کان ابو بکر علینا اس سے چھوڑا استدلال کہتے ہیں۔ کہ اعدوا حق بالامامة ہونا چاہیے۔ ان من الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر صحبت کے معنی معاشرہ کے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے اشاعت اسلام میں اپنا تمام مال و اسباب خرچ کر دیے واقعات ان کی معاشرہ اور اتفاق مال پر کثرت سے دلالت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت خلافت کے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر پھر اس کے مراتب ہیں معیت مجتہدین اور معیت صابریں اور ہے اور معیت سید المرسلین کے ساتھ سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس میں ابو بکر صدیقؓ کو شامل کرتے ہوئے فرمایا گیا ولا تخونن ان الله معنا۔ معنی نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معیت سب سے سید المرسلین کے ساتھ ہے ایسے صدیق اکبر کے ساتھ بھی ہے۔

الاباب ابی بکرؓ اگر اس پر شبہ ہو۔ کہ باب علیؓ بھی کھلا رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے اس روایت پر صرح کی ہے۔ اگر ثابت بھی ہو جائے۔ تو اس روایت صحیحہ قویہ کو ترجیح دی جائے

گی۔ یہ کہا جائے گا۔ کہ وہ واقعہ مشق ہے اور یہ واقعہ متاخر ہے۔

* تثنیع از شیخ زکریا۔ باب امر و رد گندہا اور وہاں جو توجیہ میں نے کی اس کی بناء پر یہاں تکرار لازم آتا ہے کیونکہ ہر مصدر بھی ہے بشرح نے جواب دیا کہ وہ بالاصالۃ ذکر ہے۔ اور یہاں بالتبع ذکر ہے مگر مجھے اس جواب دینے کی ضرورت اس وقت ہوگی۔ جب میں ہر کو مصدر میمی مانوں میرے نزدیک یہ مصدر میمی نہیں بلکہ اسم ظرف ہے اور غرض کی تفسیر ہے۔ کیونکہ خوچہ مطلقاً کھڑکی کو کہتے ہیں۔ خواہ گذرگاہ ہو یا نہ ہو۔ تو میرے نزدیک امام بخاریؒ نے خوچہ کے بعد ہر کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ خوچہ سے وہ مراد ہے جو گذرنے کی جگہ کے معنی میں ہے۔ ولو کنت متخذہ خلیلاً یہاں سوال یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اسلام سے پہلے تھی اور ضرب المثل تھی لہذا اس کا کیا مطلب کہ اگر کسی کو دوست بنانا تو ابوبکرؓ کو بنانا اس کا جواب یہ ہے کہ مودت اور محبت عام ہے اور غفلت اس محبت کو کہتے ہیں جو خلل قلب میں ہو۔ مبنی کہتا ہے۔

عدل العوادل حول قلبی التائب : دھوی الاحبة منه فی سوادہ

کہ ملامت گروں کی ملامت میرے پریشان دل کے ارد گرد ہے اور دوستوں کی محبت دل کے کالے دانے کے اندر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ پھر کسی دوسرے کی محبت کی جگہ کیسے ہو سکتی ہے۔ اب یہ سنو! کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حبیب اللہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت خلیل اللہ ہے اس میں اختلاف ہے کہ خلقت کا درجہ اولیٰ ہے یا محبت کا بعض محبت کو اعلیٰ مانتے ہیں اور بعض خلقت کو اگر ایسا ہو تو یہ جزئی فضیلت ہوگی۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حبیب اللہ دونوں نے حبیب اللہ تو دارمی میں صریح ہے اور ان اللہ اتصفوا بخلیلہ کا اتصفوا ببراہیم خلیلہ۔ تو اب کوئی شبہ نہ ہے گا۔

ولکن اخوة الاسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ اخوت اسلام ہے تو جس کا اسلام جتنا قوی ہو گا اس کا تعلق بھی اتنا قوی ہو گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسلام سب سے قوی ہے اس لئے اس کی اخوت بھی سب سے قوی ہوگی۔ لا یبتغین فی المسجد باب الا رد ابنت میں باب کا لفظ ہے اور امام بخاریؒ نے ترجمہ غرض کا لفظ ذکر فرما کر ایک اہم بات کی طرف اشارہ فرما دیا۔ وہ یہ کہ ترمذی تشریف کی روایت میں ہے۔ ولا یبتغین باب الا باب یحلی اب یہاں بخاری اور ترمذی کی روایت میں تعارض

ہو گیا۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی اس طور پر بنی تھی کہ اس کے کنارے مکانات تھے۔ ادران مکان والوں نے مسجد میں آنے کے لئے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں کھول رکھے تھے اور اس وقت تک جب اور عاتض کا مسجد میں سے ہو کر گزرنا ممنوع نہیں تھا۔ لوگ گزرتے رہتے تھے لیکن جب گزرنا ممنوع ہو گیا۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ کے دروازہ کو استثناً فرمایا۔ کیونکہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ اس بات پر صحابہ نے دروازے تو سب بند کر دیے۔ مگر چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں کھول لیں۔ تاکہ نماز کے واسطے ان میں سے ہو کر آجایا کرے۔ جب وفات قریب ہوئی تو حضورؐ نے یہ سب خوئے بھی بند کرادیئے۔ صرف حضرت ابوبکرؓ کا خوئے باقی رکھا۔ اس لئے کہ وہ خلیفہ ہونے والے تھے۔ ان کو ضرورت تھی لہذا ان کا خوئے باقی رکھا۔ تو لفظ خوئے سے اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ باب سے خوئے مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَائِشَةُ اسْتَعْرَضَتْ قَوْمًا فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاتَّخَذَ عَلَيْهِ نَقْرًا قَالَ إِنَّهُ كَيْسٌ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَّنَ عَلَى فِيهِ نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ إِحْدَى مَكْرِبَيْنِ أَوْ ثَمَانَةِ مَكْرِبَيْنِ وَكَوْنُهُ مَيْتٌ مِنَ النَّاسِ خَلِيلٌ لَا تَخْذُلُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا لَكِنْ خُلَّةٌ الْإِسْلَامِ فَضْلٌ سَدُّوْا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةٍ أَيْ مَكْرِبٍ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں ہیں میں آپ کی وفات ہوتی اپنے سر پر ایک ٹاکی کی بٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے منبر پر آ کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی ذات اور مال نے مجھ پر زیادہ احسان کیا ہو سوائے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ کے اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا ولی دست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ لیکن اب اسلامی دوستی افضل ہے۔ پس اس مسجد میں سب کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کے کہ وہ کھلی رہے

تشریح :- از شیخ زکریا۔ سد و اعفی کل خوئے اس روایت کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ باب کے اندر لفظ خوئے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اتباع روایت کی وجہ سے لکھا ہے۔ اور بحار باب

اولا جانے۔ اور پھر مرد رہا جس میں مرد رسی بنی پایا جانے۔

١٠٠

۱۔ ابن عباسؓ سے فرمایا کہ میں نے اپنے والد کے پاس بیٹھ کر ان کی خدمت میں

[illegible]

ہیں نہ یہ بات جس سے پرہیز ہی نہ ان سے پوچھنا کہ آپ سے ہی رسک پرہیز

اس حدیث اور آیت کا تفسار ہے: منہ اور سناجھ کے ابواب کو بند نہ کیا جائے۔

مساجد کے متاع کی حفاظت ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی نفاقت باقی رہے گی۔ اس لئے امام بخاریؒ اس باب سے بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ اور مسجد کو مغلق کرنا اس کا مصداق نہیں چنانچہ آپؐ نے خود خانہ کعبہ کے دروازہ کو بند کرایا۔ لوگ انتظار میں تھے۔ اسی وجہ سے ابن عمرؓ اندر نہ جاسکے۔

قتیبہؒ اور شیخ زکریاؒ بعض علمائے مسجد کے دروازے بند کرنے کو منع کیا ہے کہ یہ منہ اظلمہ من منع مساجد اللہ میں داخل ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس باب سے اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر غلق باب مسجد کی حفاظت یا اور کسی مصلحت کی وجہ سے ہو تو جائز ہے اور اتنا مسجد ابن عباسؓ کا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اپنے زمانے میں مساجد کے اندر دروازے لگاتے تھے جن کی ان کو قدرت تھی۔ فتوا غلق الباب یہاں پر دروازے بند کر دینے کی وجہ سے منع الناس عن الدخول ہوا مگر مصلحت کی بنا پر تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسا کرنا مصلحتاً جائز ہے۔ اور بند کرنا جب کعبہ میں جائز ہے تو مسجد میں بدرجاء اولیٰ ہوگا۔ بند اس لئے کیا تھا کہ اس میں جہوم نہ ہو اور سکون قلبی حاصل ہو۔

باب دُخُولِ الْمَشْرِفِ فِي الْمَسْجِدِ -

ترجمہ :- مشرک کا مسجد میں داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۲۲۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا فَبَلَغُوا مَجْدَلًا فَجَاءَتْ بِمَجْدَلٍ مِنْ كُبَيْبٍ حَنِيفَةٍ يَقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالَةَ فَطَوَّعُوا بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَادِي الْمَسْجِدِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑ سوار فوجی دستہ نجد کی طرف بھیجا تو وہ ایسے آدمی کو کپڑے لائے جو قبیلہ بنو حنیفہ کا تھا جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ تو اس کو مسجد کے ستونوں میں ایک ستون کے ساتھ انہوں نے باندھ دیا۔

قتیبہؒ اور شیخ زکریاؒ حنیفہ و خیالہ کے نزدیک دخول المسجد جائز ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز شافعہ کے نزدیک مسجد حرام میں ناجائز ہے اور اس کے ماسوا میں جائز ہے۔ بظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے ترجمہ میں کوئی قید ذکر نہیں فرمائی۔ ما نصبت انما المشركون فلو بقى المسجد الحرام بعد عامه هذا یعنی مشرک نجس ہیں۔ یہ ناپاک لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اس آیت سے استدلال

باب رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ -

حدیث نمبر ۴۵۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَلِيمٍ الْهَمْدِيُّ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنُ أَبِي حَذْرٍ وَدَيْنَانَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَنْفَعَتْ أَضْوَاءُ نَمْلًا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِمْ فَخَسَجَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفُوفَ مِجْرَتِهِمْ وَنَادَى كَعْبَ

بَن مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ كَبَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَشَارَ بِإِصْبِهِ أَنْ ضَمَّ الشَّطْرَيْنِ
دَيْنِدَعٍ قَالَ كَعْبٌ قَدْ نَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ نَسْتَعْلِي اللَّهُ مَعَكُمْ وَسَلَّوْهُ قُوَّةً فَانْصَبْ

ترجمہ:- حضرت کعب بن مالک خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ابن ابی حدوس سے اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا۔ جو اس کے ادھر تھا۔ اور یہ مطالبہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوا۔ اس جگہ پر میں ان کی آواز میں اتنی بلند ہوئیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ان کی آواز کو سن لیا چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ کا پردہ ہٹا کر ان دونوں کے لئے باہر تشریف لائے اور کعب بن مالک کے اونچی آواز سے پکارا فرمایا اے کعب! انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرضہ میں سے آدھا اس کو معاف کر دو۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے کر لیا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا اٹھو اور قرضہ باقی ادا کر دو۔

تشییع از شیخ مدنی:- یہ حضرت کعب بن مالکؓ کا یہ واقعہ رفع الصوت فی المسجد کے متعلق ہے جو نہایت پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ آپ جلدی سے ان کے درمیان صلح نہ کراتے۔ آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر معاملہ طویل پڑ گیا۔ تو رڑائی جھگڑے تک فوت آنے لگی۔ اور رفع صوت ہو گا۔ مگر پہلی تو جہیہ اقرب الی التحقيق ہے۔

تشییع از شیخ زکریا:- رفع صوت کی ممانعت بہت سی روایات سے ثابت ہے اسی بنا پر اخلاف کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف بہت سی روایات سے جواز بھی معلوم ہوتا ہے، چونکہ روایات مختلف ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف دو طرح کی روایات ذکر کر دیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے بھی کی روایت پہلے ذکر فرمائی۔ اور جواز دالی بعد میں تو جواز دالی روایت بھی کی طرف پھیری جاسکتی ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ رفع صوت مطلقاً منع ہے اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے نکل کر ہاتھ سے اشارہ فرمادیا تاکہ مسجد میں آواز بلند نہ ہو، الحاصل مسجد کے اندر رفع صوت مکروہ ہے لیکن علمی بات کہنے یا تقویٰ کے لئے اگر رفع صوت کی ضرورت نہ پڑ جائے تو جائز ہے۔ تو دونوں روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ایک کو ضرورت پر محمول کیا جائے۔ خصوصی رجل۔ حضرت عمرؓ بآد جہوری الصوت ہونے کے مجھے مسجد میں آواز نہیں دی۔ بلکہ لگھری کے اشارے سے بلایا۔ نیز آد جہادی گفتگو کر رہے تھے ان کو دھمکی دی۔ اس سے کراہتہ رفع صوت کا علم ہوا۔ امام بخاریؒ کا

بَابُ الْخَلْقِ وَالْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ

حدیث نمبر ۴۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمُسْبِرِ مَا تَرَى فِي صَلَاتِهِ اللَّيْلُ قَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا انْشَأَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً فَأَوْقَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَوَارَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ بِهِمُ (الحدیث)

تشیخ از شیخ زکریا مسلم شریف کی روایت میں ہے فانی اوی کو عذین مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں متفق دیکھتا ہوں۔ اس طرح ابو داؤد کی روایت میں ہے نہی عن الخلق فی المسجد یوم الجمعة کہ آپ نے جمعہ کے دن مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے لعن اللہ من جلس وسط الحلقة کہ جو شخص حلقہ کے درمیان بیٹھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ ان روایات کا تقاضا ہے کہ مسجد کے اندر حلقہ بنا کر بیٹھنا ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاری نے ان روایات پر رد کیا ہے جن سے یہی معلوم ہوتی تھی۔ اور علماء موجدین فرماتے ہیں کہ اس باب سے تنبیہ فرمائی ہے کہ جن روایات کے

اندرونی وارد ہوئی ہے وہ اپنے عموم پر نہیں لہذا عربین والی روایت اس پر عمل ہے کہ اس طور پر بیٹھنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور مقصود اجتماع ہے اس لئے اس سے منع فرما دیا۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت جمعہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ملحقہ بنانا۔ اصناف یعنی صفیں بنانے کے مقصود میں غل ہے۔ اور وسط الحلقہ میں بیٹھنا چونکہ مستقرین (سفرے) لوگوں کا طریقہ ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا سال جیل ابنی صلعم و صوملی المنید جب حضور مسلم منبر پر تھے۔ تو لوگ اس پاس ملحقہ کئے ہوئے بیٹھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُثْمَانِ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُخَاطَبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَاةُ الْكَلْبِ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْقِ بِوَاحِدَةٍ كَمَا تَرَاهُ لَكَ مَا فَدَمَكُنْتَ وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَوْثِرٍ حَدَّثَنِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا قَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم مسلم خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی حضور مسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتا ہے کہ رات کی نماز یعنی نماز تہجد کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا دو گانہ دو گانہ پڑھی جائے۔ جب صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو تو ایک رکعت کے ساتھ دز بنا لو کیونکہ جو کچھ تم پڑھ چکے ہو اس رکعت کو دز بنا دے گی۔ اور ابن عمر نے ان حضرات کو حدیث بیان کی کہ آدمی نے جناب نبی اکرم مسلم کو اونچی آواز سے پکارا جبکہ آپ مسجد میں تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي قُرَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُخَاطَبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَاةُ الْكَلْبِ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْقِ بِوَاحِدَةٍ كَمَا تَرَاهُ لَكَ مَا فَدَمَكُنْتَ وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَوْثِرٍ حَدَّثَنِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا قَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت ابو داؤد قریشی فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ جناب رسول اللہ مسلم مسجد میں تھے کہ بہن لوگ آئے تو حضور رسول اللہ کے پاس پہنچ گئے اور تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے

حلقہ میں کوئی کٹہہ جگہ دیکھی تو اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا بیٹھ بچہ کے چلا گیا جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ان تین لوگوں کے متعلق بتلاؤں ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ سے ٹھکانا مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھکانا وسط میں دے دیا دوسرے کو جیسا دامن گیر ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے جیسا درجیسا معاملہ کیا۔ تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی :- یہ تیسری روایت جو از حلقہ پر صراحۃً دلائل کرتی ہے یہ روایت کتاب العلم میں مفصل گزر چکی ہے

باب اِلَا سْتَلْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ ،

ترجمہ :- مسجد میں چٹ لیٹنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ آثَمَةَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضْطِجَّ رَجُلٌ عَلَى الْأُخْلَى وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ يَقْعُكُونِ ذَالِكَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن زید بن عامر سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چٹ لیٹے ہوئے دیکھا کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے والے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی :- اس روایت باب سے استلقاء کا جواز معلوم ہوتا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ غنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاستلقاء في المسجد نورفع تعارض کے لئے کہا جائے گا کہ استلقاء سے فی نفسہ ممانعت نہیں بلکہ اس زمانہ میں لوگ تہمند باندھتے تھے اور استلقاء کی صورت مذکورہ فی الحدیث میں کشف عورت ہوتا ہے جس کی بنا پر آپ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اگر کوئی کشف عورت سے حفاظت کرے تو کوئی ممانعت نہیں چنانچہ آپ نے بھی کیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ روایت نہیں کو منسوخ قرار دینا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ نبی متقدم ہے اور اباحت متاخر ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے افعال اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا :- یہ آداب میں سے ہے جس کی تفصیل کتاب آداب میں آئے گی، یہاں ابوداؤد کی

روایت پر رد کرنا ہے جن میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر چپ لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے علماً موجبین فرماتے ہیں کہ استلقاء فی نفسہ جائز ہے جیسا کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسے نہ لیٹے اور بھی ابو داؤد کی روایت کا محل ہے۔ اور میرے حضرت نور اللہ مزرقہ کی رائے یہ ہے کہ استلقاء کی صورت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ پیر پھیلے ہوئے ہوں اور پاؤں پر پاؤں رکھ لے۔ یہ صورت جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ پاؤں بڑ کر گھٹنے پر دوسرا پاؤں رکھ لے۔ یہ دوسری صورت روایات میں کامحل ہے۔ نہی اس لئے فرمائی گئی کہ اس میں کشف عورت کا احتمال ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر نگلی چھوٹی ہے تب تو منع ہے ورنہ نہیں جب ان روایات میں نص موجود ہے اس لئے اگر اس ترجمہ کو بیان جواز کے لئے مانا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

باب المسجد یكون في الطريق من غير ضرر يالنا س فيه
و قال الحسن و آيوبة و مالك

ترجمہ :- راستے میں مسجد بنانا جبکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت حسن بصری اور ایوب اور امام مالک اسی کے قائل ہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكِينٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَهُ رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَهَا أَعْقِلْ أَيْتِي رَأَا وَمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَ لَمْ يَمَسَّ عَلَيْنَا يَوْمَ رَأَا يَكُونَا فِيهِ وَ مَوْلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفِي الْهَامَارِ بَكْرَةً وَ عَشِيَّةً نَعَدَ بَدَا لَهَا بَنِي بَكْرَةَ فَاتَّبَعَتْنِي مَسْجِدًا بِذَنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَ ابْنَاءَهُمْ يَعْبُجُونَ مِنْهُ وَ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ وَ جُلَا بَكَاءً وَ لَا يَمْلِكُ عَيْنِيهِ رَأَا قَرَأَ الْقُرْآنَ قَائِمًا ذَا بَعِ أَشْرَافُ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں کہ مجھے سمجھ تو نہیں تھی مگر میرے والدین کسی خاص دین کو اختیار کرتے ہوئے تھے کوئی دن ایسا نہیں گذرنا تھا مگر یہ کہ جناب رسول اللہ صلی صبح و شام ہمارے گھر آیا کرتے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی نے مناسب سمجھا کہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے مشرکین کی عورتیں امدان کے بچے آپ کے پاس آ کر کھڑے ہوتے

تھے۔ قرآن مجید پڑھنے پر تعجب بھی کرتے اور آپ کی طرف مشتاقانہ نظر بھی کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت رونے والے تھے جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آنکھوں پر قابو نہیں رہتا بلکہ اختیار دیتے تھے۔
مشرکین قریش کے سردار اس تاثر سے گہرا اٹھے

خشیخ از شیخ مدنی مر مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ قارعة الاطریق کو مسجد نہ بنایا جا
ام بخاری بن ثابت فرماتے ہیں کہ اگر اس مسجد قارعة الاطریق سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے تو ممانعت نہیں ہے۔
ضرر پہنچے تو ممانعت ہے۔ چنانچہ ممانعت والی روایت اسی پر معمول ہے۔ اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اب
وغیرہ گذرتے ہیں نجاسات پڑی ہوتی ہوتی ہیں۔ اسے جانے والوں کو رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ممانعت ہے
ورنہ ہمیں مصنف نے ممانعت کو محلول بالعلۃ قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو قارعة الاطریق پر
مسجد بنانے سے نہیں روکا۔

خشیخ از شیخ زکریا شاریع عام کے اندر جو کسی کی ملوک نہ ہو۔ اور اس میں کسی کا ضرر بھی نہ ہو وہاں
اگر مسجد بنا دی جاتے تو کوئی حرج نہیں خاجتھا مسجد الفخامدارہ یہ روایت ابواب الحجۃ میں پوری
نہیں صفحہ پر آئے گی۔ اور کتاب الکفالتہ میں ایک صفحہ کا ٹکڑا اسے گا۔ مختصر انناسن لور کہ جب مشرکین طرح طرح
سے مسلمانوں کو ستانے لگے تو کچھ مسلمانوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور جانے لگے چونکہ حبشہ کا بادشاہ رحمدل تھا
اس لئے وہیں صحابہ کرام جا رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور نکل پڑے، راستہ میں ابن
ملا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس لئے پوچھا ابوبکر کہاں جا رہے ہو۔ حضرت نے بتلا دیا۔ کہنے لگا تم جیسا
آدمی نہیں جاسکتا۔ تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ غریبوں کی خیر و خبر لیتے ہو۔ میرے ساتھ چلو تمہیں کوئی تکلیف
نہیں پہنچا سکتا۔ عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کو پناہ دے دیتا تو پھر اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا
اگر کوئی کرتا تو پھر اس کی اسی پناہ دینے والے کے سارے قبیلے سے ہو جاتی تھی۔ ابن الدغنه حضرت
ابوبکر صدیقؓ کو واپس لے آئے اور ادھر ادھر پھر کہ سب کو خبر کر دی کہ میں نے ابوبکر صدیقؓ کو پناہ دے
دی ہے۔ اب ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جاتے جب قریش نے سنا تو کہنے لگے کہ ہمیں تمہارے امان
دینے سے کوئی انکار نہیں۔ ابوبکر شوق سے رہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ جب قرآن پاک پڑھتے ہیں
تو بہت زیادہ روتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں ہم سے پھرنے جائیں اس لئے کہ عورتوں اور بچوں
کا دل نرم ہوتا ہے۔ لہذا لے ابن الدغنه تم بشرط لگا دو کہ وہ قرآن پاک اپنے گھر کے اندر پڑھا کریں اس نے

آ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہہ دیا حضرت ابو بکرؓ نے اولاً تو منظور کر لیا مگر کب تک اللہ کے ذکر کو چھپاتے دروازے کے سامنے مسجد نہالی۔ اور اس میں قرآن پاک پڑھتے رہے۔ قریش نے اس کی شکایت ابن لادن سے کی وہ آیا اور آ کر اپنی شرط یاد دلائی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اس کی امان اسے واپس کر دی بفضلِ تہ سے آگے آئے گا۔

باب الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ - وَصَلَّى بَنُو عُمَيْرٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارِ يُضَلِّقُ عَلَيْهِمُ الْبَابَ -

ترجمہ:- بازار میں نماز پڑھنا حضرت ابن عوف نے اپنی حویلی کی ایسی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ ان پر بند کیا جاتا تھا

حدیث نمبر ۴۵۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمْعِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتَيْهِ فِي مَجْمَعَةٍ وَصَلَاتُهُ فِي سُوقٍ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً فَإِنْ أَحَدٌ كُوِّرَ إِذَا تَوَضَّأَ فَامْسَحَ بِرَأْسِهِ وَآقَى الْمَسْجِدَ لَا يُسَيِّدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَوْ يَنْطُ تَطَوُّلاً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِمَا دَرَجَتُهُ وَحَطَّ عَنْهُ بِمَا خَطِيئَتُهُ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُهُ وَتُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَكَ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ فِيهِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ بن ابی بکرؓ نے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے گھر میں نماز پڑھنے سے یا اپنے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ کیونکہ جب کسی نے وضو کیا۔ اور وضو کو اچھی طرح بنایا پھر مسجد میں اس حال کے اندر آیا کہ نماز کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتا تھا تو جو قدم بھی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کی بدولت ایک درجہ بلند کر دیں گے یا اس کا ایک گناہ معاف فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگا جب مسجد میں داخل ہوگا۔ تو جب تک اسے نماز روکے ہوئے ہے وہ نماز ہی میں ہے۔ اور جب تک نماز پڑھنے والی جگہ میں تھا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم فرما جب تک کہ یہ کسی کو تکلیف نہ دے یعنی بے وضو نہ ہو جائے۔

تشیخ از شیخ مدنی: چونکہ اسواق کو شرابائع کہا گیا ہے۔ اس لئے احتمال تھا کہ مسجد سوق میں نماز مکروہ ہوگی مگر امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ سوق میں اور مسجد سوق میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ فی مسجد فی دار اگر شبہ ہو کہ یہ مسجد توفی دار ہے تو پھر ترجمہ مسجد فی السوق کیسے ثابت ہوگا۔ بعض حضرات نے کہا کہ افادہ زائدہ کے لئے مصنف نے زیادتی کر دی۔ وہ یہ ہے کہ مسجد وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد دار مسجد اصطلاحی نہیں ہے تو بتلانا ہے کہ اس میں بھی نماز باجماعت ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے۔ جعلت الارض مسجد او طہوناً کہ تمام رستے زمین میرے لئے مسجد گاہ بنائی گئی ہے حالانکہ وہ بھی مسجد اصطلاحی نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں ہر جگہ نماز ہر حالتی ہے اور صلوٰۃ فی البیت اور صلوٰۃ فی السوق دو نو برابر کے درجہ کی ہیں البتہ صلوٰۃ الجمع ان سب سے پچیس درجہ زائد ہے۔ تو مسجد سوق شرابائع نہ ہوئی۔ کیونکہ صلوٰۃ فی سوتہ فرمایا گیا ہے صلوٰۃ الجمع تنزید اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ الجمع مثلاً سو آدمیوں کے مجموعہ کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زائد ہے حالانکہ یہ مقصد نہیں تو کہا جلتے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی نماز مصلیٰ فی البیت کی نماز سے پچیس گنا زائد ہے یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ فی بیتہ میں ضمیر کو مفرد لایا گیا ہے۔ یہ ثواب تو الگ ہے اس کے علاوہ جو وضو اچھا کرے گا۔ قدموں چل کر آئے گا۔ یہ اسباب صلوٰۃ ہیں۔ ان میں بھی خیریت پائی جاتی ہے ان کا ثواب الگ ملے گا۔ پچیس درجہ نماز کا ثواب وہ ان کے ثواب سے الگ ہے فان احکم اس کی علت نہیں ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے اندر آیا ہے شرابائع اسواق اور بالکل یہی بات ہے لہذا اگر کسی ضرورت کے لئے جلتے تو بقدر ضرورت دہاں ٹھیرے اور پلا آدے جیسے بیت الخلا میں اتنی ہی دیر ٹھیرتا ہے جتنی اس کو حاجت ہوتی ہے تو اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ سوق کے اندر نماز پڑھی جلتے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب سے اس کا جواز ثابت فرمایا اور یہی اقرب ہے۔ علامہ عینیؒ نے حافظ کے کلام کو رد فرمادیا۔ مگر کوئی وجہ بیان نہ فرمائی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بہت آئی ہے اور بعض روایات میں لا صلوٰۃ لدار المسجد الا فی المسجد کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد کے سوا جائز نہیں تو اس سے یہ سمجھ میں آئے کہ غیر مسجد میں جائز مسجد کی نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت

فرماتے ہیں مسجد سوق میں اگرچہ وہ حقیقتہً مسجد نہیں ہوتی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر رد فرمایا ہے اس لئے کہ مسجد شرعی ان کے نزدیک وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد سوق میں عام اجازت نہیں ہوتی اور بازار کی مسجد سے وہ مسجد مراد ہے جو گھر میں بنائی جائے تو امام بخاریؒ نے جواز ثنابت کیا کہ مسجد سوق سے مسجد شرعی ہو سکتی ہے میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ مسجد نبویؐ کے اندر بھی نماز پڑھا جاتا ہے اور سب اقرب سے وصلی ابن عون فی مسجد۔ علامہ کرامیؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عون کے اثر کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ باب تو صلوٰۃ فی مسجد سوق کے بیان میں ہے اور ابن عون کا اثر مسجد البیت کے بارے میں ہے مگر میرے والد صاحب نے ترجمہ کی جو غرض بتلائی ہے۔ اس صورت میں ابن عون کا اثر بے تعلق نہیں رہتا کیونکہ مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں مسجد اصطلاحی وہ ہے جس میں اذن عام ہو اور مسجد سوق میں اذن عام نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب سوق بند ہو گیا تو مسجد بھی بند ہو گئی۔ اس لئے کہ سوق سے مراد مسقف مذہب ہے جیسے گوشت مارکیٹ، سبزی مارکیٹ وغیرہ۔ صلوٰۃ الجلیع منید اس سے بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ السوق جائز ہے کیونکہ جب جماعت کی نماز صلوٰۃ بیت اور صلوٰۃ سوق پر پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ جو اصل صلوٰۃ ہے وہ ان دونوں کے اندر بھی موجود رہتا ہے اب یہاں بحث پچیس اور ستائس درجے کی ہے۔ اس پر کلام ابواب الجماعت میں آئے گا۔ کیونکہ وہاں دو قسم کی روایات آئیں گی، حرجۃ الباب کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ کا جو خط انہوں نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا اس کے اندر ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مساجد بناؤ تو یہاں سے بتلاتے ہیں کہ بازار اور گھروں کے اندر مساجد بنانی چاہئیں اور ان کے اندر کبھی کبھی نماز پڑھتے رہنا چاہیے۔ روایت میں جو ایک لفظ آیا ہے۔ صلوٰۃ فی سوقہ تو امام بخاریؒ کا اپنے ترجمہ پر استدلال اسی سے ہے۔

باب تَشْبِیْهِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَ غَيْرِهَا

ترجمہ :- مسجد میں انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرنا، بجانا، چٹھائے نکالنا۔

حدیث نمبر ۴۵۸ حَدَّثَنَا حَاوِذُ بْنُ عَمَرَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبْنِ عُمَرَ قَالَ
شَدَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ وَكَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيتَ فِي حَتَاكَ مِنَ النَّاسِ هَذَا۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمر العاصیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرتے ہوئے فرمایا۔ اور دوسری سند میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمرؓ تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تو روڑی لوگوں میں رہ جاتے گا۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ تشبیک الصابغ کو آپ نے پسند نہیں فرمایا جس سے علی الاطلاق ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر امام بخاریؒ اس کے جواز کو رد نہ بھی مسجد میں ہوتا بت کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے تشبیک ناجائز ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ چونکہ ابوداؤد وغیرہ سنن کی روایات میں ہے۔ اذا عمد احدكم الى المسجد فلا يشبك يده اليمنى جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جانے کا ارادہ کرے تو اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو نہ بجلاتے جس سے معلوم ہوا کہ تشبیک ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کے جواز کو ثابت فرمادیا۔ علماء موجدین فرماتے ہیں کہ سنن کی روایت اور بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ بخاری کی روایت نفس تشبیک پر محمول ہے۔ اور وہ جائز ہے۔ اور سنن کی روایت مٹی الی لساہد پر محمول ہے۔ کیونکہ جب مصلیٰ مسجد کی طرف جاتا ہے تو وہ مصلیٰ ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور مصلیٰ تشبیک سے منع ہے اس لئے عامہ الی المسجد میں مصلیٰ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے منوع عن التشبیک ہوگا۔ تشبیک النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصابعہ یہ روایت محل ہے وقال عامر بن علی سے اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ سمعت هذا الحديث عن ابي عبد الله يبول کہ جیسے یہ حدیث میں واقع ہے سنی اس طرح اپنے والد صاحب سے بھی سنی ہے۔ مگر مجھ کو وہ ترتیب یاد نہ رہی جو والد صاحب نے یاد بیان فرمائی کہ پہلے کیا بیان کیا تھا۔ اور پھر کیا بیان فرمایا عن ابيه میں ابيه کی ضمیر واقعہ کی طرف راجع ہے۔ اذا بقيت في حثالة النساء یہ ابواب الفتن کی روایت ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیک کر کے اشارہ کر دیا کہ اس وقت نیز کیا حال ہوگا جبکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو سکے گی اور سب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔

حدیث نمبر ۴۵۹ حَدَّثَنَا خَدَّادُ بْنُ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُؤْمِنُ بِمَا لَبَّيْنَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَتَشَدُّ أَسْبَابُهُ ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن مومن کے لئے دہوار کی طرح ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں پھر آپ نے انگلیوں کو انگلیوں

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شام کی نمازوں میں سے ایک نماز جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پڑھائی۔ ابن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے تو اس کا نام لیا مگر بھول گیا۔ فرمایا ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر دیا۔ پھر اس نکلڑی طرف کھڑے ہوئے جو مسجد میں عرض میں پڑی ہوئی تھی

اس لکڑی کا سہارا لیا۔ گویا کہ آپ ناراض تھے۔ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں کے درمیان تشبیک کی۔ اور اپنے دائیں رخسار کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پیٹھ پر رکھا۔ اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل چکے تھے۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ اور قوم میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ موجود تھے مگر وہ آپ سے کلام کرنے میں ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور قوم میں ایک ایسا شخص تھا جس کے دونوں ہاتھوں میں لمبا پن تھا جس کو ذوالبدرین کہا جاتا تھا۔ وہ بولا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا بات ایسے ہے جیسے ذوالبدرین کہتا ہے۔ سب بولے ہاں تو آپ آگے بڑھے اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کو بڑھا سلام پھیرا تکبیر کی اس طرح کا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا پھر سر اٹھایا تکبیر کی اس جیسا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا پھر سر اٹھایا تکبیر کی ۱۰ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا پھر سلام پھیرا فرمانے لگے مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین نے فرمایا تھو سدا پھر سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ احدى صلوة العشى الظمروا لعض ابو هريرة کی روایت میں ظمروا ہے اور عمران بن حصین کی روایت میں عصر ہے محدثین دونوں کو ایک ہی واقعہ پر محمول کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رعدت پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ سہو متعدد بار ہوا ہے۔ کا نہ غضبان چونکہ نماز کے اندر سہو واقع ہوا جس کا اثر قلب ظہر پر پڑا اور وہ اثر چہرے سے ایسا ظاہر ہوا جیسے کہ حضور پاک صلی علیہ وسلم کو فتنہ آ رہا ہو۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جو جتنا حسین ہوتا ہے۔ اتنا ہی جلدی ناثر اس کے چہرہ پر پڑتا ہے جو تلم ہے پھر حضورؐ کے حسن کا تو کیا پوچھنا۔ وضع یدہ الی عنی سے لے کر علی ظہر یدہ الی سب کی جو تشکیل حضرت نے فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ اولاً دایاں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے کف کی پشت پر رکھے۔ اور انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال لیا جلتے۔ اور پھر دائیں رخسارے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں رہیں۔ مگر ہتھیلی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف کو ذرا سا الگ ہو واللہ اعلم۔ فہا باہ ان یکلما اس لئے کہ جس کو جتنا زیادہ بزرگوں سے قرب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ان سے خوف بھی ہوتا ہے۔ قال لوانس و لوانس حضور اقدس صلی علیہ وسلم نے لم انس اس لئے فرمایا کہ بھولنے والے کو یاد نہیں رہتا کہ مجھ سے بھول واقع ہوئی یا نہیں اور فسر ہوا یا نہیں تو حضورؐ نے یہ سب کچھ اپنے ظن کے مطابق فرمایا۔ فقال اکما یقول ذوالبدرین حضرت ذوالبدرین کے فرمانے کے بعد

حضور صلعم نے دوسرے صحابہ سے اس کی تصدیق فرمائی کہ ذوالیہدین جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔ یہ روایت ابواب السہو اور کلام فی الصلوٰۃ میں آئے گی اور ان مسائل پر کلام وہیں ہوگا۔ فی سائلہ ثلثہ وسلم ابن سیرین کے شاگرد کا مقولہ ہے کہ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا کہ پھر حضور صلعم نے اس کے بعد سلام بھی پھیرا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عمران بن حصین قال ثم سلم یعنی ابوہریرہ کی روایت میں تو نہیں مگر مجھے خبر پہنچی کہ عمران بن حصین فرماتے ہیں ثلثہ۔ قال عامر بن علی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عامر بن علی فرماتے ہیں کہ ہم سے اس کو عامر بن محمد نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ لیکن وہ اس کے الفاظ بھول گئے تھے، تو انہوں نے اپنے بھائی داند بن محمد سے اس کی توثیق اور تقویم کرائی کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے سنا تھا تم کو بھی یاد ہے تو انہوں نے توثیق فرمائی۔ اور کہا کہ میرے باپ بیان کیا کرتے تھے۔ تو گو یا اس حدیث کی سند اگرچہ عامر بن محمد سے ہے مگر چونکہ وہ بھول گئے تھے۔ اس لئے اپنے بھائی سے پوچھ کر اس حدیث کو بیان فرمایا۔ اذا بقیۃ فی حثالة من الناس۔ حثالة کہتے ہیں بھجور کو یعنی وہ کباڑ جو جو کا آٹا چھننے کے بعد چھپنی میں رہ جاتا ہے۔ اور مطلب یہ تھا کہ جب سب لوگ غلط ملط ہو جائیں گے اس وقت تو کیا کرے گا۔

باب المساجد اکتی علی طرقي البسۃ والمواضع اکتی مویذیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ۔ ان مساجد کے بارے میں جو مدینہ منورہ کے راستوں میں ہیں اور وہ مقامات جن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدِّسِيُّ الْقَائِلُ وَآيَةُ سَالِحُونَ عَنِ اللَّهِ يَتَعَوَّذُ مَا كُنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَأَنَّكَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّكَ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَسَأَلْتُ سَالِمًا خَلَا أَعْلَمَهُ رَأَاهُ وَأَفَوْ نَافِعًا فِ الْأَمْكِنَةِ مِلْمًا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدِ بَشْرَفِ الْمَوْحِلِ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سالم بن عبد اللہ دیکھا کہ راستے کے ان مکانات کو تلاش کرتے جن میں وہ نماز پڑھتے تھے بیان کرتے تھے کہ ان کے باپ حضرت ابن عمر انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم کو ان مکانات میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور نافع نے بھی ابن عمر سے روایت کیا کہ وہ انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو انہوں

نے بھی میرے علم کے مطابق ان مکانات کے بارے میں حضرت نافع کی موافقت کی مگر مسجد خرف الروما میں دونوں کا اختلاف ہو گیا۔

کنش بیج از شیخ مدنی: اس باب سے بتلانا ہے کہ اگر کسی جگہ کوئی صاحب نماز پڑھے یا وہاں سے اس کا گذر ہو تو اس مقام پر مسجد بنالینا جائز ہے۔ مدینہ منورہ سے طرق مکہ میں سے آپ کا جانا کتنی بار ہوا ہے۔ اور بعض مقامات پر آپ نے مختلف ازمنہ میں نماز پڑھی۔ اور راحت بھی فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ کو آپ کی ان قیام گاہ کے بارے میں غلو تھا۔ اس نے انہوں نے اس کا زیادہ تفحص کیا۔ مگر اس زمانہ میں بھی خطبہ عثمانی ہو گیا تھا۔ اب ان مساجد میں سے صرف مسجد ذوالحلیفہ باقی ہے۔ روحاء مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر دوسری منزل ہے اور شرف کے معنی بلندی کے ہیں چونکہ اس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا اس لئے یہاں پر ایک مسجد بنادی گئی۔ مگر اس میں حضرت سلم اور نافعؓ کا اختلاف واقع ہو گیا۔ اور سب مساجد میں اتفاق رہا۔

کنش بیج از شیخ زکریا: شراح فرماتے ہیں چونکہ غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو بیان کرنا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار کے راستے کا حال بھی بیان فرمادیا۔ مساجد چونکہ اہم تمعین اس لئے ان پر ترجمہ باندھ دیا۔ مہرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک اہم مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ وہ یہ کہ مشاہد کا برس استبراک جائز ہے یا نہیں جس میں دو فریق ہو گئے۔ ایک نے تو بالکل افراط کر دی جیسے مبتدعین اور دوسرے نے بالکل تفریط کر دی۔ جیسے دہلیہ۔ نجدیہ اور ہم اہل دیوبند کا طریقہ یہ ہے کہ عقائد کے اندر تو دہلی اور اعمال کے اندر مبتدعین کے ساتھ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس طرح نہیں کرنے کہ جس سے ان بزرگوں کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہو بلکہ جو ادب ہے۔ اس کے ساتھ پیش آتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ حضرات کچھ بھی نہیں کر سکتے جو کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اب یہ سنو کہ حضرت عمرؓ استبراک یعنی تہرک حاصل کرنے کے معاملہ میں بہت زیادہ سخت واقع ہوئے تھے۔ دہلیہوں کے قریب قریب تھے، حتیٰ کہ اس درخت کو بھی کٹوا دیا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے برکت کی نیت سے وہاں اس درخت کے نیچے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اس پر فرمایا کہ اب درخت کی عبادت ہوگی۔ یہ کہہ کر کٹوا دیا۔ اسی طرح جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو اذ لا فرمایا اذ لا تفسد ولا تنفع لولا انی لأبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَبْلَكَ مَا قَبْلُكَ ثُمَّ قَبْلُكَ ۝ یعنی میں جانتا ہوں کہ تُو نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے جنابِ سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ پھر بوسہ دیا۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عمرؓ بالکل حضرت عمرؓ کی ضد تھے جہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کیا وہاں بھی وہ کام حضرت ابن عمرؓ بھی کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ اگر کسی جگہ حضورؐ نے پیشاب کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے بھی پیشاب کرنے کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ گو اس وقت حاجت نہ بھی ہو رہی ہو حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے طریقہ کو ترجیح دی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے استہراک ثابت ہے جیسا کہ عثمانؓ کی ذات میں گزر چکا کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ حضورؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں۔ میں اسی کو اپنے لئے نماز گاہ بناؤں گا۔ تو یہ استہراک ہی ہوا اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے استہراک کرتے تھے کہ اس کو پانی میں ڈال کر ٹیٹھا مائل کرتے تھے۔

وحدثنی تافع اس روایت کو ذکر فرما کر موسیٰ بن عقبہ نے بتلادیا کہ جیسے سالم نے اپنے ہاتھ نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن عمرؓ کے مولیٰ تافع نے بھی ان سے یہی نقل کیا ہے۔ تو اس سے سالم کی روایت کی تقویت ہو گئی کہ صرف وہی نہیں بیان کرتے بلکہ اور بھی بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں کی روایات میں یہاں صرف اس مسجد میں اختلاف ہے جو کہ شرفِ روماً پر واقع ہے کہ کس جگہ پر واقع ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِمْصِيُّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ خُبْرُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ فِي حَجَّتِهِ حِينَ تَحْتَ سَمَرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَقْبَحَ أَوْ عُمُوَّةَ هَبَطَ بَطْنٌ وَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنٍ وَإِذَا نَاحَ بِالْبَطْحَاءِ الْكُتْبِ عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَقَرَسَ ثُمَّ حَقَّ يُصْبِحُ كَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَى الْأَكْمَةِ الْكُتْبِ عِلْمًا الْمَسْجِدَ كَانَ ثُمَّ خَلِيفَةُ يُصَلِّي عِنْدَ اللَّهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كَثُوبٌ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُصَلِّي فَدَايِقُهُ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَقٌّ وَفَنَ ذِي الْمَكَانِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي فِيهِ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدِ الْمَغْرِبِيِّ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرْفِ التَّوْحَاةِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُعَلِّمُ الْمَكَانَ الَّذِي بِشَرْفِ التَّوْحَاةِ

وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثُمَّ
عَنْ يَمِينِكَ حَيْثُ تَقُومُ رُفِي الْمَسْجِدَ تَصَلِّيَ وَذَلِكَ الْمَسْجِدَ عَلَى خَافَةِ الطَّرِيقِ الْيُمْنَى وَأَنْتَ
ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رُمِيَّةٌ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ
يُصَلِّي إِلَى الْعُرُقِ الَّذِي عِنْدَ مَنْصَرِفِ التَّوْحَاةِ وَذَلِكَ الْعُرُقُ انْتَهَى طَوْفُهُ عَلَى خَافَةِ
الطَّرِيقِ دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَنْصَرِفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدْ ابْتَنَى
ثُمَّ مَسَّجِدٌ فَلَوْ يَكُنْ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيَ أَمَامَهُ إِلَى الْعُرُقِ نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
يُرْذِلُ مِنَ الدُّرُوحِ فَلَا يُصَلِّي الظُّلُوعَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيهِ لَظُهُورًا وَإِذَا
أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السُّجُودِ مَرَّ مِنْ حَتَّى يُصَلِّيَ
بِمَا الصُّبْحُ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ الشَّيْءَ مَبْلُغٌ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ تَحْتَ
سَرْحَةٍ فَخَمَمَةٌ دُونَ التَّوْحَاةِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ وَوُجَاهَةُ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ
سَمَلٍ حَقٌّ يُفَضَّى مِنْ أَكْمَةِ دَوَيْنَ بَرِيدِ التَّوْحَاةِ بِمَيْلَيْنِ وَذَلِكَ انْكَسَرَ أَعْلَاهُ مَا تَنَقَّى فِي
جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كَثُوبٌ كَثِيرَةٌ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ
أَنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَوْفٍ مُلْعَبَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعُرُجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ
إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قُبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى التَّبْشِيرِ رَمَضًا مِنْ حِجَابَةِ عَنْ
يَمِينِ الطَّرِيقِ عِنْدَ سَلَامَاتِ الطَّرِيقِ بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلَامَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ
الْعُرُجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِالْمَاجِرَةِ فَيُصَلِّي الظُّلُوعَ ذَلِكَ الْمَسْجِدَ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَاجَاتٍ عَنْ كِبَارِ
الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَشَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غُلُوعَةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى سَرَاجَةٍ هِيَ أَقْرَبُ الشَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ وَأَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي
فِي أَدْنَى مِنَ الظُّلُوعِ إِنْ قَبِلَ السُّبُحَةَ حِينَ تَهْبِطُ مِنَ الصُّفْرِ وَأَنَّ تَنْزُلَ فِي بَطْنِ ذَلِكَ
الْمَسِيلِ عَنْ كِبَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ كَيْسَى بَيْنَ مَنَزَلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَى رُمِيَّةٍ بِحَجَرٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَ يَبِيتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَقْدُمُ
مَكَّةَ وَ مُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ
الَّذِي بُنِيَ ثَمَنُهُ وَ لَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ غَلِظَةٍ وَ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ
حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْصَتِي الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَ بَيْنَ
الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَيَحْدِلُ السَّجْدَ الَّذِي بَيْنَهُمَا يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ
وَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السَّوْدَاءِ تَدْعُ مِنَ
الْأَكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْوَاعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تَصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْفُرْصَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي
بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر حضرت نافع کو خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمر کے لئے جاتے تو
ذوالحلیفہ اور اپنے حج میں بھی جبکہ حج کے لئے جاتے اس کبیر کے درخت کے نیچے جو ذوالحلیفہ میں مسجد کی جگہ میں ہے۔
اور جب کسی غزوہ سے واپس تشریف لاتے اور اس راستہ میں ہونے یا حج اور عمرہ سے واپس آتے تو لیلین وادی
میں اتار دیتے اور جب لیلین وادی سے باہر نکل کر ظاہر ہونے تو اس ککڑی ملی زمین شرقی پر اذان لیتی کو بٹھا دیتے جو
وادی کے کنارے پر ہے۔ وہاں رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے۔ یہاں تک کہ صبح کرتے۔ نہ اس مسجد کے
پاس جو پتھروں پر ہے اور نہ ان لیلوں پر جن پر مسجد بنی ہے۔ اس جگہ ایک گہری وادی تھی جس کے پاس
حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے اس وادی کے اندر ریت کے ٹیلے ہیں جہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے
تھے اس جگہ پر سیلاب، ککڑیاں بہا کر لے آیا جس سے وہ مکان مٹ گیا جہاں حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے
اور عبداللہ بن عمر نے ان میں بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹی سی مسجد میں نماز پڑھی جو ردحار
پہاڑ کی بلندی والی مسجد کے قریب ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر اس مکان کو جانتے تھے جہاں جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی فرماتے تھے اس جگہ دائیں جانب جہاں تم کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھو۔ اور یہ
مسجد راستے کے دائیں جانب کنارے پر ہے جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس چھوٹی اور بڑی مسجد کے درمیان
پتھر پھینکنے کی مقدار یا اس کے برابر ہے۔ اور ابن عمر نے اس چھوٹے پہاڑ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ جو
ردحار پہاڑ کے موڑ پر ہے اور اس چھوٹے پہاڑ کا کنارہ راستے کی جانب اس مسجد کے قریب پہنچتا ہے جو
اس چھوٹے پہاڑ اور ردحار کے موڑ کے درمیان ہے۔ جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس جگہ ایک مسجد بن

جکی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ اس مسجد کو اپنی بائیں طرف اور اپنے پیچھے چھوڑ جلتے تھے اور خود عرق کی طرف اپنے آگے چل کر نماز پڑھتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ روحا سے چل کر ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اس مکان میں پہنچ کر ظہر پڑھتے تھے اور جب مکہ سے آتے اور اس مکان سے صبح سے ایک گھڑی پہلے گزرتے یا سحری کے آخری وقت گزرتے تو یہاں اس وقت تک آرام کرتے یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کرتے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم راستہ کی داہنی جانب ردیہ پہاڑ کے قریب بڑے بڑے عظیم درخت کے نیچے اترتے تھے اور راستے کے مقابل اس مکان میں اترتے جو وسیع اور نرم ہے۔ یہاں تک کہ اس ٹیلے کے پاس پہنچے جو دو میل کے فاصلہ پر ردیہ پہاڑ جہاں قاصد جا کر ٹھہرتے تھے اس کے قریب سے جس کا اوپر والا حصہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ دوہرا ہو کر اس کے پیٹ میں گر گیا ہے پہاڑ اپنی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اور اس کی بنیاد میں بہت سے ریت کے ٹیلے ہیں اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب اکرم صلیم نے مرج بستی کے پیچھے ٹیلے کے کنارے نماز پڑھی جبکہ آپ اس پہاڑ کی طرف جا رہے ہوں جو زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں اور قبروں کے اوپر بڑے بڑے پتھر ہیں راستے کے داہیں جانب جہاں راستے کے بڑے بڑے درخت ہیں ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ عرج بستی سے چلتے تھے جبکہ دوہرے بعد سورج ڈھلتا تھا تو وہ اس مسجد میں آ کر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور یہ بھی حضرت عبداللہ رضی نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلیم ہر شہی پہاڑ کے قریب جہاں پانی کی گذرگاہ ہے، راستے کے بائیں جانب بڑے بڑے درختوں کے پاس اترتے تھے اور یہ پانی کی گذرگاہ ہر شہی پہاڑ کے کنارے لی ہوئی ہے، راستے اور اس کے درمیان تیر کے پھینچنے کی مقدار کے قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان درختوں میں سے جو درخت راستے کے قریب ہے وہاں نماز پڑھتے تھے یہ درخت ان درختوں سے لمبے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم اس پانی کی گذرگاہ پر اترتے تھے جو منظر ان کے قریب ہے۔ مدینہ کی طرف جبکہ ان پہاڑوں یا دایلوں سے نیچے اترتے تھے تو اس پانی کی گذرگاہ جو راستے کے بائیں جانب ہے، جبکہ آپ مکہ کی طرف جا رہے ہوں اتر کر اترتے تھے۔ آپ کی منزل اور راستے کے درمیان پتھر کے پھینکنے کی مسافت کے برابر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ جناب نبی اکرم صلیم جب ذی طوی میں اترتے تو رات وہاں پر بسر کرتے یہاں تک کہ جب صبح ہوتی تو فجر کی نماز ادا کرتے جبکہ آپ مکہ کو آ رہے ہوتے۔ جناب رسول اللہ صلیم کے نماز

پڑھنے کی یہ جگہ ایک بہت بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں جہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے نیچے بڑے ٹیلے پر ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم اس پہاڑ کے راستے کو ساتھ رکھتے تھے جو اس پہاڑ اور کعبہ کی طرف جو لہا پہاڑ ہے اس کے درمیان ہے تو نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مسجد کو جو اس جگہ بنائی گئی ہے۔ اس مسجد کے بائیں جانب قرار دیتے تھے جو ٹیلے کے کنارے پر ہے۔ جناب نبی اکرم صلیم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے پتھروں والے ٹیلے کو دس گز یا اس کے مثل چھوڑ کر پھر توان پہاڑی راستوں کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے جو راستے اس پہاڑ کے ہیں جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

خشخشیج از شیخ مدنی: "سمرہ کاٹنے دار درخت کو کہتے ہیں اکثر اس کا اطلاق ببول کے درخت پر ہوتا ہے جسے ام غیلان بھی کہتے ہیں جہاں غول بیابان رہا کرتے ہیں یعنی ارواح خبیثہ جن کو اکثر قبول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کو رد کر دیا جاتا تھا بعض نے کہا غول بیابان ایک دہی چیز ہے۔ بطحاء وہ وادی جہاں بہر سنگریزے کثرت سے پھیلے ہوئے ہوں شغیر یعنی کنارہ خلیج یعنی دریا۔ یا سمندر کے کنارے کوئی گر لہا پڑ جائے قلعہ وہ اونچی زمین جو وادی سے اوپر ہو۔ اور پہاڑ سے نیچے ہو۔ اس لئے کبھی اسے ارض مرتفعہ کہا جاتا ہے اور کبھی ارض متخفضہ کہتے ہیں۔ دونو حیثیتوں کا لحاظ کر کے لیتے ہیں۔ ہر شے پہاڑ کی گھاٹی کا نام ہے۔ سرحۃ درخت کو کہتے ہیں۔ کح آع حقیقت میں ذوات القوائم کے سپر کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں پہاڑ کا سلسلہ یا وادی کا سلسلہ اگر لانا ہو جائے تو اسے کراع کہتے ہیں علوۃ یعنی رمیۃ السہم صفادات جمع صفراء کی اس کا اطلاق پہاڑ اور وادی دونو پر آتا ہے۔ فرضۃ الجبل ای مواحل والطریق فی الجبل قد دفن المکان الذی کان عبداللہ یصلی فیہ ہاں اس کی محاذات باقی رہ گئی ہیں یہاں تک پہلی منزل ہو گئی۔ ان عبداللہ بن عمرؓ نے یہ جملہ آٹھ جگہ ذکر کر کے آٹھ منزلیں گنوائی ہیں من لبطن واد اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں نزول فرماتے تھے بلکہ نیچے اترنے کے معنی میں چلتے ہوئے فی جانبہ السیل بالبطحاء پس روتے اس میں کنکریاں لاکر ڈال دیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ردھلتی ہے کہ کوڑا کرکٹ اور ریت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے دوسری جگہ سے تیسری جگہ وانت ذاہب دنی مکتہ اس جملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ان اشیاء میں دایاں بایاں اضافی ہے بیند و بین المسجد و مینۃ بحجۃ الخ چونکہ ان حضرات کے ہاں تیسرا اندازی کا مشغلہ تھا۔ نشانہ بازی ان کا کھیل تھا اس لئے انہیں ایک مقدار بھی معلوم تھی

اس لئے کہیں تو ریتہ انجر کہہ دیا۔ اور کہیں ریتہ بہم بول کر ایک خاص مقدار مراد لیتے تھے۔ العرق چھوٹی سی پہاڑی تخت سرحہ ضخمتہ سرحہ بڑے موٹے اور چوڑے درخت کو کہتے ہیں نغمہ سے اس کی تاکید کردی کان يتراء عن يسارہ و لاندہ یعنی اس مسجد کو بائیں جانب چھوڑتے تھے اور اس سے آگے بڑھ کر پھر پڑھتے تھے۔ واقت ذاہب الخاضبۃ۔ مہضبہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جو اونچی نہ ہو و غم من حجارة چھوٹے چھوٹے سفید پتھر دل کو رضم کہتے ہیں۔ عند سلمات الطريق راستہ کے لیکروں کے پاس۔ صرشی ایک جگہ کا نام ہے بکراع ہرشی ای بطرفہ موالظلمان بھی جگہ کا نام ہے عرب کا پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ اگر منزل بڑی ہوتی۔ تو ظہر کی نماز پڑھ کر چلتے ورنہ عصر کی نماز کے بعد چلتے تھے اور صبح سے دوپہر تک کسی جگہ آرام کر لیا کرتے تھے اور مکہ سے مدینہ کا سفر تقریباً دس بارہ دن کا ہے درمیان میں آٹھ منزلیں ہوتی تھیں۔ ان مقامات پر جو حضور انور صلعم نے نمازیں پڑھی ہیں وہ حجۃ الوداع کے موقع پر پڑھی ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ حضور انور مدینہ سے کب چلے۔ جو بسین پچیس یا چھپیس ذیقعدہ میری رائے یہ ہے کہ آپ شنبہ کے دن چلے ہیں اور چھپیس ذیقعدہ تھی۔ اگر مہینہ تیسل کا ہے اور پچیس ذیقعدہ تھی اگر مہینہ اتیس کا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ چارذی الحجہ بروز اتوار چاشت کے وقت مکہ کے اندر داخل ہوئے اور مدینہ سے مکہ تک کل آٹھ منزلیں ہیں تو گویا مدینہ میں آٹھ دن لگے ہیں یعنی شنبہ سے شنبہ تک اور یکشنبہ کی چاشت کو آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور بجائے جمعہ کے شنبہ میں نے اس لئے اختیار کیا کہ روایت کے اندر آتا ہے کہ جب حضور صلعم تشریف لے چلے تو ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعات ادا فرمائی۔ اور عصر کی نماز دو رکعت ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ اگر جمعہ کا دن ہوتا تو چار رکعات ظہر کی کیسے ہو سکتی ہے۔ بطریق کے معنی پست زمین علو اونچی زمین بطحا کلکریلی زمین کشیب ریت کے ٹیلے سرف الروحہ یہ دوسری منزل ہے۔ پہلی منزل ذوالحلیفہ ہے۔ حافہ یعنی کنارہ ریتہ بھر ایک پتھر پھینکنے کی مقدار العرق چھوٹی پہاڑی۔ منصرف موڑ دو تیسہ تیسری منزل کا نام ہے سحۃ بہت بڑا لیکر کا درخت وجاہ مقابلہ۔ بطح ہموار وسیع بوسیدہ الوشیہ روٹیہ میں ٹاک گھر عوج چوختی منزل کا نام ہے۔ قلعه چھوٹا ٹیلہ مہضبہ عرج کے قریب چھوٹا سا گاؤں رضم بڑے بڑے پتھر سلمات لیکر کے درخت سلمہ کی جمع ہے۔ حوشی پانچویں منزل کا نام ہے۔ سیل بمعنی روج میں ہاش کا پانی چلتا ہے کواع کنارہ۔ غلوۃ ایک تیر پھینکنے کی مسافت کے بلکہ موالظلمان چھٹی منزل

کا نام ہے۔ صفادات صفادۃ کی جمع ہے بمعنی داوی۔ ذوالطوی مکہ سے لڑھائی تین میل کے فاصلہ پر تھی منزل کا نام ہے۔

باب سُنَّةُ الْإِمَامِ سِتْرَةٌ مِنْ خَلْفِهِ۔

ترجمہ ۱۔ امام کا سترہ اور ان لوگوں کا سترہ جو امام کے پیچھے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَفْجَلْتُ لِرَأْسِي عَلَى حِجَابِ آتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاصَرْتُ الْإِسْلَامَ وَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي بِلَاثٍ بَيْنَ يَمِينِي وَإِلَى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّغَفِ فَتَوَلَّيْتُ وَأَدْسَلْتُ الْوَتَانَ فَمَرَرْتُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّغَفِ فَلَوْ يَبْكُ ذَلِكَ عَلَى أَحَدٍ۔

ترجمہ ۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں ان دنوں قحط کے قریب تھا۔ سنی بالغ ہونے والا تھا۔ اور جناب رسول اللہؐ سلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے سامنے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میں بعض کے سامنے سے گذرا تو کر گدھیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود میں صف میں شامل ہو گیا کسی نے اس دھجے پر اعتراض نہ کیا۔

تشریح ایشیخ مدنیؒ۔ جناب رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ صحرا میں نمازی اپنے آگے ستر رکھ کرے۔ جو بین المصلیٰ و بین الکعبۃ گزے گا وہ گناہگار ہوگا۔ مگر یہ حکم ہر مصلیٰ کے لئے نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور جو شخص مقتدیوں کے آگے سے گزے اور امام کے آگے سے نہ گزے تو اس سے نہ امام کی نماز میں خلل آئے گا اور نہ ہی مقتدیوں کی نماز میں ضرر ہوگا۔ چنانچہ روایت ابن عباسؓ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خود بھی نمازیوں کے آگے سے گزے اور ان کی گدھیا بھی آگے سے گذری مگر کچھ نے ان پر نکیر نہ کیا حالانکہ مابین یدی المصلیٰ گناہ کا ازکاب کرنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سترہ الامام سترہ من خلفہ ہے۔ اس کو آثار سے ثابت کیا حالانکہ کوئی صراحت نہیں ہے۔ مگر قراءۃ الامام قراءۃ لاہ میں جبکہ صراحت ہے وہاں سب کو کمی چھینک جاتی ہے۔ امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کا خلاف کرتے ہیں تشریح ایشیخ زکریاؒ۔ جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو۔ تو صرف امام کے سامنے سترہ ہونا کافی ہے ہر شخص کے لئے مقتدیوں میں سے سترہ ہونا ضروری نہیں یہ اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کہ سنتۃ الامام سنتہ لمن خلفہ ہے یا امام کا سترہ تو وہ لکڑی ہے اور خود امام قوم کا سترہ ہے اس

میں علماء کے دو قول ہیں۔ یصلی بالثانی بیہی الی غیر جدار روایت گذر چکی اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بالکل سترہ نہیں تھا۔ چنانچہ بیہقی نے اس روایت پر ترجمہ باندھا ہے باب الصلوة بیہی من غیر سنتہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ سترہ تو تھا مگر جدار نہیں تھی۔ یہی امام بخاریؒ کی روایت ہے۔ فوراً بین یدی بعض المصنف کیونکہ سنۃ الامام لسترۃ لمن خلفہ ہے امام بخاریؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ سنۃ الامام سنۃ لمن خلفہ ہے۔ فلو فیکرذ اللہ علی احد اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ حمار رکعت اور عورت قطع صلوة کا سبب ہوتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے میں نے گدھی چھوڑ دی۔ وہ چرتی رہی کس نے نکیر نہیں کی۔ اب اگر سترہ تھا تو پھر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اگر نہیں تھا جیسے کہ بیہقی وغیرہ کی رائے ہے تو پھر واضح ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۴ حَدَّثَنَا الشَّيْخُ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخْرَجَ يَوْمًا أُعْبِدَ أَمَرَ يَأْتِيَهُ بَنُو خَنْزُوعٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَصِلُونَ إِلَيْهِمَا وَالنَّاسُ وَدَّاعُوهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الشَّعْرِ فَمِنْ ثَوْبٍ أَخَذَ هَذَا مَعَهُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن باہر تشریف لاتے تو ایک چھوٹے نیزے کے متعلق حکم دیتے جو آپؐ کے سامنے رکھا جاتا۔ آپؐ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپؐ کے پیچھے ہوتے تھے اور یہ کام آپؐ سفر میں کرتے تھے اسی وجہ سے امراء ملکنے نیزہ رکھنے کو معمول بنایا۔

تشیخ از شیخ زکریاؒ امر بالحبوبۃ اس سے امام کے لئے سترہ ثابت ہوا۔ لوگوں کے لئے سترہ نہیں رکھا گیا۔ اگر رکھا جاتا تو اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ جب ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ فمن ثوبہ اخذھا الامراء یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو اس غرض سے ہوتا تھا کہ اگر نماز کے لئے ضرورت ہو اور کوئی سترہ نہ ہو تو نیزہ کو گھاڑ کر سترہ بنالیں۔ کہیں استنجاء کی ضرورت ہو تو زمین نرم کر لیں۔ ٹھیلے توڑ لیں مگر اس کو اصل قرار دے کر ان امراء نے اختیار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نیزہ لے کر چلتے تھے۔ اور امراء سے مراد امراء بنو امیہ ہیں خلفاء راشدین مراد نہیں اور یہ نکیر فرماتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتوں کی اصل ہوتی ہے۔ مگر اس میں افراط کی بنا پر سدا للہاب علماء منع فرماتے ہیں کہ ابتداء میں وہ باتیں عارضی ہوتی ہیں۔ اور پھر لوگ اس کو معلوم نہیں کس حد تک پہنچا دیتے ہیں الحاصل

امام بخاریؒ کی اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جب کوئی روایت غیر بخاری کی ہو لیکن مضمون اس کا صحیح ہو تو ان مضامین کی تقویت کرتے ہیں اور جن روایات کے مضامین درست نہ ہوں ان پر رد کرتے جلتے ہیں۔ باب کی روایت ابو داؤد کی ہے۔ اور اسی روایت کا مضمون ان کے نزدیک صحیح ہے۔ لہذا اس کی تقویت کے لئے دوسری حدیث ذکر فرمادی اور اس حدیث کو ترجمۃ الہاب بنا دیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ جو سترہ امام کے لئے ہوتا ہے وہی سترہ مقتدیوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔ یا مقتدیوں کا سترہ امام ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے بتلادیا کہ مقتدیوں کا سترہ وہی ہے جو امام کا ہے۔ نہ کہ خود امام سترہ ہے۔ اس اختلاف کا خمرہ یہ نکلے گا کہ اگر امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز قاطع نکلے تو وہ امام کے لئے مضر ہوگی۔ مقتدیوں کے لئے مضر نہیں کیونکہ مقتدیوں کا سترہ تو خود امام ہے۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان سے گدے تو مقتدیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اور امام کی نماز صحیح ہوگی۔ یعنی الی غیبی جدار مسلم شریف میں بجلنے مٹی کے عرفہ واقع ہے۔ علامہ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ تعدد واقعہ پر محمول ہے اس پر حافظ نے نکیر فرمائی ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ اور روایات مشہورہ کے اندر صرف مٹی واقع ہوا ہے۔ لہذا یہی صحیح ہے اور عرفہ شاذ ہے۔ مصنفؒ نے باب باندھ کر بتلادیا کہ حضور علیہ السلام نے مٹی کے اندر جدار کے علاوہ کسی اور شیخ کو سترہ بنا کر نماز پڑھی اور یہی معنی راجح میں فمن ثقت اخذھا الا مولد یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہمیں سے بادشاہ ہوں نے بنا لیا۔ اب جو بدعتوں کی موجودہ خرافات ہیں ان کی ابتداء اور اصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بعد میں ناجائز اور حرام باتیں اس میں داخل ہو جاتی ہیں ان زیادتیوں کی وجہ سے ناجائز کہنا پڑتا ہے۔ عرس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی شیخ مرجاتا تھا تو اس کے سب مرید آپس میں ملاقات کے لئے شیخ کی تاریخ وفات پر ایک جگہ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ تاریخ انتقال سب کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب بعد میں ان میں زوائد داخل ہو گئے۔ جیسے رقص و سرود۔ میلہ میلہ وغیرہ اس لئے ناجائز ہے

حدیث نمبر ۴۶۵ حَدَّثَنَا أَبُو النُّوَيْدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بِالْبُطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَّةٌ الظُّنْدُ كَعَتَيْنِ وَالْعَصَوُ وَكَعَتَيْنِ تَمُوتُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمُرَاكَةُ وَالْحِمَارُ۔

ترجمہ :- حضرت حوٹن فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ ابو جحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں ان کو نماز پڑھائی جبکہ آپ کے سامنے نوکدار لاٹھی تھی۔ ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزرتے تھے جس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا تھا۔

باب قَدْ رَكَعَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالْمُتَلَوِّ

ترجمہ:- نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ مناسب ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ قَدَارَةَ الْخَزَنِيُّ عَنْ سَمْعِلِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلِّيٍّ وَشَوَّلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنٌ الْجِدَارِ مَمَرُ الشَّائَةِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلے نماز اور دیوار کے درمیان بھری کے گزرنے کی جگہ کا فاصلہ ہوتا تھا

تشریح از شیخ زکریا: كَانَ بَيْنَ مُصَلِّيٍّ وَشَوَّلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنٌ الْجِدَارِ مَمَرُ الشَّائَةِ کا واقعہ ہے، مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد ہے تو اس کے اور جدار کے درمیان ممر الشاة تھا۔ مگر اتنی جگہ میں سجدہ نہیں ہو سکتا۔ تو کہا جائے گا کہ مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد نہیں بلکہ سجدہ کرنے کی جگہ مراد ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ممر الشاة طویل مراد ہے۔ اس کے لئے جگہ بہت چاہیے۔ ممر الشاة عرضاً مراد نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا: مصلی اسم فاعل من التفعیل اور اسم ظرف منہ پڑھا گیا ہے۔ چونکہ سترہ نماز پڑھنے والوں اور گزرنے والوں دونوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے نمازی کو سترہ سے بہت دور نہ کھڑا ہونا چاہیے۔ بلکہ قریب کھڑا ہونا چاہیے۔ اب مقدار کیا ہو۔ اس کو امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مصلی اسم فاعل اور مصلی اسم ظرف دونوں پڑھ گئے ہیں۔ تو جہور تو اس کو علی ملأ الخلف پڑھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ اور سترہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اور مالکیہ اس کو فاعل کے وزن پر پڑھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے درمیان اور سترہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے جہور کے نزدیک اسم ظرف ہے۔ اس لئے روایت سے معلوم ہوا کہ حنفی دور کے اندر مصلی سجدہ کرتا ہے۔ اس کو چھوٹے پھر ایک متر شاہ ہونا چاہیے۔ اور مالکیہ کے نزدیک نمازی اور سترہ کے درمیان ممر الشاة کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اب سجدہ کیسے کرے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ کے وقت پیچھے ہٹ جاتے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کے لئے منبر سے نیچے اترے تھے۔ باب کے اندر جو لفظ مصلی ہے۔ جہور نے اسے اسم ظرف پڑھا ہے مالکیہ نے اسم فاعل لیکن جو روایت اس باب میں آ رہی ہے

وہ آم فاعل کے صیغہ کا احتمال نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں اضافہ کے ساتھ ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ اس سے معلوم ہوا کہ ترجمۃ الباب کے اندر بھی آم طرف ہے تو گویا اب باب کے ذریعہ مالکیہ پر رد فرما دیا۔

حدیث نمبر ۴۶۷ حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ كَانَ جَدُّهُ الْمَسْجِدَ عِنْدَ الْمَنَبَرِ مَا كَادَتْ الشَّاةُ تَجْمُؤُ نَحْنَا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی جس سے بکری شکل سے گزر سکتی تھی۔

باب الصَّلَاةِ رَاحَ الْحَرِّ بَعْدَ

ترجمہ :- چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۶۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْكَلُ لَهُ الْحَرَّ بَعْدَ فَيَصَلِّي رَاحَتَهُ۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ کے لئے چھوٹا نیزہ گاڑا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح :- از شیخ مدنیؒ، عنہ اور حرہ عام نیزوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ البتہ بعض کے نزدیک عنہ کی مجال چوڑی ہوتی ہے اور حرہ کی پتلی۔

تشریح :- از شیخ ذکریا۔ امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں۔ ایک صَلَاةُ إِلَى الْمَحَرِّ اور دوسرا صَلَاةُ إِلَى الْعَنْزَةِ کا میرے والد صاحب کی رائے ہے کہ بعض اقوام چونکہ ہتھیاروں کی پرستش کرتے ہیں اس لئے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ ہتھیاروں کا شتر بنانا ان کی طرف نماز پڑھنا صحیح نہ ہو جیسے کہ احنافؒ کے نزدیک آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ ترجمہ امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمادیا۔

باب الصَّلَاةِ إِلَى الْعَنْزَةِ

ترجمہ :- چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۶۹ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْهَاجَةٍ فَأَمَّا بِوُضُوْعٍ فَتَوَضَّعَ فَصَلَّى بَيْنَ الظُّلُمِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ مَنُكَةٌ وَالْمَوَاكِبُ وَالْحِمَاؤُ يَمْشُونَ فِيهَا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عونؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ ابو مجنفؓ سے سنا فرماتے تھے کہ دوپہر

کے وقت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف باہر تشریف لائے پانی لایا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ اور ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھانی جبکہ آپ کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔ عورت اور گدھا اس غنہ کے پیچھے گزر گئے تھے۔ نماز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

حدیث نمبر ۴۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَاتِبٍ الزَّهْرِيُّ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا مَعَكَزَةٌ أَوْ عَصَا أَوْ عُنْدَةً فَيُخْرِجُنَا إِذَا خَرَجَ مِنْ حَاجَتِهِ نَأْوِئُ لِنَا الْهَدَاوَةَ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے تو میں اور ایک لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ ہمارے ساتھ عکازہ یا عصا یا غنہ ہوتا تھا۔ اور ایک پانی کی ٹھلیا بھی ہوتی تھی۔ پس جب آپ حاجت سے فارغ ہوتے تو ہم آپ کو پانی کی ٹھلیا دے دیتے تھے۔

خشوع از شیخ زکریا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اوٹھک کے لئے ہے اور جب شک ہو گیا تو ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب بھی نوا ان اشیاء کے درمیان شبہ ہوا۔ تو مطلوب ثابت ہوا اور میرے نزدیک اذنیویع کے لئے ہے۔ کہ کبھی اس کی طرف کبھی اس کی طرف اب کوئی اشکال نہیں۔ مرتبہ چھوٹے نیزے کہتے ہیں۔ غنہ ذرا اس سے بڑا ہوتا ہے اور عکازہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو چرواہے کے ساتھ رہتی ہے اور اس کے کونہ پر لوہے کا ایک بچہ سا بنا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ درخت کے پتے اور شاخیں توڑ لے۔

باب السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ :- مکہ اور غیر مکہ میں سترہ کا استحباب۔

حدیث نمبر ۴۶۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الزَّهْرِيُّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجَاحِ وَفِي قَهْلٍ بِالْبَطْحَاءِ الظَّلَوِ وَالْعَصَى وَكَهْتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عُنْدَةً وَتَوَضَّأَ فَمَجَّلَ النَّاسُ يَمْسَحُونَ بِوُضُوئِهِ

ترجمہ :- حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے باہر تشریف لائے تو بطحار میں ہمیں ظہر اور عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ اور آپ کے ساتھ چھوٹا نیزہ

کھڑا کیا تھا۔ اور آپ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے وضو کے پانی کو تبرگہ بدن کو ملتے تھے۔
 خشش بیچ از شیخ مدنی مد۔ کہ معظمہ میں طاعتین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور طاعتین کو مرد
 سے نہ روکا جائے گا۔ احناف اور شوافع رد کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ حالانکہ نمازی کے آگے گزرنے
 والے کو شیطان کہا گیا ہے اور اس کے دفع کرنے کا حکم ہے۔ دفع کے معنی بعض شوافع حقیقی لیتے ہیں
 مگر احناف و اشارہ مراد لیتے ہیں تو اگر طاعتین کو روکا جائے تو اتنی بڑے جماعت کو کیسے روکا جاسکتا ہے
 اس لئے ضرورت کی بنا پر احناف اور شوافع نے طاعتین کی تخصیص کر دی۔ اور ان کے لئے سترہ کے
 قائل نہ ہوتے اور بعض نے معنوی علت بیان کی ہے کہ طواف کی حالت مجنونانہ اور طور عقل سے نکل
 جانا ہے اور مجنون پر کوئی تنگی نہیں اس لئے اس کے لئے سترہ کی کوئی ضرورت نہیں غیر مطاف میں
 میں سترہ۔ کھڑا کرنا بالاتفاق ضروری ہے۔ جیسے آپ نے بطحار کے اندر سترہ کھڑا کیا۔

خشش بیچ از شیخ زکریا۔ ابو داؤد وغیرہ سنن کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں
 مطاف میں باب بنی ہاشم کے پاس نماز پڑھتے تھے اور طواف کرنے والے حضور صلی علیہ وسلم کے سامنے طواف کرتے
 تھے اور آپ کے سامنے سترہ نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کی تخریج میں علما کا اختلاف ہے بعض کی رائے یہ
 ہے کہ مکہ میں بلا سترہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں باب باندھا ہے۔
 اور یہی حنابلہ کا مذہب ہے۔ تو امام بخاری نے اس پر رد فرمادیا۔ کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ مکہ میں
 سترہ ضروری نہیں ہے بلکہ مکہ میں آپ نے بطحار کے اندر سترہ کی طرف نماز پڑھائی ہے۔ اور بعض علما
 کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حدیث اندر ہے۔ الطواف بالبيت صلوٰۃ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز
 ہے۔ لہذا طاعتین کی جماعت ایسی ہے جیسی نماز کی جماعت اس لئے وہ مضر نہیں تیسرا قول یہ ہے
 کہ حنفیہ کے نزدیک مسجد کبیر میں سترہ ہونے کی ضرورت نہیں اور مسجد کبیر کی مثال میں یہ حضرات مسجد
 مکہ اور مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کو پیش کرتے ہیں تو چونکہ یہاں مسجد کبیر تھی اس لئے سترہ کی
 ضرورت نہیں تھی۔

بَابُ الْمَلَلَةِ الْحَاكِلَا سَطَوَا اَنَو

ترجمہ۔ ستون کی طرف نماز پڑھنا

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّونَ احْفَظُوا السَّعَادَةَ مِنَ الْمُنْتَحِدِ شَيْئًا رَاَيْكُمَْا وَرَاَيْ ابْنُ مَرْ

وَجَلًّا يُصَلِّي بَيْنَ اسْطُوَانَتَيْنِ خَاذِنًا إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَدِّ إِلَيْهَا . (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نمازی لوگ ستونوں کے زیادہ مقدار میں باتیں کرنے والوں سے اور ابن عمرؓ نے دو ستونوں کے درمیان ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے قریب کر دیا اور فرمایا کہ اس کی طرف نماز پڑھو۔

حدیث نمبر ۴۷۲ حَدَّثَنَا ابْنُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كُنْتُ اَتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ يَوْمَ عِيْدِ الْاَسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاكَ تَتَحَوَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْاَسْطُوَانَةِ قَالَ فَاَرَيْتَ اَيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَوَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا ترجمہ :- حضرت یزید بن ابی عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کے ہمراہ آتا تھا۔ تو وہ اس ستون کے پاس نماز پڑھتے تھے جو مصحف کے پاس ہے۔ میں نے پوچھا اے ابو مسلم! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ کو اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا ہے۔

تشریح :- از شیخ ذکر کیا۔ غرض یہ ہے کہ اگرچہ مسجد کے اندر سترہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ادلی یہ ہے کہ کسی ستون کے قریب پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازیوں کے نکلنے میں سہولت ہوگی اور یہ وجوب کا درجہ نہیں۔ الا سطوانۃ التي عند المصحف اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نسخ مصاحف جمع کرائے تو مسجد نبویؐ میں ایک ستون کے پاس رکھ دیئے گئے تاکہ نماز پڑھنے والوں میں سے جس کا جی چاہے اس میں دیکھ کر پڑھے۔ تو اس ستون کو اسطوانۃ المصحف کہتے ہیں۔ اور بعض نے یہ کہہ دیا کہ حضورؐ نے اپنے زمانے میں مصحف رکھوا دئے تھے یہ غلط ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۳ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الْخَزَنِي عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ اُذِنْتُ لِرَبِّكَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَذِرُونَ السَّوَادِي عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَنَادَتْ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو عَنْ ابْنِ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ کو بڑے بڑے صحابہ کرام کو پایا کہ وہ مغرب کی نماز کے وقت ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے تاکہ دو رکعت قبل المغرب پڑھ لیں۔ شعبہ کی روایت میں یہ زائد ہے۔ یہاں تک جناب نبی اکرمؐ باہر تشریف لے آتے۔

تشیع از شیخ زکریا۔ اس پر کلام "تو ہاں آئے گا۔ جہاں صلوٰۃ بعد العصر کا ذکر آئے گا، یہاں صلوٰۃ
الحا السواری ثابت کر لے۔ وہ ثابت ہے۔

باب الصلوٰۃ بآئین السواری فی غیر جماعۃ۔

ترجمہ:- بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ دَخَلْتُ
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَثُمَّانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَطَالَ
تَوَخُّوْجٌ وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى آثِرٍ فَسَأَلْتُ بِلَالَ آيْنَ صَلَّى فَقَالَ
بَيْنَ الْعُمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں جناب نبی اکرم صلم۔ اساتذہ بن زید عثمان بن طلحہ اور
حضرت بلالؓ داخل ہوئے۔ آپ بڑی دیر تک اندر رہے پھر باہر تشریف لے آئے۔ تو میں لوگوں میں سے
سب سے پہلا شخص تھا جو آپ کے نقش قدم پر داخل ہوا۔ تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ نے
کہاں نماز پڑھی فرمایا ان لگے دو ستونوں کے درمیان پڑھی۔

تشیع از شیخ زکریا۔ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ بین السواری مکروہ ہے یا جائز امام مالکؒ
فرماتے ہیں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے جائز ہے۔ معتدل کے لئے مکروہ ہے
ہاں اگر صف کے اندر کھڑے ہونے میں تنگی ہو تو جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک امام کے لئے مکروہ ہے۔
اور منفرد اور جماعت کے لئے جائز ہے۔ شوافع کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے فی غیر جماعۃ کی
قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر کوئی منفرداً نماز پڑھے تو اس کے لئے جائز
ہے اور جماعت کے اندر سواری (ستونوں) کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے اور غالباً اس کی وجہ سن کی
روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وقفنا بین السواری فقد منا و تاخونا و کنا
ننتقی هذا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس
صلعم کے زمانہ میں ہم اس سے بچا کرتے تھے۔ معلوم ہوا ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے منا و تاخونا کے
مختلف معنی ہیں۔ بمعنی ان کے یہ ہے کہ سواری میں ترتیب نہیں تھی۔ لہذا کوئی آگے ہو گیا۔ کوئی پیچھے ہو
گیا۔ اور میرے نزدیک حضرت بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا اثر علی قول المحققین و ہونسخہ

الحاشیہ: یا حضرت بن عمر کا اثر جواب سابق میں گزرا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بین الساربتین نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو ساریہ کے نزدیک لا کر کھڑا کر دیا۔ اس سے بظاہر وہم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ بین السواری جائز نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کو دفع کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ چونکہ صلوٰۃ بین السواری کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے ممانعت، تو امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات کے اندر جمع فرما کر تبلا دیا کہ ممانعت جماعت کی حالت پر محمول ہے۔ اور حجاز کی روایت کا محمل انفرادی حالت ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكُحَّةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ابْنُ طَلْحَةَ الْعَجَنِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَتَكَثَّرَ فِيهَا فَخَسَأَتْ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عُمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعُمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ قَدْلَاءَ وَكَانَ الْمَبِيتُ يُؤْمِنُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى وَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ حَدَّثَنِي مَا لَكَ فَقَالَ عُمُودَيْنِ عَنْ يَمِينَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ الجلی بھی داخل ہوئے تو حضرت عثمان نے کعبہ آپ پر بند کر دیا۔ آپ کچھ دیر اس میں ٹھہرے جب باہر تشریف لائے تو یس نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ستون کو بائیں جانب دوسرے ستون کو دائیں جانب اور تین ستون پیچھے رکھے۔ کعبہ ان دنوں چھ ستونوں پر قائم تھا۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے مجھے بیان کیا کہ دو ستون دائیں جانب رکھے

تشریح از شیخ زکریا۔ عمو دین عن یمنینہ اس ماے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کہاں نماز پڑھی۔ روایات مختلف ہیں۔ بعض کے اندر عمو دین عن یمنینہ ہے اور بعض میں عمو دین عن یسارہ ہے اور بعض کے اندر بین الصمودین المقدین ہے۔ محدثین کی رلے یہ ہے کہ روایات میں اضطراب ہے۔ مگر میرے والد صاحبؒ کی رلے یہ ہے کہ ان میں اضطراب نہیں بلکہ وجہ اس اختلاف کی یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت زیادہ تمدن تو تھا نہیں لہذا ستونوں کے اندر کوئی خاص ترتیب نہیں تھی۔ ایسا ہی تھا کہ

جیسا کہ مسجد نبوی کے اندر کھجوروں کو اوپر سے کاٹ کر ستونوں کا کام لے لیا گیا تھا۔ کسی ستون کو آگے کھڑا کر دیا گیا اور کسی کو پیچھے اس طرح یہاں بھی تھا جس کی صورت یہ تھی [] حضور اکرم صلیم بیچ میں چھان فٹھ لگ رہا ہے جس کے نیچے ایک ہندسہ ہے کھڑے تھے تو یمن کے اعتبار سے عمودین عن یمینہ بھی ہو گیا۔ اور یسار کی بھی ہو گئی۔ اور اقدام کی بھی۔ اور اس میں روایات متفق ہیں کہ بیت اللہ چھ ستونوں پر قائم تھا۔ نقد متا و تاخرنا کا مطلب ابن ارسلان نے بیان کیا ہے کہ بقینا مؤخر یعنی ہم پیچھے کو ہو گئے۔ میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہاں عمود ہموار نہیں تھے اور سب ایک سیدھ میں نہیں تھے اس لئے ہم میں سے بعض مؤخر ہو گئے اور بعض نے مقدم ہو کر صف سیدھی کر لی۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے بعض آگے کی صف میں اور بعض پیچھے والی صف میں کھڑے ہو گئے۔ غرضیکہ بین السارین نہیں کھڑے ہوئے آگے چل کر ہے کنا متقی علی عہد رسول اللہ صلیم اس بنا پر امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ لوگ حضرت انسؓ کی روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ ان کا اپنا مسلک ہو گا یا اس وجہ سے کہ عمودین ہموار نہیں ہونے تھے اور صف بندی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے بچتے تھے۔ امام بخاریؒ کا میلان خانہ بلکہ کی طرف ہے اس لئے فی غیر جماعۃ کی قید لگا دی۔

باب

حدیث نمبر ۴۷۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ اَلْحَمْدُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قَبْلَ وَجْهِهِ حَتَّى يَدْخُلَ وَجَعَلَ الْبَابَ قَبْلَ ظَهْرِهِ فَكَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قَبْلَ وَجْهِهِ قِيَامًا ثَلَاثَةً اَوْ مَرَّحَ صَلَّى يَتَوَخَّ الْمَكَانَ الَّذِي اخْبَرَ بِهِمْ بِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْهِ قَالَ وَكَيْفَ عَلَيَّ اَمَّحَدِنَا بِاَنَّ اَنَّ صَلَّى فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْمَبْنِيِّ شَاءَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تھے تو جب داخل ہوتے تو اپنے سامنے چلے جاتے۔ اور دروازہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیتے اور یہاں تک چلے جاتے کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو آپ کے سامنے تھی۔ نہیں گزرا کہنا فاصلہ رہ جاتا وہاں نماز پڑھتے اس مکان کی کوشش کرتے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے ان کو بتلایا تھا کہ جناب نبی اکرم صلیم نے

دہاں نماز پڑھی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ کسی پر تنگی نہیں ہے۔ بیت اللہ کے جس کاندے میں چاہے نماز پڑھے۔
 تثنیج از شیخ مدنی: امام مالکؒ کعبہ کے اندر نماز فرض۔ فضل بالجماعة اور منفرداً سب کو مکروہ کہتے ہیں
 جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ روایت باب سے ثابت ہے اس لئے اس باب کو باب سابق سے فصل
 کے طور پر لائے ہیں

تثنیج از شیخ زکریا: یہ باب بلا ترجمہ ہے جس کا فی الجملہ باب سابق سے تعلق ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ
 کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے سواری کا اثبات بطریق التزام ثابت فرمایا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے
 ہیں کہ باب سابق میں حضور اقدس صلم کے قیام فی الکعبہ کو باغیاد عمود کے بتلایا تھا اور یہاں سے قیام باعتبار
 مسافت کو بیان فرمایا ہے ہیں کہ دیوار سے نین گز بعد بخار اور میری رائے یہ ہے کہ روایت سابقہ میں
 گذرا ہے کہ حضور اقدس صلم نے فلاں جگہ نماز پڑھی ہے اس سے بظاہر دہم ہوتا ہے کہ ممکن ہے اس مقام
 خاص کو کعبہ من حیث الکعبہ ہونے کے اندر کوئی خصوصیت ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس دہم کو دفع فرمادیا۔ اور
 دلیل میرے اس قول کی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا وہ ارشاد ہے۔ جو اس باب کی روایت کے اخیر میں ہے
 کہ ہم میں سے کسی پر تنگی نہیں ہے کعبہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں
 کہ پہلے باب میں عمود بن کے درمیان نماز پڑھنے کی تصریح تھی اس باب میں عمود بن کی تصریح نہیں اگرچہ مراد
 وہی ہے۔ اس لئے دو نو حدیثوں کے درمیان فصل کئے باب بڑھا دیا۔ اور بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اس روایت
 سے استہراک مقصود ہے جیسے ابن عمرؓ اس مقام مبارک کی تلاش کرتے تھے۔ حالانکہ کعبہ خود سب سے
 زیادہ بابرکت ہے۔

باب الصَّلَاةِ الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيَّةِ وَالشَّجْوَةِ وَالْوَحْدِ

ترجمہ :- سواری۔ اونٹ۔ درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۷۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ الْبَصْرِيُّ عَنْ ابْنِ
 عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَيِّضُ رَاكِعَتَهُ فَيُعَلِّمُ إِلَيْهَا قُلْتُ
 أَمْ أَيْتَ رَأَى كَاتِبٌ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ التَّحْلُ فَيُعَدُّهُ فَيُصَلِّيُ إِلَى الْخَوَاتِمِ
 أَوْ قَالَ مُؤَخَّرَةٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم

قتل شیخ از شیخ ذکر کیا۔ اس سے امام بخاریؒ یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ لیون کو سترہ بنانا جائز ہے یا نہیں حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے سترہ سے مقصود گزرنے والوں کی سہولت ہے۔ تو اس جانور کا کہا اعتبار جب چاہے چل دے اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ سترہ بنانا جائز ہے۔ انہی میں حنفیہؒ اور حنابلہؒ بھی شامل ہیں حضرت امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں امام بخاریؒ کا اہل مقصد تو لیون کے سترہ بنانے کا جواز بیان کرنا تھا۔ اور اصل لکڑی ہوتی ہے اس لئے اس سے شجرہ کا استنباط کر لیا۔ اور اصل کو روایت میں ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں ذکر فرما دیا۔ اور شجرہ کو استنباط بہر حال امام بخاریؒ نے اس سے جمہور کی تائید فرما کر مالکیہؒ شافعیہؒ پر رد فرما دیا۔ اور یہی نبلا چکا ہوں کہ جو شخص مذاہب ائمہ سے واقف ہوگا۔ اس پر یہ بات بخوبی واضح ہوگی کہ امام بخاریؒ نے جتنا حنفیہؒ پر رد کیا ہے۔ شوافعؒ پر بھی رد فرمایا ہے۔

اذا هبت الولاك . هبت كا ترجمہ شرح قاطبہ حاجت و محرت سے كته هیں لیكن میرے والد صاحب نے اپنی تقریر میں اس كی تغلیط فرمائی ہے۔ وہ فرماتے هیں كه هبت كے معنی ذهبت كے هیں میرے نزدیک مھی بیجی اولی ہے۔ كیونكه شرح جو مطلب بیان كته هیں اسكے كوئی بات اچھی طرأ ظاہر نهیں هوتی۔ كیونكه اب مطلب یہ ہے كه جب سواریاں محرت كرنے لگتیں تو رحل كو ستره بنالیا كرتے تھے یہ كچه سمجھ میں نهیں آتا۔ بخلاف اس مطلب كے كه جب سواریاں نهیں هوتی تھیں ادر جنگل میں چرنے كے چلی جایا كرتی تھیں تو كچا وول كو ستره بنالیتے تھے۔

ترجمہ :- چارپائی کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حديث نمبر ۴۷۸ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعَدَّ لَنَا فِي الْكَلْبِ وَالْجَمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُهُ مُضْطَجِعًا عَلَى السَّرِيرِ كَجِئِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي فَأَكْرَمُ أَنْ أُسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُ مِنْ قِبَلِ

رَجُلٍ الشَّرِّ حَتَّى أَسْكَدَ مِنْ لِحَافِهِ (الحديث)

ترجمہ ۱۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ کیا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدے کے برابر کر لیا۔ کہ عورت کے آگے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حالانکہ میں چار پائی پر لیٹی ہوتی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار پائی کو درمیان لے کر نماز پڑھتے تھے۔ میں سامنے سے نکلتا پسند نہیں کرتی تھی، تو میں نے چار پائی سے اپنے پاؤں کی طرف سے کھسکا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی لِحاف سے نکل جاتی تھی۔

مشتبیہ از شیخ زکریا۔ علامہ عینیؒ کرمانیؒ اور علامہ سندھیؒ کی رائے ہے کہ الحی علی کے معنی ہیں چھ تو معنی ہوتے چار پائی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ یا تخت پوش پر نماز پڑھنا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ سریر کو سترہ بنائے اور اس کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور بھی زیادہ واضح ہے۔ اس لئے کہ اگر الی کو علی کے معنی ہیں لے لیں تو یہ باب باب السترہ کا نہیں ہے گا بلکہ وہاں کا ہو گا جہاں صلوٰۃ علی السطح کو بیان فرمایا ہے۔ اعد لتقونا بالکلب والحمار یہ نکیر ففس قلبا بینا و بین الکلب والحمار پر ہے۔ نہ کہ اس کا مطلب وہ ہے جو شرح بیان کر رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ عورت کے قاطع صلوٰۃ ہونے پر نکیر فرما رہی ہیں اور کلب و حمار سے قطع ثابت ہوتا ہے۔ اب وہ اشکال نہیں ہوگا جو شرح باب لا یقطع الصلوٰۃ مشبی کے تحت جہاں امام بخاریؒ نے اس روایت کو ذکر فرمایا کرتے ہیں کہ روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ عورت قاطع نہیں ہے اور کلب و حمار قاطع ہیں متوسط السوی علامہ عینیؒ نے اپنے قول کے مطابق اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ تخت کی اوپر بیچ میں نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ تخت سے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اس طور پر کہ تخت کا وسط آپ کے چہرہ کے سامنے رہتا تھا۔ اس پر علامہ عینیؒ نے اعتراض کیا کہ جب حضورؐ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے تو پھر حضرت عائشہؓ کے اس جملہ فافس من قبل رجلی لکھنے کا کیا مطلب ہے اس کا جواب حافظؒ نے یہ دیا ہے کہ حضورؐ کے احترام کی وجہ سے ستر سے ہٹ جاتی تھیں۔

باب لَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ مَدْيَنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَادَّابْنُ عَصْرٍ فِي الشَّهْرِ
وَفِي الْمَكْبَرَةِ قَالَ إِنَّ أَجَلَ رَأَى أَنْ يُفَنَّا نَلَهُ فَلْيَقَاتِلَهُ -

ترجمہ ۲۔ جو شخص نماز کے سامنے سے گزے اسے ہٹانا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ الخ

اور کعبہ میں بھی ایسے آدمی کو بٹاتے تھے اور فرماتے کہ اگر گزرنے والا انکار کرے۔ اور لڑائی تک نوبت پہنچے تو اس سے لڑائی کرو۔

حدیث نمبر ۴۷۹ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصَرٍ الْحِمْصِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَانِيُّ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمٍ مَجْمُوعَةٍ يُصَلِّيُ رَأَى شَيْخًا يَسْتَوِيهِ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ شَاكِبٌ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَنَزَ بَيْنَهُمَا فَدَفَعَ أَبُو سَعِيدٍ فِي صَدْرِهِ فَتَطَاوَسَا شَاكِبٌ فَلَوْ كَيْفَ مَسَاغَرًا لَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَنَزَ فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأُولَى فَقَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَرَ إِلَيْهِ مَا لَفِيَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِ بْنِ أَخِيكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدًا كَعَدَا لِي شَيْخًا يَسْتَوِيهِ مِنَ النَّاسِ فَأَمَّا إِذَا أَحَدٌ أُنِيَ يَجْتَنَزُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيَمَّا تَلَهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا اور دوسری سند سے ابو صالح سمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ جمعہ کے دن ایک سترہ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا بنو ابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا۔ تو حضرت ابو سعیدؓ نے اس کے سینے میں ٹکڑا مارا۔ تو نوجوان غصہ سے دیکھنے لگا جب اسے آپ کے سامنے سے گزرنے میں کوئی چارہ نہ دیکھا تو پھر وہ سامنے سے گزرنے لگا۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس کو پہلے سے زیادہ سخت دھکا دیا۔ تو اس نے ابو سعیدؓ کو گالی دینی شروع کی اور مردانِ حاکم مدینہ کے پاس اپنی اس تکلیف کی شکایت کی جو انہیں حضرت ابو سعید خدریؓ سے پہنچی تھی۔ حضرت ابو سعیدؓ بھی پیچھے پیچھے مردان کے پاس پہنچ گئے۔ مردان نے کہا کہ اے ابو سعید یہ اپنے بھتیجے کو آپ نے کیوں تکلیف پہنچائی

جس پر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم سے سنا تھا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو اس کو دھکا دے اگر انکار کرے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تشبیہ از شیخ مثنوی :- شوافع مالکیہ اور بعض اہل نطاہر کے نزدیک دفع کے حقیقی معنی دھکا دینا

فات الجلی فلیقاتلہ اور جس کے اندر اس کے آٹھ مطلب ہیں ان سب کی تفصیل وہاں دیکھ لینا۔
 حنفیہ چونکہ جواز الدفع کے قائل نہیں اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز کے
 اندر یہ افعال جائز تھے جب قوموا یدلجہ قانتین آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو یہ سب منسوخ ہو گئے ایک
 مطلب ہوا اور مالکیہ قتال کے معنی کو بد دعا پر حمل کرتے ہیں فرماتے ہیں یہ ایسے ہے جیسے قتل الخواصون
 میں ہے۔ یہ دوسرا مطلب ہے۔ اکثر شراح نے اس کو بعد الصلوٰۃ پر حمل کیا ہے کہ بعد میں تنبیہ کرے۔
 کیونکہ اعمال کثیرہ نماز کے اندر ممنوع ہیں۔ مگر ہاں مفسدۃ لھا یہ معنی ثالث ہیں اور بعض کی رائے
 ہے کہ یہ تہرید پر محمول ہے (سرکش) جو کسی حال میں مانتا ہی نہ ہو یہ معنی راجح ہوتے۔

ترجمہ :- تماری کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْسُفٍ الْخَزَائِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خَالِدٍ أُرْسِلَ إِلَى

أَبُو جَهِيمٍ كَيْسًا لَهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَاءِ بَيْنَ يَدَيْ
الْمُعَلِّيِّ فَقَالَ أَبُو جَهِيمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَاءُ بَيْنَ يَدَيْ
الْمُعَلِّيِّ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ
أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَكُونُ مَا أَوْ شَيْئًا أَوْ سَنَةً (الحدیث)

ترجمہ :- بسریں مسجد کو حضرت زید بن خالد نے حضرت ابو جہیم معالی کے پاس بھیجا جو ان سے پوچھتے
تھے کہ انہوں نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے، حضرت
ابو جہیم نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر نمازی کے گسے سے گزرنے والے کو اس گناہ کا علم
ہو جائے تو اس کے سامنے سے گزرنے سے بہتر ہے کہ چالیس تک کھڑا رہے۔ ابو النضر رومی فرماتے ہیں کہ
کہ نہیں معلوم چالیس دن فرماتے ہی سے فرماتے یا چالیس سال فرماتے۔

خشوع از شیخ مدنی : یہاں شبہ ہوتا ہے کہ آپ کا ارشاد ہے لَوْ يَعْلَمُ الْمَاءُ حَالًا لَكَانَ دَقُوفٌ
أَبُو بَكْرٍ عَلِيمٌ بِمَوْقُوفٍ نَحْنُ تَوَاسُّلُكَ جَوَابُ يَهْءُ كَهْ دَقُوفٌ أَرَبَعِينَ عِلْمٌ بِمَوْقُوفٍ نَحْنُ يَهْءُ لَكِنْ يَهْءُ
بِرَأْيِكُمْ قَدْ هِيَ خَيْرٌ لَهُ الْخَيْرُ لَهُ مَعْنَاهُ بِأَخِيرِ الْأَمْرِ الْأَهْلُ كَهْ يَهْءُ يَهْءُ يَهْءُ يَهْءُ يَهْءُ
حَقِيقَتِي قَلْبِي مُرَادُ هُوَ سَمِعِي تَأْثِرُ هُوَ عِلْمُ لِسَانِي مُرَادُ نَحْنُ هُوَ كَمَا كَيْفَ لَكِنْ لِبَادَاتٍ بَهْتٍ سَهْءُ لَوْ كَهْ جَانَنِي كَهْ بَادُودُ
مُرَادُ كَهْ جَانَنِي يَهْءُ

خشوع از شیخ زکریا : میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب سے ایک اختلاف کی طرف
اشارہ فرما دیا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ خلیفہ فاع اور خلیفہ فاع کا امر کسی وجہ سے ہے۔ بعض کی رائے ہے
کہ چونکہ یہ موجب قطع خشوع اور سبب دوسرا ہے۔ اس لئے امر فرما دیا۔ اس صورت میں اس کا نفع
مصلی کی طرف لوٹ جائے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو دفع دکرے گا تو گزرنے
والا مصلی کے سامنے گزرے گا جس کی بنا پر گزرنے والا گناہگار ہوگا۔ لہذا اس دہال سے بچانے کے
لئے اس کا امر فرمایا۔ جیسے کوئی اندھا جا رہا ہو۔ اور آگے کھڑا آجائے۔ اور اس اندھے کے اس کنوئل
میں گرنے کا احتمال ہو تو اس مصلی کو نماز توڑ دینی ہوگی۔ اسی طرح یہاں چونکہ گزرنے والا ایک بڑے دہال
سے گزر رہا ہے۔ لہذا اس سے اس کو بچانا ضروری ہے۔ اور اسی واسطے یہ امر فرما دیا۔ امام بخاری کا رجحان
اسی طرف ہے۔ اسلئے ابی جہیم اور ابو جہیم کی روایات میں جگہ آئی ہیں ایک لباس میں

دوسرے مرد میں تیسریم میں بخت مستقلاً ہو چکی ہے۔ قال ابو النضر الا یہاں تو ابو نضر کو شک ہو گیا لیکن اہم طحاوی نے معانی الآثار میں اربعین غریباً ذکر فرمایا ہے جس سے اربعین ستہ مراد ہے اس لئے کہ موسم غریف سال بھر میں ایک مرتبہ آتا ہے، جب چالیس غریف ہو گئے تو چالیس سال بن گئے۔

باب اِسْتِقْبَالِ التَّجْلِ التَّجْلِ وَهُوَ يُصَلِّي ۚ وَ كَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُسْتَقْبَلَ التَّجْلُ وَهُوَ يُصَلِّي ۚ وَ هَذَا اِذَا اُسْتُغْلِلَ بِهِ فَاَمَّا اِذَا اَلْعَرِيْشُغْلُ بِهِ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالُكَ اِنَّ التَّجْلَ لَا يَقْطَعُ صَلَوةَ التَّجْلِ۔

ترجمہ :- نماز کی حالت میں آدمی آدمی کی طرف منہ کرے تو حضرت عثمان اس کو مکروہ سمجھتے تھے یہ اس وقت ہنہ جبکہ آدمی آدمی کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ نماز میں دھیان نہ رہے۔ لیکن جب مشغول نہ ہو تو زید بن ثابت نہ فرماتے ہیں کہ میں پردہ نہیں کرتا۔ آدمی آدمی کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّهِ ذَكَرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُو نَا كَلَابًا لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَرَأَيْتُ لَبِيئَةَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيرِ فَتَكُونُ لِي الْجَا حَةً وَأَكُوهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُ الْإِسْلَاكُ الْإِ

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضہ کے پاس ان چیزوں کا تذکرہ ہوا جو نماز کو توڑتی ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اس کو کتا۔ گدھا اور عورت قطع کرتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں کتا بنا دیا حالانکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیکھا کہ میں آپ کے ادر قبلہ کے درمیان چار پائی پر لیٹی ہوتی تھی اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تو میں آپ کے سامنے آنے کو پسند نہیں کرتی تھی اس لئے ایک طرف سے کھسک جاتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اخاف اسے مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ عبادت غیر اللہ کے مشابہ ہے۔ مگر مصنف اس میں تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ کہ اگر اس حالت میں مصلی مشغول فی الصلوۃ ہے تو کوئی کراہت نہیں اگر اشتغال نہ رہے تو پھر مکروہ ہے۔ حضرت عائشہ رضہ کے کلام سے استقبال کی مطلقاً کراہت معلوم ہوئی ہے۔ لیکن مصنف حضرت زید بن ثابت رضہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا فقہا کے نزدیک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا جو مصلی کی

طرف منہ کئے ہوئے ہو کر وہ ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہم ہو تا ہے کہ مصلیٰ اس کو سجدہ کر رہا ہے اور حضرت امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ جبکہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ مگر یہ ان کی رائے ہے جو فقہاء پر حجت نہیں کیونکہ فقہاء ایہام کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ لیکن خود امام بخاریؒ نے صلوٰۃ الی التصدیر کو مکروہ بتلایا ہے اور وہاں خلوص کا اعتبار نہیں فرمایا۔

و کہ عثمٰن ابو حضرت عمرؓ سے بھی کراہت منقول ہے۔ اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے جمہور کی تائید ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنے مطلب کے مطابق تفسیر کی ہے۔ انما هذا اذا اشتغل اليه ان کی اپنی رائے اور اپنی تفسیر ہے۔ عابا لیت ان الوجیل ۱۰ فقہاء فرماتے ہیں کہ قطع صلوٰۃ اور چیز ہے اور کراہت اور چیز ہے اور عدم قطع سے کراہت کی نفی کہاں لازم آتی ہے۔ خاکمہ ان استغفله ابو امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ یہ حضرت عائشہ کی طرف سے کراہت ہے حضور اقدس صلم کی طرف سے اس کی کراہت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور اقدس صلم نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آپ نے درست فرمایا کہ یہ حضرت عائشہ کا فعل ہے مگر انہوں نے استقبال کہاں کیا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلم کو ممانعت کی نوبت آتی۔ وہ تو خود یہ فرما رہی ہیں کہ میں یہ مکروہ سمجھتی تھی اس لئے چپکے سے پیچھے کو کھسک جاتی تھی۔

باب الصلوة خلف النائم

ترجمہ :- سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۲۸۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْسِرُ وَأَنَا رَأْفِدَةٌ مُعْتَصِمَةٌ عَلَى حُرَائِشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ لِيَقْطَعَنِي فَأَقْبُوْتُ۔ ترجمہ :- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلم نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے آپ کے بستر پر سوئی ہوتی تھی جب آپ دتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے تھے تو میں دتر پڑھ لیتی۔

تشریح از شیخ مدنی :- خلف القائم کے یہ معنی نہیں کہ قائم امام بنا ہوا ہو۔ بلکہ قائم سترہ بنا ہوا ہو۔ اگرچہ ایسے قائمین بھی ہوتے ہیں جو سوتے سوتے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا :- ابو داؤد شریف میں ہے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوة خلف المنتهت والفاطمہ لما قال کہ بائیں کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ کے روک دیا ہے۔ اسی وجہ سے امام مالک نے صلوٰۃ خلف القائم کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک

باب التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ.

حدیث نمبر ۴۸۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا مَرْبُوبَةٌ لِيَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ فِي قَبْلَتِهِمْ فَإِذَا سَجَدَ عَمَرْتُ فِي قَبْضَتِي رَجُلًا فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهَا قَالَتْ وَالْيَتُومُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصْرُوعٌ (الحدیث)

تشریح از شیخ زکریا: بعض علماء کی رائے ہے کہ عورت کو پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی مشہور شیخ کے خلاف کو ثابت کرنے پر اترتے ہیں تو اس کو مختلف طرق اور مختلف اسالیب سے ثابت فرماتے ہیں چونکہ روایات میں ہے۔ یقطع الصلوۃ الموائع والکلب والحمدان اور امام بخاری کو اس کے خلاف ثابت کرنا ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کو مختلف ابواب کے اندر مختلف طور سے ثابت فرمایا۔ مثلاً یہاں امام بخاریؒ کا استدلال یوں ہے کہ جب عورت کا مصیٰ کے مقابلہ

بَابُ مَنْ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْئًا

حدیث نمبر ۴۸۴
 حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنُ غِيَاثٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ زَكْرِيَّا عَنْهَا مَا
 يَنْقُطُ الصَّلَاةُ أَنْ تَكُوبَ وَالْحَمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحَبْشِيِّ وَالْكَلابِ وَاللَّهِ
 لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَرَأَيْتُ عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَمْبَلَةٍ
 مَضْطَجِعَةً فَتَبَدُّوْنِي الْحَاجَّةُ مَا كُنْتُ أَنْ أَجْلِسَ فَأَوْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَأَنَسْتُ مِنْ عِنْدِهِ جَلِيَّةً - (الحديث)

خشوع اگر شیخ مدنیؒ چمکہ باب استرہ ہے اس لئے تقدیر عبارت ہوگی۔ لا یقطع الصلوٰۃ منوشی
جمہور کا بھی مسلک ہے مگر بعض روایات میں تین چیزوں کا استثنا کیا گیا ہے، لیکن وہ احادیث یا تو منسوخ
ہیں یا محمول عن الظاہر ہیں کہ یہ چیزیں خشوع کے لئے قاطع ہیں قاطع صلوٰۃ نہیں ہیں اور عورتیں تو واقعی قاطع
خشوع ہوا کرتی ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ الباب میں لا یقطع الصلوٰۃ منشیؒ کہا گیا ہے۔ مگر
روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ حضرت عائشہؓ کا فعل مذکور ہے۔ تو عورت قاطع صلوٰۃ
نہ ہوتی دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر عورت کا مرد قاطع ہے جو لوگ اس کے قائل ہیں۔ مگر انسلال کو تو
کوئی بھی قاطع نہیں کہتا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ عورت کو قاطع کہتے ہیں وہ ان تینوں
چیزوں میں فرق نہیں کرتے۔ تو جب عورت کا مرد قاطع نہ ہوا۔ تو دوسری چیزوں کا مرد بھی قاطع نہیں ہو
گا۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ مرد تو ایک منٹ میں ہو تلے۔ اور انسلال تو کچھ وقت چاہتا ہے
جب وہ قاطع نہیں تو ایک منٹ کا مرد کیسے قاطع ہوگا۔

تشیخ از شیخ ذکر کیا چونکہ مسلم شریف وغیرہ میں ہے۔ یقطع الصلوة المرأة والكلب الحمار اور نسائی کے اندر المرأة الحائض ہے تو امام بخاری نے یہ باب باندھ کر اس کے خلاف کو ثابت فرمادیا چونکہ دونو روایتوں میں تعارض ہے اس لئے بعض علما کی رائے ہے کہ قطع صلوة والی روایات ابتداء اسلام پر محمول ہیں اور لا یقطع الصلوة شیخ متاخر ہے۔ لہذا اس کے لئے ناخج ہے۔ اور اکثر علما و مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قطع خشوع پر محمول ہے۔ عورت کا قاطع خشوع ہونا ظاہر ہے اور کتے کی عادت یہ ہے کہ وہ زباں لگاتا ہے۔ تو اس سے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں منہ نہ لگا دے۔ اور ناپاک نہ کر دے۔ اور گدھے کا قاعدہ یہ ہے کہ چہل کوئی چیز دیکھتا ہے اپنے بدن کو اس سے کھلانا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس سے تصادم کرتا ہے۔ لہذا ڈر ہے کہ کہیں مصلی سے آکر نہ لگ جائے۔

حدیث نمبر ۴۸۵ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيَّ عُرْوَةً بَنُ الْوَيْلِيِّ أَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُجْعَلُ مِنَ اللَّيْلِ فِدَائِي لِمُعْتَرِضَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ (المحدث)

ترجمہ :- ابن شہاب نے اپنے چچا کے نماز کے لئے کوئی چیز قاطع ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان ان کے گھر والوں کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوتی ہوتی تھی۔

باب إِذَا حَدَّ جَارِيَةٌ صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ :- جب کوئی شخص نماز میں ایک چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھالے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي تَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةً بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِي لَهَا صَبْرٌ رِبْعَةَ بَنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا (المحدث)

ترجمہ :- حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں نماز پڑھتے

تھے کہ اپنی نواسی حضرت ام بنت زنیب بنت رسول اللہ کو اٹھانے والے ہونے تھے اور وہ ابوالعاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی۔ جب آپ سجدہ مکے لئے جاتے تو اسے نیچے رکھ دیتے جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے تھے۔

تشیع از شیخ مدنی: آپ کا یہ فعل بیان جواز کے لئے تھا۔ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ ہر ایک بچہ جس نہیں اگرچہ اس کے اندر نجاست ہے۔ پہاڑی عورتیں اور مختلف ممالک کی عورتیں بچوں کو پیچھے باندھ لیتی ہیں۔ اس میں عندا رکوع السجود اتارنے کی نوبت نہیں آتی۔ افریقہ کے تقویری قبیلہ کے لوگوں کی عورتیں کھیتی باڑی کا کام کرتی ہیں اور ان کے مرد دینی امور میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کو جلالی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک جلالین شریف حفظ ہوتی ہے۔ وہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر ایک مہینہ میں جلالین پر ٹھا کر ختم کرتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں اسی حالت میں نماز پڑھتی ہیں کہ ان کے بچے ان کی کمر پر ہوتے ہیں۔ دوسرا احتمال تھا کہ پچھ پشیا کر دیتا ہے جس کے دھونے میں بار بار تکلیف ہوتی ہے۔ اور کبھی فعل کثیر بھی ہو جاتا ہے۔ جمہور تو فرماتے ہیں کہ جاریہ کے اٹھانے میں فعل قلیل تھا۔ فعل کثیر نہیں تھا۔ یا ابھی تک فعل کثیر فی الصلوٰۃ کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ فقط احتمال پر حکم نہیں لگایا جاسکتا جب تک ظن غالب نہ ہو۔

تشیع از شیخ زکریا: مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب بچی کا اٹھانا قاطع صلوٰۃ نہیں تو پھر عورت کا گذر جانا بدرجہ اولیٰ قاطع نہ ہوگا۔ وہو حاملہ امامۃ الخلیفہ حضور اقدس کی نواسی ہیں حضور اقدس صلعم نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ اور ان پر اپنے کاندھے پر بٹھا رکھا تھا۔ جب رکوع وسجود میں جلنے تو اتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو اٹھا لیتے۔ اب اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ تو عمل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے اس کے مختلف جوابات ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ نماز میں عمل کثیر اور حرکات کثیرہ جائز تھیں اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ محل کی نسبت حضور اقدس صلعم کی طرف مجازی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ہی اترتی اور چڑھتی تھیں۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے جبکہ بچہ لاڈلا ہوتا ہے۔ تو کو دگر گردن پر چڑھ جاتا ہے۔ تو حضور انور صلعم جب سجدہ میں ہوتے تو یہ آکر بیٹھ جاتیں۔ اور قیام تک لیٹی رہتیں اور جب رکوع وسجود میں جلتے وقت گئے لگتیں تو اتر جاتیں اور پھر سجدہ سے اٹھتے ہی کاندھے پر بیٹھ جاتیں اور میری توجیہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلعم تعلیم فعلی کے لئے تشریف

لائے تھے۔ تو جتنے امور شانِ نبوت کے خلاف نہیں تھے۔ وہ تو حضور صلعم سے کر لے گئے۔ اور جو منافقانہ نبوت تھے وہ صحابہ کرام سے کر لے گئے۔ اب سنو! حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مفید نوالی حرکات فی رکعت واحد ہیں۔ یعنی عمل کثیر ایک ایک رکن میں پایا جائے۔ یہاں ایک ہی رکن میں وضع و حمل جاریہ نہیں ہوتا تھا۔ تو عمل کثیر نہیں پایا گیا۔ حضور اقدس صلعم نے خود اس کو کر کے دکھا دیا۔

ولای الحاص یعنی وہ جیسے حضرت زینب کی صاحبزادی ہیں ویسے حضرت ابوالعاص کی بھی ہیں۔

کیونکہ حضرت زینب کے شوہر کا نام ابوالعاص بن ربیعہ ہے۔

باب إِذَا صَلَّيْتَ الْخَلْفَ إِشْرَافِ فَبِعْ حَافِضٌ

ترجمہ :- جب اس بستر میں نماز پڑھے جس میں حافض ہو۔

حدیث نمبر ۲۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ

الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ خِرَاشِي جِبَالٌ مُصَلًّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَآَنَا عَلَى خِرَاشِي (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ زوجہ ابنی صلعم فرماتی تھیں کہ میرا بستر جناب نبی اکرم صلعم کی جلتے نماز کے پہلو میں ہوتا تھا۔ تو بسا اوقات آپ کا کپڑا میرے اوپر گرتا تھا حالانکہ میں اپنے بستر میں ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ جب کہ صلوٰۃ علیٰ فرشتہ الحافظ قاطع نہیں ہے۔ تو مرد حاض بدرجہ اولیٰ قاطع نہیں ہو گا روایت پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَآَنَا عَلَى جَنْبِهِ قَائِمَةً فَلَا أَتَمَّ لَهَا بَنِي ثَوْبُهُ وَآَنَا حَافِضٌ

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ

جناب نبی اکرم صلعم اس حال میں نماز پڑھتے تھے جبکہ میں آپ کے پہلو میں سونے والی ہوتی تھی اور میں حافض ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ کے لئے جلتے تو آپ کا کپڑا مجھے گلتا تھا۔

باب هَلْ يَغِيْرُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُوْدِ بَلَى كَيْفَ يَجِدُ

ترجمہ :- کیا مرد سجدہ کے وقت اپنی بیوی کے چمکی کاٹ سکتا ہے تاکہ وہ سجدہ کر سکتے۔

حدیث نمبر ۲۸۹ حَدَّثَنَا عَفْرُونُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَزَنَاسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ وَهُوَ يَسْجُدُ وَهُوَ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّ الْعَالَمِينَ»

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یہ بہت بڑا ہے کہ تم لوگوں نے ہمیں کئے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور آپ کے اُتبلہ کے درمیان لیٹے ہوئے ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ فرماتے تو میرے پاؤں کی چٹکی کاٹ لیتے۔ میں ان کو سیکڑ لیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر یہ مسئلہ مس المرأة کلہے تو امام بخاریؒ پر انکال ہے کہ اس کو بیان نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ابواب نواقض الوضوء کے بیان میں ہونا چاہیے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ جبکہ غز اور ہاتھ سے چھونا اور ہٹانا قاطع نہیں تو مرد کا قاطع ہوگا۔ اب یہاں سوال ہے کہ روایت کے اندر غز مصرح ہے۔ پھر ترجمہ میں حل کیوں لاتے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصل موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں کوئی اختلاف ہو تو امام بخاریؒ باب میں لفظ حل ذکر فرما کر اشارہ کر دیتے ہیں۔ چونکہ مس المرأة ثلثہ کے نزدیک مفسد وضو صلوٰۃ ہے جس کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ لہذا ان کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اور میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مس المرأة مس ذکر نواقض وضو نہیں ہیں۔ جیسا کہ خفیہ فرماتے ہیں۔ مگر چونکہ ثلثہ کا اختلاف تھا اس لئے اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ وہ بھی یہ تاویل کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی کپڑا حائل ہوگا لیکن حائل کی موجودگی میں چٹکی نہیں کاٹی جاسکتی۔ لہذا یہ تاویل صحیح نہیں۔

باب الْمَرْأَةُ تَطْرُحُ عَنِ الْمُصَلِّي شَيْئًا مِنْ الْأَذَى۔

ترجمہ:- عورت جب نماز سے کوئی موزی چیز ہٹالے تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْخَزَنَاسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ وَهُوَ يَسْجُدُ وَهُوَ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّ الْعَالَمِينَ»

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا أَفْضَحُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى كَعْضٍ مِّنَ الصَّخَرِ فَانْطَلَقَ
مَنْطَلِقًا إِلَى فَاطِمَةَ وَهِيَ جُوبَيْرِيَّةٌ فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَتَبَتْ السَّجْدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسْتَمِعُهُمْ فَلَمَّا أَفْضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ
بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعُمَيْرٍ وَابْنِ هِشَامٍ وَعُثْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ
رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُثْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَعُقْبَةَ ابْنَ إِفٍّ مُعْبِطَ وَعُمَارَةَ
بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَ اللَّهُ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرَعِي يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ مَجِبُوا إِلَى الْقَلْبِ
قَلْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتِيَ أَصْحَابُ الْقَلْبِ لَعْنَةُ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں تھے کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے کیا تم میں سے کوئی آل فلاں کے ذبح شدہ اونٹ کے پاس جائے۔ اس کی گوبر اس کا خون اور ادھیری کی گندگی لے آئے پھر آپ کو اتنی دیر مہلت دے کہ جب آپ سجدے کے لئے جائیں تو یہ سب گندگی آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ چنانچہ ان میں سے سب سے بڑا بد بخت عقبہ بن ابی معیط اٹھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے لئے گئے تو اس گندگی کو اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برابر سجدہ کی حالت میں ہے۔ پس وہ لوگ منہ لگے یہاں تک کہ منہ کی دھڑ سے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوتے تھے تو ایک جانے والا حضرت فاطمہ الزہراء کی طرف گیا۔ وہ اس دفت چھوٹی بچی تھیں وہ دوڑتی ہوئی آئیں ابھی تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ٹپکے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ نے اس گندگی کو آپ سے گرا دیا۔ اور قریش کے پاس آکر ان کو گالیاں دینے لگیں جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بد دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ قریش کو پکڑ لے قریش کو پکڑ لے، پھر چند آدمیوں کے نام لئے اے اللہ! عمرو بن ہشام ابو جہل کو پکڑ لے۔ عقبہ بن ربیعہ ہشیم بن ربیعہ ولید بن عقبہ اور امیہ بن خائف عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن الولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے بدر کی لڑائی میں ان کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بدر کے اندھے کنوئیں میں ڈھیل کر پھینک دیا گیا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندھے کنوئیں والوں کے پیچھے لعنت ڈالی گئی۔

تشریح از شیخ مدنی ص۔ پہلے باب میں غزیرہ ل عورت کے لئے تھا، جیسے وہ ناقض وضو نہیں۔
ایسے عورت اگر مرد کے بدن نجاست کو زائل کرے تو اس میں ضرر نجاست کا یا غزیرہ مرد کو لگے گا تو یہ بھی ناقض
وضو اور نافع صلوٰۃ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک سلفہ روایت میں تھا۔ سلاھا۔ سلا کے معنی بچہ دان کے ہیں بعض
اے نجس نہیں کہتے تھے مگر یہاں تو فرقت دم وغیرہ کا بھی ذکر ہے جس کی وجہ سے آپ سجدہ سے نہ اٹھ سکے
نیسری بات یہ ہے کہ مصنف فرق کرنا چاہتے ہیں کہ جو نجاست نماز سے پہلے لگ جائے تو وہ ناقض ہے مگر
جو نجاست اثناء صلوٰۃ میں گر پڑے وہ ناقض نہیں ہے۔ مصنف کا یہی مسک ہے مگر جہود فرماتے ہیں کہ
خواہ نماز سے پہلے نجاست لگ جائے یا اثناء صلوٰۃ میں سب کا ایک ہی حکم ہے کہ نجس ہے۔ اس روایت کی
یہ توجیہ کرنے میں کہ آپ کو استغراق کی وجہ سے علم ہی نہیں ہو سکا۔ اس لئے آپ نماز پڑھتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب میں امام بخاری نے سلا جز در والی روایت ذکر فرمائی ہے جس میں
کہ حضرت فاطمہ آئیں۔ اور انہوں نے سلا جزور کو دھکیل کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر سے اتار دیا۔ تو اس دھکیلنے کی
وجہ سے سس ضرر ہوا ہو گا۔ تو جب مس ہو جانا مفید نہیں تو مرد و کیونکر مفید صلوٰۃ ہو گا۔ اور ممکن ہے حنفیہ پر
رد ہو۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک محاذاتہ المرأة ناقض صلوٰۃ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا محاذات ہو سکتی
ہے۔ کہ عورت کو فی چیز مصلیٰ کے اوپر سے اٹھائے مگر ہم پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو محاذات ہمارے
ہاں ناقض ہے۔ وہ یہاں پائی نہیں گئی۔ یہ روایت ص ۳ پر گذر چکی ہے۔ اور وہاں مفصل کلام بھی ہو چکا ہے
الحمد للہ یہاں تک بخاری شریف کا دوسرا پارہ ختم ہوا اور دوبارہ کی پہلی جلد نشر و سحاح بخاری اختتام کو پہنچی۔

کتاب مواقیب الصلوٰۃ سے دوسری جلد کا آغاز ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

